

سلسلہ دائرۃ الادب
الشہداء محمد یحییٰ گل شریف

۱۳۵۱ھ

موسم بہ

ریاض خوان

جامع

ضمیمہ ریاضۃ ریاض

حب ایماے

جناب سید نیاز احمد صاحب نیاز

(برادر خور و حضرت ریاض)

باعثاً

تلمذ حسین

از حسن سہی کار پردازان

اعظم السلام علیہم وعلیٰ آلائہم وعلیٰ دینہم

بزم طبع آراستہ گردید

۱۳۵۴ھ - ۱۳۵۸ھ

جلالہ قرق مکتوبہ

بیت

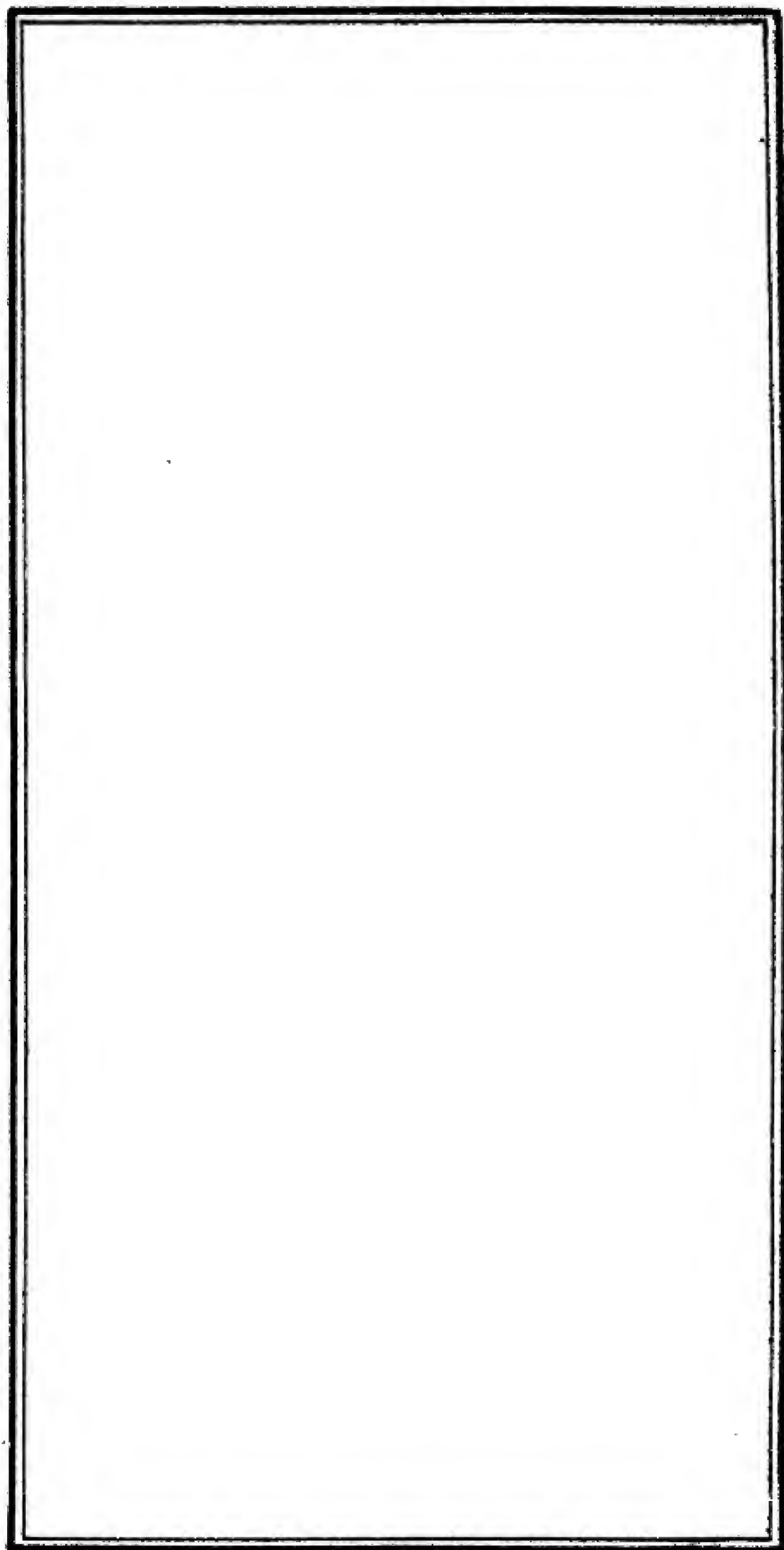
جلالہ قرق مکتوبہ

خلاصۃ المطالب

- پیشکش بحضور عالیجناب خان بہادر راجہ امیر احمد خان بہادر دام اقبالہ ... ج
- قدرا فرائی از ہر کسبسی ہمارا جدہ سرکش پر شاہ بہادر پیر السلطنت ... د
- تقریظ از عالیجناب نواب فصاحت جنگ بہادر دام اقبالہ ... ۴
- پیش لفظ از عالیجناب نواب اختر دار جنگ بہادر دام اقبالہ ... و
- تقریب از تلمذ حسین ... ۸
- مقدمہ از جناب مولانا سید سبحان اللہ صاحب ... (۱)
- اعترافات از جناب مولانا نیاز صاحب فتحپوری ... (۳۹)

ریاض رضوان

- فہرست ... ۱-۵۰
- حصہ اول ... (غزلیات) ... ۱-۴۸۰
- حصہ دوم ... (دیگر اصناف سخن) ... ۴۸۱-۶۹۴
- غلطنامہ ... ۶۹۵-۷۰۲



پیشکش

بَحْضُوْهُ فَيُزْكَرُ

عالیجناب خان بہادر ابراہیم محمد امیر احمد خان بہادر

والے ریاست عالیہ محمود آباد

بہم سحر و جہر در آمیختہ کزیناں نگارے برانگیختہ
چنیں ناز پر و پرری ہری سپردم بہ بچوں تونیک اخترے
بشرطے کز ان گمان شوی بادہ نوش فراموشیت نماید از میفروش

گذرانندہ

سید نیاز احمد نیاز

ضمیمہ

کیفیت ترتیب خدمت۔ از جناب سید امیر احمد صاحب ششم ۷۰۴-۷۰۵

داستان دیوان ریاض۔ از تلمذ حسین ۷۰۶-۷۲۰

آخریں مرحلہ طبع دیوان۔ از جناب مولوی ضوان احمد صاحب ۷۲۱-۷۲۲

نقل خط حضرت ریاض مرحوم



قدراقرزائی

ان

ہر اسلمی اجایان بجا مہاراجہ سرشن پڑو بہادر دام قبالہ

یمین السلطنت

بتخلص

شاد

ریاض احمد ریاض خیر آبادی ہندوستان کے مشہور شعرا میں تھے۔ یہ
امیر مینائی کے شاگرد تھے اور اپنے استاد سے خاص عقیدت رکھتے تھے
جس کا اظہار انہوں نے اپنے کلام میں جابجا کیا ہے۔ ایک جگہ فخریہ کہا ہے
ست مینا ہوں پیاہے میں نے جام امیر احمد مینائی کا
ان کا کلام ابتدا میں پندت رتن نامتہ سرشار (صاحب فناء آزاد)
کے ذریعے سے مجھ تک پہنچا تھا جو اپنی آخر عمر میں عرصہ تک میرے یہاں
رہے۔ اسے تقریباً پینتالیس سال ہوئے سرشار شاعری میں ریاض کے

اس امر کا بخوبی اندازہ کر سکیں گے کہ ریاض کے ایسے اشعار محض شاعرانہ تعلی پر مبنی نہیں ہیں۔ زبان کی چاشنی کے ساتھ اندازِ بیان کی بے تکلفی کے بکثرت نمونے اُن کے کلام میں ملتے ہیں۔

ہم نے بھی ریاض آپ کے اشعار سُننے میں یہ شعر بے تکلفانہ اندازِ بیان کے اچھے نمونے ہیں۔

اپنی نگاہِ ناز سے برہم ہیں آپ کیوں کہئے تو کیا ہوا کوئی ناوک خطا ہوا
 بھگو تم کو غیر نے رسوا کیا کہہ بھی دو اچھا کیا اچھا کیا
 کیوں قفسِ ہاتھ میں صیاد پھر مچھ کو لیا تیرے صدق کیا کرتے سے کوئی پرہیز
 کس بے تکلفی اور خوبی کے ساتھ معشوق سے درخواست کی ہے
 لگا دو ذرا ہاتھ اپنی گلی میں جنازہ لئے دل کا ہم جار ہیں
 زبان کے بے تکلف استعمال کا یہ شعر عمدہ نمونہ ہے۔

مزے ٹوٹو کلیم اب بن پڑی ہے بڑی اونچی جگہ قسمت لڑی ہے
 ریاض پر شباب کا رنگ ہمیشہ چھایا رہا۔ بڑھاپے میں بھی شباب کی باتیں کرتے گزری اور شاید اسی وجہ سے خود اپنے ہی قول کے مطابق وہ اکثر رونقِ محفل بنے رہے۔

وہی شباب کی باتیں ہی شباب کا رنگ تجھے ریاض بڑھاپے میں بھی جواں دیکھا
 جس انجمن میں بیٹھ گیا رونق آگئی کچھ آدمی ریاض عجب دل لگی کا تھا
 خمریات اُن کا خاص حصہ ہیں اور اس رنگ میں انہوں نے خوب خوب
 شعر کہے ہیں۔ کوئی منزلِ مصیبت کے ذکر سے خالی نہیں ملتی۔ خمریات ہیں کہ

برادر خواجہ تاش بھی تھے اور کلام ریاض کے علاوہ بھی۔ ریاض کو مجھ سے خلوص
 تھا اور کبھی کبھی اُن کا خط بھی آتا تھا۔ ریاض الاخبار بھی عرصہ تک میرے پاس
 آتا رہا جس کو ریاض گو رکھپور سے شائع کرتے تھے۔ اس اخبار میں اُن کی
 غزلیں بھی شائع ہوتی تھیں اور دوسرے فتنہ اور عطر فتنہ بھی ریاض کے
 اہتمام سے بہت ہی مختصر تقطیع پر نکلتے تھے جن میں کلام ریاض کے علاوہ اور شعرا کا
 منتخب کلام ہوتا تھا۔ ان کے یہ دونوں چھوٹے رسالے سلیم مذاق رکھنے والوں
 میں خاصے مقبول تھے اور اُن کے دیکھنے سے ریاض کی ذہانت و خوش مذاقی کا
 اندازہ ہو سکتا تھا۔ ریاض بھی اس ذرا سے فتنے کی مقبولیت سے واقف تھے چنانچہ
 کہا ہے س

فتنے کو پوچھتا ہے کوئی کس ادا کے ساتھ چھوٹا سا وہ ریاض کا اخبار کیا ہوا
 دیوان ریاض کے متعلق مدت سے سنا جاتا تھا کہ طبع ہونے والا ہے
 لیکن معلوم نہ ہوا کہ ان کی زندگی میں اس کے طبع نہ ہو سکے کے کیا اسباب ہیں
 اب قاضی تلمذ حسین صاحب نے جو ایک قابل اور خوش صفات آدمی ہیں اس
 بلدہ فرخندہ بنیاد میں کلام ریاض طبع کرایا ہے۔ اس میں علاوہ غزلوں کے قطعات
 اور تائیدیں وغیرہ بھی شامل ہیں۔ جو مطبوعہ حصہ پیش نظر ہے اس کو جستہ جستہ دیکھا
 گیا۔ کوئی شک نہیں کہ ریاض بڑے خوشگو اور مشاق شاعر تھے طبیعت خوب
 راہ دینے والی پائی تھی۔ خود بھی کہا ہے س

واہ کیا رنگ ہے کیا خوب طبیعت ہے ریاض ہوز میں کوئی تمہیں پھولتے پھلتے دکھا
 یوں تو ہر شاعر تعالیٰ کے شعر بھی کہتا ہے لیکن ریاض صاحب کے کلام کو دیکھنے والے

ان کے بعد بعض اہباب متوجہ ہوئے اور اس کی طباعت کا آغاز بھی کیا مگر کام
نہ چل سکا۔ جناب قاضی تکریم حسین صاحب رکن دارالترجمہ سرکار آصفیہ نے جو
ریاض مروجہ کے محب صادق اور کلام ریاض کے شیدائی ہیں بڑی ہمت کی کہ اس
کام کو اپنے ہاتھ میں لیا اور الحمد للہ کہ اُن کی سعی سے حیدر آباد دکن میں دیوان ریاض
کامل طور سے طبع ہو گیا۔ قاضی صاحب کا یہ کارنامہ ہمیشہ یاد رہے گا۔ ریاض کا کلام
بہت کثیر اور دیوان ضخیم ہے اور کوئی شک نہیں کہ اس میں بہت سے نایاب
جواہر ہیں خصوصاً خریات ریاض اور یہ خاص گویائی ریاض کا حصہ سمجھی جاتی ہے۔
آئے جاتے ہیں سمجھائے جاتے ہیں کی طرح میں شعرا نے بہت طبع آزمائی کی ہے
مگر ریاض کے اس شعر نے ایک کیف جدا گانہ پیدا کر دیا ہے۔

کیا کیا خوشامدیں ہیں کہ پی لوں بہا میں بادل کے ٹکڑے سر پر مرو چھاؤں جاتے ہیں

شوخی کے ساتھ نازک خیالی اور جدت بھی اُن کے کلام میں ہے۔
رنگ پرنور میں جگہ تھی کہاں رکھنے والے کو دیکھئے تل کے
یہ تشبیہ کس قدر پیاری اور نازک ہے۔

آگیا ہے دم فریاد کلیچاٹنہ کو پنکھڑی پھول کی منقار عنادل میں نہیں
ایک غزل کے یہ دو شعر کیسے لطیف اور برجستہ ہیں۔

جوشِ خے اور ریزہ زاروں میں گٹھا جھاڑی بات ایسی ہے کہ تو بھی ہے لپھائی ہوئی
ہائے کیا جھٹپٹا قص ہیں بال پر ہوا کٹے جب سنا ہم نے کہ جاتی ہے بہار آئی ہوئی
یہ زندانہ شعر ہزار شعروں کے برابر ہے۔

اکلے ہیں کہ بہک جاتے ہیں توبہ کہ طرف درندوں میں برا چال طین کس کا ہے

ریاض کی شاعری چونکہ بلند اور زور کی تھی اُن کے یہ دونوں فریق شاعری میں اُن کا ساتھ
 نہ دے سکے، نثر نگاری کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس میں دونوں نے بڑا نام پیدا کیا۔
 ریاض نے گورکھپور میں قیام کیا اور وہاں سے ریاض الاخبار نکالا جس میں وقتاً
 فوقتاً اُن کا کلام بھی طبع ہوتا تھا۔ اس اخبار کی وجہ سے ریاض کی شہرت میں چار چاند
 لگ گئے۔ ریاض کی نثر بھی اُن کی شاعری سے کچھ کم دلکش نہ تھی کئی ناول لکھے اور اخبار
 کے ساتھ شائع کئے۔ نظارہ، حرم سرا، تصویر انھیں کی شاخ قلم کی نگاریاں ہیں اس کے
 ساتھ ہی شاعری کا سلسلہ بھی برقرار قائم رہا۔ ریاض کی اچھی خاصی شہرت ہو چکی تھی اور ان کا
 کلام خاص رتبہ حاصل کر چکا تھا لیکن پھر بھی وہ بغیر استاد کو دکھائے اپنا کلام شائع
 نہ کرتے تھے اور جب تک حضرت امیر برقیہ حیات رہے پابندی سے اپنا کلام
 بغرض اصلاح بھیجتے رہے۔ میں نے حضرت والد ماجد کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ
 ”ریاض اصلاح کے قدردان ہیں لہذا اُن کا کلام بہت توجہ سے دیکھنے کو جی چاہتا ہے“
 ریاض کی طبیعت میں رنگینی اور شوخی کے ساتھ لاابالی پن بھی تھا بلکہ یوں کہنا
 چاہئے کہ وہ بڑے مستغنی المزاج تھے اپنے کلام کو جمع کر نیک کبھی خیال نہیں کیا اور
 لوگوں کو بہت سے شعر اور غزلیں کہہ کر دیدینے میں کبھی سبکل نہیں کرتے تھے۔
 جب لوگوں نے دیوان طبع کرانے کے لئے تقاضا کیا تو اُن کے پاس کچھ بھی نہ تھا
 اُن کا کلام اخباروں، رسالوں اور احباب کی بیاضوں میں جا بجا منتشر تھا۔ اُن کے
 احباب اُن کی شاعری کے بے حد گرویدہ اور قدردان تھے۔ ان لوگوں نے بڑی
 کوشش سے پراگندہ کلام جمع کر کے دیوان کی صورت قائم کر دی اور اُس کو چھپوانے
 آمادہ اور مہر رہے لیکن اتفاق کہنا چاہئے کہ ریاض کی زندگی میں دیوان طبع نہ ہو سکا

جناب شیخ نے جب پی تو مُنہ بنا کے کہا مزا بھی تلخ ہے کچھ بُو بھی خوشگوار نہیں

ریاض کے کلام میں بعض تشبیہیں بہت اچھوتی ملتی ہیں۔

نازک کلائیوں میں حنا بستہ مٹھیاں شاخوں میں جیسے مُنہ بندھی کلیاں گلاب کی

غرض کہاں تک لکھا جائے اُن کا دیوان تو ایک بلغ ہے گلہائے رنگارنگ کا

اور ایک مرقع ہے عمدہ تصاویر کا۔ امید ہے کہ ملک کے قدرواں اصحاب اُن کے

دیوان کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

ریاض مرعوم نہایت پاک نفس اور ورید اول انسان تھے۔ ان کی پاکیزہ نفسی اور

استغنا کے بہت سے واقعات میرے علم میں ہیں۔ پُرگو بلا کے تھے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ

ان کو ایک ہی طرح میں کئی کئی غزلیں کہنی پڑیں۔ ایک غزل کہی جس نے اُس کی توفیق

کی اُس کو دیدی۔ اپنے لئے دوسری کہی وہ بھی کسی نے مانگ لی لیکن کیا مجال جو

اُن کے تیور پر ذرا بھی میل آیا ہو۔ ہمیشہ یہی کہہ کر ٹال دیا کہ ”اُونھہ کیا ہے اور کہہ لیں گے“

ہم لوگوں سے اُن کو جو تعلق تھا وہ عزیزوں سے بڑھ کر حقیقی بھائیوں کا ساتھ تھا

اور اب تو حقیقی بھائیوں میں بھی ایسی محبت کم ہوتی ہے۔ اُن کی رحلت سے محبت

و خلوص کا ایک مجسم پکرا اُٹھ گیا۔ وہ ہر ایک سے صاف دلی اور خلوص سے ملے

تھے۔ ان کی شرافت نفس ہمیشہ اس کی مقتضی رہی کہ جن لوگوں نے ان سے

بے وفائی کی اُن کو نقصان پہونچایا اُن کی قابلیتوں اور اُن کے نام سے

فائدہ اُٹھایا ریاض نے ان کے ناسارے عمل سے ہمیشہ چشم پوشی کی اور

اپنا قلم ہمیشہ اُن کی فرمائشوں کی تعمیل کے لئے رواں رکھا۔ حقیقت

یہ ہے کہ وہ بڑے پاک نفس اور سچے مسلمان تھے۔ اُن کا

ایک غزل کے یہ دو شعر بھی قابل دید ہیں۔

کچھ بھی آریا نہ تجھے خاک اُڑانے کے سوا مُنہ نہ کھلو امراے بادِ صبا رہنے دے
خُمِ مے لے کے نہ اُڑ جائیگا لے پیرِ مغاں ابرِ رحمت جو جھکا ہے تو جھکا رہنے دے
یہ مصرع جب دکن سے پہنچا۔ ۶۔ یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے۔ تو
ریاض نے خفیف سے تصرف کے ساتھ مصرع لگایا اور عجیب مضنون پیدا کیا۔
رہے سینہ تنہا لنگر سے اس کے یہ چوٹی اس لئے پیچھے پڑی ہے
اسی زمین کا ایک اور شعر بھی قابلِ داد ہے۔

میں رکھ لوں ریزہ مینا کو دل میں ارے کس پھول کی یہ پنکھڑی ہے
ان کے یہاں ہر زمین میں دو چار شعر ضرور رندانہ رنگ کے ہیں اور ان میں
یہ عجیب وصف تھا کہ کیسی ہی نامناسب اور خشک زمین کیوں نہ ہو وہ رندی
اور مے دینا کے شگفتہ مضامین اس میں پیدا کر لیتے تھے۔

مجھ کو بھی انتظار تھا ابرائے تو بیوں ساقی اگر یہ سچ ہے کہ بادل اٹھا تو لا
یہ اشعار کس قدر بلند ہیں۔

بہار آتے ہی پھولوں نے چھاؤنی چھائی کڑھو نہ تا ہوں مگر آشیاں نہیں ملتا
عالمِ ہومیں اک آواز سی آجاتی ہے چپکے چپکے کوئی کہتا ہے فسانا دل کا
نیشمین میں گزرے کئی موسمِ گل نفس میں جو ٹوٹے تھے وہ پر نہ نکلے
یہی چراغِ لحد تھے یہی تھے قبر کے پھول اب اُن کے نقشِ قدم بھی سرِ مرزا نہیں
چمن میں ہم آئے جو چھٹکے نفس سے ہدینوں نیشمین سے باہر نہ نکلے

شیخ دو اخط سے چھٹیر بھی بڑے مزے کی ہوتی ہے۔

حامداً و مصلياً تقريب

۱۱.

تمذہب

اہل دکن کا دعوئے ہے کہ اردو کی ابتدا دکن سے ہوئی اس کے لسانی و تاریخی
 شواہد جو کچھ بھی ہوں مگر اس کی ایک حکمیاتی شہادت کل شیعہ راجع الی اصلہ
 سے بھی ہتیا ہو جاتی ہے۔ دہلی دکن سے دہلی گئے۔ اردو شاعری کی ابتدا ہوئی۔
 نوابانِ اودھ کی مقناطیس زرین نے دہلی کے نامی شعرا کو لکھنؤ میں کھینچ لیا۔ دہلی
 اور لکھنؤ اردو کے دو مرکز بن گئے۔ ۱۸۵۷ء میں شاہی اودھ کا چراغ گل ہوا
 اور ۱۸۵۸ء میں قلعہ معلے میں آٹو بولنے لگے۔ بعد چندے قلعہ آشیاں نواب
 کلب علی خاں نے بزم سخن کو رونق تازہ بخشی۔ دہلی سے داغ اور لکھنؤ سے
 امیر رامپور پہنچ کر زینت بزم بنے۔ اس فلشن پر بھی خزاں آئی۔ داغ نے دکن کا
 رخ کیا اور یہیں کے ہو رہے قضاے لاتعلیٰ نفیس بائے ارضِ تہمت
 امیر مینائی کو بھی کشاں کشاں یہاں لائی۔ اختر و جلیل دونیر تباہاں جلو میں تھے

زندہ رنگ اُن کی شاعری ہی کی حد تک تھا۔ ع

جو رنگ قال میں دیکھا وہ اُن کا حال نہ تھا

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُس دنیا میں بھی اُن کے درجے

بلند کرے فقط

۸۔ جولائی ۱۹۳۸ء



حکم ناطق ہے ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے مگر اسباب و علل کی تحلیل کرنے والوں کیلئے اس سوال کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ وہ وقت وہی وقت خاص کیوں ہو جس وقت میں کوئی کام انجام پایا؟ یہ نکتہ ٹکرنٹ دیوان ریاض کے متعلق بھی پیش ہو سکتا ہے اس کے منطقیانہ فلسفیانہ معتقدانہ و عارفانہ جواب جو کچھ بھی ہو میرے ذہن کی رسائی وہاں تک نہیں ہے مگر ریاض کا پیالہ پئے ہوں نے اس کا سرخوشانہ جواب یہ دیا ہے کہ قضا و قدر کو معلوم تھا کہ ایک وقت آنے والا ہے جب اہل زور کا زور ہوگا، تقدس یانی کی نمائش کے لئے بعض شہر خشک گردے جائینگے اور افتادگان ثریا مقام کے نالہائے فلک شگاف

دیراں شود آں شہر کہ میخانہ ندارد

آسمانوں سے گزر جائینگے، اس وقت دیوان ریاض شائع ہوگا اور صلاے عام ہوگی کہ

ہنوز آں ابر رحمت در نشان است

مئے و میخانہ باہر و نشان است

اس پرسترازیہ کہ ابتدائی تجویز کے مطابق دیوان کو نومبر یا دسمبر ۱۹۳۶ء میں شائع ہو جانا چاہئے تھا مگر جاڑا گرمی گزر کر اشاعت ہوئی تو عین موسم برشکال میں اور شکسبی کے استغفار کا جواب ارباب اقتدار کے ذمہ آ پڑا۔

نہی گویم کہ مے خورون حلال است چہ میگوئی نسر؛ برشکال است!

[واقعاً یہ خم شکنی کوئی سودائے نواہیں ہے۔ ابھی چند ہی برس گزرے کہ امریکہ نے اپنا سارا ملک "خشک" کر دیا تھا بلکہ مشرق و مغرب میں سمندوں کو بھی

سرزمینِ دکن نے ان دونوں کے پاؤں پکڑ لئے۔ بالائی ہند میں قدیم طرزِ شاعری کا علم بلند رکھنے کے لئے صرف ریاض رہ گئے۔ شاعر کا حامل زندگی اس کا کلام ہوتا ہے سو وہ آج دکن سے شائع ہو رہا ہے۔ چند نفوس قدسیہ باقی رہ گئے ہیں۔ خدا انہیں تا دیر سلامت رکھے۔ ان کا کچھ بقیہ نقیبہ شائع ہوا تو ہوا اور نہ اسی دیوان کا قدیم طرزِ شاعری کا خاتمہ ہے۔ زبان کی صحت، محاورے کی درستی، الفاظ کی بندھا معافی کی بندی، خیال کی نزاکت، ادب سے بڑھ کر شاگردی و استاد کی سلسلہ یہ سب زمانہ گزشتہ کی باتیں ہو جائیں گی۔ اب اباحت ہے اور آزاد روی۔ خوش مذاق اور بد مذاق ہر گروہ میں ہوتے ہیں، اخبارات و رسائل بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ ان اخباروں اور رسالوں کو کلام غیر نثر کی بھی ضرورت نہ کرتی ہے جس کسی نے کوئی ایسا کلام بھیج دیا جو سطر میں دو ٹکڑے کر کے لکھا جائے، اسے باضافت ”شاعر“ کوئی خطاب عطا ہو گیا اور اگر وہ خود کسی رسالہ کا ایڈیٹر ہے تو خطاب کے ساتھ کچھ القاب کا بھی اضافہ کر لیا، شاعری کا حق ادا ہو گیا، ہرمز کی روح وجد میں آگئی۔ دیوان ریاض کے حصہ دوم میں ایک معتد جتہ ایسے کلام کا موجود ہے جو آج کل موضوعِ شاعری قرار دیا جاتا ہے اور اس میں وہ تمام لوازم و شرائط پائے جاتے ہیں جو سلماتِ شاعری ہیں۔ یہ ایک نمونہ بلکہ ثبوت اس امر کا ہے کہ اصولِ صحیح کی پابندی کے ساتھ ہی وہ سب کچھ کہہ سکتا ہے جس کی آج کل ضرورت سمجھی جا رہی ہے۔

اس دیوان کی طباعت کے مراحلِ ثلاث صدی سے زائد سے درپیش ہیں مگر اس کے دوبار آنے میں ایک نہ ایک وجہ مانع ہوتی رہی کل شی مرہونِ بلا کا

حصہ گورکھپور میں گزرا اور گورکھپور کے تمام ہندو مسلمان شرفاء ان کے گہرے
تعلقات رہے مگر جو اختصاص مولانا سبحان اللہ صاحب کے ساتھ رہا وہ شاید کسی
دوسرے کے ساتھ نہیں رہا۔ مولانا نے بھی حضرت مرحوم کے کلام کی جیسی کچھ قدر کی
اس کی مثال روایات تاریخی میں تو مل سکتی ہے مگر اس دور ناشناسے سخن میں
اس کی نظیر کا ملنا دشوار ہے حضرت مرحوم نے اپنا دیوان نذر فرزند مولانا کر کے
اس کا عوض ایسا کر دیا کہ شاید پڑھنے والے کی جانب جھکا رہے۔ میخانہ نمیکدہ خمنانہ
اس طرح کے بہت سے نام تجویز ہوئے مگر حضرت مرحوم نے آخری قطعی فیصلہ یہ فرما دیا کہ
دیوان کا نام ریاض رضوان ہو گا۔ تاریخی نام "آتش گل" تر قرار پایا اور حصہ اول (غزلیات)
"آتش تر" اور حصہ دوم (دیگر اصناف سخن) "آتش گل" کے ناموں سے موسوم ہوئے
اور مجموعہ "تغریبات ریاض" کا انتصاب بھی لازمی سمجھا گیا۔ سرورق پر یہ تینوں نام ایک
ترتیب خاص سے آگئے ہیں۔

حضرت مرحوم نے تسمیہ دیوان کے متعلق مولوی رضوان اللہ صاحب کو جو خط
لکھا تھا اس کی عکسی نقل ممدوح کے حسب خواہش آخر میں شامل کر دی گئی ہے۔
اس سے حضرت مرحوم کے احساس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

مولوی رضوان اللہ صاحب نے اپنی جگہ پر دیوان کی تسوید تبیین اور انصرام مہم طاعت
میں جو کاوشیں کیں انہیں کا نتیجہ ہے کہ دیوان اس وقت ناظرین کے ہاتھوں میں آ
کرنا چاہئے کہ

جواں کر دی زلیخانے سخن را مگر یوسف تو سیلین انجمن را
انتساب دیوان کے متعلق صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ یہ خود حضرت مرحوم کے

تین تین میل تک "خشک" بنا دیا تھا مگر پھر سب "تر" ہو گئے اور حقیقت
مکمل گئی کہ

در آں تو بہ اُمید بہبود نیست کہ چوں لعلِ ساقی مے آلود نیست
زمانہ ماضی میں بھی یہ صورت بارہا پیش آچکی ہے۔ امیر مبارز الدین محمد بن ظفر
(۱۳۱۳ء - ۱۳۵۹ء) نے اپنی ملکیت کے اندر تمام مینخانے بند کر دے تھے
ظفریوں نے اس کا نام "محب" رکھا تھا۔ خود امیر کے فرزند شاہ شجاع نے
ابراہیم کہا:۔

رنداں ہمہ ترک مے پرستی کو نہ جز محبِ شہر کہ بے مے مست است
اس وقت کے خشک مغزستان میں حکومت کا حال بھی بس کچھ
ایسا ہی ہے۔

از حسدِ امروز پندتِ منہج ما از بادہ کرد ورنہ کے آں نامسلمان را غمِ فرداے ماست
مراصل طباعت کی طرح دیوان کے نام کا مسئلہ بھی بہت دنوں زیر بحث
رہا۔ اپنی جگہ یہ بھی ایک نادر و بدیع مرحلہ ہے حضرت مرحوم کی زندگی کا بیشتر

مے یہ شرحِ حافظ کے دیوان میں موجود ہے مگر بعض تاریخوں میں شاہ شجاع کے نام سے بھی منقول ہے۔
شاہ شجاع (۱۳۵۹ء - ۱۳۸۸ء) علی قلیت اور اوصافِ فرما زوالی میں اپنے زمانہ میں فرد تھا اس میں
ملکہ شاعری بہت اچھا تھا اس کے اشعار بکثرت تاریخوں میں پائے جاتے ہیں حافظ
نے بھی اپنی طور پر مبارز الدین پر چوٹ کی ہے۔

اگرچہ بادہ فرجِ بخش و بادِ گلہیز است
بہ بانگِ چنگِ مخورے کہ محبِ میر است

دیکھتے ہوئے ہیں "فقیر شاد"۔ اس فقر پر ہزار امارتیں قربان ہیں اہل علم کی سہرہ پستی
شیوہ خاص ہے اور شعرا و ادبا کی قدردانی شعار مخصوص۔

پشت معنی قوی ز پہلویش

خامد را فریبی ز بازویش

کیونکر ممکن تھا کہ ایسے محسن شعر و سخن کی جانب ریاض رجوع نہ ہوتے اور کیونکر
جائز ہو سکتا تھا کہ ریاض کا ایسا سخن سنج نظر کہ یہاں اثر سے متواری رہتا۔ حضرت معز
ریاض کے پرانے قدر شناس ہیں اور ریاض قدیم عقیدت مند۔ ریاض کی
عقیدت مندی کا ثبوت علاوہ متعدد قطعات کے ان کے کثیر التعداد مقطعات
ہیں جن میں "شاد" کا ذکر عجب نیاز مندی کے ساتھ ہوا ہے انطباعات دیوان ریاض
خاص طور پر خوشنودی مزاج مبارک کا باعث ہوا اور بطور قدر افزائی جو کچھ ارشاد
عالی ہوا وہ نہ صرف اس دیوان کے لئے بلکہ اردو شاعری کے لئے مایہ صد فخر
و مباحثات ہے اور رہے گا۔

حضرت جلیل (نواب فصاحت جنگ بہادر) جانشین حضرت امیر مینائی ہیں
ملک الشعراء کو ذات گرامی پر ناز ہے شیوہ خوش بیانی و معانی آفرینی ذات سامی پر
ختم ہے۔

نظمش آب حیات را ماند

در روانی فراست را ماند

حضرت ریاض سے جناب مدوح کے تعلقات بلا اظہار بھی ذہن میں
آسکتے ہیں طبع دیوان ریاض سے دلی مسرت کا ہونا ایک طبعی امر تھا تقریظ

منشا کی تعمیل ہے۔ والیان ریاست محمود آباد کے ساتھ حضرت مرحوم کا تعلق قدیم ہے۔ سعید الملک راجہ سر امیر حسن خاں بہادر ممتاز جنگ المتخلص بہ سحر کے طبع دیوان کی تقریظاً ۵۵۶-۵۵۷ پر موجود ہے۔ ہمارا راجہ سر محمد علی خاں بہادر کے محامد اوصاف میں دیوان کے حصہ دوم کا تقریباً ایک ثلث وقف ہے۔ موجودہ والے محمود آباد (خان بہادر راجہ امیر احمد خان بہادر دام اقبال) کے جملہ تقریبات کے لئے دیوان کا حصہ دوم ایک تاریخ ہے۔ دوسری طرف

پدر بر پدر کار ساز آمدہ بخلق از خدا سر فراز آمدہ

اس خاندان عالی مقام نے تین پشتوں سے حضرت مرحوم کی جو قدردانی کی وہ مستغنی عن التوصیف و ممتنع عن التشہیر ہے حتیٰ یہ ہے کہ ایک حد تک اسی قدردانی کا اثر تھا جس نے حضرت مرحوم کے استغنائے طبعی میں ایک خاص استقامت پیدا کر دیا تھا۔ اندریں صورت دیوان کا انتساب اس سے زیادہ موزوں شخصیت کے ساتھ ہونا ممکن نہ تھا۔

دیوان کے شائع ہونے کے بعد اس کا جیسا کچھ خیر مقدم کیا جائے گا قیاساً اس کا تصور مرکوز فی الذہن ہے اور واقعاً اس کا ظہور وقت پر ہو گا مگر بحمد اللہ اس دیوان کو اشاعت کے قبل ہی وہ امتیاز حاصل ہو گیا جو کم کسی دیوان کو حاصل ہوا ہو گا اور جس نے اسے تمام دیگر تجوید و تبحیل سے مستغنی کر دیا۔

ہندوستان کو ایک امیر درویش گزیر اور درویش صلیت نشیں کی ذہنت

ستودہ صفات پر فخر دنا ہے یہ ذات ہر کسبسی راجا یا راجہ ہمارا راجہ کرشن پرشاد

بہادر یمن السلطنت دام اقبال کی ذات جامع الکمالات ہے۔ انکسار کا یہ عالم ہے کہ

محکم تقاضا یقین ہے کہ اہل دل اس سے علی قدر ذوق لطف اندوز ہونگے لیکن ذرا
گستاخی ہوتی ہے طبائع مختلف ہوتے ہیں ایک گروہ ہے جو آواز و دلاب پر مست
ہو جاتا ہے اور ایک دوسرا گروہ ہے جو نعمات سماع سے بھی متاثر نہیں ہوتا میری
طبیعت بھی کچھ ایسی ہی بلید واقع ہوئی ہے خیام ہوں یا حافظ غالب ہوں یا ریاض
مجھے کسی کے مے و میکدے میں نہ عرفاں کی تجلی نظر آتی ہے نہ حقیقت کا جلوہ دکھائی
دیتا ہے میں اس تمام مے کو وہی مے سمجھتا ہوں جس کی صفت قافی نے کی ہے یہ
ساقی بدہ طیل گراں زان محو کہ دہقاں پرورد اندہ بر و غم بشکر و شادی و بدجاں پرورد
در غم دل پر مینخان در جام مہر زرفشاں در دست ساقی قوت جاں رخسار جاں پرورد
بہر حال مولانا کی طبع و فاد نے یہ صورت پیدا کر دی ہے کہ حافظ کی مے کی طرح
ریاض کی مے میں بھی ”سے عرفاں“ بن جانے کی قابلیت موجود ہے اور اگر ریاض
کے خمریات کے ۳۶ اشعار کی شرح اسی طرح مکمل ہو گئی تو ”سے ریاض“ کی حقانیت
مسلم ہو جائیگی۔ خدا ہمیں کنا د۔

مولانا نیاز فتحپوری نے ”اعترافات“ میں ریاض کی سیرت ان کی شاعری کی نوعیت
اور ان کے کلام پر نقد و نظر سب کو اس اختصار کے ساتھ جمع کر لیا ہے کہ باید و شاید
اسے اگر ریاض کے سوانح حیات اور تبصرہ کلام کالب لباب کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا
اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ آئندہ کے لئے لائق عمل ہے خدا وہ دن لائے کہ حضرت
ریاض مرحوم کے سوانح حیات مرتب ہوں اور مولانا کو پوری طرح کھل کر ان کے
کلام پر تبصرہ کرنے کا موقع ملے۔ مولانا اگر مجھے معاف فرمائیں تو میں اتنی جسارت

لکھی اور بے نظیر لکھی دیوان پر مہر قبولیت ثبت فرمادی۔

توشیح کی ضرورت تھی وہ حضرت اختر پٹائی (نواب اختر بار جنگ پٹا) کے پیش لفظ سے پوری ہو گئی۔ نظم و نثر میں جناب ممدوح اشان کا جو پایہ ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور کیوں نہ ہو الولد سہو لابیہ حضرت ریاض کے محترم استاد زادے ہیں دیوان ریاض کے متعلق اکثر دریافت فرماتے رہتے تھے۔ جب سے طباعت کا آغاز ہوا ہے اس کی رفتار کار کے معلوم ہونے کا غایت شوق سے انتظار فرمایا کرتے تھے۔ نظم میں تقریفاً تحریر فرماتے تو یا نظم تقریفاً کی حد سے تجاوز ہو جاتی یا خیالات کو روک دینا پڑتا۔ نثر میں پیش لفظ ارقام فرمایا مگر نثر و نقش بال طاؤس است

اگر دلی جذبات کو اظہار کا پورا موقع دیتے تو ”پیش لفظ“ بھی اپنی حد سے تجاوز ہو جاتا۔ اختصار کو کام فرمایا مگر اس اختصار میں وہ سب کچھ آگیا جو آنا چاہیے تھا خوش قسمت ہے وہ شاعر اور مایہ ناز شاعر ہے وہ دیوان جسے ایسا گرانمایہ پیش لفظ نصیب ہو۔

دیوان کا مقدمہ مولانا سید سبحان اللہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ اس مقدمے سے حضرت ریاض کے سوانح حیات بھی کسی قدر واضح ہو جاتے ہیں مگر اصل شے اس مقدمے کی خمریات ریاض کے معتدبہ اشعار کی توضیح و تلویح ہے۔ مولانا ممدوح ریاض کے کلام کے عاشق ہیں جو کچھ لکھا ہے والہانہ انداز سے لکھا ہے اور ایک ایک شعر میں جو نازک معانی پیدا کئے ہیں اور ان معانی کو جس طرح درجہ معرفت تک پہنچایا ہے وہ آپ ہی کے ذہن رسا اور فکر بلند سے

رضوان اللہ صاحب کی نوشتہ کیفیت کے عنوان "گزارش" کو بدل کر
آخر میں مرحلہ طبع دیوان "کردوں اور اس کو اس داستان کے بعد طبع کردوں
ورنہ اس کیفیت کو ابتدا میں آنا چاہئے تھا" امید ہے کہ موصوف اس تغیر کو جو
ضرورتاً ہوا ہے ردوار کھینکے۔ اول بہ آخر نسبتے وارو۔

جو اصحاب دیوان ریاض کے مراحل جمع و ترتیب و طباعت سے آگاہ ہیں
انہیں ان تمام اضافات و ملحقات کے سلسلہ میں ایک نام کی کمی نظر آدیگی یہ
نام مولوی محمد فاروق صاحب ایم۔ اس۔ سی کا ہے۔ حضرت ریاض اور ان کے
سوانح حیات کے متعلق موصوف کے خیالات نہایت وسیع ہیں دیوان بہت
گرانبار ہو چکا ہے ممدوح کے خیالات سوانح حیات اور تبصرہ کلام میں نمایاں ہو گئے
تبلیض طباعت و تصحیح وغیرہ کے متعلق بھی چند الفاظ عرض کرنا ضروری
ہیں حصہ اول (غزلیات) کا میضہ جناب حاجی بڑا شاہ صاحب وارثی (سجاد شون
خانقاہ حضرت مستقیم شاہ صاحب فتحپور۔ ضلع بارہ بنکی) نے اپنے دست مبارک سے
لکھا چند غزلیں خود حضرت ریاض مرحوم کے دست خاص کی لکھی ہوئی بھی ہیں اور
جانباز تریہیں بھی ہیں دو تین غزلیں حاشیے پر لکھی ہوئی ہیں جو غالباً اضافہ مابعد ہیں
حصہ دوم ایشم صاحب نے خوش خط و واضح تحریر فرمایا ہے۔ طباعت کا آغاز
۲۱ فروری ۱۹۳۲ء کو رکھپور میں ہوا۔ ۲۵ اگست ۱۹۳۲ء تک صرف
۲۲ صفحے طبع ہوئے، لیکن تھا کہ آئندہ رفتار ترقی کر جاتی مگر یقینی نہ تھا اس لئے
حیدرآباد میں منتقل کرنا پڑا۔ یہاں سرانتہ ابتدائی کے طے کرنے میں تقریباً دو ماہ گزر گئے
اور آخر ستمبر سے طباعت شروع ہوئی اور وسط جولائی ۱۹۳۲ء میں ختم ہوئی

کرتا ہوں کہ حضرت ریاضؒ انسان الکاملؒ کا نمونہ مجسم تھے اور ان کے فرشتہ پھلت ہوئے میں ہر کہ شک آرد شیطان گردد مگر کسی انسان کو نکات مطلق کہنے میں خود شعرا نے تنقید پیدا کر دی ہے۔

و اعظا شہر کہ مردم ملکش می خوانند قول مائیزہین است کہ از آدم نیت یہ تمام ملحقات دیوان سے قبل ہیں آخر میں ایک ضمیمہ ہے اس میں سب سے پہلے حصہ دوم کے جمع و ترتیب کے متعلق اشیم صاحب کی لکھی ہوئی کیفیت ہے جیسا کہ اشیم صاحب نے ظاہر فرمایا ہے یہ حصہ بہت ہی نامکمل ہے۔ جتنا کلام اس حصہ میں ہے شاید اس سے زیادہ جمع ہونے سے رہ گیا ہے، ماسوا ازیں اس حصہ میں کوئی خاص ترتیب بھی قائم نہیں رہی ہے، یہ اگرچہ ایک نقص ہے مگر چونکہ خود حضرت مرحوم کی حیات میں اسی طرح جمع ہونا شروع ہو چکا تھا اس لئے پہلے اڈیشن میں رد و بدل مناسب نہ سمجھا گیا دوسرے اڈیشن میں انشاء اللہ اصناف کلام اور تقدم و تاخر زمان کے اعتبار سے ترتیب ہو جائے گی۔

اس کے بعد خود میری لکھی ہوئی داستان دیوان ریاضؒ ہے یہ داستان الناظر (لکھنؤ) کے اکتوبر ۱۹۳۳ء کے پرچے میں شائع ہوئی تھی اور اسی زمانہ میں خلافت (بمبئی) اور غشور (دہلی) میں بھی درج ہوئی تھی، محترم کرم سید نیاز احمد صاحب کے حکم مکرر پر میں نے اسے شامل دیوان کر دیا۔ کہیں کہیں میرے بیان اور دوسرے بیانات میں کچھ جزوی اختلافات ہیں مگر داستان دیوان ریاضؒ زلف یار سے کم نہیں ہے، ابھی معلوم نہیں، کتنے چچ دغم نکلیں گے۔

اسی داستان کے شمول کی وجہ سے مجھے مجبور ہونا پڑا کہ مولوی

کئی جگہ منبر کے بجائے ممبر چھپ گیا ہے اور خوبی یہ ہے کہ اصل سودہ میں بھی یہی ہے
 ماسوا از میں بعض الفاظ کا الما اب بدل گیا ہے مثلاً تجھ سے (جھسے) مجھ کو (مجھ کو)
 پاؤں (پاؤں) وغیرہ وغیرہ حرج کے بجائے ہرج طیار کے بجائے تیار لکھا تو
 لازمی سا ہو گیا ہے یہ غلط مبحث صرف اسی کتاب میں نہیں ہے بلکہ عام ہے اور
 جب تک ہر شخص اپنے کو جہاں اُستاد اور ہر ادارہ اپنے کو حاوی الکل سمجھتا رہے گا
 یہ غلط مبحث رفع نہیں ہوگا۔ چونکہ میں طبع دیوان کے متعلق حضرت مرحوم کے بلند
 خیالات سے واقف ہوں اس لئے نہ امت کے ساتھ یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ
 دیوان جس ہیئت میں پیش ہے وہ اس ہیئت سے بہت گری ہوئی ہے جس کا نقشہ
 حضرت مرحوم کے ذہن میں تھا لیکن ان تمام کوتاہیوں اور غامیوں کے باوجود
 اس دیوان کا شائع ہو جانا نہ شائع ہونے سے بہتر ہوا 'آئندہ اصلاح و ترقی
 کے راستے بند نہیں ہوئے ہیں خدا جسے توفیق دیگا وہ اسے بہتر صورت میں
 شائع کریگا۔

ایک اہم غلطی یہ ہو گئی ہے کہ ص ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹ پر ایک غزل درج ہو گئی ہے جسے
 اے بام یار طور کی بھی تجھ میں شان ہے اے بام یار عرش کا تجھ پر گمان ہے
 یہ غزل تیرہ شعروں کی ہے مگر ص ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹ پر انیس شعروں کی ایک غزل آچکی ہے
 بس میں ۱۲ شعر غزل مابعد کے موجود ہیں۔ اصل سودہ میں یوں ہی لکھا ہوا تھا وقت
 میری نظر نہ بڑی اور مصحح صاحب کو بھی خیال نہ رہا 'تکرار واقع ہو گیا۔

ص ۱۱۷ کے آخر میں چھ شعروں کی ایک غزل ہے یہ غزل دراصل اکیس
 شعروں کی ہے مگر اس میں کچھ شخصی اشارات ہیں۔ سودے کے حاشیہ پر ہدایت درج

گورکھپور میں طباعت آسی پریس میں ہوئی اور حیدر آباد میں اعظم اسٹیم پریس میں اور
 قدر قلیل دوسرے دو مطلق ہیں۔ گورکھپور کے مطبعہ ۲۲ صفحوں کی کتابت منشی دین محمد
 نے کی اور حیدر آباد میں جلد کتابت منشی شفیق الدین صاحب نے کی۔ تصحیح بھی مختلف
 ہاتھوں سے ہوئی گورکھپور میں جناب حکیم عارف صاحب (مدیر شاہکار) نے
 اپنی گونا گوں مصروفیتوں کے باوجود تصحیح کا کام انجام دیا۔ حیدر آباد میں حامد حسن
 صاحب صدر مہتمی (سابق مدیر سادات الہ آباد و حال مقیم حیدر آباد) اور مولوی
 حبیب اللہ صاحب (مدرس دارالعلوم) اور مولوی عبدالقیوم صاحب (اہلکار
 صدر محاسبی سرکار عالی) نے اس کام کو انجام دیا۔ غلطنامہ حکیم محمد عبداللطیف صاحب
 نے مرتب کیا۔ حکیم صاحب کی صحت نظر کی داد دینا چاہئے کہ غلطنامہ سے استقام
 پوری طرح رفع ہو گئے۔ سید کا ضمناء ہے جتنے ہی زیادہ اشخاص سیراب ہوں
 موجب سعادت ہے۔ ان جملہ اصحاب کی شکر گزاری مجھ پر لازم ہے۔

مجھے یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ کام میں بہت سی خامیاں رہ گئیں خاص کر
 صحت میں دو خرابیاں رفع نہ ہو سکیں۔ ایک خرابی تو ہمہ گیر ہے اس سے مفر
 نہیں یعنی کتاب میں کچھ نہ کچھ غلطیاں ضرور رہ جائیں گی مگر افسوس یہ ہے کہ چند
 غلطیاں ایسی رہ گئیں جن سے شعر کچھ کا کچھ ہو گیا۔ پڑھنے والوں سے یہ توقع کرنا کہ
 وہ پوری کتاب کو غلطنامہ کے بموجب درست کر لینگے لاعمل ہے مگر یہ استدعا
 ضرور ہے کہ جس شعر میں تردد ہو اس کو بحوالہ صفحہ و سطر غلطنامہ میں ضرور دیکھ لیں
 دوسری خرابی املا کی ہے سخت حیرانی ہے کہ اس سے میں کیا کیا جائے کتاب
 صحیح ننگ از سب اپنی اپنی جگہ پر یہ چاہتے ناب صحیح و درست طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

از

جناب مولانا سید سبحان اللہ صاحب

(رئیس گرگھورا)

انعامات الہی میں یہ بھی ایک بڑا انعام ہے کہ انسان کو اپنے ہی جیسے انسان کے حالات لکھنے پڑیں اور یہ ایسی بات ہے کہ پینہڑوں کے قہقہے لکھ کے خود قرآن نے اس کی تعلیم دی ہے۔

آج آٹھویں تاریخ اُس مہینے کی ہے جس سے بڑا اور مبارک مہینہ مسلمانوں کیلئے کوئی اور نہیں ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کے بیان کے مطابق خالق کل عالم مسلم کامل بھیج کر ہم انسانوں کی دنیا اور دین دونوں مکمل کر دے جس ذات کا سراپا تعلیم۔ قوی تعلیم اور اس کے ذریعہ سے جو قانون بھیجا اس کی صداقت بے پناہ اور نہ صرف صداقت بلکہ اس کے آگے انسانی دماغ دنیاوی ارتقا میں سبقت لے ہی نہیں جاسکتا۔ اس ذات کے تشریف لائے ہوئے مہینے میں مجھ سراپا قصور کو یہ سعادت حاصل ہوتی ہے کہ اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیتہ وسلم کے جگر گوشے کی اولاد کے کچھ حالات لکھنے کا شرف

نیز یہ نزل محفوظ رہے گی شامل دیوان نہ ہوگی۔ میں نے اس میں سے چھ شعر جو عام معانی میں تھے درج کر دیے باقی اشعار کو چھوڑ دیا۔

آخر میں اتنا اضافہ نامناسب نہ ہوگا کہ ملحقات دیوان کی نظم و نثر میں اس نازیب کا ذکر آگیا ہے مگر واقعتاً سیراء کچھ کام ہے وہ صرف اتنا ہی ہے کہ میں نے ”دیوان کو چھپوا دیا“ ان تین لفظوں کو جس قدر چاہے تنگ معنی میں لیجئے اور جس قدر چاہے وسیع معنی قرار دیدیجئے۔ پروفیسر گلکرسٹ نے اپنی کتاب ”اصول علم السیاست“ کا پہلا ادیشن کلکتہ میں طبع کرایا تھا وہ سب سے لکھا ہے کہ ہندوستان میں کسی کتاب کے چھپوانے کا مفہوم یہ ہے کہ حروف جوڑنے کے سوا کچھ کام صاحب کتاب ہی کو کرنا پڑے۔ پروفیسر صاحب کو ماشاء اللہ اس کے جتنے کے حروف سے کام پڑا اور یہاں سوا سوا من کے پتھروں سے سابقہ رہا حاصل آنکھ سے۔

تہنیت گوئد مستان را کہ سنگِ نثار
بر سرِ من آمد و این آفت از مینا گزشت

صاحبزادی کی شادی سید محمد عسکری صاحب وسیم خیر آبادی سے ہوئی جو بہت مشہور شاعر اور اہل فن تھے۔ ان کے شاگرد ان اطراف میں بکثرت موجود ہیں۔

منشی سید ریاض احمد صاحب ریاض اد اہل عمر ہی سے شاعرانہ انداز کے آدمی تھے۔ نثر کے بہترین انشا پرداز تھے اور آخر کار ان کی شہرت کے لئے خدا نے شاعری کو ذریعہ بنا دیا۔ اپنی زندگی کے سب سے بڑے حصہ میں ریاض الاخبار نکالا اور اس کے ایڈیٹر رہے اور آخر میں مالک ہو گئے۔ اخبار نکلنے کے زمانے میں ان کی انشا پردازی کا یہ شہرہ تھا کہ لوگ ریاض الاخبار صرف ان کا ایڈیٹر مل پڑھنے کے لئے خرید کرتے تھے اور جو لوگ ان کی طرز انشا پردازی سے واقف ہو گئے تھے وہ لوگ ریاض الاخبار کی خبروں کے انتخاب کے ٹکڑوں میں بھی ان کے قلم کی جنبش تلاش کیا کرتے تھے۔

منشی سید ریاض احمد صاحب ریاض دنیا میں اُسی طرح کے انسان تھے جس طرح کہ سب لوگ ہوتے ہیں۔ مگر قدرتی طور پر ان کا سراپا شاعری بن گیا تھا اور شاعری میں شراب بن گیا تھا۔ شراب ہی نہیں کبھی ساغر۔ کبھی سبزو۔ کبھی خم نظر آتا تھا۔ میں نے گھٹ کر کہا۔ میں نے تو ان کو میخا نہ بنے۔ چلتے دیکھا ہے۔ کہیں آپ کو یہ شبہ نہ ہو جائے کہ جناب ریاض مرحوم شرابی تھے۔ لا حول ولا قوت الا باللہ۔ ہر جاننے والا اور پورا گورکھپور اور خیر آباد قرآن لیکرون اور رات کی تمام عمر کی صحبتوں کی بابت قسم کھانے کو تیار ہے کہ ریاض مرحوم نے کبھی ایک بو ند بھی شراب لب تک نہ آنے دی۔

حاصل ہو رہا ہے۔

منشی سید ریاض احمد صاحب متخلص بہ ریاض نبأ سید حسینی ہیں انکے
آباد اجداد ہندوستان میں آنے سے پہلے ایران میں کرمان شاہ کے رہنے والے
تھے۔ وہاں سے ان کے مورث علاؤ الدین غوری کے زمانے میں ہندوستان
آئے۔ علاؤ الدین غوری کی فوج میں کوئی عہدہ رکھتے تھے ان کی فوج کٹسر
قبضہ کرنے کے لئے بھیجی گئی۔ وہاں فتح حاصل کرنے کے بعد ان کی فوج کے
اشخاص چند ٹکریوں میں بٹ گئے۔ ضلع بارہ بنکی اور سیتاپور کے مختلف مقامات پر
آباد کروئے گئے۔

منشی سید ریاض احمد کے اجداد کی ٹولی خیر آباد ضلع سیتاپور میں آ کے
آباد ہوئی جس میں ایک زمانے تک علما ہوتے رہے اور ان کے ذمے عہدہ
قضا ہوتا رہا۔ علوم و فنون خاندانی چیز تھی بزرگوں کے برابر نہ بھی تو بھی
مسلمانوں کے ان خطاط کے ساتھ کسی سے بھی مگر قائم تھے۔ سید ریاض احمد
صاحب مرحوم و مغفور کے والد انگریزی گورنمنٹ کے مختلف عہدوں پر
فائز رہے۔ ان کے تین بیٹے اور ایک بیٹی۔ پہلے سید ریاض احمد صاحب
مرحوم۔ دوسرے سید نیاز احمد صاحب نیاز حمی القائم۔ تیسرے سید فیاض احمد
صاحب حرم راز تھے۔ تینوں بھائی پولیس میں ملازم ہوئے۔ منشی ریاض احمد
صاحب پولیس کی ملازمت سے مستعفی ہو گئے۔ دو بھائی آخر عمر تک
ملازم رہے۔ سید نیاز احمد صاحب الحمد للہ زندہ اور قائم ہیں۔ بھوپال میں
سپرٹنڈنٹ پولیس بھی رہ چکے ہیں اور گورنمنٹ برطانیہ کے چشمن ہیں۔

نہ کبھی عامیاز اُردو لکھی اور ادبیت کے ایسے ایسے پہلو نمایاں کئے کہ لوگ باوجود اخبار کے ساتویں دن بچکنے کے اس کے مضامین پڑھنے کے لئے ایسے بیتاب ہوتے تھے جیسے آجکل روزانہ خبروں کے لئے بیتابی ہوتی ہے۔ منشی سید ریاض احمد صاحب نے دونوں بھی لکھے حرم سرا۔ اور نظارہ یہ دونوں بھی ان کی انشا پر دازی کے معرکتہ آثار اُبھرے ہیں۔ جنہوں نے انہیں دیکھا ہو گا وہ ان کی لذتوں سے واقف ہونگے۔ بیان میں وہ سب چیزیں نہیں آسکتیں جو لکھنے والے کی تحریر دیکھ کر دماغ میں آسکتی ہیں۔

تعلقات

سید ریاض احمد صاحب کے ذاتی تعلقات چند خاندانوں سے پیدا ہوئے اور آخر عمر تک قائم رہے۔ پہلا سید نیاز احمد صاحب یس خیر آباد اور ان کے بیٹے سید نظام احمد مرحوم جو ان کے رشتہ دار بھی تھے۔ دوسرا عام طور پر گورکھپور کے معزز خاندانوں سے اور بالخصوص میرے اعزہ اور خود مجھ سے اور میرے چچا مولوی سید عطا اللہ صاحب مرحوم سے۔ اس تعلق میں خصوصیت یہ تھی کہ سید ریاض احمد صاحب کے والد مرحوم گورکھپور میں سرکار انگریزی کے ملازم تھے۔ سید ریاض احمد صاحب کا بچپن گورکھپور کے شرفا کے لڑکوں کے ساتھ گزرا تھا اور ان ہی شرفا کے لڑکوں میں مولوی سید عطا اللہ صاحب مرحوم بھی تھے یہ دونوں منشی سید امیر احمد صاحب مینائی علیہ الرحمہ کے شاگرد ہوئے اور ایک ساتھ شاعری شروع کی پھر سید ریاض احمد صاحب گورکھپور میں پولیس کے ملازم ہو گئے۔ ترک

حضرت ریاض کی شراب نوشی حافظ شیراز جیسی تھی کہ دیوان حافظ اٹھا کر ایک طرف تو لسان الغیب والے اپنی خود غرضی سے فال نیک طلب فرماتے ہیں اور دوسری طرف اشعار کا مزہ لینے والے حلف لیکر حافظ شیراز کو شرابی کہتے ہیں۔ مجھے اس لکھنے کی ضرورت نہیں مگر مزہ لے کر کوئی بھی اچھا کہا جاتا ہے اور عیب لگانے والوں کی اگر رخنہ بندی کر دی جائے تو مرنے والے کا بڑا بوجھ کم ہو جاتا ہے۔

شعر زمیر چھلکتے ہوئے ساغریں مہن

پھر بھی سب پوچھتے ہیں آپ نے چپی کہ نہیں

ریاض الاخبار پہلے خیر آباد سے نکلا اور روزانہ بھی ہوا۔ اور گلکدہ ریاض اسی پریس سے نکلا پھر ریاض الاخبار گورکھپور میں منتقل ہو گیا۔ اس کے ساتھ فتنہ اور عطر فتنہ بھی نکلے جو اپنے وقت میں بہت محبوب ہوئے اور قد کے اعتبار سے بھی فتنہ تھے۔

ریاض صاحب کی انشا پردازی کے تین دور گزرے ایک جب ریاض اللغات سے اور دوسرا دھبہ پنچ لکھنؤ سے جس کے ایڈیٹر ہندوستان کے مشہور لکھنے والوں میں سجاد حسین صاحب مرحوم تھے۔ اُن سے معر کے رہے۔ دوسرا طوطی ہند میرٹھ سے جس کے ایڈیٹر اور لکھنے والے بھی مشہور ادیب تھے۔ اُن سے بھی مدت تک معر کے رہے۔ ان دونوں معرکوں نے سید ریاض احمد صاحب کی انشا پردازی کا سکہ ملک میں بچھا دیا اور جو شخصیت ان کی انشا پردازی میں تھی وہ یہ تھی کہ کبھی کسی پر ذاتی حملہ انہوں نے نہیں کیا

یہ آرزو فشی سید ریاض احمد صاحب کے استغنا کی وجہ سے کما حقہ پوری نہ ہو سکی چنانچہ ریاض الاخبار آخر میں مہاراجہ صاحب کے حکم سے ان کے خرچ پر لکھنؤ گیا جس حالت کے بیان کے لئے ریاض صاحب کا یہ شعر کافی ہے۔

ریاض غنی جو مقدر میں بازگشتِ شباب

جو ان ہونے کو پیری میں لکھنؤ آئے

ریاض صاحب کا تعلق ریاست محمود آباد سے اور موجودہ رئیس سے بھی بعینہ وہی تھا اور ہے۔ جیسے میرے چچا کے بعد مجھ سے رہا۔ اور موجودہ رئیس راجہ خان بہادر محمد امیر احمد صاحب دہلی ریاست محمود آباد آج بھی سید مرحوم کے بچوں کی زندگی کے خدائے مجازی ہیں اور جب راجہ صاحب سے سید ریاض احمد صاحب مرحوم کا ذکر آتا ہے تو ان کی محبت کا جذبہ ان کے دیوان کے کل اخراجات کے برداشت کا یا کسی طرح ریاض کے خاندان کی امداد کا تازہ ہو جاتا ہے اور یہ سب سید ریاض احمد صاحب مرحوم و مغفور کی خالص محبت اور بے لوث تعلق کا نتیجہ ہے۔

تعلقات کے ذکر میں ایک آخری تعلق بھی بیان کر دوں کہ ریاض صاحب مرحوم چاہتے تھے کہ ان کا دیوان اوٹا گورکھپور سے شائع ہو اور اگر کسی وجہ سے گورکھپور سے نہ شائع ہو تو راجہ صاحب محمود آباد شائع کریں۔ چنانچہ ان کی عمر کے بالکل آخری زمانے میں میں نے ان کو دیوان کی ترتیب پر مجبور کیا اور اس سلسلے میں چند مہینے گورکھپور سے باہر نکلنے نہیں دیا۔

ملازمت کے بعد جب ریاض الاخبار گورکھپور میں آیا تو اُن کا گھر گورکھپور
میں ہو گیا۔ بچپن۔ پوری جوانی اور گویا کہ بڑھاپا گورکھپور میں گزرا جسکی
بابت اُن کا ایک شعر اُن کے پورے جذبات کے بیان کرنے کے لئے
کافی ہے۔

جوانی جن میں کھوئی ہو وہ گلیاں یاد آتی ہیں
بڑی حسرت سے لب پر ذکر گورکھپور آتا ہے

میرے ساتھ سید ریاض احمد مرحوم و مغفور کا تعلق مختلف عنوانات
سے رہا۔ کبھی میں مالک روزانہ ضلع کل تھا اور سب سے بڑا تعلق یہ تھا کہ
مجھکو ایک چچا اور ایک دوست یکجا ایسا ملا جس کا نام غشی سید ریاض احمد
صاحب ریاض مرحوم تھا۔ وہ جب مجھے اپنا کوئی شعر سناتے تھے تو وہ
اور میں ایک طرح سے بیتاب ہوتے تھے اور بار بار ایسا ہوا ہے کہ تین تین
دن تک ایک ہی شعر نے دونوں کو بیتاب رکھا ہے۔ اپنے اور سید
ریاض احمد صاحب کے تعلق اور شاعری کے متعلق دونوں کے بیان
کرنے میں مجھے تو ضرور لذت آئیگی لیکن پڑھنے والوں کے لئے کوئی
زیادہ دلچسپ چیز نہیں ہے اس لئے اس کو میں ترک کرتا ہوں۔

تیسرا تعلق سید ریاض احمد صاحب کا اُن کے ولی نعمت و قدردان
جناب ہماراجہ سر محمد علی محمد خان صاحب مرحوم والی ریاست محمود آباد
اور وہ سے تھا جو ان کی حیات میں ان کے قدردان اور کفیل تھے اور
اُن کو اپنے پاس ہر صحبت میں موجود رہنے کے شائق رہے اگرچہ اُن کی

یہ دونوں حضرات ریاض صاحب کا دیوان شائع کرنے کے اصرار کے ساتھ ریاض صاحب کو مطمئن بنانے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ جو ان کی ذاتی محبت اور خلوص کا بین ثبوت ہے اور میں دونوں کا شکریہ بکمال خلوص ان کی طرف سے ادا کرتا ہوں۔

یہ عجب اتفاق ہے کہ آج جب میں ان کے حالات لکھنے بیٹھا تو ان کے خاص شاگرد سلطان احمد صاحب واقف موجود ہیں اور یہ دیا جا چکا کہ انہیں سے لکھوار ہوں۔ شاگرد کا خلوص کہوں یا مرحوم اُستاد کا تعلق کہوں جس نے بیباختہ ہسوان ضلع سیتاپور سے خواہ مخواہ واقف صاحب کو بے موکم گورکھپور بھیج دیا۔ جی چاہتا ہے کہ یہی لکھا ہوا پریس کی کاپی پڑا آتا اور واقف صاحب کی خوشخطی کا بھی اس سے اعلان ہو جاتا۔

ریاض صاحب کے تعلقات کا ذکر آگیا تو مجھے اس سلسلہ میں یہ بیان کر دینا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ریاض مرحوم کس قدر بے لاگ اور بے طمع شخص تھے۔ منشی امیر احمد صاحب مینائی علیہ الرحمۃ جب رامپور میں نواب خلد آشاں کلب علی خاں مرحوم مغفور کے پیشکار تھے اسی زمانہ میں سید ریاض صاحب کی شاعری جو ان ہو رہی تھی۔ نواب کلب علی خاں مرحوم مغفور ان کو اپنے درباریوں میں شامل کرنا چاہتے تھے اور کئی بار سید ریاض احمد صاحب کو منشی امیر احمد صاحب مینائی نے رامپور بلایا اور یہ کہا کہ نواب صاحب یہ چاہتے ہیں۔ مگر یہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے رامپور سے چلے آئے۔

نواب حامد علی خاں مرحوم فرمانروائے رام پور ساری عمر ریاض صاحب کو

انہوں نے آخر کار اہل گورکھپور کے اصرار سے دیوان دو شخصوں کے حوالہ کیا جس میں ایک میرالٹ کا سید محمد رضوان اللہ ایڈوکیٹ ممبر اسمبلی صوبہ ہوا ہے اور دوسرے اُن کے انشا پردازی کے زمانے کے مستعد اور قدرواں قاضی تمذحین صاحب ایم۔ اے گورکھپوری رکن دارالترجمہ حیدر آباد ہیں۔ قاضی تمذحین صاحب نے اُس دیوان کے طبع اور صحت وغیرہ کا اہتمام کلیتاً اپنے ذمہ لیا۔ کچھ حصہ گورکھپور میں چھپوایا اور اب اُسے حیدر آباد لیجا کر مکمل کر دیا۔ باقی دیوان کے اور لوازم رضوان اللہ کے سپرد کئے اور میں اور سید نیاز احمد صاحب نیاز برادر خور و سید ریاض احمد صاحب مرحوم و مغفور ان کے کلام کے مختلف عنوانات اور جمیع امور کے طے کرنے کی کمیٹی کے ممبر تھے اور ہیں۔ خدا کرے کہ ہم چاروں دیوان کے جمیع مراتب کے مکمل کر دینے میں پورے کامیاب ہو جائیں جو غالباً آخر جون تک ہو جاویگا۔

تعلقات کے سلسلہ میں یہ بھی بیان کر دینا ضروری ہے کہ دیوان کا اقتساب سید ریاض احمد صاحب مرحوم صرف راجہ صاحب محمود آباد ہی سے چاہتے تھے۔

و تعلق اور مخصوص تعلق اسی سلسلہ میں مجھے بیان کر دینا ریاض صاحب کی طرف سے ادائے شکر سے کم نہیں ہے ایک قاضی سر عزیز الدین احمد صاحب دیوان ریاست دتیا اور دوسرے ان کے بھائی قاضی خلیل الدین صاحب مرحوم قدیم دیوان ریاست پٹنا وغیرہ

علیہ الرحمۃ کے کلام میں وہ لطافت و نزاکت اور روانی نہیں ہے۔
یا کم سے کم مقابلہ نہیں ہے۔

ریاض نے اپنی شاعری اور شاعری کی زبان کو اس قدر لطیف بنایا ہے کہ
بغیر ان کی دس پانچ غزلیں پڑھے ہوئے میرے بیان کی تصدیق میں آپ کو
قائل ہو گا لیکن دس غزلیں پڑھنے کے بعد آپ مجھ سے زیادہ ان کے کلام کے
دلدادہ ٹکٹنگے۔

اُن کی نثر کا بھی یہی حال ہے گویا اُن کے قلم سے پھول جھڑتے ہیں۔
اور ادبیت کے پیچ و خم اس نزاکت سے دکھاتے تھے کہ بسا اوقات واہ
اور آہ کے سوا الفاظ میں کوئی تعریف نہیں کی جاسکتی تھی۔ اس وقت
میرے سامنے اُن کا جو مجموعہ کلام ہے وہ صرف شراب کے اشعار پر مشتمل
ہے۔ تیرہ سو چھیانوے^{۳۶۲} شراب کے پہلو ایسی نزاکتوں سے انہوں نے نظم
کئے ہیں کہ اس پورے شراب کے اشعار کے مجموعہ کو ایک دفعہ دیکھنے کے
بعد کسی شاعر کے لئے شراب کا کوئی نیا پہلو نکالنے میں بڑی دقت ہوگی۔ میں
ان کے نظم و نثر کے متعلق اور زیادہ اس لئے نہیں لکھنا چاہتا کہ خود اُن کا
کلام موجود ہے آپ ملاحظہ کیجئے اور میں نے جو کچھ عرض کیا ہے اُس کی
تصدیق خود کریجئے اور اغلب ہے کہ آپ اس سے کچھ زیادہ ہی کہنے پر
آمادہ ہونگے۔ ان کے کلام کے ساتھ میری دلچسپی اس حد تک ہوتی تھی کہ
ایک ایک شعر کم سے کم تین تین دن ورنہ ہفتوں ایسا مزہ دیتا تھا کہ جس کی
لذت کا بیان قلم کی قدرت سے باہر ہے۔

بلائے رہے اور اپنے درباریوں میں شامل کرنے کے شائق رہے۔ کئی بار
ہزارہائیں کے بلائے پر راپور گئے۔ مگر کبھی مستقل قیام کرنا نہیں چاہا اور
واپس چلے آئے۔

جہاں تک مجھے یاد ہے ایک مرتبہ سلطان دکن میر محبوب علی خان
غفران مکان نے بھٹی ریاض کے میدر آباد میں رہنے کی خواہش کی بھٹی جس کو
ریاض احمد صاحب مل گئے۔

ہمارا جہ سرکشن پر شاد بہادر بالقابہ ریاض مرحوم سے خالص محبت
اور خالص عقیدت رکھتے تھے اور بہید خواہشمند تھے کہ ان کو جیب
و گریباں بنا کے اپنے ساتھ رکھیں مگر ریاض مرحوم اتنے بے طمع اور
قانع تھے کہ ہمارا جہ صاحب محمود آباد کی اولش نوازی اپنے لئے کافی ہے
زیادہ سمجھتے رہے۔

زند قانع متواضع ہے خدا دیتا ہے

جب وہ پاتا ہے تو پیتا ہے پلا دیتا ہے

ریاض مرحوم کی شاعری اور شاعری میں زبان کے متعلق مجھے یہ عرض
کرنا ہے کہ ریاض مرحوم کا پورا دیوان یا کل کلام دیکھ کر آپ مجبوراً یہ فیصلہ
کرینگے کہ کسی ایک شعر میں بھی تشافر کا نام نہیں ہے۔ پورا کلام پڑھنے پر
آپ کے ذہن پر یہ بار نہیں گزرے گا کہ میں نے کسی گھٹل ادیب کا ادبی
کارنامہ پڑا ہے۔ ان کی شاعری کی لطافت و نزاکت اس درجہ بھٹی کہ مجھے
مجبوراً یہ سوئے ادب کرنا پڑتا ہے کہ ان کے استاد فشی امیر احمد صاحب مینائی

اس وقت اُن کے شر پڑھنے میں مزہ آرہا ہے۔ آپ کو بھی مزہ آئے۔
 اُمڈرے ادب مست مٹی ہوش رُبا کا کانپ اٹھا قلم بھی جو لکھا نام خدا کا
 ہاں اور بھی اک جام مٹی ہوش رُبا کا اس وقت مجھے ہوش نہیں شکر خدا کا
 بھوکا پیٹ بھرنے پر شکر کرے تو تعجب نہ کیجئے۔ پیٹ بھر اس قدر
 پائے کہ شکر کے بغیر اسے چارہ نہ ہو شعر ملاحظہ ہو۔

آتی رہے پیہم ترے خم سے مری ساقی وہ نے لب ز پر جو بنے شکر خدا کا
 کیا نازک پہلو ہے۔

کیا تجھ سے ترے مست نے مانگ کر مرنے ہر مونج شراب اٹھ کے بنی ہاتھ دعا کا
 نشہ سے جھکی پڑتی میتوں ہی تیری آنکھیں چھیڑوں سے میری اور بڑا بوجھ حیا کا
 مسجد میں مرنے پر کوئی گور و کفن تک کا روادار نہیں ہوتا۔ لا دار ثوں کی
 مدد سے یہ کام انجام پاتا ہے۔ اب شعر ملاحظہ ہو۔

رہنے دیگنا دم نزع کوئی حلق کو خشک میکدے میں ہیں اتنا تو سہارا ہوگا
 دیر ہو یا ہو خرابات کہیں بھی جاؤں کعبہ دل میں میری آنکھوں میں مدینا ہوگا
 آب زمزم کے سوا کچھ نہیں کہے میں باطن میکدہ تم جسے سمجھے ہو مدینا ہوگا

قیامت میں بھی اسی ساقی اڑاؤ گاگ بوتل کے ترے رندوں نے کیا میدان مارا ہو قیامت کا
 بہت ایسے بھی ہم رندوں میں ہیں اللہ کے بند مزا جو لٹے ہیں میکدے میں باغ جنت کا

بہت کئی رند بھی دیکھے بہت سے زاہد بھی انہیں تو پیر ہمیشہ انہیں جواں دیکھا

ریاض کے کلام سے ادبی دنیا بیشک لطف اندوز ہوگی مگر اسکی طرف خفیف سا اشارہ کرتا ہوں کہ زبان کی شستگی اور سبک بیانی اور زواید کے استعمال پر کافی توجہ رکھنا یعنی شاعر کوئی لفظ جب برائے بیت استعمال کرتا ہے تو اس کو غور کرنا چاہئے کہ اس زاید لفظ کی جگہ پر کوئی باکار لفظ آجائے۔ یہ کاوش شاعر کو قادر بنادے گی اور جب شاعر کو ان باتوں کا کافی توجہ ہوگی تو وہ ریاض کی صحیح قدر کر سکے گا۔

عام شاعری کے متعلق مجھے چند لفظ عرض کرنا ہے اگرچہ سب سے پہلے میں نظموں کا بہت رواج ہو گیا ہے۔ لیکن نظم اگر کلام بہ کسے کر دین کا نام نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ تغزل کو آپ کلام بہ معشوق کر دین کہتے ہیں۔ قوی نظمیں بہ قوم کلام کر دین ہے صرف مخاطب کا رخ بدلا ہے۔ شاعری نہیں بدلی۔ شاعری کے نکات نہیں بدلے۔ شاعری کا فن نہیں بدلا۔ شعر پر شاعر کی قدرت نہیں بدلی۔ ساری چیزیں شاعری کی اپنی جگہ پر ہیں۔ رخ بدلنے کا نام شاعری بدلنا نہیں ہے۔ جتنی خوبیاں جتنے عیوب غزل کہنے والوں کے لئے ہیں اُسی قدر خوبیاں اور شاعری کے اتنے ہی عیوب نظم کہنے والوں کے لئے بھی ہیں۔ قواعد شاعری نہیں بدلتے اور اس لئے آج کل کے نظم گو شعرا جو پُرانے شعرا پر الزام لگاتے ہیں وہ الزام صرف شاعری کے رخ یا بے رخی پر ہو سکتے ہیں ہسل فن کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ریاض صاحب کی شاعری کی بابت سرسری بیان ہو چکا اب بیساختہ جی چاہتا ہے کہ ان کے کچھ شعر سنئے یہ اس لئے کہ جس طرح مجھے

شعر کو بھٹی والی شراب تک لوگوں نے محدود کر دیا ہے۔ حالانکہ ریاض نے
 بھٹی کیا ولایتی بھی کبھی نہیں پی۔ اس لئے بہزار معذرت اتنا سن لیجئے کہ
 کسی روحانی مجلس میں روحانی اثر کا جس سے خدا رسیدگی مقصود ہو اس
 مجلس کا ذکر ریاض اس شعر میں یوں کرتے ہیں کہ معرفت الہی کی شراب
 پی کر میں غرق شراب معرفت ہو گیا جو حاصل حیات انسانی ہے۔ قیامت
 بھی اس مجلس میں آجائے تو مجھے قیامت سے کیا مطلب قیامت میں پہنچ کر
 حاصل قیامت یہ کہا جاتا ہے کہ غرق انوار الہی ہو جانا یہ مجھے اسی وقت
 حاصل ہو گیا۔ کسی پیر معرفت کی مجلس میں یہ شعر پڑھ دیا تو کیا بُرا کیا۔
 بزم محشر گرنے ساقی کی بزم میں نہ اُٹھو نگا اگر پی کر گرا
 توفیق الہی جو توبہ کو پائدار بنا دے اگر نہیں ہے تو اس وقت کا
 یہ شعر ہے۔

ہو گا جنہیں توبہ کا بھروسہ نہ ملے وہ اور ہی ہونگے یہ گنہگار نہ ہو گا
 اچھا اس شعر کا حال سن لیجئے میں کہتا ہوں کہ شراب کا بہت نازک
 شراب ہے۔ میں اس کو بگاڑنا چاہتا ہوں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ خالق خالق نہیں
 ہو سکتا۔ جب تک مخلوق نہ ہو یعنی خالق نے اپنی عظمت قائم رکھنے کیلئے
 مخلوق پیدا کی۔ مخلوق سے کہا کہ میرے جلال کی جتنی صفتیں ہیں ان سب کا
 مزہ چکنا ہو گا۔ مفہوم بگڑ گیا ہو تو صاف کیجئے گا۔ بنگیا ہو تو تعریف نہ کیجئے گا
 اب شعر سنئے۔

لب میگوں کا تقاضا ہے کہ جینا ہو گا آنکھ کہتی ہے تجھے نہر بھی پینا ہو گا۔

ریاضِ خاک درِ میکدہ تھا جیسے جمی فنا کے بعد اُسے خلدِ آشاں دیکھا

یہ اپنی وضع اور یہ دشنامِے فروش سُنکر جو پی گئے یہ مزا مفلسی کا تھا
اہلِ حرم بھی آکے ہوئے تھے شریکِ دور کچھ اور رنگِ آج مری میکشی کا تھا
پیغمبرِ آفرانِ الزماں صلعم کا مدینے میں تشریف لانا سکتے والوں کا آکے
ایمان لانا۔

یہ کہہ کہ اس میں زہر بھی ہے کچھ ملا ہوا ساقی نے جب پلائی تو نشہ سوا ہوا
ہم میں گدائے میکدہ ہم کو کمی نہیں سب کچھ ہمارے گھر ہے خدا کا دیا ہوا
تمام صحابہ کا یہی حال تھا۔ گھر کا سارا اثاثہ پیغمبرِ علیہ الصلوٰۃ کے قدموں پر
نثار کرنے کے بعد مجلسِ رسول صلعم سے اس شان سے نکلتے تھے کہ دنیا
کا سب سے بڑا دولت مند اور بادشاہ ان کے استغنا کے ادنیٰ مرتبے کو
نہیں پہونچتا تھا۔ آج مسلمان کا بچہ مسلمان ہوتے ہوئے روٹی
روٹی چلاتا ہے۔ جس کی ضمانت اُس مسلمان بچے کی دین و ایمان والی
کتاب کے ہر ورق میں موجود ہے۔

پُکا دے بوند بھر کوئی مرنے میں یا جس کے دم میکدے میں توڑ رہا ہی پڑا ہوا
اس شعر کے متعلق اگر کوئی آرٹسٹ ایک سینری بنا دے تو شعر کا اصلی
جوہر کھل جائے اور میں کیا کہوں۔

معتب آیا تو میں خُم پر گرا خُم گرا مینا گرا ساغر گرا
اس شعر کے متعلق میں اس لئے کچھ نہیں کہوں گا کہ ریاض کے شراب کے

کیسے یہ بادہ خوار ہیں سُن سُنکے پی گئے واعظ کو کچھ مزہ نہ کسی نے چکھا دیا

ابر بنکر جو برس پڑنے کو آیا واعظ بے طرح ہم نے خم مے کو اُبتے دیکھا

بنائی کیا بُری گت میکہ دین بدہ نوشوں نے ریاض آئے تھے کل جامہ پہنکر پارسی کا

اللہ ہر جو شب کو بھی ہوشنل مے ریاض منہ صبح ہوتے دیکھ لیا روزہ دار کا
خم دوش پُرنیل میں صُراحی بروز حشر اٹھنا مزار سے وہ کسی مے گسار کا
اس لطف سے بہا رآئی ہے اکے بار پانی میں بھی مزہ ہے مے خوشگوار کا
اس شعر میں اعتبار کی پوری دنیا ہے۔

رکھنا پڑا ہیں خم دنیا کو سر بہر کوئی بھی آدمی نہ ملا اعتبار کا
کیا مُرضع شعر ہے۔

اب تو ریاض پھول اُٹاتے ہیں اٹن جو بن یہ لوٹتے ہیں عروسِ بہار کا
اودھ کے تعلقدار یورپ اور امریکہ کے گھوڑ دوڑ والے ملاحظہ فرمائیں۔
جب تک ملیگی قرض بیو جائیگے ضرور ہم جانتے ہیں مفت ہر سودا اُدھار کا
آپ خفاء ہوں جس شعر میں مجھے جتنا مزہ آئے وہ مجھے مزہ لینے دیکھئے
میں کہتا ہوں کہ یہ شعر کس قدر سوندہ ہے یعنی اس شعر سے وہ بو آتی ہے جس
بڑکی تعریف حدیثوں میں اہل صوم کے بوسے دین کے متعلق کی گئی ہے۔
مینا کا منہ ہی بند یہ ہے احترامِ صوم ساغر کا لب ہی ہو ٹھکسی روزہ دار کا

اچھا رواری سے کچھ اور شتر سٹتے جائے ایسا نہ ہو کہ آپ یہ کہیں کہ
ریاض کا شکر کیا سنانے آئے لگے سبق پڑھانے۔

رمضان میں نہ پلانا نہ پینا ہوگا کس طرح گزرے گی کیا یہ مہینا ہوگا
حشر میں میکدے والو جو خدائے چاہا یہی جلد یہی سانو یہی مینا ہوگا

باؤل اڈے ہوئے رات کو میخانہ پر مہر غم ٹوٹتے ہی ٹوٹ کے برسوا کیا
میں الحمد للہ کہ مسلمان ہوں۔ شاعر بھی الحمد للہ مسلمان تھا کا تب
اُس پرستزاد اگر ہم شراب کے شعر کو حرم کی کسی مجلس پر چپاں کر دیں تو
آپ خفا نہ ہوا کیجئے۔ ذیل کے شعر میں کہتے کا وہ وقت یاد دلانا چاہتا ہوں
جب سنہ ۱۱۰۰ میں مکہ فتح ہو کر حرم میں بتوں کی جگہ خدائے واحد ذوالجلال
کی پرستش شروع ہوئی اس وقت کے کیسے لوگ تھے کہ شراب تو حید
حرم سے پی کر جو چلے تو اس کا نشہ چین میں جا کر اُترا۔ ہمارے وقت میں
ہر سال کئی لاکھ زمزمی حرم سے بھر کر آتی ہے اور مردہ مسلمانوں کو نزع
کے وقت پلائی جاتی ہے۔ ع۔ بیس تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔
شعر ملاحظہ ہو۔

اڑتی تھی وہ شڑائی تھیں جنت کی ہوئیاں اب رندوں کا جگمگ سبز زمزم نہیں تہا
اب جلدی جلدی دو چار شتر سٹتے ایسا نہ ہو کہ میری بد مذاقی پھر
آپ کو ابھادے۔

اے جو ذلیل ہیں آئیں تو پیئیں ہم تک اہل کے حشر میں آیا نہ جائیگا

مے نوش جس کو کہتے ہیں موسم بہار کا اک وقت ہے وہ دفترِ رز کے نکہار کا
 اڈا ہوا جہاں وہ میدانِ حشر میں چلنا وہ مجھوم مجھوم کے مجھ بادہ خوار کا
 کہتے ہیں جس کو پہنہ میناے شبِ فردا ہم میکشوں میں نام ہے صبح بہار کا
 واعظانے آپ بزم میں چھلکا میں جامِ خلد کھلوائیں منہ جناب نہ مجھ بادہ خوار کا
 چوری گئی شراب تو کیا دڑوٹے وہ ہے جو نام لے ریاض سے پرہیزگار کا
 کتنی ہی مجھ سے توبہ لے ٹوٹ ٹوٹ کر اس سے نیچے گا ساتھ نہ مجھ بادہ خوار کا
 توبہ کیا اثر ہے لب جو کہ جامِ مے بتحالہ بنگیا ہے لب جوے بار کا
 پی پی کے اس نے سجدہ کئے ہیں تمام رات اللہ رے شغل زادہ شب زندہ دار کا
 رمل ہوس اور صاحبِ قناعت کا تقابل کیا ہے۔

خُم سے نہ وہ سیر میں چلوں میں سیر ہوں یہ ظرف شیخ کا ہے یہ مجھ خاکسار کا

باتیں معشوق کی کانوں میں نظر میں لکھیں نشہ بادہ گلزار ترا کیا کہنا

توڑ کا حوضِ حشر میں سر پہ لے پھروں چلاے شیخ یہ بھی تہوار اسبُو ہوا
 شرمنے چاہے اس کا نام بوٹ ہی کہئے لکھ ہیرے کی کنی کی طرح دیہیں نہ چھپے تو اٹھاکے پھینک دیئے۔

نشہ میں گر کے ہاتھ سے مینا ہوا جو چور ہر ریزہ جا کے سبز لب آب جو ہوا

ہم جامِ مے کے بھی لب تر چوتے ہے چسکا پڑا ہوا ہے تہاری زبان کا

وصف آئے ریش حنائی پر لے ریاض گو بن نہیں مگر ہے زمانہ بہار کا
 پچھلے شعر جو میں نے لکھے ہیں اور اگلے شعر جو میں لکھ سکونگا ان میں کم سے
 کم یہ چیز تو ضرور ملاحظہ کیجئے کہ ریاض نے غزلوں کے دیوان میں تیرہ سو چھیاسٹھ^{۱۳۶۶}
 شعر شراب کے لکھے ہیں جن میں تیرہ سو چھیاسٹھ^{۱۳۶۶} پہلو شراب کے دکھائے
 ہیں اس کو ذرا شراب سے غلغلو کر کے ملاحظہ کیجئے اور عرب میں بغداد کے
 دارالسلطنت میں پہنچ جائیے۔ ہارون رشید کے دربار کا شعر ابو نواس ہے
 اس کی روزمرہ کی زندگی ملاحظہ فرمائیے۔ دربار ہارون رشید میں کسی شعر پر
 ایک لاکھ دینار انعام پاتا ہے۔ گھر آتا ہے۔ صبح کو دربار میں جب پھر جاتا ہے
 تو بسا اوقات حاجب اس کو جانے نہیں دیتا۔ یعنی ایسے بوسیدہ کپڑوں میں
 جاتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے چھ مہینے کی فاقہ کشی کے بعد گھر سے نکلا ہے اور
 اشعار میں روزانہ کی تکالیف اور راحت شراب کے عنوان سے بیان کرتا ہے
 اسی طرح سے ریاض جیسے قلاش شاعر کے گھر کا وہ رونا ہے جو آپ کو شراب کے
 نام سے مست کرتا ہے۔ اب ذرا توجہ سے اشعار پر نظر فرمائے اور دنیا میں
 مفلسی کی غیاشیوں کا مزہ لیجئے۔

جب تک میسگی قرض پے جائیگے ضرور ہم جانتے ہیں مفت ہو سودا اور ہار کا
 بوتل جب اس کے تجڑ میں بھلے بھری ملی واعظ بھی آدمی ہے بڑے اعتبار کا
 ہر ملک میں موسم بہار ایک خاص زمانے کا نام ہے مگر ریاض نے موسم بہار
 ایسا وسیع بنا دیا کہ جس کو جب جتنی دیر کے لئے یکسوئی ہو جائے وہی اس کا
 موسم بہار ہے۔

صورت معلوم ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ حضرت
مخدوم سلطان نظام الدین الاولیاء علیہ الرحمہ کے سات سوتوالوں کے
معلم اتم تھے اس رنگینی کی کوئی حد ہے۔ شیخ حرم شریعت کا درہ لئے جب دوتا
سنبھالے پوری عظمت و شان سے ہیں۔ ادھر سرشاران محبت اپنی محبت
کی اداؤں اور سرستیوں میں غرق۔ اہل حرم ان کے رموز کیا جانیں مگر دونوں
قابل احترام۔ فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں۔ اب شعر سنئے۔

جب لوگوں میں دنوں کی بزرگی ہو سکے کیا شیخ حرم پیرمغاں ہو نہیں سکتا
یعنی شیخ حرم پیرمغاں ہو نہیں سکتا انہیں منوں میں اس شعر کو بھی ملاحظہ
کیجئے پہلو بہ لا ہے مگر لا جواب ہے۔

مجموعہ ہے لب جام شکستہ بھی بر عید ساقی یہ بلالِ رمضاں ہو نہیں سکتا
ساقی کی گڑی آنکھ ہو کیوں کعبہ دل پر یہ بادہ فروشوں کی دورہ دل ہو نہیں سکتا
کس مایوسی سے ساقی ہو یا پیرمغاں دونوں سے شراب مانگتا ہے۔

کچھ خشک سا ہے تربتِ بنوار کا سبزہ کیا ابر بہار اشکِ فشاں ہو نہیں سکتا
وہو کا ہوا۔ زاہدوں کی عید تیس دن کے بعد۔ شرابیوں کی عید تیس دن پہلے
ہر شام نہ جس کی سحر عید ہو و اعظ میخانے میں ایسا رمضان ہو نہیں سکتا
ریاض کے شراب کے پورے اشعار کا جواب صرف ایک شعر میں ہے۔
ملتی ہے در ساقی کوثر سے یہ خدمت اس طرح کوئی پیرمغاں ہو نہیں سکتا

فے چرانے میں ہیں یہ بدطولی کیسا ہم اڑالائے سو آج اچھوتا کیسا

توبہ کر کے آج پھر پیلی ریاض کیا کیا کبھت تو نے کیا کیا

دست شفقت اس طرح ایک منہ پھیر ریاض بیٹھ کر یاد خدا میں جھومنا جاتا رہا
جناب حاجی وارث علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا فوٹو کھینچ دیا ہے۔ ذیل کا
شعر بھی اسی رنگ کا ہے۔

ریاض اور ہی رنگ میں مست ہیں اب سنا ہے پیالہ پیاسے کسی کا
شیخ نے عہد توڑا 'توبہ توڑی۔ دنیا کی بوٹ سے دستکشی کی اس کے
بعد کیا ہوا۔ شعر سنئے

شلخ میں بیتک یہ ہے انگوڑے شیخ نے توڑا کہ مینا ہو گیا
آئیگا پینے پلانے کا مزہ پارسا اب بادہ پیا ہو گیا
ہے یہ بہت نشہ ذرا ہو گیا مل گئی تھوڑی سی بھٹلا ہو گیا
جھومتے ہیں بیٹھے حرم میں ریاض آکے یہاں نشہ سوا ہو گیا

ایک صاحب خانقاہ جن کا نام مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمہ ہے
جب ان کے پاس علامہ عبدالوہاب بہاری علیہ الرحمہ بیعت کے لئے
جاتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں کہ بابا اللہ جمیل و یحییٰ البھال یہ جو تم نے
واڑھی بڑھائی کہ جس پر یہ پھبھی صادق آتی ہے کہ یہ کوئی جھاڑی ہے
جس میں بچہ دہ خرگوشے۔ جب میری آنکھوں کو سارہی ہے تو جس کے
دربار میں جانا چاہتے ہو اور میرے ذریعہ سے جانا چاہتے ہو تو وہ تمہاری
اس صورت سے کہاںک خوش ہوگا جاؤ ذرا پر قہنچ ہو کر آؤ کہ آدمی جیسی

ساتی اور پیرمناں ان کو نیا آدمی سمجھ کر ذرا زیادہ توجہ فرمائیں۔ سمنے
سٹائے دامن چرائے مودب بیٹھے تھے کہ مہیچے نے چوٹ کی۔

پارسانکے ریاض آئی میں میخانے میں آپ بیٹھے ہیں بچائے ہوئے دامن کیسا
اک رُخ یہ بھی ملاحظہ ہو۔

مقصود ہے کوئی نہ پئے وہ حلیوں میں واعظ ہوا میں رند قدح خوار کیا ہوا
کوئی زاہد خشک آجائے اور اہل نسبت کی محفل میں بیٹھے تو اہل نسبت کو
بھی عجب مزا آتا ہے کہ ذرا اس خشک لکڑی میں آگ لگا دی جائے۔ اگر
کسی نے ایک چنگاری پھوڑ دی تو سب اس ہیزم خشک کے انداز دیکھ کے
خاص مزے لیتے ہیں۔ ریاض فرماتے ہیں۔

ہمیں پینے پلانے کا مزہ اب تک نہیں آتا کہ بزم نے میں کوئی پارسا اب تک نہیں آتا

آفتاب مشرب چکا ریاض داغ مے دامن سے جب میں دھونچکا
یہ مے توحید کی جھلک ہے جو پتھر پر سر رگڑنے سے نہیں آتی۔

پی کر بھی جھلک نور کی منہ پر نہیں آتی ہم رندوں میں جو صاحبایمان نہیں آتا
اس نازک انداز کو کس نازک طرح پر بیان کیا ہے۔

اس کے آغاز جوانی کا کہوں کیا عالم کچھ اُسے نشہ ساقا نشے میں وہ چورن تھا
قوموں کے عروج کے وقت یہ شعر پڑھنے کا ہے یعنی بغداد و اندلس کا
عروج سوچئے۔

بہار آئی تھی گلشن میں دن بھی یاد مجھ کو کسی کے ہاتھ میں ساغر تھا کوئی گل بدلتا تھا

ایک پہلو ملاحظہ ہو۔

سایہ تاک میں واعظ کو جگہ دی ہم نے آج شیشے میں اُسے ہم نے اوتارا کیسا
سناٹا والی جنگ میں ہندوستان سے غدریٹی براورس لیگیا۔ یہ ریلی براہ راست
قبل جنگ بھی منڈیوں سے غد لیتا تھا۔ مگر اس کمپنی کی بود و باش برطانیہ کے
کسی ملک میں تھی۔ جنگ عظیم والا براورس بعد کو جرمن کمپنی نکلی۔ شعر اگر دنیا
کے حالات کے مطابق ہو جائے تو آپ خفا نہ ہو اکیچے۔ شاعر نے اس قسم
کے فریبوں کو عجیب لطیف انداز میں بیان کیا ہے۔

قرض لایا ہے کوئی بھیس بہ لکر شاید نئے فروشوں کا ہزارا ہے تقاضا کیسا

سلامت کج تنہائی سلامت یہ خم و سخر بہار آئے نہ آئے مجھ کو سودا ہو نہیں سکتا
مذہب کی تعلیم میں جب تک روحانیت کا جزو اعظم شامل نہ ہو جسم بے روح
ہو کر رہ جاتا ہے۔

حرم والو ریاض اگر حرم میں پڑ رہیں کیونکر گذران کا کہیں بے جام و مینا ہو نہیں سکتا
تم محض نماز پڑھاؤ گے۔ حرم کا طواف کراؤ گے اس کو بے جلوہ الہی دیکھے
کسی چیز میں مزہ نہ آئیگا۔ تعمیل حکم اور بے کسی حکم کی تعمیل میں مزہ آنا اور
بات ہے۔

شباب کا اور بھرپور شباب کا ایسا بھرپور شعر کہا ہے کہ تصویر کھڑی
کر دی ہے۔

بھرے ساغر میں ہو بھرپور رنگ انکی جوانی کا غضب ہے بے پے نشے میں میرا چہرہ ہو جانا

ہاتھ سے بوجھ گناہوں کا اٹھنے کا کیونکر رعبشہ ایدہا ہے کہ ساغر بھی نہ ہم سے اٹھا

توڑے ٹکرا کے سبھم نے بھی اوکو سر سے چپ ہوا عطا کی یہی حاصل تقریر بھی تھا
 مالک کی جس طرح عدل ایک صفت ہے اسی طرح عفو بھی ایک
 صفت ہے اب بتائیے کہ عدل کے ہوتے عفو کیونکر جاری ہو۔ عدل کا تو
 یہ حال ہے کہ سیدھی سیدھی بات ہے۔ جیسا کرے گا ویسا پائے گا۔ عفو
 میں بڑا مزہ ہے کہ اودہا کے آپ کے خلاف کروں تاکہ آپ معاف
 کیجئے شفاعت میں جو مزہ ہے وہ معصومیت میں نہیں ہے معصومیت
 فرشتوں کے واسطے ہے۔ بے کئے بختے ہوئے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے
 متعلق مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ زندہ زمین سے اٹھائے گئے
 جس وقت وہ نبی تھے نبوت کی صفتوں میں یہ بات بھی تھی کہ وہ معصوم
 تھے یعنی ان میں گناہ کی صلاحیت نہ تھی۔ اب کے جو آسمان سے تشریف
 لائینگے تو بنی ہو کر نہ آئینگے بلکہ بنی آخر الزماں کے امتی بنکر آئینگے۔ اب انہیں
 گناہ کی صلاحیت ہو گئی تاکہ شفاعت محیط ٹہرے۔ دنیا میں انسانوں کا
 آنا مختلف مصلح کے سلسلے میں ہے عفو کے ظاہر کرنے کی بھی ایک
 مصلحت ہے۔ شر ملاحظہ ہو۔

دل لاکھ پاک صاف ہر دہن کو کیا کر لیا جا جا کے میکہ دی میں یہ دصبا لگا لیا

جاتے ہی میکہ مجھے اجیر ہو گیا اتنی ملی کہ پینے سے جی ریر ہو گیا

اہلِ نظر نے پہچانا۔

نماز عید ہوئی میکہ کی میں ہوم کی آج ریاض بادہ کشوں نے ہمیں امام کیا
 بزرگوں کی فاتحہ جب کی جاتی ہے تو اس میں بعض صاحب عصمت
 لوگوں کے خیال سے کچھ حصے ڈھک دے جاتے ہیں جو ان لوگوں کو
 دے جاتے ہیں جو اہل حاجت تو ہوں مگر قریب بہ معصومیت ہوں۔
 اچھوتے جام میں منت کے کچھ لگے کسے کسے پلا میں کوئی پارسا نہیں ملتا
 ہندوستان کا حساب لگا لگا کے گھر ملیو دولت نذر یورپ ہو گئی۔
 جو رگوں میں خون باقی ہے وہ تپ دق کے کیڑوں کی طرح کچھ ستھارتی
 نقطے جسم پر جگہ جگہ بھلی کے تاروں جیسے جھٹکے دے رہے ہیں۔ کانگریس
 ہند و راج چلا رہی ہے۔ شعر ملاحظہ ہو۔

ریاض تو بہ کروں خزاں کس آئیں تم آئے چنے کو جاتی ہوئی بہار میں کیا
 معرفت کا راز پہاڑ کی چوٹی پر۔

بیٹھ کر چوری سے پینا پسِ خمِ راز ہے گوشہ تنہائی کا
 شعر نہیں ہے معشوق ہے۔

خمِ قد ہے خمِ مینا سوئے جامِ موج ہے اٹھ ہے انگریزی کا
 مست مینا ہوں پیار میں نے جامِ امیر احمد مینائی کا

چن چن کے آج شیخ نے انگو رکھائے اب کیا کھینچیں تاک کا حاصل نکل گیا

تعلیم دیتا ہے شعر ملاحظہ ہو۔

تری آگے سرٹھاتا کوئی پار سائے سائی جو ریاض پار سبھی کہیں باوہ خوار ہوتا
لگے ہاتھوں یہ شعر بھی سن لیجئے۔

تری رحمتوں کے بادل خیم دوش جھکے بنتی لئے مشربیں خیمے یہ سیاہ کار ہوتا
مولا علی کرم اللہ وجہہ سے لیکر اس وقت تک جتنے حقیقی اولیا گزرے ہیں
ان کے حلقہ درس سے معرفت توحید کا تصور فرمائے اور یہ شعر ملاحظہ فرمائے۔

بے میکدہ کا خاص مقامات میں شمار جو مہینچہ بلا مجھے پیر معناس ملا
تہجد کی نماز پڑھنے والوں کے لئے کہے اور مدینے میں جو اذان
دی جاتی ہے اُس کا نام تحریم ہے گویا یادِ خدا کرنے کے بہتر وقت سے
اعلانات شروع ہوتے ہیں یہاں تک کہ صبح صادق جوں ہی شروع ہوتی ہے
اذان صبح ہوتی ہے۔ گویا ظاہری شریعت پر عمل کرنے والوں کے ساتھ ساتھ
روحانی مراتب حاصل کرنے والے بھی اپنے کاروبار میں مصروف ہو جاتے ہیں
ان روحانی کاروبار والوں کا نام ریاض نے اس شعر میں قلقل مینا سے
تبصیر کیا ہے۔ اب شعر ملاحظہ ہو۔

آلی آوازِ اذان صبح اٹھو بھی ریاض میکدے میں بھی تو شور قلقل مینا ہوا
پورب کے ایک شاعر مولانا آسی علیہ الرحمہ گزرے ہیں ان کا ایک شعر
سنا تا ہوں تاکہ ریاض کا شعر اپنی رنگینی زیادہ نمایاں کر دے۔ از حضرت آسیؒ
جنہیں چرچا نہ کچھ تمہارا ہو ایسے احباب ایسی صحبت کیا

ریاض۔

جاتے تھے سوے میکدہ نکلے حرم میں کیا جانے آج راہ میں کیا پھیر ہو گیا
 اچھا شعر ملاحظہ فرمائیے یعنی شعر سے پہلے میری بکو اس سن لیجئے شاعر کو
 تشبیہ کا حق ہے۔ کیا مجھے نہیں ہے۔ کسی بزرگ کی خانقاہ میں گئے ان کا
 سامنا ہوا صورت شکل فرشتے کی کرم کی نظر جو مجھ پر پری میرا دل محبت الہی
 کی لذت سے لبریز ہو گیا۔ ان کی آنکھ کو میں ختم ہو۔ صراحی۔ میکدہ یعنی
 سب کچھ سمجھا نظر کو شراب دینا سمجھا ابرو کی کچی کو طاق ابرو کہا۔ اس
 محراب میں بیٹھ کر مئے تو حید پئی۔ ریاض کا شعر رٹتا ہوا چلا آیا۔ یہ بات ناپسند
 ہو تو شعر یاد رکھئے گا۔ میری بکو اس بھول جائیے گا۔

خانقاہ میں جو کہنی طاق سے مینا اُترا ہم یہ سمجھے کوئی رحمت کا فرشتہ اُترا
 عجب رخ ہے۔

ستے چھوٹے جو سر راہ عماما اُترا سر سے ان بادہ فروشوں کا تقاضا اُترا
 ملاحظہ ہو شراب نوشی کا ایک رخ یہ بھی ہے مگر شاعر سکھاتا ہے کہ میری
 شراب کو ہمیشہ بھٹی والی نہ سمجھا کیجئے ذرا وسیع النظری سے کام لیا کیجئے
 تو آپ کو شراب کے پردے میں دنیا نظر آنے لگے۔ چنانچہ یہ شعر
 ملاحظہ فرمائیے۔

بری کیا تھی فاقہ مستی بڑی لطف سو گذرتی لئے کچھ مئے کی تلخی غم روزگار ہوتا
 شاعر گناہوں سے ندامت سکھاتا ہے۔

میرد علی سوا تر کر مئے صاف اشک بنتی ابھی میں گناہ کرتا ابھی اشکبار ہوتا
 اس تعلیم کو ملاحظہ کیجئے کہ جن کو پارسائی کا دعویٰ ہے۔ اُن کو ادب کی

نہ ہو جائے۔ ان شعروں نے مجھے ایسا خود رفتہ کر دیا ہے کہ پوری بات شاید نہ کہہ سکوں۔ میں اس غزل کو اپنی کم فہمی کی بنا پر نعت میں لیجا رہا ہوں آپ اس سمجھنے کے پابند نہیں مگر جو میں سمجھتا ہوں مجھے سمجھنے دیجئے۔ جس وقت کعبہ میں بت پرستی ہو رہی تھی اور پیغمبر آخر الزماں صلعم جام توحید پلا رہے تھے اور کعبے میں علانیہ اذان ہو سکتی تھی نہ توحید والے علی الاطلاق عبادت کر سکتے تھے۔ اس وقت کا یہ شعر ہے ملاحظہ ہو۔

کوئی مست میکہ آگیا میبے خودی وہ پلا گیا نہ صدائے نغمہ ویرا کشتی نہ حرم کی شور و آوازاں اٹھا
جس وقت مجلس رسول صلعم کی طرف غرب غول در غول ایمان
لانے کے لئے چل پڑے تھے اور جو صحابہ راہ میں ملتے تھے وہ مجلس رسول صلعم
کی طرف جانے کا راستہ بتا کے کنارے ہو جاتے تھے شعر ملاحظہ ہو۔

گئے ساتھ شیخ حرم کے ہم نہ کوئی ملا نہ لئے قدم
نہ تو خم بڑھانہ سبوجھکا جو اٹھا تو پیر منہاں اٹھا

کہے اور مدینے کا فرق ملاحظہ ہو۔

مجھے خود فروش خبر بھی ہو کہ مقام کون ہو کیا ہو یہ حرم میں دوکان خواتین کی دوکان اٹھا
یہ شعر بغیر لکھے آگے نہیں بڑھوں گا۔ جناب ریاض کا چلبلا پن داد
چاہتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ ہر زاہد متقاض ریاض رند کہتے ہیں اُسے چور ہے میخانے کا
ریاض بہشت میں یہ شعر پڑھ کر ٹپکتے ہوئے گئے۔

جوانی اور ریاض اب لوشاؤ و خیر رزکی بڑھاپا کہہ رہا ہے تو نئے سرے جوان ہو گا

ہم رند سمجھتے ہیں اُسے ابھن و عظم جس بزم میں ذکرِ مے و مینا نہیں مچتا
 میخانے کی عظمت ملاحظہ کیجئے۔ ایک میخانہ وحدت جہاں شراب و محبت
 الہی ہوتے ہیں۔ ایک دنیا کا شراب خانہ جہاں گناہ کرنیوالا شرابی یقیناً
 ندامت سے پر شراب پیتا جاتا ہے اور خدا سے معافی مانگتا جاتا ہے۔
 دوسری طرف ظاہر پرستان دنیا نماز کی ڈیوٹی مسجد میں ادا کرنے کے بعد
 ایسے اکڑتے ہوئے نکلتے ہیں کہ گویا خدا پر کوئی احسان کر کے جا رہے ہیں۔
 شعر ملاحظہ ہو۔

میخانے میں کیوں یاد خدا ہوتی ہے اکثر مسجد میں تو ذکرِ مے و مینا نہیں ہوتا
 انگریزی حکومت کے سائے میں کانگریسی وضع بنائے اور یہ شعر پڑھے
 وضع رندانہ رہے ریش ہی صاف یاض خوف کی چیز ہے اس وقت مسلمان ہونا
 میں کہتا ہوں کہ قفقاز کی پری بتیس ابرن سولہ سنگھار کئے ہوئے
 پورے شباب میں سامنے کیا آئی کہ ریاض کا یہ شعر سامنے آیا۔

آئیے ہمارے آگے وہ ساغر شراب کا ساقی نے جس میں رنگ بھرا ہوا شباب کا
 یہ شعر بے مزہ ہوگا اگر دوسرا نہ سنئے گا۔

بدستِ دل ہر آنکھ ہر ساغر شراب کا ساقی کا میکدہ ہے زمانہ شباب کا
 عورت کا پورا شباب اور شباب کے آثار کی نمود کے تصور کے ساتھ
 اگر یہ شعر آپ نے نہ سنا تو میں کاغذِ شک دوں گا۔

پیری میں سر بٹھہر رہے یوں ہی اوریان ہے بوتلوں میں بند زمانہ شباب کا
 کچھ ایسے شعر سنئے جس پر میرے نوٹ اگر بے تکے ہو جائیں تو آپ خفا

پہلا شعر

میں نے کسی تذکرہ میں یہ پڑھا تھا کہ غالب مرحوم کے پاس کچھ لوگ
 اُن کا کلام سننے کے شوق میں حاضر ہوئے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ غالب
 مرحوم کے پاس اُن کا کلام سننے آئے ہونگے انہوں نے اپنے آپ کو
 غالب کے کلام کے سمجھنے کا اہل سمجھا ہوگا۔ چنانچہ غالب مرحوم سے
 انہوں نے یہ عرض کیا کہ آپ کے منہ سے آپ کا کلام سن لینگے تو غر بھر
 فخر کریں گے اس لئے کچھ سنائیے۔ غالب مرحوم نے ایک غزل پڑھی اور
 جب مقطع پر پہنچے تو سامعین سے کہا کہ سمجھے؟ سامعین نے سمجھا
 ہو یا نہ سمجھا ہو سب نے ایک زباں ہو کر کہا کہ نہیں سمجھے۔ غالب مرحوم نے
 ارشاد فرمایا کہ بیشک نہیں سمجھے ہونگے! اتنا واقعہ میں نے کسی تذکرہ میں
 پڑھا تھا غالب مرحوم نے اُس مقطع کا کیا مطلب سمجھا اس میں درج
 نہ تھا مگر مقطع درج تھا چنانچہ میں بھی اُسے لکھتے دیتا ہوں۔ میں نے
 بھی کوشش کی ہے کہ اس مقطع کو سمجھوں اور کسی حد تک کامیاب بھی
 ہوا ہوں مگر اس کے بیان کا یہ محل نہیں ہے۔ اس وجہ سے اُسے چھوڑتا
 ہوں وہ مقطع یہ ہے۔

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا
 اب واقعہ سنئے کہ ریاض مرحوم گورکھپور میں تشریف فرما ہیں ایک
 روز اُن سے میں نے فرمائش کی کہ اپنا کوئی شعر سنائیے انہوں نے ایک

پند شر اور جلدی جلدی سن لیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ میری نوٹ بازی سے
خفا ہو جائیں اور یہ کہیں کہ ریاض کے شر تو تاتا نہیں اپنی لفاظی کی
داو چاہتا ہے۔

دنیا سے الگ ہم نے میخانے کا در دیکھا میخانے کا در دیکھا ائمہ کا گھر دیکھا
دونوں کے منے لوٹے دونوں کا اثر دیکھا ائمہ کا گھر دیکھا میخانے کا در دیکھا
کبھی میں نظر آئے جو صبح اذان دیتے میخانے میں اتوں کو انکا بھی گذر دیکھا
کچھ کام نہیں فوسے گو عشق ہی اس شوق سے میں رند ریاض ایسے دامن بھی نہ دیکھا
اس وقت میں ریاض کے شریات کے دو شعروں کا انتخاب لکھ رکھا
گیارہ سو چھیا سٹھ شعر ابھی باقی ہیں اگر ان کا بھی انتخاب لکھوں اور اپنی
طبیعت سے مجبور ہو کر کہیں کہیں کچھ نوٹ بھی اضافہ کروں تو دو ہفتوں سے
کم صرف نہیں ہونگے اور جناب قاضی تلمذ حسین صاحب ایم۔ اے
حال مقیم دارالترجمہ حیدر آباد کا تقاضا ہے کہ دیوان چھپ چکا ہے۔ دیباچہ
جلد سے جلد بھیجو۔ اب میں باقی گیارہ سو چھیا سٹھ^{۱۱۶۶} شراب کے شعروں کا
انتخاب اپنے نوٹ کے ساتھ گورکھپور کے ادبی پرچہ شاپکار میں جس کے
ایڈیٹر اور مالک جناب حکیم عارف صاحب ہیں ویتا رہونگا جن صاحبوں
کے پاس ریاض کا دیوان اس دیباچہ کے ساتھ موجود ہو گا وہ اگر اس
سلسلہ کو مکمل کرنا چاہیں گے تو اگر دیباچہ میں نہیں تو دیوان کے آخر میں
اس کا اضافہ کر لیں گے۔ اب میں دو شعر لکھ کر اس دیباچہ کو ختم
کرتا ہوں۔

ان کی بیاض کتاب معرفت۔ ان تینوں بیاضوں میں سے اسی دنیا میں
 نسخہ شراب کوثر ملا۔ شبلی و جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہما خواجہ اجیریؒ اور
 سلطان الاولیاءؒ اور دنیا کے جملہ اولیاء نے پلانا شروع کیا شعر ریاض کی
 شاعری تک نہیں رہا واقعی اور واقعی ہو گیا۔ اب شعر ملاحظہ فرمائیے۔
 نسخہ بیاض ساقی کوثر سے مل گیا گھر بیٹھے اب تو بادہ کوثر بنائینگے
 دوسرا شعر

اس شعر کا قصہ یوں ہے کہ منشی سید ریاض احمد صاحب ریاض نے
 ایک شعر مصحفی کے اُس شعر کے جواب میں کہا۔ مصحفی کا شعر۔
 دعویٰ کیا تھا گل نے گل اُس سر رنگ بوکا ماری صبا نے دہولیں شبنم نے منہ پر تھوکا
 اس کے مقابلہ میں ریاض نے جو شعر کہا اس میں منہ میں تھوکا نظم کیا۔
 ظاہر ہے کہ منہ پر تھوکنا آسانی سے ہو سکتا ہے یا محاورے کے تحت میں آتا
 ہے۔ منہ میں تھوکنا اہتمام چاہتا ہے کہ منہ کھولا جائے تو کس عنوان سے
 کھولا جائے اور منہ میں تھوکنا اگر محاورہ نہیں ہے تو محاورے سے چنداں
 الگ بھی نہیں اور اگر منہ کھولنے کا عنوان بہترین ثابت ہو سکے تو مصحفی کے
 محاورہ باندھنے کی خوبی کے سوا یہ شعر منہ میں تھوکنے والا اُس سے بلند ہو جانا
 چاہئے۔ چنانچہ ریاض کا شعر اس سے بلند ہوا۔ نواب حامد علی خاں والی
 راجپور کے کان تک شدہ شدہ یہ بات پہونچی کہ ریاض نے مصحفی سے
 بڑھ کر مطلع کہا ہے۔ مگر خود سننے کی شرط ایک ہزار روپیہ ہے۔ مجھے
 معلوم ہے کہ نواب صاحب مرحوم نے اُن کا یہ مطلع اُنہیں سے سُنا۔

شعر شایا میں نے اُن سے کہا کہ آپ سمجھے۔ اُنہوں نے کہا نہیں سمجھے میں نے
 کہا بیشک نہیں سمجھے ہونگے۔ اُنہوں نے کہا سمجھائیے۔ میں نے کہا
 سنئے۔ آپ کو شراب کا مضمون باندھنے کی مشق میں الفاظ مناسب
 ملے انجینے کی طرح صحیح جگہوں پر جڑوئے۔ شعر ہو گیا۔ آپ سمجھے نہیں کہ
 آپ نے کیا کہا۔ سنئے زمین کی شراب بناتے بناتے آپ کو شراب
 دنیا میں بنانے لگے۔ کوثر والی یہاں بنے کیسے۔ جب تک نسخہ نہ ملے۔
 نسخہ ملے تو کہاں سے۔ پرانی بیاضوں میں حکماء علماء تجربہ کے نسخے
 لکھ دیا کرتے تھے۔ تلاش ہوئی کہ کوثر والے کی بیاض ملے تو نسخہ
 تلاش کیا جائے۔ کوثر والا کون جو دعویٰ کرتا ہے و تقسیم رہم شراباً
 طہورا، ان کے رب نے ان کو شراب طہور پلائی۔ معلوم ہوا کہ رب کی
 بیاض چاہئے۔ رب کی بیاض قرآن۔ قرآن جو غور سے دیکھا تو معلوم
 ہوا کہ قرآن والے نے حوض کوثر کا مالک و مختار پیغمبر آخر الزماں صلعم کو
 قرار دیا۔ اور انا اعطیناک الکوثر کہکرو واضح کر دیا۔ معلوم ہوا مالک کوثر
 محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کی بیاض کی تلاش ہوئی۔ معلوم
 ہوا کہ ان کی بیاض کا نام ان کی حدیثیں ہیں۔ شراب کوثر کے نسخے کی
 دو کتابیں ملیں قرآن اور حدیث ان دونوں کی شرحیں جو علماء نے لکیں
 ہیں ان میں یہ بات واضح کی ہے کہ قیامت کے دن شراب کوثر تقسیم
 کرنے والی جماعت کے سرگروہ مولا علی کرم اللہ وجہہ ہونگے۔ سو چاک
 ان کو بھی شراب کوثر کا نسخہ معلوم ہو گا۔ ان کی بھی بیاض تلاش کرنا چاہئے

چنانچہ میرے اصرار پر ریاض صاحب نے میری خواہش پوری کی اب وہ شعر آپ کو سنا تا ہوں میں نے اس شعر کو اپنے خیال میں نعت کا شعر سمجھا اور اسی لحاظ سے میں اس کی وضاحت کر دینگا۔ ناظرین کو اختیار ہے کہ وہ کسی اور پہلو سے اس شعر کو ملاحظہ فرمائیں۔ ظاہر ہے کہ میرا اس شعر کو نعت میں سمجھنا اس شعر کے معنی کی وسعت پر کوئی مہر ثبت کرنا نہیں ہے اپنا اپنا مذاق ہے شعر ملاحظہ ہو۔

گل مُرقع ہیں ترے چاک گریبانوں کے شکلِ معشوق کی انداز میں دیوانوں کے
 باغ میں پھول کھلے ہیں آپ جس کو نیچر کہتے ہیں میں اُس کو خدا کہتا ہوں
 خدا جس نے پھول کھلائے ہیں وہ یقیناً پھول سے نازک تر ہے پھول
 چاہتا ہے کہ جس خدا نے مجھے کھلایا ہے اور یہ رنگ و روپ دیا ہے میں
 اُس کے شکرے میں ایسا نازک اور لطیف ہو جاؤں کہ خدا میں جذب
 ہو سکوں چنانچہ گل زمین سے درخت کے ذریعہ سے اُجھرا اُجھرتے اُجھرتے
 پتیاں اور شاخ بنا اور شاخ کے نازک تر حصے میں اپنے آپ کو لطیف تر
 کرتا ہوا نمایاں کیا تو گویا اُس نے اپنے پیدا کرنے والے کا رنگ و روپ
 اختیار کرنا چاہا پیدا کرنے والا گل کی نظر میں گل کا معشوق تھا اور گل عاشق
 عاشق نے اپنے آپ کو معشوق بنا نا چاہا تا کہ معشوق سے قریب تر ہو سکے
 تو عاشق اپنے جذبے کے لحاظ سے تو عاشق ہے کہ پتی پتی اس کی الگ الگ
 اور چاکہ امان ہے جو عاشق کی خصوصیات میں سے ہے مگر رنگ و بو سے
 معشوقیت پریدہ ہے نتیجہ یہ ہوا کہ گل ایک رُخ سے عاشق ہے اور دوسرے

ہزار روپے اُن کو دے یا نہیں اس کا علم مجھ کو نہیں۔ اس موقع پر ریاض والا
مطلع سن لیجئے۔

منہ زیر تاک کھولا واعظ بہت ہی چوکا بیلوں نے ڈاڑھی پکڑی خوشوں نے منہ میں تھوکا
مجھے یہ ہوس خام ہوئی کہ ریاض مرحوم کے کلام کا میں بڑا شائق ہوں کاش
مجھے کوئی ایسا ہی موقع نصیب ہوتا۔ میرے دل کو یہ بات لگی ہوئی تھی اب
واقعہ سنئے۔ مجھ سے اور ریاض صاحب سے یہ معاہدہ تھا کہ جب وہ مجھے
کوئی خط لکھیں گے تو اس کے ابتدا میں اور آخر میں ایک ایک نیا شعر لکھا کرینگے
چنانچہ ایک روز ڈاک سے اُن کا خط مجھے بلا شروع ہی میں اُن کا شعر
نظر کے سامنے آیا۔ اُن کا خط میں نے نہیں پڑھا۔ شعر کا مضمون اُن سے
کہنے کے لئے بیتاب ہو گیا۔ اُسی وقت تار گھر گیا وہ اُس وقت خیر آباد میں تھے
اُن کو تار دیا اور بیتابی سے دوسرے روز تک آنے کا انتظار کرتا رہا دوسرے
روز صبح کو میں خود اسٹیشن لینے گیا اور اُن کو اپنی گاڑی پر سوار کیا اور شعر کی
لذت لیتے ہوئے کچھ پلاہ بجے صبح کو گورکھپور میں خیر آباد کی گاڑی پہنچتی ہے۔
اُس وقت سے دوسرے دن ۸ بجے صبح تک مسلسل اس شعر کا تذکرہ رہا
میں اب ناظرین کو یہ بتانے سے معذور ہوں کہ میں نے اس شعر کے معنی
اپنے خیال کے مطابق چوبیس گھنٹوں میں کتنے بیان کئے اور سید
ریاض احمد ریاض سے اسی شعر فہمی کے سلسلہ میں میں نے اپنی دیرینہ
دل کی لگی کا اظہار کیا کہ میں بھی ایسے ہی موقع کا متلاشی تھا جیسا کہ نواب
رام پور کو ملا تھا میری ناقص سمجھ میں آپ کا یہ شعر اسی قدر دانی کا مستحق ہے۔

پہونچے کہ جس کو ہم مجذوب کہتے ہیں جو ننگے رہتے ہیں نالیوں میں پڑے
 رہتے ہیں مختلف غلیظ حرکتیں کرتے ہیں مگر یہ سمجھ کر کہ ان کی زبان سے
 جو لفظ ہماری بھلائی کے لئے نکل جائیگا وہ درجہ قبولیت تک پہونچے بغیر
 نہ رہے گا۔ اہل غرض ان کے ساتھ وہ برتاؤ کرتے ہیں جس طرح عاشق اپنے
 معشوق کی آؤ بھگت کرتے ہیں۔ ہاتھ چومتے ہیں قدموں پر سر رکھ دیتے ہیں
 دست بستہ ان کے سامنے کھڑے رہتے ہیں۔ ان کے چشمہ دابرہ کے اشارے پر
 حرکت کرتے ہیں چنانچہ وہ سب کچھ کرتے ہیں جو ایک دنیا کا عاشق اپنے
 دنیاوی معشوق کے ساتھ برتا ہے اس اعتبار سے وہ معشوق بنے۔ اس
 اعتبار سے کہ وہ خود محبت رسول اور اس کے ذریعہ سے محبت الہی میں غرق
 ہیں عاشق ہیں چنانچہ اب میں آپ کے سامنے ایک سماں کھینچتا ہوں اور
 اس شعر کے متعلق اتنا ہی اس وقت کہوں گا بعد کو اس کی بار بار جو کچھ لکھوں گا وہ
 شاہکار میں ملاحظہ کیجئے گا۔ سماں یہ ہے کہ ایک تختہ گل ہے اور اس تختہ کے
 بیچوں بیچ میں قبر نما ایک کیاری بنا دی گئی ہے اور اس میں تمام پھولوں میں سے
 ایک ایک وہ پھول نصب کر دئے گئے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس قبر نما
 کیاری میں تمام پھولوں کا عطر مجموعہ ہے۔ یہ تو قبر رسول ہوتی پورے تختہ میں
 جتنے پھول اور جس جس طرح کے پھول ہیں ان میں سے ہر پھول کو ایک ایک
 ولی تصور کیجئے اس ولی میں پوری عاشقانہ خصوصیتیں ہیں وہ تمام جذبات
 اس میں مکمل طور پر موجود ہیں جو ایک والد و عاشق میں ہونا چاہئے اور دوسرے
 رخ سے ہر ہر ولی پورا پورا معشوق ہے۔ اب ملاحظہ ہو کہ قبر رسول کے

دوسرے ٹخ سے معشوق ہے اور ایسا معشوق ہے کہ دنیا کے حسین و جمیل جو پر تو الہی کے مظاہر ہیں ان کے دامنوں اور سروں تک پہنچنا کیا گلے کا بار ہو جاتا ہے۔ اپنی چاکد امانی کی وجہ سے خشک ہو کر خاک میں مل جانے کے لحاظ سے بھورا پورا عاشق ہے۔ رنگ و بو اور نزاکت کی وجہ سے دنیاوی معشوقوں کا معشوق بن گیا۔ باغ کے درختوں کے تمام پھول جو مختلف رنگ و شکل کے ہیں یہ پورا مرقع اللہ تعالیٰ کے عاشق کا مرقع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عاشق کا مرتبہ یہ ہے کہ ساری دنیا کا معشوق ہو جائے چنانچہ ہو گیا۔ پورے کا پورا اتختہ گل عاشق الہی کا مرقع ہے اور خود دنیا کے حسین ترین انسانوں کے معشوقوں کا مرقع ہے۔ شعر ایک دفعہ پھر سنئے۔

گل مرقع ہیں تر و چاک گریبانوں کے شکل معشوق کی انداز میں دیوانوں کے
پھر سنئے مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق خدا کے جتنے عاشق ہونگے
وہ عشق کے کسی مرتبے میں بھی قدم نہیں رکھ سکتے جب تک اس وقت کے
پیغمبر کے شیدائی اور کلمہ گو نہ ہوں چنانچہ اس وقت جس پیغمبر کا دور دورہ
ہے اور قیامت تک رہیگا وہ نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ کسی باغ کے ایسے تختے میں چلے جس میں سود و سوچا سو
طرح کے پھول ہوں اُن میں سے کسی پھول کو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ
خراب ہے کوئی نہ کوئی ادا ہر پھول میں موجود ملیگی اس کو اسلام کے جلد
اولیا سے مناسبت دیکھئے۔ ایسا صوفی اور ولی جو انتہائی نازک مزاج ہو
وہاں سے چلے یعنی حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے چلے اور اُس ملی تک

اعترافات

اس
جناب نیاز صاحب
(مدیر نگار لکھنؤ)

یوں تو ہر وہ شخص جس کو شاعری سے کچھ بھی لگاؤ ہے نہ حضرت ریاض کے نام سے ناواقف ہو سکتا ہے اور نہ اُن کے رنگِ کلام سے بیخبر، لیکن خود ریاض کیا چیز تھے۔ اس کے جاننے والے وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن کو اس ”رند پاک باز“ ملنے اور بار بار ملنے کا فخر حاصل ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ہندوستان کا شاعر جیسا کہ اس سے قبل میں بار بار ظاہر کر چکا ہوں، ہمیشہ انسان ہونے کے ایک ایسی جنس فرومایہ ہے کہ شکل ہی سے کسی کو اُس کے پیش کرنے کی جرات ہو سکتی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر واقعی کوئی انسان اس گروہ میں نکل آیا تو پھر اُس کا جواب اس ”عالم آب و گل“ کیا معنی ”لما تکہ مقرمین“ اور ”گرد بیان مقدسین“ کی جماعت میں بھی نہیں مل سکتا۔

اس حقیقت کی طرف اول اول میرا خیال اُس وقت منتقل ہوا جب غالبؒ ۱۲۵ھ میں سب سے پہلے ریاض کی زیارت کا شرف بھوپال میں مجھے حاصل ہوا اور پھر اس حقیقت کے مدارج رفتہ رفتہ مجھ پر اُس وقت واضح ہوئے جب میں لکھنؤ آگیا اور زیادہ قرب کے ساتھ بار بار رات دن کے مختلف

گرد تمام عالم کے اولیا جمع ہیں۔ ہر طرح کے سالک اور مجذوب وغیرہ
اور وغیرہ اور وغیرہ اب میں پھر یہ شعر پڑھتا ہوں اگر مطابق ہو تو دوا
دیجئے گا ورنہ دیا چھ تو ختم ہی ہے۔

گل مرقع ہیں تسے چاک گریبانوں کے شکل معشوق کی انداز میں دیوانوں کے
آغز میں میں اتنا اور عرض کردنگا کہ ناظرین میری فروگزاشتوں کو اور بدبختی کو
قطعا معاف کریں گے۔ اور خدا سے اس معافی کا ثواب لینگے۔

یکم جون ۱۹۳۶ء

کیا بادے تو غالباً نا درست نہ ہو گا۔ ریاض اُس عہد کی یادگار تھے جب اودہ اور مصافحات اودہ کے اکثر مقامات میں زندگی کا مفہوم باوجود انتزاع سلطنت کے بدستور غندہ و قہقہہ چلا آ رہا تھا اور ہر صحبت اُس احساسِ حسن و شباب کا مکمل نمونہ ہوتی تھی جسے شعرو موسیقی کا خلاق کہنا چاہئے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب ہر اجتماع ہنگامے و نوش تھا اور ہر منظر بساطِ گل فروش۔ بیفکریاں تھیں اور عیشِ کوشیاں عیشِ کوشیاں تھیں اور ان اسباب کے ساتھ جن کا ایک ادنیٰ منظر صاحبِ رسائل طغرا کی زبان میں ”بہری بنا گوش مطرباً جلاصل نعل در آتش“ کے طور سے لے ہوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ جس شخص پر ایسے مدہوش اور مدہوش کن زمانہ میں جوانی آئے اور شخص بھی کون ؟ ریاض ایسا غیر معمولی طبع رنگین رکھنے والا وہ جس قدر دادِ معصیت دیتا کم تھا لیکن اس کا علم بہت کم لوگوں کو ہو گا کہ یہ ساری عمر خرابات کی شاعری میں مبتلا رہ کر ذوقِ بادہ سے نا آشنا رہنے والا شاعر یہ زندگی کی تمام شگفتہ سامانیوں کے ساتھ حسن و شباب کے ہجوم میں بہترین ایامِ حیات گزارتے ہوئے جاوہِ اخلاق سے کبھی ایک لمحہ کے لئے نہ ہٹنے والا شخص جس طرح ایک انسان پیدا ہوا تھا بدستور اسی طرح انسان رہا۔ اُس زمانہ میں بھی جبکہ گناہ سے پہلے ”عذر گناہ“ پیدا کر لیا جاتا ہے، سن کے وقت کا کیا ذکر کہ اس وقت تو ریاض حقیقی معنوں میں رضواں تھے۔ ریاض کو میں نے اُس زمانہ میں دیکھا جب وہ ضعف و کہولت کے دور سے گزر رہے تھے لیکن باوجود اس کے کہ زمانہ موافق نہ تھا حالات نے سخت دلگیر بنا رکھا تھا ہجومِ افکار نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا لیکن ریاض باوجود سراپا غمِ عالم ہونیکے دوسروں کے لئے

حصوں اور متنوع کیفیات رکھنے والی صحبتوں میں ریاض کے مطالعہ کی
فرصت نصیب ہوئی۔

ریاض کیا چیز تھے؟ اگر میں تفصیل سے کام لوں تو اس کے لئے دفتر کے
دفتر کا کافی ہیں، لیکن اختصار و اجمال کے ساتھ اگر کوئی دریافت کرے تو میں
اس کے جواب میں وہی کہہ سکتا ہوں جو یوسفؑ کی خصوصیات معلوم کرنے کے
بعد بعض زبانوں سے بے اختیار نکل گیا تھا کہ:-

ان هذ الاملک کریم

اور اس کے بعد بھی عربی کا یہ مصرعہ پڑھونگا کہ:-

مرغ اوصاف تو از اوج بیاں انداخت

کیونکہ یوسفؑ تو خیر، پیغمبر پیدا ہوئے، پیغمبر زندہ رہے اور پیغمبر مرے اور
ان کے لئے الملک کریم ہو جانا کوئی امتیاز نہ تھا، لیکن ریاض تو بقول شخصے اس
”تیرہ خاکن ہند“ میں ایک گنہگار انسانی خاندان میں پیدا ہوئے جو الی کا
معصیت کو شرمناک اس فضا میں بسر کیا جہاں ”حسن“ کا مفہوم ”استغناء“
نہ تھا اور ضعیفی ان حالات کے تحت گزاری جب ”ممنوعات و محرمات“ کا سوال
شرعاً و قانوناً دونوں طرح اٹھ جاتا ہے۔ لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ریاض اپنی
زندگی کی کسی منزل میں اپنی حیات کے کسی مشغلہ میں اور اپنی عمر کے کسی موسم
میں ایک لمحہ کے لئے بھی اس جاوہ انسانیت و اخلاق سے ہٹے ہوئے نظر آئے
جو کبھی کبھی گنہگاروں کو تو مل جاتا ہے لیکن زاہدان مرتاض کے حصہ میں کبھی نہیں
آتا اس لئے اگر ان کو ملک کریم کہنے کے بعد بھی عربی کی طرح اعترافِ قصور

اگر اس کی تحتی تقیسیں بھی ہو سکتی ہیں یعنی اگر لکھنؤ کی فضاے شاعری صرف ایک ہی لجن کی حکمران نہیں رہی تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ریاض کی نغمہ سنجیاں کن کیفیات سے متعلق سمجھی جائیں گی۔

ظاہر ہے کہ دہلی کی شاعری یکسر جذبات کی زبان و گفتگو ہے اور جذبات بھی وہی جن کا تعلق زیادہ تر اس 'عمران' ہجوری و ناکامی سے ہے اس لئے یوں تو جذبات کی دست کے لحاظ سے اس کو بھی بہت وسیع ہونا چاہیے لیکن اس سے رنگہ میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوتا اور اس کا تنوع ثابت کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک ہی راگنی کو مختلف سازوں کے ذریعہ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ برخلاف لکھنؤ کے کہ وہاں کی شاعری کا تعلق جذبات سے کم اور معاملات سے زیادہ ہے اور معاملات کی دنیا چونکہ بے پایاں چیز ہے اس لئے لکھنؤ میں مختلف رنگ کے شعراء نظر آتے ہیں اور شوخی و بیباکی، محاکات و معاملہ بندی، رندی و آزادی، جوش و سرستی وغیرہ بہت سی وہ باتیں جن کا تعلق عشق کی مادی دنیا سے ہے یہاں کثرت سے نظر آتی ہیں جنہوں نے مختلف اسلوب بیان کے تحت زہر تیشہات و استعارات کی فضا کو بہت زیادہ وسیع کر دیا، بلکہ زبان کو بحیثیت زبان ہونے کے بھی بہت ترقی دی جس کو 'رعایت لفظی' کے روشن پہلو سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

لکھنؤ دہلی کی شاعری میں یہ فرق کیوں پیدا ہوا؟ اس کا کھلا ہوا سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ دہلی کی شاعری کا کمال سلطنت مغلیہ کے زوال کے ساتھ ساتھ ہوا اور لکھنؤ کی شاعری نے آنکھ کھولی تو اودہ کی حکومت شباب پر تھی

یکسر بہار و شگفتگی تھے۔ آپ خواہ کتنے ہی معنوم و طول کیوں نہ ہوں، لیکن یہ ممکن نہیں کہ ریاض آپ کو مل جائیں اور تھوڑی دیر کے لئے آپ کسی اور عالم میں نہ پہنچ جائیں، ان کی دلکش و دلنشیں گفتگو ان کا اندازِ بیاں ان کی لطیف بذلہ سبیاں اور پھر سب سے بڑھکر ان کا خلوص۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ انسان کسی ایسی فضا میں پہنچ گیا ہے جہاں فردوس کی ہوا ہے۔ کوثر و سبیل کی رودانی ہے اور طوبہ کے طہور کا ترنم، بچوں کے لئے ان کا وجود گہوارہ استراحت جو انوں کے لئے ان کی مستی و استانِ حسن و عشق اور ضعیفوں کے لئے ان کی ذات ایک برادرانہ آغوش تھی۔ یہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص ریاض سے ملے اور اپنے ذوق کو ان کے پاس سے ”نا آسودہ“ واپس لائے۔

ریاض نے اس زمانہ میں ہوش سنبھالا جب لکھنؤی شاعری شباب پر تھی اور داغ نے بھی دلی کے رنگِ سخن کو چمکا رکھا تھا، ہر صحبت، صحبتِ شعروں کی تھی اور ہر بزمِ دارۂ شمع و لگن۔ رام پور میں غلہ آشیاں، ذاب کلب علی خاں کے دربار میں ملک کے تمام اکابر شعراء کا ہجوم تھا، ہر محفل لطائف ادبیہ اور نکاتِ شعریہ کا مرکز بنی ہوئی تھی اور ریاض بھی ان گلدستوں میں ایک گلِ نویدِ مدہ کی حیثیت سے کہیں نہ کہیں ضرور پائے جاتے تھے، اس لئے ریاض کے شاعر ہونے سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، لیکن اختلاف اس امر پر ہو سکتا ہے کہ ان کو کس رنگ کا شاعر قرار دیا جائے۔ اگر رنگ کی اس بڑی تفریق پر نظر ڈالی جائے جس کا تعلق دہلی و لکھنؤ سے ہے، تو یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ ریاض لکھنؤی شاعر تھے اور ان کے کلام میں قدرتا وہی رنگ ہونا چاہئے جو اساتذہ لکھنؤ کا تھا، لیکن

سبب ہے کہ لکھنؤ کے شعراء میں ایسے بہت کم نفوس آپ کو ملیں گے جنہوں نے محفل نشاط کے بھی تمام مناظر کو اپنی حدود شاعری کے اندر لے لیا ہو چہ جائیکہ زہم غزا اور اسی لئے جب ہم ایک لکھنؤی شاعر کے کلام کو دیکھتے ہیں تو خصوصیت کے ساتھ ہم کو یہ محسوس کرنا پڑتا ہے کہ اس کا فطری ذوق یہ ہے اور فلاں فلاں جذبات اس کے ذوق سے خارج ہیں۔ جن کو اس نے صرف اکتساباً اپنے ذہن کی مدد سے حاصل کرنے میں ایک ناقص کامیابی حاصل کی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب ہم کسی شاعر کے متعلق تنقید کریں تو پہلے یہ فیصلہ کریں کہ اس کا صحیح رنگ کیا ہے اور فطرت کی طرف سے وہ کن جذبات کی پرورش کے لئے آیا ہے۔ انتقاد کی ایک عام غلطی جس میں تقریباً ہر شخص مبتلا نظر آتا ہے یہ ہے کہ نقاد سب سے پہلے یہ دیکھتا ہے کہ لکھنے والے نے اس کے ذوق کی رعایت کس حد تک کی ہے اور اس کے نقطہ خیال سے کون کون سا حصہ ایک تصنیف کا مکمل کہا جاسکتا ہے اور اس کے بعد وہ ایک قطعی حکم لگا دیتا ہے کہ فلاں جزو ایک کتاب کا اچھا اور فلاں خراب ہے۔ میرے نزدیک یہ اصولی غلطی ہے۔ اگر ایک شخص کا دماغ زندگی کے مختلف شعبوں کا رگاہ حیات کے کثیر الانواع مناظر جذبات انسانی کے مختلف کوائف تکمیل فن کی متعدد اشکال اور فطرت کے بوقلموں مظاہر سے علیحدہ علیحدہ لطف اندوز ہونے کی اہلیت نہیں رکھتا تو اس کو انتقاد کی ذمہ داریاں اپنے سر نہ لینا چاہئے کیونکہ اس کے لئے ایسے دماغ کی ضرورت ہے جو ہمہ گیر ہو اور ہر چیز کی جداگانہ حیثیت و امتیاز کو سمجھ کر اس کے نقائص و محاسن کا درک کر سکے لیکن چونکہ یہ صفت شاذ و نادر

پھر چونکہ انسان کا خیال جذبات کا آئینہ ہے اور جذبات پیدا ہوتے ہیں ماحول سے اس لئے دہلی کی شاعری میں سوز و گداز، حسرت و یاس کا پیدا ہونا ضروری تھا اور لکھنؤ کی شاعری میں بیان نشاط و وقت کا اقتضار۔

دہلی کا شاعر ایک ایسا عاشق تھا جس نے سوائے مہجوری کے کچھ نہ دیکھا تھا جس کو لذت کا میابی بہت کم حاصل ہوئی تھی جو غریب تھا، بیکس تھا، مجبور و ناچار تھا، اس لئے وہ سوائے اس کے کہ رات دن روتا، ہائے کرتا اور کربھی کیا سکتا تھا، برخلاف لکھنؤ کی شاعر کے کہ وہ ایک عاشق تھا واصل نصیب، نا آشنا، مہجوری اس لئے وہ شراب پیتا تھا، جوانی کے لطف اٹھاتا تھا اور چھیڑ چھاڑ اس کا رات دن کا مشغلہ تھا۔

پھر چونکہ غم کی صرف ایک زبان ہے اس لئے دہلی کی شاعری نے عمیق جذبات اور روحانیت کے لحاظ سے خواہ کتنی ہی ترقی کی ہو، لیکن رگنی دہی ایک تھی اور لکھنؤ کی شاعری نے انسانی زندگی کی کیسی ہی عام سطح کیوں نمایاں کی ہو، لیکن چونکہ نشاط کی زبانیں کثیر ہیں اس لئے اس میں تنوع، رنگینی، لطف زبان، صن بیان کا پیدا ہونا ضروری تھا۔

یہ صحیح ہے کہ ہر شخص فطرت کی طرف سے ایک خاص ذوق لیکر آتا ہے۔ اور اسی ذوق کے تحت وہ ترقی کر سکتا ہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ سوائے اس مخصوص میلان کے وہ اپنے دیگر داعیات نفس سے کام نہیں لے سکتا، بعض اوقات ایسی ہمہ گیر ہستیاں بھی رونما ہو جاتی ہیں جن کے لئے ہر چیز مخصوص ہوتی ہے اور وہ ہر چیز پر حکمراں نظر آتی ہیں لیکن بہت کم۔ اور یہی

رعایت لفظی کے پابند ہیں، بعض کو معاملات حسن و عشق کی رنگینی پسند ہے اور بعض کو سوز و گداز۔ پھر جس طرح ہم ہر مصور کی تصویر کا صرف اس کی فطری ذوق کی بنا پر مطالعہ کر کے اس کے نقائص و محاسن کو دیکھتے ہیں، اسی طرح ایک شاعر کے کلام پر اس کے مخصوص ذوق کے لحاظ سے نقد کرنا چاہئے، ورنہ وہ صرف اپنے معیار کی رعایت ہوگی جو یقیناً فن نقد کے لحاظ سے سخت نارو و اجسارت ہے۔ یہ میں نے اس لئے لکھا کہ اس وقت تک ریاض کے کلام پر جو کچھ لکھا گیا ہے یا آئندہ لکھا جائے اس کو اسی اصول سے دیکھنا چاہئے جو میں نے ابھی عرض کیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ریاض کا حقیقی رنگ کیا ہے، اس میں کلام نہیں کہ ریاض کی شاعری یکسر رندانہ ہے اور اس مخصوص رنگ کے لئے جس قدر شوخی کی ضرورت ہے وہ ان میں بدرجہ کمال پائی جاتی ہے۔ پھر چونکہ رندانہ کلام کا لطف خمریات ہی میں زیادہ نمایاں ہوتا ہے اس لئے ریاض اپنے خمریات کے لحاظ سے زیادہ مشہور ہوئے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ شوخی کا جس حد تک تعلق ہے وہ خمریات و غیر خمریات ہر جگہ کامیاب نظر آتے ہیں اور حسن و عشق کی کامیاب زندگی اور مادیات محبت کی نشاط آفرینیوں میں مشکل سے کوئی دوسرا ان کا ہم سر پیش کیا جاسکتا ہے۔

ریاض کے کلام میں کہیں کہیں ایسے شعر بھی نظر آتے ہیں۔
تیس خدا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا نکل گئے ہیں بہت دور حقیقت ہم

کبھی حرف محبت تاہم بایا تھا چپکے سے اسی نے رفتہ رفتہ طول کھینچا داستاں ہو کر

کسی میں پائی جاتی ہے اس لئے حقیقی معنی میں نقاد کا وجود بھی بہت کم نظر آتا ہے اور عام طور پر انتقادی مقالے تنقیدی برج سے زیادہ کوئی اور حیثیت اختیار نہیں کر سکتے۔

فرض کیجئے کہ ایک نقاد فطرت کی طرف سے یہ ذوق لیکر آیا ہے کہ جذبات سوز و گداز کو پسند کرتا ہے اور یہ پسندیدگی اس قدر غلو کی حد تک پہنچ گئی ہے کہ کوئی اور جذبہ اس کو پسند نہیں آتا تو اس کو یقیناً نقد کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ نقد وہی شخص کر سکتا ہے جو اگر ایک طرف میر کے اس شعر پر سر دھن سکتا ہے۔

سب ہوئے نادم پئے تدبیر ہو جانا سمیت

تیر تو نکلام رہے سینہ سے لیکن جان سمیت

تو دوسری طرف داغ کا یہ شعر بھی اسے بھین بنا دیتا ہو۔

یہ سیر ہے کہ دوپٹہ اڑا رہی ہے ہوا

پھپھپاتے ہیں جو وہ سینہ کمر نہیں چھپتی

الغرض نقاد کے لئے ضروری ہے کہ اس کی طبیعت اپنی اپنی جگہ ہر رنگ کا لطف اٹھا سکتی ہو اور وہ ہر کتاب کا مطالعہ صرف اس کے موضوع اور مصنف کے میلان طبع کے لحاظ سے کر سکتا ہو۔ شاعری حقیقتاً ایک نوع کی مصوری ہے پھر جس طرح مصوروں میں بعض صرف مناظر کی تصویر اچھی کھینچ سکتے ہیں بعض صرف جاندار اشیاء کو صفحہ کا غدر پر زیادہ خوبی کے ساتھ نمایاں کر سکتے ہیں بعض کا قلم صرف جذبات ہی کے اظہار میں اچھا کام کرتا ہے۔ اسی طرح شعرا کا حال ہے کہ بعض صرف تشبیہات و استعارات کے دلدادہ ہیں بعض فقط

روشن کئے چراغِ لکھ لال زار نے اس مرتبہ تو آگ لگا دی بہار نے

جو ساتھ دے تو یہ دینا سوا ہوتے ہے مزے کی چیز الہی شبابِ تاب ہے
خواب ہی سہی رہ جائیں دنِ جوانی کے سنا تو ہے یہ زمانہ خواب ہوتا ہے

اٹھا ہوں خوفزدہ میں لحد کو قبل از موت کہ سب سے پہلے مری مشتری میں پکار ہوں

نزع میں یا رستہ پر بیانِ وفا کرتے ہیں اس وفا باز سے ہم آج وفا کرتے ہیں

یہ وہ رنگ ہے جس پر کسی کو اعتراض ہو ہی نہیں سکتا اور جو لکھنؤ دہلی
دونوں جگہ کے شعراء کے درمیان مشترک ہے۔

(۲) وہ جس میں شوخی کے خط و خال زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں اور کہیں کہیں
محاکات بھی ہے مثلاً:-

آتے آتے تری لب تک وہ تبسم بن جائے اس اواسے کبھی ہم سے بھی ہو پہاں کوئی

چپ سے ہیں کچھ مری آغوش میں ہر شکر کے بڑے یہی ہیں جنہیں چمانِ وفا یاد نہیں

چھلکائیں لاؤ بھر کے گلابی شراب کی تصویر کھینچیں آج تھا ہے شباب کی

نہ رو کے طور تو ہم جائیں عرشِ ہوا پہنچے ہماری راہ سے پتھر ذرا ہٹا دینا

ہوا ہے جو اس دل میں ہنگام کرنا وہی بزمِ آراے محشر نہ نکلے

ہم اڑ کر بھی نہ پہنچیں ہم کی اتنی دور ہو جانا مبارک شاخِ گل کو شاخِ نخلِ طور ہو جانا

کلیم آئے تو کھل کے جلوہ دکھایا ہم آئے تو پرے سے باہر نہ نکلتے

لیکن یہ اُن کا مخصوص رنگ نہیں ہے بلکہ کبھی کبھی کیفیات کے تغیر سے ایسے شعری کہہ گئے ہیں اُن کا صحیح رنگ جس میں وہ اپنی جگہ بالکل تنہا نظر آتے ہیں 'شونخی بیان' ہے جس کو علاوہ غمخیزات کے میں نے تین درجوں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) وہ جس میں زیادہ تر اسلوب بیان سے شونخی پیدا کی گئی ہے اور ایک حد تک جذبات بھی وابستہ ہیں 'لیکن وہی جذبات جو عریاں معاملاتِ حسنِ عشق سے متعلق نہیں ہیں' مثلاً

دلی زبان سے میرا بھی ذکر کر دینا کلیم طور پر اُن سے جو گفتگو آئے
اُترنے والے بھی تک نہ بام کی اُترے ترپنے والے ترپ کر خاک کو چھو آئے

تم اپنے بام سے فریاد کی اجازت دو یہاں سے تو نہیں سنتا ہی آسمان کی
تہاڑی کو چھ میں کچھ طور والے بیٹھیں ذرا تم آ کے لبِ بام مسکرا دینا

یا پھر ان سب سے زیادہ قیامت یہ شعر:-

اس طرح کہ گھنگرہ کوئی چھاگل کا نہ بولے جب جھم سے چلیں گود میں چپکڑا کھٹا

یہ وہ قسم ہے جس پر ہر سنجیدگی پسند شخص کو اعتراض ہو سکتا ہے لیکن صرف اس قدر کہ ناداجب شوخی ہے، بمثل کہنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے۔ حالانکہ اگر اپنے اوپر پہلے وہ حال طاری کر لیا جائے جس کے ماتحت ریاض نے یہ شعر کہے ہیں تو یہ اشعار نہ صرف بہت زیادہ پر لطف معلوم ہوں گے بلکہ اُن کی اس مقناطیسیت کی بھی داد دینا پڑے گی جو تھوڑی دیر کے لئے ضعیف سے ضعیف انسان کو بھی ایک بار جوان بنادیتی ہے اور تمام جدید ترین کیمیائی ذرائع سے بھی زیادہ قوی و زود اثر ہے۔

جس طرح ریاض کے عام کلام کی شوخی تین درجوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے اسی طرح اُن کے خمریات کی بھی تین تقسیمیں ہو سکتی ہیں:-
ایک وہ جس میں انھوں نے بادہ کشی کے مضمون کو نہایت جوش و سرستی کے ساتھ لیکن بلند خیالات کے ماتحت پیش کیا ہے مثلاً:-
یہ محشر ہے یہاں اب ہوش میں دیوانہ آتا ہے خداوند اُمّے لب پر مرا افسانہ آتا ہے

بنائی کعبہ بڑتی ہر جہاں ہم خشتِ خمر کھدیا جہاں ساغرِ شگدیں چشمہ زمر نہ نکلتا ہے

شرطِ طور ہے جو مچ ہے پیمانے میں بکلیاں کوندتی ہیں آج تو میخانے میں

چھیر کسی بات کہتو روٹھ جاتے ہیں ریاض اک حسین ہر وقت ہوان کے منانے کے لئے

اُن کے آنچل میں دابنکر قیامت چھپ چکی وہ مری جانی ہوئی وہ میری پہچانی ہوئی

ریاض کا یہ رنگ بھی کسی کے نزدیک قابل اعتراض گرفت نہیں ہو سکتا بلکہ بعض مہمن
شعرو اس قیامت کے نظر آتے ہیں کہ اگر وہ رنگ اختیار نہ کرتے تو اردو شاعری پر
ظلم کرنے والے کہلاتے۔

شباب کو شراب کہنا اور صاحبِ شباب کو میناے شراب سے تعبیر کرنا
کوئی نئی بات نہیں لیکن ریاض نے جس انداز سے شباب کی تصویر کھینچی ہے کہ
چھلکائیں لاؤ بھر کے گلابی شراب کی

اسلوب ادا اور محاکات کی ایسی دلکش مثال ہے کہ ریاض کی قادر الکلامی کا
ایمان لاتا ہی پڑتا ہے۔

(۳) وہ جس میں شوخی بالکل برافگندہ نقاب یکسر عریاں اور سراپا بے باکی
بنکر رہنا ہوتی ہے مثلاً۔

کوئی سنہ چوم لے گا اس نہیں پر شکن رہ جائیگی یونہیں جنہیں پر

یہ آدھی رات کو اُن کا پیام آیا ہے ہم آج آہیں سکتے اب انتظار نہ ہو

آڑی ہیکل کو چوم لے گی وہ چیز جو کچھ اٹھی اٹھی ہے

شراب پیتے ہی مسجد میں ہم کو گرنا تھا یہ شغل بیٹھ کے اچھا تھا قبلہ رو کرتے

جام مے تو بہ شکن تو بہری جام شکن سامنے ڈھیر ہیں ٹوٹے ہوئے پھانوں کے

تیسری قسم کی مثالیں جس میں وہ بہت زیادہ کھل کھیلے ہیں بہت کم
نظر آتی ہیں مثلاً۔

نیچی داڑھی نے آبرو رکھ لی قرض پی آئے اک دکان سو آج

غیم مسجد میں مئے ناب بھری جاڑوں میں ٹھنڈی پانی سے وضو کر کے ٹھٹھریاں

کلام ریاض کی ایک اور خصوصیت جس میں سوائے امیر اور جلال کے
ان کے دور کا کوئی شاعر ان کا ہمسر نہیں اس کا بے عیب ہونا ہے۔ آپ
ریاض کا پورا کلیات چھان ڈالئے، لیکن آپ کو زبان یافن کی غلطی
کوئی نہ ملے گی۔ اس لئے کلام ریاض علاوہ اور خوبیوں کے ایک
مسلمانہ حیثیت بھی رکھتا ہے اور یہ وہ خصوصیت ہے کہ ناسخ ایسا غیر فطری
شاعر بھی اسی کے بدولت آج اساتذہ فن میں شمار کیا جاتا ہے۔

افسوس ہے کہ تنگی وقت کی وجہ سے نہ میں کلیات کا استقصا کر سکا
اور نہ ان کے دیگر اصناف سخن پر روشنی ڈال سکا، لیکن جانتا
ہوں کہ

ایک ہی چلو کے ہیں کوثر و تسنیم ریاض خاک اڑتی جوں لب خشک مرا تر ہوتا

ارو اعظا کہاں کا لامکاں عرش میں کیسا چڑھی ہوتی جو کچھ تو ہم خدا جانے کہاں ہوتے
یہ رنگ ریاض کی خمریات کا توبے مثل ہے۔ اور اس کی داد دینے میں شاید
شیخ وزاہد کو بھی تامل نہیں ہو سکتا۔ لیکن خمریات کی وہ دوسری تقسیم بھی جس کا
تعلق حقیقتاً صحنِ میخانہ ہی سے نظر آتا ہے۔ کم پر لطف نہیں۔ مثلاً:-
فرشتے عرصہ کا ہوش میں ہم کو سنبھالیں ہمیں بھی آج لطف لغزش مستانِ آلبہ

مر گئے پھر بھی تعلق ہے جو میخانے سے میرے حصے کی چھلک جاتی جو پانی سے

توبہ سے ہماری بوتل اچھی جب ٹوٹی ہے جام ہو گئی ہے

اتنی تو ہو بیان میں واعظ شگفتگی ہم بزدن کے قفلِ قل میں کہیں جے

نا اہل ضرور ہیں وہ میکش جن پر یہ حرام ہو گئی ہے

بعد اک عمر کے میخانہ میں آئی ہیں ریاض آپ بیٹھے ہیں بچائی ہوئے دامن کیسا

مصلحتی ہو ساتھ مختصر کے سبزہ کے فرش پر جیتے ہیں وہ بھی آکے لب جو کبھی کبھی

پیش عنوان

آفتاب آمد و لیل آفتاب
میں نہ بھی کہوں تو کیا ریاض کی غیاں ایسی نہیں جو چھپ
سکیں۔

من گویم و بعد از من گویند بدستانہا

۱۰ جون ۱۹۳۸ء



خبر

جداؤل آتش تر

غزل تعداد اشعار صفحہ

| | | |
|---|----|---|
| ۱ | ۲۳ | یہ ذوقِ ادبِ مستِ مے ہوشِ ربا کا |
| ۲ | ۱۲ | کل قیامت ہے قیامت کے سوا کیا ہوگا |
| ۲ | ۹ | تو جدھر جائے گافتہ کوئی برپا ہوگا |
| ۲ | ۱۱ | رہے زاہد کے سر پر تیر خورشیدِ قیامت کا |
| ۲ | ۱۰ | مکان دیکھے کیس دیکھے لا مکان دیکھا |
| ۵ | ۱۱ | اُجاڑتے ہوئے سوارِ آشتیاں دیکھا |
| ۵ | ۸ | ہنگامِ نزعِ گریہ یہاں کیسی کا تھا |
| ۶ | ۱۳ | اُن پر بھی یہ اثر مری دیوانگی کا تھا |
| ۶ | ۱۷ | یہ کہہ کے اس میں زہر بھی ہے کچھ ملا ہوا |
| ۷ | ۱۲ | موت آئے جگہ کیوں اسے چھیرا یہ کیا ہوا |
| ۸ | ۸ | رہ گیا پردہ ترے چاکِ گریبانوں کا |

- ۲۳ ذارے افشاں نہ کہکشاں ہر نور ہستی ہوئی جس کا... ۹
- ۲۴ چمکے گا اب نہ دوا غول و اعدا رک... ۱۱
- ۲۵ ارمان ہے کہ پھول کھلے ان کے ہار کا... ۱۳
- ۲۶ گلچیں یہ اہتمام کسی ایک ہار کا... ۱۳
- ۲۶ چھٹا نظر میں پھول کا توے میں خار کا... ۹
- ۲۷ سے نوش جس کو کہتے ہیں موسم بہار کا... ۲۱
- ۲۸ کیا نام ہوں میں شیخ تہجد گزار کا... ۱۷
- ۲۹ شب کو غارہ جو ملا حسن بلا کا نکلا... ۹
- ۳۰ لطف دیتا ہے یہ ہر بار ترا کیا کہنا... ۹
- ۳۰ اسے اشکِ غم ان آنکھوں سے تو سرخ رو ہوا... ۸
- ۳۱ اُن سے اُبھار اُن سے زمانہ اُٹھان کا... ۱۴
- ۳۱ اول رسوا اُسے رسوا کیا... ۱۳
- ۳۲ یہی ہے اُن کی نزاکت تو حال کیا ہوگا... ۱۱
- ۳۳ کیوں مجھے یہ چراغ محفل کا... ۹
- ۳۳ روگ تھا آزار تھا اچھا ہوا جانا رہا... ۱۳
- ۳۴ اگر ان کے لب پر گلا ہے کسی کا... ۹
- ۳۵ چہرہ کے سینے میں مرے قاتل کا پیکر رہ گیا... ۲۶
- ۳۶ بتا دو تم ہمیں بیداد کرنا... ۱۱
- ۳۷ نہ منہ دیکھ او چشم سوزن کسی کا... ۱۱

- ۸ ۸ مختب آیا تو میں غم پر گرا
- ۹ ۱۱ کوہ غم بھی بار بار مجھ پر گرا
- ۱۰ ۱۶ مے شب کو چرائیں کوئی بیدار نہ ہوگا
- ۱۰ ۱۳ وا عطا جو نہ ہوگا تو مجھے عار نہ ہوگا
- ۱۱ ۷ ایک خط ہلکا سا گردن پر پڑا
- ۱۲ ۱۳ سایہ پر خم زلف کا مجھ پر پڑا
- ۱۲ ۱۵ لب بیگوں کا تقاضا ہے کہ جینا ہوگا
- ۱۳ ۱۳ گزرے معشوق میں میری نظر سے کیا کیا
- ۱۴ ۱۵ ہاتھ کبخت شب وصل بھی تر سے کیا کیا
- ۱۵ ۲۵ آپ آئے تو خیالِ دلِ ناشاد آیا
- ۱۶ ۱۶ وہ کون ہے دنیا میں جسے غم نہیں ہوتا
- ۱۷ ۱۳ اندازِ تبسم نہ ہو غماز کسی کا
- ۱۸ ۷ مٹھی میں دل نہ تھا شکن آستیں میں تھا
- ۱۸ ۱۴ شرم گنہ سے حشر میں جایا نہ جائے گا
- ۱۹ ۱۹ جب تک حجاب رخ سے اٹھایا نہ جائیگا
- ۲۰ ۲۴ کچھ آئینے نے اور ہی عالم دکھا دیا
- ۲۱ ۱۵ کوئے دشمن سے اُسے چھپ کے نکلتے دیکھا
- ۲۲ ۱۴ وہ پوچھتے ہیں شوق تجھے ہے وصال کا
- ۲۳ ۱۱ یہ کافر بت جنہیں دعویٰ ہے دنیا میں خدائی کا

- ۵۲ بہار میں مجھے صیاد اسیرِ دام کیا ۱۱
- ۵۲ جنوں میں تیشہ لئے سوے کو ہمار گیا ۱۳
- ۵۳ ملا بھی یہ تو اسے پھر خدا نہیں ملتا ۱۱
- ۵۴ نیا کھلا ہے شکوہ کوئی بہار میں کیا ۱۳
- ۵۵ پاؤں کا آگے بڑھنا مجھ کو دو بھر ہو گیا ۱۰
- ۵۵ پھول ہے لالہ صحرائی کا ۱۵
- ۵۶ کام کیا دل میں شکیبائی کا ۱۳
- ۵۷ وہ گئے ناز سے ٹھکراتے ہوئے سرسیرا ۱۲
- ۵۸ اب کیا ملے گا آنسوؤں میں دل نکل گیا ۷
- ۵۸ پہلو سے کوئی یوں سرِ محفل نکل گیا ۹
- ۵۹ بن کے وہ نقشِ قدم خاکِ قدم سے اٹھا ۸
- ۵۹ تو بھی متاثر بھی تھی بزم میں گلگیر بھی تھا ۱۷
- ۶۰ شیخِ مست مئے کہن بھی ہوا ۹
- ۶۱ اسے جنوں پھول نہیں لالہ صحرائی کا ۱۰
- ۶۱ رنگ دیکھے تو کوئی لالہ صحرائی کا ۱۱
- ۶۲ کشمکش میں نہ شکن آئی نہ داماں نکلا ۱۳
- ۶۳ میرے گھر مثل تبرک کے یہ ساماں نکلا ۱۳
- ۶۳ کچھ بگولوں سے بھرا خانہ ویراں نکلا ۱۴
- ۶۴ کیا بتے کو جواں کچھ آبِ بقا لیا ۱۴

- ۳۷ مشکل اس کوچہ سے اٹھنا ہو گیا ۱۳
- ۳۸ او بہت کا فرسجہ کیا ہو گیا ۹
- ۳۸ نازک ہیں نزاکت کا بیاں ہو نہیں سکتا ۱۶
- ۳۹ الفت میں عیاں سوزِ بتاں ہو نہیں سکتا ۱۵
- ۴۰ تو اے فلک پیرِ حواں ہو نہیں سکتا ۱۴
- ۴۱ مے چرانے میں ہیں ہے یہِ طوئی کیا ۱۶
- ۴۲ نہ آیا ہیں عشق کرنا نہ آیا ۹
- ۴۲ تہہ راندِ عا پورا ستم سے ہو نہیں سکتا ۱۰
- ۴۳ دوریِ راہ سے کچھ بیٹھ گیا دل میرا ۱۶
- ۴۴ رسائی بامِ تگ اُن کے ہو ایسا ہو نہیں سکتا ۱۱
- ۴۵ رہ گزر کس کی تھی سجدے میں مرا سر رہ گیا ۱۲
- ۴۵ ہم اڑ کر بھی نہ پہنچیں ہم سے اتنی دور ہو جانا ۱۵
- ۴۶ رنگ پر کل تھا ابھی لالہ گلشن کیسا ۱۵
- ۴۷ یسُن کر لیں بلائیں جو سو بار کیا ہوا ۲۰
- ۴۸ ہمیں پیٹنے پلانے کا مزا اب تک نہیں آیا ۱۸
- ۴۹ آپ کے پہلو میں دشمن سو چکا ۹
- ۵۰ وہ حشر میں بھی سر نہ گریباں نہیں ہوتا ۱۵
- ۵۱ نذر اس بت کے ہو ایمان یہ کچھ دور نہ تھا ۱۱
- ۵۱ نہ کاٹا تھا نہ کوئی پھانس نہ شتر تھا نہ پیکاں تھا ۱۱

- ۷۷ جس پر گمانِ حشر میں ہے آفتاب کا ۱۸
- ۷۸ یہ کہاں لگی یہ کہاں لگی جو قفس سے شورِ فغاں اٹھا ۷
- ۷۸ در کھلا صبح کو پو پھٹے ہی میخانے کا ۱۷
- ۷۹ شرارِ برق گوتے بنے لیکن نشان ہوگا ۱۵
- ۸۰ نہ سجدے پے پے ہو گئے نہ سجدوں کا نشان ہوگا ۱۶
- ۸۱ پہلے تیر نگہِ ناز کا پیکان سمجھا ۹
- ۸۱ دنیا سے الگ ہم نے میخانے کا در دیکھا ۱۳
- ۸۲ مکاں ملتے ہیں کیا لامکاں نہیں ملتا ۱۴
- ۸۳ گئے ہوئے مرے دل کا نشان نہیں ملتا ۱۶
- ۸۴ میخانے میں مزار ہمارا اگر بنا ۱۳
- ۸۵ نیکو نظارہ الگ سب سے میسر ہوتا ۲۱
- ۸۶ وہ کو سن مجھے ان کا مراد عا دینا ۲۱
- ۸۷ اتری ہے آساں سے جو کل اٹھا تو لا ۱۰
- ۸۸ سے نورِ خدا ہوتی دلِ عرشِ خدا ہوتا ۱۵
- ۸۸ میں سمجھا جب جھلکتا جامِ شراب آیا ۱۹
- ۸۹ مدینہ میں گدائی کر کے میں خود وار ہو جاتا ۱۶
- ۹۰ نہ جلوہ طور سوز تیرا نہ جلوہ برق تاب تیرا ۱۱
- ۹۱ بندھا ہر کافر و دیندار کو اک تار میں دیکھا ۹
- ۹۱ نمایاں ہر ہجومِ فتنہ رُفتار میں دیکھا ۶

- ۶۵ ۱۳ یہ بھی اک چاند لئے تیرے مقابل ہوتا
- ۶۵ ۱۵ جاتے ہی میکدہ مجھے اجمیر ہو گیا
- ۶۶ ۱۱ مانگے دیا تھا آپ کو بیچا تو کچھ نہ تھا
- ۶۷ ۱۰ خانقہ میں جو کبھی طاق سے مینا اترتا
- ۶۸ ۱۰ مری جاں میں تیرے قرباں جانا
- ۶۸ ۹ انکار میں پہلو جو رہے ہاں سے بھی اچھا
- ۶۹ ۱۲ مرے ہاتھ سے پہننا اُنھیں اور بار ہوتا
- ۶۹ ۱۳ جو زمین کو دہاتا وہ مرا مزار ہوتا
- ۷۰ ۱۱ مرے سینے میں جو میرا دل داغدار ہوتا
- ۷۱ ۱۵ کھلتا نہیں ہے کچھ مرے دشمن نے کیا کہا
- ۷۲ ۱۱ شاید مرے رقیب سے تھا آسماں ملا
- ۷۲ ۱۱ بڑھ کے کیوں پست حوصلہ آیا
- ۷۳ ۸ وہ ہوا جنت کی وہ ابر کرم چھایا ہوا
- ۷۳ ۱۲ اس عشق جنوں خیز میں کیا کیا نہیں ہوتا
- ۷۴ ۹ محشر کے لئے قول و قسم کیا نہیں ہوتا
- ۷۴ ۱۱ مر کر ارے واعظ کوئی زندہ نہیں ہوتا
- ۷۵ ۱۱ اس نزاکت سے مر نو کا نمایاں ہونا
- ۷۶ ۸ ساتھ ہی تیرنگن اسے صفِ مژگاں ہونا
- ۷۶ ۱۱ کبھی ممکن نہیں مینا نہ کا ویراں ہونا

- ۱۰۶ جام چھلکانے لگے بھر کرے کوثر سے آپ ۱۴
- ۱۰۷ راہ سیدھی غیر کے گھر کی چلے چکر سے آپ ۷
- ۱۰۸ نشتر چھونے آئے ہیں دل میں کہاں سے آپ ... ۵
- ۱۰۹ مخفی ظرفِ وضو میں کوئی شے چُپی گئے کیا آپ ... ۱۲
- ۱۰۹ شاید کوئی حد وہ مراغوش بیاں بہت ۱۰
- ۱۰۹ خواب میں بھی نظر آجائے جو گھر کی صورت ۱۴
- ۱۱۰ صبح ہے رات کہاں اب وہ کہاں رات کی بات .. ۱۱
- ۱۱۱ کیا وصل کی شب ہائے بگڑتی ہے بنی بات ۱۷
- ۱۱۲ وہ بولے وصل کی ہاں ہے تو پیاری پیاری رات .. ۱۳
- ۱۱۳ رہ گئے تھے ہم جا کے یونہی رات کی رات ... ۹
- ۱۱۳ ہم بھی پیسے نہیں بھی پائیں تمام رات ۹
- ۱۱۳ نظر آتی ہے دور کی صورت ۱۸
- ۱۱۵ ہو کے بے تاب بدل لیتے تھے اکثر کروٹ ۹
- ۱۱۵ پھول کے مول خزاں میں اسے ساتی پچھٹ .. ۱۴
- ۱۱۶ آنکھیں کھل جائیں جو ظاہر ہو مقامِ وارث ۱۳

- ۹۲ ۱۵ انگشت نما آپ سے قاتل نہیں ہوتا
- ۹۳ ۱۵ آنکھ میں شوح حیموں کے سمانا دل کا
- ۹۴ ۱۱ قفس سے اڑوں تو نہ آواز دینا
- ۹۴ ۱۰ ایسا ہو تو وہ اس بہت خود میں سے بھی اچھا
- ۹۵ ۹ مٹ چکا اب نشان مدفن کا
- ۹۵ ۱۶ حشر میں ایک بھی تو داغ بہ داماں نہ رہا
- ۹۶ ۱۵ منہ زیرِ تاک کھولا دوا عظم بہت ہی چوکا
- ۹۷ ۹ آئینہ دیکھتے ہی وہ دیوانہ ہو گیا
- ۹۸ ۱۳ آگیا تقدیر سے میری مینا آگیا

- ۹۹ ۱۹ تکلیف سے بچ جائیگی نازک سی کمراب
- ۱۰۰ ۱۰ فریاد میں کم ہے اثر دردِ نہاں اب
- ۱۰۰ ۱۱ قلقل مینا اسے کیوں دے برابر کا جواب
- ۱۰۱ ۱۱ کہاں سے لائے کوئی روز اب کبابِ شراب
- ۱۰۲ ۱۱ ہے صحنِ چمن دامنِ کہار بہت خوب
- ۱۰۳ ۱۱ اپنے دیوانوں سے سُن لو تم فغانِ عندلیب
- ۱۰۳ ۲۲ رات دن ہے ایک حالت پر فغانِ عندلیب
- ۱۰۴ ۵ رکھتے نہیں میں درد بھی دل میں دوا طلب
- ۱۰۴ ۹ سُن کے یہ قبلے سے ابراٹھے تو ہے پینا ثواب

- ۱۳۲ لے گیا گھر سے انہیں غیر کے گھر کا تعویذ ۱۰
- ۱۳۳ ڈالے نظر تنہا ری بلا لالہ زار پر ۱۳
- ۱۳۳ گنبدِ مدفن ہے یا ہے آسماں بالا سر ۱۵
- ۱۳۴ فریادِ جنوں اور ہے بسمل کی فغاں اور ۱۵
- ۱۳۵ پروے پروے میں یہ کرسی ہیں راہیں کیونکر ۱۲
- ۱۳۶ بام سے پوچھتے ہو تم کو بتائیں کیونکر ۱۳
- ۱۳۷ کوئی منہ چوم لے گا اس نہیں پر ۱۵
- ۱۳۷ رہے ہم آشاں میں بھی تو برقِ آشاں ہو کر ۱۵
- ۱۳۸ بالائے بام غیر ہے میں آستان پر ۱۰
- ۱۳۹ ترے پائے خانی آئے جب سبزے کے دامن پر ۱۹
- ۱۴۰ خدا کرے رہے جاری پیامِ یارِ نثار ۹
- ۱۴۰ ہوئی ہے میری جوانی فدا لے گور کھپور ۱۳
- ۱۴۱ صیاد کہاں جائیں گے گلشن سے نکلا کر ۱۰
- ۱۴۲ ہے عرش بریں اور مدینے کی زمیں اور ۱۲
- ۱۴۲ گردِ دامن بن گیا صحرا کا دامن دیکھ کر ۱۲
- ۱۴۳ نظر ہے حضرتِ دعا عطا کی خلد و کوثر پر ۲۳

- ۱۱۷ کیوں نہ لب پر مرے ہو یا وارث ۱۱
- ۱۱۹ بام پر آئے کتنی شان سے آج ۱۱
- ۱۱۹ کتنے ہیں مصیبت کے کوئی چار پہ آج ۱۳
- ۱۲۱ وحشی زار ہوں زنجیر نہ کھینچ ۱۰
- ۱۲۲ جفا میں نام نکالو نہ آسماں کی طرح ۲۱
- ۱۲۳ روزِ غم کچھ اور ہی ہے رنگِ آتش بارِ صبح ۱۹
- ۱۲۵ مجھے بڑھ کر ہے دل مرا گسٹخ ۱۰
- ۱۲۵ کی تو بہ تو مجھ پر ہوئی یہ کالی بلا سرخ ۱۴
- ۱۲۷ بھول جائیں گے خدائی کا مزا میرے بعد ۱۷
- ۱۲۸ کہہ اٹھے چپ ہو کیوں وصال کے بعد ۱۱
- ۱۲۸ مجھ کو نہ دل پسند نہ دل کی یہ خو پسند ۲۰
- ۱۲۹ ہنس کے پیما نہ دیا ظالم نے ترسانے کے بعد ۱۳
- ۱۳۱ ہو بھی کچھ تو ہے بہت بیجا گھنڈ ۹

- ۱۵۵ ۱۱ وہ لوستے کو بیٹھے میں تیری بہار شمع
- ۱۵۶ ۱۴ نیا دل ہے نئی الفت نیا داغ
- ۱۵۷ ۹ سرکارِ حسن سے یہ ہوئی ہے سزائے زلف
- ۱۵۷ ۱۲ روٹھے ہوئے کو اپنے ذرا اب منائے زلف
- ۱۵۹ ۱۲ حشر میں بات کیا تھی وہ جس نے کیا عرق عرق
- ۱۵۹ ۱۰ دل لگانے کے ہیں ہزار طریق
- ۱۶۱ ۲۱ تھکائے اور دورِ آسماں تک
- ۱۶۳ ۱۲ نہیں چھپتا ترے عتاب کا رنگ
- ۱۶۳ ۳۱ آتے ہی چھا گیا شراب کا رنگ
- ۱۶۵ ۱۷ کوئی پوچھے نہ ہم سے کیا ہوا دل
- ۱۶۶ ۱۸ قیامت شوخ آفت چلبلا دل
- ۱۶۷ ۹ چھڑتے ہیں گدگداتے ہیں پھر ارمان آج کل
- ۱۶۷ ۱۵ آفت ہماری جان کو ہے بیقرار دل

- ۱۴۵ اُن کے ہوتے کون دیکھے دیدہ و دل کا بگاڑ . . . ۸
- ۱۴۶ میرے بیاں پر آج ہے طرزِ بیاں کو ناز . . . ۹
- ۱۴۷ کوئی ان دونوں سے بچ جائے نشیمن یا قفس . . . ۱۰
- ۱۴۷ ہے بُری شے کاتبِ اعمالِ انساں کی ہوس . . . ۱۱
- ۱۴۸ تو بھی صیا و نہیں مرغِ گرفتار کے پاس . . . ۱۱
- ۱۴۹ جو پلائے وہ رہے یارب مے و ساغر سے خوش . . ۹
- ۱۴۹ نہیں مینا یہ اسے شرابِ فروش ۱۶
- ۱۵۱ میرے دل کو ہے غمِ یار کی حرص ۹
- ۱۵۲ راتِ فرقت کی بنے زلفِ رسا کو کیا غرض ۹
- ۱۵۳ وہ ہنس کے کہہ رہے ہیں مقامِ اثرِ غلط ۱۲
- ۱۵۴ کافرتوں کے نام ہوں کیونکر تمام حفظ ۶

- ۱۸۲ ۹ ریاض اک چلبلا سا دل ہو ہم ہوں
- ۱۸۳ ۹ منہ دکھا کر منہ چھپانا کچھ نہیں
- ۱۸۳ ۱۰ روز کا حیلہ بہانا کچھ نہیں
- ۱۸۴ ۱۱ وہ کون لوگ ہیں جوئے اُدھار لیتے ہیں
- ۱۸۵ ۱۲ خاک آنکھوں میں مری ڈال دیا کرتے ہیں
- ۱۸۵ ۱۳ کوئی لائے اس کو ذرا ہوش میں
- ۱۸۶ ۱۱ ان اچھی شکل والوں سے ہم کچھ خفا بھی ہیں
- ۱۸۷ ۹ ہم سے وفا کریں کہ وہ ہم پر جفا کریں
- ۱۸۷ ۱۲ عیش و عشرت سب بھی یہ دم نہیں تو کچھ نہیں
- ۱۸۸ ۱۲ کچھ ایسی کم تو ہار شش ابر کرم نہیں
- ۱۸۹ ۱۳ جو کرنا ہیں جفا میں وہ کئے جائیں
- ۱۸۹ ۱۴ یہ کیوں ہم مغت اپنی جان سے جائیں
- ۱۹۰ ۱۵ نہ رہنے پائے بلبل جی کی جی میں
- ۱۹۱ ۱۵ جو بے حجاب کہیں سینہ تانے جاتے ہیں
- ۱۹۲ ۱۶ اپنے خرام ناز پر اترائے جاتے ہیں
- ۱۹۳ ۱۸ رہ گئے تیر نظر ہو کے تراز و دل میں
- ۱۹۴ ۱۰ گنہ بھی کئے ہیں تو پنہاں کئے ہیں
- ۱۹۴ ۱۵ اثر اتنا ہے بلبل کی زباں میں
- ۱۹۵ ۱۰ کھٹکتے ہیں نگاہِ باغباں میں

- ۱۶۸ ۱۱ جوتھے ہاتھ ہندی لگانے کے قابل
 ۱۶۹ ۱۲ ہوئے ہیں وہ ہندی لگانے کے قابل
 ۱۶۹ ۱۵ شگفتہ پھول حسینوں کے ہار کے قابل
 ۱۷۰ ۱۷ پھول شبنم سے بنے مے کے پیائے بل

- ۱۷۲ ۱۰ اُن کے کوچہ میں اگر جاتے ہیں ہم
 ۱۷۲ ۱۱ کہتے بھی کچھ نہ پائے تھے اور ساتے ہم
 ۱۷۳ ۱۱ دیکھئے جاتے ہیں کب تک گور کے دامن میں ہم
 ۱۷۴ ۲۳ مل جائے تو شراب کے دریا بہائیں ہم
 ۱۷۵ ۱۲ پایا جو تجھے تو کھو گئے ہم

- ۱۷۶ ۹ حشر میں بے خلد و کوثر رکنے والے لوگ ہیں
 ۱۷۶ ۱۳ جو دیکھی بات نہ کی اپنے مرشد کے پیالے میں
 ۱۷۷ ۱۵ وہی دل پھول بن کر جو رہا ہے گلنداروں میں
 ۱۷۸ ۱۵ ہمارے دل غیوں چکے نہ تھے پچھلی بہاروں میں
 ۱۷۹ ۱۹ عبث اُمید محشر پہ ہمارے دن گزرتے ہیں
 ۱۸۰ ۱۸ نشہ ساسے شراب کا ہر چند پی نہیں
 ۱۸۱ ۱۷ یہ بلا میرے سر چڑھی ہی نہیں
 ۱۸۲ ۱۲ جو اُن سے کہو وہ یقین جانتے ہیں

- ۲۱۰ ۲۵ تہارے تیر نظر کو قرار بھی تو نہیں
- ۲۱۱ ۸ چھٹے دیتی ہوئی رندوں کو گھٹائیں آئیں
- ۲۱۲ ۱۱ شب وصل اپنے نگہباں ہوئے ہیں
- ۲۱۲ ۹ اے ہجر یار جان بچے یہ یقیں کہاں
- ۲۱۳ ۱۴ تربت پر آئے ہیں قدمِ مرجبیں کہاں
- ۲۱۴ ۸ ہم کسی کو جو پیار کرتے ہیں
- ۲۱۴ ۱۴ شوخی سی تو شوخی بھی نہیں رنگِ حنائیں
- ۲۱۵ ۱۱ جام ہے دستِ یار میں یار ہے لال زار میں
- ۲۱۵ ۱۲ ہے پئے شیخ و برہمن ایک سی بو پھول میں
- ۲۱۶ ۱۱ دل جلوں سے دل لگی اچھی نہیں
- ۲۱۶ ۱۸ دمِ آخر کسی کا شکوہ بیداد کرتے ہیں
- ۲۱۸ ۱۰ سیوں کیا ہے نگا جو یاسِ رشتہ چشمِ سوزن میں
- ۲۱۸ ۶ سرِ زمینِ حشر اٹھائیں گے ڈر نہیں
- ۲۱۹ ۱۰ کیا قیامت ہے کد پر مری وہ آتے ہیں
- ۲۱۹ ۱۴ اک تارِ پیر میں تھا میں زارِ پیر میں
- ۲۲۰ ۱۲ بن بن کے وہ آئینہ ذرا دیکھ رہے ہیں
- ۲۲۱ ۱۳ ہم غریبوں پر جفا اچھی نہیں
- ۲۲۱ ۱۵ شرِ طور ہے جو مونج ہے پیمانے میں
- ۲۲۲ ۱۳ تو بے شکنی کے لئے زائد و ممتی جنگِ چمن میں

- ۱۹۶ وہ دل کو مل کے جگر کو مسل کے جاتے ہیں ۱۰
- ۱۹۶ وہ آج ہم سے نئی چال چل کے جاتے ہیں ۹
- ۱۹۷ اسی عروس کا جلوہ ہے چشمِ بلبل میں ۵
- ۱۹۷ یہ مئے تلخ تری منہ سے لگی ہے کہ نہیں ۱۰
- ۱۹۸ پانی میں آگ مرے نالے لگا دیتے ہیں ۲۱
- ۱۹۹ ہم کو پروا نہیں وہ ہم کو بلاتے بھی نہیں ۲۲
- ۲۰۰ بہار نام کی ہے کام کی بہار نہیں ۱۱
- ۲۰۱ گریباں چاک کچھ ٹکڑے لئے دامن کے بیٹھے ہیں . . . ۱۷
- ۲۰۲ پھوٹ سے پھوٹ پڑی رات کو میخواروں میں ۹
- ۲۰۲ نہ رہی پیشِ دلِ حسن کی سرکاروں میں ۸
- ۲۰۳ وہ ہوں مٹھی میں اُن کی دل ہو ہم ہوں ۱۴
- ۲۰۴ خیالِ شبِ غم سے گھبرا رہے ہیں ۱۵
- ۲۰۴ شیخ صاحب کیا چرا کرے چلے رومال میں ۱۱
- ۲۰۵ رنگِ دل کا دغ کب لاتا نہیں ۹
- ۲۰۶ ان آنکھوں میں ہیں رنگِ محفل ہزاروں ۱۹
- ۲۰۷ سیر کو جلوہ گاہِ طور کہاں ۲۰
- ۲۰۸ ہمارے ساتھ جو اپنے پر اے جاتے ہیں ۱۶
- ۲۰۹ داوِ حشر سے کیا شکوہ بیدار کریں ۷
- ۲۰۹ بت اپنے آپ کو کیا جانے کیا سمجھتے ہیں ۱۴

- ۲۴۱ وہ ناز نہیں ہو تم کہ ذرا بھی اثر نہ ہو ۱۹
- ۲۴۲ خاکِ میخانہ ملی بہرِ تہیم مجکو ۲۱
- ۲۴۳ یہ بھی مناسب ہے کوئی مل کے کیا گم مجکو ۲۰
- ۲۴۴ مے میں ڈوبنا مہ اعمال کا ہر حرف ہو ۹
- ۲۴۵ رکھاترے دامن میں ہے کیسے گلِ ترکو ۱۴
- ۲۴۵ لئے آغوش میں محرم ہے اُن کے اُٹھتے جو بن کو ۱۱
- ۲۴۶ کہیں تو پاؤں دھرنے کا ٹھکانا جوشِ دشت ہو ۱۵
- ۲۴۷ جرم پھر کیوں قابلِ تعزیر ہو ۱۵
- ۲۴۸ منہ پر مرے بھی روزِ قیامت نقاب ہو ۱۳
- ۲۴۸ ہائے رے دیوانگی کو سا کیا تاثیر کو ۱۱
- ۲۴۹ وعدہ تھا جس کا حشر میں وہ بات بھی تو ہو ۱۱
- ۲۵۰ ڈر ہے کہ تم نے خون کسی کا کیا نہ ہو ۱۵
- ۲۵۱ سو تو ملیں چڑھاؤں تو نشہ ذرا نہ ہو ۱۶
- ۲۵۱ شکر پیدا تو ہو شکوہ پیدا نہ ہو ۲۵
- ۲۵۳ نظر کے سامنے ممکن ہے لالہ زار نہ ہو ۲۴
- ۲۵۴ جواں کر دے الہی صحبتِ پیرِ میناں مجکو ۱۹
- ۲۵۵ مکانِ یار کے دھوکے نہ دے لے لامکاں مجکو ۱۷
- ۲۵۶ لے جنوں ہاتھ وہ اترا ہوا ہار آئے تو ۱۳

- ۲۲۳ یہ سید سے جواب زلفوں والے ہوئے ہیں ۲۲
- ۲۲۴ بہرے لیلے دیدہ مجنوں نہیں محل نہیں ۱۴
- ۲۲۵ جس میں پروانہ بھتی خود یہ شمع وہ محفل نہیں ۱۵
- ۲۲۶ ہوا اثر جو کچھ خدا کے نام میں ۱۸
- ۲۲۷ یہی بن جاتی ہے ظالم غلط انداز کہیں ۱۳
- ۲۲۸ جمع سود شنے کریں وہ جمع سوہنیاں کریں ۲۰
- ۲۲۹ کون دل ہے مرے اللہ جو ناشاد نہیں ۱۸
- ۲۳۰ اُن سے کہنے کی کوئی راہ نکالوں تو کہوں ۱۷
- ۲۳۱ خاناہتھوں میں ہونٹھوں پر قسم گدگی دل میں ۲۰
- ۲۳۲ عرش سے دل میں جواترتے ہیں ۱۷
- ۲۳۳ یہ کہاں سے ہم گئے ہیں کہاں کہیں کیا تری نگہ بازی ۹
- ۲۳۴ وعدے کی شب ہے وقت ہے ہاں کہئے یا نہیں ۱۳
- ۲۳۴ پھین کر تہ زیں بھی نہیں ۱۴
- ۲۳۵ کہا جو میں نے چھپی ہے کسی کی ہاں میں نہیں ۱۷
- ۲۳۵ آج اس کی وفا کو روتے ہیں ۲۲
- ۲۳۷ بتان حشر تازہ رنگ بھردیں داغ عصیاں میں ۱۹
- ۲۳۸ بھٹک دو کیسا تو ہنس کے کہتے ہیں ۷
- ۲۳۸ کیا جانے کیا ہے میری گلابی میں ۸
- ۲۳۹ اب مزا ہے تو خشک جینے میں ۲۲

- ۲۹۶ ۱۲ یو سے لے کر دھا کرے کوئی
- ۲۹۷ ۱۵ نبی اٹھے حشوں پھر جی سے گزرنے والے
- ۲۹۸ ۱۶ ہم سے کہتے ہیں کہ ہیں اور بھی مرنے والے
- ۲۹۹ ۱۴ خاک کے رنگ کا بار اس قدر ہے
- ۳۰۰ ۱۱ موت کے آنسو کچھ اپنے دیدہ پر خم میں تھے
- ۳۰۱ ۹ ہیمانے میں وہ زہر نہیں گھول رہے تھے
- ۳۰۲ ۱۴ وہ گل ہیں نہ ان کی وہ ہنسی ہے
- ۳۰۳ ۹ قفس سے چھوٹ کر ہم نے اڑانی کچھ جو بے پر کی
- ۳۰۴ ۶ میخانے پر نگاہ جو پیرمغاں کی ہے
- ۳۰۵ ۱۴ تو بلب پر وعظ سے بے اختیار آنے کو تھی
- ۳۰۶ ۱۰ احباب کے ہاتھوں سے لحد میں اتر آئے
- ۳۰۷ ۸ دیکھے جو مری آنکھ کوئی آنکھ بھراے
- ۳۰۸ ۱۴ ہو کر بیتاب جب نظر کی
- ۳۰۹ ۱۳ دل کسی طرح چین پا جائے
- ۳۱۰ ۱۵ نشیمن سے جو بکلیاں بن کے نکلتے
- ۳۱۱ ۸ لے اُٹے گیسو پریشانی مری
- ۳۱۲ ۹ غریب ہم غریبوں کی بھی خوشی ہو جائے
- ۳۱۳ ۱۵ چھلکا میں بھر کے لاؤ گلابی شراب کی
- ۳۱۴ ۱۹ آتی تھی پہلے دل سے کبھی بوکباب کی

- ۲۵۷ شمع کے ساتھ عجب لطف ہے پروانے کو ۱۷
- ۲۵۸ جھومتی قبلے سے آئی تھی ستم ڈھانے کو ۱۲
- ۲۵۹ یاسن زار نہ ہو لطف چین زار نہ ہو ۱۹
- ۲۶۰ کفن سرکا کے شبنم جو انی دیکھتے جاؤ ۱۳
- ۲۶۰ بنگاروں پر ٹائیں دل داغدار کو ۱۸
- ۲۶۲ آگے آیا چاندی صورت لئے ہر آئینہ ۱۴
- ۲۶۳ ہونہیں سکتا ہمارے دل سے بہتر آئینہ ۱۳
- ۲۶۳ کام کی آہ دہی ہے جو ہوتا اثر کے ساتھ ۱۴
- ۲۶۴ میں نے لیا جو حشر میں دامن بڑھا کے ہاتھ ۱۱
- ۲۶۵ اسے عنذیب ٹوٹ نہ جائے صبا کے ہاتھ ۱۱
- ۲۶۵ سلامت یکدم، یارب سلامت پیر میخانہ ۱۱
- ۲۶۶ جی آتے ہی اس کے موج بادہ تیر میخانہ ۱۱
- ۲۶۷ ٹکڑے مری زباں کے چلے ہیں فناں کے ساتھ ۱۱
- ۲۶۷ گھونگٹ میں غنچے کے نہ رہی یہ حیا کے ساتھ ۷
- ۲۶۸ اس حسن کا شیدا ہوں اس حسن کا دیوانہ ۱۳
- ۲۶۸ بجکولینا ہے ترے رنگ جنا کا بورہ ۵
- ۲۶۹ درد ہو تو دوا کرے کوئی ۱۱

- ۲۹۶ ۹ . . . اُکے وہ ناز سے ٹھکرائیں بھی تربت میری
- ۲۹۶ ۱۰ . . . چھوڑتی ہی نہیں مج کو شبِ فرقت میری
- ۲۹۷ ۱۶ . . . دن پھرے اچھے یہ مجھ کا کام کے
- ۲۹۸ ۱۱ . . . کاتبِ اعمال نکلے کام کے
- ۲۹۸ ۵ . . . چشمِ دول ہیں مقامِ غلوت کے
- ۲۹۹ ۲۶ . . . اُنٹے فتنے نگاہِ خشکِ گیس سے
- ۳۰۰ ۲۲ . . . ہم بھی تو او موت کے مارے ہوئے
- ۳۰۱ ۱۹ . . . اذال کا کام چل جائے جو ناقوسِ برہن سے
- ۳۰۲ ۱۱ . . . ڈھونڈ کر دل ترے کو پے سے پریشان گئے
- ۳۰۳ ۹ . . . اس جنوں کے چلتے کیوں کر چین سے گھر بیٹھے
- ۳۰۴ ۱۱ . . . اب نیند بھی ہم کو نہیں آتی نہیں آتی
- ۳۰۴ ۱۷ . . . مجھ تک آئے اُنھیں اسے موت حیا آتی ہے
- ۳۰۵ ۱۵ . . . تری حسرت نہ جیتے جی کبھی اس دل سے نکلے گی
- ۳۰۶ ۹ . . . ملا ہو خون جس سے کچھ وہی تو کام آتا ہے
- ۳۰۶ ۹ . . . مرے دل کے ارمان مر کر نہ نکلے
- ۳۰۷ ۱۱ . . . مزا تختائیِ زندگانی جو ملتی
- ۳۰۸ ۱۵ . . . بجلی نظر سے گر گئی اس دل کے سامنے
- ۳۰۸ ۱۴ . . . ناپائدار زندگئی مستعار ہے
- ۳۰۹ ۱۳ . . . وہاں مسکینشی نے پرستی رہی

- ۲۸۳ ۲۱ یہ سر پہر بوتلیں ہیں جو شراب کی
- ۲۸۴ ۱۸ لے کے دل پوچھتے ہو پیار سے حال اچھا ہے ..
- ۲۸۵ ۱۱ چاند سی شکل کا دن رات خیال اچھا ہے ..
- ۲۸۵ ۱۶ میرے پہلو میں ہمیشہ رہی صورت اچھی
- ۲۸۶ ۱۲ ضرور پاؤں میں اپنے حنا وہ مل کے چلے
- ۲۸۶ ۱۲ نہ اس آئی ہم کو جو انی ہماری
- ۲۸۸ ۱۳ چلے آتے ہیں خوش خوش کس کے گھر سے
- ۲۸۸ ۹ نہ سمجھنا چراغ محفل کے
- ۲۸۹ ۱۱ یوں کوئی بھی نکالے نہ ارمان پیار کے
- ۲۹۰ ۸ کیوں بال کھلے ہیں تجھے کچھ غم تو نہیں ہے
- ۲۹۰ ۱۰ ہمارے دل میں ہے جو داغ ایسا کم نکتا ہے
- ۲۹۱ ۹ غم مجھے دیتے ہو دشمن کی خوشی کے واسطے
- ۲۹۱ ۹ دقت نازک موت کا ہے ہر سی کے واسطے
- ۲۹۲ ۵ یہ گوارہ کہ مرادست تمنا باندھے
- ۲۹۲ ۱۴ دشمن کی طرف ہو کے بچکنے نہیں دیتے
- ۲۹۳ ۱۲ صیاد کو جو مجھ پر یارب ترس نہ آئے
- ۲۹۴ ۱۹ رنگ کیا کیا شام کو لائینگے آنے کے لئے
- ۲۹۵ ۱۱ میری ان کی گرہ دل کبھی ایسی تو نہ تھی
- ۲۹۵ ۱۱ صبح محشر بھی گوارا نہیں فرقت میری

- ۳۲۶ حسینوں کا عالم نیا ہو رہا ہے ۱۶
- ۳۲۷ رنج اس شوخ سے دل میں کوئی کیا رہنے دے . . . ۱۴
- ۳۲۸ پہلے کچھ آشاں سے اُٹھتا ہے ۱۱
- ۳۲۹ دل ڈھونڈتی ہے نگہ کسی کی ۱۶
- ۳۳۰ یاد گیسو میں کچھ ابھن جو سوا اور ہوئی . . . ۱۳
- ۳۳۱ چڑھی تھی ہم کو بھی نشہ میں چور ہم آئے . . . ۹
- ۳۳۲ ہمارے دل میں کوئی آرزو نہیں باقی ۱۷
- ۳۳۳ کھینچ گئی تیز جہاں پھر بولا ہوتی ہے . . . ۱۱
- ۳۳۴ نہ کھلتی سوگ کی حالت کبھی گیسوئے برہم سے . . . ۹
- ۳۳۵ وہ رات مزے کی ہے جو ہوا بات مزے کی ۹
- ۳۳۶ برسات کی رت لطف کی ہے رات مزے کی . . . ۱۱
- ۳۳۷ ملتا ہے اس میں بورے لب کا مزاج مجھے ۸
- ۳۳۸ انہیں کے کام الہی مرا ہو آئے ۱۵
- ۳۳۹ لگانے باغ کہاں داغ آرزو آئے ۱۴
- ۳۴۰ بڑھاپے میں بھی تو ظالم جواں ہے ۱۳
- ۳۴۱ تیز ہے پینے میں ہو جائیگی آسانی مجھے . . . ۱۶
- ۳۴۲ قیامت کی خلش کیوں ہر گھڑی ہے ۲۴
- ۳۴۳ پر اباندے صفِ مرگاں کھڑی ہے ۲۳
- ۳۴۴ مری آور سا چنیل بڑی ہے ۲۵

- غیر سے بدگمان ہو جاتے ۱۴ ۳۱۰
- فتنے کا گزر اس بھری نخل میں نہیں ہے ۱۲ ۳۱۱
- شبِ غم کی سحر نہیں ہوتی ۱۴ ۳۱۱
- یہ کوئی بات ہے سنتا: باغباں میری ۲۳ ۳۱۲
- کوچہ یار میں جائیں گے یہ ہم سے پہلے ۱۵ ۳۱۴
- ہو عیاں جب سوزِ دل آواز سے ۱۳ ۳۱۴
- قیامت ہے کس کی اٹھائی ہوئی ۱۶ ۳۱۵
- گلوں کے پردے میں شکلیں میں مرجینوں کی ۱۰ ۳۱۶
- ہجر کی شب کس قدر تیرہ مرے اللہ ہے ۲۷ ۳۱۷
- پردہ کس امر کا ہے اب اس بد نصیب سے ۲۱ ۳۱۸
- اللہ دل وہ دے خلش افزا کہیں جسے ۱۱ ۳۱۹
- بھٹکا ہوا خیال عقیقی کہیں جسے ۱۶ ۳۲۰
- میں اٹھارکھوں نہ کچھ ان کے لئے ۸ ۳۲۱
- کیوں جوانی آئی دو دن کے لئے ۹ ۳۲۱
- دل میں بوجھ جائے وہ کاٹنا چاہئے ۲۴ ۳۲۲
- جو اپنے گھر سے آیا ہے تو یہ رنگِ حیا کیوں ہے ۱۴ ۳۲۳
- کس کی نگاہ رنگینی کس کی نگاہ سے ۱۴ ۳۲۴
- ہاتھوں کا آج کام لیا ہے نگاہ سے ۱۱ ۳۲۵
- ہاتھ ٹوٹیں جو انھیں ہاتھ لگائے کوئی ۱۳ ۳۲۵

- ۳۵۸ ۹ خوام ناز سے پامال تربت ہونے والی ہے
- ۳۵۸ ۹ راستہ بند ہے گزرے نذا و صرے کوئی
- ۳۵۹ ۱۱ آرہا ہے مرے گھر غیر کے گھر سے کوئی
- ۳۶۰ ۹ کسی سے وصل میں سنتے ہی جاں سوکھ گئی
- ۳۶۰ ۱۰ مطلب کی بات شکل سے پہچان جائیے
- ۳۶۱ ۱۲ اُگتے تھے جن میں منگل اُمید وصال کے
- ۳۶۱ ۱۳ آئے ہیں کس ادا سے دوپٹہ سنبھال کے
- ۳۶۲ ۱۹ اتنا نہیں تیری جو کڑی آنکھ سنبھالے
- ۳۶۳ ۹ کوٹھے کے رہنے والوں کی تجھ پر نگاہ ہے
- ۳۶۴ ۹ دعا غایہ بعدِ توبہ جو ہے پر نگاہ ہے
- ۳۶۴ ۱۰ اور میخانہ نشیں چور بنائے نہ گئے
- ۳۶۵ ۱۱ جو اُنکھ رہی ہے روزِ قیامت کے واسطے
- ۳۶۵ ۳۶ صلائے عام سے وسعت بڑھی زباں کے لئے
- ۳۶۶ ۱۸ تری گلی سے اُنٹھے فتنے اک جہاں کے لئے
- ۳۶۸ ۱۶ کوئی جانے یہی میں ایک جلو ادکھینے والے
- ۳۶۹ ۱۴ اور کچھ ہے دل کا آنا دل میں آنا اور ہے
- ۳۷۰ ۱۱ میرے لب پر کبھی تو بن کے دعا بھی آئی
- ۳۷۱ ۱۳ اپنے سر میرے گنہ کا بار رہنے دیجئے
- ۳۷۲ ۱۶ ناتواں پر ڈالئے کیوں بار رہنے دیجئے

- ۳۴۲ ۲۵ حنا یہ کہتی ہے لبے زبان پا کے مجھے
- ۳۴۳ ۱۹ زلفِ سیاہ کھولے وہ دشمن کے گھر گئے
- ۳۴۴ ۱۱ بخش دیتے ہیں اگر مجھے خطا ہوتی ہے
- ۳۴۵ ۱۷ چمن میں ہیں میرے بیاں کیسے کیسے
- ۳۴۶ ۱۰ نظر کی چوٹ کب دل کی نزاکت پہنے والی ہے
- ۳۴۶ ۹ عکس پروں آنکھ ڈالی جائیگی
- ۳۴۷ ۱۲ دل کی حسرت کیا نکالی جائے گی
- ۳۴۷ ۱۲ یاد پیری میں ادھر آئی ادھر بھول گئے
- ۳۴۸ ۱۷ ضعیف پیری جو بڑھا موت کے پیغام چلے
- ۳۴۹ ۱۰ یہ ابر آنے کو آئے آسماں سے
- ۳۵۰ ۱۱ عمر بھر ساتھ فرشتوں کے نباہی کسی
- ۳۵۰ ۹ ہمارے شب کے ستارے کا کچھ اثر بھی ہے
- ۳۵۱ ۱۲ جو بن اُن کا اٹھان پر کچھ ہے
- ۳۵۲ ۳۳ بنے جو محفلِ ماتم میں تم بری ہوگی
- ۳۵۳ ۱۲ وعدہ کبھی سچا کوئی کرتا ہی نہیں ہے
- ۳۵۴ ۱۳ بھولی بھولی شکل دیکھی کس کی گھبرائی ہوئی
- ۳۵۵ ۱۹ کیا ہوئی میری جوانی جوش پر آئی ہوئی
- ۳۵۶ ۱۶ وہ سمجھتے ہیں کہ ہے میرے ستم کے واسطے
- ۳۵۷ ۱۹ ہوگی وہ دل میں جو ٹھانی جائے گی

- ۳۸۷ ہندی مل کر مرے گھر آئے ہیں بن آئی ہے . . ۹
- ۳۸۷ عدم اب ہے نہ ہستی ہے عجب ہنگامہ برپا ہے . . ۱۱
- ۳۸۸ ارے دل طور کا جلتا تو عالم آشکارا ہے ۱۲
- ۳۸۸ تری دیوار کے سائے سے بھی وہ دور رہتا ہے . . ۱۰
- ۳۸۹ لباس نور میں فانوس شمع طور رہتا ہے ۱۳
- ۳۹۰ ہے پر سخا نہ کوئی شیشہ دروٹ نہ جائے . . . ۱۳
- ۳۹۰ کیوں ہٹھائیں ہم یہ پتھر راہ سے ۱۸
- ۳۹۱ جانے والے نہ ہم اُس کو چے میں آنے والے . . . ۱۱
- ۳۹۲ گر گئے آنکھ سے کیوں طور کے آنے والے . . . ۱۱
- ۳۹۳ نہیں دبتے فقیر شاہوں سے ۱۱
- ۳۹۳ پیوستہ لب طے ہوئے رخسار دیکھئے ۸
- ۳۹۴ ہوتا نہیں گلے سے جدا ہار دیکھئے ۸
- ۳۹۴ محشر میں دھوا جائے نہ قاتل کہیں تو بھی ۸
- ۳۹۵ یہ کیا دستِ رزنامہ رسائی ہوئی ہے ۹
- ۳۹۵ بھلائی بھی اس کی بُرائی ہوئی ہے ۱۰
- ۳۹۶ جان نکلے گی مری جان بڑی مشکل سے ۱۷
- ۳۹۷ لائی ہے یہ اڑا کے شکن زلف یار کی ۱۳
- ۳۹۸ فرمائشیں شباب میں ہیں حسن یار کی ۱۱
- ۳۹۹ داغ سوزاں سے مرے چند شرارے نکلے ۱۷

- ۳۷۲ ۱۵ آغاز جوانی کی ادا اور ہی کچھ ہے
- ۳۷۳ ۱۵ لے پر خیموں کی جفا اور ہی کچھ ہے
- ۳۷۴ ۸ دل سے چھیریں ہیں نگاہ ناز کی
- ۳۷۵ ۱۹ نیند میں پوچھتے ہیں وہ تری حسرت کیا ہے
- ۳۷۶ ۱۹ ساتھ سایہ کی طرح وحشت میں عریانی ہوئی
- ۳۷۷ ۱۴ پہنچ جانے کسی کے بام تک یارب فناں میری
- ۳۷۸ ۱۴ جوانی سے ارغوانی سے ابھی
- ۳۷۸ ۱۰ لپٹی ہوئی تربت سے زحمت ہو کسی کی
- ۳۷۹ ۸ دلربا یا نہ ہر انداز سخن کس کا ہے
- ۳۷۹ ۹ بات دل کی زبان پر آئی
- ۳۸۰ ۱۵ آرزو بھی تو کر نہیں آئی
- ۳۸۱ ۱۰ ضد ہماری دعا سے ہوتی ہے
- ۳۸۱ ۱۸ جب کہا ہم با وفا کیسے ملے
- ۳۸۲ ۱۳ دیکھوں تو نہیں آئی ہے اب یا کسی کی
- ۳۸۳ ۱۲ کام کچھ چلتا نہیں تدبیر سے
- ۳۸۴ ۱۳ یہ رنگ لائے تو سب کہہ اٹھیں گے اُن کچھ ہے
- ۳۸۴ ۱۳ جب رہے صیاد کے بس میں رہے
- ۳۸۵ ۱۴ ہمارے دل میں جی بھی آپ کی نگاہ رہے
- ۳۸۶ ۱۰ ہمارے دل سے بھی پوشیدہ رسم و راہ رہے

- ۴۱۱ نکام آئے جو دامن کے اشک خوں وہ کیا ہے ... ۶
- ۴۱۲ پھیڑتے ہی میری سر زلف رسا ہو جائیگی ... ۱۱
- ۴۱۳ کچھ سے کچھ ہاتھوں میں جا کر یہ فنا ہو جائے گی ... ۱۵
- ۴۱۳ جس دن سے حرام ہو گئی ہے ... ۱۶
- ۴۱۴ مے رہے مینا رہے گردش میں پہاڑ رہے ... ۱۲
- ۴۱۵ دم آخر نقاب رخ نہ زلفِ عنبریں ہوتی ... ۲۰
- ۴۱۶ کچھ شب و عہدِ عروسے وجہ بھی انکار کی ... ۲۷
- ۴۱۷ یہ شامِ شبِ وصل بھی کیا شام ہے کوئی ... ۱۱
- ۴۱۸ گل مرقع ہیں ترے چاک گریبانوں کے ... ۱۳
- ۴۱۹ واہ کیا نامہ اعمال ہیں دیوانوں کے ... ۱۶
- ۴۱۹ یہ یقینی دیر ہوئی شیخ کو وضو کرتے ... ۱۴
- ۴۲۰ بہت ہی پردے میں اظہارِ آرزو کرتے ... ۱۱
- ۴۲۱ تربت ہماری دیدہ حسرت چمن میں تھی ... ۲۷
- ۴۲۲ لذت ہزار طرح کی سیبِ ذوقن میں تھی ... ۱۵
- ۴۲۳ نشے میں ذرا لطفِ شباب آتا ہے ... ۱۲
- ۴۲۴ کیا چھلکتا کوئی جامِ شراب آتا ہے ... ۱۲
- ۴۲۴ زمینِ میکدہ عرشِ بریں معلوم ہوتی ہے ... ۱۳
- ۴۲۵ یہ محشر ہے یہاں اب ہوش میں دیوانہ آتا ہے ... ۱۱
- ۴۲۶ فروغِ مے ہے یا عرشِ بریں سے نور آتا ہے ... ۲۵

- ۳۹۹ ۱۷ بے کیف نے کو بادۂ احمر بنائیں گے
- ۴۰۰ ۱۴ تربت ہماری متصل در بنائیں گے
- ۴۰۱ ۱۲ زلفِ دراز اپنی وہ کیونکر بنائیں گے
- ۴۰۱ ۸ ہماری بات خدا جلوہ گاہ میں رکھے
- ۴۰۲ ۸ ضد سے نہیں ملتی کہ حیا سے نہیں ملتی
- ۴۰۲ ۱۲ یہ دیدہ و دل اور تو کیا کام کریں گے
- ۴۰۳ ۱۰ کچھ آگے قتل گاہ میں ہم سے اہل گئی
- ۴۰۴ ۹ بنتِ غنم کی جان میں صورت بدل گئی
- ۴۰۴ ۱۰ چلنا مبارک آپ کو ہو سینہ تان کے
- ۴۰۵ ۱۵ ہم بدلنے کے نہیں جام سے انگور سے
- ۴۰۵ ۹ نہیں بتا ہے اگر عاشق صہبائے بنے
- ۴۰۶ ۱۱ اب وہ کس منہ سے کہیں جائے بس دیکھ چکے
- ۴۰۷ ۱۱ تھکے ہم بھی اظہارِ غم کرتے کرتے
- ۴۰۷ ۱۱ طرفِ درازے کوچہ میں جو ہم اور بڑھے
- ۴۰۸ ۷ آنکھوں سے لگا آئے لمحہ اگر ہو آئے
- ۴۰۸ ۱۲ جو ہم آئے تو تو تل کیوں الگ پیرِ میناں رکھ دی
- ۴۰۹ ۱۰ آنکھ کے تل میں رہے یا قیس کے دل میں رہے
- ۴۱۰ ۱۳ اہتمامِ اتنا مرے ساتی کی محفل میں رہے
- ۴۱۰ ۱۷ روشن کئے چراغِ لمحہ لالہ زار نے

- ۴۴۴ بوسے کے بدلے گالی بھی دے تو کبھی کبھی . . . ۱۳
- ۴۴۴ چمن میں بوسے گل رہتے کسی پر کیوں گراں ہوتے . . . ۹
- ۴۴۵ ہاں گنہ جان کے یہ کام روار کھا ہے . . . ۲۶
- ۴۴۶ آبِ زیادہ کس میں ہے باہم چشک ہوتی ہے . . . ۱۴
- ۴۴۷ سن کے اس کو خواہش دیدار کچھ یونہی ہی ہے . . . ۱۶
- ۴۴۸ ابھی پی لی خراب پی لی . . . ۱۹
- ۴۴۹ یکن کے بزم و اعظا ہے کچھ دل میں آگئی . . . ۱۳
- ۴۵۰ اباد شبِ وصال ہے نہ روزِ وصال ہے . . . ۲۱
- ۴۵۱ مینخانے میں کیا صبح نہیں شام نہیں ہے . . . ۲۰
- ۴۵۲ پردہ تو ہے پردے سے جلوہ نظر آتا ہے . . . ۱۲
- ۴۵۳ جب گنبدِ خضرا کا سایہ نظر آتا ہے . . . ۹
- ۴۵۴ تیسرے فلسفے میں واژہ انکورٹے . . . ۲۳
- ۴۵۵ نالہ نغمہ بنے فریاد نہ فریاد رہے . . . ۱۵
- ۴۵۵ نہ افشاں نہ لب پر سی سو جھٹتی ہے . . . ۱۶
- ۴۵۶ کسے بتائے کوئی خونِ آرزو کیا ہے . . . ۱۶
- ۴۵۷ حضرتِ محسن علی اپنی نشانی دے چلے . . . ۱۲
- ۴۵۸ کوئی شباب یہ ہے دیکھنے کی تاب نہ آئے . . . ۱۸
- ۴۵۹ بڑھی ہے بھروسے اس طرح تیرگی گھر کی . . . ۱۹
- ۴۶۰ تری گلی میں نشانِ مزار باقی ہے . . . ۱۶
- ۴۶۱ اسی پر غدا یا پڑے میری ہائے . . . ۷

- ۴۲۷ حشر کی اتنی حقیقت ہوگی ۱۲
- ۴۲۸ عشق میں دل لگی سی رہتی ہے ۱۵
- ۴۲۹ ترے آگے مہ نو بن گیا ہے او کا دل سے ۱۵
- ۴۳۰ کبھی آسماں سے کبھی لامکان سے ۱۳
- ۴۳۰ یہ کیا اثر ہے جو اپنے بھی اب پر ائے ہوئے ۱۵
- ۴۳۱ دیکھ کر چاند کوئی چاند سی صورت دیکھی ۲۱
- ۴۳۲ مرے ساتھ محشر کا جھگڑا نہیں ہے ۱۵
- ۴۳۳ دل پر داغ دیا بزم میں کس دل سے مجھے ۱۵
- ۴۳۴ خانقہ ہے میں ہوں مینا ہے سہو ہے جام ہے ۲۲
- ۴۳۵ دشمن ہزار بزم مسرت سے دور ہے ۱۵
- ۴۳۶ بتوں کو شب میں بڑی فکر اس صدا کی ہے ۱۲
- ۴۳۷ نہشتاں ہے نہ اب شمع شبتاں کوئی ۲۲
- ۴۳۸ کیا کہا دل میں بنا آ کے خود ارماں کوئی ۱۶
- ۴۳۹ تا عمر مزے دورے دجام کے اٹھے ۱۲
- ۴۴۰ کہاں سے میکدے میں آئے کیوں آئے کہاں آئے ۱۳
- ۴۴۰ طو پر سینا مرے اشد یہ سینا ہو جائے ۱۱
- ۴۴۱ نام کے نقش سے روشن یہ نگینہ ہو جائے ۱۰
- ۴۴۱ غروب حشر کا اب آفتاب ہوتا ہے ۲۳
- ۴۴۳ میرے ساقی ترے تبسم سے ۱۶

- ۴۷۷ جو پتھر ہو دل اس میں گھر کرنے والے ... ۱۲
- ۴۷۸ مے کہن میں جھلک سی ہے کچھ جوانی کی ... ۱۱
- ۴۷۹ سوداے علیؑ ہے مجھے سوداے علیؑ ہے ... ۱۱



- ۴۶۱ ۲۰ جو آفتِ جاں ہو وہ تمنا نہ کریں گے
- ۴۶۲ ۱۹ اب وورنؤ کشید ہر اک انجن میں ہے
- ۴۶۳ ۱۶ بن کے ہماں آج کوئی روزہ دار آئے کو ہے
- ۴۶۴ ۱۵ جماعت میں بھی پانچوں وقت شامل دیکھنے والے
- ۴۶۵ ۱۵ لودل داغ دے اٹھے ایسا نہ کیجئے
- ۴۶۶ ۱۶ ہے مرقدِ تیرہ میں سیاہی ہی کفن کی
- ۴۶۷ ۲۲ یہ ہوتا زباں ہونے کو تراہنی زباں کرتے
- ۴۶۸ ۱۵ شعروں میں مے نکہت گیسوئے علیؑ ہے
- ۴۶۹ ۶ اللہ نما روئے نبیؐ روئے علیؑ ہے
- ۴۷۰ ۹ یہ جھوٹ ہے جو کہوں میں کبھی خراب نہ پنی
- ۴۷۰ ۱۱ جان نکلے وقت سے پہلے یہ حسرت دل میں ہے
- ۴۷۱ ۱۹ کس کا ہے بام اور ہی کچھ اس کی شان ہے
- ۴۷۲ ۱۸ قسمت میں ہماری اب پیٹا ہے نہ کھانا ہے
- ۴۷۳ ۱۰ لبِ خاموش کی تصویر تو کچھ کہتی ہے
- ۴۷۳ ۹ پہلو میں تو رہے ترے لب پر نہیں ہے
- ۴۷۴ ۱۳ اے بامِ یار طور کی بھی تجھ میں شان ہے
- ۴۷۵ ۱۳ او کو سنے دانے اب وعا دے
- ۴۷۵ ۱۵ جامِ حق میں سے ہوش ربا دیتا ہے
- ۴۷۶ ۱۳ زند قانع متواضع ہے خدا دیتا ہے

- ۴۹۷ وہ بو پھوٹی۔ کھلا ہر میکدے کا در مبارک ہو۔ ۶۹۰
- ۵۰۱ کیا بیاں ہو رتبہ حاجی حمید اللہ خاں۔ ۳۲
- ۵۰۳ حور کو فردوس سے لائے بہارِ رام پور۔ ۲۳
- ۵۰۴ موج در موج وہ افواج وہ ترتیبِ جلوس۔ ۲
- ۵۰۴ اللہ بڑھائے رتبہ و شانِ حضور۔ ۲ (رباعی)
- ۵۰۴ ہاتھ آئینے کیا کیا دُر شہوارِ ریاض۔ ۲ (رباعی)
- ۵۰۵ کیوں جہاں میں تیرگی پھیلی ہے آج۔ ۹
- ۵۰۵ جنابِ رشکِ کالب پر ہمیشہ نام آئے۔ ۲۰
- ۵۰۷ لے رشکِ اہراک غنی ہے محتاجِ ترا۔ ۲ (رباعی)
- ۵۰۷ محتاجِ ترا ہوں کیسہ زردید سے۔ ۲ (۷)
- ۵۰۷ مینخانہِ رام پور اللہ اللہ!۔ ۲ (۷)
- ۵۰۷ مینا میں ہے رنگِ امیرِ مینائی کا۔ ۲ (۷)
- ۵۰۷ ساتی ہے میکدے کا رشکِ ذیجاہ۔ ۲ (۷)
- ۵۰۷ دورِ مینا بنے جو رقصِ طاؤس۔ ۲ (۷)
- ۵۰۸ تو چاہے تو غم ہو شادمانی مجھ کو۔ ۲ (۷)
- ۵۰۸ ہو قابلِ رشکِ بادشاہی تیری۔ ۲ (۷)
- ۵۰۸ ماہ میں بہر کی ہے تابانی۔ ۵۰
- ۵۱۱ لے محمد امیرِ احمد خان۔ ۵۱
- ۵۱۴ ہے نمایاں رفعت و اقبال و عز و جاہ سے۔ ۲۷

مشمول مشترک

| مصرع اول | تعداد اشعار | نمبر صفحہ |
|---|-------------|-----------|
| مالک مے بے نیاز ہے تو (ترانہ ص ۴۶) | ۴۶ | ۴۸۳ |
| محتاج ترا ہوں کیسے زرویدے | ۲ (قطعہ) | ۴۸۶ |
| دھوم ہے دھوم کہ سلطان دکن آتے ہیں | ۲۷ (۵ بند) | ۴۸۶ |
| عثمان علی خاں کو جو سودے علی ہے | ۱۰ | ۴۸۸ |
| مرے دیوان کو ہاتھوں ہاتھ لیتے مجھ سے بھی بڑھ کر | ۷ | ۴۸۹ |
| جو اس بہشت زار میں ہے وہ جوان ہے | ۶ | ۴۸۹ |
| یہ آج ٹوٹ پڑا مجھ پر آسماں کیسا | ۶ | ۴۹۰ |
| ہے قیامت داغ کا مرنار یا ض | ۱۴ | ۴۹۴ |
| جلیل استاد کے تم جانشین ہو | ۱۱ | ۴۹۵ |
| خوب چھپا نازہ کلام جلیل | ۱۸ | ۴۹۵ |

- ۵۳۳ نوٹ حکیم برہم مروج
- ۵۳۵ ۴۷ آج کیوں روشن ستارے قہقہے ہیں عرش کے
- ۵۳۸ ۱۲ کونسل آف ایٹسٹ کے ممبر مہاراجہ ہوسے
- ۵۳۹ ۸ مہاراجہ سر آرتھر ہیل بہادر
- ۵۳۹ ۱۲ بلا مقابلہ کونسل کے ہو گئے ممبر
- ۵۴۰ ۱۵ امام ہر دوسرا کو سلام لیتا جا
- ۵۴۱ ۲۰ (رباعی) وہ دھوپ کہ سبز لب جو خشک ہوا
- ۵۴۲ ۶۶ دھوم ہے برہم بدایوں کی
- ۵۴۵ ۹ چھوٹے راجہ نے دیا داغ جوانی میں ریاض
- ۵۴۶ ۲۶ بھلا یا تھا غم مرگ پر ماں کی محبت نے
- ۵۴۸ ۳۵ کھا گئی تم کو آہ کس کی نظر
- ۵۵۰ ۱۰۱ عاشق صادق نبی دلی
- ۵۵۶ ۲۱ سحر کا دیوان ہے باغِ طلسم
- ۵۵۷ ۲ طبع کا سحر کے دیوان نے پہنا ہے لباس
- ۵۵۷ ۱ بند اگر بندہ در پر در تو پہنچ جائے
- ۵۵۸ نوٹ
- ۵۵۸ ۳۷ بیل بنگر کس مصیبت میں پھنسے ہم بے زباں
- ۵۶۰ ۱۴ چھوڑ کر کاشانہ تربت میں گئی افسوس آج
- ۵۶۱ ۱۳ خوش رعایا در سجا در حق بہ حق ارشاد رسید

- ۵۱۶ ۱۰۱ ابر رحمت جو بن گیا سہرا
- ۵۲۱ ۱۵ رخ آتے ہی بنا عرش کا تارا سہرا
- ۵۲۳ ۱۶ گھر سے اللہ کے لایا ہے مقدر سہرا
- ۵۲۴ ۲ آسمان پہلے بچھا بزم میں سایا بنکر
- ۵۲۴ ۲ کس کا سہرا مرے نوشاہ کا یہ سہرا ہے
- ۵۲۴ ۲ دیکھ کر چاند تری چاند سی صورت دیکھی
- ۵۲۴ ۲ لڑیاں سہرے کی ہیں کیا کچھ نظر طوبی میں
- ۵۲۴ ۲ کوئی دیکھے تو کئے کتنے سنگار آئی ہے
- ۵۲۴ ۲ سہرا بننے کو اسی شوخ کا آنچل آئے
- ۵۲۵ ۲ عید باعشرت جاوید مبارک ہو حضور
- ۵۲۵ ۲ روز تو رنگ نئے لائی مبارک تقریب
- ۵۲۵ ۲ در پر سرکار کے ہے بستر اپنا
- ۵۲۵ ۲ پوچھیں مجھ کو یہ میری پرکشش فرمائیں
- ۵۲۶ ۵۴ بننے کو شمع بزم نہیں بے شمار چاند
- ۵۲۹ ۱۳ ساجر کیواں چشم پر کیوں نہ کئے کو رشک ہو
- ۵۳۰ ۱۷ یہ کیسی بزم ہے کیسی خوشی کیسی مسرت ہے
- ۵۳۱ ۲۳ آفتابِ فلک ہے پر زرتاج
- ۵۳۲
- نوٹ
- ۵۳۲ ۸ ادب سے ہے سرکارِ ساوینِ عرض

- ۶۰۴ ۱۰ مبارک میکشوں کو رخصت ہوش
- ۶۰۴ ۸ نہ وہ محشر فروش شوخی تاز
- ۶۰۵ ۲۰ کیا سہل ہے جو نقاب اٹھے
- ۶۰۶ ۷ غموشی کا سبب ہم جانتے ہیں
- ۶۰۶ ۲۲ نیا دن ہے اسے ساقی نیا سال
- ۶۰۸ ۲۲ تشنہ لب ہوں پلا مجھے ساقی
- ۶۰۹ ۲۲ انگلش منڈرات سے بڑھتا ہے اختلاط
- ۶۱۱ ۲۲ جان پدر نہ دیدہ از ما گریستن
- ۶۱۲ ۷ عمر میں قیصرہ کی اور نیا سال بڑھے
- ۶۱۳ ۹ مبارک ہو یہ جشن ڈائمنڈ جلی
- ۶۱۳ ۹ ہزار کے فیض قدم سے
- ۶۱۴ ۲ قیصرہ اک نگاہ لطف ادھر
- ۶۱۴ ۲ کہہ دو کہ نغمہ سنج گلستان جھک اٹھے
- ۶۱۴ ۸ وہ پارٹی کا لطف و دعوت کی دھوم دھام
- ۶۱۵ ۲۲ مساوات مقبول مقبول عالم
- ۶۱۶ ۳۲ ہر اک محفل میں اب پہلو پہلو بیدیاں ہوں گی
- ۶۱۹ ۴۹ رونق افروز بزم ہے آج
- ۶۲۱ ۲۰ ہم سے آنکھیں ڈرا ملا ساقی
- ۶۲۳ ۲۶ عرض ہے خدمت عالی میں بصد عجز و نیاز

- ۵۶۲ تمہا سے مرنے سے اب لطفِ زندگی نہ رہا . . . ۲۲
- ۵۶۴ بہ تیرہ شام بجا وہ ہلالِ نوافرود . . . ۹
- ۵۶۴ سرِ بلندی سرفرازی اور بھی حاصل ہوئی . . . ۱۷
- ۵۶۶ سلامت سرِ عزیز الدین احمد . . . ۹
- ۵۶۶ مغرب سے بازگشتِ مبارک جناب کو . . . ۱۶
- ۵۶۷ کرم و اتاکا دیتا پر ہمیشہ . . . ۷
- ۵۶۸ ایسی ہی انتظار میں لذت اگر نہ ہو . . . (۲۱) خمس
- ۵۷۲ ہو منجم کوئی وقت کیا غلط گفتار کی . . . خمس
- ۵۷۲ کانگریس والوں سے کچھ آنکھیں ملا کر آئی شرم . . . ایک بند
- ۵۷۲ نہیں آج کھلتا یہ کیسی سحر ہے . . . ۲۹ بند
- ۵۷۹ کیوں نہ ہو سب کو عجب واقعہ دہلی سے . . . ۱۱ بند
- ۵۸۱ اے زبے عہدِ شہِ عالی ہم عالمِ پناہ . . . ۱۳ بند
- ۵۸۴ صدقے اس بزم کے کیا بزم ہے اللہ اللہ . . . ۴
- ۵۸۵ یہ ویرانہ کیسا چمن زار ہے آج . . . ۱۲
- ۵۸۸ حکراں صدر سے باجاہ و چشم آئے ہیں . . . ۷
- ۵۸۹ یہ لہر لے سائے میں عرشِ بریں کے . . . ۲۴
- ۵۹۵ پردے سے حشر کے دن قاتلِ عثمان نکلا . . . ۵۱
- ۵۹۸ دنیا تہِ دام ہو گئی ہے . . . ۹۰
- ۶۰۳ ساتی مجھے ایک جامِ دینا . . . ۱۲

- ۶۴۱ ۲ اختر قوم جس سے چمکے گا
- ۶۴۱ ۶ وارِ فنا سے غلہ گئے
- ۶۴۲ ۱۲ گئی قبر میں آج دُختِ نیاز
- ۶۴۳ ۱۱ نظر سے چھپ گئے امجد حسین آہ
- ۶۴۳ ۳ خدا کا نور عتی وہ چاند سی شکل
- ۶۴۴ ۲ ملی مٹی میں جواں ہو کے مہیں
- ۶۴۴ ۷ ہے باعثِ صد ہزار افسوس !
- ۶۴۵ ۴ آتی ہے ہر طرف سے آواز
- ۶۴۵ ۶ یوں گئے دنیا سے فخر الدین آہ
- ۶۴۶ ۷ رو میں کیا بسمل و کوثر کی طرح مضطر کو
- ۶۴۶ ۲۰ گو دہن ہے منہ سے لیکن کچھ یہ کہی ہی نہیں
- ۶۴۷ زوجہ مرحومہ ریاض
- ۶۴۷ ۱۵ کون حامد علی کو سمجھائے
- ۶۴۸ ۲ محرم کیوں نہ ہو اب عید تم ہم کو ؟
- ۶۴۸ ۳ آرام جاں نہیں ہے تو خاک چین آئے
- ۶۴۹ ۲ ریاض آنکھوں میں ہے الطاف کی شکل
- ۶۴۹ ۱۱ انراغ کا غم لے نہ کہیں جان ہماری
- ۶۵۰ ۳ دے محمد حسن کو صبرِ خدا
- ۶۵۱ ۹ یا الہی ! یہ ماجرا کیا ہے ؟

- ۶۲۴ ۵ بہار آمدہ بزم رنگیں کند
- ۶۲۵ ۲۳ اللہ کی پہلے صدا دا ہو
- ۶۲۶ ۲۷ شلخ قلم آج رنگ لائے
- ۶۲۸ ۷ دنیا ہے نویدِ کامرانی
- ۶۲۹ ۱۳۰ لے شرف تاج شرف ہو ترے سر پر سہرا
- ۶۳۰ ۹ لے اڑا گیسو دنگی بوسہرا
- ۶۳۰ ۷ رہ گیا بزم میں منہ دیکھ کے کیسا سہرا
- ۶۳۱ ۷ ضیا بارِ رخ پر ہے زرتار سہرا
- ۶۳۲ ۸۰ زلف سے کہد و نہ اڑا کر بنے رخ پر سہرا
- ۶۳۲ ۸ پیار اپیارا ترا چہرہ ترا پیار سہرا
- ۶۳۳ ۱۵۰ باندھنا تجھ کو مبارک ہو مری جاں سہرا
- ۶۳۴ ۱۵۰ لے اڑا رنگ بہارِ چمنستاں سہرا
- ۶۳۵ ۱۹۰ کیوں نہ ہو سب میں سرخرو سہرا
- ۶۳۶ ۱۸۰ عشوہ ز آسن آفریں سہرا
- ۶۳۷ ۷ آسماں سے آئے ہیں نوشہ ترے سہرے کے پھول
- ۶۳۸ ۹ رنگِ رخ بن کر بنے سہرے کے پھول
- ۶۳۹ ۱۴ شاہِ واجد علی کو حق نے دیا
- ۶۴۰ ۱۲ واہ رے سامانِ عشرت واہ رے سامانِ عیش
- ۶۴۱ ۲ بخشا خدا نے بیٹا مسٹرِ چرچہ دس کو

| | | |
|-----|--------------|--|
| ۶۷۰ | ۱۳ | مجموعہ کلام فصاحت چھپایہ خوب |
| ۶۷۰ | ۸ | خوب آفاق کا چھپا دیوان |
| ۶۷۱ | ۲۰ | چھپ گیا کس حسن سے دیوان جناب سیف کا |
| ۶۷۲ | ۲ | شعر تو کہتے نہیں ہیں آگ برساتے ہیں سیف |
| ۶۷۳ | ۹ | دیوان برق طبع ہوا آب و تاب سے |
| ۶۷۳ | ۲۴ | چھپا کس حسن سے دیوان قمر کا |
| ۶۷۵ | ۸ | خوب دیوان قمر کا طبع ہوا |
| ۶۷۶ | ۴ | بنا اختر کا دیوان پھولوں کا بار |

(رباعیا و قطعاً وغیرہ)

| | | |
|-----|-------------|------------------------------------|
| ۶۷۷ | ۲ | دینا کے لئے ضرور ہے کچھ نگ و تاز |
| ۶۷۷ | ۲ | چلتا نہیں گھر میں کیوں تمہارا لڑکا |
| ۶۷۸ | ۲ | قدموں سے لگا ہوا ہے زرسید کے |
| ۶۷۸ | ۲ | دینے کے لئے داغ شباب آتا ہے |
| ۶۷۸ | ۲ | تھی خواب و خیال کا مرانی میری |
| ۶۷۸ | ۲ | طفلی بھی شباب بھی تھا اقدم کے لئے |
| ۶۷۹ | ۲ | طوفان شباب نے اٹھائے کیا کیا |
| ۶۷۹ | ۲ | ہر ایک مکان گور و رستہ ہے |
| ۶۷۹ | ۲ | مندہ کئے ہوئے کلی آتی ہے |
| ۶۸۰ | ۲ | افسوس رہ لحد تھی تار یک بہت |

- ۶۵۱ ریاض! ایسا جناب شیخ کا ہے ۳۰۰۰۰
- ۶۵۲ اٹھ گیا کون جہاں سے یارب! ۳۵۰۰۰
- ۶۵۸ سوئے جنت گئیں زیب النساء آج ۱۴۰۰۰
- ۶۵۸ بقیس منزل اُتری شاید یہ آسمان سے ۴۰۰۰
- ۶۵۹ دلہن آج بنی دخت انیس احمد ۸۰۰۰۰
- ۶۶۰ بچوں کے غسل کی خوشی ہے ۷۰۰۰۰
- ۶۶۰ پھول پھل لائے یہ تمہارا باغ ۷۰۰۰۰
- ۶۶۱ مبارک ہو عزیز احمد کو یہ باغ ۲۰۰۰۰
- ۶۶۱ امیر اول حسن آخر بہ اسم اش ۷۰۰۰۰
- ۶۶۲ بنی مسجد یہ بابو پور میں خوب ۶۰۰۰۰
- ۶۶۲ مر جہا اے حکیم امیر اللہ! ۸۰۰۰۰
- ۶۶۳ بے ساز و نغمہ اس میں دن رات بیٹھے رہے ۲۷۰۰۰
- ۶۶۵ آکے سب بادۂ تسنیم ہیں ۲۰۰۰۰
- ۶۶۵ ریاض سعد و مبارک ہے جون کا آغاز ۱۵۰۰۰
- ۶۶۶ ایڈوکیٹ ہوئے خان بہادر صد شکر ۳۰۰۰۰
- ۶۶۷ سید عالمی نسب نامہ دے احمد حسین ۲۰۰۰۰
- ۶۶۷ سید احراز الحسن جب سے ہوئے ہیں صدر بورڈ ۵۰۰۰۰
- ۶۶۸ اشعار صغیر اچھے اندازِ بیاں اچھا ۹۰۰۰۰
- ۶۶۸ للہ الحمد! آج دیواں احمد کا شائع ہوا ۱۴۰۰۰

- ۶۸۵ اب کہہ نہ کلام اہل فن کچھ بھی نہیں ۲
- ۶۸۶ نازک مہ نو کچھ خطِ ساغرِ ساعیاں ہے ۲
- ۶۸۶ روزے نہیں ہیں سخت ایہ سب باتیں ہیں ۲
- ۶۸۶ کیا پوچھتے ہو صوم میں کیا ہوتا ہے ؟ ۲
- ۶۸۷ میخانے میں ہر وقت ہے یوں تو اثرِ عید ۲
- ۶۸۷ ان ہاتھوں سے روزِ جامِ صہبہا ٹوٹا ۲
- ۶۸۷ سانچے میں ڈھلی نور کے شامِ رضاں ہے ۲
- ۶۸۸ روزہ رکھ کر بلا کے دن کاٹے ہیں ۲
- ۶۸۸ یہ وقت وہ ہے کہ خمِ سبو پر پی لیں ۲
- ۶۸۸ کل تک کوئی تقاضے کا قطرِ گھر میں ۲
- ۶۸۸ ہر ذرہ دم صبح ہے خورشید سے بڑھ کر ۲
- ۶۸۹ کان میں آئی ہلالِ رضاں کی آواز ۲
- ۶۸۹ دل کے گرمانے کو ہے آتشِ تزلزلتِ صوم ۲
- ۶۸۹ صوم میں بوٹتے ہیں روزِ تلاوت کے مزے ۲
- ۶۹۰ رندِ ناکام کو کچھ نشہ سا ہو جاتا ہے ۲
- ۶۹۰ میخانے میں کیسا ہے نمایاں اثرِ عید ۲
- ۶۹۰ روزے اللہ کے رحمت ہیں مسلمان ہم ہیں ۲
- ۶۹۱ بزمِ جمشید ہے بے مثل کہ چرخِ نہم ۲
- ۶۹۱ مئے جمشید بیو! کون ہے ؟ تم سے بڑھ کر ۲

- ۶۸۰ چاہا کہ چھپٹ جائیں یہی بہتر ہے ۲۰۰۰۰
- ۶۸۰ کہنا نہیں چاہتے کڑی بات ریاض ۲۰۰۰۰
- ۶۸۱ میں حرف غلط ہوں اُس میں باطل کیا ہے؟ ۲۰۰۰۰
- ۶۸۱ منقار جو کھولتا ہے طوطی میرا ۲۰۰۰۰
- ۶۸۱ بن کر مشاق اہل محفل آئے ۲۰۰۰۰
- ۶۸۱ محفل میں جو آئے بن کے سبل آئے ۲۰۰۰۰
- ۶۸۲ ہاں لطف وہ نظم و نشیں سے آئے ۲۰۰۰۰
- ۶۸۲ جو نظم ہے میری دادِ من لیتی ہے ۲۰۰۰۰
- ۶۸۲ بالائے جو قدسیوں سے مسکن میرا ۲۰۰۰۰
- ۶۸۲ وہ رنگ سخن ہو بزم رنگیں ہو جائے ۲۰۰۰۰
- ۶۸۳ آگے مرے رنگِ غیرِ فقی ہو جائے ۲۰۰۰۰
- ۶۸۳ موزوں جو کئے ہیں شاہِ دیں کے اوصاف ۲۰۰۰۰
- ۶۸۳ کرتا سوسے اونچے اشارہ مہر ۲۰۰۰۰
- ۶۸۳ میلی نہ کروں نظر جو مجھ کو زردیں ۲۰۰۰۰
- ۶۸۴ دامنِ غمِ شہ میں ہیں بھگوئے کے لئے ۲۰۰۰۰
- ۶۸۴ تھے جدتِ مہر سے یہ افلاکِ سیاہ ۲۰۰۰۰
- ۶۸۴ کب گرمی کر بلا سہی جاتی تھی ۲۰۰۰۰
- ۶۸۵ کم گرمی کر بلا ذرا تو ہوتی ۲۰۰۰۰
- ۶۸۵ احباب کا ذکر کیا؟ دور و سنے ہیں ۲۰۰۰۰

حداول

تشیق

۶۹۱ بافت منزل خورشید مقام خورشید ۲

۶۹۲ آج مشہور جہاں ہے مرے جیش کا نام ۲

تمت

۶۹۳ زاہد شکستہ گوشت مسجد میں کیا ملا ۱۶

۶۹۴ شور تھا بول اٹھے یں اٹھے ساغر اٹھے ۶



ہوالہ ایش

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

| | |
|---------------------------------------|---------------------------------------|
| یہ ذوق ادب سب سے ہوش ربا کا | نقش ہے قلم کو جو تکلف نام خدا کا |
| ہاں اور بھی اک گھونٹ کا ہوش ربا کا | اس وقت مجھے ہوش نہیں شکر خدا کا |
| آتی ہے پیہم سے خم سے مرے ساقی | وہ سے لب تر چوبے شکر خدا کا |
| میخانے کو ناکام پھر اطور سے تو کیا | نظارہ رہا موج سے ہوش ربا کا |
| جنت کی ذرا اہل جہنم کو بھی ہو قدر | جھونکا ادھر آجائے کوئی سرد ہوا کا |
| لک مرے میں کیا ہوں جو انکار کر دوں گا | ہے میرے فرشتوں کو بھی اقرار خطا کا |
| جائے یہ چین کو جو کھلا ماہیں سنے گل | میرے قفس تنگ میں کیا کام صبا کا |
| کیا تجھ سے ترے مستے مانگ مرے لٹھ | ہر موج شراب اٹھ کے بنی ہا قد دعا کا |
| جو کچھ ہو مرا حشر میں دیوانہ ہوں میرا | محشر میں مجھے ہوش جزا کا نہ سزا کا |
| میں خواب میں ہوں دیکھی ہیں مری نکھیں | اب دل میں اُتر آئے جو تھلا ہو حیا کا |
| جانا تھا کہ آملے جوانی کا آئی | سیلاب کی تھی موج کہ جھونکا تھا ہوا کا |
| کچھ شوخی رفتار میں بھی کم ہے قیامت | کچھ قد بھی نکلتا ہے ببت شوخ ادا کا |
| نکٹے لکھی تھی ہیں یوں ہی تھی نکھیں | چھٹروں سے مری اور بڑھا ہو جد حیا کا |

بھنے دے گا نہ دم نہ کون کوئی اخلق کو خشک
 مجھے کیا ڈر ہے کہ ہونگے مے سرکار شفیع
 میکہ سے میں ہیں اتنا تو سہارا ہوگا
 شرم عیساں سے نہیں اٹھتی ہیں بلکیں اوپر
 کعبہ ٹھنٹے ہیں کہ گھر ہے بڑے آنا کارِ ریاض
 زندگی ہے تو فقیروں کا بھی پھیلا ہوگا

توجہ دے جائے گا فتنہ کوئی برپا ہوگا
 میرے دل سے کوئی اُمید فاکوں سکھے
 دلِ ناداں تے چلتے ابھی کیا کیا ہوگا
 جمع ہو جائیں گے مینوش قیامت میں جہاں
 نہ ہو اسے یہ کسی کا نہ کسی کا ہوگا
 کیا ترانے کی صدا تھی سرِ ناصح کی قسم
 حشر کا شور وہاں قفلِ مبینا ہوگا
 کبھی یکیش نے سبو کوئی اُچھالا ہوگا
 ہے ہی رنگ تو اب خونِ تمنا ہوگا
 تیری رفتار کا شاید کوئی فتنہ ہوگا
 دیر ہو یا موخر بات کہیں بھی جاؤں
 کعبہ دل مری آنکھوں میں مینا ہوگا
 میں کہیں جاؤں وہ محشر ہو کہ ہو محفلِ عطا
 دوش پر میرے سبوتا تھیں مینا ہوگا

آبِ زمزم کے سوا کچھ نہیں کہے میں ریاض
 میکہ تم جسے سمجھے ہو مینا ہوگا

ہے ناہ کے سرِ چتر خورشیدِ قیامت کا
 اثر بڑھ جائے یارب اس قدر سوزِ محبت کا
 مبارک ہو سیہ کاروں کو سایہِ برحمت کا
 جہنم کے ہر انگائے کو سمجھوں پھولِ جنت کا
 اے دعا عطا کبھی عوامِ لوں میں تیری جنت کا
 عجب عالم ہے کثرت کا عجب عالم ہے وحدت کا
 خدش کو خاثر مل جائے کوئی صحرائے الفت کا
 نیا جلوہ نیا پردہ عیساں بھی اور پنہاں بھی

ہاں لطفِ ستم ہے نہ انھیں قدر ستم ہے
 پیروں کے عوض گھر میں بلاؤں کا ہر جھڑ
 دل چھینتی ہیں اڑھکی جاتی ہیں آنکھیں
 اربابِ عدو کا بچے ہوتے ہوئے میرے
 ایسے ہی تو ہیں باقہ میں لیں گے مرے مل کو
 صد تے ترے آیا نہ بھل کر تجھے چلنا
 جو ان کے سلامت یہ جفا کا سلامت
 کس لطف کے اللہ نے بخشی ہیں خطائیں
 صد تے ترے صیادِ قفس ہے کہ بچد ہے
 اب نام نہ لیں آپ کبھی اہلِ وفا کا
 ہم نے کبھی دیکھا نہ اثر اپنی وعسا کا
 شوخی میں بھی جاتا نہیں اندازِ حیا کا
 ہوتے ہوئے تیرے مجھے ایمانِ قضا کا
 یہ وہ ہیں کہ ہے بار انھیں زنگِ حنا کا
 نکلا ہے بہت نام تری نقرشیں پا کا
 مٹا ہے مرے ساتھ اسٹے نام وفا کا
 منہ دیکھتے ہیں حشر میں سب اہلِ خطا کا
 جھونکا کوئی سن سے کبھی آیا نہ ہوا کا

مشتوقِ ریاصل اٹھ گئے اس بزم سے کیا کیا

جاتی ہوئی دُنیا ہے اسے نامِ خُدا کا

کل قیامت سے قیامت کے سوا کیا ہوگا
 حشر کے روز بھی کیا خونِ تہمت ہوگا
 ہم نہیں جانتے ہیں حشر میں کیا کیا ہوگا
 تو بتا دے ہیں صد تے ترے لے شانِ کرم
 لاکھ پردوں میں کوئی لے نگہ شوق ہے
 ایسی لے لے ہوئی آکر کہ اتھی توبہ
 سہی ہر کام میں کی ہے یہ سمجھ کر ہم نے
 پنی کے آیا عرقِ شرم جہیں پر جو کبھی
 اسے میں قربان، وفا وعدہ فردا ہوگا
 سامنے آئیں گے یا آج بھی پردا ہوگا
 یہ خوشی ہے کہ وفا وعدہ سُدا ہوگا
 ہم گنہگار ہیں کیا حشر ہمارا ہوگا
 دیکھ لے گا جو کوئی دیکھنے والا ہوگا
 ہم سمجھتے تھے کہ عشر میں تاشا ہوگا
 وہی ہوگا جو مشیت کا تقاضا ہوگا
 چہرے پر بادہ کشو نور برستا ہوگا

اُجاڑتے ہوئے سوا آسٹیاں دیکھا
 نہ سجدہ کہ نہ کوئی جسلوہ کہ بھی ہم سے
 سوے چمن جو چلے لوٹنے بہار کا لطف
 وہ دل مرا ہو کہ دل کی ہو آہ کوئی ہو
 گئی میں ان کی تجھے رات میں نظر آ یا
 کسی کی یاد جو آئی تو اٹے پانوں پھری
 یہ پھول لے کے عناد دل چلے چمن سے کہا
 قفس میں ہم ہیں قفس پر نہیں غلام کی ہیں
 ضرور کوئی بلا ہے پری بھی شیشے کی
 ملی نجات قفس میں چمن کے دھڑکوں سے
 چمن میں وہ کے سبھے خوب باغیاں دیکھا
 وہ دل میں تھے انھیں ہم نے کہاں کہاں دیکھا
 تو ہم نے دو قدم آگے تجھے خزاں دیکھا
 بچھی سی آگ کا اٹھتے ہوئے دھواں دیکھا
 ضرور خواب کوئی تو نے پاسباں دیکھا
 نہ دل کی طرح بھی دیراں کوئی نکلاں دیکھا
 ضرور میری لحد کا کیس نشاں دیکھا
 زمین دیکھی نہ صیاد آسماں دیکھا
 بھل میں تھی نہ کبھی پیروں جو اں دیکھا
 نہ مڑ کے ہم نے کبھی سوسے آئیاں دیکھا

وہی شباب کی باتیں وہی شباب کا رنگ
 تجھے ریاض بڑھاپے میں بھی جواں دیکھا

ہنگام نزع گر یہ یہاں بے کسی کا تھا
 اُٹھا نہ میری گور سے دشمن بھی بیٹھ کر
 پھمایا ہے آسماں کی طرح قبر غریب پر
 دل نے مجھے خراب کیا کوئے یاریں
 صحرا میں پھر ہے تھے سیماں بنے ہوئے
 دکھ جائے گا دل اس لئے جاری ہو نہ شک
 یہ اپنی وضع اور یہ دشنام سے فروش
 تم مہنس پڑے یہ کون سا موقع ہنسی کا تھا
 کیا عالم آج اسے امری بکیسی کا تھا
 دل میں مرے غبار بھرا جو کبھی کا تھا
 دشمن پر اعتبار مجھے دوستی کا تھا
 جس کو جنون کہتے ہیں سایہ پری کا تھا
 دیکھو تو پاس نزع میں کتنا کسی کا تھا
 سن کر جو پی گئے یہ مزا غلشی کا تھا

کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے
 شہید ناز خواب مرگ سے گھبرا کے اٹھ بیٹھے
 قیامت میں بھی لے ساقی اڑائے گا گ بول کے
 ترس آ جاے جنت کو مری صورت کچھ ایسی ہو
 یہ ہنستے اُنھیں ترستے یہ ہنستے جائیں محشر میں
 بہت ایسے بھی ہم رنڈوں میں ہیں اللہ کے بند
 وہ عالم آشنا ہے پر وہ دار اپنی حقیقت کا
 نری ٹھوکر بھی اُن سے چل گئی فقر و قیامت کا
 تے بندوں نے کیا میدان مارے قیامت کا
 اُنھوں ترستے پتلا بچے میں شرم و لذت کا
 بہت نازک ہے دل اُس کے گنہگار اُن ہمت کا
 مزاج لوٹتے ہیں سیکہ سے میں باغِ حننت کا

بد و فرامانی وقت نزعِ صدف سے پیرِ مُرشد کے

ریاضِ آ یا مزاب حضرت وارث سے بیعت کا

سکان دیکھے مکین دیکھے لامکان دیکھا
 زرا جو ہم نے اُنھیں آج ہر لہو دیکھا
 نہ پوچھے اہم نفس تک کبھی کے نالے
 جھوٹا جھکا ہے تو ہاں گر پے مرے سر پہ
 ہر سکرانہ بھی دیکھے بہت سے زرا بد بھی
 اب آرزو میں برائیں کہ خاک میں مل جائیں
 یہ جانتے ہیں کہ دل خاک ہو گیا جل کر
 ہمت ہی رائے گلے مل کے ایک ایک سے ہم
 نفس ہیں مگر ستم تیرے دیکھ لیں صبا و
 کہاں کہاں تھے ٹھونڈا کہاں کہاں دیکھا
 نہ ہم سے پوچھئے کیا رنگ آسماں دیکھا
 وہ برق ہوگی جسے گردِ آشیاں دیکھا
 یہی نہ یاس سے تھا سوئے آسماں دیکھا
 اُنھیں تو پیر ہمیشہ اُنھیں حج اں دیکھا
 خدا نے دن یہ دکھایا اُنھیں حج اں دیکھا
 نہ آگ دیکھی نہ اُٹھتے ہوئے سُحواں دیکھا
 لٹا ہوا جو کوئی ہم نے کارواں دیکھا
 چمن ہیں رہ کے بہت اُظف باغیاں دیکھا

ریاضِ خاکِ درِ سیکہ تھا جیتے جی

فنا کے بعد اُسے غلہ آشیاں دیکھا

یہ کون پھوٹ پھوٹ کے رویا سبر کد
 جھگٹ دہ گرجوں کے چھڑیں وہ شوخیاں
 وہ بھی تو مٹ گیا مری تربت کے ساتھ ہی
 دھڑے کی آئے شب تو کسی کو لے لئے ہوئے
 آتے کے شکل دیکھتے ہیں اس میں بار بار
 تیرا یہ رنگ لاپ، یہ جو بن شباب کا
 ہم ہیں گداے میکدہ، ہم کو کمی نہیں
 نکلے تھے نہ چھپا لئے گھر سے غیر کے
 کوئی تو کوستا ہے اثر کو اٹھا کے ہاتھ
 اپنی نگاہ ناز سے برہم ہیں آپ کیوں
 چاہی تھی ہم نے دادِ عشر سے دادِ ظلم
 بچھکے دم حسرت و دیوں کس کو دیکھ کر
 داغ خط تھے بھی قلم بل مینا سنائیں گے
 مدت کے بعد سبزہ تربت ہرا ہوا
 میں کیا بتاؤں حشر کے دن کیا مزا ہوا
 میرا شریک حال تو نقش پا ہوا
 میرے گھر آئے کوئی مجھے کوستا ہوا
 اچھے وہ آئے دل نہ ہوا آٹنا ہوا
 جیسے چمن بہار میں پھولا پھلا ہوا
 سب کچھ ہائے گھر ہے خدا کا دیا ہوا
 تصویر بن گئے جو مرنا سنا ہوا
 جاتا ہے آج نالہ دل کچھ رکا ہوا
 کئے تو کیا ہوا کوئی ناوک خطا ہوا
 کچھ کہہ گئے وہ آئے جلو فیصلا ہوا
 سایا ہے سایہ عیاں کی چھپا ہوا
 طوطا ہم آج لائے ہیں کیا بوتا ہوا

پھرتا تھا اس گلی میں عجب وضع سے ریاض

اک پشت خار ہاتھ میں مٹی سر گھٹا ہوا

موت آئے مجھ کو، کیوں اُسے چھڑا، یہ کیا ہوا
 ہر جائے کھل کے حشر کے دن آئیں تو سہی
 مرکز کسی کا جلوہ ہمارے کفن میں ہے
 جھگٹ دہ گرجوں کے اتھی کہاں گئے
 پہلو سے اٹھ گیا ہے کوئی کوستا ہوا
 وہ بھی کہیں کسی سے مرا سامنا ہوا
 جاتا ہے رازِ مستی عالم چھپا ہوا
 کیا ہو گیا گلاب کا تختہ بھلا ہوا

جس انجمن میں بیٹھ گیا رونق آگئی
کچھ آدمی تریاض عجب دلگی کا تھا

اُن پر بھی یہ اثر مری دیوانگی کا تھا
وہ کیوں ٹھہرتے تھے میں بالین غیب پر
جاسکے بزم و عظیمیں سو بار ہم نے پنی
ظالم کے شوق دیدنے بیتاب کر دیا
آیا تھا حشون کے جو میرے مزا پر
حسرت کے کوئی سوئے نہ لک بکھتا تھا آج
اہل حرم بھی آکے ہوئے تھے شریکِ درد
تھی آج ہاتھ پائوں میں منہدی لگی ہوئی
لوٹے نئے حیا کے اٹھائے ادا کے لطف
گیسوئے پرشکن نے گلا گھونٹ ہی دیا
زاہد تمام عمر فرشتہ بنارہا
دلوائی یاد وعدہ نسر داکِ روزِ شر

وہ بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ سایہ پری کا تھا
کوئی معاملہ یہ گھڑی دو گھڑی کا تھا
جوری کسی کی تھی نہ ہمیں ڈر کسی کا تھا
ہوتی مقابل اُس کے یہ سُٹھا آہی کا تھا
فست نہ کوئی ضرور کسی کی ٹھگی کا تھا
لب پر گلہ کسی کا نہ شکوہ کسی کا تھا
کچھ اور رنگ آج مری سے کشتی کا تھا
موقع بہت بُرا یہ تری بے بسی کا تھا
پہلوں سے مجھ کو آج تصور کسی کا تھا
دعویٰ ہمارے دل کو بہت دوستی کا تھا
اُس نے کیا جو کام یہ کام آدمی کا تھا
مقصود دن سے وقت گزرتا ہی کا تھا

اتنا ہے یاد اب دلِ مرحوم سے تریاض
بدخواہ وہ کسی کا نہ دشمن کسی کا تھا

یہ کہہ کے اس میں زہر بھی ہے کچھ ملا ہوا
یہ میرے بعد صلیبِ غم دیا کس کی ہوا
جب حالِ حل کا تو یہ سُنا پڑا ہیں
تم تو سُنا رہے ہو فسانہ سُنا ہوا

ساتی نے جب پلائی تو نشہ سوا ہوا
جاتا ہو جیسے قافلہ کوئی ٹٹا ہوا
تم تو سُنا رہے ہو فسانہ سُنا ہوا

اسے نگاہِ پاس سمجھوں گا بجے دستِ قاتل سے اگر خنجر گرا
 آرزو پوری ہوئی مقتل میں آج پاؤں پر قاتل کے میرا سر گرا
 تھا یہ مطلب وہ نگاہیں بوزلف کھا کے عشق کوئی سر بہتر گرا
 میرے ہی ہاتھوں سے میرے پاؤں پر ٹکڑے ہو کر دامنِ محشر گرا
 بے ستوں جانے کا رستہ رک گیا میرے آگے آگے اک پتھر گرا
 ہے عجب افتادے قیدِ قفس پھر نہ نکلا ٹوٹ کر جہر گرا

رہے اس بارش میں ہم کیا کیا آریا صن

پہلے کوٹھی گر گئی پھر گھر گرا

کوہِ عنبر بھی بار بار مجھ پر گرا آسمان بھی ٹوٹ کر اکٹرا گرا
 دل تو اتر ہی تھا ان کی آنکھ سے اب نظر سے فتنہ محشر گرا
 کیا وہی آنسو ہے جو میں پی گیا میرے دل پر آگے اک پتھر گرا
 تھی وہ حالت جیسے ستوالا کوئی جب اٹھا اس در سے میں اُٹھ کر گرا
 یہ نگاہِ پاس ہے قاتل سنبھل دیکھ دستِ ناز سے خنجر گرا
 جب چلا میں دو قدم تو ضعف سے کھا کے اپنے سایے کی ٹھوکر گرا
 بزمِ محشر گو بنے ساتی کی بزم میں نہ اٹھوں گا اگر پی کر گرا
 افسدی شوخی باتھ بھی مارا تو یوں کچھ الگ قدسوں سے اُن کے سر گرا
 دل گرا اندھے کنوئیں میں عشق کے ساتھ اپنے مجھ کو بھی سے کر گرا
 پچھتاوعدہ، قاتل اس کو کیا کرے اٹھ بھوٹا ہو گیا خنجر گرا
 اب وہ درِ محشر غوث اُس کا یا صن زندہ ہو کر میں اٹھتا ہر گرا

تو بہ نکل کے منہ سے جو حسن قبول پاسے
 کہہ جاتی بات چیت میں تاریک غم کی رات
 توبہ کی جان خشک ہے بجلی کے خوف سے
 وہ جلتے ہیں ٹوٹ پڑا اس پہ آسماں
 صیاد بے چلا ہے جو خوش خوش سوچن
 نازک سادل کسی کا جو بے چین ہو گیا
 مجھ کو اٹھانے آئی تھی اٹھتی نہیں ہے خود
 میری نگاہ یا اس کا سب سے گلا ہوا
 چلائے مجھ سازندہ میں پاس ہوا
 چمکائے بوند بھر کوئی منہ میں ریاض کے
 دم میں سکدے میں توڑ رہا ہے پڑا ہوا

رہ گیا پردہ ترے چاک گریبانوں کا
 راہ چلتے ہوئی ہے دولتِ یدِ نصیب
 حشر میں کوئی بھی پُرساں نہیں یوانوں کا
 یاد آتی ہیں جنوں خیر ہوا میں اُن کی
 اس میں احسان نہیں آپ کے دربانوں کا
 اے دیوانے ذرا حل کے اٹھیں دیکھ تو لے
 اب نہ وہ ہم ہیں نہ عالم وہ بیابانوں کا
 میگردوں میں ہے فراشیخ پر سی خانوں کا
 بہت خدا ہوں کہ نہ ہوں، ہے مگر اتنی قہر
 بعد توبہ کے چھلکنا بھرے پیمانوں کا
 چشم ساقی کی طرح ہے اُڑا نازائے شیخ
 چمکیاں آپ لیں ہندی لگے ہاتھوں سے
 کام دیں گے نہ یہ ناخن کبھی پیکا نوں کا

قحط جلتے بھی مگر یہ نہیں جانے کے ریاض

کہرے گھر ہے اجارہ مرے مہمانوں کا

مختب آیا تو میں حسنم پگرا حسنم گرا، پنا گرا، سل گرا

رہ جائے گی چھو کر نگہ ناز تھسا رہی
 بالفرض اثر ٹوٹ پڑے چرخ کو لے کر
 ہو گا جنہیں توبہ کا بحر و سامرے مالک
 اُپھلا جو یہ بوتل سے تو بن آئے گی لے شیخ
 وہ کہہ گئے آئے کو اہل آئے کہ نیند آئے
 رستے کی طرح ہم کو کھلائے گا وہ ٹھوکر
 جب تک ہ کے ہاتھوں سے مجبور نہ ہوں گے
 چھپتا ہے مرے ساتھ مراد داغ زمیں میں
 کس ناز سے کہتے ہیں وہ اللہ سے شوخی
 سر پر ہے آہنے کو دیوار تو ہو گی
 تیرے کیلچے سے کبھی پار نہ ہو گا
 تالہ تو مرا جب بھی گرا نبسا رہ نہ ہو گا
 وہ اور ہی ہوں گے یہ گنہگار نہ ہو گا
 اس کا گ سے اچھا گلستا رہ نہ ہو گا
 اب بند مرادیدہ بیدار نہ ہو گا
 دربان تھرا کبھی ہموار نہ ہو گا
 وعدے کا انھیں حشر میں اقرار نہ ہو گا
 اب ادوب کے یہ چاند نمودار نہ ہو گا
 تجھ سے نہ ہوا وصل کا اقرار نہ ہو گا
 کیا ہو گا اگر سایہ دیوار نہ ہو گا

رکھنا نہ تر یاصل اس دل بد نحو سے توقع

یہ آپ کا دشمن ہے، کبھی پار نہ ہو گا

ایک خط ہکا سا گردن پر پڑا
 اور زیور سادگی کو بار تھا
 مجھ کو درباں نے نکالا اس طرح
 دو فرشتے ہیں لے محشر میں تھ
 کوئی پوچھے رہ گئی دعا غظ کی کیا
 میکہ سے جاتے ہوئے تھے میں آج
 گھل کے بوئی محسن کی دولت یاصل
 کس قدر اوجھلا ترا خنجر پڑا
 کان میں آویزا گھوم رہا
 اُن کے در پر رہ گیا بستر پڑا
 با عصیاں آج انھیں کے سر پڑا
 آج تو سر پر سر مہر پڑا
 مل گیا جمشید کا ساغر پڑا
 آج تو ڈاکا سر محشر پڑا

سے شب کو چرائیں کوئی بیسار نہ ہوگا
 پہلو میں دل لے لڈت آزار نہ ہوگا
 کہتے ہیں کہ ہم ہاتھ اٹھانے میں ستم سے
 وعظ کے جانے کو سبک جس نے بتایا
 اب دست تنائیں نہیں خون کی گردش
 جب کالی گھٹا گھر کے ٹھکے گی سرے گھر پہ
 ساغریں یہ افشردہ انگور ہے لے شیخ
 وحشت بھی ہے نفرت بھی لے ان کی گلی میں
 گلشن میں بہار آئی یہ کہتی ہوئی ہم سے
 شاید وہ بنے ہیں کبھی اقرار کے سچے
 توبہ سے ڈرایا مجھے ساقی نے یہ کہہ کر
 میری نگہ شوق سے شرابے کچھ ایسے
 میخواروں کو پی پی کے بہت کوس رہا
 ہو جائے گی مسواتری مڑگاں کی درازی
 ایسا ہے تو اس دن کے لئے ہم کو نہ کھینا

جانا ہے عدالت میں ریاض آپ کو ہر روز

قسمت کا کبھی آپ کے اتوار نہ ہوگا

وعظ جو نہ ہوگا تو مجھے عار نہ ہوگا
 تو زہر بھی دے گا تو بیوں کا پسرتبہ
 درد نہ سہر تسنیم یہ سے غوار نہ ہوگا
 تہ سے مرے ساتی مجھے انکار نہ ہوگا

اُن کا ہنسنا کسی دیول سے کا اُن سے کتنا
 نعرے ستوں کے دبا دیں گے ہوں ہی شکر کا
 وصل میں پچھلے کو یاں صبح کا ہونا کیسا
 جام کو ترک نہ رو کو لب کو تراسے شیخ
 مشر میں میکے والو! جو خدا نے چاہا
 طور کیا، عرش سے اونچا ہے ترا بام بلند
 مے کو شریں یہ بوباس کہاں تھی زاہد
 بے طرح ڈوب رہا ہے دل غمگیں میرا
 دور سے خانہ کعبہ کو بھی کریں گے سلام
 زندگی ہے تو ہم ہوں گے مدینا ہوگا
 آپ کو چاک گریباں ابھی سینا ہوگا
 شور تیرا بھی تو اے قتل مہینا ہوگا
 چاک دامان سحر آپ کو سینا ہوگا
 کسی میکیش نے ترے ہاتھ سے پھینا ہوگا
 یہی جلسہ یہی ساغر، یہی مینا ہوگا
 عرش بھی کوئی ترے بام کا زینا ہوگا
 کچھ نہیں یہ کسی میکیش کا سینا ہوگا
 آج کیا غرق امیردوں کا سینا ہوگا
 زندگی ہے تو ہم ہوں گے مدینا ہوگا

چکھنے دو چار برس نزع کی تلخی کا سزا

اسے ریا صن اور ابھی آپ کو جینا ہوگا

گریزے معشوق حسین میری نظر سے کیا کیا
 حسرتیں ٹپکی ہیں اس دیدہ تر سے کیا کیا
 بزم تھی غیر کی، وہ صحبت خلوت تو نہ تھی
 آہ بھی شونخ ہے کتنی کہ نہ آئی لب تک
 تیغ نے کا ہے کو خون شہدا دیکھا تھا
 تم تو تم مجھ سے شب وصل بھی شراتی ہو
 ہو گیا ہے اُسے دامن کا چھڑانا مشکل
 بادل اٹھتے ہوئے تھے اتنے میخانے پر
 فتنے اُٹھتے تھے اس اہل ہزرے کیا کیا
 روئے نکلی ہے تباہی مرے گھر سے کیا کیا
 راز افشا ہوئے دزدیہ نظر سے کیا کیا
 ہم شپایاں ہوئے تکلیف اثر سے کیا کیا
 ڈر کے لپٹی ہے وہ قاتل کی کمر سے کیا کیا
 منہ چھپاتی ہے وہ دامان سحر سے کیا کیا
 آہ ابھی ہے سر عرش اثر سے کیا کیا
 نہر خم ٹوٹتے ہی ٹوٹ کے برسے کیا کیا

سایہ پرچشم زلف کا بھر پر پڑا یہ بڑا دوراں سراب سر پڑا
 بیخودی میری تری دریاں ہوئی پاؤں جب اندر دھرا ہر پڑا
 دل لٹا ترگاں نے جھاڑو پھیری یہ بڑا ڈاکا ہائے گھر پڑا
 لی خبر دریاں نے میں کھوایا گیا صحن در سے دور ہے بستر پڑا
 کینچ مارا میں نے وہ اعظ کے وہی منہ پر اُس کے آج کیا ساغر پڑا
 میں کد سے اٹھ کے جلنے کا نہیں مجھ کو کیا چننا کرے عیش پڑا
 آشیاں تک ڈھیر تھا گلزار میں آج پتھر سا یہاں پتھر پڑا
 میں تو سمجھا پنکھڑی ہے پھول کی کس قدر ہلکا ترانہ پڑا
 ہم گرے جب روکھڑا کر بزم میں سر سبز پر اتھ ساغر پڑا
 دل کی خوب کچھ ہمیں لے لے لے شک کچھ عین معلوم تو کس پر پڑا
 روگ تھی بیمار داری بھی مری میں تو میں بیمار گھر کا گھر پڑا
 جنس رسوائی کے ہم کا کشتے تھے یہ بڑا سودا ہائے سر پڑا

اُن کے در سے کہا تھا بستریا صُن

میں گیا تو رہ گیا بستر پڑا

لب میگوں کا تقاضا ہے کہ جینا ہوگا آنکھ کہتی ہے تجھے زہر بھی پینا ہوگا
 رمضان میں نہ ملانا نہ یہ پینا ہوگا کس طرح گزرتے گی کیسا یہ مینا ہوگا
 حشر میں سر و قدوں سے ہیں کچھ کم نہیں گوشہ حشر میں ہم ہوں گے یہ مینا ہوگا
 کیجئے کیا اسے ہے موت بھی اُنکے بس کی زہر ہم کھائیں گے تو بھی ہیں جینا ہوگا
 ہے سحر یک شب گور کی دشمن باقی حشر کے روز ابھی پھر ہیں جینا ہوگا

آٹھ سے دیکھ لیا خونِ متنِ سوار دیکھئے پھر بھی ٹپکتا ہے نظر سے کیا کیا

ہو گیا مجھ کو جنوں صبحِ شب وصلِ یاصن

ہاتھ اُبھے مرے دامانِ سحر سے کیا کیا

آپ آئے تو خیالِ دلِ ناشاد آیا آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا

عرش سے آج اثرِ تالیبِ فریا د آیا ایک ہی آہ میں کافر کو خدا یاد آیا

جور کے ساتھ ترا لطف بھی کچھ یاد آیا ہونٹ پر بن کے ہنسی شکوہ بیدار یاد آیا

آج شب میں کوئی سوار تو بجلی چکی آج دن میں کوئی سوار تو صیاد یاد آیا

میرے دل میں عجب انداز سے آتا نوک میں سپجھا کوئی معشوق پر زار یاد آیا

کیا کہا پھر تو کہو بھول گئے ہم کس کو صد تے اُس کے جو تھیں بھول کے یوں یاد آیا

فتنہ حشر نے ہی اُٹھ کے بلائیں سے لیں عجب انداز سے میرا ستم ایجا د یاد آیا

سن سے جھونکا کوئی آیا جو تراباد بہار چونک اٹھے مرغِ چمنِ ناوکِ صیاد یاد آیا

اسے قاتل ابھی بہہ جائے گا پانی ہو کر ساسنے میرے اگر خنجرِ فولاد یاد آیا

یہی گلشن کی ہوا ہے یہی گلشن کی ہوا کبھی صیتِ ادکبھی ناوکِ بیدار یاد آیا

نظر آتی ہیں کہیں بسی بھی کافرِ شکلیں دیکھ کر حسنِ خدا دادِ خدا یاد یاد آیا

پاس سے نیم نگہ دور سے مژگانِ دراز چُپھنے والے نے نشر لے فضا د یاد آیا

نہ سنا ہم نے کبھی باغ میں آئی ہے بہار جو سنا بھی تو سنا ہم نے کہ صیاد یاد آیا

کیوں نگاہیں یہ گڑی ہیں شکنِ دامن پر صد تے اندازِ حیا کے تجھے دل یاد یاد آیا

آشیاں برق کو سونپا مجھے آئی جو ترنگ اور میں اڑ کے ادھر تک صیاد یاد آیا

اثرِ یاد بھی تو جیسے کوئی منسردی ہو ہاتھ میں تھامے ہو سدا بن فریاد یاد آیا

لے جوانی اترے دن رات ٹھہرتی نہیں
 آسمان بھی نہ رہا گھر کی زمیں کا کیا ذکر
 نہ گیا سوئے نشین کبھی اڑ کر افسوس
 کبھی اپنل اڑے اُن کے کبھی نفیس کجیرس
 جی اُبھتا ہے مرا شام و سحر سے کیا کیا
 آج طوفان اُٹھے ویدہ تر سے کیا کیا
 عقینِ میدیں مجھے ٹوٹے ٹھٹھے پر سے کیا کیا
 وہ پریشان ہوئے بادِ سحر سے کیا کیا

لے ریاضِ آنکھ لڑاتے ہوئے جی ڈرتا ہے

زخمِ پونچے ہیں حسینوں کی نظر سے کیا کیا

ہاتھ کبوتِ شبِ وصل بھی تر سے کیا کیا
 حشر بھی حشر کے معشوقِ حسین بھی سب
 بے طرح کچھ یہ بھری غلی کہ نکل کر دل سے
 چاہتی ہے کہ ہرک بات میں بڑھ چڑھکے رہے
 ابر کے آتے ہی تھے حضرتِ ناصح کچھ اور
 ڈرتے ہیں پار نہ ہو جانے کہیں دل کی طرح
 نبھ سکے یہ تو عجب چیز خود داری عشق
 ٹھوکریں کھا کے پہنچ تو گئے تقدیر سے ہم
 حشر پڑا ہٹ ہے ہیں وصل کے وعدہ شبِ وصل
 صبح کو آس کے کسی دن یہ تماشا دیکھو
 سامنے آتے ہیں وہ دل کو بنا کر پتھر
 آٹے آئی ہیں کبوتِ شبِ وصل اُن کے
 مرگِ غربت نہ کہیں مجھ کو لئے جاتی ہو
 لطف بکھتی ہے نزاکت بھی کمر سے کیا کیا
 فتنے اُٹھتے ہیں تری راہ گز سے کیا کیا
 میری فریادِ لڑی جا کے اتر سے کیا کیا
 بل کی لیتی ہے تری زلف کمر سے کیا کیا
 گرے کیا کیا یہی ہم پڑ ہی بر سے کیا کیا
 بچتے ہیں آئے بھی تیری نظر سے کیا کیا
 ہم کھینچے ہیں تو لگا دٹے اُدھر سے کیا کیا
 نعمتیں ملتی ہیں اب آپ کے در سے کیا کیا
 اُس نے قرار کئے رات کو در سے کیا کیا
 کہ نکلتی ہیں بلائیں مرے گھر سے کیا کیا
 ڈرتے ہیں آئے بھی تیری نظر سے کیا کیا
 اس نزاکت کو لگا وٹ ہے کمر سے کیا کیا
 دم اُبھتا ہے مرا عزمِ سفر سے کیا کیا

سوہتے ہو رشتے نہیں تم جان کو اُس کی
گھٹتی نہیں تربت میں بھی فرقت کی آفت
تسکین تو ہو جائے جو تو پھوٹے بہر جا
سبز مری تربت کا رگ گل نہیں ٹسبل
مٹتے ہوئے دیکھی ہے عجب حسن کی تصاویر
وہ بھی تو مٹے جانِ جہاں نام تھا جن کا
اب غیر کے گھر رات کو ماتم نہیں ہوتا
یہ درد وہ ہے مر کے بھی جو کم نہیں ہوتا
یہ تجھ سے بھی لے دیرِ فراق نہیں ہوتا
ان آنسوؤں سے ترے تو ہم نہیں ہوتا
اب کوئی مرے مجھ کو ذرا غم نہیں ہوتا
یہ نظم جہاں پھر بھی تو برہم نہیں ہوتا

کچھ بھی ہو ریاصل آنکھ میں آتے نہیں آنسو

مجھ کو تو کسی بات کا اب غم نہیں ہوتا

اندازِ تبسم نہ ہو غما ز کسی کا
اثباتِ دہن پر نہ ملے ناز کسی کا
کیا مجھ سے چھپے گا کوئی آغوشِ عدویں
گرتی ہے بھری بزم میں ہر آن سے جلی
بن کر نیکہ ناز مرے دل میں چھپا ہے
شراب میں بجھے حشر میں جھوٹے تھے دند
دربان سے مرا ساز مرے دل سے اُفیس ساز
آگے تو رقیبوں کی اُٹھالیت تھے سختی
دھوکے میں پڑے کوئی نہ اُمیدِ وفا پر
یہ حال ابھی ہے کہ خم مٹتے ہیں خالی
ہم ناز اُٹھانے کا اجارہ نہیں لیتے
ڈرتا ہوں نہ کھل جائے کہیں راز کسی کا
ہنسنے میں نہ کھل جائے کہیں راز کسی کا
لاکھوں میں تو پھپھتا نہیں انداز کسی کا
چمکا ہے بہت شعلہ آواز کسی کا
ناوک ہے کہ چھپتا ہوا انداز کسی کا
بن جائے اگر کامِ خدا ساز کسی کا
گڑے نہ کسی سے کوئی ہمسرا کسی کا
پسینہ نہ ہے اُٹھتا نہیں اب ناز کسی کا
ہو گیا نہ ہو اسے وہ دعا ناز کسی کا
اچھا نہیں میخانے میں آغا ناز کسی کا
دل پھیرے اور چشمِ فسون ساز کسی کا

دستِ ماتم لے بیٹھی رہی شیریں اپنے
 تیشہ اچھا کہ ترے کام تو فرما د آیا
 ایسی صند ہو تو اٹھیں کون منائے یارب
 وہ یہ بچلے ہیں کہ کوئی مجھے کیوں یاد آیا
 لے خنجر کی روانی تھی ہر اک موجِ خرام
 آج مقتل میں نئی شان سے جلا د آیا
 میں جو پہونچا تو لے اٹھ کے گلوں نے قدم
 جذب میں دھوم مچی قیس کا اُستاد آیا
 بڑھ کے لے حلقہ آغوش میں سے دستِ جواں
 بیڑیاں کاٹنے کس لطف سے حذا د آیا
 ڈر کے صحرائے بلا سے جو پکارا میں نے
 قیس نے دی مجھے آواز کہ فرما د آیا
 صدقے ہونٹوں کے جنھیں نازِ مسیحائی ہو
 صدقے باتوں کے جنھیں شیوہ جلا د آیا
 لے اٹھیں خونِ گرین نام جو نشتر کا لیا
 رنگِ ایسا مری تصویر میں بہزا د آیا

طفلِ اشک آئے مری گود میں چپے جو یا صق

دلِ مرحوم مجھے آج بہت یاد آیا

وہ کون ہے دنیا میں جسے غم نہیں ہوتا
 کس گھر میں خوشی ہوتی ہے ماتم نہیں ہوتا
 ایسے بھی ہیں دنیا میں جنھیں غم نہیں ہوتا
 اک غم ہے ہمارا جو کبھی کم نہیں ہوتا
 تم جا کے چن میں گلِ دُلبُسل کو تو دیکھو
 کیا لطف تہ چا درِ شبنم نہیں ہوتا
 کیا سُرمد بھری آنکھوں سے آنسو نہیں گرتے
 کیا منہ دی لگے ہاتھوں سے ماتم نہیں ہوتا
 اڑتی تھی وہ شکاری تھیں صفت کی ہوائیں
 اب رندوں کا جھگٹ سبز زم نہیں ہوتا
 یہ جان کے کیوں روئے گا کوئی سب زربت
 سبزے سے جدا قطرہ شبنم نہیں ہوتا
 یہ شانِ گدائے درمیان ہے ساقی
 بھوے سے وہ ہم درم کے وجم نہیں ہوتا
 مایوس اثرِ شکِ عنادل نہیں بھتے
 مانوس اثرِ گرِ پُشبنم نہیں ہوتا
 کچھ اور ہی ہوتی ہیں بگڑنے کی ادائیں
 بننے میں سنورنے میں یہ عالم نہیں ہوتا

ہم اور اپنے خانہ دیوار میں رہ سکیں
 بن بن کے بھلی آگ لگانے وہ آئیں گے
 وہ بھی کھنچے ہیں تیغ بھی اُن کی کھنچی ہوئی
 دل دوں کسی کے دستِ حنائی میں کس طرح
 کیوں چھڑتے ہو ساتھ مرے شمعِ بزم کو
 ہم سے تو قبر کو بھی بے پایا نہ جائے گا
 آنکھوں میں نور بن کے سنا نہ جائے گا
 دونوں کا ناز ہم سے اٹھایا نہ جائے گا
 ہم سے تو آگ میں یہ جلایا نہ جائے گا
 رستے ہوؤں کو تم سے ہنسایا نہ جائے گا

کہتے ہیں وہ تیاصل کا دل لے کر کیا کریں

ہم سے گلے کا بار بنایا نہ جائے گا

جب تک حجابِ رخ سے اٹھایا نہ جائے گا
 تو نے دیسے مجھ سے مٹایا نہ جائے گا
 لب تک ہمارے نالوں سے آیا نہ جائے گا
 بھوے ہیں اک جہان کو ہم اُس کی یادیں
 دامن میں ہو کر زلف میں ہو داغِ ازل
 یہ وزن ہے تو بارِ معاصی ہیں ہا
 اے جئے سلسبیل نہیں آئیں تو نہیں
 دل میں ہمارے آپ چلے آئیں شوق سے
 دامن کے بے دل کو وہ چوٹی میں دیں جگہ
 تاروں سے آسمان ہے کیسا بھرا ہوا
 دن دو پہر وہ کھولے بٹھے بال کئے ہیں
 چھوٹی سی بیضال کی شبِ جلنے لیس ہے
 آپ آئیں ہم سے آپ میں آیا نہ جائے گا
 یہ داغِ عشقِ دل سے خدایا نہ جائے گا
 سر پر اب آسمان اٹھایا نہ جائے گا
 اُس کا خیال دل سے خدایا نہ جائے گا
 ان بادلوں سے چاند چھپایا نہ جائے گا
 ہم کیا کسی سے بھی یہ اٹھایا نہ جائے گا
 تجھ سے اُبل کے حشر میں آیا نہ جائے گا
 اس آنے میں غلے سے آیا نہ جائے گا
 اب عرش پر تو اُن سے چڑھایا نہ جائے گا
 پھولوں سے کیا قفس کبھی چھایا نہ جائے گا
 اب گیسوؤں کا قبر سے مٹایا نہ جائے گا
 ہم سے کسی حسین کو ستایا نہ جائے گا

کیا آرزوئے مُردہ میں اب جان پڑے گی باتیں نہ بنائے لبِ اعجاز کسی کا

مستوق ریاضِ اس دلِ خوشے تھا ہیں

کبوت سے اُٹھت ہی نہیں ناز کسی کا

مٹھی میں دل نہ تھا شکنِ آستیں میں تھا منہدی کا چور تھا جو کھٹ ناز میں تھا

اک ذوقِ الٰہِ صبط سے وہ بھی مٹا ہوا میں کیا بتاؤں کیا دلِ ناز و گیس میں تھا

تھیں رو سیاہیوں سے کچھ اُس کی نیشیں جو نام بے نشان سا ہمارا لگیں میں تھا

آیا تھا اُن کے پاس سے چپ چپ میرے آں پوشیدہ کوئی راز دلِ ہم نشیں میں تھا

مجھ پر نکالی آنکھ نکیرین نے عبث داغِ سجودِ بعدِ فتنہ ابھی جبین میں تھا

قاتل بھی آب آب تھا خنجر بھی آب آب اشد کیا اثر نگہ واپسیں میں تھا

جب یاد آئی ہم نے بھی مُنہ چوم ہی لیا

ایسا مزارِ ریاضِ کسی کی نہیں میں تھا

شرم گز سے حشر میں جا یا نہ جائے گا ہم سے تو مُنہ خدا کو دکھایا نہ جائے گا

ہم سے بھی اس کے ام کھٹائے نہ جائیں گے اُن سے جو مولِ دل کا بڑھایا نہ جائے گا

وہ پیاری پیاری شکی کل وہ اُن کے اٹھ پاؤں ہم جانتے تھے اُن سے ستایا نہ جائے گا

پُر درد دل میں داغ بھی ہیں کتنے زخم بھی کیا اب بھی دل سے ہاتھ اٹھایا نہ جائے گا

اتنا کہاں سے روزِ غم آئے کہ ہو یہ سیر ہم سے تو دل کا بوجھ اُٹھایا نہ جائے گا

وہ بیخودانِ عشق کو ٹھکرائیں تو سہی اچھی کہی کہ ہوش میں آیا نہ جائے گا

قاتل تو جانتے تھے مگر جانتے تھے ہم پانی کی طرح خون بہایا نہ جائے گا

وہ جو کچھ کیا ہے تو لہے سے اُن کی شرم سکتے ہیں مجھ سے حشر میں جا یا نہ جائے گا

مجھ کو ادب، حجاب انھیں، دُشمنِ زخمیوں
 اک قبر کا چراغ ہے اک دل کا داغ ہے
 ہم گزے جس طرف سے اُدھر انگلیاں اٹھیں
 یہ کہہ کے کس ادا سے دیا ساغر شراب
 تم کیا مٹا سکو گے اسے دل کا داغ ہے
 میں دور اٹھا، دل میں مگر گدگدی اٹھی
 چکرائے میری باتوں سے گمشتگی میں بھی
 تھا حُسنِ اتفاق کہ پیہم شہر اُٹھے
 دیکھا کوئی حسین کہ ہم مدعی ہوئے
 نجد سے سیاہ کار کے کام آئی تیرہ گویا
 اس بھولے پن کے ساتھ کہ لطف آگیا انھیں
 ہم میں نہ جان حشر میں آئے گی، ہوش کیا
 ساقی نے میکہ سے میں ہیں کیا پلا دیا
 اپنا فسانہ آپ ہی ہم نے سنا دیا
 یہ تو ہوا فرشتوں کو اندھا بنا دیا
 ساقی نے میکہ سے میں ہیں کیا پلا دیا

پاؤں تو ان حسینوں کا منہ چوم لوں یا ضل

آج ان کی گالیوں سے بہت ہی مزا دیا

کوئے دشمن سے لے چپکے نکلتے دیکھا
 ہم نے تیش قدم یار کو چلتے دیکھا
 اُسے کیا حال دم وصل ہمارا ہوگا
 بوسہ لینے میں تمھیں رنگ بستے دیکھا
 ابر بن کر جو برس پڑنے کو آیا و اعظ
 بے طح ہم نے خیمے کو اُبتے دیکھا
 یہ بھی پتیا ہے کوئی چال ہے یہ بھی کوئی
 ہر قدم پر انھیں سوار سنبھاتے دیکھا
 یہی آنکھیں ہیں کہ جن میں نہیں نام کو شاک
 انھیں آنکھوں سے کبھی خون اُبتے دیکھا

رکھیں مجھے معاف وہ تکلیف دہ ہے
 روشن چراغ قبر نہیں دل کا داغ ہے
 کہتے ہیں منس کے نام دل میں غم سے روزِ وصل
 ڈرتے ہو چوتے پائے حنائی سے قبر کو
 سینے میں یادگار و فادل کا داغ ہے
 اس شرط سے کریں دل پر آرزو کا غم
 اس آگ میں ۛ دل تو جلا یا نہ جائے گا
 سو آنہ میوں سے بھی یہ بھایا نہ جائے گا
 جو روٹھ جائے گا وہ منا یا نہ جائے گا
 بیٹھو بھی تم سے حشر اٹھایا نہ جائے گا
 اے آسمان یہ تجھ سے مٹایا نہ جائے گا
 ہاتھوں میں یہ رہے گا بہایا نہ جائے گا

آئی ہوئی کسی کی جل کہہ گئی ریاض
 تا عمر تم سے ہوش میں آیا نہ جائے گا

کچھ آئے نے اور ہی عالم دکھا دیا
 دیوانگی نے میری مجھے کیا مزا دیا
 اعات کا ان بتوں نے سلیقہ سکھا دیا
 عتیا کو بھی کچھ ترس آیا ہمارے
 ننھے سے دل کی بچہ دہی سستی بنائی تھی
 کہتے ہیں کوس کوس کے وہ عندلیب کو
 کیسے یہ بادہ خوار ہیں سن سن کے پی گئے
 اتنا ہوا کہ ہاتھ سے کچھ دھجیاں گئیں
 پہچان ہی لیا انھیں فتوں نے حشر کے
 شوخی سے ہر گونے کے کھڑے اٹائے
 اس اٹے کے آدھکت میکہ سے ہیں ہو
 دونوں کو ایک دوسرے نے کیا بنا دیا
 اُن کو بھی ساتھ میرے تماشا بنا دیا
 خود کیا ملے کہ مجھ کو خدا سے ملا دیا
 درہول کر قفس کا مجھے خود اڑا دیا
 نقش قدم نہ تھا جسے تم نے مٹا دیا
 کبخت کی فغاں نے مراد لٹکا دیا
 واعظ کو کچھ مزانہ کسی نے چکھا دیا
 دست جنوں نے کانٹوں کے دامن چھڑا دیا
 انگلی اٹھا کے دور سے اُن کو بتا دیا
 جس غنچے پر نگاہ پڑی دل بنا دیا
 پوچھا جو گھر کسی نے تو کعبہ بتا دیا

دامان برق طور ہے تیرا حجاب سُخِ
معتشوق ہو تو ہو ترے حُسنِ جمال کا
دیتے نہ جان ہم جو سمجھتے شبِ کد
شک تھا کہ آج دن ہو کسی کُٹے صال کا
قسمت مری وہ آئے مراد دل خریدنے
ہوتا ہے مول آج تو مفلس کے مال کا
رہنا ریاضِ سایے سے بھی اس کے ڈوڈو
دُشمن یہ آسمان ہے اہل کمال کا

یہ کا قربت تجھیں دعویٰ ہے دنیا میں غلامی کا
یہ مجھ سے سخت جاں پر شوقِ خنجر آ زمائی کا
نہ ہو پہلو میں کیسے دل تو کوئی بات کیوں چھو
تم اچھے غیر اچھا غیر کی تفت میر بھی اچھی
وہ کیا سوئیں گے غافل ہو شبِ میر پہلوں
ہزاروں یہ وہ دل بامِ لاکھوں طور سے بڑھ کر
قصص میں اب کہاں وہ انبساطِ صبحِ آزادی
اشائے پر ترے چل کر لائے زنگِ مشک ہے
کوئی کیا جانے جنت میں کہ اُس نخلِ کھینچا ہے
وہ دن بھی آئے ہم ہوں درگیاں مونس کی
گدایا نہ صدا ہوا تھیں کا سہ گدائی کا

بنائی اکیا بُری گت میکرہ میں بارہ نوشوں نے

ریاضِ آئے تھے کل جامہ پہن کر پارسانی کا

نہ تھے افشاں نہ کمکشاں ہے نہ بے ہستی ہوئی تجبیں کا

کھلا ہے پرچم گڑا ہے جھنڈا فلک پر اُس آہِ آتشیں کا

حشر کے روز نہ تاب ابرکرم کو آئی
مچ گندگار کو جب ملو پ میں جلتے دیکھا
کیسوں حور کہو سبزہ تربت کیسا
قبر دشمن سے دھواں ہم نہ نکلتے دیکھا
کوچہ عشق میں اندر سے پامردی دل
ٹھوکر میں کھا کے اسے ہم نے سنبھلتے دیکھا
غیر کے گھر سے جھجکتے ہوئے تم نکلتے تھے
رکتے دیکھا تمہیں پھر چھپ کے نکلتے دیکھا
دل میں کیا جان تھی کیا قطرہ غم کی تھی بٹا
سُلتے دیکھا اُسے ہاتھوں سے مسلتے دیکھا
پھول لائے کا کھلا تھا کہ شفق شام کی تھی
وصل کی رات کو بھی رنگ ملتے دیکھا
کبھی کچھ رات گئے یا کبھی کچھ راتیں
ہم نے ان پردہ نشینوں کو نکلتے دیکھا
خون دل پر ہے عدت رشک تری منہدی
اپنی ہی آگ میں ہم نے اُسے جلتے دیکھا
دل بیتاب تھا یا آگ کی چنگاری تھی
کس قدر جلد اٹھیں پاؤں سے ملتے دیکھا

واہ کیا رنگ ہے کیا خوب طبیعت ہے ریاض

ہو ز میں کوئی تمہیں پھوٹے پھلتے دیکھا

وہ پوچھتے ہیں شوق تجھے ہے صال کا
منہ چوم لوں جواب یہ ہے ہر حال کا
اُسٹھے گا لطف غلہ میں جا کر وصال کا
موقع بلا جو حشر کے دن کچھ بھال کا
ادجامہ زیب چھینے تو آسمان سے
دامن شفق کا اور گریباں ہلال کا
سوزا سے جو آئے قیامت تو کچھ نہیں
انداز اور ہے تری مستانچال کا
روٹھے ہوئے بھی چھڑ کے سننے ہیں میر شاعر
میرے کلام میں ہو فراول چال کا
کتے ہیں رونق اور مری رہزری کی ہے
لایا ہے رنگ خون کسی پائال کا
نمکن نہیں کہ سن کے تمہیں ہوش گنگلی
پوچھو نہ حال تم کسی آشفہ حال کا
میرے گنہ ہیں باعث بخشش کے سئے
میرے گنہ سبب ہیں کے انحال کا

تارے نکل کے ڈوب گئے آسمان پر
 عاشقِ نازیں مجھے قابو کے مل چکے
 اللہ میرے رزق سے کیا ایسی وار داتا
 تسکین ہے دو وعدہ محشر سے جھوٹا
 اُبھری ہوئی یہ شاخ میں کلیاں گلاب کی
 تھی ل میں گدگی کہ میں پوچھوں دم وصال
 وہ لاکھ زلف کھول کے بیٹھیں عدو کے گھر
 عالم کچھ اور ہے سرے شہاے تار کا

امید ہے کہ شب کو بھی ہو شغل سے ریاض

منہ صبح ہوتے دیکھ لیا روزہ دار کا

ارمان ہے کہ پھول کھنڈے اُن کے ہار کا
 کیا چرخ پر عکس پڑا لالہ زار کا
 خمِ دوش پر بغل میں صراحی وہ روزِ حشر
 ہے بات کچھ بنی ہوئی بازارِ حسن میں
 اس لطف سے بہا کچھ آئی ہے اکے بار
 خدمت تو دیکھنا شفقِ شام کی ذرا
 رکھنا پڑا ہیں حسن و مینا کو سر بہ نثر
 دیکھے بعد آئی تھیں دو چار آدمھیاں
 سیکس تو کیا گھٹائیں چلیں جھومتی ہوئی
 دو گھارو وطن ہیں خیر سے دونوں درازندہ
 گھونگھٹ نہیں کھنڈے بھی عروسِ بہار کا
 دامنِ شفقِ بنی ہے عروسِ بہار کا
 اُٹھنا مزار سے وہ کسی بارہ خوار کا
 نچھ کو گراں ہو نعت بھی شوا اُدھار کا
 پانی میں بھی نرا ہے مے خوشگوار کا
 بتلا رہی ہے وقت یہ اُن کے سنگار کا
 کوئی بھی آدمی نہ ملا اُست بار کا
 کچھ حال کہہ گئیں مے جھٹے دیار کا
 زائد نہ مجھ سے پوچھ مزارِ سبزہ زار کا
 ہے روزِ حشر جو شبِ انتظار کا

رہا ہوں گھٹل کے کیسے دونوں یک ہیں ل کے کیسے دونوں
 چھٹا جو ہم سے کسی کا دامن تو ساتھ ہے اشک و آستیں کا
 جو ایک ہو تو ہم اس کو روئے ہیں دشمن بن کے رہیں
 ہمیں تو ہزار آستیں پر گمان ہے مارا آستیں کا
 جو رنگ آن کا بدل چلا ہے تو شوق اب ہے نہ دلوں کا
 بہت ہی نازک معاملہ ہے وصالِ معشوقِ نازنین کا
 چڑھی ہے پتے گھرے کی ایسی بندھی ہے یہ دھن ہیں بھی ساقی
 چکھائیں واعظ کو آج ہم بھی ذرا شہد و گنجین کا
 تھوڑے انکار سے چھوٹے ہمارے دل میں ہزاروں نشتر
 تم ایسے نازک کہ نقش بن کر رہا ہوں پریشاں نہیں کا
 جو پھینٹیں اڑ کر پریں خدایا وہ اور خسر کریں گی برپا
 ہے میری گردن پر اور اٹا یہ خون قاتل کی آستیں کا
 کل نہ دامن کی مسکرائے نہ آستیں تیری گل کھلائے
 میں صدقے قاتل نہ رنگ لائے یہ خون دامن کا آستیں کا
 ریاضِ معشوقِ ماہِ پیکر کوئی نہ کوئی ہے جلوہ گستر
 کہ شام آئی ہے جو مرے گھر وہ چاند لانی ہے چودھویں کا
 چمکے گا اب نہ داغِ دلِ داغدار کا تو بچھ گیا چراغِ شبِ انتظار کا
 کیسا مٹا کے خاک کیا تیرے شوق نے میں بن گیا غبارِ رہِ انتظار کا
 شہی بھی ہے مزاج میں کچھ تکنت بھی وہ لے لے ہے ہیں صبرِ دلِ بقرار کا

عالم کچھ اوسے ہے تھے پھولوں کے بار کا
 سایہ جہاں پڑا سدا جادہ خوار کا
 پوچھا کسی نے حال کہ آنسو ٹپک پڑا
 سوئے ہوئے نصیب کہاں چونکتے ہیں اب
 فرقت کے دن ہیں فرق نہیں دن میں ات ہیں
 آنکھیں جھپکائے کیوں مری تربت پائے ہیں
 بول جیساں کے بھرے ہیں لی بھری ملی

ہر پھول میں ہے حسن عروس بہار کا
 دامن بنا لکھتے ہوئے سبزہ زار کا
 رونا مجھے ہے گریہ بے اختیار کا
 سایا پڑا ہے میرے تغافل شعار کا
 اب نگہ ہی کچھ اور ہے میل دہار کا
 کشتہ ہوں میں کسی نگہ شمسار کا
 زاہد بھی آدمی ہے بڑے اعتبار کا

کہتی ہے اے ریاض درازی یہ ریش کی

ٹٹی کی آڑ میں ہے مزا کچھ شکار کا

مے نوش جس کو کہتے ہیں موسم بہار کا
 لوٹیں گے ہم شباب عروس بہار کا
 کہتا ہے ہنس کے پھول ہر اک کُن کھار کا
 سی دیں جو تھے نلکیں تو صیاد کیسا ہوا
 تل بھرنے اس سے کم ہے نہ وہ بال بھروسا
 فصل جنوں کی یاد میں چھٹیں نئی نئی
 اُٹرا ہوا جہان وہ میدانِ حشر میں
 کہتے ہیں جس کو پنبہ میناے شب فروز
 کیوں آج چھوٹی آنکھ کی پتلی بنا ہے دل
 ہے میری مشیت فناک و عالم کی کائنات

اک وقت ہے وہ دخترِ رز کے نکھار کا
 سہرا جامے سر ہے گریباں ستار کا
 جو بن لٹا ہے آج عروس بہار کا
 آنکھوں میں پھر رہا ہے زمانہ بہار کا
 رات انتظار کی ہو کہ دن انتظار کا
 تیرے میں چھپ کے دل میں کھٹکنا وہ خار کا
 چلنا وہ جھوم جھوم کے مجھ جادہ خوار کا
 ہم میکشوں میں نام ہے صبح بہار کا
 دن دیکھنا نصیب میں تھا انتظار کا
 ہر فردہ آسمان ہے بیوی بہار کا

جس سمجھ لے ہیں اسے زندگی کا ہم دن رات ہم ہیں در تصور ہے یار کا
کس لطف کھلی ہوئی آنکھیں ہیں بعد مرگ ہم مٹ گئے مزانہ مشاء منتظا رکا

اب تو ریاض بھول اُٹاتے ہیں ات دن

جو بن یہ لوٹتے ہیں عروس بہار کا

گھپیں یہ اہتمام کسی ایک بار کا لوٹا ہے دونوں ہاتھ سے جو بن بہار کا
موتی بنے گا خاک یا شہکن کے ہار کا دامن کے تار کا نہ گریباں کے تار کا
دیکھے تو کوئی فیض نسیم بہار کا گل ہو گیا چراغ ہمارے مزار کا
اُٹھوں تو آسمان جو بیٹھوں تو خاک ہوں ظالم غبار ہوں میں تری رگزار کا
ایسی غیب ہو نہیں سکتی بعد کی رات مگر اسے یہ بھی کوئی شب انتظار کا
بے نور بے فروغ نہ رونق نہ رنگ و پل دیکھے تو منہ کوئی مری شمع مزار کا
دہن میں اپنے رکھنے سے لے نگاہ شوخ قربان تیرے دل ہے کسی بے قرار کا
اب میں تو کیا قفس بھی گیا تیرے ہاتھ سے صیاد آ رہا ہے زمانہ ہزار کا
کچھ دور دور رہتی ہے بالیں سے تیرگی روشن ہے چراغ ہمارے مزار کا
جب کھٹے گی قرص پنے جاہیں کے صنؤ ہم جانتے ہیں منہ سے سودا اُدھاہ کا
بھلی بنی ہوئی ہے کسی کی نگاہ شوخ دامن میں اُس کے دل ہو کسی بقرار کا
مینا کا منہ ہے بند یہ ہے احترام صوم ساغر کا ہونٹہ لبے کسی روزہ دار کا

دھبنا آئے ریش حنائی پر لے آئے یاضن

گر بن نہیں مگر ہے زمانہ ہزار کا

چہتا نظر میں چول کا تو سے میں غار کا کیا چیز لے جنوں ہے زمانہ ہزار کا

اے محنت مند غلام کے اُس میں نہ اس میں بھول
 توبہ کا یہ اثر ہے لب جو کہ جام سے
 چوری گیا ہے رات کوئی میکہ سے خم
 کھڑکی کھلی تو ہام قفس سے میں چڑھ گیا
 خواب سحر ہے چہرے حسینوں کے دیکھے
 یہ کج کس کے پاسے حنائی کے نقش نے
 پنی پنی کے اُس نے سجدے کئے ہیں کام رات
 خم سے نہ ہو وہ سیر میں چلو سے سیر ہوں
 قطرے میں بھی شراب کے دریا نظر پڑے
 مجرودہ شیخ کا ہے یہ مجھ خاکسار کا
 تخیل بن گیا ہے لب جو سبسا رکا
 نکلا ہے نام زاہد شب زندہ دار کا
 احسان ہے ٹھکی ہوئی اک شاخسار کا
 چہروں پر اُن کے حُسن وہ صبح ہمار کا
 روشن کیا چراغ ہمارے مزار کا
 اللہ کے شغل زاہد شب زندہ دار کا
 یہ ظرف شیخ کا ہے یہ مجھ سیکار کا
 اتنی ملی کہ شکر ہے پروردگار کا

ہے دیکھنے کی چیز قیامت میں کیا آئین

جانا کد سے اُٹھ کے ہمارے غبار کا

شب کو غارِ جہنم حسن بلا کا نکلا
 کون کشتہ نہ تری تیغ ادا کا نکلا
 ہو چکا حشر مگر اپنی کد سے باہر
 تارہ بر بن کے تے کچے سے وہ ہوائی
 دادِ حشر کے آگے نہ ستم کی ٹھہری
 میں یہ سمجھا تھا کہ ہو گا دل پر غوں سیرا
 حشر میں جو بربتاں کی وہ شہادت تیتا
 جبکہ زندوں میں اُجاہم سفالیں بجا
 ماؤ کا مل تری تصویر کا خاک نکلا
 ناز سے کام لیا نامِ قصص کا نکلا
 کوئی کشتہ نہ تری تیغ ادا کا نکلا
 کام ہاتھوں سے مرے بادِ صبا کا نکلا
 اے جفا جو کوئی حیلہ نہ جفا کا نکلا
 اُن کی مٹھی جو کھلی رنگِ جفا کا نکلا
 کوئی اتنا بھی تو بندہ نہ خدا کا نکلا
 پانی پانی یہ ہوا جامِ نہ جسم کا نکلا

ہیں لاکھ لاکھ دستِ جنائی سے ہتمام
 آئیں عدد کو ساتھ لئے آئیں تو سی
 روز شمار بھی تو ہے گنتی کا ایک دن
 واعظ نہ آپ بزم میں چھڑکائیں جامِ خلد
 لکھ سے جنوں کے جوش میں جاؤ سوسے رشت
 جو اوس، خشک سبزہ تربت نہ تر کرے
 پیرس کی رزم بزم ہیں بھی نصیب ہو
 غمِ شفق سے بارش سے کی امید ہے
 ساقی ہے خیال کوئی یہ نہ کہہ سکے
 گاندھی بھی اپنے کام میں آندھی سو کم نہیں

چوری گئی شراب تو کیا دزد سے وہ ہے

جو نام سے ریاض سے پرہیزگار کا

کیا نام لوں میں شیخ تہجد گزار کا
 پوچھیں جنوں میں حال نہ وہ مجھ سے نہ ادا
 بنتا ہے شب کو داغِ دل داغِ دار کا
 ٹھنڈی ہو اپنے منہ ہے موقع ہے پیار کا
 کشتی ہی مجھ سے تو بے ٹوٹ ٹوٹ کر
 یہ جلیاں گریں نہ دل سے قرار پر
 لائے کا چول ہے سر بالیں کھلا ہوا
 ہے کام میکرے میں بٹے ہوشیار کا
 ہے ہاتھ پر گمان گریباں کے تار کا
 روشن ہے چراغِ ہما سے مزار کا
 میں لطف اٹھا لوں آج تو صبح بہار کا
 اس سے نبھے گا ساتھ نہ بچھاؤں خوار کا
 لیں شوخیاں نہ صبرِ دل بے قرار کا
 شب میں ہی چراغ ہے اپنے مزار کا

دُنی میں دُسرے کے جہاں میں لیا جھڑ

دربارِ فیضی سبب آبرو ہوا

| | |
|---|-------------------------------------|
| آفت سے ابھار اُفت سے زمانہ اُٹھان کا | کل بام پر تھے آج ہے قصد آسمان کا |
| رونا لکھا نصیب میں ہے اپنی جان کا | شکوانہ آپ کا نہ گلا آسمان کا |
| بازار میں بھی چلتے ہیں کوٹھوں کو دیکھتے | سودا خریدتے ہیں تو اوچی ڈکان کا |
| یہ بھی خدا کی شان ہم اب ایسے ہو گئے | سایا بھی بھاگتا ہے تھامے مکان کا |
| کیون غم نصیب ل کو بُرا کہہ رہے ہوں تم | کیوں صبر لے رہے ہو کسی بے زبان کا |
| واعظ شراخت نے میں کھوے گا کیا زبا | ہم خوب جانتے ہیں وہ تر ہے تھان کا |
| ہم جام مے کے بھی لب تر چمتے نہیں | چسکا پڑا ہوا ہے تھاری زبان کا |
| میں دل کی واردات تو کہنے کو کہہ جاؤں | کس کو یقین آئے گا میرے بیان کا |
| یہ تو کہا بچتے ہو لہو تھو کن نصیب | تم نے کبھی دیا کوئی ٹکڑا بھی پان کا |
| میں جاؤں یا نہ جاؤں نہیں لے کے بام پر | بدلا ہوا ہے رنگ بہت آسمان کا |
| افسانہ تم نے فیس کا شاید سنا نہیں | ٹکڑا ہے ایک وہ بھی مری داستان کا |
| اب کوئی سینہ چیر کے رکھے کہ دل بنائے | آویزہ گر پڑا ہے کوئی اُن کے کان کا |
| آیا جو غیر لطف بہت ویرانک رہا | بدلا تھا میں نے جس نے تھے پاسبان کا |

دُنیا کی پڑ رہی ہیں نگاہیں تریا جھڑ پر

کس وضع کا جوان ہے کس آن بان کا

اُد دل رُ سوا اُسے رُ سوا کیا گیا کیا کبخت تو سے کیا کیا

مجھ کو غم کو غیر نے رُ سوا کیا کہہ ہی دو اچھا کیا اچھا کیا

ہم سمجھتے تھے ریاض س کو بشتیخ شیر

وصل کی رات تو پتلا وہ حبس کا نکلا

| | |
|---|--|
| نطف دیتا ہے یہ ہر بار ترا کیا کہنا | میں بھی کہہ لوں مرے دلدار ترا کیا کہنا |
| حاصل پر جسے زباں غیر کو دی ہے قے | مجھ سے استہدار نہ انکار ترا کیا کہنا |
| نشہ میں بھی لغزش کی کوئی بات نہیں | تیرے صدقے مرے ہمشیار ترا کیا کہنا |
| ڈال دی جان ہر اک نقش قدم میں قے | واہ ری شوخی رفت ترا کیا کہنا |
| کیا رقیب اب تری باتیں نہیں سنتے اگر | اب نہیں مانتے اغیسا ترا کیا کہنا |
| پانوں مستی میں ہی رکھا تو سنبھل کر رکھا | بولی لغزش دم رفتار ترا کیا کہنا |
| باتیں معشوقوں کی کانوں میں ہیں ہوشیاری | نشہ بادہ گفتار ترا کیا کہنا |
| تیرے پال نے حسرت کی نگاہیں بھی تکیں | بول اٹھی شوخی رفت ترا کیا کہنا |

قدر کی آج اُنھوں نے بھی سہرزم ریاض

بوسے سن کر مرے اشعار ترا کیا کہنا

| | |
|--------------------------------------|------------------------------------|
| اے اشک غم ان آنکھوں کو سرخ ہو | لے خوش ہوں کے ساتھ جگر بھی لہو ہوا |
| تیرا ہوا جو خون تو دل بھی لہو ہوا | آخر مال کا یہ اسے آرزو ہوا |
| آیا جو محتسب تو بنی رزم بزم سے | مخرج خم، شہید ہمارا سب ہو ہوا |
| کوثر کا حوض حشر میں سر پہ لے پھروں | چلائے شیخ یہ بھی لٹھارا سب ہو ہوا |
| نشہ میں گر کے ہاتھ سے ساغر ہوا جو چو | ہر ریزہ جا کے سبزہ لب آبجو ہوا |
| کس سے کہیں کلیم جو گزری کلیم پہ | پرے سے بات کر کے جو بے پردہ تو ہوا |
| نکلے جو خار بعد جنوں سو یا جھیں | دامن کوئی سزا رکھ تو رن ہو ہوا |

دہلی میں داسرے کے مہاں ہوئے پانض

دربارِ فیضی سبب آبرو ہوا

| | |
|---|-------------------------------------|
| آفت سے ابھار اُفت سے زمانہ اُٹھان کا | کل بام پر تھے آج ہے قصد آسمان کا |
| رونا لکھا نصیب میں ہے اپنی جان کا | شکوانہ آپ کا نہ گلا آسمان کا |
| بازار میں بھی چلتے ہیں کوٹھوں کو دیکھتے | سودا خریدتے ہیں تو ادھیڑ دکان کا |
| یہ بھی خدا کی شان ہم اب ایسے ہو گئے | سایا بھی بھانگتا ہے تھائے مکان کا |
| کیون غم نصیب دل کو بڑا کہہ رہے ہوں تم | کیوں صبر لے رہے ہو کسی بے زبان کا |
| واعظ شرا خجائے میں کھوے گا کیا زبا | ہم خوب جانتے ہیں وہ تر ہے تھان کا |
| ہم جام مے کے بھی لب تر چیتے نہیں | چسکا پڑا ہوا ہے تھاری زبان کا |
| میں دل کی واردات تو کہنے کو کہہ چلوں | کس کو یقین آئے گا میرے بیان کا |
| یہ تو کہا مجھے ہو لہو تھو کن نصیب | تم نے کبھی دیا کوئی ٹکڑا بھی پان کا |
| میں جاؤں یا نہ جاؤں بھیس لے کے بام پر | بدلا ہوا ہے رنگ بہت آسمان کا |
| افسانہ تم نے فیس کا شاید سنا نہیں | ٹکڑا ہے ایک وہ بھی مری داستان کا |
| اب کوئی سینہ چیر کے رکھے کہ دل بنائے | آویزہ گر پڑا ہے کوئی ان کے کان کا |
| آیا جو غیر لطف بہت دیر تک رہا | بدلاتھا میں نے بھیس تمے پاسان کا |

دنیا کی پڑ رہی ہیں نگہیں ریاض پر

کس وضع کا جوان ہے کس آن بان کا

اُد دل رُسا اُسے رُسا کیا

کیا کیا کبخت تو نے کیا کیا

مجھ کو تم کو غیر نے رُسا کیا

کہہ ہی دو اچھا کیا اچھا کیا

ہم سمجھتے تھے ریاض اس کو بہشتی خوشی
وصل کی رات تو پتلا وہ حبس کا نکلا

نکھت دیتا ہے یہ ہر بار ترا کیا کہنا
میں بھی کہہ لوں مرے دلدار ترا کیا کہنا
حاصل چربے زباں غیر کو دی ہے قہنے
مجھ سے استدار نہ انکار ترا کیا کہنا
نشہ ہے میں بھی لغزش کی کوئی بات نہیں
تیرے صدقے مرے ہمشیار ترا کیا کہنا
ڈال دی جان ہر اک نقش قدم میں قہنے
واہ ری شوخی رفت ترا کیا کہنا
کیا رقیب اب تری باتیں نہیں سنتے اگر
اب نہیں مانتے اغیار ترا کیا کہنا
پانوں مستی میں ہی رکھا تو سنبھل کر رکھا
بولی لغزش دم رفتار ترا کیا کہنا
باتیں معشوقوں کی کانوں میں ہیں ہوشیاری
نشہ بادہ گفتار ترا کیا کہنا
تیرے پامال نے حسرت کی نگاہیں بھی تکیں
بول اٹھی شوخی رفت ترا کیا کہنا

قدر کی آج انھوں نے بھی سبز زم ریاض
بوئے سن کر مرے اشعار ترا کیا کہنا

اے اشک غم ان آنکھوں کو تو سُرخ ہو
لے خوش ہونے کے ساتھ جگر بھی لُہو ہو
تیرا ہوا جو خون تو دل بھی لُہو ہو
آخر مال کا یہ اسے آرزو ہو
آیا جو محتسب تو بنی رزم بزم سے
مخرج خم، شہید ہمارا سب ہو
کوڑ کا حوض حشر میں سر پہ لے پھروں
چلائے شیخ یہ بھی تمھارا سب ہو
نشہ میں گر کے ہاتھ سے ساغر ہوا جو چو
ہر ریزہ جا کے سبزہ لب آبجو ہو
کس سے کہیں کلیم جو گزری کلیم پہ
پرے سے بات کر کے جبے پڑے تو ہو
نیکے جو خار بعد جنوں سو یا چھیں
دہن کوئی سزا دے تو رُو ہو

حق ہے ورنہ مافی کوڑ سے بچھو مت
 اس طرح کوئی پس منظر ہو نہیں سکتا
 پہلے ہو یہ جس کا وہ جواں ہو نہیں سکتا
 میخانہ مرا باغ جہاں ہو نہیں سکتا
 مجبور ہیں اب ضبطِ فغاں ہو نہیں سکتا
 اس حسن سے کوئی نگراں ہو نہیں سکتا
 بچہ سا بھی کوئی دشمن جاں ہو نہیں سکتا
 شہرے کی حسینوں میں ہے صند آہلِ ناداں

شاید ہو ریاضِ اس میں کوئی بوندِ اُلو کی
 دل دیدہ غوتا بنشائ ہو نہیں سکتا

سے پھرنے میں ہیں ہے یہ طوے رکیسا
 ہم اڑا لائے سُبُو آج اچھوتا کیسا
 دل بیتاب بھی کیا اشاکے طوفاں میں گیا
 پُر شکن موج سے ہے دامن دریا کیسا
 جائے جائے ہم حشر میں سُفنے کے نہیں
 آئیے آئیے اب وعدہ فردا کیسا
 کہتے ہیں خوب کہی ہم نہ ستائیں تم کو
 تم جو با جاؤ ستاؤ ہمیں کیسا کیسا
 سایہ ناک میں دعا عطا کو جگہ دی ہم نے
 آج شیشے میں اُسے ہم نے اتارا کیسا
 حشر کے رندا اُڑائی ہے دُنیا کیسی
 تنگیِ رنق میں کھانے کو ملی پنہت
 دیکھنا یہ ہے کہ ہوتا ہے تماشا کیسا
 اب یہ عالم ہے کہ فکیں بھی نہیں تر ہوتیں
 غم بنا آ کے مرے مُنہ کا نوا لا کیسا
 دیکھنا چٹکی میں اُن کے کوئی تاؤ کتنے نہیں
 اخیر آنکھوں سے بہا دیتے تھے دریا کیسا
 چھوٹی کسی کمرے کی قیامت میں کہ
 مُنہ کو رہ روئے کے یہ آتا ہے کھجا کیسا
 ہر دم اس کے سیر بازار تماشا کیسا
 میرے جتنے ہیں تیرے شوق کیسا

| | |
|---------------------------------|-------------------------------|
| سنگ در سر سے جڑا ہوتا نہیں | سجدہ کر کے وہ سر پیدا کیا |
| واہ لے دست جنوں زو جنوں | چاک تم نے دامن صحرایا |
| سے پرستی کی حسد اکو چھوڑ کر | دین بھی نذر سے دینا کیا |
| حشر کے دن بھی وہی ہیں شوخیاں | آج بھی تو وعدہ نسر داکیا |
| کو دنا کون آگ میں لے برقی طوا | میں تاشاد و رسے دیکھا کیا |
| لے شبِ فرقت نہ آئی تجھ کو شرم | غیر کے گھر جا کے منہ کا لاکیا |
| قبر پر ابھرا یہ جاستے ہی ترے | نقش اپنے حشر ہی برا کیا |
| اس کو بھی حسنِ آفرینِ رُسوا کرے | لے حسین جس نے بچھے رُسوا کیا |
| تھا خناسے ساز، پیسا دل کو بھی | آپ نے انصاف تو اچھا کیا |
| قبر میں ہے آج او پر دہ نشیں | سے ترے رُسوا نے بھی پرا کیا |

تو بہ کر کے آج پھر پی لی ریاضن
کیا کیا کمبخت تو نے کیا کیا

| | |
|--|------------------------------------|
| یہی ہے اُن کی نزاکت تو حال کیا ہوگا | مجھے یہ ڈر ہے کہ وقتِصال کیا ہوگا |
| کسی کا سبزو تربت نہ ہو سکا پا مال | خرام ناز سے دل پامال کیا ہوگا |
| کد پر آنے لگا کیوں پس فنا کوئی | مٹے ہوؤں کا کسی کو خیال کیا ہوگا |
| وہ سن ہی کیا ہے سمجھ ہو جو ایسی باتوں کی | وہ پوچھتے ہیں کہ روزِصال کیا ہوگا |
| نہ دل بہانہ طبیعت رہی وہ پللی سی | کسی کی بات کا ہم کو ملا ل کیا ہوگا |
| آنا ر شوق میں کیوں آنے کی خواہش ہے | وہ بات ہی نہیں چہرہ بڑھال کیا ہوگا |
| اجل خدا کے لئے رحم کر حسینوں پر | ملا کے خاک میں حسن و جمال کیا ہوگا |

سید محمد علی رفیق الرحمن علیہ السلام

ہیستہ پیکانہ را ندایہ اگر فرماتی میں

شہر جانے کیسی دم بھریہ مجھ کیس کی تربت

ہو ممکن ہے: آساں ہے تری شان کریگی

مراد دل چاہت تیرا، شکر اسے بہت مشکل

انہیں میں سے کوئی آئے، تو میخانے میں آجائے

وہاں ہیں خار و صحرا، استخوانِ فرہاد و مجنوں کے

کیا صنایع اک بندہ عاصی ہو سکتی ہیں؟

۱۔ ہوں محروم ہیں اس کے کرم سے ہونہیں سکتا

دوڑی راہ سے کچھ بیٹھ گیا دل میرا

ہوگا ناخن سے نہ واعقدہ مشکل میرا

زنگبند عجب چمن میں یہ قفاں نے میری

نہیں اتنا بھی ٹھہر جائے زیرایتی نظر

آہستہ آہستہ آئی تھو دے نکلی

کون جو جان مری پوچھتے ہو کیا مجھ سے

منہ اڑتا جائے اگر آرسی تھیں کی

ہے وہ مشتاق، رہ عشق میں کھو کر قدم

پھر جب غلطی سے دل میں گئے ایک سے ایک

یہی ہے جو انہی نے اپنے لیے میں سے کھڑا

نقل آب مراد یزدی و محمد حسن یزدی

جہاں رنگ اپنا جامِ جم سے ہونیں سکتا

تو چلتے ہوئے نقش قدم سے ہونیسکتا

خدا یا کیا تھے فضل و کرم سے ہونیں سکتا

ازم سے ہو بھی سکتا ہے تم سے ہو نہیں سکتا

بلوں غوغائے میں اہل حرم سے ہونیں سکتا

بیاباں بچے کے صحرائے عدم سے ہونیں سکتا

پانوں کیا خاک اُٹھاب سوائے منزلِ میل

چُپکیاں آپ نہ لیں، اب نہیں دل میرا

چھکے منہ دیکھتے رہتے ہیں عنادل میرا

کسی نعل گھٹکے راتل سے تھے دل میرا

نہ چھپا لاکھ چھپا حشر میں تامل میرا

ہے وہی جان مری جس نے کیا دل میرا

دل مرا دیکھتے ہیں توڑ کے وہ دل میرا

خبر کے سہ پانوں ابھی جا رہے منزل میں

غم ترا جان می، رنج ترا دل صابر

آج تک چلے آئے پر وہ محض میرا

ارے بیٹے اسے سمجھ کر کہ ترا عاشق ہے
 تیرے قصے کیا تھیں نہ غم نہ کیسا
 قرض لایا ہے کوئی بھیس بدل کر شاہ
 میخوشوں کا ہے غلط سے تقاضا کیسا
 چھا گئیں آگے سبز زم گھٹائیں کیسی
 بن کے طاؤس ادا قرض ہیں مینا کیسا
 جب یہ مل جائیں کعبے سے رگڑے ان کو
 جیہیڑوں سے کسی بات کا شکوہ کیسا
 گھر میں ہیں تو یہ دنق نہیں مٹی گھر میں
 ایک یوانے سے آباد ہے صحر اکیسا

یوں تو مشہور زبانہ ہیں بہت تیسرا و اخیر
 کئے شاعرے ریاض سخن آرا کیسا

نہ آیا ہمیں عشق کرنا نہ آیا
 مرے سر بھر ادھر مرنا نہ آیا
 یہ دل کی ٹرپ کیا حد کو ملاتی
 تھیں قبر پر پاؤں حرمنا نہ آیا
 نگہاں کے تم نے گولا کہ خالی
 نہ تم کو زخموں میں بھرنا نہ آیا
 ہی ان تھے سو سو طرح تم سنور تے
 جوانی تو آئی اس سنورنا نہ آیا
 داتا تھا کا فر حسینوں کا جو بن
 مرے داغ دل کو اعلیٰ برنا نہ آیا
 تری تیغ کیا کیا ہائی اٹھو میں
 تری طرح لیکن بھرنا نہ آیا
 سنا کر وہ کہتے ہیں کس بھونے پن سے
 ہیں وعدہ کر کے کرنا نہ آیا
 بنے پھر مٹی غش بنی اکب حد پر
 تجھے اسے صبا گل کرنا نہ آیا

ریاض اپنی قسمت کو کیا کہوں میں
 بگڑا تو نہ آیا سنورنا نہ آیا

تمہارا دعا پورا ستم سے ہو نہیں سکتا
 ہم چھل تھیں نہ دیں یہ ہم نہ ہو سکتا
 جو ہر تپا ہے کھانا توں ہے میٹر
 اسے جو تپا ہے کھانا توں ہے میٹر

ناتوانی سے ترا احسان کس پر ہو گیا
 عالم وحشت میں میرا گھر کوئی گھر ہو گیا
 کیا انہو کے گھونٹ پی کر آج خنجر ہو گیا
 قید تنہائی تھی وہ زنداں کے باہر ہو گیا
 لاکے لب تکبیرم میں خاموش ساغر ہو گیا
 چارہ گز شتر کے بھی چھچھہ کے نشتر ہو گیا
 میرے بازو میں سلامت کب کوئی پیر ہو گیا
 پاؤں میرا ایک اندر ایک باہر ہو گیا
 آج تو کچھ آسماں بھی کھاسکے چکر ہو گیا
 خشک ٹھننے سے یہاں بھی دامن تر ہو گیا
 تیرے صدقے کیا کرتے سے کوئی بید ہو گیا

کھانکس کی قلعہ بند ہے میں مروں سر ہو گیا
 اس کے چھوٹے شٹ صہرا اس کے اچھے گرد باد
 دھمپن کو آگیا کچھ سخت جانی پر مری
 دے سے شکرار ہا ہے صبح سے سایا مرا
 اہل خریک غبن سے دخت زکا تھا پیام
 تھی رگ جال کی ترپ بھی کس قدر چھتی ہوئی
 ہنس کی تیلیاں ٹٹیں ٹٹیں سے مرے
 گھر میں پہونچا تھا کہ آنی نجد سے آزار قیس
 جھل کی شب و نیم کو گئے گردش سے کیوں
 کام لے اندونہ آنی حشر کی بھی تیردھاپ
 کیوں نفس سے ہاتھ میں صیاد پھر مجھ کو لب

حشر میں بھی ساتھ غفلت نہ چھوڑ لے یا ضل
 سو کے ہم اٹھے بھی کب دن جب گھڑی بھر ہو گیا

مبارک شاخ گل کو شاخ نخل طور ہو جانا
 یہ دو دن کے لئے اچھا نہیں مگر ہو جانا
 مرا کھل کھینا ظالم تر اچھو ہو جانا
 سحر ہوتے ہمارے رنگ کا فور ہو جانا
 ستم ہے کافر آنکھوں کا تری غمور ہو جانا
 دکھا دیکھ شیشہ دل کا تھیں ہم چور ہو جانا

ہم ہرگز بھی نہ پہنچیں ہم سے اتنی دور ہو جانا
 کہانی آتے ہی نشہ میں ایسا چور ہو جانا
 وہم کتنی ماتی ہیں وہ باتیں یاد آتی ہیں
 تیار ہا ہا یہ کیا کو عجیب عالم دکھاتا ہے
 قیاس شدہ تیرا انداز سے انگوٹیاں لینا
 دکھا دیکھ سیکے ہو کر تم اپنا انداز سے چلنا

کثرتِ خارِ اہم سے جو ہوا رہی چھوٹا
 میں کہوں جڑ کے شبِ حاصل سے ہنسا لفظ لڑا
 یہ مرا ہو کے رہا بعد فنا تربت میں
 زخم ایسا تو ہولے تیغ میں پھر صد تے
 ہاتھ پڑکھ کے لے جب وہ چمن میں ہو چنے
 برگ گل جان کے بل نے لیا دل میرا
 جو کھلا پھول بنا زخم مرے دل کا ریاض
 جو کلی رہ گئی کھلنے سے بنی دل سیرا

رسائی باہم گُن کے ہو ایسا ہو نہیں سکتا
 زمیں بھی اُنکے کوچے کی مجھے بھاری سمجھتی ہے
 تمنا دل کی تم سے کیا چھپاؤں چھپ نہیں سکتی
 نہ نکلا کام بیماروں کا اُن کا نام کیوں نکلا
 ہماری بات رکھ لی آج کس نے طورِ اول میں
 اٹھاؤں زبھی ل کے بنا ہوں وضع بھی اپنی
 کئے ہیں شیشہ دل چورتے سخت باتوں سے
 سلامت کنج تنہائی سلامت یہ خم و ساغر
 تھے کوچے میں فنا دا چکی ہے پیشین کو بھی
 یہاں ہوتا ہے جمع پاکبازانِ محبت کا
 بلند اتنا مری قسمت کا تارا ہو نہیں سکتا
 کہیں ایسوں کا دُنیا میں ٹھکانا ہو نہیں سکتا
 یہ دل گھر ہے مختار تم سے پردا ہو نہیں سکتا
 وہ سپہے ہیں سیجا کوئی اچھا ہو نہیں سکتا
 پکارا کون رادھرا تجھ سے پردا ہو نہیں سکتا
 بڑا جھگڑا یہ ہے مجھ سے یہ جھگڑا ہو نہیں سکتا
 اسے واعظ ترا بخام اچھا ہو نہیں سکتا
 ہمارے نہ آئے مجھ کو سودا ہو نہیں سکتا
 وہ کچھ ہو کھا کے ٹھوکرِ شہرِ با ہو نہیں سکتا
 تھے کوچے میں آکر کوئی رُسوا ہو نہیں سکتا

حرمِ دالورِ ریاض اگر حرم میں پھین کیونکر

گزران کا کہیں بے جام وینا ہو نہیں سکتا

تو دھری جانے کی اس گھر سے جو کئی کوئی بات
 میری سچ تو کوئی عشق بتاں میں دیکھ
 تھے ہیں رخ نیا دینے وہ مجھ کو پس مرگ
 مسمیٰ بالیدہ لب یار کی سن کر تعریف
 باغباں کام ہیں کیا ہے وہ مجھے کہ ہے
 نگہ شوق یہ دیوار میں دن کیسی
 ساتھ تشقے کے ہے زہار نہیں کیسی
 آج پھیلا ہے اُجالا سہرہ فن کیسی
 منہ پھٹائے ہوئے ہے غنچہ سوسن کیسی
 جب ہیں بلوغ سے نکلے تو شیخمن کیسی

پارسا بن کے ریاض آئے ہیں خاں میں

آپ بیٹھے ہیں بجائے ہوئے دامن کیسی

یہ سن کے یس بلائیں جو سوار کیا ہوا
 ہجرت سے اُس کی خلد کے دروازے کھل گئے
 بیکس سجھ کے ٹوٹ پڑا جھ پر آسماں
 کجخت دل کی فکر کے وہ گیا گیا
 ہلکی شراب پی جو کسی ناز میں کے ساتھ
 دشمن کے گھر گئے وہ جبے پاؤں کس طرح
 میں دست شوق پہلے سے گردن تڑی ال دیا
 لئے دل نگاہ مٹنے ہی شرط گئے وہ کیوں
 قابو میں آئے توج یہ کیوں آپ چپے ہیں
 وہ کو چہ رقیب میں یہ قہر پوری
 چمدی پچھ کی بات تھی کیوں نہ کھل گئی
 وہ کہ بتائیں پھر کو کیوں نہ زبان دی
 ہے ہے بلجے جاں یہ ہوا پیا ر کیا ہوا
 قسمت مری کھلی ہیں گنہگار کیا ہوا
 سر سے جدا اس سے یہ دیوار کیا ہوا
 مجھ کو تو یہ پڑی ہے عنہم بار کیا ہوا
 واعظ میں اس گنہ سے گراں بار کیا ہوا
 اُس کی گلی میں فتنہ رقا ر کیا ہوا
 کہتے ہیں وہ گلے کا مرے بار کیا ہوا
 آنکھوں ہی آنکھوں میں یہ مرے بار کیا ہوا
 فرمائیے وہ روز کا انکار کیا ہوا
 نقش قدم کو شوخی رقا ر کیا ہوا
 سوئے مرے نصیب وہ بیدار کیا ہوا
 اب کیا کہیں کہ غم سے اقرار کیا ہوا

سرے دل سے نگاہِ لطف کی کچھ راہ تو ملے گی
 کسی کا وصل کی شب بکا دے دے یہ کہنا
 نظر کے سامنے کیا تھی کچھ اور ہوتی تھی
 مجھے ساغر میں ہے بھر پور رنگ انکی جوانی کا
 بجا آئے تری قسمت سے اب کے ہم دکھا دیں گے
 جو سوچ آجائے کچھ تو اٹھنا بام پر میرے
 مزادتی ہیں گھر پاں انتظارِ یار کی کیا کیا
 کہوں کیا اپنی ترست پر اندھیر سیلت کا عالم

مبارک میرے زخموں کو ہونا سمور ہونا
 پرانے بس میں پڑ کر قہر ہے مجھ پر ہونا
 کہ دل سے دور ہونا ہے نگہ سے دور ہونا
 غضب ہے بے پئے نشہ میں میل چور ہونا
 تیرے سب سے کا زاہد خوش انگوٹہ ہونا
 ادھر بھی اکن راہجوئے سے برقی طور ہونا
 کبھی سرور ہونا کبھی بخور ہونا
 عجب حسرت قرأتھا شمع کبے خود ہونا

ریا حضیٰس شہر سے کیا کریں ہم قصد جانے کا
 نصیبوں میں لکھا ہے خاک گور کھپور ہونا

رنگ پر کل تھا ابھی لالہ لکھن کیسا
 دل پر داغ جو ہوتا ہے کد میں بیتاب
 میں کہیں کا نہ رہا بادِ خزاں کے چلتے
 اب خدا جانے بہار آتی ہے اس میں کہ نہیں
 چھپے راتوں کو کہیں پٹے آئے نہ گئے
 مال ہاتھوں میں یا ہونٹوں کے افشاں چن لی
 ہم نے دیکھے ہیں مقاماتِ تجلی اُن کے
 ہے ابھی میرے بڑھاپے میں جوانی کیسی
 فک کے وقت بہت صدف رہا تھا یقیناً

بے چراغ آج ہے ہر ایک شمع کیسا
 جھللا آہ ہے چراغِ سحر بن کیسا
 اڑ گیا میرے مقدر سے شمع کیسا
 میرے دم سے کبھی آباد تھا گلشن کیسا
 بے سبب نام ہوا آپ کا روشن کیسا
 آسکے قابو میں نہ آپ کا جو بن کیسا
 طور کہتے ہیں کسے وادیِ امین کیسا
 ہے ابھی اُن کی جوانی میں وہ بن کیسا
 لے اُٹھا خونِ دہم شہرِ دامن کیسا

مری خوشی کی انہیں کس لئے خوشی ہوگی مرے ملاں کا اُن کو ملاں کیسا ہوگا
 بتائیں کیا تمہیں کیونکر گلے لگائیں گے بتائیں کیا تمہیں روزِ وصال کیسا ہوگا
 شراب پینے کی عادت ہے مجھ کو چلو سے مجھے ملا بھی تو جامِ سفال کیسا ہوگا
 ریاضِ عمر تو گزری سیاہ کاری میں
 خبر نہیں کہ ہمارا مال کیسا ہوگا

کیوں بچھے چپراغِ محفل کا چاند اس گھر کا دل ہے دل کا
 خونِ بسل کی شوخیاں دیکھو آج دامنِ رنگا ہے قاتل کا
 میری تربت کا ایک اکِ ذرہ تم کوٹے جاٹے گا نرادل کا
 اثرِ اضطرابِ قیاس نہ پوچھو پردہ اٹھ اٹھ گیا ہے محل کا
 نہ وہ تربت نہ پھولِ تربت کے نہ وہ جھڑپٹ رہا عینِ ادل کا
 دیکھئے گا سنبھل کے آئینہ سامنا آج ہے عتابل کا
 کچھ عجب رسم و راہ ہے ان میں نکھلا را زدیدہ دل کا
 تھک کے بیٹھے جہاں یہ چین ملا کہ نہ پوچھا نشانِ منزل کا

بزمِ دشمن میں ہیں ریاض بھی آج
 جسنے دیں گے نہ رنگِ محفل کا

روگ تھا آزار تھا اچھا ہوا جاتا رہا ایسے دل کا بیخ کیا جاتا رہا جاتا رہا
 صدے روزِ وصل کے شکوہ مرا جاتا رہا اُن کا شکوہ رہ گیا میرا گلا جاتا رہا
 اب وہ شاہِ پرستی ہے نہ ذوقِ میکیشی بٹ گئیں وہ صحبتیں وہ مشغلا جاتا رہا
 کیا کروں اے آرزوئے دیدارِ انِ مصلیٰ نامہ پر تو عسبر بھرا آتا رہا جاتا رہا

تھا دیکھنے کا لطف تجھے دیکھتے یہاں
 جانی ہے پوچھنے مری پیسوار کیا ہوا
 وہ باکپن کو دھڑک دس تار کیا ہوا
 پیش نظر جو تھا وہ چمن زار کیا ہوا
 چپ چپ کے کچھ بہت ہیں لب یار کیا ہوا
 آپٹل کی تہ سے دیکھ لو دار کیا ہوا
 اُترا ہوا گلے کا ترسے ہار کیا ہوا
 وہ جوشن اشک یخو ہزار کیا ہوا
 جس کی یہ تھی بہار وہ گلزار کیا ہوا
 لے جان زار اسے لب بیمار کیا ہوا
 واعظ ہوا میں نہ مستح حوا کیا ہوا
 کس بل ترا وہ طرہ طرہ کیا ہوا
 تیسرا غور کر سنا خسار کیا ہوا
 کس کس کے دل سے دم زقار کیا ہوا
 "فتنے" کو پوچھتا ہے کوئی اس کے ساتھ
 چھوٹا سا وہ ریا صل کا خیمہ کیا ہوا

ہیں پینے پلانے کا مزا اب تک نہیں آیا
 ستم ہی لطف تھا ہوتا ہے بھولے پن کی باتوں کا
 کہ بزم سے میں کوئی پارسا اب تک نہیں آیا
 بھٹلے جان انداز جفا اب تک نہیں آیا
 دم آخر ہر بالیں جوتے کو وہ آئے بھی
 تو ہنس کر کہے گئے وقت ملکیت کب نہیں آیا

چٹکیاں لینے کو دل میں دل کا ارمان ہو گیا
 رہ گیا ہاں غیر کو آنے کا ارمان رہ گیا
 اُسے ری دیوانگی ہم چھوٹ پھٹتے رہ گئے
 رہ گیا محروم تجھ سے کون اے فصل بہا
 اُس تک پاش جراثیم کیا اچھا علاج
 سایہ چھوٹا جست کرتے ہی کہ جاتی تھی بہار
 بات ہی ایسی تھی یہ منہ چوم نیتے ہم ضرور
 قیس و یاروں میں اک باقی تھا اب بھی نہیں
 اڑ گیا پر یوں کا سا ابھی مری تقدیر سے
 کیوں پھر مٹتے سے اُسے پانوں تم دشمن کنگھڑ
 ایک میں باقی تھایں بھی ہو گیا گمراہ عشق
 تیرے صدقے کیا ہو میں دشمن سے باتیں کہہ بھی دے
 سخت جان ہوں کہ سبیل ہو کے بھی نکلی نہ جانا
 تار میں نکلے ہوئے کچھ خار ہیں اُسکھے ہوئے
 عمر بھر دانا ہے گا دیکھنا اے اشک شرم
 رگڑے دہاتے آتے رہ گیا سامان وصل
 تھے جو کتنے راہ میں اب اس صحرا میں ہیں
 رہ گیا آہل ہی آپہل دے چکی محرم جواب
 جاتے جاتے مجھ کو زنداں کی محبت آگئی
 چٹکیاں لینے کو دل میں دل کا ارمان ہو گیا
 سایہ میرا اُن کے در پر بن کے دواں ہو گیا
 سو ہم گل میں سلامت اب کے داماں ہو گیا
 ہاں مگر میں رہ گیا بلیسر سیا ہاں ہو گیا
 زخم میرے بھر گئے خالی ہنسکداں ہو گیا
 اے جنوں سایا سر دیوارِ زنداں ہو گیا
 وہ تو کہنے لب تک آتے آتے تپے پیاں ہو گیا
 پھاڑ کھانے کو مجھے خالی بیاباں ہو گیا
 میرے سر پر سایہ دیوارِ زنداں ہو گیا
 رہ گیا بھوے سے کچھ یا کوئی ارمان ہو گیا
 اس زمانے میں بہو کوئی مسداں ہو گیا
 اٹھ رہی کوئی قسم یا کوئی ارمان ہو گیا
 مجھ کو حسرت رہ گئی قاتل کو ارمان ہو گیا
 اے جنوں داماں مرا کبھی نہ داماں ہو گیا
 میرے من میں جو کوئی باغ عیاں ہو گیا
 آج ساماں ہو چکا تھا ہو کے ساماں ہو گیا
 کوئی بھی دیوانہ زلفت پریشان ہو گیا
 ایک ہی جو بن کا اُن کے آبِ نجباں ہو گیا
 میں اُچک کر آج اُسے دیوارِ زنداں ہو گیا

شرم ہے صبح شب وصل اور بھی دلی نگر
 مرگ دشمن پر کھٹا نسوس کیوں مٹے ہیں پ
 سونے گردوں ہم مصیبت میں تھاتھتے تھے
 صبح ہوتے جب کہا میں کہ ہے کچھ التماس
 میری صوت پر ترس کیوں دشمنوں کو آگیا
 دیکھنا شوخی وہ کہتے ہیں کسے مچتے تھے
 اس طرح اپنے دل کو ڈھونڈنے نکلے ہیں ہم
 لٹ گئی شب کے دشنے جس کو پھپھاتے تھے بہت
 شام کو جو تھا وہ انداز حیا جاتا رہا
 ہاتھ ملے ہاتھ سے رنگ حنا جاتا رہا
 کیا کریں جبک مہ سے دست عا جاتا رہا
 ہنس کے بوسے وقت عرض ہوا جاتا رہا
 تیرے صدقے کیوں دانداز جاتا رہا
 کیوں توقع مٹ گئی کیوں آسرا جاتا رہا
 پوچھتا ہے ہر سیں گھر اس کے کیا جاتا رہا
 ان حسینوں سے کوئی پوچھے کہ کیا جاتا رہا

دست شفقت اس طرح اک ند نے پھیرا ریاض

بیٹھ کر یادِ حسد میں جھومنا جاتا رہا

اگر ان کے لب پر گلا ہے کسی کا
 حسین حشر میں سر ٹھکائے ہوئے ہیں
 وہ جو بن بہت سزا ٹھائے ہوئے ہیں
 وہ خود چاہتے ہیں کوئی اب سزائے
 جو ہیں دست گستاخ اپنے سلامت
 وہ کیوں ٹھکے خلوت کے محفل میں آئیں
 بنالوں اخلا تو بھی میرے نہ ہوں گے
 کوئی گود میں مجھ سے آہی کیا ہے
 ریاض اور ہی نگ میں ست ہر لب
 تو بے جا بھی شکوہ بجا ہے کسی کا
 وفا آج وعدہ ہوا ہے کسی کا
 بہت تنگ بند قبا ہے کسی کا
 ستا مزا دے گیا ہے کسی کا
 تو جھوٹا ہی وعدہ وفا ہے کسی کا
 وہ کیا جانیں کیا مدعا ہے کسی کا
 بتوں میں کوئی بھی ہوا ہے کسی کا
 تصور ہیں جب بند ہے کسی کا
 سنا ہے پایا لا پایا ہے کسی کا

نہ دیکھ دیکھ اچشم سوزن کسی کا نو کر نے بیٹھے ہیں دامن کسی کا
 مزا ہو کہ جھک جھک کے رہ جائے بجلی گلوں سے چپا ہو شیمن کسی کا
 بہ شوخی کہ اڑتی ہے ٹھوکر سے اُن کی ادب بھی کچھ او خاکِ فن کسی کا
 دل لتے بچھے ہوں کہ دیا میں فتنے جھٹک دوں جو محشر میں امن کسی کا
 یہ بجلی ہے کیوں گرد میرے نفس کے چمن میں بتا دو نشیمن کسی کا
 زمانے میں ڈرنے کی چیز اک ہیں ہیں ہمیں لوٹ بیٹے ہیں جو بن کسی کا
 خدا جانے کیا آگ اندر لگی ہے شرعے اٹھا سناکِ بدن کسی کا
 جوانی کے دامن سے پٹا ہوا ہے نہ اب تک ہائے بچپن کسی کا
 وہ گل کرنے کیوں شمعِ تربت کو آئے ہمیں کیا ہوا نامِ روشن کسی کا
 وہ صبحِ شب وصلِ نجی نگاہیں وہ مسکا ہوا ہے دامن کسی کا

برِ یاضن ایسی دیوانگی روزِ محشر

اُسے چھوڑ کبخت دامن کسی کا

مشکل اس کو چے سے اٹھنا ہو گیا حشر بھی نقشِ کعب پا ہو گیا
 دیکھ داعظِ مجد کو میں کیا ہو گیا آدمی تھا اپنی، فرشتا ہو گیا
 اور ہی دادی وہ ہے لے اہلِ علو قیس جس میں باکے کیسے ہو گیا
 شاخ میں جب تک یہ ہے انگوڑی ہے شیخ نے توڑا کہ مینا ہو گیا
 تم کو سمجھا خورِ تیرہ گور میں اے فرشتہ و مجد کو دھوکا ہو گیا
 منہ جو کبے میں کھلا وقتِ اداں بندہ اتو کس کلبا ہو گیا
 میکہ داعظ سے اب چھٹا نہیں ادھپا اداہ پیا ہو گیا

ہوگی رسوائی مری دنیا میں لے دستِ جنوں
 قیس بھی باقی نہیں ہیں ہوں ضمیر کی ندامت
 ناتوانی میں دیا دستِ جنوں نے بھی جواب
 کون کہے اب کفن کے کام لے دستِ جنوں
 کام تو ہیں کافروں کے نام ہے اسلام کا
 دلوں کے دن نہیں وہ دل نہیں ہنسنے
 ایک بھی باقی اگر تارِ گریبان ہو گیا
 ہو کا عالم ہو گیا خالی بیابان ہو گیا
 پھانسی لینے کو مجھے میرا گریبان ہو گیا
 تارِ داماں رہ گیا تارِ گریبان ہو گیا
 اس سماں رہ گیا کوئی نہ ایمان ہو گیا
 شوقِ عصیان مٹ گیا اب غصہ بھیاں ہو گیا

اک بُتِ کافر کو دل لے کر ہوا کافرِ پناہ
 اب تقدس رہ گیا اس میں نہ ایسا ہو گیا

بتا دو تم ہمیں بیدار کرنا
 وہ پیسے سُکر اکریا کرنا
 قفس کی تیلیاں توڑیں تڑپ کر
 تمنا جس کی ہے وہ دن تو آئے
 ہم آجائیں گے اپنی یاد بن کر
 قیامت ڈھاتی ہے مظلوم کی آہ
 تصویریں یہ کوئی کہہ رہا ہے
 قفس میں رہ کے قیدِ غمِ سنجی
 سبھ کر تم سے ہمیں غلامِ تنوں نے
 ہمارے خاک ہے رسوا کنِ حسن
 سبھ کر تم سے برباد کرنا
 سبھ کر عاقبتِ برباد کرنا

میں کون ہوں کیا ہوں نہیں معلوم کہاں ہوں
 اس شیخ گمن سال کی ہندری بزرگی
 میں اور شہس کھوں تیکے ہی دل کی
 ایفا جو کریں وعدہ تو سو حشر میں موقعے
 کھل کھیل ہی طرح جوانی کی اُمنگیں
 کہتی ہے پکائے نقابِ سُرخِ روشن
 اکیر ہے زاہرے و معشوق کا ملنا
 بن جاتی ہے ہر بات جو موقع بھی خدا سے
 جب گلوں ہیں دونوں کی بزرگی ہے سلم
 وہ ساتھ گئی وقت کے تھی وقت کی جوابات
 کام آئے ہمارے جو حسینوں کی جوانی
 رکھ لیں ابھی سر پر جوئے بارگنہ اور
 ہر روز میں سواتیں ہیں ہر بات میں سورا
 افسانہ دل ہم سے بیاں ہونیں سکتا

ہم نے بھی یہ پھاہل آپ کے اشارے ہیں

یہ لطف بیاں لطفِ زباں ہونیں سکتا

اُفت میں عیاں سوزِ تباں ہونیں سکتا
 کیا پارہ دل کوئی زباں ہونیں سکتا
 اد جلوہ گر طور کے کھل کھیلنے والے
 مجھ کو ہے لب جامِ شکستہ بھی معیہ
 یہاں ہے ایسی کہ دھواں ہونیں سکتا
 کیا اڑ کے لہو زنگِ نغاں ہونیں سکتا
 کیا دل کوئی خلوت کا مکان ہونیں سکتا
 ساقی یہ ہلالِ رضاں ہونیں سکتا

اسے بخوانہ کو سوئپا تھیں جگہ ہستیا ہوں کبھا ہو گیا
 باغ تک جلاتے بھی ہیں آتے بھی ہیں اب تفس تو گھر ہمارا ہو گیا
 آسے گا پینے پلانے کا مزا پارسا اب با دوپہیا ہو گیا
 موت آئی آپ کا مُندو دیکھ کر آپ کا بیمار اچھا ہو گیا
 ڈوب جائیں آسے وہ طوفاں کہاں اشک تو آنکھوں کا تارا ہو گیا
 رنگ بہ لایا زلنے نے ریاض
 دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا

ادبیت کا فریختے کیا ہو گیا غیر کے سجدے سے خدا ہو گیا
 ہے یہ بہت نشہ زرا ہو گیا مل گئی تھوڑی سی بھلا ہو گیا
 حشر میں آگے مرے ٹنڈ پتھاب میں بھی کوئی آج نیسا ہو گیا
 پانی پیسا غسے میں اگر وہ بھی مٹے ہوشن با ہو گیا
 بچہ سے بچا ہے کسے قاصد شوق نامہ ملا اور ہوا ہو گیا
 کس کی نظر او دلِ ناداں لگی میں ترے صدقے تجھے کیا ہو گیا
 بگڑی تھے آتے ہی ترتیب بزم حشر میں ہنگامہ بپا ہو گیا
 کہتے ہیں رات آئی جہاں وصل کی جان کو تو میری بلا ہو گیا

جھومتے ہیں بیٹے حرم میں ریاض
 آسے یہاں نشہ ہوا ہو گیا

نازک ہیں زبانت کا بیاں چو نہیں سکتا وہ ایسے ہیں کچھ اور گماں چو نہیں سکتا
 تو اور رہ شوق اس آہستہ رومی سے اب ساتھ ترا عمر وہاں چو نہیں سکتا

جو بن سے ہے سکی ہوئی محرم کا اشارہ
 جانے میں وہاں آندھی ہے اسے آو رسا تو
 دن اور جگہ اور ہوئے داؤدِ محشر
 دیوانہ لیٹے کو نہ لیٹے سے ربا کام
 جو دام اٹھیں چرائی کے وہ کم ہیں
 بچانے بنا کرتے ہیں کس طرح مساجد
 دیوانوں کا انداز اڑاتے ہیں عنادل
 یہ جان کو میری ہے عذابِ ٹھہر کا
 ہیں پیری و طفلی و جوانی کے منے داؤ
 بے ٹھہرے ہیں چرخ کے سب چاند ستار
 یہ دن وہ ہیں کوئی انکراں ہو نہیں سکتا
 کیا اشکِ واکِ سیلِ واکِ ہو نہیں سکتا
 انصافِ حسنیوں کا یہاں ہو نہیں سکتا
 کچھ اور بلا ہے خفقاں ہو نہیں سکتا
 سودا یہ کسی سچ گراں ہو نہیں سکتا
 جب نغمہ نا تو کس انداز ہو نہیں سکتا
 دیوانے میں یہ رنگِ فغاں ہو نہیں سکتا
 دل سا بھی کوئی آفتِ جاں ہو نہیں سکتا
 دنیا سا کوئی اور جہاں ہو نہیں سکتا
 وہ وصل کی راہیں ہماں ہو نہیں سکتا

بننے کو ریاضِ آپ بنیں کو کمین و مین
 ہیں ساختہ باتیں خفقاں ہو نہیں سکتا

تولے فلکِ پیرِ جواں ہو نہیں سکتا
 ساتی کی گڑی آنکھ ہے کیوں کنبہ دل پر
 اک چاند سی ہے شکل ہم آغوشِ شب کو
 جنت میں نہ بیٹھیں گے لگانے کبھی منہ دی
 یہ عذرِ حسنیوں کو رواں ہو نہیں سکتا
 کیا ابر بہارِ اشکِ فشاں ہو نہیں سکتا
 تو بارِ معاصی کا گراں ہو نہیں سکتا
 میخانے میں ایسا رمضان ہو نہیں سکتا
 تو لے فلکِ پیرِ جواں ہو نہیں سکتا
 ساتی کی گڑی آنکھ ہے کیوں کنبہ دل پر
 اک چاند سی ہے شکل ہم آغوشِ شب کو
 جنت میں نہ بیٹھیں گے لگانے کبھی منہ دی
 یہ عذرِ حسنیوں کو رواں ہو نہیں سکتا
 کیا ابر بہارِ اشکِ فشاں ہو نہیں سکتا
 تو بارِ معاصی کا گراں ہو نہیں سکتا
 میخانے میں ایسا رمضان ہو نہیں سکتا

اٹھ جائے کیس ہاتھ میرے نہ نوچے
یہ جھکے حسینوں کا گریباں نہیں ہوتا
کس طرح پیٹتی ہیں سیاہ کار بلائیں
بے تیرے غم کے شب ہجران نہیں ہوتا
سن اور تھا دن اوستے کچھ اور تھا عالم
اب ہم کو کسی بات کا ارمان نہیں ہوتا
مشتاق بہت قدر شناساں سخن ہیں
کیوں طبع ریاض آپ کا دیوان نہیں ہوتا

نہ راسِ مُبت کے ہوا یاں یہ کچھ دُور نہ تھا
اپنے اللہ کے صدر سے اُسے منظور نہ تھا
ہم چھلکتے ہوئے ساغر کی اٹھاتے لذت
باغ میں کوئی جھلکتا ہوا انگوڑ نہ تھا
میں پُرانا ہوں ترا دیکھنے والے دوست
وہ جی جلتے مری آنکھوں میں نہیں طور نہ تھا
اُس کے آغازِ جوانی کا کموں کیا عالم
کچھ اُسے نشہ سا تھا نشے میں وہ چور نہ تھا
دلِ پرداغ کا گلہ ستہ جو لے آئے
آپ کی بزم میں پہلے تو یہ دستور نہ تھا
بزمِ ساتی میں مے اُسے تھی لے شیخ
کیا ترے واسطے افشردہ انگوڑ نہ تھا
شوق سے میں نے زہِ عشق میں گلے ہیں پیا
کو کہن ہو تو ہو میں تو کوئی مزدور نہ تھا
کوئی میکش نہ مرا ہو کہیں تاثر ہو کر
منہ کفن کھول کے دیکھا تو زرا نور نہ تھا
تھی چکنے کو سب شاخِ نشیمن بجلی
آئیلے کے لئے نخل سب طور نہ تھا
آئی دن بنے کو تو میرے سیاہ خانے میں
کیا ٹھکانا کہیں تیرا شبِ دیجور نہ تھا

بیٹھ کر کیا دلِ مرحوم تو رشتے ہو ریاض
بگڑی قسمت بنے اللہ کو منظور نہ تھا

نہ کاٹا تھا نہ کوئی پھانس نہ سر تھا نہ پکاں تھا
جو دل میں چھب رہا تھا وہ ہمارے دل کا ارمان تھا
ہمارا فی سببِ گلشن میں وہ دن بھی یاد ہیں ہم کو
کسی کے ہاتھ میں ساغر تھا کوئی گلِ بدال تھا

اتر رکھائیں نے سوتے میں کہاں
 حشر میں آتا پھلے سے ہیں
 بوسے وہ جھنجھلا کے اب میرے چکا
 غار اس دل نے مجھے کیا کیا
 ہم کب آئے جب تا شاہو چکا
 اب جو ٹھٹھا ہے گھٹے طوفانِ آشک
 میرے حق میں یہ بھی کانٹے ہو چکا
 بک گیا غما نہ ہو کر رہن سے
 اپنی قسمت کا لکھا میں ہو چکا
 بوجھ اُترا سر سے جب گرا تو چکا
 جمع کی تھی جتنی دولت کھو چکا
 تو بکی عصیاں سے اپنے چھے گا کون

آفتاب حشر کب چکا تر یا صن
 داغ سے دامن سے جب میں ہو چکا

وہ حشر میں بھی سر بہ گریباں نہیں آتا
 کیوں پوچھتے ہو وصل کا سااں نہیں ہوتا
 کافر نہیں ہوتا ہے پشیاں نہیں ہوتا
 آفت ہے مری جان کو اس ضعف میں وحشت
 سامان سے پورا کوئی اداں نہیں ہوتا
 پانی کر بھی جھلک نور کی ٹنڈ پر نہیں آتی
 ہمتوں سے مرے چاک گریباں نہیں ہوتا
 ہم بندوں میں جو صاحبِ بیاں نہیں ہوتا
 صدقے ترے ہم سے تبھی پیاں نہیں ہوتا
 جو دل نہیں رکھتے انہیں ریاں نہیں ہوتا
 اب بچوں سے رنگیں نظر آتا نہیں امن
 خوں نابہ فشاں دیدہ گریاں نہیں ہوتا
 جو دور ہی سے آگ لگاتا ہو دلوں میں
 دُشمنِ حسنِ سراغِ تیرا ماں نہیں ہوتا
 یوں کوئی ابھری بزم میں غریباں نہیں ہوتا
 بگڑے نہ طبیعت کہیں پروانوں کی لہر سے
 ہوتا ہے فرشتہ کوئی نہاں نہیں ہوتا
 بچ جائے جوانی میں جو دنیا کی ہوا سے
 ہوتے ہیں ہمیں ہم جو نگہباں نہیں ہوتا
 سایہ بھی پھٹکنے نہیں پاتا ترے در پر

اٹھائے میز سے مینا لگائے خوشہ تاک یہ میری توبہ کا ساقی نے احترام کیا

نماز عید ہوئی مسکندے میں حوم سے آج

ریاض بادہ کشوں نے ہمیں امام کیا

جنوں میں تیشہ لئے سوئے کو ہمار گیا گیا جہان سے اب کو کہن سا پار گیا

کنڈ زلف کے صفے سے صاف نکلا دل بڑا شکار گیا یہ بڑا شکار گیا

شبِ صال یہ دیوانگی ہے شوق نہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ میرے گلے کا پار گیا

اثر فرا تھا بہت آج وعظِ خیس ہوئی نہ میں گیا نہ کوئی اور بادہ خوار گیا

فیصل گل ہے ایفیرس کہاں صیا نفس وہ ساتھ لئے لوٹنے بہا ر گیا

ہمیشہ فقر میں فاقے میں نقد سے کر پی وہ اور ہوں گے پچو دا جہاں اُٹھا ر گیا

فرشتے تھے نہ گنہ بارِ دوستِ حشر کے نہ مرا جنوں تھا جو سر پر سے سوار گیا

قریب بچہ کا جھک نہ بے ستوں نزدیک یہ کون تھا مجھے صحرا میں جو پکار گیا

وہ نامہ بر تھا مرا میں نہ تھا اسے درباں ہزار بار جو آیا ہزار بار گیا

بتوں کو دیکھ کے اشد یاد آتا ہے وہ دن گئے وہ محبت گئی وہ پیار گیا

ضرور قصد کیا اس نے باہر سے کا بلند آج بہت قیس کا غبار گیا

مزرے کی چیز تھی بڑھتی جو انتظار کی رات سحر کے ہوتے ہی وہ لطفِ انتظار گیا

نہ اٹھ سکا میں کد سے اثرِ ضعف کا تھا

ریاضِ حشر میں اٹھ کر مرا مزار گیا

ملا بھی یہ تو اسے پھر خدا نہیں ملتا نہیں نہیں دلِ بے گدھان نہیں ملتا

وہ کہہ رہے ہیں کہ ان کو خدا نہیں ملتا کوئی ہمارے سوا دوسرا نہیں ملتا

ہماری طرح دن گئے نہ راتیں بھری کاٹیں
جو سینے سے ہٹا پھل نگاہ شوق کھل کھیل
وہاں جا کر یہ ہم تھے کون دامن تھامنے واسے
جو اشیہِ رسلاہل سے بھری تھی جھل کی
کوئی بوسہ نہ کچھ وعدہ نہ راتوں کے باتوں کے
ترا میلن مارا اس نجیف زار معنوں نے
زمانہ ہو رہا تھا تنگ مجھ پر میں کہاں جاتا
تھائے کھرہیں مہاں ہے یا رخصت ہواد

کیا وہ کام تھنے کو کہن جو تھجہ کو آسان تھا
ہوا میں اڑنے والا ان کے جوہر کا نگہاں تھا
عدو تھا وہ تھے ان کا باغ تھا ان کا شہستان تھا
ہوا تھا جب جنوں ہم کو بہت آباد نڈان تھا
دلی ان کو کوئی سے دیتا اب کیا کوئی تاؤں تھا
جو سچ پوچھو تو دیوانوں میں وہ اک و میلان تھا
رہائی پا کے بھی میں سایہ دیوار نہ مل تھا
کہا تھا کھنڈے نے کہ وہ دودن کا ہل تھا

نہ یاری کعبہ والوں سے نہ کاوشیروالوں سے

یا حسن اللہ والا تھا بڑا مرد مسلمان تھا

ہمارے مجھے صبا و اسیر دام کیا
یکس کی زلف نے آزاد اک غلام کیا
نڈھا کے اک غم سے جاگے مرے اس ہیں
ہمانی قیس نے ہم نے کبھی نہ جوئے سرشک
چھلکتے جام سے سوائے زمیں نہ جانے دی
سے گا ہوش کسی کو نہ خلدِ دوزخ کا
نکلتے دیکھ لیا ہے شراب خانے سے
یہ کم نہیں ہے بڑھاپے میں ہم نے قہر کی
کیا جو میکہ جانے سے منع و اعطاس نے

تو ا بڑا ہو مرا کام ہی تمام کیا
کہ دل نے دیر سے جھجکا اُسے سلام کیا
یہ ہم نے حشر میں جانے کا انتظام کیا
ہم سے بھائیوں میں کو کہن نے نام کیا
علامہ ہم نے سب زہم نذر جام کیا
کبھی جو حشر میں طبعے کو اُس نے عام کیا
کسی نے آج ہمیں دود سے سلام کیا
تمام عمر میں ہم نے یہ ایک کام کیا
تو روز اٹھ کے یہی کام صبح و شام کیا

جو دیکھے سانپ کے کانٹے کی لہرائے آئے بھرا ہے نہ ہر باب سیا بھی زلف یار میں کیا
 شراب بھی سوا خوشگوار ہے ہم کو بتائیں کیسا کہ مزا چڑ گیا اُوہار میں کیا
 کنارِ شوق میں آکر حسین نکل نہ سکے اثرِ خدا نے دیا ہے ہمارے پیار میں کیا
 نہ یا صل تو بہ کر دوں خزاں کے آئے ہیں
 تم آئے پیٹنے کو جاتی ہوئی بہار میں کیا

پاؤں کا آگے بڑھانا مجھ کو دو بھر ہو گیا دیکھ کر سر پرچہ سب دوا غلط مرے سر ہو گیا
 بے کچے کچھ آپ سے کم بخت باہر ہو گیا زیبِ نمبر ہوتے ہی عطا ہے سر ہو گیا
 میں لباسِ قس میں تھا حبش تھا جو شہنشاہ فصلِ گل آتے ہی میں جامے سے باہر ہو گیا
 روزِ لاکھوں کے گئے کٹتے ہیں اس کے شوق میں رہ کے دستِ ناز میں اتنا تو خنجر ہو گیا
 دھجیاں دھوانے بھلے تیر کی طرح ٹکڑے ٹکڑے اس طرح داماں محشر ہو گیا
 نرم تھیں صفتی زمینیں بن گئیں سنگلاخ میں نے رکھا جس جگہ جو لفظ پتھر ہو گیا
 دور تھا تو نادرِ دل دور تھا موئے مرہ تم جو پاس آئے تو یہ نادر سے نشتر ہو گیا
 کھننے سے پہلے تو وہ مینائے مے تھا شہر پھول کھل کر بادہ رنگیں کا سا غر ہو گیا
 آنکھیں تلواروں سے ملا کرتے ہیں آکر غزال ہو رہا سحر کا میں سحر مرا گھر ہو گیا

رشتہ کے دربار میں پانی جگہ شاید تریا صل

بجھ کو چھل عیش کا سامان کیونکر ہو گیا

پھول ہے لالہ صحرائی کا یا کلیجہ ترے سودا کی کا

پتھر ہی پھول کی محرم نہ بنے قطع جامہ نہ ہو رعنائی کا

مٹے ہوؤں کا اتھی پتا نہیں ملتا رہِ عدم میں کیس نقشِ شبِ بانہیں ملتا
 جتا سے خون کسی غیر کا ملا ہوگا ہمارے خون سے رنگِ خاں نہیں ملتا
 زمین پر کبھی اُنکے قدم نہیں پڑتے کہ سجدہ کرنے کو بھی نقشِ شبِ بانہیں ملتا
 نکل کے دیکھتے، کہا ہے ہوا زلزلے کی دُفِ نس کہیں ہم کو کھلا نہیں ملتا
 بحد سے اُٹھ کے کہاں جائیے قیامت ہے وہ بھیڑ ہے کہ کہیں رہتا نہیں ملتا
 اچھوتے جام ہیں منت کے کچھ لگا کھٹے کسے پلائیں کوئی پار سا نہیں ملتا
 یہ آس لانی ہے، ساقی کے آستانے پر درِ کریم سے سائل کو کیا نہیں ملتا
 بڑی طرح جلبِ شیریں کسی نے چوسے ہیں کہ گایوں میں تری اب مزا نہیں ملتا

بجائے دیکھے ہیں نا توں ہم نے وقتِ ازل
 ریاصلِ آپ کا اُن سے کھلا نہیں ملتا

نیا کھلا ہے شگوفہ کوئی بہار میں کیا گنڈا ہوا ہے برا دل کسی کے بار میں کیا
 ازل نے چولِ حسین آئے ہیں بہار میں کیا لگی ہے آگ سی یہ آج لالہ زار میں کیا
 کسی سے کہنے یہ آئے ہیں وہ سحرِ موتے تمام رات کٹی میرے انتظار میں کیا
 تمھارے خال کا بوسہ نہیں ہے لنتی میں مزا سی چیز ہے آئے گی یہ شمار میں کیا
 اُتار لی سربازِ جس نے رُخ سے نقاب حجاب آئے اُسے سو میں کیا ہزار میں کیا
 یہ سُرِ مرہ چشمِ عدو کے لئے اٹھا رکھیں وہ خاک ڈالتے ہیں چشمِ اعتبار میں کیا
 بنائیں گے دلقِ داغِ جمع کر کے انھیں چلتے دیکھے ہیں ذرے مگر غبار میں کیا
 یہ میرے دُش کے مچتے نہیں جُدا دمِ نزع گرث کے سیرِ فرشتے مرے مزار میں کیا
 ہے انتظار کہ مینوشِ غم لئے ہو بچیں بگڑی ہیں کل سے گھٹائیں بن مزار میں کیا

شب کی سبکدوشی سے انداز
 بے حیا کی نگہ رانی کا
 عجز شوق یہ کہتی آئی
 دل میں کیا کام شکیبائی کا
 دل پر داغ ہیں گلہ سستوں میں
 شوق ہے تجسّس آرائی کا
 تھوڑی پتیا ہوں بڑھاپے میں بھی
 کہ سبب ہو یہ تو انائی کا
 سر پاب حویلی نہیں صحن سے پو
 سایہ ہے لالہ صحرائی کا
 منہ کو آیا ہے کیچہ سو بار
 اے عالم شب تنہائی کا
 آنکھیں بیمار ہیں جن کی مشہور
 اُن کو دعوای ہے سیحانی کا
 مٹ گئیں تیری ادائیں تجھ پر
 اے عالم ترسی نگہ رانی کا
 کسی شاعر کا تخلص ہے ریاض
 نام ہے یا ترے سودائی کا

وہ گئے ناز سے ٹھکراتے ٹھکے سر میرا
 یہ بھی کہتے گئے اب چھوٹ چکا در میرا
 جس جگہ شام ہوئی ہے وہیں بستر میرا
 نہ ٹھکا نہ کہیں میرا نہ کہیں شکر میرا
 توتہ کرتے ہوئے آتا ہے یہ ورے خیال
 منہ مرادیکھ کدہ جائے گاسا غر میرا
 دل مشتاق سے کہتی ہے یہ گھونگھٹ کی زنجیر
 پاؤں نکھ نہیں گھر سے کبھی باہر میرا
 کیا ہے ہاتھ سے مٹا دڑپ کر نکلوں
 باغ میں تیرے نہ رہ جائے کوئی پر میرا
 داؤد حشر نہ ہوں عشق کے کچھ راز اس میں
 بات کیا ہے نہیں کھلتا ہے جو دفتر میرا
 میں ہوں یا نہ رہوں اتنی اجازت مل جا
 آپ گھر میں ہیں در پر ہے بستر میرا
 بچوں میں طرف خلد نہیں کھینچ کے ہاتھ
 وہ کہیں حشر کے دن یہ بھی ہفتہ میرا
 کوئی تیغ نگہ ناز کی بات تو سنے
 مجھ سے کہتی ہے ہزار دیکھ لوجہ میرا

بیٹھ کر چری سے پیٹا پس خم
 راز ہے گوشت تنہائی کا
 مثل کیسویں پریشان شب وصل
 تھا جنہیں شوق غم و کراہی کا
 خم قد ہے خم مینا سوئے جام
 موج سے اتو ہے انگریزی کا
 سے کے پیو سے زار دامن کی
 زاک بیکھو دل شیدائی کا
 جائے یہ میرے یہ خانے سے
 منہ ہو کا لاشب تنہائی کا
 اس میں ہوں نخل سر طو کے پھول
 دامن دل ہے تما شائی کا
 ئے خدا عقل تو دیوانہ بنے
 کہ جنوں کا م ہے دانا کی کا
 مست مینا ہوں پیاسے میں نے
 جام امیر احمد مینائی کا
 قید بکھے کی نہ بتھانے کی
 شوق ہے ناصیہ فرسانی کا
 کچھ سے کچھ ہو گئی حالت دل کی
 اب نہیں کام مشکیبائی کا
 حشر کا نام یوں ہی نکلا ہے
 وہ تو دن ہے مری رسوائی کا
 جل بجھے طور تو پروا نہیں کچھ
 دل نہ بچ جائے تما شائی کا

بزم ساحر میں ہوں خاموش یا ص

ناہقہ بند ہے گویائی کا

کام کیا دل میں شکیبائی کا
 پاس ہے حسن کی روحانی کا
 رنگ لے جائے گانج میں بل
 لے حنا دل ہے تمنا کی کا
 نہیں خورشید قیامت و عظ
 داغ ہے دامن رسوائی کا
 جا کے فرما دے مکر اتلے
 سر چرا ہے تے رسوائی کا

کچھ فیض میکدے کو وہ پہنچا گیا ضرور ہو کر اُدھر جو مُرشدِ کامل نکل گیا

دشتِ زدہ ریاضِ نازنداں میں وہ سکا

سے کر وہ سب کے طوق و سلاسل نکل گیا

بن کے وہ نقشِ قدمِ خاکِ قدم سے اُٹھا پس کے محشر تری رفتارِ تسم سے اُٹھا

بچہ کو مہنتے کے سے غیر بھی آ بیٹھا تھا وہ بھی گھبرا کے مری محفلِ غم سے اُٹھا

سفرِ شتوں کے چراذِ فقرِ عصیاں کیسا ہم نے یہ بار اُٹھایا تو نہ ہم سے اُٹھا

کیا کہا وعدہ وفا ہوگا ترے سر کی قسم اعتبارِ آج ترا تیری قسم سے اُٹھا

ہاتھ سے بوجھ گناہوں کا اُٹھے گا کیونکر رشتہ ایسا ہے کہ ساغر بھی نہ ہم سے اُٹھا

تیری رفتار کی شوخی نے قیامت ٹھائی فتنہ حشر تے نقشِ قدم سے اُٹھا

ہو رہیں اسوہِ میخانے کے ہم بھی جا کر آبِ ودانہ جو کبھی دیرِ دحوم سے اُٹھا

میری محفل میں ریاضِ آسے وہ بیگانہ را

لطفِ صحبت کا نہ کچھ شرکتِ جم سے اُٹھا

تو بھی تھا شمع بھی ہتی زہم میں گلگیر بھی تھا بوسہ لینے کو لئے میں تری تصویر بھی تھا

میں نے کیا کھلے سب تیر زلے دل میں تیرے صدقے تے ترش میں کوئی تیر بھی تھا

شفقِ سُنچ کی سچ و جج یہ کئے دیتی ہے کہ جوانی میں حسیں کچھ فلابِ پیر بھی تھا

زخمِ خوردہ کوئی دل اُن کے حوالے کر دے صند ہے وابستہ فراق یہ پتھر بھی تھا

جل بھی شمع لگی میں نہ ہوا کوئی شریک سُنہ میں لینے کو زباں شمع کی گلگیر بھی تھا

تالہِ آہ نہ ہوں وہ کسی دیو نے کی عرش کی آج ہلاتا کوئی زنجیر بھی تھا

ایک بے سے عوضِ اس نے سنائیں سونو داقی حُرمِ مرا قابلِ تسنیر بھی تھا

کہتے آئیں ہیں ان گیسوؤں نے بھیجا ہو دیکھنے آئیں ہلائیں جو کبھی گھر میرا
 کہتے ہیں وہ نہیں سر کام کے مرگان دارن مٹھ رنگ باں سے چڑا جائے گا نشتر میرا
 سایہ گستر کے سر پر رہیں سرکار ریاض
 پاؤں پر حضرت ساحر کے شہے سر میرا

اب کیا ہے گا آنسوؤں میں دل نکل گیا وہ قاتل نہ بھی تو کئی منزل نکل گیا
 کچھ عجبہ کے خال رخ سے ہاتھ کے نشان تل سے ادھر ادھر کوئی دہل نکل گیا
 ہاتھ اپنے میرے خون سے تو نے رنگائے تیرا تو جو صدمہ مرے قاتل نکل گیا
 سینے میں دیکھئے تو کوئی زخم بھی نہیں تیرے رنگا ہلے کے مراد نکل گیا
 خوش تھے کہ ہم نے جو روئے سب بھانپ کر محشر میں زعم دعویٰ باطل نکل گیا
 چن چن کے آج شیخ نے انگوٹھا لٹے اب کیا کہنے گی تاک کا حاصل نکل گیا

سہارا سے بھڑک جی نہ باقی رہی ریاض
 رہ کر نفس میں خوفِ عناد نکل گیا

پہلو سے کوئی یوں سر محفل نکل گیا معلوم یہ ہوا کہ مراد نکل گیا
 لائے گا رنگ حشر میں کل غم بے گناہ دامن بچا کے آج تو تل نکل گیا
 آنا تھا اس کو چاند سی صورت کے سامنے بادل میں چپکے کیوں مہ کا تل نکل گیا
 کس سخت جہاں سے کام پڑا تیغ ناز کو سب زور دست بازوئے قاتل نکل گیا
 شاید گلوں کے دامن رنگیں میں ہو تو ہو بن بن کے اشک خونِ عنال نکل گیا
 دستِ جنونِ قیس غمی موج ہوائے نجد کیوں سو جگہ سے پردہ محفل نکل گیا
 سنجیدگی سے محفل ساتی بینات کی ناصح سابعے وقوف بھی عاقل نکل گیا

یہ ہے گردشِ زود پیرا صن کا حال

گھر بھی اُس جڑا وہ بے وطن بھی ہوا

| | |
|-------------------------------------|-------------------------------------|
| اسے جنوں پھول نہیں لالہ صحرائی کا | سرخ کو آیا ہے کلیجہ کسی سودائی کا |
| وصفِ گل کی زباں پر تری زیبائی کا | ہر کلی پنے ہے جہلمہ تری عنائی کا |
| ہو گئے اُن کے لبِ شرجِ منسی کو | نام بھولے سے لیا تھا شبِ تنہائی کا |
| انکھ لے حضرت موسیٰ نہیں دیر لٹھتی | حوصلہ پوچھ لے ہے ہیں نہ تماشائی کا |
| میں نہ رسوا ہوں، ترا سترِ محشرِ عظم | ایک گوشہ ہے مے دریں سوانی کا |
| کس تجھ سے کہا توڑ کے آئینہ دل | ہم نہ خود ہیں نہ ہیں شوقِ آرائی کا |
| بگمہ شوق کو ترگاں نے بھارا شاید | اتھاں یسے چلی دل کی شکیبائی کا |
| کیا قیامت ہے شبِ وصلِ خموشی اسکی | جس کی تصویر کو بھی ناز ہے گویائی کا |
| دھڑکے بے وجہ کے ہیں فتنہ محشر کیا | حشر تو نام ہے صبحِ شبِ تنہائی کا |

ذی کمال اہل سخن اور صاحب منزل

لے ریا صن آج عجب لطف ہے کجائی کا

| | |
|---|-------------------------------------|
| رنگ دیکھے تو کوئی لالہ صحرائی کا | خون کچھ اس سے ملا ہے کسی سودائی کا |
| نشہ حسن ہے کہ لبش ہے زیبائی کا | یہ ہیں جن کو نہیں شوقِ خود آرائی کا |
| شاخِ گلِ منتی ہو کیا بلغم میں اکجوش بہا | اس میں انداز کہاں یار کی گزرائی کا |
| دلِ داغ بھی رکھے گئے نگہ ستوں میں | شوق اتنا بھی نہ ہوا بجن آرائی کا |
| روک تھا م سکی کچھ از لطفِ گیسر نہ کر | پاؤں زنجیر سے نکلا کسی سودائی کا |
| دل میں آئے تو کہا آرزوؤں سے ہنس کر | خون تو چوس یا میرے تنائی کا |

بزم میں شمع سے گلگیر ہی تھا پیوستہ
 کوئی سیسے سے لگائے تری تصویر بھی تھا
 توڑے ٹکڑے کے سبوہم نے بھی اُس کے سر سے
 چپ ہے واعظ کہ یہی حاصلِ تقریر بھی تھا
 صدقے ہونے کی مجھے ادلی یہ اُن سے
 کہتے ہیں کچھ اثرِ گردشِ تقدیر بھی تھا
 وصل کی شبِ مے دشمن کو بھی موت آتی تھی
 ہنس کے فراتے ہیں کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا
 نقل ہے نامہ اعمال میں قسمت کا لکھا
 جو کیا جرم وہی پہلے سے تحریر بھی تھا
 دم قدم سے مے آباد تھا زنداں کیسا
 شورِ فریاد بھی تھا نالہ زنجیر بھی تھا
 مجھ سے دیوانے کو کس بات کا شیتے وہ جوا
 حرفِ مطلب کے خط میں کوئی تحریر بھی تھا
 زورِ وحشت غمہرنے نہ دیا زنداں میں
 در نہ زنجیر بھی تھی حوقِ گلوگیر بھی تھا
 ان جبینوں کو کبھی چین سے سونے نہ دیا
 میری ہی طرح مرا نالہ شبگیر بھی تھا

میں نے بے جا نہیں پاؤں نکالا ہے ریاض

تنگ زنداں کی طرح خانہ زنجیر بھی تھا

شیخ مست مے کہن بھی ہوا
 نشہ اُترا تو خندہ زن بھی ہوا
 تھا وہ لاغر کہ تارِ دامن میں
 پیرہن بھی رہا کفن بھی ہوا
 سروگاش جو دن میں مینا تھا
 شب کو وہ شبنمِ انجمن بھی ہوا
 تڑی مجھ پر جوتا تھ سے میرے
 تجھ وہی حال کو کہن بھی ہوا
 نہ شگوفہ نہ گل نہ رنگ بہار
 اب تو وحشت کا گھر چہن بھی ہوا
 کئے پر میرے پوچھتا تو کوئی
 کہ مٹی سے کفن بھی ہوا
 اب ہاں خاک بھی نہیں رتی
 جابے عبرت مرا وطن بھی ہوا
 شرم میری مرا حذر رکھ سے
 رہن سے آج پیرہن بھی ہوا

میرے گھر مثل تبرک کے یہ سااں نکلا
 صبح ہوتے ہی رُو ہوئے کو دااں نکلا
 حشر کہ کرب جسے واعظ ہمیں چونکا تھا
 آتے آتے سر مرگاں جو کبھی خشک ہوا
 نہ درازی تھے نہ من کی نہ اتنے فتنے
 کہتے ہیں غل درد دیوار بھی زنجیر کے ساتھ
 چھوڑ دیتا یوں ہی میں مرد مسلمان تجھ کو
 حشر کے روز گئی کا تب اعمال کے کر
 پر جبریل نہ تھی ریش دراز واعظ
 کمال کچھ انی عبث غصے میں دپرہ نشیں
 دونوں سینے سے مے ہوئے کے جدا ایک ہے
 اٹھ رہی تھی یاد خاص قیامت کے لئے

حسین قیس کی فرام د کا دااں نکلا
 رات شاہد کسی کم بخت کا ارماں نکلا
 وہ شب گور کا اک خواب پریشاں نکلا
 گرتے گرتے وہی آنسو بھی طوفاں نکلا
 دامن حشر ترا گوشہ دااں نکلا
 نئے دیوانوں سے آباد یہ زنداں نکلا
 نبی کا منہ ترا اللہ نگہاں نکلا
 شکر ہے حرف غلط دفتر عصیاں نکلا
 ہم فرشتہ جسے سمجھے تھے وہ انساں نکلا
 قیس تو بعد سزا اور بھی عریاں نکلا
 دل نہ پچاں سے نہ دل سے مریچیاں نکلا
 جو سے لپٹ کوئی آج پشیاں نکلا

اک زمانہ جسے کہتا تھا کہ کافر ہے ریاض

وہی کبیش بڑا مرزا مسلمان نکلا

کچھ گلوں سے بھرا خانہ ویراں نکلا
 جب کہا کشمکش و صل میں دااں نکلا
 وہ ادا تھی کہ فدا لاکھ حسینوں کا بناؤ
 دور رہ کر بھی رہا چھو کے ہمارے دل میں
 خاک میں مل کے بھی چھوٹا سا بیاں نکلا
 بوسے وہ آپ کو کیا آپکے ارماں نکلا
 خون میں ڈوب کے اس زمانے پیکان نکلا
 کچھ عجب چیز ترا ناؤں مرگاں نکلا
 مہ نوین کے حسینوں کا گریاں نکلا

وصل کی بات بھی ہوتے ہے وعدے ہم
ذکر یہ ہے کسی نادان کی دانائی کا
اور ترجمہ جاتی ہے آشفۃ مزاجی اسکی
حال پوچھے جو کوئی آپ کے سودائی کا
آگئی آپ کے حصے میں عجب ان کی عین
زیب تیا ہے غرور آپ کو عنائی کا
دل دافۃ بھی ہوئے گیا و انصیب
نہ رہا کوئی شریک اب غم تنہائی کا

ب شیریں سے وہ کوسیں ہیں سو بار یا ص
ہم نے لوٹا ہے مزان کی سیجائی کا

کشمکش میں نہ شکن آئی نہ داماں نکلا
خیر گزری کہ یوں ہی غیر کا ارمان نکلا
کچھ مرے خون کا پیسا ہر اک دماں نکلا
کوئی بشت نہ کوئی خنجر کوئی پیکاں نکلا
فے گیا میں بھی طرح سوچ کے کچھ حشر کے
وہ بھی کچھ اپنی جھاڑوں سے پشیاں نکلا
ہنس کے کہتے ہیں کسی کا دل بد خو ہوگا
بن کے فتنہ جو سرگوشہ داماں نکلا
ڈر گئے پاچھ اٹھے بات تھی کیا کہنے تو
کیا شب وصل کسی کا کوئی ارمان نکلا
کیا سائے ہوئے تھے حشر کے ڈھر کے دل میں
آکھ میری جو کھلی خواب پریشاں نکلا
ٹیسے صحر کے دکھا جاتے ہیں پھر بھی دن
قیس کا ڈھیر تو کچھ ننگی باں نکلا
کیسے ہم کھوئے گئے قیاس سے چھٹ کے
اشیا نے کی طرح باغ بھی ویراں نکلا
بن سنور کر مرے گھر شام سے گئے دلا
اپنے گیسو کی طرح صبح پریشاں نکلا
کام آئی نہ تو محرم نہ وہ دہرے آچل
عجب حسن آپ کے جو بن کا نگہبان نکلا
اشک نے دل کے نئے آج دکھائے ان کو
وہ سمجھتے تھے کہ قطر ہے طوفان نکلا
دیر والوں نے کیا کعبہ شیشیوں کو سلام
کیا ادھر ہو کے کوئی دشمن ایماں نکلا
رام پور آئے ریاض آپ بہت خوب جا
اپنے اُشا دکی بابو سر کا ارمان نکلا

دل کا کھلنا صاف ہے وہاں کو کیا کر دے جا جا سکے میکر سے میں نے عبا لگا لیا

تو پتھر تو تھے ہی عجب دل لگی کی چیز ساتھ اس کے ہوئے ہیں جس نے لگا لیا

بجے سے چوکتا تھا کہیں سے کے دل پر یاض

لاکھوں میں ایک شخص تھا جس نے دیا لیا

جس میں اکھ چاند لگے تیرے مست ابل ہوتا دل میں تصویر تری آرسی میں دل ہوتا

کچھ تو مرٹنے کا اس شت میں حاصل ہوتا خاک مجنوں کا بگولا سب محل ہوتا

وہ گل نہ اہم ہو تم ٹوٹتے بس تم پر تم جدھر جاتے اور شور و عناد دل ہوتا

جانے دیتا نہ مجھے خون کا دعویٰ کرنے ہاتھ میں ہاتھ لئے حشر میں قاتل ہوتا

برق کے شعلے ہر اک شاخ سے لپٹے ہوتے پھولتی کشت تمنا تو یہ حاصل ہوتا

صدقے ہوتی دل پر زخم پر آسکے بہا خون سے میرے چمن کو چہ قاتل ہوتا

میری قسمت کی کجی راہ بھلاتی مجھ کو کبھی سیدھا جو کوئی جادو نہ نزل ہوتا

ہاتھ قاتل نے لگا یا نہ اسے خیر ہوئی میں تو کیا خیر جلا دہی بسمل ہوتا

یاد ہوں گی تجھے گلشن کی بہاریں گلچیں پنکھڑی ٹوٹتی تو شور و عناد دل ہوتا

چھوٹے سے دل کا سویدا تو اسی کام کا تھا کہ تیرے چاند سے خسار کا وہ تل ہوتا

نیند کے آنے سے کیا آنکھ جھپکتی اس کی موت کے آنے سے دربان نہ غافل ہوتا

وہ کے پہلو میں یہ بیگانہ بنا رہتا ہے کام میرے کبھی آتا جو مراد دل ہوتا

کام پیشے کی پری سے نہیں چلتا ہر یاض

میرے پہلو میں کوئی حشر نازل ہوتا

ہاتھ ہی میرے کمرے پر چیر ہو گیا اتنی ملی کہ مینے سے جی سیر ہو گیا

یہ وہ پتھر ہے جگہ سے جو کبھی ہٹ نہ سکا
 ہم نے لکھول کے یس کتنی بلائیں شہ وصل
 خاکِ مجنوں کے جگہ سے گئے گئے کوٹھے
 کوئی دیوانہ سوائے غم جو غریباں نکلا
 رات بھر غیر کے گھر گھرے ماتم میں ہے
 آستیں آپ کی نکلی نہ گریباں نکلا
 شمع میں شپکانی تھی مینا سے کہ بھکی آئی
 شیخ میخانے میں کچھ دیکھا کہاں نکلا
 اٹھ ہے دوسرے دن پر نہ کہیں سبک حشر
 پیش ہونے کو مراد فتر عصبیاں نکلا

شعرا کو نگہ کم سے جو دیکھے وہ تریا صفت

نکھر سا حر کا ہزاروں میں شتا خواں نکلا

کیا بنے کو جوان کچھ آپ بخت آیا
 دیوانہ میں نے حشر میں خود کو بنا لیا
 اٹھنے کا اب تو نام بھی لیتا نہیں ہے در
 کب بخت جب قبول ہو کوئی کیا کرے
 ہم دل کے ساتھ ساتھ ہے کوسے باہر
 بعد فنا بھی دل ہے مرا حسرتوں کی پوٹ
 کھانے میں قید وقت نہ چھ بے کلم
 در سے کوئی بچھے بھی تو اب چھتر نہیں
 اقلیم حشر عشق میں اس کا چین ہے خوب
 رکھا ہے پان دان تو اتنا نساہی
 باقی نہیں وہ تن و توشاب کہاں
 اے شیخ! میفروش سے آخر یہ کیا لیا
 بول گیا حسین گئے سے لگا لیا
 پہلو میں ہم نے آج یکس کو بٹھایا
 مدت ہوئی کہ اہل دعا سے اٹھایا
 اس دل نے راہ پر ہمیں آخر لگا لیا
 ایسا نہیں ہے چھپکے سے جس کو اٹھایا
 جب مل گیا تو شکر کیا اور کھایا
 تصویر بار رنگ تو بچھا جمایا
 داغ جنوں نے خوب ہی سکھ جمایا
 لیکن نہ اس میں پان نہ کٹنا چھایا
 ہم کو تو نکر بزدل نے اے شیخ کھایا

ہم سے بے مفروش سے منہ چور کیوں بنے
 جس کی گلی کو چھوڑ کے جاتا جو سنے رشت
 چلو ہی بھر سی ہیں تسکین اس سے تھی
 یسٹن کے مجھ سے رسم ہے تم کیوں برس پرے
 کیوں اس قدر هجوم تھا گرد اس غریب کے
 جس کے کلمہ ہی گرا چھا تھا میس کدہ
 جب چاہے دیتے دم تقاضا تو کچھ نہ تھا
 دیوانہ میں نہ تھا مجھے سودا تو کچھ نہ تھا
 جب تک بٹو میں تھی غم فردا تو کچھ نہ تھا
 جو کچھ کہا رقیب نے سچا تو کچھ نہ تھا
 دم توڑتا تھا کوئی تماشہ تو کچھ نہ تھا
 جب تک ہاں تھے ہم غم فردا تو کچھ نہ تھا

کیا جانے کیوں رقیب بنا تھا گلے کا بار

صورت میں رہا اصل سے اچھا تو کچھ نہ تھا

خانقہ میں جو کبھی طاق سے مینا اُترا
 سستے چھوٹے جو سدا راہ عماما اُترا
 نشہ بھی نیند بھی خلوت بھی گرہے رہی شرم
 آج ممبر سے جو واعظ کو آرا سبز زم
 اُتری وہ چین جس میں موج تبسم بن کر
 ہے تعجب مجھے مستی میں ملنے کیسے
 صبح کو وصل کی شب وہ ہیں کہ ان کی تصویر
 کسی بھٹی میں کبھی کچھ گھرے کی پی ہتی
 جس کا مصرعہ یہ ہے ساحر کی غزل غیبی وہ
 ہم یہ سبھی کوئی رحمت کا فرشتا اُترا
 سر سے ان بادہ فردشوں کا تقاضا اُترا
 نہ کھلے بند قبا کے نہ دو پٹا اُترا
 بعد مدت کے زرا نشہ صہبا اُترا
 دیکھو دیکھو وہ ہنسی آئی وہ غصہ اُترا
 دوش احباب کے کس طرح جنازا اُترا
 شرم سے آنکھیں جھکیں چہرہ کچا اُترا
 دُسل گیا حشر کا دن جب کیس نشا اُترا
 ہم چھپر کھٹ سے اُتر آئے تو غصہ اُترا

گھر مرا جیسے پرستان کا گڑم ہو یا اصل

جب ہوئی شام کوئی تخت پر سی کا اُترا

جا کر گلی میں زلف کی اندھیر ہو گیا
 لے لیں بلائیں زلف کی دشمن بنے بڑھکے آج
 دیکھا کچھ اس دسے گریں لاکھ بلیاں
 وہ اور بھیجیں مجھ کو خط شوق اسہ بر
 دیکھا مجھے جو آج سگ کوئے یار نے
 وہ چاہتا تھا جانہ سکے آہ عرش پر
 جاتے تھے سوئے میکہ نکلے حرم میں ہم
 تادیر بزم میں ہے شیخ گل فشاں
 ہنکا مرقص گھٹکے رہا دودھ چرخ سے
 کیوں وقت وصل تول ہے ہونگا ہیں
 تڑپا رہا ہے شوق زیارت مجھے بہت
 اُسے پھرے وہ آنکھ سے دل تک اس کے
 بس فلک معاف کہ نیت ہی پھر گئی
 کھایا غم اس قدر کہ دل اب سیر ہو گیا

پونچا کہاں ریاض ماسجدہ گزار حق

حقا قصد کعبہ رخ سوئے جمی ہو گیا

مانگے دیا تھا آپ کو بیجا تو کچھ نہ تھا
 آپ آکے دل میں دل کی تمنائیں دیکھتے
 بجلی گرانی تیری چمک نے مزین پر
 کھاتے تھے اپنی بھوک تو سوتے تھے نہیں
 دل تھا مرا وہ مہنت کا سودا تو کچھ نہ تھا
 گھر آپ کا تھا آپ سے پڑا تو کچھ نہ تھا
 اے درد تیرے اٹھتے ہی دیکھا تو کچھ نہ تھا
 ماتفس میں تھے ہمیں کھٹکا تو کچھ نہ تھا

سحر کار کے شاعر ریاض ادب ہی کچھ ہیں

جو شعر ہے وہ ہے مکے دیواں سے بھی اچھا

| | |
|---|---|
| مرے ہاتھ سے پہننا اغیل و ربار ہوتا | کمر اور بھی پکیتی جو سگھے میں ہار ہوتا |
| یہ ذرا سا حشر کا دن شب وصل یار ہوتا | شب وصل اگر نہ ہوتا شب انتظار ہوتا |
| یہ نشاطِ زندگانی یہ شباب یہ جوانی | یہی دن وہ ہیں کہ جن کا نہیں اعتبار ہوتا |
| جو گھر ہے ابر تیرہ یہ جھبکا تھا میکہ ہے | خیم سے ابھی اڑا کر سہ کو ہمار ہوتا |
| مجھے جان سے سوا تھا وہ مزاج آشنا تھا | شب غم کوئی نہ ہوتا دل غمگسار ہوتا |
| بٹھے بھی ساتھ اڑتی جوار تے کانگ مکیش | کوئی جو ببار ہوتی لب جو شکار ہوتا |
| ترے نقشِ پا نہ ہوتے ثبت ہو فانی ہوتے | مری حسرتیں تو ہوتیں جو مرا مزار ہوتا |
| بڑی کیا تھی فاقہ مستی ٹھے لطف کے گزرتی | رے کچھ جو مے کی تلخی غم روزگار ہوتا |
| ترمی چکی تیکھ اُس کو مے دست شوق لگاتے | ترے ہاتھ سے جوادک سرول کے پار ہوتا |
| ہوئی صبح حشر اٹھائیں کئی خم چڑھائے تھیں | خیم سے تھابو میں مجھے کیا خمار ہوتا |
| اسے کیا تھا ڈرنہ اٹھتا وہ ترا تھا در نہ اٹھتا | کبھی بیٹھ کر نہ اٹھتا جو مرا غبار ہوتا |

مے سبیل ہوتی نہ شرابِ حوض کوثر

جو ریاضِ ساسماں نہ شرابِ غبار ہوتا

| | |
|--|---|
| جو زمین کو دباتا وہ مرا مزار ہوتا | جو فلک کو زیر کرتا وہ مرا غبار ہوتا |
| ترے ناکوں کے صدقے دل بقرار ہوتا | کوئی دل میں چھپے رہتا کوئی دل کے پار ہوتا |
| کبھی میں بلائیں لیتا کبھی میں نشا ہوتا | جو نصیب میں کبھی تھی خم زلفِ یار ہوتا |
| چہ بت میں سنکر اسے غلو کریں لگا کر | نہ چڑھاتے آسماں پر جو مرا مزار ہوتا |

مری جان میں تیرے قربان جاتا مری بات چٹکے سے تو مان جاتا
 نگاہوں سے میری وہ پہچان جاتا جو ہوتی مرے دل میں وہ جان جاتا
 کبھی قیاس نہ آتا جو مجھ تک مرے پاس سے بن کے انسان جاتا
 جو گونج ابھی بالی کی ٹھنڈا کے بو لگے پیار کو آگ ابھی کان جاتا
 اگر پاؤں پڑا نہ میدانِ محشر مرے ہاتھ سے کیوں یہ میدان جاتا
 اٹھالی معاصی کی جی بھر کے لذت لئے قبر میں کون ارمان جاتا
 کبھی ہاتھ اٹھاتے نہ ہم ان بتوں سے وہ ایمان رہتا کہ ایمان جاتا
 بہت پاک جاتا میں پھر سیکھے میں جو توبہ سے ہو کر پشیمان جاتا
 وہ کا فر حرم میں تھا ہم سیکھے میں جو کبھی میں ہوتے تو ایمان جاتا

نریاض اور جاتا ہے حج کعبہ

وہ کا سر جو ہوا مسلمان جاتا

انکار میں چلو جو ہے ہاں سے بھی اچھا قرباں تھے وہ تھے پہاں سے بھی اچھا
 ارماں ہے غلطشیں سے بیکار سے بھی اچھا بیکار ہے دل میں تمہارے ارماں سے بھی اچھا
 کیوں ہے کہ نہیں؟ کون برا بننے کو جاتا میں تجھ سے بھی اچھا تھے دریاں سے بھی اچھا
 حُجُور سے بلادوں کے ہے کچھ اور بھی عالم چھوٹا سا مرا گھر ہے بیاہاں سے بھی اچھا
 دریاں کا سبب بنتی ہے تکلیف و اذیت جس درد میں لذت ہو وہ دریاں سے بھی اچھا
 زاہد تجھے لذت ہی نہیں عشقِ بتاں کی اس راہ میں تو کفر ہے ایماں سے بھی اچھا
 زخموں میں مرنے دیتے ہیں ٹوٹے ہوئے پیکار لذت کا یہ پہلو ہے نکلاں سے بھی اچھا
 کہتے ہیں کہ رکھتی ہے تھے دل سے تعلق سمجھوں گا میں میں نہ لپ مہلتاں سے بھی اچھا

سے لاکھ حشر ہوا کسی زلف کی درازی تری شام ہی کا حصہ بپا تھا ہوتا

اے اور ریاض چہ ہے تری وضع ہے کچھ ایسی

تری بات کا کسی کو نہیں عبت بار ہوتا

| | |
|--------------------------------------|--|
| دشمن کی شن کے اس بُت پر فن کیا کہا | کھٹا نہیں ہے کچھ کے دشمن نے کیا کہا |
| گل ہنس پڑے یہیں گلشن نے کیا کہا | کوئی تو ایسی بات تھی جو گدگدی اُٹھی |
| کھل کھل کے تیرے سانسے جو بن گیا کہا | دہنے کا وہ نہیں ترے بند قبا سے اب |
| تو نے تو کچھ نہیں تری چوٹ کیا کہا | رکھ لے گی ذبح کر کے مجھے یہ چھری سے آج |
| دیکھی سی جو لب کی تو سو سن گیا کہا | سنبل سے لیس بلائیں جو دیکھی تھاری زلف |
| غربت میں مجھ کو لوٹ کے ہرن کیا کہا | کیا دی مجھے دُعا تجھے آنا ہو پھر نصیب |
| قاتل کی آستین نے دامن کیا کہا | یارب دکھا کے حشر میں میرے لٹوئے داغ |
| یہ چھوٹے منہ سے غنچہ سو سن گیا کہا | لے گا ترے لب سی آلودہ کا جواب |
| جھک کر تیرے کان میں شمع نے کیا کہا | مجھے کا مجھ کو وہ ہم ہے بلا جو رنگ رنج |
| تو نے بھی کچھ سُنا ترے جو بن گیا کہا | راتوں کو لٹوئے جاتے ہیں ہم دونیں اٹھ |
| بے منہ کی تھی وہ چپ ہی سوزن کیا کہا | دامن کا چاک تھا جو ہنسا کچھ نوکے قوت |
| جھک جھک کے تجھے شاخ نشین نے کیا کہا | کیا اے صبا افسیرس کو دیا پیام |
| آتش فروز وادئی ایسے کیا کہا | کچھ ہوش ہے کلیم حلا طور کس سرج |
| آنکھیں دکھائے ساقی پر فن کیا کہا | میں نے جو زم میں سوئے ساغر بڑھا ہاتھ |

ہم تو خدا پرست بھی تھے بُت پرست بھی

ہم تو ریاض شیخ و برہمن نے کیا کہا

تری رحمتوں کے بادل بھی ٹوٹ کر بہتے
اے دوستائے دلے مجھے یہ بہت سانا
یہی شک نکلتے ہی میرا کام آتے
وہ شرہ چھوٹی رہتی یوں ہی گھرے گھرے نشتر
مے حلق سے اتر کر مے صنّا اشک بنتی
جو یہ زلف ٹٹے کے آتی دمِ دج تیرے رخ پر
مری آنکھ میں ہوتا شبِ روزِ شورِ قلقل
ترے نشتر نگہ سے گل جاں لہو جو دیتی
جو سیاہ کار یا رب کوئی اشکبار ہوتا
شبِ وصل تجھ سے بڑھ کر دلِ بقیار ہوتا
انہیں دلِ بنا کے رکھتا اگر اختیار ہوتا
سے دل میں مدد یا رب یوں ہی بار بار ہوتا
ابھی میں گناہ کرتا ابھی اشکبار ہوتا
تو بلائیں لینے والا یہی جانِ شاد ہوتا
ترے حلق پر جو سینا مجھے اختیار ہوتا
تو لہو کا قطرہ قطرہ دلِ بے تیرا ہوتا

ترے آگے سر اٹھاتا کوئی پارسانہ ساقی

جو ریاضِ پارسا بھی کہیں بارہ خوار ہوتا

مے سینے میں جو میرا دلِ داغدار ہوتا
پے سیرِ جلوہ فرما بہت کلفزار ہوتا
کوئی خاک اگر اڑاتا یہ زمیں زمیں نہ ہوتی
تری رحمتوں کے بادل خیمِ دوشِ جھلکے ٹپتے
کبھی تجھ نے بھی دیکھا اری ونگا و پرن
کبھی خارِ راہ بنتے اگر استخوانِ دشمن
یوں ہی لیٹی یں ہوتا اے میفروشِ سچے
بُشِخ و شنگ کیونکر رہیں عاشقوں کی بس میں
کبھی حشرِ رخ ہوتی انہیں سیکڑے کی پروا
مے باغِ آرزو کی وہی اب بہار ہوتا
دلِ داغ داغ میرا کوئی لالہ زار ہوتا
یہ فلک فلک نہ ہوتا یہ فلک غبار ہوتا
لے حشر میں خیم سے یہ سیاہ کار ہوتا
وہی تیرا دل میں ہوتا وہی دل کے پار ہوتا
تو گل میں تیری جا کر مجھے اور خار ہوتا
کبھی دامِ نقد مٹتے کبھی کچھ اُدھار ہوتا
کزِ رُسے دل پران کو نہیں اختیار ہوتا
جو بہشتِ میگساران کوئی سبزہ زار ہوتا

آئینہ کیوں غم سے دیکھا عکس کرنے مقابہ آیا
 سن کی کھاتا زباں وراز تھے خار اُن کے من کیوں نہ آبلہ آیا
 گم شدہ ہوں نہ میکدے والے کب سے کوئی قافلہ آیا

شغل مے ہے تر یا ض پیری میں

کیوں جوانی کا ولولہ آیا

وہ ہوا جنت کی وہ ابر کرم چھایا ہوا
 کیا ہوا بزمِ عدویں میں صدقے کیا ہوا
 آچکا اُن کی گلی میں میرے آگے آچکا
 دیکھنے کی چیز تھا محفل میں ساق کا شباب
 میں جو غم پر جھک پڑا تو ہو گیا وہ میرے سر
 غم بنا میرے لئے وہ فیض ساقی سے تو کیا
 کل تو اٹھ کر وہ چکا تھا حشر کوے یار میں
 میکدہ جنت ہے جنت میں جو پی ہو گیا ہوا
 ہنس رہا ہے آج کچھ دامن ترا مسکا ہوا
 فتنہ محشر تو ہے سو بار کا دیکھا ہوا
 بے پئے سو بار بجو نشہ صہبیا ہوا
 مجھے بڑھ کر آج کل ناصح ہو کچھ بہکا ہوا
 دانہ انگور تھا قطرے سے جو دریا ہوا
 آج سنتا ہوں کوئی فتنہ نیا برپا ہوا

آئی آوازِ اذان صبح اٹھو بھی تر یا ض

میکدے میں بھی تو شورِ قلعہ سلینا ہوا

اُس عشق جنوں خمیز میں کیا کیا نہیں ہوتا
 کچھ حشرِ حسد پر ابھی برپا نہیں ہوتا
 کیونکر یہ کہوں حسن کا نشا نہیں ہوتا
 کچھ کہئے تو شراب کے جھکا لیئے ہیں گردن
 دیوانہ ہے جو قیس سے لیلیٰ نہیں ہوتا
 آئے ہو تو ٹھہرو کوئی زندہ نہیں ہوتا
 ہوتا تو بہت ہے مگر اتنا نہیں ہوتا
 بھٹوے سے بھی اب وعدہ فردا نہیں ہوتا
 نازک ہیں بہت خونِ تمستا نہیں ہوتا
 ملتے ہیں وہ دل سُرخ ہوئی جاتی ہے چٹکی

شاید مرے رقیب سے تھا آسمان ملا
 چٹ کر قفس سے چین ہمیں پھر کہاں ملا
 تو نے دے جو داغ تو دل کھل اٹھا مرا
 ظالم کا مدعا تھا بڑھائے فشاں قبر
 ریش سفید پیہر ہمیں بنا ہی رہی
 سمجھے تھے گردِ راہ وہ میرے غبار کو
 کس انکپن کے ساتھ بنا ہی ہے چرخِ پیر
 کمِ محبت کو پانی بھی لیکیں چسلا نہ کام
 وہ کشمکش وہ بھیڑ وہ آفت کی دائرِ گیر
 ہے سیکڑے کا خاص مقامات میں شمار
 اٹھ اٹھ کر اُس سے تکر اُس کی ٹھکان ملا
 وہ شاخِ گل ملی نہ ہیں آستیاں ملا
 معلوم یہ ہو اچمنِ سبے خزاں ملا
 کیوں ٹوٹ کر کھڑے مری آسمان ملا
 پیری میں عجب سے فیض یہ پیرِ مغاں ملا
 ہرزہ مہری خاک کا حشرِ نشاں ملا
 با وضع کوئی بھی تجھے ہم سا جواں ملا
 کس درجہ ہوشیار نہیں کیاں ملا
 ملنے کا اُن سے حشر میں موقع کہاں ملا
 جو منہ چھ ملا مجھے سپرِ مغاں ملا

شیشے میں کس پری کو اتارا یا صن نے

منتِ عنب ہے خوش مجھے کیسا جواں ملا

بڑھ کے کیوں پست جو سالہ آیا
 بوسہ کس نے پیا کہ بن کے ہمنسی
 ہوگی اب نوک جھونکِ مرگاں سے
 واپس آ یا نہ کوئے زلف سے دل
 مجھ سے بھی کچھ سوا تھا در اند
 پُر خطر ہے بہت ہی منزلِ گور
 چھ گئی کچھ زبانِ خار کی بات
 حنا پر سُفہ نہ آبلہ آیا
 آپ کے ہونٹ پر گلہ آیا
 بن کے دل دل کا آبلہ آیا
 پیش کوئی سالہ آیا
 پاؤں میں اٹھ کے آبلہ آیا
 لٹکے آیا جوتِ فدا آیا
 منہ چھلانے جو آبلہ آیا

دیکھنے میں تو نہیں کچھ بھی وہ مرگان ہزار
مگر آتا ہے اسے ناوک و پیکان ہونا
کام سے کام جگانا نہ ستا ناشب بھر
نہ پریشاں انہیں کرنا نہ پریشاں ہونا
دوست بے تیغ سے ظالم نے لیا تیغ کا کام
آستیں چڑھتے ہی شمشیر کا عریاں ہونا
بدو اسے زور جنوں اب نہ لگی رو جائے
طوق و زنجیر سے ہے دست و گریباں ہونا

ہم سے کہتا ہے ہمارا دل صد چاک ریاض

تمہیں آتا ہی نہیں چاک گریباں ہونا

جس پر گمان حشر میں ہے آفتاب کا
تار یک رخ ہے وہ مری فرد حساب کا
نقطہ بنا ہر اک مری فرد حساب کا
عشر کے دن مجاہد رخ آفتاب کا
آئیں ہمارے آگے وہ ساغر شراب کا
ساتی نے جس میں رنگ بھرا ہوشاب کا
دل کو نہیں ہے خوف نگاہ عتاب کا
ہے پاؤں بیچ میں ترے تار نقاب کا
وقت عتاب بنگنی چہرہ عتاب کا
دیکھے تو کوئی رنگ بدلنا نقاب کا
موقع شب وصال ملا ہے جواب کا
پر دے میں چھپ سکا نہ وہ چہرہ عتاب کا
بدست دل ہے آنکھ ہی ساغر شراب کا
خاکستر شرار کو انسان بنا دیا
جس کو ہوا اڑا نہ سکے میں وہ خاک ہوں
اب بھی بری طرح ہے کسی کی نگاہ شوق
سوے حرم گیا ہے کوئی مست میکدہ
بنتے بگڑتے دیر نہیں اس جہان میں
بھڑک رہا ہے ہر نقاش پا چرخ ہے راہ ثواب کا
دیکھا ہے بیٹھنا بھی ابھر کر حباب کا

سر جھکانا مجھے تقدیر سے سب کے آگے کوئی بھی ہو مجھے شرمندہ احسان ہونا

دیکھ کر ترشے ہوئے پاؤں کے ناخن اُن کے وہ ابھرا منہ نوکا وہ پشیمان ہونا

شور دیوانوں میں ہونا وہ بہار آئی ریاض

ادروہ گھر کا مرے صورت زنداں ہونا

ساتھ ہی تیر فگن لے صفِ مرگان ہونا آج ہم کو بھی ہے سوجان سے قربان ہونا

رنگ وہ ہار کے پھولوں کا بدلنا شبِ میل بے چھوئے چھوٹے وہ زلفوں کا پریشان ہونا

حشر تک غیر کو تڑپا بیگا یا رب شبِ میل مجھ میں اس شوخ میں کل کے لئے پیمان ہونا

تم بلویانہ ملو ہم کو خدا ملتا ہے ہے بڑی چیز تو صاحبِ ایمان ہونا

سلسلے کی ہے کڑی موجِ شرابِ گلزنک لہرِ رندوں کی ہے مست مئے عرفان ہونا

صدقے اس نے کے جپنی کر عرقِ شرم بنے کام آجائے مراد میں پشیمان ہونا

غیر نے شام ہی سے گھٹی کے جلائے میں چراغ آج دشوار ہے صبحِ شبِ ہجران ہونا

وضع رندانہ رہے۔ ریش رہے صاف ریاض

خوف کی چیز ہے اس وقت مسلمان ہونا

کبھی ممکن نہیں مئے خانہ کا ویران ہونا کبھی ممکن نہیں جنت کا بیابان ہونا

ایسی دیوانی جوانی کہ یہ کہہ سکتی آئی لے مبارک ہو تجھے چاکِ گریبان ہونا

جس کی آنکھوں میں ساتا ہی نہیں کوئی جس آئینہ دیکھ کے اس شوخ کا حیران ہونا

پھول برسائے کو لے ابر کرم کافی ہے دلِ غدا سن سے مراسر بہ گریبان ہونا

موت ہو موت اگر یاس سے بدلے امید کچھ نہیں دل میں کسی بات کا ارمان ہونا

عمر بھر کا تب اعمال فرشتے ہی رہے پاکے صحبت بھی نہ آیا انہیں انسان ہونا

نہ بیاں ہو جو طے صبح ازل شام ابد
 پردہ بھی بات بھی جلوہ بھی پس اس برق
 بال کے بدلے نظر آتے ہیں اس میں کچاک
 پیٹ میں غم کے ہے جو کچھ وہ بھرا اس میں
 کیا تصویر ہی سے اٹھ جاتے ہیں بے دل کے
 رکھتی ہے عالم نو شور و شہزادہ عشق
 آپ کے ہار کی کلیوں سے یہ ملنے کا نہیں
 کھینچنے والی کی جھلک دیکھی ہے بس ساقی
 پھرتی ہے حشر کے دن آنکھ کے نیچے شب و صبح
 شمع کعبہ رہے محفوظ الہی تا حشر
 نہ ہو اٹھتی نہ مری آہ عدد و محقق وہ محقق

لوگ کہتے ہیں کہ ہے زاہد مرقاض تریاض

زندہ کہتے ہیں اُسے چور ہے مئے خانے کا

شرار برق گو تنکے بنے لیکن نشان ہوگا
 مقامات اثر میں اب اثر کا امتحاں ہوگا
 ملے گی خدمت میخانہ شاید کعبے والوں کو
 مزا اس وقت آئے گا قیامت میں شہادت کا
 یہ دوشل بر پر جاتے ہیں غم کے کہہاں ساقی
 سحر موتے گیا کوئی تو یہ کہتا گیا کوئی
 جہاں میرا نشین تھا وہاں اب تک دھواں ہوگا
 یہ نالسم ہو گئے ان کا بام ہوگا آسمان ہوگا
 سناخ حرم آکر یہاں سپر مغاں ہوگا
 اثر کرب و دہان زخم میں خنجر زباں ہوگا
 بتلے آج شور و قلع و قمع مینا کہاں ہوگا
 یہی تو ہیں کہ ان کے گھر کوئی پھر نہاں ہوگا

رحمت کو یاد امری شاید پسند آئے ڈر ڈر کے کانپ کا کانپ کے پینا شراب کا
شوخی وہ کیا کہ جس سے بڑھیں گلیاں عنوان اور ہے مرے خطا کے جواب کا
حصیاں کے بعد بھی تری رحمت ہی ہی منوں ہوں ترے کرم بے حساب کا
غالب ہے خوفِ حق معاصی کے ساتھ حق دھڑکا لگا ہوا ہے عذاب و ثواب کا

پیری میں سر بھر رہیں یونہی لے لے ریاض

ہے بوتلوں میں بند زمانہ شباب کا

یہ کہیں لگی یہ کہاں لگی جو قفس سے شورِ غل اٹھا جلے آشیانے کچھ اس طرح کہ ہر ایک لے لے دھواں اٹھا
لگی آگ بیکریں یوں لگے کسی کے بھی گھریں یوں نہ تو لو اٹھی نہ چمک ہوئی نہ شرارتیں نہ دھواں اٹھا
کوئی ست میکہ آگیا بے بخودی وہ پلا گیا نہ صدائے نغمہ دیر اٹھی نہ حرم سے شورِ اذان اٹھا
گئے ساتھ شمعِ حرم کے ہم نہ کوئی طائر لے قدم نہ تو خم بڑھانہ ہو جھکا جو اٹھا تو پیرِ مغان اٹھا
لبِ حرم سے نکلے صدائے تم بزدلش ایسے ہزار خم خم آسمان بھی ہو جس میں گم وہ سیاہ ابر کہاں اٹھا
تجھے مؤفروش خبر بھی ہے کہ مقام کون سا کیا جئے یہ رہ حرم میں دکان مے تو یہاں ہے اپنی دکان اٹھا

یہ سپید ریش تریاض ہے جو بنا ہے بزم میں پسند گو

اسے کیوں نہ ابر سیہ کہوں کہ برس پڑا یہ جہاں اٹھا

دور کھلا صبح کو پو پھٹتے ہی مے خانے کا عکس سورج ہے پھلکتے ہوئے پیلنے کا
حسنِ موجوں کا چھلکنا بھرے پیمانے کا رقصِ پریوں کا ہے عالم ہے پری خانے کا
ہائے زنجیر شکن کوششِ فصلِ بہار اور زندان سے نکلتا ترے دیوانے کا
صدقے اس سوز کے جو سوز ہو اس جن کچھاتھ شعلہ گویا پر پرداز ہے پروانے کا
ہوں دہاں گم ہے جہاں ہستی موہوم مری دوسرا نام عدم ہے مرے دیرانے کا

لے نا قوس کوئی دیر والا آج آیا ہے
 اگر سچ ہے تو کبھی میں مزا وقت اذان ہوگا
 بتو ہم کو رُلا یگا یہ نطقا رہ اسیری میں
 قفس میں ہوں گے ہم موج ہو اپر آشیان ہوگا
 شرابِ ناب تو کیا آگِ پانی بن کے بروگی
 اگر ابر بہار اس آتش گل کا دھوان ہوگا
 وہاں بھی پھول برس گئے گنہگار اُن است پر
 جو دو چار آئے ہم سے تو جہنم بھی حناں ہوگا
 مہرور وینگے میرے زخمِ دامن رکھ کے آنکھوں پر
 تنہا رادِ غواہنِ شیرین جب گلشنِ ہوگا
 ذریعہ ہے یہی رحمت کا کھدو تو ہی لے زاہد
 یہ میرا پھول سا بار گنہ مجھ پر گراں ہوگا

تراویوان تو شایع ہو جگہ سب آنکھ پر دینگے

ریاض اشعار کا تیرے زمانہ قدرواں ہوگا

پہلے تیرنگہ ناز کا پیکاں سمجھا
 دور سے دل میں اتر آئی تو مژگان سمجھا
 زندگانی کو خیال شبِ ہجران سمجھا
 موت آئی تو اُسے خواب پریشان سمجھا
 بھولے پن سوسیدہ اُسے محفلِ جاناں سمجھا
 حشر کی خوب حقیقت دلِ نادان سمجھا
 نہ ہوا سے کہیں مجھ جائے ذرا سانس نہی
 داغِ دل کو میں چراغِ شبِ ہجران سمجھا
 دل میں کجخت نے سوزِ خم تو ڈالے ہونگے
 تھا وہ ارمانِ ترا میں جسے پیکاں سمجھا
 دی جگہ تھوڑی سی ہر آرزوِ مردہ کو
 میں نے سینے کو کوئی گورِ عزیزان سمجھا
 میں گنہگار بڑھا تا دمِ حشر کیون ہاتھ
 ابرِ رحمت کو مگر آپ کا دامن سمجھا
 تو گئی ساتھ نشانِ کفِ پاک یوں لیکر
 میں تری چال نہ اے عمر گریزان سمجھا

داغِ تھپے کچھ مے گلگوں کے مرے دامن پر

وہ ریاض ایسے کھلے میں گلِ دامن سمجھا

دنیا سے الگ ہم نے مینانے کا در دیکھا
 مینانے کا در دیکھا اللہ کا گھر دیکھا

نہیں صبح چین میں کیف خواب صبح ستانہ
 گئی میں کچھ جھپک بھی رات اندھیری تاجو کی
 شکن افتادہ دامن میں عویا ہوز لطف خم میں
 ہر اک پل ہجر کا طول حیات خضر کھتا ہے
 اندھیرا ہوتے داماندہ عجب حشر کہتے تھے
 عدوی قبر ہوگی بال بکھرے جہاں پہنچے
 تبسم اور شوخی اس پر انداز تبسم کی
 لگی الفت کی بوجھ سکتی نہیں ہے خاک ہو چڑ

جوانی لے کر یا صل اب لوٹنا ہے دختر زنی
 بڑھاپا کہہ رہا ہے تو نے سر سے جواں ہوگا

نہ سجدی پے پے ہو گئے نہ سجدوں کا نشان ہوگا
 نکھر تیرے کوچے سے گزر میرا جہاں ہوگا
 زمیں پر اب نیا پیدا جواب آسمان ہوگا
 کہیں منہ چوم لے ان کا نہ کوئی ایسی باتوں پر
 قفس میں آؤں تو دیگا جگہ صیاد آنکھوں نہیں
 بطرے کا شکار اچھا رہیگا آج لے رندو
 بہت ہی خیر گزری ہوتے ہوئے رہ گئی اُس سے
 رہا میں پھول بن کر نخل گل کی ڈالی ڈالی پر
 کل آؤ گرم سے جس نے گرا میں بجلیاں بٹا

جیسے ہوگی ہماری اور ان کا آستان ہوگا
 ہزاروں سماں ہونگے وہاں ایک آسمان ہوگا
 ترا کو چہ ترے نقش قدم سے کہ کشال ہوگا
 مرے آگے سر زرم عدد میرا بیاں ہوگا
 چمن میں جاؤں تو ہر پھول میرا آئینا ہوگا
 لب جو سنو ہوگا سا سنے آب رواں ہوگا
 جسے میں غیر سمجھا ہوں وہ ان کا پاساں ہوگا
 مرا رہنا چمن میں باغبان پر کیوں گراں ہوگا
 تمہارے بیقراروں میں کوئی آتش بجاں ہوگا

یہ کہہ رہا ہے ترنم ہو کی موجوں کا
یہ شب گزار حرم ہے ضرور لے ساقی
چلے نہ کام بھرے غم اگر نہ ساتھ چلیں
شفق کھلی نہ بر قبر پائے رنگیں سے
خدا کے واسطے پہنچا دے کوئی منزل تک
تربان حال میں اُن کی عجب لطافت ہے
چلے نہ ہاتھ لگے پر تو خود ہی چل جائے
خوش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
کسی سے رات کو پیر مغاں نہیں ملتا
حرم کی راہ میں کوسوں کنواں نہیں ملتا
نہیں سے جھٹکے کبھی آسماں نہیں ملتا
بچھڑ گیا ہوں مجھے کارواں نہیں ملتا
کسی سے پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
انہیں گلا ہے کہ خنجر رواں نہیں ملتا

ریاض چھانٹ لیا اس نے مجھے بوڑھے کو

کوئی بھی دختر رز کو جواں نہیں ملتا

گئے ہوئے مرے دل کا نشان نہیں ملتا
جو چاہتا ہوں وہ حسن بیان نہیں ملتا
کھد میں اور تو آرام ہے یہ اکھن ہے
بہی ہوئی ہے یہ ہمایہ میفروش سے بات
لنگہ کے ساتھ چلیں تیراڑ کے ترکش سے
بہار آتے ہی تو نے بھی رنگ کچھ بدلا
کڑی نگاہوں سے میری سمجھ گیا دل میں
نہ آتی نیند غرض یہ بھٹی وقت کٹ جاتا
تسائے جاتے ہیں راتوں کو چاند کے ٹکڑے
بلا میں رونق کا شانہ روز رہتی ہیں
لٹا ہوا کوئی اب کارواں نہیں ملتا
کہ عندلیب سے رنگ فناں نہیں ملتا
کہ دیکھنے کو یہاں آسماں نہیں ملتا
اُدھار بھی ہیں سوداگراں نہیں ملتا
اب اس یاد اسے وہاں دکھل نہیں ملتا
ترا مزاج اب لے باغیاں نہیں ملتا
کہ سوتے جاگتے اب پاساں نہیں ملتا
ہیں کوئی شب غم قصہ اس نہیں ملتا
انہیں بھی چین تر آسماں نہیں ملتا
کوئی کھین ہیں یہ ہسماں نہیں ملتا

گوشے سے شیش کے آہوں کا اثر دیکھا صیاد کا گھر جلتے بے برق و شر دیکھا
 دونوں کے مزے لوٹے دونوں کا اثر دیکھا اللہ کا گھر دیکھا سینے کا درد دیکھا
 یوں حشر میں ہیں کس فردوس و جہنم کی کچھ دیر ادھر دیکھا کچھ دیر ادھر دیکھا
 اے شیخ وہ کعب ہو یا ہود رے خانہ تو نے مجھے جب دیکھا سجے ہی میں سر دیکھا
 مال نہیں کرنا تھا دم عشق کا بھرنا تھا سونگے مرنا تھا ہر رنگے مرد دیکھا
 جب موج اُبھرتی ہے کہتی ہے وہ شوخی سے باز میں بطور کے سرخاب کا پردہ دیکھا
 ٹانگے دئے جاتے ہیں کیوں بچ جاتے ہیں ہنسنے کا مزہ تو نے اے زخم جگر دیکھا
 نسبت نہیں مجھ کو کچھ بکس کے مجھے دل سے بچتے ہوئے تجھ کو بھی اے شمع سحر دیکھا
 سہمے ہوڑ بیٹھے ہیں کھوئے ہوئے شیم میں جس اشکے ارماں تھے اس ات کو ڈر دیکھا
 پھل بھول نہیں لاتے یہ بلغ محبت میں ہر نخل تست کو بے برگ و ثمر دیکھا
 کعبے میں نظر آئے جو صبح اذال دیتے سینے میں راتوں کو ان کا بھی گرز دیکھا
 کچھ کا وہ نہیں دے سے گوشت ہے اس شے سے

ہیں نذر یا ضل ایسے دامن بھی نہ تر دیکھا

مکان ملتے ہیں کیا لامکاں نہیں ملتا نشان لاکھ ہیں لیکن نشان نہیں ملتا
 کہیں بھی جائیں کہاں آسمان نہیں ملتا لحد ہی ایک جگہ ہے جہاں نہیں ملتا
 ہوئی ہے روشن اُسی سے ہماری پیشانی جبین عرش کو جو آستان نہیں ملتا
 سنی ہے میں نے بھی رنگیں نوالی ناقوس گلے سے میرے یہ وقتِ فاں نہیں ملتا
 یہ چاہتا ہوں کہ بے منہ کے آبلو نے مجھے کہیں بھی خار کوئی بے زباں نہیں ملتا
 بہار آتے ہی پھولوں نے چھاؤنی چھائی کہ ڈھونڈتا ہوں مجھے آشیاں نہیں ملتا

آیا جنوں میں دینے وہ نشرِ مجھ تیا صن

ناصح کو دیکھے کہ مرا چارہ گر بنا

| | |
|---------------------------------------|---|
| ہوتے سب خلدیں میں خلد کے باہر ہوتا | مجھ کو نظارہ الگ سب سے میسر ہوتا |
| عوضِ شیشہ اگر ہاتھ میں پھنسا ہوتا | مخمل و عظامیں واعظانہ مرے سر ہوتا |
| آج کیوں ہندی لگے ہاتھ میں خنجر ہوتا | حشر ہے حشر کوئی قتلگاہ ناز نہیں |
| میں تو میں کوئی نشیمن ہیں اگر پر ہوتا | اس کے ہر گوش میں ہوتا شرِ برق کا نقص |
| منہ ہمارا بھی ترے منہ کے برابر ہوتا | آئینہ ساتھ ترے دیکھتے ہم بھی شبِ وصل |
| دھجیاں اڑتیں اگر دامنِ محشر ہوتا | چل سکا زور جنوں کچھ نہ ترے دامن سے |
| دل جلوں کے لئے انگاروں کا بستر ہوتا | سیج پر پھولوں کی سوتے وہ عدد کے ہمراہ |
| درو دیوار نہ ہوتے جو مرا گھر ہوتا | گھر مرا کہتے ہیں جس کو کوئی زنداں ہو گا |
| سانس کی طرح رواں سینے میں خنجر ہوتا | زندگی اکٹھ پتھرِ لطف سے کشتیِ قاتل |
| تیری تصویر ترے ہاتھ میں ساغر ہوتا | نئے جوانی کی طرح جس سے اُبلتی ساقی |
| ہر طرف آج رواں چشمہ کوثر ہوتا | مقتبِ خم شکنی سے تری بڑھتا بجوش |
| قدیں وہ آج قیامت کے برابر ہوتا | طفلِ اشک اُن کی گلی میں جو نہ ہوتا ضایع |
| جو نہ بھرتا کبھی ایسا کوئی ساغر ہوتا | ساغرِ دل کی طرح جام کوئی دے ساقی |
| ایک گوشے میں بس خم کہیں بستر ہوتا | وہیں رہتے وہیں پیتے وہیں بچدے کرتے |
| طور پر یار کا نظارہ میسر ہوتا | بخودی ہم کو نہ ہوتی تو ادھر بھی جالتے |
| پی کے بھی میں نہ کبھی آپ سے باہر ہوتا | مجھے واعظانہ کمی ہوتی ذرا خدمت میں |
| ظرف میرا بھی جہنم کے برابر ہوتا | عشق کی آگ کے دن رات اُبلتے دریا |

ہزار دشمن سے کہتے ہیں راز قدرت کے
 یہ کیمج کے بڑھ گئی دو ہاتھ اور قاتل سے
 وہ چاہتے ہیں تصویر میں کوئی آنے کے
 شکست پھول ہے گویا مرے جہنم کی قبر
 لحد کی خاک سے کیا کیا اُگے ہیں لالہ و گل
 نکل کے مجھے مرا نوجوان نہیں بلتا

تربا ض کو حرم و مسکدہ برابر ہے

پئے شراب وہ شب کو کہاں نہیں بلتا

سینہ خانے میں مزار ہمارا اگر بنا
 تو بن کے گرد باد نہ دیوار دور بنا
 بے پر قفس میں جان کجیے آمد بہار
 میرے گلے لگا کبھی خنجر کمر سے باندھ
 وہ بھی۔ اہل بھی۔ نیند بھی غیش بھی شبنم اہل
 بوتل چرا کے لاتے تھے ہم مسکدی سے دوز
 اللہ ہے جو حشر ہواں گھر کا اب اہل
 کیا خضر بھی پہنچتے ہیں اس کی گلی میں دوز
 دنیا کے رات دن سے الگ کچھ دیر تھا
 پانی کی طرح خون بہے جوئے زخم سے
 یہ شوق ہے نہ پاؤں زمیں پر پڑیں کبھی
 ہو جس کے ٹوٹنے میں صدائے شکست دل
 دنیا بھی کہے گی کہ جنت میں گھر بنا
 اے قیس خاک ہو کے ہوا پر نہ گھر بنا
 تنکا جو آشیاں سے اڑا آ کے پر بنا
 زیب گلہ بنا کبھی زیب کمر بنا
 ہر ایک میرے حال سے کیوں بے خبر بنا
 موقع بلا تو رات کو غم بارِ سر بنا
 میری لحد بنی کہ نیا آج گھر بنا
 یہ کون آ کے آج مرا ہمسفر بنا
 میرے لئے فراق کا ہریل پہر بنا
 اب کیا یہ زخم دل بھی مری چشم تر بنا
 کیوں جاوہ کہکشاں کا تری رہگزر بنا
 ایسا بھی کوئی جام ارے شیشہ گر بنا

سرتربت بھی گھوڑے پر ہول کے دھوار آئے
 ہوئے ہنگامے حشر کتنے گوشہ دل میں
 وہ آئے سیر دریا کے لئے تو مجھ گئیں موجیں
 بہت بوسے لہو ہیں میں نے ان کا فریمنوں کے
 تکلف بر طرف اے شیخ صحبت ہو آئیں کی
 اسی کوشش میں کتنی ہجرت کی رہیں ہوئیں آخر
 خیال یار کے صدقے خیال یار ہی ہو گا
 تری نوک قلم نے دل میں گہرے زخم ڈالی ہیں
 وہ تصویر آج تک محفوظ ہے چشمِ تصویری
 نہیں مع ہیں سیلِ عوارث کے طالع نہیں
 برابر میری تربت کے کیا ہے دفن دشمن کو
 کہیں دعوت میں کلِ ہم اور دعا غلط بائیں تھے
 لحد پر میری بھیجا ہر عدد کو فاختہ پڑھنے
 جو آئے بھی تو گھوڑے پر ہول کے دھوار آئے
 ہوا بنتِ عنب سے عقداں چیرا نہ سالی میں
 قیامت ہم عنان آئی نہ دشمن ہر کباب آیا
 وہ میرے سامنے کچھ اس اداسی بے نقاب آیا
 قدم سے آن کے اپنی آنکھ لئے ہر حباب آیا
 مزا آئیگا بجکو بھی اگر روز حساب آیا
 مرے آگے شراب آئی تھے آگے کباب آیا
 نہ ان کے گیسوؤں کا میرے دل میں تیغِ قتال آیا
 تسلی بجکو دینے کوئی وقت اضطراب آیا
 ہزار دن و شبہ دشت ترے خط کا جواب آیا
 تھے بچپن سے جب اکھیلیاں کتا شاب آیا
 اُسے کھانا پڑی منہ کی ابھر کر جب حباب آیا
 یہ اچھا میرے جتنے میں جہنم کا عذاب آیا
 کوئی لیکر شراب آیا کوئی لیکر کباب آیا
 جو پہنچانے ثواب آیا وہی بن کر عذاب آیا
 عدد بھی ساتھ سائے کی طرح تھامے کباب آیا
 مبارک ہو مجھے ساتی بڑھاپے میں شاب آیا

نزلے ہیں یہی دنیا میں تو بہ توڑنے والے

ادھر ساتی تر یا ض آئے اُدھر جامِ شراب آیا

مدینے میں لگائی کر کے میں خود دار ہو جاتا
 کہاں کا طور گھر بیٹھے مجھے دیدار ہو جاتا
 پیل داغوں بھرا تیرے گلے کا بار ہو جاتا
 گلے کے بار کا ہر پھول تجکو بار ہو جاتا

مے نورِ خدا ہوتی دلِ عرشِ خدا ہوتا
 مے نور کے ساغر میں ڈھلتی تو مزا ہوتا
 تم دل میں حج آجاتے کیا جانے کیا ہوتا
 بے غارِ نظر آتا۔ کانٹوں سے بھرا جنگل
 صیادِ قفس میں وہ آج آئی بھی لائی بھی
 منہدی لگی ہاتھوں میں رکھنا تھا قیامت
 ہم جا کے جو بھولے کسی مسجد میں اذان کہتے
 ہر فصل میں لطف آتا ہوتا جو کہیں دامن
 دل ہے یہ قیامت کا ہم ہجر کے ملے ہیں
 خلوت گزیدل میں تم چپکے سے جو آجاتے
 لطف آتے اسیری میں اے کاشِ قفس اپنا
 آگے ترے وحشی کے سُستانہ کوئی اُس کی
 ملتانہ کوئی فتنہ فتنوں سے قیامت کے
 اچھا مقام ہے مالک یوں میری گزر جاتی
 درگاہِ تری ہوتی یہ دستِ دعا ہوتا

رحمت سے تر یا صل اس کی مقصدِ ساقی فرشتہ دو

اک حور جو بڑھ جاتی تو اور مزا ہوتا

میں سمجھا جب جھلکتا سامنے جامِ شراب آیا
 مرا منہ چوسنے شاید مراستِ شباب آیا
 ترے نازک سے چہرے پر جہاں رنگِ عتاب آیا
 صباحتِ رخ کی بول اُنھی کہ رخِ زیرِ نقاب آیا
 قیامت اُنھی رہتی ہے یہاں یہ ہو گئی ہو سکی
 کہاں پا مال ہونے تو دلِ خانہ خراب آیا

سرتربت بھی گھوڑے پر ہوا کے دوسوار آئے
 ہوئے ہنگامے حشر کتنے گوشہ دل میں
 وہ آئے سیروریا کے لئے تو مجھ گئیں موجیں
 بہت بوسے لو لگی ہیں نے ان کا فرحینوں کے
 تکلف برطرف آئے شیخ صحبت ہو آئیں کی
 اسی کوشش میں کتنی ہجرتیں ہوئیں آخر
 خیال یار کے صدقے خیال یا یہی ہو گا
 تری نوک قلم نے دل میں گہرے زخم ڈال دیں
 وہ تصویر آج تک محفوظ ہی چشمِ تصویری
 نہیں ہیں میں سیلِ جوار کے طالع نہیں
 برابر میری تربت کے کیا ہے دفن دشمن کو
 کہیں دعوت میں کلیم اور دغظ پائے بیٹھے تھے
 لحد پر میری بھیجا ہر عدد کو فاسخ پڑھنے
 جو آئے بھی تو گھوڑے پر ہوا کے دوسوار آئے
 ہو اہانت عنقب سے عقد اس پیرانہ سالی میں
 قیامت ہم عثمان آئی نہ دشمن ہر کباب آیا
 وہ میرے سامنے کچھ اس اداسی بے نقاب آیا
 قدم سے آن کے اپنی آنکھ لئے ہر حساب آیا
 مزا آئیگا مجھ کو بھی اگر روز حساب آیا
 مرے آگے شراب آئی تھے آگے کباب آیا
 نہ ان کے گیسوؤں کا میرے دل میں بیجِ ثواب آیا
 تسلی مجھ کو دینے کوئی وقت اضطراب آیا
 ہزاروں دشمنوں کے لئے خط کا جواب آیا
 تھے بچپن سے جب انکھیلیاں کرتا شباب آیا
 اُسے کھانا پڑی منہ کی ابھر کر جب جاب آیا
 یہ اچھا میرے جھٹے میں جہنم کا عذاب آیا
 کوئی لیکر شراب آیا کوئی لیکر کباب آیا
 جو پہنچانے ثواب آیا وہی بنکر عذاب آیا
 عدد بھی ساتھ سائے کی طرح تھامے کباب آیا
 مبارک ہو مجھے ساتی بڑھاپے میں شباب آیا

نرالے ہیں یہی دنیا میں تو بد توڑنے والے

ادھر ساتی زیاصل آئے ادھر جام شراب آیا

مدینے میں گدائی کر کے میں خود دار ہو جاتا
 یہاں کا طور گھر بیٹھے مجھے دیدار ہو جاتا
 بیل داغوں بھرا تیرے گلے کا ہار ہو جاتا
 گلے کے ہار کا ہر بھول شجکوار ہو جاتا

مئے نورِ خدا ہوتی دلِ عرشِ خدا ہوتا
 مئے نور کے ساغر میں ڈھلتی تو مزا ہوتا
 تم دل میں جو آجاتے کیا جانے کیا ہوتا
 بے غارِ نظر آتا۔ کانٹوں سے بھرا جنگل
 صیادِ قفس میں وہ آج آئی بھی لالی بھی
 منہدی لگی ہاتھوں میں رکھنا تھا قیامت
 ہم جا کے جو بھولے سی مسجد میں اذان کہتے
 ہر فصل میں لطف آتا ہوتا جو کہیں دامن
 دل بے یہ قیامت کا ہم ہجر کے طے ہیں
 خلوتِ گردل میں تم چپکے سے جو آجاتے
 لطف آتے اسیری میں اے کاشِ قفس اپنا
 آگے ترے وحشی کے سُنتا نہ کوئی اُس کی
 ملتا نہ کوئی فتنہ فتنوں سے قیامت کے
 اچھا تھا مرے مالک یوں میری گزر جاتی
 درگاہ تری ہوتی یہ دستِ دعا ہوتا

رحمت سے تر یا صل اس کی شے ماکھ فرشتہ ہو

اک حور جو بڑھ جاتی تو اور مزا ہوتا

میں سمجھا جب جھلکتا سامنے جامِ شراب آیا
 مرا منہ چومنے شاید مراستِ شباب آیا
 ترے نازک سے چہرے پر جہاں رنگِ قتاب آیا
 صباحتِ رخ کی بول اُبھنی کر رخِ زیرِ قلاب آیا
 قیامت اٹھی رہتی ہے یہاں یہ ہر گلی ہر سکی
 کہاں پا مال ہونے تو دلِ خانہ خراب آیا

مزارِ تیرا دی آسمانِ سبز پانی پانی ہو تو ابھر کر
 از گیارِ نگارِ نقابِ اس سے کھلیگاں نگارِ اس سے
 نہ تجھے اعظا مجھے تکلف نہ مجھے اعظا تجھے تکلف
 دے گا ہر گلِ عذار اس سے دے گا سب اک اُجھار اس سے
 ہجومِ محشرِ پیشِ داورِ یہ میرے کربِ خم کے لبِ تر
 میں کہہ باہونِ کجائے ساقی کرشمے تیرے ہیں سائے ساقی
 نہ دیکھے نیچا ہوا میں بھر کر سرِ غرور لے جواب تیرا
 چھپا سیکھی نقاب کیونکر یہ چہرہ تیرا عتاب تیرا
 ہر ایک دعوتِ میں بے تکلف شرابی کی کباب تیرا
 دے گا جوشِ بہار اس سے جوشِ بے شباب تیرا
 زبانِ تیری زبانِ سخنِ سوال میں را جواب تیرا
 یہ چاند سورج ستارے ساقی ہر کینہ نامِ شراب تیرا

کچھ آج مجھے مٹے ہوئے پر بس کیس کو ریاض آیا

سنا کے محکوم کہا کہ کس نے بھلا ہو خانہ خراب تیرا

بندھا ہر کافر و دیندار کو اک تار میں دیکھا
 فرشتے شمع کے جھک جھک دھوڑا بزمِ سے
 ترے دستِ اسی کو ڈھونڈتا ہوں وہ مراد ہے
 تصور ہی تو ہے دل ہو کہ میری آنکھ کی بتلی
 چھپی اودی گھٹاؤ نہیں وہ پریاں تعین جن میں ساقی
 اُمید افزا تبسم بھی نہیں کے ساتھ تھا لبِ
 گندھی کلیوں میں شاید دل بھی میرا تھا سرِ محرم
 میں وہ بیتابِ طاق بھری ہو مجھ میں بجلی کی
 عجب نازک سارِ شہِ سبز و زار میں دیکھا
 کبھی دھبہ نہ ہم نے دامنِ سینوار میں دیکھا
 جسے تو نے ہجومِ فتنہ رفتار میں دیکھا
 وہ کہتے ہیں کسی کو روزِ یار میں دیکھا
 اتر کر قفس کرتے دامنِ کہنار میں دیکھا
 عجب اقرار کا پہلو ترے انکار میں دیکھا
 یہ شرما کر کسے تم نے گلے کے ہار میں دیکھا
 پہلے جب پر قفس رکھا ہوا گلزار میں دیکھا

یہی ہیں وہ ریاض اے شمعِ جو جیسیں کترتے ہیں

جنہیں تو نے ہمیشہ جہت و دستار میں دیکھا

نمایاں ہر ہجومِ فتنہ رفتار میں دیکھا
 سنا کارِ نگاہ ہم نے نقشِ پائے یار میں دیکھا

کرم سے تیرے ساقی دشمن پسندار ہو جاتا
 عدو پر آج ہلکا سا مرا بھی وار ہو جاتا
 کہہ میں عیسیٰ نفس آتے آنکریں عیاوت کے
 یہ بہنا چاہتا ہر وقت بخت میں صنوں
 نکالنا ہنست ترکش سے ناوک کا قیامت تھا
 میں پس جاتا اگر آبیٹھا دیوار کے نیچے
 مرے سینے میں رہ جاتا یہ میرا زخم دل بنکر
 قدم اپنا اٹھاتے ہم اگر صحرانوردی کو
 ابھی بچیں بے دل لیتے تو بھتی طرح دل سے
 اگر اس کو لئے جاتا میں اپنے ساتھ کبھی
 اس دعا عطا ہو تیرے خلق سے : گھنٹا تو چلتی
 نکلتی ساتھ زندوں کے لحد سے کشتی میں بھی
 گلی میں ان بتوں کی تینکے چنتے دیکھئے تنکو
 اگر دعا عطا تجھے بھی عشق کا آزار ہو جاتا

زریاض پس سے اگر جا کر کبھی ہم نہیں ملتے

تو وحشی قیس دو دن میں ہمارا یار ہو جاتا

نہ جلوہ طور سوز تیرا نہ جلوہ برق تاب تیرا
 بھر کے جلی گرا رہا یہ کوئی تار نقاب تیرا
 سے ہیں گن گن کے بوس میں دیو گن گن کی توت
 برا بر اترے گا دیکھ لینا حساب میرا حساب تیرا
 ساہو نہیں مجھ کو کیا رہا ہر خیز کو تو کیا ستار ہے
 تولے معنی جو کار رہا ہر تور و رہا ہے رہا بتیرا
 تجھ یہ سوسے عذاب عطا تجھے یہ سوسے ثواب عطا
 عیسے ہر شراب عطا ملے مجھے کو عذاب تیرا

عتیاد نے جا جگے چمن کر دئے خالی سنا ہوں کہ اب شور عنادل نہیں مچتا

پا جاتے ہیں جب آپ کسی پر کبھی قابو

پہلو میں تر یا صل آپ کے یہ دل نہیں ہوتا

آنکھ میں شورش حینوں کے سنا نادل کا ہم نے دیکھا ہے جوائی میں نہ نادل کا

وہ بتے ہیں کہ اڑاینگے نشا نادل کا ہم دکھائی گئے انہیں چٹ بچا نادل کا

تیر مڑگان سے ہے دشوار بچا نادل کا بال باندھا وہ اڑاتا ہے نشا نادل کا

اب یہ جانا کہ اسے کہتے ہیں آ نادل کا ہم ہنسی کھیل سمجھتے تھے لگا نادل کا

ان حینوں کا تو بازار لگا رہتا تھا ہاے وہ وقت کہ گاہک تھا نادل کا

کیوں نہ چن چن کے ترے تیر جگہ میں کھوں کس منے سے یاڑا تے ہیں نشا نادل کا

بیقراری نہ جگہ پھیل کے لینے پائے اُن کے کوچے میں لگا آئے ٹھکانا نادل کا

کیا زمانے کا اثر ہے کہ ہوا خون سپید آنکھ کا کام نہ تھا خون بہا نادل کا

عالم ہو میں کچھ آواز سی آجاتی ہے چپکے چپکے کوئی کہتا ہے فنا نادل کا

طاہر رنگ جنابن کے رہا ہاتھوں میں کوئی دیکھے تو ذرا رنگ جانا نادل کا

دردِ دل آج سنایا جو انہیں دور و کر ہنس کے بولے کہ یہ قصہ ہے پُرانا نادل کا

اپنے سائے میں لئے ہے تری مڑگان دراز چھاؤں میں تیروں کے اب تو ہے ٹھکانا نادل کا

ٹوٹے پڑتے ہیں جو ستے کو حسیں ایک پر ایک حشر میں چھڑ دیا کس نے فنا نادل کا

نہ جگہ دل میں تھے یہ نہ ترے کوچے میں نہ ٹھکانا کہیں میرا نہ ٹھکانا نادل کا

وقت کے ساتھ گئیں وقت کی باتیں بھی تیا صل

نہ وہ ہم ہیں نہ وہ دل ہے نہ زمانہ دل کا

نظر آیانہ پہلو میں تو ڈھونڈا اس طرح دل کو
جگہ کیونکر نہ دل میں نہیں کچھ کھنکھنے
اسی کی جان پر ٹوٹا فلک اتنی بندی سے
ڈراتا ہے جس منہ سے تو واعظ ایسے جا بھی

ریاض اس مرتبہ روز ہمارے لطف سے گزری

ہلالِ عید ہم نے دامنِ کہسار میں دیکھا

انگشتِ نما آپ سے قاتل نہیں ہوتا
ہاتھوں سے جدا غنجرِ قاتل نہیں ہوتا
کہنخت ہی دل ہے کہ تھا ہار گئے کا
تسکین ہی کچھ رہتی ہے گوڑ و بھہی جانے
کہتے ہیں تجھے آگ لگے اے دل پر داغ
ہم تھک کر گرے گرے اٹھے اٹھ کے چلے بھی
داغ اتنے حینوں سے اٹھائے مردِ دل نے
ہے خوئے ستم ہاتھ نہیں بہتے ہیں خالی
لے ہر شکنِ زلف کی دن رات بلایں
مجنوں کی جھلکِ بزمِ شاید نظر آئی
ان شوخ حینوں سے یہ اب جل کے کہے کہیں
آتے نہیں پروانے بوشعِ فسرودہ
میں خانے میں رہتا نہیں ہیں شغل سے غلی

بات اتنی ہے پریشان سے جدا دل نہیں ہوتا
ہاتھ ایسے ہیں جن سے کوئی بسمل نہیں ہوتا
اب ہار کے پھولوں میں بھی شال نہیں ہوتا
کشتی سے مری دور جو ساحل نہیں ہوتا
ٹھنڈا تری ان گرمیوں سے دل نہیں ہوتا
تجھ پر اثر لے دوری منزل نہیں ہوتا
ہو چاندی ہی بھی شکل تو مائل نہیں ہوتا
بیچاری حیا پستی ہے جب دل نہیں ہوتا
دیوانہ اب ایسا کوئی اے دل نہیں ہوتا
محفل سے جدا پردہ محفل نہیں ہوتا
بت ہوتے ہیں پتھر کا مگر دل نہیں ہوتا
جب بزم میں وہ رونق محفل نہیں ہوتا
بس کام سے اپنے کبھی غافل نہیں ہوتا

حتیٰ دے جا جا کے چن کر دے غالی سنا ہوں کہ اب شور عناد نہیں مچتا

پا جاتے ہیں جب آپ کسی پر کبھی قابو

پہلو میں تیریاصل آپ کے یہ دل نہیں ہوتا

آنکھ میں شورشِ حسینوں کے سنا نادل کا ہم نے دیکھا ہے جوں جوں میں نہ مانا دل کا

وہ تھے ہیں کہ اڑاینگے نشا نادل کا ہم دکھائی گئے اُنہیں چوٹ بچا نادل کا

تیر مڑگاں سے ہے دشوار بچا نادل کا بال باندھا وہ اڑاتا ہے نشا نادل کا

اب یہ جانا کہ اسے کہتے ہیں آ نادل کا ہم ہنسی کھیل سمجھتے تھے لگا نادل کا

ان حسینوں کا تو بازار لگا رہتا تھا ہائے وہ وقت کہ گاہک تھا نادل کا

کیوں نہ چن چن کے ترے تیر جگر میں کھوں کس نے سے یاڑا تے ہیں نشا نادل کا

بیقراری نہ جگہ پھیل کے لینے پائے اُن کے کوچے میں لگا آئے ٹھکانا دل کا

کیا زمانے کا اثر ہے کہ ہوا خون سپید آنکھ کا کام نہ تھا خون بہا نادل کا

عالم ہو میں کچھ آواز سی آجاتی ہے چپکے چپکے کوئی کہتا ہے فنا نادل کا

طاہر رنگِ جناب کے رہا ہاتھوں میں کوئی دیکھے تو ذرا رنگ جانا نادل کا

دردِ دل آج سنایا جو انہیں رورو کر ہنس کے بولے کہ یہ قصہ ہے پُرانا نادل کا

اپنے سلسلے میں لئے ہے تری مڑگاں دراز جھاو میں تیروں کے اب تو ہے ٹھکانا نادل کا

ٹوٹے پڑتے ہیں جتنے کو حسیں ایک پر ایک حشر میں چھیڑ دیا کس نے فنا نادل کا

نہ جگہ دل میں تھے یہ نہ ترے کوچے میں نہ ٹھکانا کہیں میرا نہ ٹھکانا نادل کا

وقت کے ساتھ گئیں وقت کی باتیں بھی تیریاصل

نہ وہ ہم ہیں نہ وہ دل ہے نہ زمانہ دل کا

نظر آیانہ پہلو میں تو ڈھونڈ اس طرح دل کو
جگہ کیونکر نہ دوں دل میں انہیں سمجھ گھگھ گھگھ گھگھ
اُسی کی جان پر ٹوٹا فلک اتنی بندی سے
ڈراتا ہے میں منہ سے تو دعا عطا کی جا بھی

ریاض اس مرتبہ دوسرے ہمارے لطف سے گزرتے

ہلالِ عید ہم نے دامنِ کہار میں دیکھا

انگشتِ نما آپ سے قائل نہیں ہوتا
ہاتھوں سے جدا صغیر قائل نہیں ہوتا
بکھشت ہی دل ہے کہ تھا ابرگھے کا
تسکین ہی کچھ رہتی ہے گوڑ و بھہی جلتے
کہتے ہیں تجھے اگ لگے اے دل پر داغ
ہم تھک کر گرے گرے اٹھے اٹھے کے چلبے بھی
داغ اتنے حینوں سے اٹھائے مرد دل نے
ہے خوں ستم ہاتھ نہیں ہستے ہیں غالی
لے ہر شکرِ زلف کی دن رات بلائیں
بجنوں کی جھلک بخیر شاید نظر آئی
ان شوخ حینوں سے یہ اب جاکے کہے کہن
آتے نہیں پروانے پر شمعِ نسردہ
میں خالے میں رہتا نہیں میں شغل سے غالی

بات اتنی ہے پرکاش سے جدا دل نہیں جوتا
ہاتھ ایسے میں جن سے کوئی بسمل نہیں جوتا
اب ہار کے پھولوں میں بھی شہار نہیں جوتا
کشتی سے مری دور جو ساحل نہیں جوتا
ٹھنڈا تری ان گرمیوں سے دل نہیں جوتا
تجھ پر اثر اے دوری منزل نہیں جوتا
ہو چاندی سی بھی شکل تو مائل نہیں جوتا
بیچاری حیا پسندی ہے جب دل نہیں جوتا
دیوانہ اب ایسا کوئی اے دل نہیں جوتا
محل سے جدا پردہ محفل نہیں جوتا
بتہ ہوتے ہیں پتھر کا مگر دل نہیں جوتا
جب بزم میں وہ رونق محفل نہیں جوتا
میں کام سے اپنے کبھی غافل نہیں جوتا

پرسندہ ہا ہوتے لبے جو لب جام دل جائے مجھے تو لبِ لعلین سے بھی اچھا

لے شمع اُدھر آ کے جو وہ بیٹھ گئے ہیں پائمن لحد ہے مرے بالین سے بھی اچھا

چیدہ گل اشعارِ تر یا ضل اس میں ہیں کیا کیا

گلیں تو رہا دامن گلیں سے بھی اچھا

مٹ چکا اب نشانِ مرن کا نام اس پر لکھا ہے دشمن کا

اے یہ کہتے میرے مدفن پر منہ ٹھکنا ہے شمعِ روشن کا

اٹھ گیا آج وہ بھی دنیا سے قیس ساتھی تھا میرے بچپن کا

حشر کے دن اٹھوں میں قبر سے کیا بوجھ مجھ پر ہے سیکڑوں مَن کا

مسی مالیدہ لب پر آئی ہنسی بنگیا پھول غنچہ سوسن کا

اشک کے تار کو میں روؤں کیا آستین کا نہ میرے دامن کا

میں چلا ہوں عدم کو خالی ہاتھ چور کا ڈر نہ خوفِ بہرن کا

ایک شعلہ سا روز اٹھتا ہے سینہ شکر ہے دشتِ ارمن کا

لے رہا ضل آفتابِ حشر نہیں

رنگ لایا ہے داغِ دامن کا

حشر میں ایک بھی تو داغِ بہ دامن نہ رہا کوئی عصیاں جو بچا مجھے وہ عصیاں نہ رہا

کام اب ضبط سے لینا بھی کچھ آسان نہ رہا میرے قابو میں ہے اشک کا طوفان نہ رہا

دامن آلودہ مے کرنے سکی مجھ کو بہار گل بہ دامن تو رہا داغِ بہ دامن نہ رہا

سازِ دِ ایل نے نئے دین میں رتھنے ڈالے جو ہوتنفس اس سے وہ مسلمان نہ رہا

اگیا یاد مجھے آنکھ بدلنا اُن کا شکوہ تجھے مجھے لے گردشِ دوران نہ رہا

| | |
|-----------------------------------|-------------------------------|
| فقس سے اُڑوں تو نہ آواز دینا | مدد اتنی لے بال پرواز دینا |
| مرے ٹوٹے دل سے ہم آواز دینا | مجھے کوئی ٹوٹا ہوا ساز دینا |
| مجھے بال و پر مایہ ناز دینا | خدا یا پرِ عرش پرواز دینا |
| خدا یا ہو آغاز انجام جس کا | جوانی کو میری وہ آغاز دینا |
| جو پوچھوں کہ پہلو سے دل لگیا کون | ہوا بھی نہ لے ناؤ کب ناز دینا |
| میں کہتا ہوں مینا سے جب اٹھے بادل | صد امیرے طاوس طنائ ناز دینا |
| فریبِ ادا سے جو لے کام یارب | وہ معشوق دم ساز دم باز دینا |
| وہ جانا مارا دھک کر سیکدے سے | صراحی کا مجھ کو وہ آواز دینا |
| نرالی زمانے سے ہو چاں جس کی | خدا یا وہ معشوق طنائ ناز دینا |
| شریکِ شکار لب جو بھقا نارِ صبح | مجھے قاز اُسے روغنِ قاز دینا |

کسی خوش گلو کا ہے اصرار کب سے

ریاض اک غزل مایہ ناز دینا

| | |
|---|--|
| ایسا ہو تو وہ اُس بتِ خود میں سے بھی اچھا | میرا ہو تو ایمان سے مردِ دین سے بھی اچھا |
| لے تاکِ عجب حسنِ عجب بات ہر اس میں | خوش ہے ترا خوش پروین سے بھی اچھا |
| ہوتا ہی نہیں اب مرے سینے سے جدا دلِ غ | ہمدردِ بلایہ دلِ غمگین سے بھی اچھا |
| پہچیدہ دل اُس زلفِ گرہ گیر میں رہ کر | نکلا گرہ گیسو مشکیں سے بھی اچھا |
| لے وسعتِ دل بھٹوڑی جگہ سے کہ بنا لیں | بتخانہ کوئی بست کدہ چین سے بھی اچھا |
| شانہ دل صد چاک کا لے اس کی بلائیں | یہ شغلہ ہے زلف کی تزیں سے بھی اچھا |
| خوش رنگ ہو اے گلِ قایلین ہر اکِ مرغ | آبیٹھو دلِ نرم ہے قایلین سے بھی اچھا |

میرے بدن کے روئیں آواز دیں گے ہونکی
کیساں ہے غونچکائی یکساں ہے غونچلانی
سمجھے میں غصہ جس کو صحرانورد الفت
گردوں حباب اس میں غرق آفتاب میں
کیوں تھے اچھے جائیں کیوں لٹی منہ کی کھائیں
وہ دون بہت ہیں نازک ان ناز میں بتوں سے
انگور ہی میں اتر اتر سمت کا آب روانہ
میں تھا اسی کا پیاسا میں تھا اسی کا بھوکا

میں لے آیا صن خوش ہوں کب بوریہ میں اہل

پہلے جو طرف مے تھا اب طرف ہے وضو کا

آئینہ دیکھتے ہی وہ دیوانہ ہو گیا
گل کر کے شمع سوئے تھے ہم نام اراج
دیوانہ قیس پہلے ہیں چھڑتا رہا
کافی نہ فہر خم کو ہوئے لگتا مے ابر
ماں بہ اختصا ص ہے اس دل کو یہ شرف
لائے پورا کے بہر پستش بتوں کو گھر
منہ چوم لوں کیس نے کہا جھکو دیکھ کر
توڑی تھی جس سے تو کسی نے ہزار بار
دیکھا کسے کہ شمع سے پروانہ ہو گیا
روشن کسی کے آنے سے کا شانہ ہو گیا
پھر رفتہ رفتہ سجد میں یارانہ ہو گیا
اب اس قدر وسیع یہ خم خانہ ہو گیا
کعبہ بنا کبھی کبھی بتخانہ ہو گیا
دیران چار روز میں بتخانہ ہو گیا
دیوانہ تھا ہی اور بھی دیوانہ ہو گیا
افسوس نذر تو بہ وہ پیمانہ ہو گیا

مے تو بہ بن کے آئی تھی لب لکڑے ریاض

لبریز اپنی عمر کا پیسا نہ ہو گیا

شوخیاں اتنی بڑھیں بھی نگاہیں بھی گئیں
 اخرا انداز نہ ہو گا وہ بھری محفل میں
 پردہ داری کی جگہ پردہ دری نے لے لی
 دونوں جاں دادہ مذہب ہیں مگر وقت کی بات
 سحر کاری تری اسے عالم فانی دیکھی
 کھل کے ہر نرم میں اب تک مے آجاتا ہے
 نہ رہے جُبتہ و دستار امامت باقی
 مختصر وقت میں کیا کچھ نہ ہوا اصل کی شب
 کیوں جھٹکتی نہ پھرے کو کہن و قیس کی روح
 دشنہ و شتر و پیکان ی جنت میں کہاں
 حُسن بے پردہ کا اب کوئی نگہباں نہ رہا
 شمع عریاں کی طرح حُسن جو عریاں نہ رہا
 سوز پہناں نہ رہا ساز بھی پہناں نہ رہا
 کوئی ہند و نہ رہا کوئی مسلمان نہ رہا
 گھر تک آتے اثر گورِ غریباں نہ رہا
 اب مراجع چہ سرا غرتہ دامن نہ رہا
 غم غلط کرنے کو افسوس یہ سماں نہ رہا
 مجھ کو حسرت نہ رہی آپ کو ارماں نہ رہا
 کوہ وہ کوہ سیا باں وہ سیا باں نہ رہا
 چٹکیاں لینے کو دل میری کوئی ارماں نہ رہا

راہی خلد ہوئے میکدے میں آج تریاض

خم کہھر سجدہ کریں کعبہ ایماں نہ رہا

منہ زیرِ تاک کھولا واعظ بہت ہی چوکا
 کہتا ہے کیوں نا لحق جو قطرہ ہے اہوکا
 شوخی جو برق کی ہے گرمی شرار کی ہے
 دھوٹا ہے وقت آخر منہ کی مجھے سیاہی
 کیوں طفلِ اشک لپٹے اے دلِ نڈھالی سے
 ساتی بہارِ در کف پھول آئے میکدے سے
 واعظ تجھے خبر ہے میخانہ کس کا گھر ہے
 بیلوں نے ڈاڑھی پکڑی خوشوں نے منہ میں قھوکا
 منہ کھل گیا ہے شاید میری رگ گلو کا
 کچھ کہہ رہا ہے موسیٰ انداز گفتگو کا
 اے اشکِ شرم اب بھی موقعِ ہشت و شو کا
 پروردہ ہے یہ میرے دامانِ آرزو کا
 طوفان اٹھ رہا ہے گلشن میں رنگ و بو کا
 غم اُس کی پشت پر ہے کھلوانہ منہ سُبُو کا

تکلیف سے بچ جائیگی نازک سی کمراب
 سر پھوڑیں کہاں جل کے نہ دیوار نہ دراب
 ہے نور کا عالم سُرخ روشن کی ضیا سے
 کم سخت نے سیکھی ہیں تمہاری ہی ادویں
 چھیر نہ مجھے۔ دل کو تو میں وہی چکا ہوں
 میں وصل کی شب اُٹھ کے کلا گھونٹ ہی دنگا
 نازک تو وہ جتنے ہو گئے کچھ اور بھی نازک
 جس چاند کی صورت کی میں لیتا تھا بلایں
 دل حشر کے فتنوں سے سوا جمع ہوئے ہیں
 آفت تھی نشیمن میں یہ مجھ سوختہ جاتی تک
 کھو یا ہیں اس بخودئی عشق نے ایسا
 اب پاؤں نہ جمتا ہے نہ اٹکتا ہے کسی کا
 چھوٹیں بھی تو صیاد فتنہ جھٹ نہیں سکتا
 یہ بے اثری آنکھ سے دیکھی نہیں جاتی
 کچھ اور ہی باتیں ہیں تو کچھ اور ہی کھاتیں
 لکے بھی تو وہ بیٹھ گئے تھام کے سُر اب
 صحرا ہے یہ صحرا ہے کوئی گھر ہے یہ گھر اب
 وہ خوش ہیں شب وصل کی ہوتی ہر عراب
 آغوش دعا میں کہیں آتا ہے اثر اب
 کھائے نہ کہیں جوش مرا خون جگر اب
 بولا کبھی بھولے سے جولے مرغ سحر اب
 بل کھاتے ہیں گیسو تو لچکتی ہے کمر اب
 اٹھتی ہے تکلف سی ادھر میری نظر اب
 آباو ہوتی جائے تیری راگزار اب
 جھکتی ہے نہ بجلی نہ لپکتے ہیں شراب
 ملتی نہیں رسوں میں اپنی ہی خبر اب
 کچھ اور سے ہے اور تری راگزار اب
 ٹوٹے ہیں کچھ ایسے کہ نکلتے نہیں پر اب
 اچھا ہے ہی پھوٹ بہیں دیدہ تر اب
 کھل کھلی ہے کچھ آپ کی دزدیدہ نظر اب

آگیا تقدیر سے میری مدینا آگیا
 جس سے بامِ عرش پہنچا وہ زینا آگیا
 ہر قدم پر موت کا مجھ کو پسینا آگیا
 عشق میں مرنا تو کیا مر کے جینا آگیا
 رات ہر اک عید کا دن شام ہر اک صبح عید
 اب ہر راتیں آگئیں اب وہ مہینا آگیا
 مجھے عاصی کا ہوا جب ان کی اُمت میں شمار
 حشر کے دن شرم سے مجھ کو پسینا آگیا
 ختم کے ختم پی جا میں ہم صنایع نہ ہوا کتب بھی
 باز صکر چلو ہمیں ابے کا پینا آگیا
 نامِ اقدس نقش ہے مہرِ نبوت کی طرف
 کام میرے اب مرے دل کا نگینا آگیا
 جاں تک تھا صبرِ گاہکِ بزمِ اریان کے
 آگیا کافر بتوں سے دل میں کینا آگیا
 اسے بنوں کچھ دھجیاں میرے گلے میں لے
 پھوٹی ہے جس میں کوئل وہ مہینا آگیا
 اک بنانہ دوشل پر بحرِ عدم قعرِ لحد
 ہم سمجھے تھے کہ ساحلِ یوسفنا آگیا
 میرے شیشے کی پری ہو گنبدِ خضر کا کس
 حشرِ زابے کس ادب کے آرزوں کا ہجوم
 میکشو جانِ مدینہ سبز مینا آگیا
 حشرِ زابے کس ادب کے آرزوں کا ہجوم
 سیر کرتی ہے مجھے کیونکر مری تشنگاہ
 بزمِ دل میں بزمِ اقدس کا قرینا آگیا
 سیر کرتی ہے مجھے کیونکر مری تشنگاہ
 بجو ماہِ صوم میں اس شے کا پینا آگیا

میں جو آیا غیر سے ہنس کر کہا اُس نے ریاض
 ختم ہے جس پر شرافت وہ کینا آگیا

آے تو وہ لوں۔ بلا میں لمبی بات کے
 ہو شبِ عدہ الہی روزِ محشر کا جواب
 اپنی عرض و عار سُن چکائیں سُن چکا
 بندہ پرور کی زبان سے بندہ پرور کا جواب
 زخمِ دل نے خون پانی ایک میرا کر دیا
 کس طرح اس کو بناؤں دیدہ تر کا جواب
 وہ اشائے کا یہ اُن کے ہاتھ کی محتاج ہے
 ہو گی کیا تیغ کمر ابرو کے شجر کا جواب
 سُن کے میرا حالِ دل وہ بنگیا میرا رقیب
 میں بہت کھویا ہوا ہوں سُن کچھ میرا جواب
 حشرِ فتنے لاکھ امٹائے خود اٹھے سب کچھ بھی
 لیکن اُس کے پاس کیا دکانی ٹھوکر کا جواب
 ہے اترکیاں جو ادب کا گل و بلبل کے ساتھ
 پنکھڑی ہر پھول کی ٹٹلے ہو پر کا جواب

ایسی کیا کچھ گھڑے کی ہر چڑھی جھکو تر یا صُ

شیخ کو پتھر سے دہل میں جام کو شر کا جواب

کہاں سے لائے کوئی روز اب کبابِ شراب
 ہماری جان کا آخر ہوئی عذابِ شراب
 لگا کے دھوکے سے منہ شیخ پھر نہ چھوڑ سکا
 پکارتا ہی رہا میں اے شرابِ شراب
 وہ چیز اور متنی و ہشتہ اور متھاساتی
 مرے شباب کا بنی ہی کہوں جوابِ شراب
 خیمِ فلک تو ہی خالی وہ اس کے گرد ہے کیوں
 ہمارے جام سے لے جامِ آفتابِ شراب
 بیوں تو خلق میں یہ میرے ڈالتی ہے لکیر
 نہ منہ لگاؤں تو ہوتی ہر آپ آبِ شراب
 مے کہن نے نکالا ہے رنگِ ساغر میں
 دکھا رہی ہے بڑھاپا میں بھی شبابِ شراب
 اتار مل جلتے سے دو چار شہد و شیر کے گھونٹ
 کہے جو شیخ یہ کیا ہے کہوں جنابِ شراب
 حساب سے دمِ محشر صاف ہی رکھو
 خشتِ بلی کے ہم آئے ہیں بچ حسابِ شراب
 سنی ہیں دہل سے کوثرِ پستیاں اُس کی
 پیے بھی شیخ تو کھاتی ہے پیچ و تابِ شراب
 کوئی جو بچکے بنے بڑھ کے رہا ہر موج
 بتائے بادہ کشو بخورہ ثوابِ شراب

ان کے مرے جھکڑے میں یہ دل نہیں پڑتا کچھ دُرا گیا ہے نہ اُدھر ہے نہ اُدھر اب
 ہوتے ہوئے اُسکے وہ پلٹتے ہیں کمر سے اُلجھے نہ کہیں گیسوؤں سے تیغ کمر اب
 دیوانے ہیں مرغانِ سحر بول رہے ہیں یہ ہجر کی شب ہے کہیں ہوتی ہے سحر اب
 اچھی نہیں غفلت یہ تر یا صل اب دم آخر
 ہے وقتِ سفر کیجئے سامانِ سفر اب

فریادیں کم ہے اثرِ دردِ نہاں اب ہم آپ بدلنے کو ہیں اندازِ فغاں اب
 اُجھے بھی تو کس وقت وہ آئے سر بالیں کہتا ہوں کوئی بات تو کہتی ہیں بلب اب
 کمرِ درد ہوئے اشکوں سے گھر کے دردِ دیوار رونے کے لئے لیں گے کراۓ کا کل اب
 دھوکے سے پلا دی تھی اُسے بھی کوئی دو گھنٹ پہلے سی بہت نرم ہے واعظ کی نہاں اب
 دھنچل نہ وہ بلغ نہ دھشاخِ نشیمن اے اہلِ قفس چھوٹکے ہم جائیں کہاں اب
 صد ترے صیادِ دیہاتیں تھیں چمن تک کچھ فکرِ بہار اب ہے کچھ فکرِ خزاں اب
 وہ بنتِ غنیمت تھی جو پری توبہ سے پہلے تو بہ شکنوں میں ہے دی خورِ جاناں اب
 اب ہے تری ہمت میں جھٹکتے ہوئے پھرنا اے یاسِ نہ تربت ہے نہ تربتِ کاشاں اب
 آ بیٹھے ہیں رندِ انجمنِ وعظ میں دو چار اچھا ہے اگر ہوئے کوثر کا بیاں اب

ہر روز ہے کیوں ریشِ مبارک کی صفائی

کچھ ہو نہیں رونے کے تر یا صل آپ جواں اب

قلقلِ مینا اُسے کیوں ہے برابر کا جواب بات واعظ کی ہے دیوانے کے پتھر کا جواب
 کیا ہے گلِ کھل رہے ہیں واہ اے فیضِ بہار اندولِ منتقارِ بلب ہے گلِ تر کا جواب
 چڑھ تو جانے سے ذرا ساقیِ دلمِ غرند پر خطِ پیشانی بنے گا خطِ ساغر کا جواب

بلخ میں تنکاشیں کانہ پر ٹوٹا ہوا
 کیوں قفس کے گرد پھر جاتی ہیں آکرات کو
 ہیں قفس کے گرد کیسے کیسے مرغان چین
 آشیان برباد کو ہے تنکے تنکے کا خیال
 ہتھکیں کھل جاتی ہیں گل شکن بس بھیکر
 کان کھل جاتے ہیں سنکر داستانِ عنزیب
 کوئی دیوانہ کہے یا کوئی سودائی کہے

لے ریاض اک ہم سمجھتے ہیں زبانِ عنزیب

رات دن ہے ایک حالت پر فغانِ عنزیب
 عنزیب اب ہی نہ باقی آشیانِ عنزیب
 ہے بہت حسرت فراطر زبانِ عنزیب
 وسعت گلشن تھی ناکافی پر پرواز کو
 کس تکلف سے زمین پر باغ میں شیش گل
 فصل گل جاتی ہے جھونکے ایسے صرصر کے چلے
 کاٹ کر پھولوں میں رکھ دو تو نہ پہچانی کوئی
 دستِ ماتم شلخ گل ہے اہل ماتم نخل گل
 ایسی نازک ٹھہری ہر ہونہر گل کانٹے کی تول
 فصل گل آتے ہی کیا رنگ بیل جم گیا
 ایک نو صیاد وہ یونہی ہی تھی وصالِ بان
 خاک ڈجائیگی تیرے باغ میں اسے باغبان
 اب کہیں تالو سے لگتی ہے زبانِ عنزیب
 مٹ گیا گلزار سے نام و نشانِ عنزیب
 ٹکڑے کرتی ہے جگر کو داستانِ عنزیب
 یا قفس اب ہے زمین و آسمانِ عنزیب
 ان کے دیوانے ہوئے ہیں مہمانِ عنزیب
 اڑ کے آیا ہے قفس تک آشیانِ عنزیب
 پنکھڑی ہے پھول کی یا ہر زبانِ عنزیب
 گل زبانِ حال سے ہیں نوحہ خوانِ عنزیب
 ایسی لاغر ہے رگ گل استخوانِ عنزیب
 پھول کھل کر بن گئے ہیں شیانِ عنزیب
 خشک تیرے خوف سے ہر اور جانِ عنزیب
 کوچ کر جائے گا کل تک کاروانِ عنزیب

کشید خاص کا گھر پر ہوا اہتمام تر یا ض

کہ میفر و شش تو دیتے ہیں اب خراب شراب

| | |
|--------------------------------------|--|
| ہے صحن چہن۔ دامن گہسار بہت خوب | بے کوٹے تو ہے دربار بہت خوب |
| کہنے کو ہمارے بھی ہیں اشعار بہت خوب | ہج یہ ہے کہ فرطے ہیں سکاڑ بہت خوب |
| آنکھوں سے وہ جا ہی نہیں سکتی دم آخر | ویدار سے ہو حسرت دیدار بہت خوب |
| تصویر میں بوسوں کے نشان جن فزا میں | کھینچنے میں ہے آپ کے رخسار بہت خوب |
| آئے ہیں جو میخانے میں واعظ بہت اچھا | بن کر وہ یہاں آئے ہیں مشاعر بہت خوب |
| اب در سے رسائی ہوئی ہوا ہم تک اُن کے | ہم کو نظر آتے ہیں یہ آثار بہت خوب |
| کچھ فرق زیادہ نہیں گلزارِ قفس میں | گلپوشِ قفس خوب ہے گلزار بہت خوب |
| جو بات ہو بن جاتی ہے کچھ دیدہ و دلیر | قسمت سے ملے ہیں مجھے غنچہ بہت خوب |
| سہاڑے سر خوب رہا صافی نے مے کا | واعظ ہے یہ تیری نئی ستار بہت خوب |
| جس رنگ میں گزے لاری صدیا وہ گھر ہے | تینکے بھی چنوں تو بھی ہو گلزار بہت خوب |

یہ رنگ یہ شوخی یہ نفاست یہ سلامت

کہتے ہیں تر یا ض آپ تو اشعار بہت خوب

| | |
|---|---|
| اپنے دیوانوں سے سن لو تم فغانِ عندلیب | مدتوں میں جا کے سیکھی ہیں زبانِ عندلیب |
| برق کیسی اور کیسا آشیانِ عندلیب | وہ قفس میں ہے پڑی ہے گل میں جانِ عندلیب |
| کیا بھلا دیں گے نشیمن کو قفس کے ہار پھول | ہائے وہ اجڑا ہوا سا آشیانِ عندلیب |
| باغ میں نازک لبِ گل سے یاتی ہے صدا | ٹکڑے ہوتا ہی جگر سنکر بیانِ عندلیب |
| تھا یقیں سر پر اٹھایا لگی یہ گھر صدیا دکا | دو ہی دن میں کیا ہوئی کتابِ تانِ عندلیب |

نزع تک قفل سے رکھی یاد اللہ اس لئے پڑھ کے قفل بخشگی ہم کو قفل منا ثواب
 پینے سے پہلے ہی کھانا تھا ہمیں ساتی کباب کر کے افطار آج روزہ تم سے خود کھو ثواب
 کچھ ہو آب آتشیں جو چاہی آب سرد ہو ہم میں بیا سے جو پائے گا وہ پائے گا ثواب
 پی کے مئے ذکر خدا شکر خدا یا و خدا ہے ہمارے واسطے شغل مئے دینا ثواب
 ایک دن تو خواب میں آتا لئے جامِ طہور پڑھ کے قرآن عمر بھر ہم نے جسے بخشا ثواب
 راہ سے کہے کے ہم نے ریزہ دینا چٹنے کیا عجب اس کے عوض ہم کو ملے حج کا ثواب

عید کے دن میکدے میں ہے کوئی ایسا ریاض
 ایک چلو دے کے جو لے تیس روزوں کا ثواب

چپ ہر کیوں قیدِ قفس میں نہ تھی کسی کی ہوائی
 اور ہی رنگِ اثر ہے آگئی شاید بہار
 آشیالِ پنا بنایا ز غ نے اوسنچا تو کیا
 ہاتھ لڑیں ہاتھ سے ناکِ فگن شپکے ہو
 پھر تک دوسرے سے تو اڑ جائی تینکے کی طرح
 تالے جاتے ہیں جہانک سا فہم جاتی ہے بہا
 دیکھ کر گلپیں کو ڈر صیاد کا جاتا رہا
 یہ بھی جھکتی نہیں شاخِ نشین کی طرح
 کاش اب بھی پہلو گل میں جگہ ہوتی نصیب
 کاٹنی صیاد نے شاید زبانِ عندلیب
 چٹکیاں لینے لگی دل میں فغانِ عندلیب
 اسی باتوں سے کہیں گشتی ہر غلجِ عندلیب
 کوئی ناکِ تھا کہ مرگ ناگہانِ عندلیب
 گھل گئے کیسے قفس میں جم و جانِ عندلیب
 رنگِ پر آئی ہے جا کر اب فغانِ عندلیب
 غنچہ و گل میں پڑی ہے اب تو جانِ عندلیب
 بڑھ گئی شاخِ قفسِ بچ اور جانِ عندلیب
 سوکھ کر کاٹا ہو سکے میں کھوانِ عندلیب

ہم سے دیوانوں کو یہ سو سو سنائی ہے پھر یا صن

کون بولے ہاتھ بھر کی ہے زبانِ عندلیب

رکھتے نہیں میں درد بھی دل میں و اطلب
 سینے میں ایک دل ہے مگر وہ جفا طلب
 مل جائے کوئی جان مری کیوں نہ اس میں ملے
 سنا نہیں ہے کچھ بھی دلِ عا طلب
 شوخی سے اضطراب کی کچھ چھیڑ چھاڑ ہے
 ان کی نگاہِ ناز سے دل ہے دغا طلب
 چاہتا تھا میں نے آج کروں نذرِ نقدِ جلال
 ظالم نے مسکرا کے مراد دل کیا طلب

جب پی نہ تھے فرشتے یہ کہتے ہی حشر میں

لطف آگیا ریاضِ مرا خم ہوا طلب

سن کے رہ جتے کراہٹے تو ہی چہا ثواب
 لٹ ہاتھ میکہ دیں ہم نے بھی لوٹا ثواب
 کچھ نہیں اعمال دنیا کا پئے عقبے ثواب
 جو نہ کام آئے یہاں کس کام کا ایسا ثواب

راہ سیدھی غیر کے گھر کی چلے جکر سے آپ
 کشمکان ناز چلے ہیں شے کچھ روز حشر
 اپنے گھر سے آؤ میں جائینگے میری گھر سے آپ
 وہ گنودن جب اٹھالیتے تھوڑا اک ٹھوکر سے آپ
 آپ سے میرے بغل میں ات کس کے ڈر سے آپ
 پوچھئے گا حال میری شوق کا رہبر سے آپ
 واسطہ رکھتے ہیں گویا ساتی کو شری سے آپ
 حضرت داعظ پیسے میں میں تر اس رنگ سے
 ذوب کر نکلتے ہیں گویا چشمہ کو شری سے آپ

خوش تھے پہلے جان کر صبح شب غفلت ریاض

اور پھر گھبرائے کیا ہنگامہ محشر سے آپ

نشتر چھوٹے آئے ہیں دل میں کہاں سے آپ
 کیا آج خواب ناز میں تھے بام غیر پر
 چھتریں ڈرانے کیجئے مجھ بدگمان سے آپ
 اتری ہیں فتنہ لے کے کوئی آسمان سے آپ
 جب یہ سمجھ لئے نہ رہا خاک کے سوا
 سر کو مے اٹھاتی ہیں اب آستان سے آپ
 بوسے دہان غیر چھپکی شراب سے
 بس بس نکالئے نہ کچھ اپنی زباں سے آپ

یہ حال ہے ریاض کا روتے ہیں آج غیر

پھر بھی تو پھر رہے ہیں بہت شاد ماں سے آپ

تھی طرف وضو میں کوئی شے نہ گئی کیا آپ
 دیوانوں کے سر ہو گئی کیا زلف دوتا آپ
 اے شیخ یہاں کن ہے میں چ رہوں یا آپ
 وہ جا کے گلے اپنے لگا لائے بلا آپ
 ہنس ہنس کے مجھے آپ عبث کوں ہے ہیں
 رو رو کے مرے واسطے مانگیں گے مہا آپ
 اُٹتے بھی اگر ہم تو نفس لے کے نہ اُڑتے
 صیا و نفس سوئے چمن اڑ کے چلا آپ
 جو اٹھ نہیں سکتے تھے گئے اٹھ کے لحد میں
 بیٹھے ہیں اب گھر میں لئے عذر حنا آپ

جام پھلکانے لگے بھر کر کوثر سے آپ
 بیٹھے کا دستِ فوٹا لودہ لیکر بعد ذبح
 فتنہ محشر بھی اٹھے میں بھی اٹھوں قبر سے
 یہ بھی احساں صبح ہوئے اے تربت پر مری
 شیشہ دل جو رہوئے پر سیا کچھ نہ دل
 لیتے رہے چٹکیاں دل میں نگاہ ناز سے
 بار عصیاں کے لئے یارب فرشتہ بھیج دے
 خانہ باغِ غیر کے آگے کھلا میدان تھا
 کاتبِ اعمال یہ آپ کے ہاتھوں کا کھیل
 تیغ و خنجر مرنے والوں سے سوا سہمے ہوئے
 میرے گھر میں غیر کے ڈر کی کبھی چھپ جائیے
 کچھ قیامت سے نکلتے ہی تھے قامتِ حضور
 سچ ہے مرغِ نامہ بر سے تیز اڑتا ہے قلم
 حضرت واعظ بہت اونچے گوی منبر سے آپ
 سخت جان ہوں ساتھ دھوکے ذرا بھر سے آپ
 ساتھ دو لوگو اٹھائیں ایک ہی ٹھوکر سے آپ
 کچھ گلِ زہرہ لیکر غیر کے بستر سے آپ
 بت تو تپھر کے بنے بن ٹھہرے آپ
 پھیرتے رہے اسی چھتے ہوئے نشتر سے آپ
 ہم لدے آئے ہیں اپنے شیشہ و ساغر سے آپ
 شاید آئے میں ہوا کھا کر ابھی باہر سے آپ
 بوجھ اتر و ایجے محشر میں سی سر سے آپ
 قتلگاہ میں آج آئے میں بڑی تیور سے آپ
 غیر کے گھر میں چھپے تھو آج کسی ڈر سے آپ
 چال میں بھی بڑھ گئے ہیں فتنہ محشر سے آپ
 اب جوابِ خط بھی تو لکھنے لگی ہیں سے آپ

اگے کچھ بڑھ کر ملے گی مسجد جامع ریاض
 اک ذرا مڑ جائیگا میکدے کے در سے آپ

شاید کوئی عدو ہی مراغوش بیان بہت
 میں تھا کہ اور کوئی لباس رقیب میں
 کیا جانے کیا جنوں میں منہ سے نکل گیا
 مرنے کے بعد آپ نے میری بھلی کہی
 اُجلائے دو گھڑی کو الہی شب وصال
 دیکھا جو محکوا اور بھی اترائے ناز سے
 لے لیجئے گا دل جو کوئی بیچنے کو لائے
 پہلو میں دل ہو گوشہ دامن کی کیا کمی
 عصیاں کے ساتھ دو دو فرشتے لدی ہوئے
 سنتے ہیں اس کے منہ سے مری اتان بہت
 کرتی ہے اب خطا نگہ پاس بان بہت
 بگڑا ہے مجھے آج مراراز و ان بہت
 میرے لئے مین زیت میں بھی فوج خان بہت
 لیتا ہے میرے دل میں کوئی چٹکیاں بہت
 پھرتے تھے ساتھ غیر کے وہ شاوہان بہت
 بازار میں یہ چیز ملے گی گران بہت
 مجھے نیاز مند کو ناز بہت ان بہت
 یارب ہے دوش پر مرے بارگراں بہت

کچھ دامن رک گئے ہیں تو یہ حال ہے ریاض

دیتے ہیں میفر وشن ہمیں اب گران بہت

خواب میں بھی نظر آجائے جو گھر کی صورت
 ایسی بگڑے نہ الہی کسی گھر کی صورت
 پر شکست ہوں تیر شاخ پڑا رہنے دے
 چھڑتا ہی نہیں اب عرش خدا بام تہاں
 بھٹاڑ کھائیں تھے دربان سگدے کی صورت
 وہی دیوار کی صورت ہے جو در کی صورت
 باغبان تو مجھے ٹوٹے ہوئے پر کی صورت
 دیکھ لی ہے کہیں نالوں نے اثر کی صورت

جاتے نہیں ہم مست کبھی اٹھ کے حرم سے
 کیوں پھر گئیں کجنت کی آنکھیں دم آخر
 آواز مری مٹھی ہے اے حضرت زاد
 ہلکا غلاف ایک قصاصیا و قفس پر
 آئی ہے یہاں لڑکے مے ہوش با آپ
 رکھتے تھے بہت غیر سے امید با آپ
 کیوں ہر اڑاں آج دباتے ہیں گلا آپ
 تھی اور نہ کچھ دیکھ کی مجھے صبا آپ
 ہم دل میں اُتاریں گے یہ کہتی ہیں نگاہیں
 قابو کا تہارے بھی نہیں جوش جوانی
 آجائیں کسی طرح لب بام ذرا آپ
 بے چھوٹے ہوئی ٹٹتے ہیں بند قبا آپ

محتاط ریاض آپ جوانی میں بہت ہیں
 پیری میں بھی لوٹیں گے جوانی کا مزا آپ

ظرف بے کمر سے پلائی تو حرم میں پھیلی
پھیلتی جلد ہے کچھ اہل کرامات کی بات
رات کبھی میں گئی قلقل میں نا بن کر
نہ تو چھپتی ہے نہ دیتی ہر خرابات کی بات

کو تھے ہیں وہ بری طرح جو کہتا ہوں کیا ض

رات بھر آج بھی ہوتی رہی کل رات کی بات

کیا وصل کی شب ہائی بگڑتی ہے بنی بات
کہتا ہوں کچھ اُن سے تو وہ کہتی ہیں بنی بات
ہر چند شب وصل کوئی اٹھ نہ رہی بات
اس شرم کے قربان نہ کرنا بھی نہ کی بات
صدقتے ترے نازک لبِ تعلیم سے کڑی بات
پتھر کی طرح آج مرے دل میں لگی بات
روٹھے ہوئے لیٹے ہیں نہ مانیں گے مری بات
لطف آئی جو چپ چپ یونہی ہو جائے کوئی بات
بن بیٹھے ہیں لے بیٹھے ہیں وہ سوگ عدد کا
چہلپہن میں جھینڈ میں نہ شوخی نہ کوئی بات
جو چھار سے میری عرق آئے انہیں کیا کیا
لوٹی ہے بہت ہم نے حسینوں کی جوانی
کیوں لگئے چپ حشر میں اللہ کے آگے
دنیا کے بھلے غیر جو کرتے ہیں خوشامد
ملتی مری جاں ہے کہیں روزِ شب وصل
تقدیر سے قاصد بھی بلا آج تو ایسا
شکوہ ہے کہ الزام لگائے مجھے کیسے
جب بنتِ عجب ہم کی کھنچی کھنچ گئے ہم بھی
بی تاب ہے قبر میں بھی چرخ سے بالا
موقع ہے ہستانے کا وہ چلائیں کہ چھینیں
سنتا نہیں حشر میں کوئی کان پڑی بات

گھیر رہتا ہی گولا مجھے اب ایک ایک
جان جائے کر ہے آپ کے آتے آتے
پانی ہو جاتے ہیں آنسو مرے موتی بن کر
کوچہ زلف میں جاتے ہوئے دل ڈرتا ہے
کبھی پھولا نہ پھولا نخل تنہا افسوس
غیر کی قبر ہے گلشن ہے نہ دامن ان کا
چارہ گر آتے ہیں تو آنکھ چرا جاتے ہیں
اشیائے کو چلے باغ میں مدت گزری
گھر سے بے فکر میں صحرائیں پھرا کرتا ہوں
کی ہے پیدار مرے صحرانے بھی گھر کی صورت
اور سے اور ہی اب درد جگر کی صورت
ورنہ اچھی تو نہ تھی ان سے گھر کی صورت
ہر قدم پر ہے نئی خوف و خطر کی صورت
پھول کی شکل نہ دیکھی نہ مشد کی صورت
مجھے دیکھی نہیں جانی گل تر کی صورت
ایسی بگڑی ہے مرے زخم جگر کی صورت
پھرتی ہے آنکھ میں کیوں رقی و شر کی صورت
میری آنکھوں میں پھرا کرتی ہی گھر کی صورت

قیس بیٹکا تھا کہ صحرائیں ریاض آئے نظر

رہ نما اس کے بنے آپ خضر کی صورت

صبح ہرات کہاں اب؟ کہاں ات کی بات
عرش پر رہتے ہیں کیا کعبے نے رہنے والے
یہ کوئی بات ہی ختم ساتھ لئے واعظ آئے
پھوٹ کر روتے ہوئے دیکھ لیا ہے محکو
وہی ابھری ہو شاکن بن کے حسین پر تیری
نہ کھلایا کہ کہاں شب کو بچھائی تھی بساط
جب کہا میں نے کہو غیر کے گھر کا کچھ حال
کہیں ایسا نہ ہو آجائے ترس آپ کو کچھ
بات ہی بات تو ہے بیٹھ بھی لو بات کی بات
کوئی سنتا ہی نہیں اہل خرابا بات کی بات
اور پھر میں نہ سناؤں قبلہ حاجات کی بات
چھوڑنے کو مے ہر وقت ہی برسات کی بات
گر لگئی دل میں ترے کیا کسی نواں کی بات
غیر کی چال کا کچھ ذکر تھا کچھ بات کی بات
بولے جھنڈا کے نکالی وہی بات کی بات
آپ سُنئے نہ کسی مورد آفات کی بات

یہ بدلنے کے نہیں لاکھ زمانہ بدلے
شب کو سنا نے میں کہیں پہنچے تھے اور حضرت شیخ
میں تھا بام عقیقاتی تھا شب ماہ بھی تھی
شب بسر کو چہ جانال میں نہ کرنا کے دل
ہنس کے تم باندھ لو جوڑا سر بالیل اپنا
وہ مزے دل کے وہ مینہ کا برسنا رم جہم
مجھ سے بگشت کا دن غیر سربذات کی رات
کہنے چھی تو کٹی قبلہ حاجات کی رات
رہ گئی آج بھی محتاج اسی بات کی رات
ہے خطرناک بہت ایسے مقامات کی رات
آج کٹ جائے کسی موردِ آفات کی رات
اُٹ ہی رسات کی رُت ہاؤری سرت کی رات

یاد آتا ہے ریاض اُن سے وہ میرا کہنا
آج رہ جاترے صدقے مرے گھر رات کی رات

ہم بھی ہیں تمہیں بھی پلا میں تمام رات
اُن کی جفائیں یاد دلائیں تمام رات
زاہد جو اپنے روزے سے تھوڑا ثواب لے
اے قیس مقرر ہے کچھ کو کہن کی روح
تا صبح میکدے سے رہی بوتلوں کی مانگ
خلوت ہو بے حجاب ہیں وہ جل رہی ہے شمع
شب بھر رہے کسی سے ہم آنکھوں کے لطف
دل بے رہی پر دل سے نشیں کو رات بھر
جاگیں تمام رات جگائیں تمام رات
وہ دن بھی ہو کہ اُن کو ستائیں تمام رات
میکش اُسے شراب پلائیں تمام رات
آتی ہیں بے ستوں سے صدائیں تمام رات
بریں کہاں کالی گھٹائیں تمام رات
اچھا ہے اس کو اور جلائیں تمام رات
ہوتی ہیں قبول و عائیں تمام رات
کیا کیا چلی ہیں تیز ہوائیں تمام رات

کاٹا ہے سانپ نے ہمیں سونے بھی دور یا من

اُن گیسوں کی لی میں بلائیں تمام رات

نظر آتی ہے دور کی صورت آنکھ میں ہے حضور کی صورت

وہ بھی تو دم نزع کھڑے تھے مرالین بیمار نے تو آج کسی سے بھی نہ کی بات

پیری میں تیرا صلیب اب نہ اُمنگیں میں نہ وہ جوش

ہمراہ جوانی کے جوانی کی گئی بات

وہ بولے وصل کی ہاں ہے تو پیاری پیاری بات کہاں سے آئی یہ اللہ کی سنوار پی ات

وہ پیاری پیاری کوئی شکل پیاری پیاری بات بڑے مرے سے کئی آج تو ہمار پی ات

یہ شام سے سحر عید کی خوشی تھی ہمیں کہ چاند دیکھنے ہی کی ہی بادہ خوار پی ات

یہ کوہن کے بھی کاٹے تو کٹ نہیں سکتی پہاڑ ہو گئی فرقت کی ہم کو بھاری پی ات

گئے تھے آپ جنازہ اٹھانے دشمن کا کہاں گئی تھی بڑے دھوم سے سوار پی ات

شبِ صال جو چھیڑا تو ہنس کے فرمایا ساؤ شوق سے ہم کو یہ ہے تمہاری پی ات

کئے تھے ایک زمین۔ آسمان اس نے بھی بر بھی ہوئی تھی مے دل کی بیقرار پی ات

یہ سادگی سے اُن آنکھوں کو سرمہ بھاری ہے کہ جس طرح کسی بیمار کو ہو بھاری پی ات

یہ ٹوٹ ٹوٹ کے تارے نہیں گریں شبِ ہجر فلک نے ساتھ مرے کی ہر اشک بار پی ات

وہ بیکسی وہ اداسی وہ تیرگی وہ ہراس خدا دکھائے نہ دشمن کو بھی ہمار پی ات

گئے تھے جھونک کے آنکھوں میں خاک غیر کے گھر ہماری آنکھوں سے دیر ہے ہیں جاری پی ات

یہ انتظار میں تیری کھنسی رہیں آنکھیں پاک سے میں نے لگائی پاک سے سار پی ات

وصال یاد میں کس کو تیرا صلیب ہے ترجیح

کہ دن ہے رات سے پیارا تو دن سے پیاری ات

رہ گئے تھے کبھی ہم جا کے یونہی ات کی رات مدتوں یاد رہی ہم کو خرا بات کی رات

رات میں گئی دن رخ سوا لٹ دی جو نقاب کھول دی لف جہان ہو گئی بے رات کی رات

بھوکے بیتاب بدل لیتے تھے اکثر کروٹ
 بھر سے بڑھ کے شب وصل ازیت ہے مجھے
 رند بیمار رہا محبت شمع سے تیز
 چمکیاں جھریں لیتی ہے شکن بستر کی
 شوخیان میں کہ بنے ہجر کی شب وصل کی رات
 میٹھنا ان کا نزاکت سے دبا کر سینہ
 تیری ٹھوکر سے نہ اُٹے کہیں وہ تختہ قبر
 ہر طرف کانٹے بچھ میں شکن بستر کے
 اب یہ ہر ضعف کہ قابو سے ہر باہر کروٹ
 غیر کی یاد دلاتی ہے تری ہر کروٹ
 اس قدر جلداری پھیرنے کے ساغر کروٹ
 میرے پہلو میں چھو دیتی ہے نشتر کروٹ
 سو ہے پھیر کے منہ آپ بدل کر کروٹ
 پھر یہ کہنا کہ نہ لینا تر خنجر کروٹ
 لے نہ خوابیدہ کوئی فتنہ محشر کروٹ
 ہم کو مشکل ہے بدلنا سر بستر کروٹ

انہیں منہ پھیر کے سونے نہیں دیتا ہوں باطن

وصل کی رات مجھے کیوں نہ ہو دو بھر کروٹ

پھول کے سول خزاں میں اری ساقی تلچھٹ
 نہ رہی خم میں جو باقی تو مجھے دی تلچھٹ
 کیا بک صاف لطیفاب کی کھنچی ہر ساقی
 رہ کے پستی میں ہوئی ہے جو بلندی حاصل
 ان دنوں ہے نئے سر جوش سے اوپنچی تلچھٹ
 حاصل خم ہے تیرے ہاتھ کی ساقی تلچھٹ
 نئے تو مگر نگہت گل بنکے اڑیگی تلچھٹ
 حلق سے نیچے نہ اتری خم نے کی تلچھٹ
 مفت ملتی ہے تو مگر سے ہر اچھی تلچھٹ
 کر کر جو غم افلاس سے نشہ نہ کبھی

| | |
|-------------------------------|---------------------------|
| ایک یہ بھی ہے نور کی صورت | دیکھ لی شمع طور کی صورت |
| کیوں نہ ہو جان کا عذاب یہ جسم | تنگ زندان قبور کی صورت |
| سر تربت کوئی ہے فتنہ حشر | ہوئی پیدا فتور کی صورت |
| خانقہ میں پری بقی شیشے کی | بن کے آئی جو حور کی صورت |
| آگیا کیا سو قفس صیاد | ہو گئی کیا طیور کی صورت |
| پھرتی ہے آنکھ میں بصد حسرت | اب دل نا صبور کی صورت |
| ایک ہے ایک کب سیرائی ہیں | اُف وہ اس کی غرور کی صورت |
| حشر زائف وہ صور کی آواز | وہ سرافیل و صور کی صورت |
| باڑھ تلوار کی صراط کا پل | اور مشکل عبور کی صورت |
| شعلہ زار ایک لالہ زار ہی ایک | سامنے نار و نور کی صورت |
| مضطرب اپنے حال پر ہر ایک | ہائے ہر نا صبور کی صورت |
| فرد عصیاں نوشتہ تقدیر | ہائے ہر بے قصور کی صورت |
| آس اُس کے کرم کی قہر کا ڈر | جو ہو رب غفور کی صورت |
| لے میں قربان شان رحمت کے | نظر آئی حضور کی صورت |
| کس کو پر دلے کوثر و تسنیم | ہوئی پیدا سرور کی صورت |
| صدقے کیا جلد حشر میں بدلی | مجھ سراپا حضور کی صورت |

ہو مبارک سیاہ کار تیاض

نور کی شکل نور کی صورت

انکس کھل جائیں جو ظاہر ہو مقام وارث
 جام کوثر کے نہ واعظ سرِ محفل چیلکا
 وہ بھی اس طرح اُنہیں یاد نشین نہ چن
 ہو محبت تو نہیں کا فردیندار میں حق
 یونہی آتی ہے کوثر سے ہمیشہ خم میں
 ہو قیامت نہ کہیں پائے نظر سے پامال
 بوئے گل جا بھی یہاں کام نہیں ہے تیرا
 دھوپ پڑنے نہیں دیتا ہی ادبِ خورشید
 جان پڑ جاتی ہے ایمان کا شرف ملتا ہے
 گلِ بیسِ دھوکے نسیمِ سحری کے توے
 سر سے اس کی بندی کوئی ہوگی سو سرد
 صدقے میں ساقی کوثر کے دعا ہو یہ قبول
 کان ہو جائیں جس کے کوئی نام وارث
 ہم قلعِ خوار پئے بیٹھے ہیں جامِ وارث
 طائرِ دل میں خزاں دل تیرا دم وارث
 ہے یہی عشق کے بندوں سے پیام وارث
 یونہی تا حشر رہے دور میں جامِ وارث
 میری آنکھوں میں ہے اندازِ خرامِ وارث
 کہ بسا اور ہی بُوسے ہے مشامِ وارث
 سایہِ عرشِ بریں ہے سرِ بامِ وارث
 کلمہ پڑھتے ہیں بہت سن کے کلامِ وارث
 یہ مدینے کو جو لیجائے سلامِ وارث
 دورِ طوبے ہے کہ ہے گنبدِ بامِ وارث
 نزع میں جاسن بچھائے تھے جامِ وارث

نگہِ لطف کا طالب ہے ریاکارِ ریاض

گوریا کار ہے لیکن ہے غلامِ وارث

کیون لبِ پرورے ہوا وارث نامِ نامِ خدا ہے کیا وارث

محتاجی سے میں بھرے غم کے برابر دگھونٹ
 دے کے ساغر مجھے اندھانہ بنا بادہ فروش
 خاک چھانی درِ ساقی کی سحر سے تاشام
 مجھ بکا نوش کے پینے کا نہ یو چھو عالم
 ترہیں مرنے کا اے شیخ ترا حلق کبھی
 فصل گل میں ہی کثرت ہو جو مینوشی کی
 پنی گئی روح کسی مست کی آکرب کو
 زہر گل بن کے عجب حُسن کیا ہے پیدا
 آج کل ہے سرجوش سے اچھی تلچھٹ
 پانی آدھا ارے کبخت تو اچھی تلچھٹ
 جب ملی ہے کہیں چمپے کو ذرا سی تلچھٹ
 نئے سرجوش تو کیا خم میں چھوڑی تلچھٹ
 اونٹ کے منہ کا ہر زیرہ یہ ذرا سی تلچھٹ
 پھول کے مول کے گی اے ساتی تلچھٹ
 نئے توئے آج سب میں نہیں باقی تلچھٹ
 جام گل میں یونہی ڈالی تھی ذرا سی تلچھٹ

شیخ صاحب کے گلے اس کو لگانا تھا تہ یا ض
 ایسی بیٹھی کہ اُبھارے سونہ اُبھری تلچھٹ

بام پر آئے۔ کتنی شان سے آج
 جب کہا ہم خفا میں جان سے آج
 کس منہ کی ہو ایسی سستی ہے
 بے تکلف نہ ہو کوئی اُن سے
 میں نے پھیرا تو کس ادا سے کہا
 دل کے ٹکڑوں کی طرح ہم نے چنے
 نیچی ڈاڑھی نے آبرورکھ لی
 آکے ہم دل جلوں کی تربت پر
 اوپنچے کوٹھوں کے بیٹھنے والے
 ناتواں دل کی بے زبان دل کی
 اپنے سن لی اپنے کان سے آج

کوئی جا کر ریاض کو سمجھائے

کچھ خفا میں وہ اپنی جان سے آج

کھٹتے ہیں مصیبت کے کوئی چار پہر آج
 آباد کریں بادکش اللہ کا گھر آج
 یہ ہجر کی ہے رات نہ کل ہے نہ بحر آج
 دن جمعے کا ہی بند ہے میخانہ کے در آج
 معشرے سمجھ داو پر محشر کو ادھر آج
 انصاف کا دن ہے اری اللہ سے دُر آج

تو ہے مقبول کبریا وارثؑ بخشوانا مری خطا وارثؑ
 تیرے در سے خدا کے گھر پہنچوں میری کس لے مراد وارثؑ
 مجھ سے بیکس کا دستگیر ہے تو مجھ کو تیرا ہے آسرا وارثؑ
 مشکل نزع ہو گئی آسان کام آیا مرے مرا وارثؑ
 پھر جو ہو حشر کچھ نہیں پروا کہہ کے اٹھوں کد سے یا وارثؑ
 مجھ سے طوفان زدہ کو باد مراد میری کشتی کا نا خدا وارثؑ
 وہی وارثؑ مراد ہی والی وہی والی مراد ہی وارثؑ
 حشر کھویا گیا اٹھا کے مجھ مجھ کو سمجھا تھا مال لا وارثؑ
 حضرت خضر رہنا سب کے وہ جو گم ہوں تو رہنا وارثؑ

نہیں تجھے چھپا ریاض کا حال

اس طرف بھی نظر ذرا وارثؑ

وحشی زار ہوں نجبر نہ کھینچ یا مصوٰر مری تصویر نہ کھینچ
 تن بیجان میں ابھی جان سی ہے میرے سینے سے ذراتیر نہ کھینچ
 وصل کی شب نہ بنے گی شب ہجر بے اثر نالہ شہگیر نہ کھینچ
 استیں کا ہے چڑھانا کافی نازیں ہاتھ سے شمشیر نہ کھینچ
 ٹکڑے ہو جائیگی دست جنوں تو مرے پاؤں سے زنجیر نہ کھینچ
 کھینچ پنجیر کی صورت مانی حسرت دیدہ پنجیر نہ کھینچ
 عرش ہل جائے نہ لے دست دعا اس طرح دامن تاثیر نہ کھینچ
 جان ہی میری نکل جائے گی دل کو لے زلف گرہ گیر نہ کھینچ
 نہ کر اس سوختہ جاں پر غصہ تو زباں شمع کی گلگیر نہ کھینچ

جامہ سب قیصر کا پہنے ہیں ریاض
 قبر سے تو کفن قیصر نہ کھینچ

صیاد بہار آئی ہے گلزار میں شاید
 اڑتے ہیں ہوا میں بے ٹلے ہو کر آج
 سوتے ہیں وہ پہلو میں بے بام پر اپنے
 آغوشِ دعا میں ہے سرِ عرشِ اُثر آج
 سینچا ہمارا کوئی مسجد تو نہیں ہے
 تسبیح لئے کون بزرگ آئے ادھر آج
 پیش آئی ہو یا رب نہ چمن میں کوئی افتاد
 آئی ہے قفس میں کوئی اڑتی سی خبر آج
 میری یہ شب وصل ہے شرمائیں گے گیسو
 بل کھائیگی اتنے تری نازک سی کمر آج
 ہے موسمِ گل ٹوٹتے ہیں زخموں کے ٹانگے
 صیاد کئی بار کھلے زخمِ جگر آج
 میں تھا وہ نہ تھا غیر جسے دھوکے میں دکھا
 کھوئی گئی کیا بزم میں دزویدہ نظر آج
 سینچانے میں اچھلے گی ضرور آنے سے تیرے
 تو آئیگا تو جائیگی واعظ تیرے سر آج
 جاتے ہیں یہ کہتے نگہ نازک کے مارے
 آجاؤ دکھاؤں تمہیں حسرت کی نظر آج

کچھ آج سو پائی ہے جو کھلتی نہیں آنکھیں
 کیا ہے کہ ریاضِ آپ اٹھاتے نہیں سر آج

مجھے شباب نے مارا بلا کے جان ہو کر
 قفس میں لوٹ لوگوں سے مری میں نے
 بہار آئی مے باغ میں خزاں کی طرح
 دکھائے آنکھ نہ صیاد باغبان کی طرح
 مرے ہوئے بھی ترپتے ہیں نیم جاں کی طرح
 تراست شباب بڑھے عمر جاوداں کی طرح
 ستائے کون وہ بیٹھے ہیں میہاں کی طرح
 جو اپنے گھر کوئی آئے تو کون دے تکلیف

ریاض موت ہے اس شرط سے ہیں منظور

زمین ستائے نہ مرنے پر آسماں کی طرح

روز غم کچھ اور ہی ہے رنگ آتشا صبح
 دن کئے گا کس طرح اتنا ابھی سے بار صبح
 ہر کرن سورج کی ہے برق سر کہہ صبح
 غم کے بادل کے سر پر آ رہا کہہ صبح
 تیرے صدقے دن بھی نکلے تو کروں انکار صبح
 نئے چھلک کر جام ساقی سو بنی انوار صبح
 دو پہر سے پہلے پہلے ختم سے بیمار صبح
 آشنائے شب جو بختا اب وہ نہیں میں بار صبح
 روز آتی ہے مے گھر بھانڈ کر دیوار صبح
 کہہ رہے ہیں آج تو کچھ اور ہی آنا صبح
 ساتھ اپنے کیوں لگا لاتی ہیں وہ آزار صبح
 زرفشان یکساں ہے سب کے دامن رنما صبح
 شام سے دل میں کھٹکتا ہی ہمارے خار صبح
 یاد رہنے کا نہیں ہے شام تک اقرار صبح
 وہ گئے تو یہ گئے ایسے بھی کیا ہوش جو اس
 کیا بلا ہے شام غم جب دیکھئے موجود ہے
 دن ہے اُن کے وصل کا آیا جو بن کر روز عید
 وصل کی راتیں تو اچھی لیکن اتنا عیب ہے
 کھوئیں دولت کیوں سحر کی سونے والے ہاتھ ہے
 وصل کی شب بھی کسی پہلو نہیں آتا جو بن
 جانے والے کہہ گئی ہیں شام کو آئیں گے ہم

جفا میں نام نکالو نہ آسمان کی طرح
 فریب اثر کو کوئی نہ مری فغاں کی طرح
 یہ کس کی سایہ دیوار نے مجھے پیسا
 ضرور ڈھائیں گے آفت کچھ ان کے ناوک ناز
 رہ حیات کٹی اس طرح کہ اٹھ اٹھ کر
 برنگ طائر بو میں ہوں غنچہ و گل میں
 نہ تیرے در سے ہٹے تیری ٹوکریں کھا کر
 ہمیں ہے گھر سے تعلق اب اس قدر باقی
 گیا چمن کو تو جھک کر بہت ملیں شاخیں
 بلا ہے یہ کوئی تھوڑا نہ جانے پریاں کو
 ذرا اسی جان کو لاکھوں طرح کے کھٹکے میں
 میں آؤں آپ کے گھر کیا مجھے ڈراتے ہیں
 شریک درد تو کیا باعث اذیت ہیں
 تمہیں بھی دیگی مزا کچھ مری مصیبت عشق
 رہے کبھی نہ الہی مرا نفس خالی

کھلیں گی لاکھ زبانیں مری زبان کی طرح
 تراشتی ہے یہ فقرے تری زبان کی طرح
 یہ کون ٹوٹ پڑا مجھ پر آسمان کی طرح
 چڑھ میں گوشہ ابرو کڑی کھان کی طرح
 میں بیٹھ بیٹھ گیا گرد کارواں کی طرح
 مرے نفس کی طرح میرے آشیان کی طرح
 وہیں جے رہی ہم سنگ آستان کی طرح
 کبھی جو آئے تو دو دن کو یہاں کی طرح
 لیا گلوں نے مجھے میرے آشیان کی طرح
 لہو پے گا ہمارا غم نہاں کی طرح
 چمن نہ لائے کہیں رنگ سہاں کی طرح
 عدو کے نقش قدم چشم پاسبان کی طرح
 وہ لوگ جن سے تعلق تھا جسم طہ کی طرح
 کہیں کہیں سے سنو اس کو داستان کی طرح
 کہ مجھ کو چین ملا اس میں آشیان کی طرح

مجھے بڑھ کر ہے دل مرا گستاخ
آنکھ میں آنکھ ڈالے منہ چڑھ کر
پہلے سے اور رنگ صحبت ہے
بوسہ سوتے میں لے لیا تھا کبھی
آج تو پنی دکھا کے دوا عظم کو
سر چڑھا کوئی منہ چڑھا کوئی
چھٹیریں دونوں کی ہلکے آچل سے
ان کے تلووں سے کیوں لگی ہے آج
ہاتھ دستار پر ہے دوا عظم

اک حماقت کے ساتھ اُدھر دوا عظم

اس طرف اک ریاض یا گستاخ

کی توبہ تو مجھ پر ہوئی یہ کالی بلا سرخ
عکس کے گنگوں سے نہ ہو جائے گھٹا سرخ
کس درجہ کف یا رہی اسے رنگ خنارخ

دیکھی ہی نہ تھی بادہ کشوں نے گھٹا سرخ
سبزے میں ادیگی سے ہوش رُبا سرخ
بے ذبح کئے ہاتھ میں ہے تیغ جفا سرخ

علا گستاخ مرحوم دام پوری۔

صبح ہوئے بھی نہ پانی آگئی ہم کو اہل
 وصل کے دن کی سحر بھی کیا کوئی معشوق ہے
 خندہ دندان شب کو تہارا یاد ہے
 صبح غم پر میں ترس کھاؤں یہ ہو سکتا نہیں
 لے شفق تو کیوں بنی ہر زخم داہن دار صبح
 قلقل مینا صدانا قوس کی شور اذال
 بھر کی شب بے چلے ہم حسرت دیدار صبح
 آفتاب صبح ہے یا شعلہ رخسار صبح
 میں ہی سمجھا نمایاں ہو گئے آثار صبح
 اے شفق تو کیوں بنی ہر زخم داہن دار صبح
 ٹھنڈے ٹھنڈے دیدنی ہر گرمی ناز صبح
 چوم کر رخسار اُن کے چوم لوں رخسار صبح
 وصل کے دن اُن کے گھر سے اُن کو لائی ہی ہے

وصل کی شب پر ترس آیا نہ گردوں کو ریاض
 ایسی اچھی رات کو بھی دے دیا آزار صبح

مجھے بڑھ کر ہے دل مرا گستاخ
آنکھ میں آنکھ ڈالے منہ چڑھ کر
پہلے سے اور رنگ صحبت ہے
بورے سوتے میں لے لیا تھا کبھی
آج تو پنی دکھا کے د ا عظم کو
سر چڑھا کوئی منہ چڑھا کوئی
چھیڑیں دونوں کی ہلکے آ پخل سے
اُن کے تلووں سے کیوں لگی ہے آج
ہاتھ دستار پر رہے د ا عظم
کہ ہے میخانے کی ہوا گستاخ

اک حماقت کے ساتھ اُدھر د ا عظم

اس طرف اک ریاض یا گستاخ

کی توبہ تو مجھ پر ہوئی یہ کالی بلا سرخ
عکس نے گلا گلوں سے نہ ہو جائے گھٹا سرخ
کس درجہ کف یا رہی اے رنگ خنارخ
دیکھی ہی نہ تھی بادہ کشو میں نے گھٹا سرخ
بزرے میں ادیگی مے ہوش بُلا سرخ
بے ذبح کئے ہاتھ میں ہے تیج جفا سرخ

علا گستاخ مرحوم رام پوری۔

صبح ہوئے بھی نہ پانی آگئی ہم کو اہل
 وصل کے دن کی سحر بھی کیا کوئی معشوق ہے
 خندہ دندان شب کو تہا ریا دہے
 صبح غم پر میں ترس کھاؤں یہ ہو سکتا نہیں
 بھر کی شب بے چلے ہم حسرت دیدار صبح
 آفتاب صبح ہے یا شعلہ رخسار صبح
 میں ہی سمجھا نہایاں ہو گئے آثار صبح
 اے شفق تو کیوں بنی ہر زخم دامن دار صبح
 ٹھنڈے ٹھنڈے دیدنی ہر گرمی باز صبح
 قلعہ منیا صدانا قوس کی شور ازاں
 وصل کے دن اُن کے گھر سے اُن کو لائی ہی ہے
 چوم کر رخسار اُن کے چوم لوں رخسار صبح

وصل کی شب پر ترس آیا نہ گردوں کو نہ یاض

ایسی اچھی رات کو بھی دے دیا آزار صبح

بھول جائیں گے خدائی کا مزامیرے بعد
 کام آئی ہے مرے۔ میری دعا میرے بعد
 نہ رہے شوخ حسینوں کے وہ دل ہی ہے
 مفتی شرع کو پینے میں تکلف نہ رہا
 نہ رہا میں تو بھی حشر پر اس کو چے میں
 آشیانے میں نفس خانہ صیاد چمن
 گزرے کتنے ہی جم خسرو پرویز کے دور
 کون پہلو میں جگہ چیر کے پہلو دیگا
 آئے ہیں مہندی لگائے وہ مری ماتم میں
 نہ وہ عشوہ نہ کرشمہ نہ وہ غمزہ نہ وہ ناز
 ارے صیاد نہ تھا میں تو نقش عظامیرا
 خاک برسی اگر آیا جو کبھی ابر بہار
 اب کہاں نقش کف پائے منائی کے چراغ
 موج بنے لاکھ بنے موج تبسم ساقی
 بنتی جنت نہ مرے واسطے تربت میری

یاد آئی گاتوں کو بھی خدا میرے بعد
 سب جفا پیشہ بنے اہل وفا میرے بعد
 کہ وفا کیا نہ رہی یاد وفا میرے بعد
 ہوئی پانی یہ مئے ہوشن با میرے بعد
 کہ جنازے کی طرح حشر اٹھا میرے بعد
 ہو گئی اور زمانے کی ہوا میرے بعد
 کبھی خالی نہ رہا جام مر میرے بعد
 قید گیسو سے چھٹا دل تو چھٹا میرے بعد
 رنگ لائی ہے قیامت کا خمیرے بعد
 نہ وہ قاتل ہے نہ قاتل کی ادا میرے بعد
 جھانکنے کو کبھی آئی نہ صبا میرے بعد
 کیا سے کیا ہو گئی گلشن کی ہول میرے بعد
 میرے گھر آئے حسینوں کی بلا میرے بعد
 نہ رہا ہائے کسی شے میں مزامیرے بعد
 میرے کام آئی حسینوں کی دعا میرے بعد

تربت کے لڑ لائی ہے چُن چُن کے چمن سے
 لال آنکھی جب اٹھتی ہے تو اٹھتی ہی نہیں سے
 پھیکا نہ کہیں شہر میں خون شہدا ہو
 انگشت نما ظاہر و باطن کا ہوا فرق
 کچھ رنگ تراشیر میں ہے حد سے سوا زرد
 کچھ آنسوؤں میں خون مرے دل کا ملا ہے
 بہنے کی طرح خون شہیدوں کا بہا ہے
 لاتی ہے بہت رنگ نقاب اُن کی دم فہر
 برسانے کو پانی کے عوض آگ و ہر سائے
 مئے جان کے پی جائیں گے میخوار دم نزع
 آئی ہے تو پھولوں سے ہوا مان صبا سُرخ
 مقتل کی زمیں سُرخ ہو مقتل کی ہوا سُرخ
 وہ آئے ہیں پہنے ہوئے محشر میں قبا سُرخ
 کیوں رگ حنا سبز میں کیوں رنگ حنا سُرخ
 کچھ حد سے سوا آج ہے خون شہدا سُرخ
 آنکھوں سے مری آتے ہیں اب اشکِ دا سُرخ
 آئینگانہ نظر بعد فنا بحمد فنا سُرخ
 ہو جاتی ہے چہرے کی بھی کجبت سوا سُرخ
 مجھ پر مری توبہ سے نہ اتنی ہو گھٹا سُرخ
 کر دی ہو سوا زہر سے لیکن ہو دوا سُرخ

پیری میں ریاض اب بھی جوانی کے منہ میں
 یہ ریش سفید اور مئے ہوش ربا سُرخ

اے دل تری جگہ شکن زلف میں نہیں
 پہنچا جو میں تو دھوم مچی بزم یار میں
 مسجد میں ظرف آب نہ تھا کوئی نے چلے
 جنت کی حور جیسے کوئی میری قبر پر
 آتا پسند کا شش کچھ ان کا کلام بھی
 ہو عکس آئینے میں ترایا ہو کوئی اور
 دن میں شباب کے وہ بھرے ہیں شباب میں
 میرا مذاق اور ہے مجھ کو تو اے کلیم
 مے کا نہ میکدے کا نہیں کچھ رہ گیا ہوش
 کس طرح اُس نے رو کے ملایا ہر خاک میں
 کچھ شوق ہے تو اہل خرابات سے ملو
 آئینہ گامیکشویطے کا شکار یاد
 سو بار سر سے شیخ کے ٹکرا چکے جسے
 جب پی لگا کے منہ دم افطار رند نے
 ہو جاؤں میں بھی گم کہیں تیری تلاش میں
 تیری طرح مجھے ہے تری جستجو پسند

یہ کون ہیں یہ یا صن ہیں رسوائے کوئے یار

آئے ہیں آج بن کے بڑے آبرو پسند

ہنس کے چہانہ دنیا ظالم نے ترسانے کے بعد
 خاک و گل میں کچھ نہ ہوگا ایک چہانے کے بعد
 آج نازک سے لبِ ساقی میں چمانے کے بعد
 رہ نہیں سکتی کبھی لبِ تہک جانے کے بعد

سو کھے کانٹے مردِ صحرا کے ہری ہو جاتے آنکلتا جو کوئی آبلہ پا میرے بعد

خدمتِ شمعِ فردوسی مجھے دم تک تھی ریاض

کیسی تاریک ہے بزمِ شعرا میرے بعد

کہہ اٹھے چپ ہو کیوں وصال کے بعد خود ہی شرٹے اس سوال کے بعد

آنکھ بھڑک کر خیموں کو دیکھ تو لوں کہ قفس دیکھنا ہے جال کے بعد

لے جوانی نہ جا بہار کے ساتھ وہ تو آئے گی ایک سال کے بعد

میرے گھر سے نہ جاؤ غیر کے گھر وہ غوشی کیا جو ہو ملاں کے بعد

اے میں قربانِ شانِ رحمت کے ہوئی پریشاں نہ انفعال کے بعد

مے کا پینا خدا معاف کرے عید آئی ہے ایک سال کے بعد

چالِ مشہور ہے قیامت کی نہ چچی وہ بھی تیری چال کے بعد

تیرے صدقے مزے کی چیزوں میں خواب بھی ہے ترے خیال کے بعد

جو کبھی ہے خوشی کے بعد ملاں تو کبھی ہے خوشی ملاں کے بعد

داغ کے بعد رہ گئے تھے جلال نہ رہا کوئی بھی جلال کے بعد

اب جوانی کو رو رہے ہیں ریاض

قدرِ نعمت ہوئی زوال کے بعد

مجھ کو نہ دل پسند نہ دل کی یہ خو پسند پہلو سے میرے جائے دل آرزو پسند

تجھ کو عدو پسند ہے وضعِ عدو پسند مجھ کو ادا پسند تری مجھ کو تو پسند

روزِ نرازل تھے ڈھیر ہزاروں لگے مجھے چپکے سے چھانٹ لائے دل آرزو پسند

تم نے تو آستین کے سوا ہاتھ بھی لگے آیا شہیدِ ناز کو اتنا لہو پسند

ہو بھی کچھ تو ہے بہت بیجا گھمنڈ
 چار دن کی زندگی پر کیا گھمنڈ
 خاک میں چھپنا ہے تو کیسا غرور
 خاک میں ملنا ہے تو کیا گھمنڈ
 بے تکلف روندتے پھرتے ہیں دل
 ہائے حسنِ جوانی کا گھمنڈ
 عجز سے بڑھ کر نہیں ہے کوئی چیز
 کیسی نخوت کبر کیا کیا گھمنڈ
 حُسن ہی اللہ نے ایسا دیا
 تجکو زیبا سب کو نازِ بیبا گھمنڈ
 ہاتھ بھی ان کو لگا سکتے نہیں
 ہے نزاکت پر انہیں کتنا گھمنڈ
 ایک فقرے میں وہ میرے ہوئے
 بات کہتے اس طرح ٹوٹا گھمنڈ
 بیچ و تاب دل کبھی دیکھا نہیں
 بیچ و خم پر زلفِ یار اتنا گھمنڈ

کوئی گویا آپ کا ثانی نہیں
 اے تریا صن اتنا غرور اتنا گھمنڈ

میں مونس تھی ہر شب خلوت ہی دور جام ہے
 وقت ہی ایسا تھا رخصت ہو گئی اُن کی حیا
 پھٹیر تھے میری پاؤں کے موقع اُن کے اُترے ہمار بھی
 حسن ہو یا عشق ہوتی ہے بری ل کی لگی
 کہہ کے میں دل کی کہانی کس قدر کھویا گیا
 بیخودی کم گشتگی سکر و تخیر محویت
 دور تک شہرت ہی اس کی طور کہتے ہیں جسے
 کوئی ہیرے کی کہنی سے کم نہ تھا ہنگام ضبط
 عشق کی تاریخ دُہرائی زمانے نے ضرور
 شور ہے رہنا قیامت سے بہت ہی ہوشیار
 بوسہ پر بوسہ ہی پیمانہ ہے پیانے کے بعد
 بات ہی ایسی تھی کھل کھیلے وہ شرانے کے بعد
 بنتے ہیں کہوں دل ہمارا پھول مہجانی کے بعد
 جل بھی رو رو کے آخر شمع پوٹانے کے بعد
 ہیں فسانوں پر فسانہ میرے افسانے کے بعد
 کچھ مقامات اور بھی پڑتے ہیں مچانے کے بعد
 بے چراغ اک جلوہ گہری میرے دیرانے کے بعد
 کچھ ہمیں بینا پڑے آنسو بھی غم کھانے کے بعد
 نام پایا قیس نے بھی تیرے دیوانے کے بعد
 اُن کے کوچے سے اُٹھی ہے ٹھوکریں کھانے کے بعد

طبع ہو بھی تو کہیں دیوان میرا لے ریاض
 دیکھنے کی چیز ہو گا یہ صنف خانے کے بعد

ڈالے نظر تہساری بلا لالہ زار پر
 صیاد گھات میں ہے تپا ہے شکار پر
 بنت عنب کے عقد میں کچھ دیر ہے ابھی
 اٹھ کر پہنچ تو جائے لحد سے یہ تافلک
 اتنا قفس سے تیز گیا میں سوچیں
 عمار و عبا و قبا سب ہیں رہیں
 شکل ہماری نزع میں آسان ہو گئی
 اودوی گھٹائیں بادہ گل رنگ سبزہ زار
 مہندی لگا کے ہاتھ میں بیٹھوں شب وصال
 ملنا مقام قیس کا مشکل تھا لے جنوں
 بیکس سی رات دن کے گھر میں ٹیڑھی ہی
 دامن میں بچھول لیکے چلے تھے عدو کے گھر

سہرا جنوں کا باندھنے والے تھے ہم یا قاض

یہ رسم اٹھ رہی مگر اب کی بہار پر

گنبد مدفن ہے یا ہی آسمان بلائے سر یہ کیس رکھتے ہیں سب اپنے مکان بلائے سر

لے گیا گھر سے انہیں غیر کے گھر کا تعویذ
 دے کے بوزلف کی رکھ لو تہ محرم دل کو
 صدقے تیرے مجھے تسکین بتسکین ہوئی
 ہو مبارک تجھے آنکھوں میں سمانا دن رات
 رہ گیا غیر کے گھر جائے بھی لائیے بھی
 باندھ لے بہر خدا اپنے بھرے بازو پر
 گھر گئے اپنے بتا کر وہ ہمیں راہ عدم
 ہاتھ بھی آئیں تو ہے ہاتھ لگانا مشکل
 ڈرتے اُن کے بھرے بازو کوئی کاغذ اُترے
 ہم نے دیکھا نہ سنا ایسے اثر کا تعویذ
 خواب میں پھر نہ ڈرو گے یہ ڈر کا تعویذ
 خطرات تھا کہ مرے درد جگر کا تعویذ
 زیب بازو رہے ہر وقت نظر کا تعویذ
 آپ کے سر کی قسم آپ کے سر کا تعویذ
 نظر بد سے بچائے گا نظر کا تعویذ
 وصل کی شب کی نشانی ہے کمر کا تعویذ
 سر بازو ہے بندھا خاص اثر کا تعویذ
 ہاتھ تھا مانتا شب وصل کے سر کا تعویذ

دل ہے اب ناگ کے آغوش میں دن رات یاقین
 بر تو سر چڑھ کے بنایا ر کے سر کا تعویذ

آغاز محبت میں یہ دل خون ہوا ہے روئینگے ابھی دیدہ خون ناب و نشان اور
 دنیا میں اب ایسا قدر انداز نہیں ہے ہوتے ہی ہدف دل کے چڑھی ان کی کھال اور
 جو پیسے ہیں پیسے نہیں وہ بھی رمضان میں سنتا ہوں کوئی بند ہوئی نے کی دکھ اور
 اچھا ہے رہیں جا کے الگ دونوں جہاں سے عشاق کے رہنے کو بنے ایک جہاں اور
 پینے کا مزاج ہے کہ منہ خم سے لگا ہو مجھ رند سے ساقی یہ کہو جائے کہاں اور
 نکلا ہے مرا نام کہ بے نام و نشان ہوں مجھ ابھی نہ ہوگا کوئی بے نام و نشان اور
 سنتا ہوں مسلمانوں میں اسبانگ بہت ہے ڈرتا ہوں مئے ناب نہ ہو جائے گراں اور
 پہنچے در و دیوار کو نقصان تو کیا غم رونے کے لئے لینگے کرایہ کا سکاں اور
 تیز آتش سیال ہے پہلے سے زیادہ اب آگ لگائے نہ ذرا پیر مغال اور
 دی ہم نے جگہ دل کو بھی آنکھوں کی برابر آنکھوں میں سماتے نہیں وہ ہو کر جواں اور

مرنے کا تر یا ضل اپنے ذرا نام نہ لینا

جینا ابھی مر مر کے تجھے ہے مری جاں اور

پرے پرے میں یہ کر لیتی ہیں اہیں کیونکر پار ہو جاتی ہیں سینے کی نگاہیں کیونکر
 دل میں آنے کی نکل آتی ہیں اہیں کیونکر اوپر اٹھ جاتی ہیں دھنچی نگاہیں کیونکر
 کر لیا کرتے تھے دل کھول کے آہیں کیونکر اب یہ رونا ہے کر اہیں تو کر اہیں کیونکر
 گدگد آنے نہیں آتی ہیں سر بام تہیں عرش پر کھیلتی ہیں جا کے یہ آہیں کیونکر
 نکلیں گھونگھٹ میں یہ مرگاں کے چونکلیں بھی بھی شوخ ہو جاتی ہیں شریلی نگاہیں کیونکر
 تو بھی جانے کہ ملا چاہنے والا تجھ کو تو بتا دے ترے صدقے تجھے چاہیں کیونکر
 کیا خبر ہے تجھے ادھیں سے سونے والے کہ دم سرد بنا کرتی ہے آہیں کیونکر

یوں لئے ہوں خشر میں بارگراں بالائے سر
 چھوٹی کشتی بنا ہے آسمان بالائے سر
 زیر مسجد میکہ - میں میکہ میں مست خواب
 ہم ہیں سوائے سائیکل میں نہیں اتنا خیال
 نخل گُل کی طرح دیوانوں سے بھی مانوس ہیں
 یہ زرا لی تیری خلقت شمع اس پر حسن بھی
 خوش کیا یوں باغ میں لاکر مجھے صیاد نے
 بیچتے پھرتے میں تم اس طرح دستے گلی
 رزم کر مالک کہ میں دو دو فرشتے بھی لے
 پیچھے کارواں کے ہم ٹھکے ماندی ہیں یوں
 پاؤں کے نیچے کی نکلی جاتی ہے یارب زیریں
 میں وہ ہوں محشر کے پیاسوں کو ملاؤں تو سہی
 آتش رنگ حنا و زلف پہچان دیکھئے

دو شبنم پر غم ہے گند کی گھڑیاں بالائے سر
 سیل اشک اس طرح چشم خوں فشان بالائے سر
 چونک اٹھا جب ہی محو فز نے اذان بالائے سر
 اے عناد اس طرح شو فغان بالائے سر
 لیتے ہیں بس جگائے باغبان بالائے سر
 ہم نے دیکھی ایک تیری ہی زبان بالائے سر
 شاخ کے نیچے فتن ہے آشیان بالائے سر
 جائے غم چھوٹی سی ہوئی کی فکان بالائے سر
 اور پھر عصیاں کا بھی بارگراں بالائے سر
 پاؤں میں چھالے ہیں گرد کارواں بالائے سر
 کھا ہے میں چکر اتنے آسمان بالائے سر
 عوض کوثر ہو گائے پیر مغان بالائے سر
 آگ تنوں میں لگی نکلا دھواں بالائے سر

لینے جاتا ہی حرم سے کیا کہیں تم کو زبیا ضل

طاق پر رکھی ہے بوتل مہربان بالائے سر

فریاد جنوں اور ہی بلبل کی فغاں اور
 کٹ جائے زبان تیری تو ہو گرم زبان اور
 جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے سینے میں تارے
 ہو جائے سچ - افلاس میں سینتا ہوں میری گارے

صحرا کی زبان اور ہی گلشن کی زبان اور
 اللہ نے دی ہے تجھے اسی شمع زبان اور
 یہ دل غنہاں اور - ہے یہ سوز نہاں اور
 دو چار مہینے ابھی ماہ رمضان اور

کوئی منہ چوم لے گا اس نہیں پر
 شکر رہ جائے گی یونہی نہیں پر
 مری تھی آج تو بھلی ہیں پر
 یہ کہنے جھک پڑے وہ ہنسیں پر
 لہو کیس کا مقتل کی نہیں پر
 نہ دامن پر نہ اُن کے آستیں پر
 بلائیں بن کے وہ آئیں ہیں پر
 دعائیں جو گئیں عرش بریں پر
 یہ قسمت داغ جس میں درج ہیں
 وہ دل ہو لوٹ دستِ نازیں پر
 رُلا کر مجھ کو بچھے اشک دشمن
 رہا و صبا یہ اُن کی آستیں پر
 اُڑا لے پھرتی ہے ان کو جوانی
 قدم پڑتا نہیں ان کا زبیں پر
 ارے او چرخ دینے کے لئے داغ
 بہت ہیں چاند کے کڑی زبیں پر
 نزاکت کو ستی ہے مجھ کو کیا کیا
 طبیعت آئی اچھی نا زبیں پر
 تمنا لے اثر او چشمِ حسرت
 اُٹھا رکھ اب نگاہ واپس پر
 دھری رہ جائے گی یونہی شبِ وصل
 نہیں لب پر شکن ان کی جبین پر
 خدا جانے دکھائیگی یہ کیا رنگ
 دعائیں جمع ہیں عرش بریں پر
 نگاہِ شوق گرم اتنی کہ بجلی
 نہ آج لے کہیں اس نازیں پر
 مجھے ہی خون کا دعویٰ مجھے ہے
 انہیں پر داؤد محشر انہیں پر

ریاضِ اچھے مسلمان آپ بھی ہیں

کہ دل آیا بھی تو کا فر حسیں پر

ہے ہم آشیاں میں بھی تو برقِ آشیاں ہو کر
 لگا دی آگ اپنے گھر میں گرم فغان ہو کر
 نہ اپنے غمزدوں کو خوش کرو اب مہراں ہو کر
 بتو تم خوش ہو ہم کیا کریں گے شادمان ہو کر
 کھلے غنچے نہ بو پھوٹی نہ شاخ گل بھلی بھلی
 قفسِ مرین جب ہی ہم آئے بہار آئی خزان ہو کر

طور والو وہ سب بام ہیں آنے والے
 شوق اور شرم اور صربات نئی استنئی
 دیکھیں لڑتی ہیں نگاہوں سے نگاہیں کیونکر
 دیکھیں ملتی ہیں نگاہوں سے نگاہیں کیونکر
 تو بہ کر کے یہ بتاؤ کہ نسباً ہیں کیونکر
 بھلیاں بنتی ہیں شرمیلیں نگاہیں کیونکر
 شرم کے پتلے کو آجاتی ہے کیونکر شوخی

ہم زیاض اور دل سے خودار سوا ہیں لیکن
 رہ کے معشوقوں میں ہم وضع نبا ہیں کیونکر

بام سے پوچھتے ہو تم کو بتائیں کیونکر
 یونہی ہو جائیگا نشہ ہمیں چینے والے
 چاند سے چہرے کی لیتھیں ہلائیں کیونکر
 ہم تو پیتے نہیں ہم تجھ کو ہلائیں کیونکر
 ایسے نازک کو شب وصل ستائیں کیونکر
 شرم کے پتلے ہیں وہ سامنے آئیں کیونکر
 درد کو پوچھتے ہیں ان کو بتائیں کیونکر
 دیکھنا یہ تھا کہ آتی ہیں ہلائیں کیونکر
 دیکھتے ہم بھی کہ ہوتی ہیں جھائیں کیونکر
 ہم لگی دل کی شب وصل بھجائیں کیونکر
 گنی جاتی ہیں مری آج خطائیں کیونکر
 کوئی رو کے یہ جنوں خیز ہو ایں کیونکر
 سوتے فتنے ترے کو چے کی جگائیں کیونکر
 لیں سنوارے ہوے گیسو کی ہلائیں کیونکر
 ضعف سا ضعف ہی ہم آپ میں آئیں کیونکر
 غیر کی جان پر اسے جان ڈرا بن جاتی
 شرم جاتی بھی نہیں شمع ہشتابی بھی نہیں
 بوسے یہ کہہ کے شب وصل لے ہیں میں نے
 بڑھتی جاتی ہے بہت اہل جنوں کی تعداد
 حشر آشوب وہ ہنگامے زمانے میں نہیں
 چھیڑتی ہے شکن زلف شب وصل میں
 مہوج بو بھی نہیں گیسو کی سہار کو یا حق

ان کی گلی میں استیں میں وضع ہو گیا گھبر کے پاس بان گری پاس بان پر
 نازک سی تیج یار ہو کیا نہ ہر کی بھٹی کھائے ہو ہی زہر مرے امتحان پر
 بننے میں شونہوں سے وہ سورج بھی چاند بھی نقش قدم بھی آپ کے ہیں آسمان پر
 غلو ت میں بھی چلی میں کسینہ زوریاں اس طرح آپ تن کے اٹھے کس گمان پر

ذکرئے ظہور نے تر پا دیا ریاض

جانا پڑا ہیں کسی اوپنی دکان پر

ترے پائے حنائی آئے جب نے رکھے اس پر کھل اٹھے پھول سبز لہلہا یا میرے مدفن پر
 نیتیری آستین پر چھینٹا لگی دامن پر رہیگا میرے قاتل غم میر تیری گردن پر
 قفس سے ہم بھی جا رہے ذرا شاخ نشمین پر کہ جوش لالہ و گل سے بہا رانی ہے جو بن پر
 لہو کا داغ لگی پار سائی اپنے دامن پر چھری میری چلی گئی اے بطن تیری گردن پر
 چمن سے اٹکے برگ گل قفس پر چھائی جاتیں مرے ٹٹے ہوئے پر چھائے رہتی ہیں نشمین پر
 بھرے تھی کچھ وہ زکسے گر آنے کی کشن میں جو منہ آئے تو غنچوں پر زباں کھولی تو سوسن پر
 جو میری تاک میں تو ہی اڑیں گے تجھے تنکے بھی اے صیاد ابھی کیا ہے نکالے گا نشمین پر
 یہ خون بے گنہ ہوا غصہ کی منہدی نہیں ظالم رہیگا تیرے دامن پر رہیگا تیری گردن پر
 بتو ہو بد گمان جس سے حرم کے کچھ موڈن میں یہ آوازے نہیں کتے میں نا قوس برہمن پر
 کچھ ایسے سادہ دل ہم ہیں ہشتہ صوکا کھاتے ہیں گمان میر کا ہوتا ہے ہم کو رہن پر
 سیئے جاتے ہیں زخم دل کہ دوری ڈالے جاتے ہیں اے او بخیہ گر میری نظر ہر چشم سوزن پر
 لگی ہے آگ سی یارب بھڑکتی ہو بھڑکتی ہے چمکے دل میں ہے لیکن نظر ہر دشت ایمن پر
 بہار ایسی کبھی آئی نہ تھی اے باغبان پہلے شے ہیں آجکل صیاد و گلچیں سے گلشن پر

چنے ہو گل بدانا کچھ تو کہتے جاؤ اُن سے بھی
 جو ان مرنے نہ پائے تھے دل آیا حسینوں پر
 ہوئے پست ایسے اُن کی خاک بھی اُڑے تہنیں دیکھی
 جو کھل کر وار موسیٰ پر تو ہم پر چوٹ پڑے میں
 قیامت اُن کی چھیریں میں سے بیتا کبینکو
 ملایا خاک ہو کر حسرتوں کو اپنی مٹی میں
 کبھی تقریر ساقی میں تجلغزش اس نے پائی ہے
 یزدگیس ہستانہ کس کہ میں اسے زائد
 تھے کوچے میں پیسا ہی اسی نے ہم غریبوں کو
 کسی محرم سنبھال لگی نہ دہرایے ہوئے انجل
 آگن میں کیا وِزیرِ فوج نہ ماں نوازی کی

ریاض اس وضع سے پہنچے کہ بولے میکہ والے

بزرگ حضورت آئے جنت میں جواں ہو کر

بالائے بام غیر ہے میں آستان پر
 کیوں نام ادا آہ گئی آسمان پر
 رسوائیاں میں ساتھ دھچک پکڑ رہا جان
 آنا اُسے ضرور تو ہوں لاکھ اہتمام
 پامیں جسے چڑھائیں حضور آسمان پر
 ٹوٹے نہ آسمان کہیں میری جان پر
 شو شو کے سر جھکے ہیں قدم کی نشان پر
 عاشق ہے ان کی نیند مرئی آستان پر
 معشوق دل کی بات نہ لائیں بیان پر
 معشوق دل کی بات نہ لائیں بیان پر

دن میں چچر غلہ کے شب میں مے کوثر کے خواب
 نکلے میرے جرم میرے علم سے باہر بہت
 بند سے آکر غبار قیس لیتا ہے قدم
 ہر طرف سے شورا اٹھا خون و د عالم و مہات
 صبح پیری آنکھ اپنی جب کھلی تو یوں کھلی
 ہوش میں اے تو بھی آتے جلتے امی فصل جن جن
 جگو کیا حسن نہ نواکھ ہو عالم فریب
 چشم حسرت دیدہ عبرت تھے دتر خاک کے
 دل سے بڑھ کر بھول میں سبزہ رگن جاں سے سوا
 ہم جرم میں آ رہے میخانے ویراں دیکھ کر
 دم بخود ہوں روز محشر فرد عصیاں دیکھ کر
 ہم وہ ہیں بیٹھے ہیں جو کتنے سیاہاں دیکھ کر
 حشر کے دن میرے قاتل کو پشیمان دیکھ کر
 جیسے کوئی چونک اٹھ کر خواب پریشان دیکھ کر
 دور سے کھنچتا ہی دل دیوار زندان دیکھ کر
 کون دیکھے ان جبینوں کا گریباں دیکھ کر
 رو دیئے ہم عالم گور غریباں دیکھ کر
 پاؤں رکھنا میری تربت پر مری جاں دیکھ کر

سحر ہیں اعجاز میں سب چیدہ اشعار ریاض

معتقد ہم بھی تھے حضرت کا دیواں دیکھ کر

نظر ہے حضرت داعظ کی خلد و کوثر پر
 جے تھے پہلے سی ہم رند حوصل کوثر پر
 کہا تھا ہم سے کہ آئیں گے پہنچے غیر کے گھر
 نگاہیں ستم کی ہیں اور آنکھ سانی کی
 یہ خشک آج ہوئے ہیں زرا۔ لہور و کر
 قفس کی ٹوٹی ہیں کچھ تیلیاں بھی لے صیاد
 وہ خود ہی پھوٹے گا فضا و دل کا پھوٹا ہے
 چھلکتے جام کی موجیں میں سے ہونٹھ نہیں
 بہت ہی اونچے گئے یہ پہنچ کے منبر پر
 نگاہیں دور سے ڈالیں ہجوم محشر پر
 وہ کل کی بات گئی آج روز محشر پر
 یہ موجیں وہ ہیں جو چھالی ہیں کد ساغر پر
 بہت ہنسیں نہ لب زخم دیدہ تر پر
 بہت سے پر ہیں قفس میں بہت سی باہر پر
 یہ اٹھ رہی گانہ تجھ پر نہ تیرے نشتر پر
 جو اٹھ کے ہوتی ہیں قفس تیرے لب تر پر

جاؤں حرم کو تو خود آواز کے ہمراہ نا توں چلے دست برہن سے نکھر
کہتی ہے یہ شوخی نگہ شوق بھی ہٹ جائے آتا ہے کوئی آنکھ میں چلن سے نکھر

پہنے کفن کیا یہ ریاض آئے حرم میں
یا کوئی بزرگ آئے ہیں مدفن سے نکھر

ہے عرش ریں اور مدینے کی زمیں اور اللہ یہاں کے ہیں مکاں اور یکس اور
اٹھ اٹھ کے چلے ساتھ کئی طویش اور جو کبے کو جاتے ہیں وہ جائگے کہیں اور
آخر تجھے کس بات کا دعویٰ ہے زلیخا تو کوئی دکھا دی مری یوسف ساحیں اور
ہے عرش ریں فرش رہ گنبد خضرا ہے میری حبیں اور فرشتوں کی حبیں اور
دو دنوں میں مقام ایک مکان ایک یکس ایک کعبے سے کوئی جا کے مدینے میں نہیں اور
بدلوں دل پر نقش سے کیا مہر سلیمان وہ نقش و نگیں اور ہے یہ نقش و نگیں اور
سیدھا سا مسلمان ہوں سمجھتے ہیں بت بھی ملت نہ مری اور نہ میرا کوئی دیں اور
فرماہیں گے مجھ کو شرف اندوز زیارت ٹھہرا ہے سینے میں جدم باز پس اور
دن دن ہوئی جاتی ہے جو نزدیک قیامت وعدے کی وفا کا مجھے ہوتا ہی یقیں اور
منہ پونچھ کے کہنا وہ مرا شیخ حرم سے ہاں نام سے زمزم کے ذرا قبلہ دیں اور
ترت ہو قیامت ہو جہنم ہو کہ جنت ہم اٹھ کے نہ جائیں گے ترکہ دہکھیں اور

لو کھول دیں آنکھیں شرف سجدہ ورنے

ہیں اپنی نگاہوں میں ریاض آج ہیں اور

گرد و امن بن گیا صحرا کا دامن دیکھ کر پاؤں پھیلائی ہیں میں نے بھی سیاہاں دیکھ کر
تو نہ جا جانے بھی داب کوئی لہائی کا خیال قیس دنیا کیا کہے گی شجکو عریاں دیکھ کر

اُن کے ہوتے کون دیکھے دیدہ و دل کا بگاڑ
 اس کی مغل کا مرقع کھینچ لے مانی مگر
 تیرے جھکے سر جھکے ہیں دل کے لینے کو حیل
 دختِ رز کو شکل تیری دیکھ کر نفرت ہو
 ہاں ہی پھر کعب بن جائے گا لے شیخِ حرم
 ہو تعلق گلِ خوں سے تو مزا ہر بات میں
 میرے حال زار پر آجائے جھکو آپ رحم
 پر گیا دونوں میں فرطِ رشک کی کیا بگاڑ
 اس مرقع میں ذرا تو غیر کا چہرہ ابگاڑ
 کم لگا کر دام لے ظالم نہ تو سودا بگاڑ
 تلخی نئے سے ارے زاہد نہ اتنا بگاڑ
 بتکدے کا پہلے نقش کھینچ پھر نقش ابگاڑ
 کیا بناوٹ کیا کھنچاوٹ کیا لگاوٹ کیا بگاڑ
 او بنانے والے میرے جھکو تو اتنا بگاڑ

کوئی ہوں کافر ہوں یا اللہ والے اے ریاض
 چار دن کی زندگانی میں کسی سے کیا بگاڑ

کسی کا ہاتھ یہ بہکا بڑا سودا اعظ
 اس انتظار میں اس شوق میں وہ آئیں گے
 اٹھیں گے ہم نہ جنازہ ہمارا اٹھے گا
 چھپا ہوا آج تو کیا کل کھیلے گا قتل کمال
 یہ سمجھے رہا کہ اس کو توڑنے کا خیال
 شکستہ جام گلی و اعظو بہت ہی مجھے
 شریک میری صراحی کے قہقہے بھی ہوئے
 مرا خیال ہے تجھ کو لے گراں جانی
 نصیب سنگ لحد کو ہوئی تھی نقش قدم
 وہ تابش و در و ندان وہ جنبش لب تر
 و بارہ قتل مینا سے سخت دل و اعظ
 اڑا کے لے گئے گلشن میں خانہ صیاد
 بڑھی ہماری سیہ اختر کی یہ تاثیر
 میں ہوں وہ بندہ آزاد ناز مجھ کو ہے

وہ سمجھے آ رہی سجد کی محبت مر و مر پر
 کھیلے جو پھول وہ مرجھا چلے ہیں ستر پر
 ہماری خاک ہمیں لائی ہے ترے در پر
 یہ بات آئے گی اک دن زبانِ خنجر پر
 کہ بعد تو بہ نگاہیں مری عینیں ساغر پر
 نہ تم ہنسو مرے پھوٹے ہوئے مقدر پر
 بڑھایہ شور بھی ہنگامہ سائے محشر پر
 بہت ہی ناز ہی قاتل کو اپنے خنجر پر
 اتر گئے مرے دل میں بڑے جو پتھر پر
 رواں ہے کشتی مے کیسی آب گوہر پر
 اثر نہ ڈال سکے میرے شیٹے پتھر پر
 یہ ہم نے رہ کے قفس میں نکالے کیونکر پر
 سیاہی شبِ غم چھا گئی ہے اختر پر
 خداے برتر و آقاے بندہ پر در پر

زیاض ہائے تیرا وہ خواب کا انداز

سب تو ہے تیرا دستِ شوقِ ساغر پر

کوئی ان دونوں سے بچ جائے نہیں یا قفس
 دم مرا گھٹتا ہے دل جاتی زرا تازہ ہوا
 چھوٹ کر بھی ٹوٹ کر آتا ہوں بجلی کی طرح
 سو بہار میں آچکیں لیکن نہ یہ بد لاگیا
 کو پلیں پھوٹیں بہار آئے کھلیں گل چل گیا
 قول کر پر رہ گیا میں آج اسے باد بہار
 بجکولے صیاد وہ راحت ملی ہے میں تو کیا
 شاخ گل شاخ قفس شاخ نشیں ایک ہے
 بولتا ہر طوطی مینائے مے قفل نہیں
 بجلیاں بنی بجلیاں میں آشتیاں سے تاقفس
 کوئی لے جاتا سو گلشن سو صحرا قفس
 دور سے میں نے کھلا دیکھا جہاں اپنا قفس
 میرے دل سے بھی سوا ٹوٹا ہوا میرا قفس
 میں محسوس ہے بال و پری ہے اوہ میرا قفس
 سیر ہوئی سوئے گلشن لے کے اُٹ جاتا قفس
 جھانکنے کو بھی نہ آئے گا مرا سایا قفس
 مردہ دل کو کیا گلستاں کیا نشیں کیا قفس
 موج مے طوطی ہے گویا اور ہی مینا قفس

صدقے ہونی کو ریاض آئی گلستاں کی بہار
 اس طرح صیاد نے پھولوں سے کچھ چھایا قفس

ہے بری شے کاتب اعمال انسان کی ہوس
 دامن الجھائیگی میرا میرے دامن کی ہوس
 اے جنوں چنوائے گی تنکے بیاباں کی ہوس
 بجکولے ڈوبے گی اک چاہ زرخشاں کی ہوس
 مجھ پریشاں کی تنہا مجھ پریشاں کی ہوس
 اک ذرا سے دل کو ہر چھوٹے سہ پکیاں کی ہوس
 ہے بری شے کاتب اعمال انسان کی ہوس
 دامن الجھائیگی میرا میرے دامن کی ہوس
 سر سے پانی ایک دن ہو جائیگا اوچھا ضرور
 میں فدا او گیسوؤں والے ستائے گی تجھے
 ٹوٹ کر دل میں ہے یا ڈوب کر دل میں ہے

میرے بیان پر آج ہے طرزِ بیاں کوناز
 بیدار یوں بچ اپنی ترے پاسباں کوناز
 گرتے ہیں ٹوٹ ٹوٹ کے خود صید تیر پر
 دونوں سے رات دن ہے تعلق کہیں میں
 تم نے ملائے خاک میں لاکھوں تو کچے نہیں
 اُس سنگِ در کو بارِ مر اسجدِ جہیں
 بوزلف کی ہے رنگ ہو اس میں شاب کا
 اٹھا دھواں جگر سے مگر اُف کبھی نہ کی
 میری زبان پر آج ہے اُردو زبان کوناز
 سوتے نصیب پر مرے خواب گراں کوناز
 مرگان پر اپنی ہے مری ابرو کھاں کوناز
 مجھ پر نفس کوناز مرے آشاں کوناز
 مجھ کو ملا کے خاک میں ہے آسماں کوناز
 رکھتے جو پاؤں غیر تو اس آستاں کوناز
 ایسی پر ہی کھنچی کہ ہے پیرِ مغاں کوناز
 ہم دل جلوں پر آج ہے سوز نہاں کوناز

سو بار امتحانِ ننگہ ناز لے چکی

مجھ پر نہ یا ض ہے ننگہ امتحان کوناز

جو پلائے وہ رہے یاربے وساغزو خوش
 سنگ غل آلودہ کو سمجھے ہیں گلشن کا پھول
 اس گلی کے رہنؤ مالے بھی مزی کے لوگ ہیں
 بول گئے سہیہوں لگاتا سخت جانوں کو کوئی
 خم کے خم بھر بھر کے جائیں کم نہ ہوئے بوند بھر
 خون پانی ایک میرا ہو گیا ان کے لئے
 دل میں گھر کرتی ہے وہ کافر شرہ کافرنگ
 خانہ باغ غیر میں تھے یا کھلے سید ان میں
 خوش ہے پیر خان جاتے ہیں اس کے در سے خوش
 توڑ کر سترے دیوانے ہیں کیا پتھر سے خوش
 فتنہ محشر سے خوش ہنگامہ محشر سے خوش
 ہم گئے مل کر ہو کر کیا کیا ترے خیر سے خوش
 زاہد وہم ہیں تمہارے چشمہ کو تر سے خوش
 اپنے زخم دل سے خوش ہوں انہی چشم تر سے خوش
 میں تے پیکان سے خوش ہوں میں تے نشتر سے خوش
 وہ کہیں سے آئے ہوں آئی کچھ باہر سے خوش

میکدی میں آ کے پیتے ہیں ملتے ہیں ریا ضل

کہہ ہی ہے ختم ان کی ہیں یہ اپنے گھر سے خوش

نہیں مینا لے شراب فروش
 پہنچے کبھے میں ہم شراب فروش
 سمجھے ہیں خود کو کیا شباب فروش
 نقد ملے کے میں سراپا لطف
 ہے کوئی شاہد شباب فروش
 لیکے مشکیزہ بن کے آب فروش
 دن جوانی کے میں شباب فروش
 بولے پیشہ۔ کہا کتاب فروش
 سُن کے یہ بیچتا ہوں۔ دل کی بیاض

پڑتے ہیں اس راہ میں سید ان مجھ سیکڑوں
صدقے دستِ ناز کے ارمان پورا ہو گیا
قبر میں بھی حشر میں بھی ہو گی میرے دل میں کیا
لئے والے حشر کا ہنس منہس کے وہ لیتے ہیں نام
شوق ہے دامن سے نکلے دامن دل میں ہے
لے چلی ہے اب تو ہم کو کوئی جان کی ہوس
ساتھ ہی نکلی گریباں کے گریباں کی ہوس
ساتھ جاتی رہیں جاتی ہوں انساں کی ہوس
اجی نکلی سچے سچے قول و پیاں کی ہوس
لئے جنوں اب ہی میرے خاں دامن کی ہوس

کچھ سیہ کاری کی حد بھی ہے بہ این لیش سفید

لئے ریاض اس عمر میں ہے تم کو عصیاں کی ہوس

تو بھی صیاد نہیں مرغ گرفتار کے پاس
غیر بھی انجمن تاز میں ہے یار کے پاس
بند آنکھیں میں مری حال نہیں کھلتا ہے
ہے بڑی شوخ قیامت تجھے معلوم نہیں
لے کے تم ان کو کلیجے میں عدو کے رکھنا
بوسہ لینے کے لئے میری لب شوق کہاں
اٹھ گئے کہہ کے بلا لے کوئی فریاد کو آج
دیکھ لے شیخ کہن سال تو آنکھیں کھل جائیں
قیس نے بچ لیا طور لیا موسیٰ نے
دامن ترے دیا کام کچھ لے کر مٹی حشر
نفس پیری و ریاض اب نہیں اٹھا جاتا
اور رکھا ہے فتن باغ کی دیوار کے پاس
باغ میں خار بھی ہے پھول بھی ہے خار کے پاس
دور ہیں آپ کہ ہیں طالب دیدار کے پاس
آتی جاتی ہے ترے فتنہ رفتار کے پاس
خار سرت میں کٹی میرے دل زار کے پاس
بجلیاں کان کی ہیں آپ کے خسار کے پاس
میٹھ کر رات زرا کاٹ دی بیمار کے پاس
جام اک جم کے زلٹنے کا ہی بخوار کے پاس
لی جگہ تھوڑی سی ہم نے تری دیوار کے پاس
زاہد خشک بھی میٹھے گنہگار کے پاس
گاہے باہی کبھی جا رہتے ہیں کٹار کے پاس

| | |
|------------------------------|--------------------------------|
| میرے دل کو ہے غم یار کی حرص | مجھے بڑھکر مرے غنوار کی حرص |
| حرص زرت سے نہیں خالی کوئی | دو جوئل جائیں تو ہے چار کی حرص |
| حرص پیری میں سپہ کاری کی | ہائے مجھ پیر سیہ کار کی حرص |
| جب کبھی پی تو پلا کر ہم نے | اور بدنام ہے میخوار کی حرص |
| دل میں ہر دم اسے بڑھتے دیکھا | ہائے ری لذت آزار کی حرص |
| کچھ عجب چیز ہیں دیوانہ زلف | رکھتے ہیں طول شب تار کی حرص |
| خون پینے سے نہیں پھیرتی منہ | اُن ری ظالم تری تلوار کی حرص |
| پھر گیا خنجر خونخوار کا منہ | مٹ گئی خنجر خونخوار کی حرص |

ابھی معشوق سے ہے ربط ریاہٹ

ابھی پیری میں ہے کچھ پیار کی حرص

| | |
|--------------------------|------------------------------|
| میکدے سیوا کباب فروش | رات دن گرد مسجد جامع |
| ہے کہاں حاجی ثواب فروش | کیسی مے مول لونگا جج کا ثواب |
| ہم یہ کار و حضاب فروش | خوب ہیں شاہان بازاری |
| ہو جہنم اگر عذاب فروش | آگ لیں بادکش شراب کے مول |
| بنتی ہے نوجوان شباب فروش | زال دنیا ہو یا ہو دخت سررز |
| جب حکومت نہیں طلب فروش | صرف دولت عبت ہی بہر خطاب |
| مل گیا قاصد جواب فروش | غیر کے پاس میرے خط کا جواب |
| برق ہو کاش اضطراب فروش | مول لوں بے قرار دل کے لئے |
| تھے توڑینگے آفتاب فروش | بیل انگور کی ہے کاہشاں |
| دے مجھے قرضائے شراب فروش | حشر میں دوں گا ایک کے دس دس |

کام کی چیز ہے ملے تو ریا ض
نوجوان دخت رز شباب فروش

وہ ہنس کے کہہ رہے ہیں مقامِ اثر غلط
 واعظِ ترایہ وعظ نہیں سہرِ سر غلط
 سر پہ ہمارے سایہ دیواریاں جھوٹ
 چلتے ہیں ناز سے تو لچکتی ہے کچھ ضرور
 چوری سے تھا قفس کے اڑانے کا اہتمام
 چُبھتی ہوئی ہے سب یہ نہیں کی زبانی
 دیکھی ہے ہم نے عمر دور وزہ میں ایک بار
 دیوانہ آ رہا ہے کوئی کوئے یار میں
 جب سن چکے وہ حال تو یہ کہے اٹھ گئے
 تجھ میں بڑی ہی مری جانِ اتن
 کیوں کہہ گئی صبا کہ کٹے گی ترنجیباں
 سوسن تری زبان کی ٹھہری اگر غلط

بنتے ہیں کچھ تریاصل بھی اس فن کے مدعی
 اشعار ان کے خوب ہیں دعوئے مگر غلط

راتِ فرقت کی بنے زلف سا کو کیا غرض
 غیر کے کوچے میں جا نا آپ کا وہ کیونچھیلے
 کام تو اس کا ہے گل کرنا چراغ گور کا
 جو اوپر مر رہے ہیں شوق سے مرتے ہیں
 میرے لب تک ضعف میں آ جاؤ تو احسان ہے
 شوق سے جائیں حد کی محفلِ ماتم میں وہ
 شکر جو ران کی زبان پر ہونٹھ پر شکر ستم
 دخترِ رز شب کو آجاتی ہے چھپکر میرے گھر
 وصل کی شب تلخ ہے تل کی بلا کو کیا غرض
 خاک آنکھوں میں وہ ڈالے لقتل پا کو کیا غرض
 پھول لائے قبر پر بادِ صبا کو کیا غرض
 جائے بن بن کر قضا ان کی ادا کو کیا غرض
 کیوں اٹھائے آسمان سر پر دعا کو کیا غرض
 پاؤں ٹپڑ کر انہیں دے کے حنا کو کیا غرض
 شکوہ بیداد سے اہل وفا کو کیا غرض
 سیکدے میں جاؤں مجھے پرہا کو کیا غرض

کفر و ایمان سے نہیں کچھ بحث رکھتا ہی کیا
 کیونچھیلے جھگڑے میں اس مرد خدا کو کیا غرض

وہ لوٹنے کو بیٹھے ہیں تیری بہار شمع
 جلوے سے تیرے بزم میں روشن ہزار شمع
 میری لحد پر آکے ٹکد رہی ہوئی ہے تو
 بے بات یہ نہیں کاٹی گئی بزم میں نہ بان
 موج رواں سے پھیلی ہے بجلی کی روشنی
 اللہ جل رہی ہے یہ کیسی بھی ہوئی
 اُس انجمن کی آگ ہے دل میں لگی ہوئی
 خلوت میں اٹھ کے تو بھی گئی غیغی غدو کا ساتھ
 کچھ کم نہیں کسی سے ترا حسن و لافروز
 رخ پر ہوا سے آتی رہی بار بار زلف
 بڑھ کر نہ گل بنے کہیں پھولوں کا ہر شمع
 قربان شمع چاند سے رخ پر نشا شمع
 پروانے پر نکال نہ دل کا غبار شمع
 بے اعتبار شمع ہے بے اعتبار شمع
 روشن ہے میکدے میں کون سونہار شمع
 میرے مزار پر ہے مری سو گوار شمع
 پروانے سے سوا ہو جہاں مقبرہ شمع
 کب سے مچی ہے بزم میں تیری پکار شمع
 پڑیچ موج دو د سے گیسو سنوار شمع
 گل انجمن میں آج ہوئی بار بار شمع

ہم بھی گئے تھے آج مزارِ تمیاض پر
 پڑمردہ چند پھول تھے اک اشکبار شمع

| | |
|--------------------------------------|--|
| کافر بتوں کے نام ہوں کیونکر تمام حفظ | اتنے خدا کہ ہونہ سکیں جن کے نام حفظ |
| مطلب خطبہ ہو کوئی فقر نہ چھوٹ جائے | قاصد نے حرف حرف کیا سب پلیم حفظ |
| رونامرا ہوا اور بھی باعث ثواب کا | پڑھتا ہوں سوز میں نے کہے ہیں سلام حفظ |
| دوزخ کا ڈر نہیں ہے تو پتھر کی آگ کیا | کافر بتو ہمیں ہے خدا کا کلام حفظ |
| پیتے ہی یاد آگئے بھولے ہوئے سبق | پوچھو کسی مقام سے ہی ہر مقام حفظ |
| میخانے میں نماز جو کی تو نے جلد ختم | سورہ بڑا نہ تھا کوئی تحسین کو امام حفظ |
| تجھ کو قفس میں تیری سناؤں گا گفتگو | صیاد باتیں کی ہیں تھی زبرد ام حفظ |

کس کو نہیں ہے قدر ہمارے کلام کی
لوگوں کو ہے ریاض ہمارا کلام حفظ

سرکارِ حسن سے یہ ہوئی ہے سزلے زلف
مُشاطہ سرِ چڑھی ہے کوئی کیا بلائیں لے
دیکھیے تو کوئی گیسوؤں والوں کی شوخیاں
ایسا نہ ہو کہ ہاتھ سے اُس کے شکن بھی جائے
ہر لاگ کا لگاؤ کا باعث نگاہ ہے
دل کو ہے چچ و تاب کہ یہ چاہتی ہے کیا
گیسو سوار نے کی ادا کہہ رہی ہے کچھ
طوق گلو کی یاد نہ ہم کو کبھی ستائے

چوٹی نے کس جسے ہیں بڑی دستِ پائی زلف
موتی پرو کے بن گئی وہ تو خدائی زلف
اب میرے دل کا نام ہے نا آشنا زلف
اس طرح آستیں نہ ہم پر چڑھائی زلف
دل کی نہ کچھ خطا ہو نہ کچھ خطائی زلف
کچھ زلف ہی کھلے تو کھلے مدعا زلف
دشمن کے گھر کی بات کہا تکتائی زلف
زندان سے ہم جب آئیں گلے سے لگائی زلف

اک تم نہیں کہ زلف کو ہونا زلے ریاض

دیوانے سو ہزار ہیں تم سے فدا زلف

روٹھے ہوئے کہ اپنے ذرا اب منائی زلف
درگزرے دل کی یاد سے ہم جان تو بھی
وہ کیوں تباہ ہے ہم کو دل گم شدہ کا حال
کبھرائے بال دیکھ لیا کس کو بام پر
کس طرح ان جمنوں کے بھرتی رہی ہے کان

پیارا ہے دل تو ناز بھی دل کے اٹھائی زلف
چھپے پڑی ہے جان کے اب کیوں بلائی زلف
پوچھیں جنابِ خضر تو رستہ بتائی زلف
ہر وقت ہائی زلف ہی ہر لحظہ ہائی زلف
پہنچے نہ تیرے کان میں لے دل صدائی زلف

نیا دل ہے نئی اُلفت نیا داغ
 بہار آئی ہے اے بلبل ملیں گے
 بُرے ہم۔ داغ پایا دل کے بدلے
 وہ دل کے مدعی یہ کون دل کا
 مُبارک آرسی کو چاند سی شکل
 ارے ظالم مرا غل گشتہ دل ہے
 پھلے پھولے ہوئے سواغِ صدقے
 ہمارے زخم تو ہنستے تھے ہم پر
 جو چمکا آفتاب حشر بن کر
 ملی مٹی میں اور اک چاند سی شکل
 یہ کس کی موت مجھ سے کہہ ہی ہے
 بظاہر کچھ نہیں واقع میں یہ ہے
 ہمارے داغ سے ہے قبر و طش
 انہیں غم نے اُنہیں کھایا اصل نے
 سزا دل کی دکھائے جو مراد داغ
 چمن کو پھول دل کو خوشنما داغ
 تم اچھے۔ لے لیا دل دیدیا داغ
 بُری ہوگی اگر ابھرا ذرا داغ
 مبارک میرے دل کو چاند سا داغ
 لگایا تو نے دامن میں بُرا داغ
 ارے مجھ کو بہت پھولا پھلا داغ
 بنے اب خندہ ونداں نما داغ
 ابھی تو میرے دامن میں یہ تھا داغ
 بُرا پہلے سے بھی یہ دوسرا داغ
 نہ دے ایسا کسی کو بھی خدا داغ
 مٹے ہم مٹ گیا دل مٹ گیا داغ
 چراغ گور سے اچھا رہا داغ
 ریا ضل اب میں اب میں میرا داغ

حشر میں بات کیا تھی وہ جس نے کیا عرق عرق
 رنگشے اب سے بھی سُرخ رنگشے اب سے بھی سُرخ
 یار کا چہرہ عتاب آج بنا ہے آفتاب
 کیسی بھنی بھنی ہے آج جاں گھٹی بھنی ہے آج
 حال ہے کیا دم وصال شکل ہوئی ہے کیوں نہ حال
 پس تو بے اے جناب دیکھ کے مرنے سے اجتناب
 داور حشر عفو کر اُن کی جفا سے درگزر
 پی کے ہو کر تجو بے حجاب تو نے پی کہاں شراب
 اور ہوا میں تھے یہ کل حشر میں کیا ہوا وہ بل
 اہل حرم کو ہونہ عار آج تو زمزمی میں یار
 دیکھ کے شیشہ شراب آئی نہ محسب کو تاب
 اُس نے کہا شراب ناب میں نے کہا عرق عرق

تو بے ہمیں ہے اب عذاب مانگیں نہ پاؤں اگر شراب

کہہ دہمیں ہے اے جناب ہوں تو ذرا عرق عرق

دل لگانے کے ہیں ہزار طریق جان جانے کے ہیں ہزار طریق
 کبھی منہ دی تو ہے عتاب کبھی رنگ لانے کے ہیں ہزار طریق

دل کھاکے دوش ناز سے گرنا ادھر ادھر
 وہ زلف اور ہائی وہ کافر ادائی زلف
 لیکر بلا میں غم وہ کشاکش میں پڑ گیا
 دل زلف کو ستائے نہ دل کو ستائی زلف
 پھندے میں اس کے طائر دل آ رہیگا آپ
 مرغِ نظر کو دام میں پہلے پھنسا ئی زلف
 پینگائے اور یہ جو بنوں رہنمائے دل
 صد سال زنا بدول کو تو برسوں جھٹلائی زلف
 آشفنگان زلف کا برہم ہے کیوں مزاج
 کہتا ہے کون کوئی نہ ہو مبتلائی زلف
 سائے سے اس کے بھاگتے ہیں لوگ درود
 بگڑی ہوئی ہے آج کل اسی ہوائی زلف

تم نام اُن کی زلف کو رکھتے ہو کیوں تے یا ض
 سُن لے تو یکایک کی سو سو سنائی زلف

تھکائے اور دورِ آسمان تک
 بڑی اس دل کی بیتابی یہاں تک
 دم وعدہ انہیں ہے بار بار تک
 مجھ بیٹا پڑے آخر وہ آنسو
 کوئی سو بار اُڑے سو بار بیٹھے
 گلہ بھی تھا کسی کا راز کوئی
 سلامت ہیں اگر میرے پر وبال
 مری بیداریاں بیکار کیوں جائیں
 کچھ اس نے اس طرح کاٹی مری بات
 جنوں سے ہم نہ کوتاہی کریں گے
 خدا یا میرے سجدے دور ہی سے
 سہارا کچھ تو در ماندوں کو ہوتا
 مری فریاد سن کر چپ رہیں گے
 مجھی پر چھوڑ دو میری مئے تلخ
 کلیسا و حرم دونوں میں آباد
 پھر آخر گردشِ قسمت کہاں تک
 ہمیں ہم میں زمیں سے آسمان تک
 زباں تھک جائے زباں تک
 جو بھر جاتے زمیں سے آسمان تک
 قفس سے یوں ہم آئے آشیاں تک
 کہ آکر رہ گیا میری زباں تک
 قفس جائے گا اڑ کر آشیاں تک
 انہیں پہچا دو چشمِ پاسبان تک
 کہ کھڑے ہو گئی میری زباں تک
 ہمارا ہاتھ پہنچے گا جہاں تک
 پہنچ جائیں کسی کے آستان تک
 پہنچ جاتے جو گرد کارواں تک
 اسے پہنچائیں گے وہ آسمان تک
 مزا۔ اس کا ہے کچھ میری زباں تک
 مرے ناقوس تک میری آواز تک

بات کیا چاہئے بگڑنے کو روٹھ جانے کے ہیں ہزار طریق
 غیر کہہ ہونے پر نہیں موقوف مٹہ بنانے کے ہیں ہزار طریق
 روٹھیں سو بار کچھ نہیں پروا کہ مٹانے کے ہیں ہزار طریق
 غیر کہ گھر کی سینکڑوں باتیں ان کے جانے کے ہیں ہزار طریق
 کہتے ہیں وہ مرے جواب میں شعر مٹہ چڑھانے کے ہیں ہزار طریق
 کھلے رستے میں زلف کے ائے دل چلے آنے کے ہیں ہزار طریق
 کہہ رہی ہیں ادائیں ساقی کی مے پلانے کے ہیں ہزار طریق

کہہ رہا ہے یہ دست شوق ریاض
 گدگد آنے کے ہیں ہزار طریق

نہیں چھپتا ترے عتاب کا رنگ کہ بدلنے لگا نقاب کا رنگ
 بھر گیا آنکھ میں شراب کا رنگ ظالم اُف رہو ترا شباب کا رنگ
 اب تو لالے ہیں جان مضطر کے اور ہی کچھ ہی اضطراب کا رنگ
 تیرے آتے ہی ہو گئی پانی اڑ گیا مقرب شراب کا رنگ
 رنگ لائے گا دیدہ پر آب دیکھنا دیدہ پر آب کا رنگ
 داغ و اس نے بھی کیا پیدا حشر کے روز آفتاب کا رنگ
 شیخ جانا ہے تجھ کو جنت میں دیکھتا جا مری شراب کا رنگ
 صدقے میں اپنی پارسائی کے کہ بڑھاپے میں ہوشیاب کا رنگ
 خون سے جیسے واسطہ ہی نہیں صاف ہو خنجر پر آب کا رنگ
 ریش و اعظاف سفید ہے کتنی نہیں چڑھتا کبھی خضاب کا رنگ
 رنگ کا اس کے پوچھنا کیا ہے جس کا سایہ بھی نہ گلاب کا رنگ

سچ ہے اے حضرت ریاضِ حیات
 کہ جدا سے ہے جناب کا رنگ

آتے ہی چھا گیا شراب کا رنگ پیتے ہی آگیا شباب کا رنگ
 اور سے اور ہے نقاب کا رنگ پھوٹ نکلتا ہے شباب کا رنگ

کچھ ایسا ربط ہے صیاد کے ساتھ ہمیں ہم ہیں قفس سے آشیاں تک
 ہمیں ٹھکراتے جائیں جو دماں جائیں پہنچ جائیں بڑی نہی ہم آستان تک
 معاصی کے سوا دود و فرشتے انہیں لاوے پھر دیاں کہاں تک
 پہنچ جاؤں جو یا رب میکہدے ہیں مر یا فی بھرے پیر مغاں تک
 وہ خوگر نالہ دشمن کا ہو جاوے نہ سنتا ہو جو حرف داستان تک

ریاض آنے میں ہے ان کے ابھی دیر
 چلو ہو آئیں مرگ ناگہاں تک

کوئی پوچھے نہ ہم سے کیا ہوا دل
 یہ کہہ کر دے دیا مجھ کو مراد دل
 مراد سے جائے گی مجھ کو تری آنکھ
 چمن میں جو کھلا گل میں یہ سمجھا
 اٹھے گا لطف صحبت کا ابھی تو
 کسی سے یوں دغا کرتے نہیں ہیں
 قیامت ہے تمہاری چلیبی شکل
 ہمارا دل ہمارے کام کا ہے
 بہت ہی حرم کو اپنے جام پر ناز
 کسی کا زور پھر چلتا نہیں ہے
 اسے کس منہ سے کہتے ہو بڑا تم
 گیا وہ دغا لے کر دغا دے کر
 حسیں اس کو بڑا سمجھے بچی جاں
 کہیں کیا کس نے ٹوٹا کس کو ٹوٹا
 وہی اچھا تھا اس چھاتی کی سلت سے
 ہوا کیا لٹ گیا دل مٹ گیا دل
 ہمیں کو سے گا دے گا بدعا دل
 مراد سے جائے گا تجھ کو مراد دل
 کہ ہے میرا یہ مرجھایا ہوا دل
 نئے تم جوئے ہم ہیں نیا دل
 ارے او بے مروت بے وفا دل
 قیامت ہے ہمارا چلبلا دل
 کہاں پائیں تمہارے کام کا دل
 ذرا لانا مرا ٹوٹا ہوا دل
 کسی سے جب کسی کا دل گیا دل
 تمہیں کس دل سے دیتا ہوا دل
 نشانی دے گیا دل لے گیا دل
 بڑا بن کر بہت اچھا رہا دل
 لٹے ہم تم لٹا جو بن لٹا دل
 بدل دیتا کسی بُت سے خدا دل

چہرے پر آگیا عتاب کا رنگ
 ساتھ تھائے کئے ابر رحمت بھی
 قدم آئے کس کے معشر میں
 برق تاب ایک ایک تار نقاب
 وہ نئے سُرخ وہ سیہ بوتل
 دور سے بوسہ لیں مے لب شوق
 چھا گیا سر پر آگے ابر بہار
 بوسہ لیتے ہی غیند بن کے اڑا
 اُترا اُترا وہ بام پر چہرہ
 پہلے کو سے بھگوئی ریش سفید
 گل غارض نے یہ اثر ڈالا
 آتش ترنے اور سُرخ کیا
 ہم نے ان سے کیا ہر صاف سوال
 چشم پر غل کا رنگ لانا کیا
 حُسنِ انسان کو مے کے دیکھ لیا
 لیں وہ دامن میں کیا گلاب کے پھول
 پائے رنگیں کی خاک بھی تو نہیں
 جان کا ہے عذاب ہجر کی رات
 خون رُلواتے ہیں جناب ریاض
 قہر ہے مہر اس نقاب کا رنگ
 ہر گنہہ پر چڑھا ثواب کا رنگ
 ہو گیا زرد آفتاب کا رنگ
 ہے نرالا ترے حجاب کا رنگ
 وہ بہار اور وہ سحاب کا رنگ
 ٹپکے رخ سے تری شباب کا رنگ
 جم گیا آتے ہی شراب کا رنگ
 دیکھنا میرے مست خواب کا رنگ
 پھیکا پھیکا وہ ماہتاب کا رنگ
 دیکھ اے شیخ پھر جناب کا رنگ
 بن کے بلبل اڑا گلاب کا رنگ
 نئے سے ملنے لگا کباب کا رنگ
 دیکھنا ہے ہمیں جواب کا رنگ
 کیا حباب اور کیا حباب کا رنگ
 آتش و باد و خاک و آب کا رنگ
 بار دامن جنیں گلاب کا رنگ
 کیا دل خاناں خراب کا رنگ
 کتنا کالا ہے اس عذاب کا رنگ
 کیا اڑ لے کوئی جناب کا رنگ

بہت ہی لطف سے اُن سے ملی آنکھ بہت ہی لطف سے اُن سے ملا دل

دل مرحوم آتا ہے بہت یاد

ریاض ایسا کہاں اب خلیلا دل

چھوٹے میں گدگداتے ہیں بھراں آج کل
گھونٹ دی میرا گلا کچھ زور اگر اس کا چلے
چڑھ گئے دیوار زندان پر کبھی اترے کبھی
روز راتوں کو سُنا کرتا ہوں یہ آواز قیس
اے عروس تیج کچھ شکوہ کیا بھی چاہیے
سنگِ دل کافر کا شامِ ٹوٹتے دیکھا ہی کفر
آگیا ایسا ہی اب کافر زمانہ کیا کریں
رات دن ہے میری تربت پر مینوں کاجوم
جھوٹے سچے کوئی کر لے عہدِ پیمان آج کل
ہاتھ سے میری ہتنگ اتنا گریباں آج کل
ہم بنیں سایہ دیوارِ زنداں آج کل
پھاڑے کھاتا ہی مجھے خالی بیاباں آج کل
کیوں گلے پڑتی ہو تو ہو ہو کے غریباں آج کل
ٹوٹ کر ملتے ہیں مجھے اس کے دریاں آج کل
دلے پھرتے ہیں بغل میں لوگ ایمان آج کل
دیکھنے کی چیز ہے گور غریباں آج کل

دن کو روزہ عیدِ شب کو بڑے شغلِ ریاض

رات بھر پیتا ہے یہ مردِ مسلمان آج کل

آفت ہماری جان کو ہے بیکراں دل
لے اے نگاہِ شوخ یہ ہے بیکراں دل
داعوں کا باغ کوئی ہے یہ داعدار دل
ہٹتا نہیں ہے آنکھ سے میری کجی طرح
یہ جان کر کہہ دل ہے کوئی کھیلنے کی چیز
ظالم بتوں کے جو راٹھارے کے واسطے
یہ حال ہے کہ سینے میں جیسے ہزار دل
سینے سے میرے دل کے چلی تو ہزار دل
پھولوں کی اپنے لوٹ رہا ہے بہار دل
چٹکی بنا ہوا ہے شبِ انتظار دل
کس پیار سے وہ مانگتے ہیں بار بار دل
دیتا نہیں ہے کوئی ہمیں مستحار دل

تمہاری راہ میں وہ بھی پڑا ہے ذرا دیکھے ہوئے ٹوٹا ہوا دل

کوئی اب مفت بھی خواہاں نہیں ہے

ریاض ایسا گیا گزرا ہوا دل

قیامت شوخ آفت چلبلا دل مراد دل اور پھر کیا مراد دل

ترے گیسو سے ہوا بچھا ہوا دل بہت اب حد سے اپنی بڑھ گیا دل

تہائے ہاتھ کا تل بن گیا دل تہیں دھوکا نہ دے بہر و پیاد دل

خدا کو جان سو پنی دل بتوں کو ہمارے پاس کیا تھا جان یا دل

مجھے دیکھا تو بولے بزم میں وہ نئے آئے ہیں بے کر یہ نیا دل

ترے گیسو سے یہ بل کر رہا ہے کچھ اب اذرفنون والی بڑھ چلا دل

ہماری جان یہ بن بن گئی ہے نہ دے دشمن کو بھی ایسا خدا دل

نہ رنگ آئے تو اس کی کیا خطا ہے حنا کے ساتھ کیوں سانا گیا دل

منائے کون کس کو کون سمجھائے ادھر معشوق اُدھر بگڑا ہوا دل

اُبھر کر داغ لایا ہے نیا رنگ برابر دل کے ہوا اک دوسرا دل

مرے حق میں یہ پتھر کا بنا تھا خداوند ایتوں سے بل گیا دل

حسینوں کو سمجھتا ہی نہیں کچھ بہت بنتا ہی خود میں خود خدا دل

ملیں گے حشر میں دل لینے والے بے گناہ حشر میں بچھڑا ہوا دل

رہے گا یاد دل کا دل سے ملنا علی دنیا طے ہم تم ملا دل

بہار آئی کہ آئی وصل کی شام کھلے غنچے کھلی کلیاں کھلا دل

وہ ناوک کو نگاہ ناز سمجھا اسی دھوکے میں تو مارا پڑا دل

بڑھاپے میں ثابت ہوئی و زدنے ہم نہ آنے کے قابل نہ جانے کے قابل

یہ کہتی ہے حضرت کی ریش حنائی

ریاض اب بھی میں رنگ لانے کے قابل

| | |
|------------------------------------|----------------------------------|
| ہوئے ہیں وہ منہدی لگانے کے قابل | ہوئے ہیں وہ اب نگ لانے کے قابل |
| کن آنکھوں سے دشمن کو ترم و رہے ہو | یہ آنکھیں ہیں آنسو بہانے کے قابل |
| یہ کلیاں صبا میں ترے چھیرے کو | حسین میں مے گد گد آنے کے قابل |
| جو خلوت میں مل جائے میں بھی چٹوٹوں | پر ہی شیشے کی ہے اڑانے کے قابل |
| براہو ترا تو نے اے شوق عصیاں | نہ رکھا ہمیں منہ دکھانے کے قابل |
| یہ افتادہ دل ہے جنازہ عذوکا | نہ چھونا نہیں یہ اٹھانے کے قابل |
| سُنے میں نے حالات فرما دو مجھوں | یہ ٹکڑے ہیں میرے فسانے کے قابل |
| زمانہ بناوے جنہیں اب وہی ہیں | زمانے کے لائق زمانے کے قابل |
| وہ یونہی ٹھکرتی ہے بارگاہ سے | نہیں شاخ گل آشیانے کے قابل |
| ویا تیری رحمت نے سجدی کا موقع | نہ تھا ترے آستانے کے قابل |
| بڑی ہی صیبت کی تنکے چٹنے تھے | نہ ٹھہرے ہیں آشیانے کے قابل |

ریاض آسمان کے ستارے ہو رہی ہیں

نہیں لے ہوئے ستانے کے قابل

| | |
|----------------------------------|---------------------------------------|
| شگفتہ پھول حسینوں کے ہار کے قابل | جو خشک ہیں تو ہمارے مزار کے قابل |
| ہزاروں داغ و ل داغدار کے قابل | ہزاروں چاند سی شکلیں ہیں پیار کے قابل |
| یہ رخِ رخ سی شے اک سیاہ بوتل کی | بغیر اب بھی ہے سبزہ زار کے قابل |

اے حسنِ یار تیری وہ الفت نہیں رہی
 بیٹھے رہو دراز می مژگان لئے ہوئے
 دونوں میں ایک دوسرے کے در و کثر یک
 دل سے بھری بھری ہر تہی چشمِ سرگیں
 وہ دن گئے گئیں غم الفت کی لذتیں
 اُمید سے داغِ ہائے جنوں کی شکستگی
 اتنا تو ہو کہ آنکھ میں معشوق دیں جگہ
 بد خو بھی بد مزاج بھی شیدائے حسن بھی
 اب آرزوئے یار کو کرتا ہے پیارِ دل
 بے نادک نگاہ نہ ہو گا شکارِ دل
 میں دل کا غمگسار مرا غمگسارِ دل
 رکھتا نہیں کسی سے ذرا بھی غبارِ دل
 اب تو ہے بتلائے غم روزگارِ دل
 بن کر رہا حسینوں میں پھولوں کا بارِ دل
 پیدا کرے نگاہ میں کچھ اعتبارِ دل
 اچھا مجھے دیا مرے پروردگارِ دل

اس خوف سے ریاض گئے ہم نہ سوئے طور

بجلی سے لڑنے جائے کہیں بے قرارِ دل

جو تھے ہاتھ منہدی لگانا کی قابل
 عنادِ دل بھی کلیاں بھی گل بھی نصیب بھی
 جنابن کے میں چمکوں دستِ نازک
 جوانی کا اب رنگ کچھ آجلا ہے
 مجھے دیکھ کر دختِ رزتیں رہی ہے
 قیامت میں دیکھیں گے کیونکر انہیں ہم
 بنائیں نہ اب اس کو اب شمعِ محفل
 چمن میں اُڑا اُن کو اے بادِ صحر
 جو تھے آج خنجر اٹھانے کے قابل
 یہ صحت ہی ہنسنے ہنسانے کے قابل
 ترے ہاتھ میں رنگ لگانے کے قابل
 وہ اب ہو چلی ہیں ستانے کے قابل
 یہ کھنچ کر ہوئی ہے اُڑانے کے قابل
 نہیں شرم سے آنکھ اٹھانے کے قابل
 جلا دل نہیں ہے جلائے کے قابل
 مرے ٹوٹے پر میں اُڑانے کے قابل
 جو تھے تھے کچھ آشیانے کے قابل

ایسے نازک ہیں کہ وہ جب بھی ہر گرم فغاں
 باغبانِ عرب یہ گلشن میں جا ہے تیرا
 مجھ کو صیاد نے مصر صر نے نشیمن کو لیا
 تیرے منتقار سے یہ پھول تو اٹھنے کے نہیں
 باغبان تو نہیں صیاد کہ سن لے اُس کی
 گل نشین کے لئے دامن گلچیں میں کہاں
 اے صبا چاک بھی ہو پاک بھی ہو دامن گل
 منہ بندھی کلیوں کے جو بن کا یہ کہتا ہو ابھار
 کہیں یہ بھی نہ نکل جائے سہارا پا کر
 ایک کانٹے کی تنی ایک ہی سا پنچ کی ڈھلے
 بولے پڑ جائیں زبان میں تیری چھالے بلبل
 پنکھڑی کیا کوئی تنکا تو اٹھا لے بلبل
 آسمان ٹوٹ پڑا پھٹ پڑے ٹوالے بلبل
 کیوں لٹنڈھا جاتی ہو تو مچ کے پیالے بلبل
 اب قفس میں تو ذرا چوچ سنبھالے بلبل
 میری تربت سے کوئی پھول اٹھا لے بلبل
 اب بھی منہ سے نہ کوئی بات نکالے بلبل
 اپنے سینے سے ہمیں کوئی لگا لے بلبل
 نالہ کرنے میں فرا دل کو سنبھالے بلبل
 کچی کلیاں میں کہ دل کے ترے چھالے بلبل

ایک میں بلبل گویا ہوں گلستاں میں ریاض
 اب کہاں باغ میں ہیں بولنے والے بلبل

مالِ حشر میں کچھ ہو مرے گناہوں کا
 جو دل میں داغ نہ ہو تو تو پیش ہم کرتے
 ہزاروں گور غریباں کہاں کہاں سے چٹوں
 عیش ہر شک جو انوں کو میری پیری پڑ
 مرے گناہ مرے اعتبار کے دشمن
 خدا ہی جانے مرار اڑمٹ کے کیا ہوں
 وہ بن کے آنکھ کی پتلی رہے کرم اُن کا
 مزے کی چیز اتاری خدا نے دنیا میں
 فلک کی تاروں بھری کہکشان بچی کیا ہے
 بڑے مزے سے گزرتی جو کوئی مل جاتا
 دباتی گور نہ کچھ زور آسمان چلتا
 رہیں شعر نہ نکلی مزار کے قابل

ریاض کوئی نہ اُن کی بہار دیکھ سکا

یہ داغ دل تھے کسی لالہ زار کے قابل

پھولِ شبِ نیم سے بنے کیا بلبل
 چمنِ سن کے ہیں سب سے زلے بلبل
 آشیانے سے نکل کر نہ ہوا باغ کی کھا
 سب بچھے زہر کی ہیں ایک سے ہو ایک بڑھا
 اوس سے اپنی لگی آج بچھالے بلبل
 دیکھ کر بول گئے زلفوں کو کالے بلبل
 کہیں تھکونہ ہوا باغ کی کھالے بلبل
 اُن کے نادک مری آئیں تر تالے بلبل
 پہلے منقار سے تو کھودا تھا تے بلبل
 بھیلوں نے بھی پر دیاں نکالے بلبل
 پھولِ شبِ نیم سے بنے کیا بلبل
 چمنِ سن کے ہیں سب سے زلے بلبل
 آشیانے سے نکل کر نہ ہوا باغ کی کھا
 سب بچھے زہر کی ہیں ایک سے ہو ایک بڑھا
 نخلِ گل سینچنے کو یوں نہ بہا خوں اپنا
 آشیانوں میں ہے کیوں نہ شراروں کا ہجوم

سوتے میں کام آئی نہ کچھ چشم نیم باز
ہم جانتے میں خوب اداؤں کی شوخیاں
کھل کھیلے آج یار کے بند قبا سے ہم
اٹھ جائے بار شرم تو سونفتے ہم اٹھائیں
ہم ہیں ادا شناس ڈریں کیا قضا سے ہم
حوروں کے بدلے ہوں بہت کافر میں نصیب
کہتی ہے وہ نگاہ دبے میں حیا سے ہم
کرتے نہ ہم وفا تو نہ بڑھتے جفا و جور
تم کو اگر ستائیں تو پائیں خدا سے ہم
شرمندہ وہ جفا سے تو اپنی دعا سے ہم
تیری گلی میں دب کے رہی نقش پا سے ہم
مکن ہے جا کے عرصہ محشر میں سر اٹھائیں

اُن کے لئے مرنے کی سزا ہے یہی ریا صن

محشر میں مانگ لیں گے بتوں کو خدا سے ہم

دیکھتے جاتے ہیں کب تک گور کئے اس میں ہم
سایہ اس کا جنت الفردوس تھا بہر نگاہ
آدولوا تاہی کس کی جا بھی ہے جوش بہار
حسن صورت حسن سیرت کو ملا کر خاک میں
اپنے کیا تاثیر غم سے غیر بچ سکتے نہیں
زار اسنا کر دیا ہم کو غم و اندوہ نے
وائے حسرت تربت پر نور میں روزن نہیں
نرم و نازک خندہ گل سے تربی آواز مہتی
سایہ خاتون جنت میں ہے اُن کی کنیز
نور کا پتلا ہوا شاید کوئی دھل جوت
نور بن کر چشم تربت میں ہے ہوا لے ریا صن
آنکھ کی پتلی رکھ آئے دیدہ مدفن میں ہم
رنگ بواب وہ نہیں پاتے کسی گلشن میں ہم
باغ کے بدلے ہیں گے آتش گلخن میں ہم
بہر تسکین خاک تربت لای ہیں واسن میں ہم
دور دکھتا ہے جگہ لیں گے دل دشمن میں ہم
رشتہ تار نظر میں دیدہ سوزن میں ہم
پتلی رکھ آتے چھپا کر دیدہ روزن میں ہم
ڈھونڈتے ہیں نغمہائے بلبل گلشن میں ہم
جان دے کر چاہیں گے ارب غلام کے گلشن میں ہم
جلوہ کس کا دیکھتی ہیں آج اس مفن میں ہم
داغ بن کر اب رہیں گے لالہ گلشن میں ہم

اُن کے کوچہ میں اگر جاتے ہیں ہم راہ چلتے دامن اُلجھاتے ہیں ہم
 چوم کر منہ گالیاں کھاتے ہیں ہم اس سزا میں بھی مزا پاتے ہیں ہم
 کیا ہوا کیوں ہم سے شرماتے ہو تم کیا ہوا کیوں تم سے شرماتے ہیں ہم
 جب کوئی تدبیر بن پڑتی نہیں اپنے دل کو آپ سمجھاتے ہیں ہم
 تو بتا دے تیری صورت کے نثار تیرے صدق کیوں ہو جاتے ہیں ہم
 نشہ مے سو جھکی پڑتی ہے آنکھ کہہ رہی ہیں نیند کے ماتھے ہیں ہم
 کوئی جاتا ہو چھڑے پہنے کہیں گود میں اپنی اٹھا لاتے ہیں ہم
 اپنی تربت کا یہی ہو گا چراغ داغ جو دل پر لئے جاتے ہیں ہم
 اس مزے سے کچھ کلیم آگاہ ہیں بے خودی میں جو مزی پاتے ہیں ہم

بس نہیں چلتا حسینوں سے ریاض

کچھ مزے میں ایسے آ جاتے ہیں ہم

کہنے بھی کچھ نہ پائے تھو آدرسا سے ہم سنا پڑا کہ آج لڑیں گے ہوا سے ہم
 ضد آپ کو اثر سے اثر کو دعاسی لاگ فرمائے تو ہاتھ اٹھالیں دعا سے ہم
 پیسے کسے یہ کہتے ہیں فتنے دمِ قرام اتنی بڑے حضور قیامت فرما سے ہم
 محشر میں اپنی جام بکف حور زاہدو اچھے رہے یہاں بھی تہا رہی عا سے ہم

مشر میں منغل جو گئے بھی تو کیا گئے جی چاہتا ہے شکل نہ اپنی دکھائیں ہم
 پیر منغل بچے نہ کوئی مینچے بچے اس طرح جگے واسطے کہے کو جائیں ہم
 افلاس بھی مرض بھی بڑھا پایا بھی اضعاف بھی کیا جا کے اب نصیب کہیں آزمائیں ہم
 دیں گے ضرور حضرت ساحر سخن کی داد

سرکار کو زیاض غزل یہ سنائیں ہم

پایا جو تجھے تو کھو گئے ہم بیدار ہوئے تو سو گئے ہم
 دل میں لئے غیر کو گئے ہم ایک آئے عدم سے دو گئے ہم
 مشر میں لگی بھانے آئے شیخ سید صے تنیم کو گئے ہم
 سمجھ نہ وہ زخم و داغ دل ہے لے کرنے پھول دو گئے ہم
 بھر کر دم نزع اک دم مرد جنت کی ہوا میں سو گئے ہم
 اب دشت نور و عشق جو ہو اس راہ میں کانٹے بو گئے ہم
 کوثر کا تھا ذکر حوض نے پر ہم کہہ کے گرے کہ لو گئے ہم
 اللہ بچائے دخت رز سے یہ آلی کہ مست ہو گئے ہم
 اب کشمش حساب کیسی کچھ مشر میں آئے کھو گئے ہم
 سو کعبہ دین تھے جلوہ افروز خیم خانے میں آج جو گئے ہم
 میخانے میں جب کبھی ہم آئے ڈاڑھی رو کر بھگو گئے ہم

اس ج میں وہ بت بھی ساتھ ہوگا

یہ سچ ہے ریاض تو گئے ہم

مل جائے تو شراب کے دریا بہائیں ہم
 چھڑا شب وصال یہ کہہ کر تائیں ہم
 سجدے کریں کبھی نہ کبھی سر جھکائیں ہم
 زور جنوں کے جھوٹے فسانے سنائیں ہم
 لائیں کہاں سے حلقہ گیسوئے غم بہ غم
 یوں بھی شغل مئے کہ پیس ہم پلاؤ۔ تم
 لے لے طور شوخ بت بھی تو پتھر کی آگ ہیں
 ادسونے والے آج اسی کام کی ہر رات
 جائیں حرم میں توبہ کریں موج کے پاک صاف
 پھولوں کا فرش گھریں بچھائیں گے دل کے داغ
 مل جائے دل اُنہیں تو ابھی آرسی بنائیں
 ایک ایک کر کے آج تو چن لیں ہمارے لب
 لے آسمان وہ ورسی اٹھاتے نہیں ہیں
 اُٹھی ہوئی یہ کالی گھٹائیں یہ رت یہ ات
 پھانسیں نکال دے جو ہمارے جگر کے تو
 دیوانگان زلف کو ہر ایک ہی سا خبط
 زخم کہن ہی تازہ کریں ناخن جنوں
 رحمت سی تیری آندہ سکیں یہ شمار میں
 اٹھتا ہر ایک پاؤں تو تمہارا ایک پاؤں
 اللہ دے اگر تو پیس ہم پلائیں ہم
 بولے وہ ہنس کے بات اگر ان جائیں ہم
 پائیں تو ان تبوں کو گلے سے لگائیں ہم
 قلابے آسمان وزیں کے طلائیں ہم
 لے موج گرد بار تجھے سر چڑھائیں ہم
 یوں بھی ہو شغل مئے کہ پیو تم پلائیں ہم
 دیکھ ہوئی ہیں یار کی یہ سب ادائیں ہم
 لے لے کے بوسے آنکھ کے جادو جگائیں ہم
 لت پت ہیں پہلے تو سر زمزم نہائیں ہم
 لے شوق یار راہ میں آنکھیں بچھائیں ہم
 مل جائے آرسی تو ابھی دل سنائیں ہم
 ادسونے والے شوق ہے افشاں چھڑائیں ہم
 ڈہری اُنہیں زمین سر پر اٹھائیں ہم
 اوز لغوں والے آج تو لے لیں پلائیں ہم
 صیا و تیرے دل میں شہین بنائیں ہم
 ہر ایک چاہت ملے کہ زندان کو جائیں ہم
 جب تک بہار آئے نئے گل کھلائیں ہم
 گنوار ہے میں حشر میں اپنی خطائیں ہم
 نقش قدم کی طرح کہاں گھر بنائیں ہم

چمک جائی مری قسمت بلایں لے لوں چہری کی
یہ جھپٹے پھوٹ جائے سب گریں پھوٹ کر دتا
یہ حلقہ گردِ رخِ زلفوں کا ہی یا چاند ہالے میں
یکم روئے سربانی آگیا ہر ایک چھالے میں
وہ کیا سمجھے اسے جاڑی میں لٹے جب سوئی کو
دبا کر دل کو پہلے رکھ دیا روئی کو گلے میں
ترمی محفل کے نغمے رہ گئے منہ دیکھتے میرا
بھری یں بھلیاں کتنی مے ایک ایک نالے میں
کہاں یہ بات حالِ جو تری مسجد کو لے زاہد
سحر ہوتے جو ہم نے دیکھے ہر جمعہ رات شوالے میں
بہت دیکھی ہیں ہم نے خوشچکانی دل کے داغوں کی
کلیجا آگیا منہ کو وہ دیکھا داغ لالے میں
شرابِ ناب کو دیکھا ہی شہد و شیر بن جاتے
نہاں میں طاقتیں کیا کیا ہر اک اللہ والے میں

ریاض اس درجہ وہ نواب کی بخشش پر عاشق تھی

پٹ کر رہ گئی تقدیر خلعت کے و دشالے میں

وہی ان بھول بن کر جو رہا ہو گلزارِ دل میں
وہیں چل کر نواب جامِ چمکیں میسار و نہیں
نظارہ رنگ گل سے آج کانٹے پر ہزاروں میں
گھٹائیں ہیں کہ پر یازنا حتیٰ میں سبز ہزاروں میں
یہ کیا کم ہی جو ہستے آئے میری سو گواروں میں
مزے کیا کیا دکھاتی ہی یہ تاریکی مزاروں میں
مزے لوٹی ہیں ہم نے بھی بہت اگلی بہاروں میں
ترپ کر آ رہیں وہ بھی نہ اپنے بے قراروں میں
وہابی ایک بوتل اور پینچے سبز ہزاروں میں
ہماری خاک ہوئی ہی پریشانی گہزاروں میں
نگاہیں سب کی مجھ پر ہیں ہزاروں شہسواروں میں
وہی ان بھول بن کر جو رہا ہو گلزارِ دل میں
وہیں چل کر نواب جامِ چمکیں میسار و نہیں
نظارہ رنگ گل سے آج کانٹے پر ہزاروں میں
گھٹائیں ہیں کہ پر یازنا حتیٰ میں سبز ہزاروں میں
یہ کیا کم ہی جو ہستے آئے میری سو گواروں میں
مزے کیا کیا دکھاتی ہی یہ تاریکی مزاروں میں
مزے لوٹی ہیں ہم نے بھی بہت اگلی بہاروں میں
ترپ کر آ رہیں وہ بھی نہ اپنے بے قراروں میں
وہابی ایک بوتل اور پینچے سبز ہزاروں میں
ہماری خاک ہوئی ہی پریشانی گہزاروں میں
نگاہیں سب کی مجھ پر ہیں ہزاروں شہسواروں میں

۱۔ غلامِ آشیاں نواب کلب علی خاں بہادر وانی رام پور۔ نواب تخلص دم ایہ بجاؤں کے اس وقت متروک تھا

حشر میں بے خلد و کوثر کئے والے لوگ ہیں
 رہبرانِ عشق کی کچھ اور ہی ہوتی ہر شان
 حشر میں رندِ دل کو چھیڑا ہو تو اچھلے گی بُری
 قد ران کی چاہئے اُسی غور و بیانِ فرنگ
 جانِ بکیران کے خنجر کو لگائیں گے گلے
 اُمّت تو بیٹھے ڈر رہی لیکن حشر میں آتے نہیں
 دس کے دل جو چاہو لے لے لے آغوش میں
 سرگرائی ہو نہ ان کو لے قیامت میں اُٹھا
 دیکھ کر جھپٹتے ہو کیا تم صورتِ ترپاک سے ریا محض
 یہ بڑے پہنچے ہوئے اللہ والے لوگ ہیں۔

جو دیکھی بات تیرے کی اپنے مرشد کے پیالے میں
 سویدامیر سے دل کا چشمِ زکس میں بنے پتلی
 عدو نے کیوں کر اپنی بات تیرے کان میں ڈالی
 ترے ہنسنے کو چمکین بھلیاں کتنی کھلیں کلیاں
 یہ گہرائی کہاں چھپے سی اچھے ظرف والے میں
 نہ ایسا چاند میں عجبانِ ایسا داغِ لالے میں
 جو پتے میں بلبلِ میث بکلی میں نہ بالے میں
 مری روئے سی بانی آگیا نہ تیری میں لے میں
 اڑا کتنا تھا لے بیا غم تیرے سنبھالے میں
 سنبھل جاتا تو اک دنیا بدل جاتی ترے گھر کی

چھلکتے جام کی موجیں گاہیں جن کی منتی ہیں
 نہیں جیتے کچھ ایسے مست بھی میں گساروں میں
 خبر غفلت میں کس کو حشر زادینا کہاں پہنچی
 یہ ہم اپنے گھروں میں ہیں کُنڈے ہزاروں میں
 حینون پر یا صل اب ہاتھ اپنا ڈال دیتے ہیں
 جنوں کے ڈھونڈتے پھرتے ہیں دل پھولوں کے ہاروں میں

عبت اُمید محشر پر ہمارے دن گزرتے ہیں
 میں چپ ہوں وعدہ محشر پر اُن کے وہ ڈیرے ہیں
 نہیں ہے آنکھ ڈیوڑھی سے کاشانہ دل کی
 بلاؤ دام میں آنے کی صورت ایک بھی ب کی
 شبِ فرقت میں ہم ڈوبنا ماروں کا دیکھا ہے
 ہماری حسرت پر داز پر صیاد کا کہنا
 دل پر داغ کا اتنا اثر ہے خاک ہونے پر
 حقیقت سے ہماری تو نہیں اقف ہوئے نہ ہد
 سنا تو یہ سنا وہ محترمین میں شبِ وعدہ
 سمجھتا ہے اسے لغزش اگر زاہد سمجھنے دو
 یہ لہرتے ہیں کائے گیسوؤں کے دوش پر کس کی
 نفس میں حسرت پر داز دیکھیں کب نکلتی ہے
 کسی کا ہنس کے کہنا موت کیوں آنے لگی تم کو
 بہت مشہور اسی سے ہر دلی تیرے مژگان کی
 نہ مٹانا غضب ہیں اعظوبہ دہن شیشے
 وفا ہوتا ہی دشمن سے جو وعدہ ہم کر رہے ہیں
 کہ مَنہ سے جو نہیں کہتے ہیں وہ کچھ کر گزرتے ہیں
 اسی پر دی میں وہ آکر سواری سوار تے ہیں
 کہ آنکھوں سے انہیں دیکھوں جو صدق اُتار تے ہیں
 ہمارا دل ابھرتا ہی نہ دل کے داغ ابھرتے ہیں
 اُڑانے کو ہوا میں ہم تہناری پر کتر تے ہیں
 دُھواں اٹھتا ہی سینے سے جب اس کو یاد کرتے ہیں
 یہ عصیان ہم نہیں کرتے ہیں اس پر ناز کرتے ہیں
 دے جاتے ہیں خمِ زلف کو غنتی میں سورتے ہیں
 بہت فرور کی اس کی راہ میں ہم پاؤں چرتے ہیں
 وہی تو میں جو اپنے سایہ گیسو سے ڈرتے ہیں
 یس کر روح کا کہنا کہ ہم ہر داز کرتے ہیں
 یہ جتنی چاہتے ہیں سب موت تے ہیں
 یہ چھوڑ چھوڑنا کوئی رسی دل میں تے ہیں
 کہ اُن کے مَنہ میں جو آتا ہی یہ بھی کہ گزرتے ہیں

بہت ہی یونہی رہ جائے اگر زندہ قیامت تک
ہمارے دیدہ و دل ایک ہیں ہم کوئی غم ہو
یہ میخانہ بچاتا ہی نہیں کتنے گناہوں سے
مرے گھر آئے بھلائے کچھ کانٹے بیاباں کے
نئے گل آئے حسین و موسم گل نے کھلائے ہیں
ہمارے داغ دل جا کر بنیں بھولے بل میں

ریاض اٹھ کر وہاں سے یونگ نیچی کئے آئے

کہ جو دیکھے یہ جانے نہیں بڑے پرہیزگاروں میں

ہماری داغ یونچ کے نہ تھو پھلی بہاروں میں
ان خود ڈھونڈ لیا ہی بکلی کے شراروں میں
ہم سو دایہ تھا ہم ایک نکلیں گے ہزاروں میں
گئے میخانوں سے کتنے حرم کو خانقاہوں کو
ترپل میں سے بکلی کی ترپ بکلی میں کی
رہی زندہ قیامت تک الہی نام دونوں کا
مبارک جلو دختِ رز کی ہوا مبارک کو
ہماری طرح کتنے جن کی گنتی ہو نہیں سکتی
ٹھہرے حشر اٹھائیں دُعا کی پوری ہو جائے
تری دیول تری زلف سے شامِ غربت کو
جودہ رہ کر تجھے دھوکا سادتی ہو مردل کا
سربام آؤ وہ مسقع نہ تھا کچھ کھل کے کہنے کا

لگا دی آگ ہم ذاب کی جا کر لالہ زاروں میں
کہ نلے اونچے ہو کر گرم ہوئی ہیں آج تاروں میں
ہزاروں سر بکف دیوانے دیکھے لالہ زاروں میں
ہمیں اک رہ گئی ہیں اب پُرانی بادہ خواروں میں
مرے کی چیزوں میں ہیں ہمارے بقیاروں میں
یقین و کوہکن بھی تھو مرے بچپن کے یاروں میں
کہ صبحِ عید بن کر شام آئے روزہ داروں میں
ہزاروں چھپے چھپے ہیں ہاں اسیدواروں میں
پڑی سوتے ہیں جو یوں پاؤں پھیلاؤ مزاروں میں
کہاں سے آئی یہ کالی بلا شاست کی ماروں میں
کالی ایسی بھی ہے کوئی تری بھولوں کے ہاروں میں
ہو میں کچھ دور سے باتیں اشاروں ہی اشاروں میں

بیٹھا ہوں میں یہاں سے مجھ کوئی کیوں اٹھائے
 دشمن کے گھر کی راہ ہے اُن کی گلی نہیں
 میرے سپرد میکہ کی میں طرف بے رہیں
 سب جانتے ہیں یہ مری نیت بُری نہیں
 مجھے بدن سے سر سے عمامہ اُتر گیا
 پینے کے بعد وضع پُرانی بھی نہیں
 پوچھیں گے آپ کو نہ ریا ضل اہل لکھنؤ

شاعر یہاں ہزار ہیں ایک آپ ہی نہیں

یہ بلا میرے سر چڑھی ہی نہیں
 میں نے کچے گھڑے کی پی ہی نہیں
 آگ ابھی کبھی لگی ہی نہیں
 کہ لگی دل کی پھر بھی ہی نہیں
 پنی بھی یوں جیسے میں نے پی ہی نہیں
 منہ سے میرے کبھی لگی ہی نہیں
 دل نہ جب تک ہوا شریکِ جانا
 ہندی اُن کی کبھی پی ہی نہیں
 شکن زلف حلقہ گیسو
 بیڑیاں بھی ہیں ستکڑی ہی نہیں
 کون لیتا بلائیں پکیاں کی
 آرزو کوئی دل میں تھی ہی نہیں
 کس قدر ہون سنا ہوا میں بھی
 جیسے میں نے شراب پی ہی نہیں
 دل میں کیا آئے کیا چلے دل سے
 تم نے چٹکی تو کوئی لی ہی نہیں
 صبح کا جھپٹا تھا شام نہ تھی
 وصل کی رات رات تھی ہی نہیں
 کیوں سنے شیخ قلعہ مینا
 اُس نے ایسی کبھی سنی ہی نہیں
 آئے آنے کو فصل گلِ سوبار
 میرے دل کی کلی کھلی ہی نہیں
 ہائے سبزے میں وہ سیہ بوتل
 کبھی ایسی گھٹا اٹھی ہی نہیں
 لاگ بھی دل سے ہو لگاؤ کے ساتھ
 دشمنی بھی ہے دوستی ہی نہیں
 منہ لگانا مراکِ آفت تھا
 غم میں وہ چیز جیسے تھی ہی نہیں

دہاتی ہر ہاری طرح خاک گوران کو بھی
ہمارے قبر کے تختہ تیرہم کیوں رستے ہیں
یہ کیوں مجھ کی بجلی گاہ کا ہر ذرہ کہتا ہے
جو کھل کھیلے تھی موسیٰ کی وہ تم سے پردہ کوڑھیں
وہ جائیں تو چمن میں مسکراتی ہیں بہت کلیاں
جو میں دیوانہ جاؤں تو عنادل شور کرتے ہیں
ریاض اس شوخ نے گلگیر اب تو نام رکھا ہے
یہ خدمت ہی ہمارے شمع کا ہم گل کترتے ہیں

نشہ سا ہے شراب کا ہر چنڈ پی نہیں
صدقے تمہارے ہو ٹھٹھوں کے چن چن نہیں
میرا یہ خیال ہے گو میں نے پی نہیں
بوتل کا کاگ زور میں تو بہ کو لے اڑا
ناصح کے سر پر ایک لگائی تڑاق سے
آتا ہوں مجھے ملنے کو شاید غبارِ قیس
رنگت نہیں ہے شوخ شراب طہور کی
سو آئین میکدے سے مرم کی کھلا ہے در
چھیلڑوں سے میری چل کی شجہ نہ سکرے
ہلکی نے طہور سے یہ خانہ ساز سے
مسجد میں آج ہم بھی گئے تھے پے نماز
شام شب وصال مری بے قراریاں
سمجھیں نہ زیم وعظ اسے یار ان میکدہ
ہم جانتے تھے پہلے سے دونوں میں کج ادا
یہ رنگ ہے شباب کا تو زندگی نہیں
اس ضبط کے نثار کہیں گدگدی نہیں
کوئی حسین ہلائے تو یہ شے بڑی نہیں
ہم گل جلوں کے ہاتھ کی گولی رکی نہیں
پھر ہاتھ مل رہے ہیں کہ اچھی ٹپی نہیں
اس نہ ور سے کبھی کوئی آندھی اٹھی نہیں
تیزی بہت سہی مگر اچھی کھینچی نہیں
یہ گھر فقیر کا ہے یہاں کچھ کمی نہیں
پھولوں کی ہار میں کوئی ایسی کلی نہیں
ہر چنڈ خانہ ساز بھی اچھی کھینچی نہیں
دیکھا سلام پھیر کے تو شیخ جی نہیں
اُن کا دہلی زبان سے کہنا ابھی نہیں
محشر کی باز پرس ہے کچھ دل لگی نہیں
دو دن بھی زلف یار سے مل کی بنی نہیں

مزا دے جائی ہم کو خواب غفلت مزا آجائے تم غافل ہو ہم ہوں
 ذرا ہم بھی سنیں تم نے کہا کیا عدو سے جب سر محفل ہو ہم ہوں
 لئے حلقے میں ہوں سب اہل عشر کمر میں ہاتھ ہو قاتل ہو ہم ہوں
 بنے تل آنکھ کا گھٹ کر شب وصل ہماری آنکھ میں یہ تل ہو ہم ہوں
 تری الٹی چھری دل میں اتر جائے عدو جب اس طرح بسل ہو ہم ہوں
 یہ تھک کر بیٹھنا ہو وہ آرام مزا اسے سختی منزل ہو ہم ہوں
 نہ خلوت چاہئے ہم کو نہ معشوق ریا ضل اک آرد وکے دل ہو ہم ہوں

منہ دکھا کر منہ چھپانا کچھ نہیں کچھ نہیں یہ منہ دکھانا کچھ نہیں
 تھا جو کیا کچھ بات کہتے کچھ نہ تھا آدمی کا بھی ٹھکانا کچھ نہیں
 گل ہیں معشوقوں کے دامن کے لئے قبر عاشق پر چڑھنا کچھ نہیں
 ہے تانے کا بھی لطف اک وقت پر ہر گھڑی ان کو ستانا کچھ نہیں
 بے منائے من گئے ہم آپ سے ایسے روٹھے کو منانا کچھ نہیں
 ہاتھ سر گھپیں کے جھٹکے کو کھائے شاخ گل پر آشیانا کچھ نہیں
 یہ حسیں ہیں پیار کر لینے کی چیز ان جبینوں کو ستانا کچھ نہیں
 لئے حجاب اپنی ذرا ہستی تو دیکھ اس پر اتنا سراٹھانا کچھ نہیں

تو نے تو بہ کی تو ہے لیکن ریا ضل

بات کا تیری ٹھکانا کچھ نہیں

روز کا حیلہ بہنا کچھ نہیں روز کا منہ دی لگانا کچھ نہیں
 میری ہستی کچھ نہیں بڑی سہی کچھ بن نہیں کچھ میں نے مانا کچھ نہیں

بزم آرائے حشر کے صدقے محفل ایسی کبھی مبی ہی نہیں
 کچھ مزے میں ہم آگئے ایسے تو بہ پینے سے ہم نے کی ہی نہیں
 کوئی ناخوش ریاض سے کیوں ہو
 اس روش کا وہ آدمی ہی نہیں

جو اُن سے کہو وہ یقین جانتے ہیں وہ ایسے ہیں کچھ بھی نہیں جانتے ہیں
 بڑے جنتی ہیں یہ میخوار زاہد نئے تلخ کو انگلیں جانتے ہیں
 جوانی خود آتی ہے سوٹس لے کر جواں کوئی ہو ہم حسین جانتے ہیں
 شبِ ماہ بنتی ہے ہر شب مرگھر یہ سب بادہ و شرب میں جانتے ہیں
 بناوٹ بھی اک فن ہے جو جانتا ہو تری سادگی کچھ ہمیں جانتے ہیں
 نگاہیں نہ آنکھوں کے گھونگھٹ نہ نکلیں ادائیں غضب شرکیں جانتے ہیں
 تری کم نگاہی سے ابھری ہیں فتنے تجھے غیر چین بر جہیں جانتے ہیں
 مری جان پر رات بن گئی ہے مرا حال کچھ ہم نشیں جانتے ہیں
 جو واقف نہیں لطف تجدید سے کچھ وہ تو بہ کی لذت نہیں جانتے ہیں
 وہ شریلی آنکھیں وہ شریلی باتیں وہ ہنسنا بھی کھل کر نہیں جانتے ہیں
 مری ست پرستی بھی ہے حق پرستی مرا مرتبہ اہل دین جانتے ہیں

بڑے پاک طینت بڑے صاف باطن

ریاض آپ کو کچھ ہمیں جانتے ہیں

ریاض اک چلبلا سادہ ہو ہم ہیں حسینوں کی بھری محفل ہو ہم ہوں
 کہا یہی ہے کس نے دل ہو تو ہو کبھی تو ہو ترا محل ہو ہم ہوں

ریاض باتوں میں اپنی اگر نہیں جادو

پدی کو شیشے میں یونہی اتار لیتے ہیں

| | |
|---|--|
| خاک آنکھوں میں یوں ڈال دیا کرتے ہیں | شوخیوں آپ کو نقش کفن پا کرتے ہیں |
| نزع میں یار سے پیمان وفا کرتے ہیں | اُس وفا باز سے ہم آج وفا کرتے ہیں |
| چھیڑتے ہیں ہمیں معشوق بُرا کرتے ہیں | ہم بھری بزم میں منہ چوم لیا کرتے ہیں |
| سونپ تے جاتے ہیں اللہ کو اُن کی باتیں | ہم نہ شکوہ نہ شکایت نہ گلا کرتے ہیں |
| دل لہو ہونے کا افسوس ہے کتنا اُن کو | منہدی ملتے نہیں اب ہاتھ ملا کرتے ہیں |
| وہ بھی کیا وقت ہو تو میں شگفتہ جبل | وہ بھی کیا وقت ہو جب پھول کھلا کر دیں |
| آپ سوئیں تو سہی آنکھ لگائیں تو سہی | وا ابھی ہم گرہ بند قبا کرتے ہیں |
| کہتے ہیں کون کفن منہ سے ہٹائے اُن کے | آنکھ حور وں سے لگائی ہو حیا کرتے ہیں |
| اُن کے جوڑے میں جگہ پائی ہو کیا حضرت دل | ہنسیں کھلتا ہو کہاں آپ رہا کرتے ہیں |
| آسمان کو وہ مجھے سونپے ہو میں پسِ دُفن | ہاتھ اٹھائی جو سو جو رخ دعا کرتے ہیں |
| اچھے بل کھا کے ہوئی آپ بھی سیدھے بھر | یہ خطا میری ہے یا تیر خطا کرتے ہیں |
| ہم کفن میں وہ ڈوٹے میں چھپائے ہُن | کچھ حیا ان کو ہو کچھ ہم بھی حیا کرتے ہیں |
| مے و معشوق سے لطف آٹھ پہر رہتا ہے | چسپن دن رات ہو دن رات مرا کہتے ہیں |

سجدہ کرتے تھے بتوں کو کبھی دُن ریاض

اب تو ہم خدمتِ خاصانِ خدا کرتے ہیں

کوئی لائے اس کو ذرا ہوش میں

یہ واعظ ہو کسی خوابِ خرگوش میں

شبِ وصل اٹھائے یہ ماہم مزے

نہ وہ ہوش میں ہیں نہ ہم ہوش میں

اس کے آگے پھر قفس اک چیز ہے مال تو ہے آشیانا کچھ نہیں
ایسی معنی تکھ شکل پر ہی شمع بزم یہ ترا آتشو بہا نا کچھ نہیں
کہتی ہے بل کھاتی وہ نازک کمر نازنینوں کو ستانا کچھ نہیں
شوق سے قاضی کے گھڑا لاش کرو میفر و شوہم سے پانا کچھ نہیں
کہہ گیا محفل میں اک خلوت نشیں کھل کے یوں بیٹا پلانا کچھ نہیں
آپ ہوں یا آپ سی بڑھکر کوئی ہم نہیں تو اک زمانا کچھ نہیں
اتنے جھگڑے زندگانی کے لئے زندگانی کا ٹھکانا کچھ نہیں

سب جیسے تم کو ستائیں گے ریاض
بات کہتے روٹھ جانا کچھ نہیں

وہ کون لوگ ہیں جو مے اُدھار لیتے ہیں کہ میفر و شش تو ٹوپی اُتار لیتے ہیں
یہ پاس پر وہ نشیمنوں کا ہی کنا لے بھی جو اونچے ہوتے ہیں پردہ پکار لیتے ہیں
وہ کہتے ہیں ابھی اللہ اتنی طاقت ہے جو کروٹیں کھینچیں ہم بے قرار لیتے ہیں
بچائیں گے گل و بلبل کو دام گلچیں سے جو کوئی پہنچے تو فضل بہار لیتے ہیں
یہی ہیں کام نکلتا ہے جن کا بے طاعت منے کرم کے ترے شرمد لیتے ہیں
اُترتے سرش سے ڈرتا ہے تو دعا والے اثر کو ہاتھ بڑھا کر اُتار لیتے ہیں
شراب کے لئے مینوشن مذہب بھیلیاے جھکیاں نہیں وقت خمار لیتے ہیں
گناہ گار ہیں تنہی ہی ان بتوں کے ہم کہا پنج وقت خدا کو پکار لیتے ہیں
ہمایہ رنگ کہ اب وقت زمزمہ سنجی چمن میں محکو عنادل پکار لیتے ہیں
پیٹے ہوں کتنی ہی نیکیں یہ ہوش رہتا ہے کہ سوتے وقت وہ زیور اتار لیتے ہیں

مرگان میں یادہ شوخ نگاہیں کسی کی ہوں جو در سے چھین دی تیر قضا بھی ہیں
 افسردہ ہوں کسی نہ مرد و اغما ہے عشق روشن رہیں تو مشعل راہ فنا بھی ہیں
 آہ سنور کے روز لب بام دن ہے خود بینوں کے ساتھ حسین غم و فنا بھی ہیں
 جب دیکھے تو ہے نئے و معشوق پر نگاہ

بائیں ہر ریاض بڑے پار سا بھی ہیں

ہم سے وفا کریں کہ وہ ہم پر جفا کریں بائیں خدا سے ہم جو بتوں سے وفا کریں
 صیاد اثر ادا دیا مجھے سر سے اتار کر صدقے ترے ہمارے سر پر اڑا کریں
 وہ دن خدا دکھائے کہ ہم بھی نہیں تائیں یہ نازیں حسین ہمارا اگلا کریں
 آنکھوں میں اشک آؤ تو ہنسنے کا لطف کیا اتنا گد گداؤ کہ ہم رو دیا کریں
 سمجھا دو جا کے تو ہی نہیں ان کی نگاہ یاس اب کو سنے کا وقت نہیں ہے دعا کریں
 رکھ لیں ہم آپ لاؤ دل بے قرار میں ایسا نہ ہو کہ تیر تمہارے خطا کریں
 ہم لاکھ پارساؤں کے ایک پار سا بھی موقع سے تم کو بائیں تو بتلاؤ کیا کریں
 پژمردہ پھول بن کے رہے نامراد دل کھل کر تمہارے ہار کی کھیاں منسا کریں

وہ دن کہاں ریاض وہ راتیں کہاں ریاض

جیسے ہوئے کسی کی بلا میں لیا کریں

عیش و عشرت سب بھی دم نہیں تو کچھ نہیں ایک دنیا ہو تو کیا جب ہم نہیں تو کچھ نہیں
 نگہیں آنکھوں میں اشک غم نہیں تو کچھ نہیں دست زلیں سے مرانا تم نہیں تو کچھ نہیں
 صبح کو شب کے ستارے کا گلاش کو عیث جب پریشان گیسو بر ہم نہیں تو کچھ نہیں
 عشق سے تھوڑا بہت تو ہو ہر نسا کو لگاؤ دل میں کچھ کچھ در کچھ کچھ غم نہیں تو کچھ نہیں

غم نے کا ڈرے ہو خشک ہے
 میں مدتے کسے آج پیار آگیا
 نہ پھیر و نکل جائے گی جان ابھی
 بڑھی ہیں دل آویزیاں حسن کی
 سر پر دم و اعظا سے دبنا پڑا
 ٹھکانے کیا شیخ بد مست کا
 فرشتے مرے بانٹ لیں کچھ گناہ
 نہیں پاؤں میں صرف منہدی لگی
 خدا جانے کہتا ہوں سستی میں کیا
 بنے دیر الہی یہ کعبہ مرا
 رہیں بت دل حق فراخوش میں

ریاض اب کہاں وہ جوانی کے دن

کہاں اب حسین کوئی آغوش میں

ان اچھی شکل والوں سے ہم کچھ خفا بھی ہیں
 بیجا گلے ترے ارے ظالم بجا بھی ہیں
 ہاں مہی دعائیں جو جاتی ہیں چرخ پر
 آنے نظر نہ کوچہ دشمن میں یہ کبھی
 کتا ہے یہ فریب نمود و شرار رنگ
 پس کرا لگے یہ رنگ جاتی ہیں اس کے ساتھ
 یوں تو او ابھی شوخ ہے اُن کی نگہ بھی شوخ
 یہ بات مان جائیں تو ان پر خدا بھی ہیں
 گویا رواترے ستم نادر او ابھی ہیں
 الٹی پھریں تو حق میں ہمارے بلا بھی ہیں
 چلتے ہوئے حضور کے کچھ نقش پا بھی ہیں
 دو ایک کیا ہزاروں کے یہ بت خدا بھی ہیں
 ٹکڑے جُدا ہیں دل کے شریک جناب بھی ہیں
 موقع حیا کا ہو تو سراپا حیا بھی ہیں

فلک سے بڑھ کر دشمن تھا مرا کون
جو یہ کھل جائی تو سب راز کھل جائے
میری توبہ یہ کیا دور آیا
کرن سورج کی نکلی جامِ نوح سے
ہر ایک ساعت ہو جس کی حاصل عمر
یہ بت کیسے بتوں کا ہوش کس کو
رہا تقدیر کا رونا ہمیشہ
نگاہِ محبت کی قید ہے سخت

بہے تم اُس سے بڑھ کر دشمنی میں
کوئی شے بند ہے دل کی کلی میں
مرا باقی نہیں اب میکشی میں
یہ کیسی دھوپ پھیلی چاندنی میں
کہاں وہ دن ہماری زندگی میں
نہ تھا کوئی خدا تھا بخودی میں
ہماری عمر تو گزری اسی میں
پڑی ہے جان شیشے کی پری میں

محبت اور اُن کا سرِ بتوں کی

ریاضِ اس عمر میں بس مغلسی میں

جو بے حجاب کہیں سینہ تانے جاتی ہیں
ہماری قبر پر اب خاک اُڑانے جاتے ہیں
کلیم جا کے جہانِ ہوش اپنے کھو آئے
ستم ستم ہے نہ کچھ لطف لطف نزع کے وقت
سکون و صبر چلے اب ہوا اضطرابِ پیش
ہمارے نالے تو ہم سے بڑھے چڑھ چکے
نکال لائیں گے دشمن کی لاش قبر سے کیا
کہاں علمِ مبین چھین چھینے ہوئے افشاں
کشیدہ رہتے ہیں ہم سے جو تیغ کی صورت

کھلے خزانے وہ جو بن لٹانے جاتے ہیں
مٹے ہوؤں کا وہ شکوہ مٹانے جاتے ہیں
وہاں تو روزِ ہم آنکھیں لٹانے جاتے ہیں
ہماری یاد سے اب یہ منانے جاتے ہیں
نئے رفیق ملے ہیں پُرانے جاتے ہیں
وہ بامِ پر ہیں یہ ان کو تلانے جاتے ہیں
وہ اپنے روتھے ہوئے کو منانے جاتے ہیں
کہاں وہ حسن کی دولت تلانے جاتے ہیں
ہم اُن کو آج گلے سے لگانے جاتے ہیں

وہ کہتے ہیں مجھے سب کچھ ہے منظور کہیں یہ روز کے شکوے کچھ جائیں
 ترپنے کا مزا جانے نہ پائے وہ بیٹھے دل کو چٹکی سے ملے جائیں
 مزا آئے ہیں بھی گایوں میں ذرا ہم بھی تر اُمنہ چومتے جائیں
 دم وصل آئینہ پیش نظر ہو وہ اپنا رنگ بھی تو دیکھتے جائیں
 ستانے ہم کو وہ آئے یہاں بھی ہم اُٹھ کر قبر سے ہی کیا چلے جائیں
 لگی دل کی سسنی تو بولے ہنس کر یونہی قسمت میں چلنا ہی چلے جائیں
 ہمارے آئے آئے رحمت اس کی جب اس کے آگے سب اچھے بُرے جائیں
 ہمارا دل گراں اُن کو نہ ہم کو اسے سو بار دے جائیں لے جائیں
 ہمارے گھر وہ ہنستے کھیلتے آئیں عدو کے گھر وہ روتے پیٹتے جائیں
 ڈبوئی آبرو کیا آنسوؤں نے یہ عالم ہے جہاں جائیں ہنسے جائیں
 بٹائیں اس لئے ہم لے رہے ہیں یہ زلفوں والے ہم کو کوستے جائیں

تریاصل اب وہ طبیعت میں نہیں لطف

مزے کے شعر ہم سے کیا کہے جائیں

نہ رہنے پائے بلبل جی کی جی میں کہ اب رس آچلا ہے ہر کلی میں
 جو پوچھا جان لو گے دل لگی میں تو بولے ہنس کے ہو کیا آدمی میں
 جگہ دو دل کو آئینے میں اپنے ہماری آنکھ رکھ لو آرسی میں
 نہ چھیرا اب اے خیال یار جا بھی کوئی ہوتا ہے کس کا بیکسی میں
 رہیں اب میکدے میں رند و زہاد بس رملِ حل کے کر لیں ایک ہی میں
 عناد دل میں صبا میں چل گئی تھی اڑادی بات پھولوں نے ہنسی میں

پروانوں سے حجاب نہ گلگیر سے حیا
 عریانیوں سے شمع کی شرماؤ جلتے ہیں
 آیا ہے اب پیام کہ فرصت نہیں ہے آج
 ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ آؤ جاتے ہیں
 دنیا کی اور بات نہیں کوئی بھی یہاں
 افسانے پچھلے حشر میں دھراؤ جاتے ہیں
 آنے کو ہے ریاض سا اک پار سا بزرگ

مینا و جام بزم سے اٹھو اے جاتے ہیں

رہ گئے تیر نظر ہو کے ترازو دل میں
 فرق باہم نہیں رکھتے ہیں سر ہو دل میں
 دل تجھے کیوں نہ کرے پیار مری جان ہو تو
 کیا ہوئی ہائے لگی دل کی بھجانے والے
 دل میں کیا بیٹھے ہو آغوش میں میرے آجاؤ
 اب حسینوں سے بھی کہتا ہوں بڑھ چڑھ کے دماغ
 گوشہ گوشہ میں ہے امانوں کا ماتم دن رات
 نہ وہ چھپتی ہوئی پھانسیں نہ کھٹکتے ہوئے خار
 منہ سے نکلی تھی دم حشر خدا لگتی کچھ
 ہو کلیجہا تو کرے غیر ہمارے تقلید
 کتنی ہلکی مئے گلگوں مجھے دی ہے ساتی
 غلشِ ناخن غم ہو نہ سوا ڈرتا ہوں
 مئے پئے تو بہ کئے گزری ہے اک عمر مگر
 یہ بہانہ تھا نکالیں گے وہ پھانسیں دل کی
 رُک گئے چلتی ہوئی آنکھ کے جادو دل میں
 دل ہے گیسو میں سے رشتہ میرے گیسو دل میں
 دل کو میں کیوں نہ کروں پیار کہ ہو تو دل میں
 نہیں آنکھوں میں لگانے کو بھی آنسو دل میں
 تنگی دل سے نہیں چین کا پہلو دل میں
 آگئی چارہی دن میں تری خوبو دل میں
 ایک پس می پڑی ہمتی ہو ہر سو دل میں
 پھرتے ہی ان کی نظر پھر گئی جھاڑو دل میں
 لے رہا بات مری وہ بت بد خو دل میں
 لخت دل آنکھ میں کچھ آنکھ کا آنسو دل میں
 دل میں جو بوند گئی بن کے رہی بؤل میں
 چٹکیاں لبتی ہے کیون شبنم بؤل میں
 ہے وہی لطف وہی رنگ ہے ہی ہو دل میں
 آکے وہ پھیر گئے اور بھی جھاڑو دل میں

طریق عشق کے رہرو کبھی کبھی اب بھی
 جنالگا کے جو آئے میں غیر کے گھر سے
 چلے یہ کہہ کے بچھلنے وہ شمع تربت کو
 ڈریں گے حشر سے کیا نازیں بت کافر
 ہو اچلی ہے یہ کیسی کہ آج سوئے نقش
 جنابِ خضر کو رستہ بتانے جاتے ہیں
 وہی اب آگے و گھر لگانے جاتے ہیں
 کسی کے دل کی لگی ہم بھجانے جاتے ہیں
 وہی تو حشر جسے یہ اٹھانے جاتے ہیں
 چمن سے اڑتے ہوئے آشیانے جاتے ہیں

نظر بچائے بغل میں دبائے شیشہ مے

کہیں ریاض بھی پینے پلانے جاتے ہیں

اپنے خرامِ ناز پر اترائے جاتے ہیں
 بھر بھر کے جامِ بزم میں جھلکائی جاتی ہیں
 صیاد کو بہار میں موج آگئی یہ کیا
 چل دور بھی ہو پاس سے اسی شمع بے حجاب
 سو فاران کے تیروں کے کھولے ہوئے مٹن
 رات آپ کی ہے چین سے پہلو میں
 ترو امنوں کی قید تھی او آفتاب حشر
 کیا کیا خوشامدیں ہیں کہ پی لون بہار میں
 دربان ان کے ہیں سگ درسی بڑھی ہوئے
 سندی جھڑکے آئیں بھی وہ دیر اب نہیں
 شامت کہ ہے بٹائی گئے بزمِ ناز میں
 واعدے پر اپنے آج بھی شاید نہ آئیں گے
 چلنے میں لاکھ لاکھ وہ بل کھائی جاتے ہیں
 ہم اُن میں ہیں جو دور سے تڑائی جاتے ہیں
 پھولوں سے آج سب کے نقش چھائی جاتے ہیں
 وہ اور تھک دو دیکھ کے شرما کر جاتے ہیں
 دل کے لئے یہ جان مری کھائی جاتے ہیں
 کیوں آپ سہمے جاتی ہیں گھبرا کر جاتے ہیں
 سب لگ کیوں یہ دھوپ میں ٹھٹھلا کر جاتے ہیں
 سر پر ٹیکڑے ابر کے کیوں چھائی جاتے ہیں
 اس طرح دیکھتے ہیں مجھے کھائی جاتے ہیں
 ہم خاک میں ملانے کو نہلا کر جاتے ہیں
 ہم بھی انہیں میں ہیں جو نکلا کر جاتے ہیں
 بستر کے پھول شام سے مڑھائی جاتے ہیں

مرنے کا درد جودل میں اٹھا تھا وہی اٹھ کر چلا آیا فغان میں
 ادائے ناز سے ابرو کھینچے ہیں کھڑے ہیں تیر جوڑی وہ کمان میں
 حد و کے کام آئی تو شب، ہجر ترا کالا ہو منہ دونوں جہان میں
 جب اترے حلق سے دو گھنٹہ کے پھلے پھولے چمن دیکھے خزان میں
 سمجھ بیٹھے ہیں مجھ کو پارسا وہ مری گنتی ہے اب اہل جہان میں
 یہ کیا پائے حنائی رکھ دے تھے جڑے ہیں لعل سنگستان میں
 یہاں بھی لوغزاں میں اڑ گئی خاک نہیں کچھ سیف و شون کی دکان میں
 قفس میں تو پڑا میں پھنکے ہاؤں لگانے آگ جاؤں آشیانی میں
 میں صدقے اُن بلاؤں کے جو آئیں وہ پریاں میں ہے اُجڑے مکان میں
 پکڑتی ہے گلا کچھ یادنا قوس یہ کیوں آواز بیٹھی ہے اذان میں
 جو آدھی بات دشمن کو کہی ہو الہی چھالے پڑ جائیں زبان میں

سُنیں تو بت بھی تیرا چوم لیں منہ

ریاض اتنا اثر تیری زباں میں

کھٹکتے ہیں نگاہ باغِ بستان میں جو ہیں دو چار تنکے آشیان میں
 ہر اک سختی میں عالم نزع کا تھا ہماری عمر گزری امتحان میں
 چھڑالے سجدہ کرنے میں کوئی لگے ہیں لال سنگ آستان میں
 شرارے ہیں مے نالوں کے قائم کہ تارے جڑ دے ہیں آسمان میں
 قریب اب فضل گل شاید ہے صیاد مزا آنے لگا میری فغان میں
 ترس آتا نہیں مجھ پر کسی کو میں فریاد جس ہوں کا دوان میں

چٹکیاں لیتی جو امید ہماری ہوتی بیٹھے ہیں کچھ دھچپا کے شہزادوں میں
 رہنے سہنے سے چمن میں یہ بھولی ہو تاثیر گل و بلبل کی بہت آگئی خود دل میں
 کوئی دامن سے نہیں بچ پھنسنے والا ان کا آنکھ تک آ کے پٹ جاتی ہیں آنسو دل میں

کیا بنایا ہے دمِ حشر حسینوں نے ریاض

سوچ کر آئے تھے ہم وصل کے پہلو دل میں

گنہ بھی کئے ہیں تو پنہاں کئے ہیں فرشتوں سے چھپ چھپ کے عصیان کئے ہیں
 ٹپکتا ہے یہ خونچکاں آبلوں سے ہزاروں بیاباں گلستان کئے ہیں
 بہت دوست حسن لوٹی ہے ہم نے حسینوں کے گھر ہم نے ویران کئے ہیں
 کہاں تم نے دشمن کا ماتم کیا ہے بڑی طرح گیسو پریشان کئے ہیں
 سرخ شر بھی میری گردن جھکی ہے بہت میرے قاتل نے احسان کئے ہیں
 ترے صدقے باتیں نہیں کوئی صرت وہ پورے ہوئی ہیں جوار مان کئے ہیں
 جو تو نے سنوارے تھے مشاطہ ہوں وہ گیسو ہمیں نے پریشان کئے ہیں
 ذرا تاڑ کر نانہ تم خال رخ پر بہت ہم نے ہندو مسلمان کئے ہیں
 مزا وہ بھی دے جائیں گے حشر کے دن کبھی جھوٹے سچے جو پیمان کئے ہیں

ریاض ان میں بھی کوئی بات اچھی ہوگی

بڑے شعر جو درج دیوان کئے ہیں

اثر اتنا ہے بلبل کی زباں میں گلوں کا رنگ کھینچ آیا فغان میں
 مرے نالہ کے کہاں پہنچے شبِ غم تارسم میں کہ روزِ آسمان میں
 ہمیں کو وہ سمجھتا ہے کوئی ہو ہمیں ہم ہیں نگاہِ پاسبان میں

یاد آتی نہیں فلاس کے غم کی لذت
 شیخ فانی کبھی رندوں میں ج آجاتا ہے
 ارے او بام کو بھی عرش سمجھنے والے
 دل برف اور وہاں تیر بھی شکیں نہیں
 آپ کی میں بھی چلا آئی ہے کیا فصل بہار
 پس پر وہ یہ تماشہ ہے کہ چلن بن کر
 رمضان میں میں روزی وہ مراد سیتے ہیں
 مے کے بدلے اُسے ہم ابقا دیتے ہیں
 نلے کس کے ہیں کلیجا جو ملا دیتے ہیں
 بس کے ناک ہیں وہ بے پر بھی ادا دیتے ہیں
 کیوں مجھے نالے عنادل کے مراد دیتے ہیں
 بجلیاں گرتی ہیں پر وہ جو اٹھا دیتے ہیں

اللہ اللہ یہ کئے و جم کا شرف ہے کہ زیاض
 جام میں اپنے ہو ش ربا دیتے ہیں

ہم کو پروا نہیں وہ ہم کو بلاتے بھی نہیں
 نزع حیلہ ہو کہ وہ دیکھنے آتے بھی نہیں
 رکھ کے احسان شب وصل وہ فرماتے ہیں
 پھٹک گیا طور وہ جلوے نے گرائی بجلی
 مجمع حشر میں ان پر ہیں نگاہیں سب کی
 آپ کی آنکھ کیوں نیند اڑی جاتی ہے
 خوف یہ ہر نہ کلائی کی نزاکت کھل جائے
 ایک ہم ہیں کہ جلاتی ہے ہمیں غیر کی آگ
 جلوہ گر ہیں نگہ شوق سے پہناں دل میں
 چشم بدوز بڑھا حسن بیڈن ان کا
 جس کا سودا نہ بنے اس کے خریدار نہیں
 جان جاتی نہیں ہم جان سے جاتی بھی نہیں
 وہ جو آتے نہیں ہم جان سے جاتی بھی نہیں
 لوالک بیٹھے ہیں ہم تم کو ستا رہے ہیں
 اس طرح جا کے کہیں آگ لگاتی بھی نہیں
 شکل چھپتی بھی نہیں شکل چھپاتی بھی نہیں
 آج تو مرغ سحر شور مچاتی بھی نہیں
 استینیں کبھی مجھ پر وہ چڑھاتی بھی نہیں
 ایک وہ ہیں کہ لگی دل کی بجائے بھی نہیں
 ہم سے پر وہ بھی نہیں ملنے آتی بھی نہیں
 اب تو یہ حال ہے آنکھوں میں جاتی بھی نہیں
 تم جو یوسف نہیں ہم دام لگاتی بھی نہیں

شراس کے ہر بنے موجِ تہنم بھی کبھی
روتے روتے کبھی یہ شمع بھی ہو کہ نہیں
قبر پر آنے میں ان کو نہ تکلف ہو کہیں
بیکسی تیرے سوا اور کوئی ہو کہ نہیں
لگی تلوں سے ہو عقاربگ حنا میں دل بھی
بے لگائے ہوئے یہ آگ لگی ہو کہ نہیں
شعرِ تیرے چمکتے ہوئے ساغر میں یہ یاقین

پھر بھی سب پوچھتے ہیں آپ نے مئے پنی کہ نہیں

پانی میں آگ مے نالے لگا دیتے ہیں
نفسِ روا نہیں اور ہوا دیتے ہیں
ہم کسی کو ترے کوچے کی ہوا دیتے ہیں
خضر بھی ہوں تو انہیں راہ بتا دیتے ہیں
تو قفس سے لئے جاسو کی نشیں اُن کو
اپنے ٹوٹے ہوئے پرچہ کو صبا دیتے ہیں
میکدے والو ادھر بھی نگہ لطف ہے
دور سے کعبہ نشیں تم کو دعا دیتے ہیں
رنگ دی نکلیں گے ہم پس کے الفت میں
رنگ کیا پیسے پر برگ حنا دیتے ہیں
وہ سمجھتے ہیں کہ انکار ہو بھر دیں اس میں
دل و داغ کو داسن کی ہوا دیتے ہیں
آپ سُنتے کبھی نالے کسی دیوانے کے
بھگتی رات میں کانوں کو مزاد دیتے ہیں
میکدہ چھوڑ کے ہیں گوشے گھر کے لیکن
کوئی آجائے تو دو گھنٹ پلا دیتے ہیں
ابھی آجاتی ہے کبھی میں جس دیر کی یاد
بیٹھے بیٹھے کبھی ناتوس بجا دیتے ہیں
ہم پہنچے ہیں تو پردہ وہ اٹھا دیتے ہیں
ان کے دربان کبھی دو چار سنا دیتے ہیں
کہیں آنے کو وہی آج نہ ہوں بات ہو کیا
آنے والے مجھ پر پیغامِ قضا دیتے ہیں
وصل کی رات بھی رہتا ہو حیا کا پہلو
غرم سے شمع وہ غلوت میں بجھا دیتے ہیں
تو نے دیکھی ہی نہیں جبرہ کو شروالی
شیخ انور جھلک اس کی ذرا دیتے ہیں

کھر بھی، جوتی ہو چلتے ہیں کابل ہم بھی
 اذیت اس دل مردہ کو کیوں پہلو میں
 اب اُن کے آنی کا ہم کو بھی انتظار نہیں
 عذاب گور نہیں گور کا فشار نہیں
 پہنچ حراغِ لحد تھے بھی قبر کے پھول
 ابلان کے نقش قدم بھی سرسزار نہیں
 جناگاہ کے پیچھے ہیں گلِ رنوں میں ریاض

کچھ ان کے ریشہ مبارک کا اعتبار نہیں

گریبانِ چاک کچھ ٹکڑی لئے دامن کے بیٹھے ہیں
 ذرا اُن سے یہ کہہ دو ادھر علی بن کے بیٹھے ہیں
 وہی ہم ہیں نہ چھوڑا تا تک ہم نے گریبان کا
 جو آجائے گی دل میں اٹھ کر سیر کر لیں گے
 ہوئی مٹی جنا اُن کی لگی ہے آگ تلوار سے
 مستی مالیدہ لب کیوں میں نے چو کر آج گلشن میں
 بڑھیں گے پیگنشتہ کے جھلایں گے صینوں کو
 لگا لاتے ہیں اپنے ساتھ یہ گم کردہ راہوں کو
 یہ ظالم کیا ابھر کر تیرے جو بن کو دبا دے گا
 بھرے خم کی طرح ہم میکہ کی آٹھ نہیں کتے
 وفا میری جفا اپنی انہیں کچھ یاد آئی ہے
 ارے وہ حشر میں اتارنے والے یوشِ حلِ تن کہ
 بیان کیا ہو نیاز و ناز حسن و عشق کا عالم
 غضب ہو بے چھوڑ چھیر کی جھپکا ناچو کنا ڈونا
 جو ہوش آریا تو اب محتاج پیرا میں کے بیٹھے ہیں
 گلی میں منے والے ادوی میں کے بیٹھے ہیں
 وہی ہم ہیں کہ اب ٹکڑی لئے دامن کے بیٹھے ہیں
 ابھی تو سنگ پر اس بت پر فن کے بیٹھے ہیں
 مٹانے والے وہ دیکھو مے مدفن کے بیٹھے ہیں
 وہ مجھے مرنے چھپا کر سائی میں سو ج کے بیٹھے ہیں
 ابھی ہم پاؤں توڑ کر منتظر ساون کے بیٹھے ہیں
 ہمارے رہنما میں باس ج رہن ج کے بیٹھے ہیں
 دل پر داغ پر سکے تری جو بن کے بیٹھے ہیں
 یہاں بھی ہم جو بیٹھے ہیں تو لاکھوں میں بیٹھے ہیں
 نظر نہجی کئے وہ سامنے مدفن کے بیٹھے ہیں
 یہاں بھی لٹنے والے تری جو ج کے بیٹھے ہیں
 ادھر علی بن کے ہم ہیں وہ ادھر علی بن کے بیٹھے ہیں
 یہ عالم کہ گویا گھر میں دشمن کے بیٹھے ہیں

نام روشن محبت میں کہیں ہو میرا
دل کے دیئے ہو پڑی جان کے لالے ہم کو
وہ ستائیں تو ستائے کا ہر شکوہ دن رات
چپ کھڑے ہیں وہ حشر خدا کے آگے
مر گیا غیر مرے سر کی قسم سچ کہئے
کون گھل گھل کے مرے ان کی محبت کر کے
بیٹھے ہیں وصل کی شب شرم کے بتوں پر
ہم نے بھی اب دل بدخو کا منا نا چھوڑا
جاکے وہ پھول چڑھائیں گے مری تربت پر
لے کے سو رہتے ہیں پہلو میں نہیں چپکے سے

اب مرے نام کو وہ آگ لگا تو بھی نہیں
دل جو دیتے نہیں وہ جان سے جاتا بھی نہیں
زستائیں تو گلہ ہے کہ ستا تو بھی نہیں
بات بنتی بھی نہیں بات بناتا بھی نہیں
ہاں کے سر کی قسم آپ تو کھاتا بھی نہیں
جان کو مفت کا ہم روگ لگا تو بھی نہیں
آنکھ کھلتی بھی نہیں منہ کے مانتا بھی نہیں
ہر گھڑی روٹھنے والے کو مناتا بھی نہیں
آکے پھولوں میں سے پھول اٹھاتا بھی نہیں
ہم حسینوں کو شب وصل ستا تو بھی نہیں

منہ پیٹے ہوؤ کیوں قبر میں لیٹے ہو رہا یاض

روز آ کر وہ تہیں اب تو ستاتے بھی نہیں

بہار نام کی ہر کام کی بہار نہیں
جو آج وصل میں اس طرح چوس جاتی ہیں
بتان ماہ حبیبیں سیر گاہ سمجھے ہیں
حرم کی طرح نہیں سکدیں میں بیداری
یکس نے ناؤ لیلیٰ موجد میں گھیرا
دو سگی پاؤں نہیں بھی مجھے بھی وصل کی رات
جناشیخ نے جب ہی تو منہ بنا کے کہا

کہ دست شوق کسی کے گلے کا ہار نہیں
انہیں لبوں سے سنی ہم نے لکھ با نہیں
یہ داغ داغ جگر کوئی لالہ انہیں
سوا ہمارے یہاں ایک ہوشیار نہیں
بگولے دشت کو مرقس کا غبار نہیں
کہ ان باشوخ نہیں محاسب قرار نہیں
مزا بھی تلخ ہی کچھ ہو بھی خوشگوار نہیں

نشتہ کے چینگ نہیں جانا تھا کہیں لینے کو
اس لئے میں نے تری جرم کئے دانستہ
موج مستیخ بنی چل گئی میخواروں میں
میری گنتی بھی ہی تیرے گنہگاروں میں

غیر کے گھر بھی میری جان کا رونا ہے ریا ضن
غیر کے گھر بھی وہ ہیں میرے عزاداروں میں

وہ ہوں سٹھی میں ان کی دل جو ہم ہوں
ستائیں ہم اسی طرح جس طرح چاہیں
یونہی پر وہ سا کچھ حاصل ہو ہم ہوں
کوئی نشتہ میں یوں غافل ہو ہم ہوں
اگر تم ہو مسہر کا مل ہو ہم ہوں
وہاں کوئی نہ ہو قاتل ہو ہم ہوں
نئے فتنے ہوں وہ محفل ہو ہم ہوں
یہ مینا ہو لب ساحل ہو ہم ہوں
نہ ہو کوئی عدو بسمل ہو ہم ہوں
ہمارا عقدہ مشکل ہو ہم ہوں
نئی سیلی نیا محفل ہو ہم ہوں
ہماری سعی لا حاصل ہو ہم ہوں
نہ ہو کوئی ہمارا دل ہو ہم ہوں
گلے پر خنجر قاتل ہو ہم ہوں
ہر اک غنچہ ہمارا دل ہو ہم ہوں
یہ سہو و محو ہوں ہم سیر گل میں

ریاض اس شوخ کو بھی تم سنا دو

وہ کیا ہے چلبلا سادل ہو ہم ہوں

عدد کیا تو فرمایا چلو مغل سے غلوت میں
ذرا اے آرزو کی وصل موقع ہاتھ آنے سے

اسٹھانے سے ریاض اُٹھتے نہیں باجرا کیا ہے
درد و دولت پران کے آج سائل ہر کے بیٹھے ہیں

پھوٹ سی پھوٹ پڑی رات کو میٹروں میں
بھول بسبل جو لئے پھرتے ہیں منقاروں میں
دل کی ہر قدر تو کچھ حسن کے سرکاروں میں
ہم نفس نالے مری جا کے فلک پر چکر لے
قیسہ بردوش نظر آتی ہر شب کو اک شکل
تیرے داس سے بندھی ہر مری امید کو جبرج
نہ نفس سے کچھ افتاد نفس سے واقف
ہل عصیاں کی کمی حشر میں دیکھی نہ گئی

مے ریاض آپ بھی پتے میں ہیں ریش سفید

ہائے یہ نور کی شکل اور سیاہ کاروں میں

نہ ہی پش دل حسن کی سرکاروں میں
دل سے جاتا ہی نہیں ابرو و مژگان کا خیال
تیرے صدمے کیس میں جا میں یہ بھی شب وصل
دل کے دماغوں میں صرا کیا ہو جو تم کرتے ہو
ہو رہا ہے نئے انداز سے زنداں تعمیر

گر گیارخ اب اس جنس کا بازاروں میں
پڑ گئے تیروں میں ہم گھر گئے تواروں میں
ہاشگفتہ کئی کلیاں میں تیری باروں میں
اب وہ انگاری کہاں خاک ہو نگاروں میں
چن کے دیوانہ چنے جاتی ہیں دیواروں میں

دم اُٹھتا ہوں مرا کیوں کر ملے مج کو نجات
کاتبِ اعمال کو مشقِ خطِ ساغر نہ تھی
کہتی ہے محرمِ نگاہِ شوق ہو یادِ دستِ شوق
بوسہ لینے میں یہ سمجھے ہم گوری ہے دلی
غیر کے گھر سے پھری تو اب نہیں اُٹھتا قدم
کیوں ٹھہریں نہ چل کر کیجئے کچھ نہر مار
مرغِ جان کو لین پھندی میں لکیریں ہاتھ کی

ساتھ ہی ستر کار کے جانا تھا ہم کو بھی ریاض

ماہی بے آب کو رہنا تھا غنی تال میں

رنگِ دل کا داغ کب لاتا نہیں
چلتے پھرتے رہتے ہیں نقشِ قدم
یہ جیس اچھا پر دے میں رہیں
چھپے کرتے ہیں مرغانِ نقش
در ہے میخانے کا دن ہے عید کا
حشر بھی واعظ کا اچھا حشر ہے
پی بھی لومکی سہی کچھ کم سہی
دردِ دشمنِ سن کے یہ مجھے کہا
ہاتھ میں اُن کے ہر جامِ مے ریاض

اس چمن کا پھول مرجھاتا نہیں
تو کہیں آتا نہیں جاتا نہیں
دیکھ کر ان کو رہا جاتا نہیں
قید میں کیا دم بھی گھبراتا نہیں
اور کوئی مج کو پلاتا نہیں
مکے آتا ہے مگر آتا نہیں
وصل میں بے مزا آتا نہیں
تم سو مجھے سنا جاتا نہیں
اپنی ٹڈاوی تو بھی رنگو مٹا نہیں

خیال شبِ غم سے گھبرا رہے ہیں ہیں دن کو تاری نظر آ رہے ہیں
 وہ کچھ غیر سے وعدہ فرما رہے ہیں مرے سر کی چھوٹی قسم کھا رہے ہیں
 یہ ہیں شوخیوں اپنی تصویر دے کر شبِ وعدہ وہ ہم کو بہلا رہے ہیں
 نہ افتاد کچھ پیش آئے الہی ذرا اہم چین کی ہو اکھا رہے ہیں
 انھائیں نہ فتنہ یہ محشر میں کوئی حسین بے چھوڑ چھیر کو جھنجھلا رہے ہیں
 دمِ وعظ کیسے مرنے میں میں اعضا بھرے جام کو شر کے جھلکا رہے ہیں
 یہ انسان بن جائیں کچھ ساتھ رہ کر فرشتوں کو ہم راہ پر لا رہے ہیں
 نہ لوں راہ میخانہ کس طرح و اعضا یہ بادل جو سر پر مرے چھا رہے ہیں
 چنیں گے وہ افشان ہر اہم کب تک شبِ وعدہ کیوں تارے گنوا رہے ہیں
 گلے کل ملیں گے وہ میناؤں سے جو پیتے ہوئے آج شر مار رہے ہیں
 لگا دو ذرا ہاتھ اپنی گلی میں جنازہ لئے دل کا ہم جا رہے ہیں
 یہ اُلجھے ہیں نہ دوسری کیا شیخ صاحب بڑھاپے میں کیوں ڈاڑھی لگا رہے ہیں
 قیامت بھی جاتی ہے ہر قدم پر یہ کون آرہا ہے وہی آ رہے ہیں
 دعا دی رہا ہوں یہ دیوانگی میں چنیں پھول تنکے جو جنا رہے ہیں

کمر سیدھی کرنے ذرا میکہ سے ہیں

عصائیکتے کیا ریا ض آ رہے ہیں

شیخ صاحب کیا کرے چلے سوال میں کچھ نہ کچھ حصہ ہے باروں کا بھی اس مال میں
 دن خوشی کا ایک بھی دیکھا نہیں سال میں میں خوش شمس میں بھی اس کا شکوہ حال میں
 کچھ نہ ہو پھر بھی قفسِ اک گوشہ آرام ہے آشیانِ بادِ خود چھنتے ہیں آکر جال میں

سیر کو جلوہ گاہ طور کہاں
 جام کوثر میں دانہ انگور
 بہت ہیں پتھر شر میں پتھر میں
 تاک میں دخت رزہ و خجانشین
 سمجھ بُت دل کے آبلے توڑے
 شیخ لے کر چلا ہے ریش سفید
 یہ بہت ہے ملے جوشاخ حق
 گھر مرا ہے یہ بزم غیر نہیں
 یاد ایام و جام باقی ہے
 رنج و آلام کی ترقی ہے
 مجھ سا دنیا میں ناشکیبا کون
 اے شبِ غم نہ توڑیوں تالے
 بے اثر ہیں یہ نالہاے جنوں
 حشر اٹھانے میں ساتھ ہے میرا
 ہوتے سرکار کے کہوں کس سے
 میری مہمت مجھے کہاں لائی
 سنگ در سے لڑی میری مہمت
 آستان وہ جو آسمان پایا
 چار چاند اور اب جہیں کو لگے
 دیر ہے پاس جائیں دور کہاں
 کھج کے آئی مئے طہور کہاں
 جلوہ گر ہیں خدا کا نور کہاں
 باغِ جنت سے آئی حور کہاں
 شیشہ دل ہوا ہے چور کہاں
 اس کے سر پر خدا کا نور کہاں
 نخلِ طوبیٰ و نخلِ طور کہاں
 آپ نشے میں آئے چور کہاں
 مئے کہاں مئے کا وہ نور کہاں
 طرب و عیش کا و نور کہاں
 مجھ سا دنیا میں نا صبور کہاں
 آسمان ہے زمین سے دور کہاں
 اثرِ نغمہ طیور کہاں
 گم ہوئی ہے صدائِ صویر کہاں
 پئے فریاد جاؤں دور کہاں
 میں کہاں اور رام پور کہاں
 جاؤں اس در سے لے حضور کہاں
 جگہ لایا مرا غم دور کہاں
 تنہا جہیں میں مری یہ نور کہاں

ان آنکھوں میں میں رنگ محفل ہزاروں
 ہزاروں ہیں خسار ارے تل ہزاروں
 اگر بزم آرائی دل یہی ہے
 نہ گرہن کھلیں ان کے بند قبا کی
 کیا تیرہ تاروں کو بھی اے شبِ غم
 وہ شے آج واعظا کو ہم نے پلا کر
 بہت بل رہیں گے چھری پھرنے کو
 کوئی دیکھے زور جنوں فصل گل میں
 یہ گلچیں نے کیوں پھول گلشن میں توڑا
 گلی میں ترے حشر کے دن بھی قاتل
 کہیں قیس ہے اب نہ لیلیٰ کہیں ہے
 یہ ہے میکدہ کوئی چو نکائے کس کو
 نہ ترسا انہیں آبِ خنجر کو قاتل
 لپٹ کر نہ پھر میرے دامن سے چھوٹے
 یہ کیا مشورے حشر میں ہو رہے ہیں
 رہیں تا قیامت جوانی کی راتیں
 ابھارے تھے ابھری نہ گل تیرے آگے
 فنِ شمر بھی کیا ہی آسان فن ہے
 ریاض ان سے کہ دستائیں نہ مل کر
 ابھی رنگ دکھلائے گا دل ہزاروں
 خدا تیرے تل پر ہیں کیوں دل ہزاروں
 بنیں گے حسین شمع محفل ہزاروں
 کھلے عقدے سربستہ مشکل ہزاروں
 یہ روئے فلک پر ہیں کیوں تل ہزاروں
 مشائے خیالاست باطل ہزاروں
 سلامت یہ دل ہے تو قاتل ہزاروں
 بنے تار دامن سلاسل ہزاروں
 کہ اس پر مڑے عناد دل ہزاروں
 پڑے لوٹتے ہوں گے بسمل ہزاروں
 بگوئے ہزاروں ہیں محمل ہزاروں
 پڑے ہیں یہاں مست و غافل ہزاروں
 دعائیں تجھے دیں گے بسمل ہزاروں
 گئے خار رہ سوئے منزل ہزاروں
 یہ کیوں جمع ہیں آج قاتل ہزاروں
 یہ راتیں میں تو ماہ کا تل ہزاروں
 چمکنے کو چمکے عناد دل ہزاروں
 جہاں دیکھو اس فن کے کامل ہزاروں
 بھری میری سینے میں میں دل ہزاروں

داور حشر سے کیا شکوہ بیدا کریں
ہاں سنیں آپ تو کچھ آپ سے فریاد کریں
بھول بیٹھیں میں ہم بھولنے والے ایسے
یاد آئیں نہ کبھی ہم جو ہمیں یاد کریں
میں وہ مانوس قفس میں جو قفس سے جائل
انتظار آپ سو آجانے کا صیاد کریں
ہم یہ کہتے ہوں۔ کیا خوش نہ کسی نے ہم کو
بول اٹھے کوئی آؤ تمہیں ہم شاد کریں
کام چل جائیگا زنجیر جو جس طرح کی ہو
کچھ شکلف نہ مرو واسطے حداد کریں
ہم سو کوہ گئے قفس کو دیتے آواز
یار آجاؤ ذرا ماتم فرما د کریں

ہم سے دیوانے ریاض اور کہاں نازک طبع
کہ جو وہ پھول سے بھی ماریں تو فریاد کریں

بت اپنے آپ کو کیا جانے کیا سمجھتے ہیں
مرا خدا انہیں سمجھے خدا سمجھتے ہیں
ادا شناس کی اپنے ادا سمجھتے ہیں
کہ بے کہے وہ مراد عا سمجھتے ہیں
سمجھنے والے تمہاری ادا سمجھتے ہیں
وہ اور کچھ ہے جسے سب قضا سمجھتے ہیں
فلک کا نام نہ لے کوئی سامنے اُن کے
وہ اُس کے ذکر کو اپنا گلا سمجھتے ہیں
مجھے یہ آپ کے سر کی قسم نہ تھا معلوم
کہ آپ بھی رہ و رسم وفا سمجھتے ہیں
پیشو خیاں بھی حسینوں کی کیا قیامت ہیں
شب وصال کو روز جزا سمجھتے ہیں
یہ دن شباب کے میں کوئی کیا کہے اُن کو
ابھی وہ کچھ نہیں اچھا بُرا سمجھتے ہیں
تمہارے کھوئے ہوں کا عجیب سلک ہے
جوراء زن بھی ملے رہتا سمجھتے ہیں
شب وصال مرے ہم نشین سے فرمایا
یہی تو ہیں جو ہمیں بے وفا سمجھتے ہیں
خدا کرے کہیں موقع ہو مجھ کو مل جائیں
یہی ہیں جو مجھے پارسا سمجھتے ہیں
ہمیں یہ حق ہے ترا منہ بھی چومتے جائیں
کہ ترے شکوہ بجا بجا سمجھتے ہیں

حضرت رشک اب ہیں اور ریاض

چھوٹتا ہے در حضور کہاں

ہمارے ساتھ جو اپنے پرائی جاتے ہیں
وہ دیکھ دیکھ کے منہ سکاؤ جاتے ہیں
نگہ کی طرح وہ خود شرم سے نہیں اٹھتے
ہمارے بوسوں کے لینے کا ذر نہیں اُن کو
دعائیں ہیں کہ نہ ٹھنڈی ہو قیامت تک
تجلیوں کے لئے تاب دید پیدا ہو
کسی کا ہاے یہ کہنا مرے جنازے پر
عجیب نگہی اس کا رگاہِ عالم کا
ستم کی راتیں ہیں یا رب یہ وصل کی باتیں
کمر میں اپنی ہی نازک سی تیج رہنے دیں
کوئی بھی اہل جنوں کی یہاں نہیں سنتا
پہنچ نہ جائیں کہیں بزمِ عیش میں ہم بھی
عدو سے ہوتی ہیں باتیں سنا سنا کے ہمیں
جنے کی زخم گلو کیو، یہ تیج نازک سی
وہ میری قہر پر آئیں کہ جائیں غم کے گھر

ہم اُن سے سوئے لحد منہ چھپائی جاتے ہیں
یہ وقت نزع کے شکوے مٹائی جاتے ہیں
مرے اٹھانے کو فتنے اٹھائی جاتے ہیں
کہ ایک منہ میں وہ سو سو سناؤ جاتے ہیں
وہ آگ دل میں ہمارے لگاؤ جاتے ہیں
ہماری آنکھ سے پردہ اٹھائی جاتے ہیں
کہاں یہ جاتے ہیں کیوں منہ چھپائی جاتے ہیں
بگاڑے جاتے ہیں نقشے بناؤ جاتے ہیں
ستانے والے بھی کیا کیا ستاؤ جاتے ہیں
کسے ہمارے گلے وہ لگاے جاتے ہیں
چمن کے نغمہ سرا اپنی گائی جاتے ہیں
ہمارے واسطے پہرے بٹھائی جاتے ہیں
ہمیں ہیں باتیں یہ نازک لگاؤ جاتے ہیں
گلے کا ہار کسے وہ بناؤ جاتے ہیں
سنوارے جاتے ہیں گیسو بناؤ جاتے ہیں

خدا کے گھر سے سو میکدہ یہ کون چلا

ریاض ہوں گے جو آنکھ میں چراغے جا رہے ہیں

عمامہ لے کے نہ دی میفر و شش کم ہم کو
 خانے ہاتھ یہ بندھو لے ان جینوں کے
 حد مہر ساتھ لحد پر نہ ڈالو آنکھ میں خاک
 یہ کون تو بے شکس تھا جو کہہ گیا و اعظا
 وہ ڈھونڈیں دل کے نہ اجڑا ہوا کی موجوں میں
 نہ کو سو وصل کی شب تم مری جوانی کو
 تمام عمر جلاتے رہے جو دل میرا
 وہ آکے سیر کریں کیا ہمارے داغوں کی
 حساب زلف کے بوسوں کا تنہا رات

ریاض اُداس ہے توبہ سے رنگ صحبت کا

بہت دنوں سے اب آئی اُدھار بھی تو نہیں

چھینٹے دیتی ہوئی رندوں کو گھٹائیں آئیں
 بے ستوں سے طرف بچ گیا ہے کوئی
 تم کسی بات میں افسوس نہ پوری اُترے
 اس اُداسے کہ فرستادہ گردوں سمجھوں
 ارے او ایک زمانے کے ستارے والے
 کیا اُدھر ہو کے بہا ہے کوئی دریاؤں شراب
 اُن کے دیوانہ گیسو یہ گلا کرتے ہیں
 چاہتے ہیں تجھے معشوق طرہ اُداس ریاض

پانی برساتی ہوئی ٹھنڈی ہوا میں آئیں
 دردناک آج کمی بار صدا میں آئیں
 نہ جفا میں تہیں آئیں نہ وفا میں آئیں
 گھر مرا پچھتی اوپر سے بلایں آئیں
 حشر میں کام ترے میری عائیں آئیں
 جھومتی قبلے کی لہریں گھٹائیں آئیں
 نہ بلایں کبھی لینے کو بلایں آئیں
 تجھ میں کم بخت کا سچ ادا میں آئیں

نہ منع کرے و معشوق سے ہمیں واعظ
 کہ ہم شباب میں سب کچھ سمجھتے ہیں
 خدا کی شان یہ کوٹھوں کے بیٹھنے والے
 ہماری آہ کو اب نارسا سمجھتے ہیں
 ریاض عشق میں کافرتوں کے ہے بے خود
 مزایہ ہے وہ اسے یار سا سمجھتے ہیں

نتہا سے تیر نظر کو قرار بھی تو نہیں
 نہ کو میں آپ کیا میں نے پیار بھی تو نہیں
 جمائیں رنگ کہاں لالہ زار بھی تو نہیں
 گئے وہ دن کہ گریباں گلے کی بھانسی تھا
 کیسی گھر سے دین دو پہر ہے تاریکی
 جناب شیخ اُجھتے ہیں کس تعلق سے
 یہ انتہا سے نزاکت ہی تیری اے قاتل
 ہمارے کام یہ انگریزیاں نہیں آتیں
 ملے جو پینے کو دن میں تو عید ہوساتی
 قیامت اور ہو امیں ہمیں اٹھاتی تھی
 کریں گے کیا نہ کریں گے جوئے سے ہم توبہ
 گرایہ تھک کے تراقیں نجد میں لیلے
 وہ کیا آریں گے مراد اغ و اغ دل لے کر
 قفس میں قید حکیم کو بے خطا صیاد
 یہ کیا ادا ہے کسے وہ مٹانے آئے ہیں
 نہ دل میں جو نہ سہی دل کے پار بھی تو نہیں
 جو ٹوٹیں ہاتھ گلے کا وہ ہار بھی تو نہیں
 چمن میں جا کے پیس کیا بہار بھی تو نہیں
 کفن کے نام کوئی آج تار بھی تو نہیں
 یہ کیا بلا ہے شب انتظار بھی تو نہیں
 یہ دخت رز کے کوئی رشتہ دار بھی تو نہیں
 کہ تیرے بس کی مری جان ار بھی تو نہیں
 کہ وہ اُتارتے ہم پر خار بھی تو نہیں
 ہم ایسے کوئی بڑے روزہ دار بھی تو نہیں
 ہماری خاک سے اٹھتا غبار بھی تو نہیں
 کہ اب دکان سے ملتی اُدھار بھی تو نہیں
 کہ اس کی خاک سے اٹھتا غبار بھی تو نہیں
 گندھا ہوا کوئی بھولوں کل ہار بھی تو نہیں
 کہ ہم نے باغ کی ٹوٹی بہار بھی تو نہیں
 مرا غبار ہے کوئی مزار بھی تو نہیں

سوج شراب ناب ہو یا خطِ جام ہو اُن گول بان زلف کی پھنسی آستین کہاں

دن رات محوِ شغل ہے اک خم کے آڑ میں

دنیا میں اب ریاضِ ساگوش گزیر کہاں

ترتبت پر آئے ہیں قدمِ برجیں کہاں اے چرخِ ابھی دکھائی ہے تجکو زمین کہاں

یکہکشان دکھائی ہے کیوں مجکو آوجِ موج چمکائیں میرے بام کو وہ برجیں کہاں

جائے کہاں نکل کے کوئی اس جہان سے نیچے جو آسمان کے نہ ہو وہ زمین کہاں

باتم مرا ہو اسے کہاں کچھ کہیں تو آپ محرم کے ساتھ مسکی ہو آج آستین کہاں

دل سے یہ کہہ رہی ہے تری زہر کی نگاہ اے تلخ کام تیرے لئے انگیں کہاں

سیرِ چین کو جائیے بھی دشمنوں کے ساتھ بالین پر آئے آپ دم واپس کہاں

اے دل لئے پھریں تجھے دامنِ نازیں رکھے میں ایسے تیرے لئے نازیں کہاں

دل بھی جگر بھی دونوں لہو ہو کے بہہ چکے نشتر چھوئے مار کی چین چین کہاں

پرے میں رہنے والے کو کچھ شرم چاہئے جاتی ہے دل کے ساتھ یہ جانِ حزن کہاں

اب ہم ہیں اور محویتِ عشق اے جنوں ہدم کہاں ندیم کہاں ہم نشیں کہاں

کوئی خدا کے پاس تو کوئی بتوں کے پاس جانِ حزن کہاں دلِ اندوہگین کہاں

ٹوٹی ہے آکے کوچہِ جاناں میں آج یاس اب دیکھیں ٹٹا ہر دم واپس کہاں

کمِ بخت دل کے جانے کا مجکو قلاق نہیں جاتی ہے مجکو چھوڑ کے جانِ حزن کہاں

دشمن بھی کہہ رہے ہیں خدا داد بات ہے

شاعرِ ساسے ریاضِ سخن آفریں کہاں

شب وصل اپنے نگہباں ہوئے میں
مرے آگے غیروں سے بیان ہوئی میں
سماں میں اپنے نگاہوں میں ایسے
فرشتوں میں بھی شیخ صاحب کی گنتی
شب وصل کیا جانے کتنی بڑی تھی
کہاں میں نے لوٹی معاصی کی لذت
کیا یوں جدا گوشت ناخن سے اُس نے
مرا دم اُلجھتا ہے اے دستِ حُشمت
کچھ آوازیں آتی تھیں نساں شب میں
بڑی گہری چھپتی تھی نادانِ دل سے
پریشان کیا ہے پریشان ہوئے میں
یہ کم آپ کے مجھ پر احسان ہوئے میں
جب اُمینہ دیکھلا حیران ہوئے میں
یہ رندِ دل کی صحبت میں اُنساں ہوئے میں
بہت ان کے گیسو پریشان ہوئے میں
وہ کچھ بھی نہیں مین جو عصیان ہوئے میں
کہ دل سے جدا دل کے ارمان ہوئے میں
مجھے پھانسی تار گریبان ہوئے میں
اب ان سے بھی خالی سیابان ہوئے میں
بڑے یار غار اُن کے پیکان ہوئے میں

مچی ہے بڑی دھوم اہلِ حرم میں
ریاضِ آج شاید سلمان ہوئے میں

اے ہجر یار جان بچے یہ یقیں کہاں
آئینے میں بناتے ہیں کیا کیا وہ عکس کو
دل کے لئے تو روزِ نیا داغ چاہئے
پھینکا ہوا اضطراب نے دامنِ حیرت میں
منہ چوم کر چکھائیں گے انکار کا مزا
بدست ہوئی رسائیِ قسمت کو رو چکے
ساغر پر آنکھ بڑھ رہی ہے بزمِ غیر میں
اب وصل کی اُمید نشاطِ آفرین کہاں
اُن کو یہ ہے غرور کہ مجسا حسین کہاں
رکھے ہوئے میں روزے مجسب کہاں
ملتی ہے دیکھئے ہمیں دو گز زمین کہاں
منہ سے ابھی نکالی ہے اُس نے نہیں کہاں
وہ سنگِ در کہاں یہ ہمارے چہر کہاں
کھل کھیلنے کو ہے نگہِ شرِ گم کہاں

ہم کو نہیں چین آگ لگے سوزِ درون کو
 ٹھنڈے ہیں چرخِ اغِ سرِ تربت بھی ہوا میں
 ہاتھوں سے یہ ٹپکے گا بھرو ہاتھ نہ اپنے
 ملنے کا نہیں خون مرا رنگِ حنا میں
 اُسے بیکسی گورِ خدا تجھ میں اُٹوے
 ہیں بھول بھڑے آج تو داماں ہوا میں
 وہ بیٹھے ریاض آج تو کچھ جھوم رہے ہیں
 اب یہ بھی گئے جاتے ہیں مردانِ خدا میں

جامِ دوست یار میں یارِ ہولالہ زار میں
 پھول اُڑے بہار میں بھول کھلے بہار میں
 خاکِ ہر کوئے یار میں رنگِ ہم بہار میں
 داغِ ہیں لالہ زار میں لالہ ہیں کوہِ مسار میں
 ساقی شوخِ ادا بتا۔ کیوں نہ وہ مجھ تک آسکا
 لعل لگے ہیں ایسے کیا ساغرِ زنگار میں
 ہم کو ہوا سکون کب جہیزِ وادان ہیں ب
 جھول رہے روزِ شوبِ گرِ خوش روزگار میں
 ہم ہیں تجوں کی گھٹات میں دن میں کس آئیں
 لطفِ ہر آن کی بات میں لطفِ ہر آن کیا میں
 جیبِ ہوا چاک آتے ہیں بن کے وہ پاک آتے ہیں
 چرخ کا دورِ مٹ گیا چرخ کا بخورِ مٹ گیا
 پوچھئے کچھ نہ حالِ زار کوئی نہیں ہو بقرار
 چرخ کے دورِ مٹ گیا پڑ کے کیا ہو اتھاں
 آتی ہے موت بار بار آپ کے انتظار میں
 مفت ہی گوٹے گراں پی کے کیا ہو اتھاں
 لائی اسے مری تلاش میں نہ کہوں گا دورِ باش
 بن کے فرشتہ آئی کاش شمعِ مری مزار میں

آئی کسے اجلِ ریاضِ حشرِ بپا تھا کل ریاض

کیا کہوں میں غزلِ ریاضِ طرحِ پیام یار میں

ہے پئے شمعِ دہر میں ایک سی بھول میں
 ہاتے ہیں سربِ سرستِ شمعِ ایک بھول میں
 ہے کہاں اہلِ کاشن ایک سی بھول میں
 بھول سے تم رنگِ دامن ایک سی بھول میں

ہم کسی کو جو پیار کرتے ہیں شکوہ پھولوں کے بار کرتے ہیں
 او خود آرائے بزم یکستانی اہل حشر انتظار کرتے ہیں
 یہ جو ہم کھل کے مئے نہیں چیتے خوفِ آمرزگار کرتے ہیں
 جرمِ جرم کبھی جوئے پی ہے تو بہم بار بار کرتے ہیں
 حشر کے دن بھی چاہنے والے جانِ تم پر نثار کرتے ہیں
 دد میں رہتے ہیں روزِ ظاہرِ حُسن ہم اُنہیں کا شکار کرتے ہیں
 اہلِ سمجھ کو رزق کی ہے حرص دانہ دانہ شمار کرتے ہیں
 کیا ملے ہم سے میکشوں کو ریاض
 دے کے دو دوس اُدھار کرتے ہیں

شوخی سی تو شوخی بھی نہیں رنگِ جنائیں کن ہاتھوں سے ماتم ہو مری بزمِ لغزائیں
 ٹھکراؤ قیامت کو نہ تم پاؤں سے ایسا گھبرا کے چلی آئے مزارِ شہدائیں
 وہ خوش کہ فریب اس کو دیا ہم کو تسلی دونوں کو مزے آتے ہیں بیکانِ وفا میں
 تم پھینک ہی دو گئے وہ کہیں بیچ ہی لگا ہاں سے بھی دو چپکے یہ دل دستِ گدائیں
 اٹھے کبھی گھبرا کے تو میخانے کو ہو گئے پی آئے تو پھر بیٹھ رہے یادِ خدا میں
 سو کھسے ہوئے مڑھجائے ہو ذیچولِ حد پر آجاتے ہیں دو چار کبھی اٹکے ہو اس میں
 اب روئے گی وحشت مری اس سرِ لپٹ کر دو ہاتھ وہ مصروف ہیں دن رات دعا میں
 دامنِ کفنِ ڈال کے ہم جاتے ہیں مُنہ پر اڑتی ہے بہت خاک سارا راہِ فنا میں
 آنکھوں میں شرارت ہو کر روئے نہیں رکتی شوخی ہے کہ بے چین ہے آغوشِ حیا میں
 لینے کو بڑی ٹھاٹھ سے آتی ہے قیامت دھو میں ہیں محبی آج مزارِ شہدائیں

اک حیس ہو دل کے بہلانے کو روز
روز کی یہ دل لگی اچھی نہیں
ذرہ ذرہ آفتاب حشر ہے
حشر اچھا وہ گلی اچھی نہیں

اہل محشر سے نہ اُجھو تم ریاض

حشر میں دیوانگی اچھی نہیں

دم آخر کسی کا شکوہ بیداد کرتے ہیں
رہا ہو کر ہم اتنی خاطر صیاد کرتے ہیں
فغاں سن کر مری وہ ناز سوار شاہ کرتے ہیں
بڑھاپے میں تجھے ہم لے جوانی یاد کرتے ہیں
عجب انداز سے کہتی ہیں دل کی حشر میں مجھے
نہ آنکھوں میں کبھی آنسو نہ ہونٹھوں پر کبھی نالے
گلے میں کیوں رگ جان بن کے خنجر رہ گیا تیرا
یہ کیوں ہے دشمنوں کو دوستوں کو جستجو اس کی
اگر ناہی میں کچھ بکلیاں صیاد کے گھر پر
دل مضطر کی تصویریں بھری ہیں کیا مقصد میں
ہمارے ساتھ ہو صیاد بھی یا رب نصیب تیں
لکھا کس حُسن سے خط میں کہ ہم تجھے کشید میں
اٹھوں گا یونہی محشر میں لے میں اُن کے خنجر کو
کہاں وہ ہیں کہاں ہم ہیں اہو تفرقہ یارب
مری صورت جو دیکھی ہم نشین سے ہنس کے فرمایا

نہیں میں چکیاں رہ رہ کے ہم فریاد کرتے ہیں
نشیں رات کو دن کو قفس آباد کرتے ہیں
کہاں تو مر رہی اے موت تجھ کو یاد کرتے ہیں
اب اپنی عمر آخر اس طرح برباد کرتے ہیں
ہمیں گھر سے نکالیں گھر وہ کیوں برباد کرتے ہیں
نہ ہم شمت کو روتے ہیں نہ ہم فریاد کرتے ہیں
کہیں سہل سے ایسی شوخیاں جلتا د کرتے ہیں
وہ مجھ پر رحم فرماتے ہیں یا بیداد کرتے ہیں
اثر خیز اک نئی طرز فغاں ایجاد کرتے ہیں
کچھ استاد ہی بھی اس میں مافی بہرہ د کرتے ہیں
کلیہ جائزہ کو آتا ہے جو ہم فریاد کرتے ہیں
کشش حرفوں کی ایسی ہے کہ ہم بھی صا د کرتے ہیں
گلے میری لگاتے ہیں یہ کیا جلتا د کرتے ہیں
وہ ہم کو یاد کرتے ہیں ہم اُن کو یاد کرتے ہیں
یہی کہہ سارے پر اب ماتم فریاد کرتے ہیں

مدتی گزری ہیں دست ناز سے پھینکے ہوئے
 شاہد گل سے کتنی ملتی جلتی دختِ رز
 بوئے گل پرنتی ہے کیا اس قدر رائی شاخِ گل
 آکے تم میرے دلِ دروغ کی دیکھو بہار
 بادِ رنگیں میں موجِ بوی کی حالت پامدار
 غنچہ دل میں ہمیشہ ایک سی ہوئے وفا
 ایک دیکھا ہمیشہ دختِ رز کارنگ پ
 یار کی لب کی سی میں رنگِ بویساں مدام
 شاہد گل کی طرح رنگیں لبِ سوسِ عطر بیز

بے خزاں ہے مصیبت کا رو کا گلشنِ اریا تھمن

پھول ہے ہر داغ دامن ایک سی پھول میں

دل جلوں سے دل لگی اچھی نہیں
 منہ بناتا ہے برا کیوں وقت و عطا
 زلفِ یار اتنا نہ رکھ دل سے لگاؤ
 بتکدے سے میکدہ اچھا مرا
 مفلسوں کی زندگی کا ذکر کیا
 اس قدر کھینچتی ہے کیوں اسے زلفِ یار
 آئیں میری بزمِ ماتم میں وہ کیا
 شیخ کو دے دوئے بے رنگ و بو
 رونے والوں سے ہنسی اچھی نہیں
 آج واعظ تو نے پنی اچھی نہیں
 دوستی تاوان کی اچھی نہیں
 بخودی اچھی خودی اچھی نہیں
 مفلسی کی موت بھی اچھی نہیں
 لے کے دل اتنی کجی اچھی نہیں
 ہاتھ میں منہدی رچی اچھی نہیں
 اس کی قسمت کھینچی اچھی نہیں

وہ چپ ہوے تو چپ سے میرے کام گئے جھنجلا گئے تو ضد سے ہر رات بھر نہیں

دو زخ میں جا کے نہر بہا میں شراب کی

اتنا ریاض آپ کا داماں تر نہیں

کیا قیامت ہے کھد پر مری وہ آتے ہیں
چٹکیاں موج تبسم کی نہ آفت ڈھائیں
کس قدر گور غریباں کے ہیں افسردہ چراغ
لطف جی بھر کے اٹھائیتے ہیں میا کی کا
شرم سے کچھ سحر وصل وہ کہتے تو نہیں
جانتے ہیں اُسے بیگانہ شوخ و گستاخ
خاک پاکس کی ہے نقش کف پاکس کی میں
دل میں بھولی سی ہا کرتی ہر صوفت کس کی
پھیڑنا چاہتے ہیں اپنے پریشانوں کو

بنتے ہیں انجمن ناز میں بھولے کتنے

وہ بناتے ہیں ریاض اور بنے جاتے ہیں

اک تار پیر میں تھلا میں زار پیر میں
چھٹکر نقش سے یارب جائیں گے کس جگہ ہم
لائے گا دور بادہ کھویا ہوا زمانہ
کرتے ہیں جداب تو سُن سُن کے کعبے والے
آئیں گے جب فرشتے تو منہ کھلے گا اس کا
رکھیں کسے لحد میں رکھا ہی کیا کفن میں
بر باد آئیاں تھے پہلے ہی ہم چین میں
میرا شباب ہو گا جام مے کہیں میں
میں نے وہ روح بچو کی تاقوس بہن میں
بو تل کوئی چھپا کر رکھ دے کفن میں

کبھی تھوڑی سی پی پی اب نہیں رکھی کچھ ڈپا
الگ گوشے میں بیٹھیں مریخ اکو یاد کرتے ہیں
مجھے دیکھا تو بولے میری کوچے کی نکاح جائیں
یہ دل میں چکیاں لیتے ہیں یا فریاد کرتے ہیں

بزرگی ہے کہ مرتے ہیں تان شوخ پر اب بھی

ریاض اس عمر میں کیوں عاقبت برباد کرتے ہیں

سیون کیا ہو نگاہ یاں شستہ چشم سوزن میں
گیزبان میں گریبان ہے نہ اب اس بچہ دامن میں
کہاں قسمت کہ یہ چمکے کسی ہوش کے دامن میں
دانِ بزدان کو پھینک آئیں جا کر کوئی دشمن میں
بچوں میں بھولائی دوست جنوں کیا جاگ کاش میں
ہی میں دھجیاں کچھ جو گریبان میں دامن میں
تختی گاہ میں اپنی الہی کون آیا تحفا
جڑے ہیں آئینے نقش قدم دوستِ امین میں
عنازل کی طرح میری سلاسل شور کرتی ہیں
چلو زندانو شاید بہار آئی ہے گلشن میں
لحد کی تیرگی نے گم کیا مجھ کو بھی ان کو بھی
بہت کھوئے گئے میری فرشتے آگے دفن میں
سمجھتا تھا سو امین بال پر تنکے تنکے کو
پڑی ہو جان میری اور قفس و النشیم میں
یہ پھینکیں آپے اس سے نہ ٹھہریں گے تیرے پر
تڑپ کر جا رہیں گے قبر کی یہ پھول دامن میں
مبارک چین سے سونا یہ کاروں کو خوشترک
فرشتوں کا گزر شکلِ دان کے تیرہ دفن میں

پس دفن آئے پرسش کے لئے بس ہو چکی پرسش

فرشتے جائیں جو ہیں اسے ریاض آئیں گے دفن میں

سر پر زمین جشراً ٹھائیں گے ڈر نہیں
جس کا جنوں میں پاس تھا وہ رہ گزر نہیں
میں بھی مرا قیب بھی دونوں میں خلد میں
جنت اگر یہی ہے تو اپنا گزر نہیں
مشعلِ جلا کے غولِ سیاہانِ جلیں گے ساتھ
کیا خضر گم ہوئے تو کوئی راہبر نہیں
اکھو کر یہ آسمان سے خدا جلنے کیا ہوا
دشنام تلخ یار میں بھی اب اثر نہیں

دیکھا نہیں ہم نے ابھی دنیا کا بدلنا بدلی ہوئی دنیا کی ہوا دیکھ رہے ہیں
 اٹھ جائیں دم نزع کہ دم توڑ رہا ہوں بیٹھے سر بالیں مجھے کیا دیکھ رہے ہیں

اب غارِ ریاض آنکھ میں ہے عالم ہستی
 ہم دوسرے عالم کی فضا دیکھ رہے ہیں

ہم غریبوں پر جفا اچھی نہیں بیکسوں کی بددعا اچھی نہیں
 موت آئے یہ دعا اچھی نہیں ہجر میں بھی موت کیا اچھی نہیں
 دل لگی میں تو بگڑتی ہے بہت بات یہ زلف رسا اچھی نہیں
 ہاتھ رنگنے کا لہو سے ہو گمان شوخ اتنی بھی جتنا اچھی نہیں
 کیوں اڑاتی خاک آتی ہے بہار چھڑا سیروں سے صبا اچھی نہیں
 کام میخانے کا ہو جائے گا بند چشم ساقی کی صیبا اچھی نہیں
 بوسے لب سے نہیں چلتا ہے کام گالیوں کی یہ سزا اچھی نہیں
 شیخ یہ کہتا گیا پیتا گیا ہے بہت ہی بد مرزا اچھی نہیں
 دل وہ سب کے لیں یہ ہے اچھی ادا جان لینے کی ادا اچھی نہیں
 غم غلط کرنے کو میں کتنی پیوں رات دن غم کی گھٹا اچھی نہیں
 بعد جس کے ہجر ہو وہ وصل کیا درود دل اچھا دوا اچھی نہیں
 ایک کافر مجھے یہ کہتا گیا رات دن یاد خدا اچھی نہیں

میکدے کو چھوڑ کبے جا ریاض

غفلت اے مردِ خدا اچھی نہیں

شرطِ طور ہے جو موع ہے چمانے میں بجلیاں کو نندی ہیں آج تو بھانے میں

کیا ہو گئیں وہ شمعیں روشن جہاں تھا جن سے
 وزد کفن نہ سمجھوں آئیں اگر فرشتے
 آن سے دم حکم نکلیں گے بات بن کر
 ہے رنگ بڑا ہی کا ہے روشنی اسی کی
 اے گور میرے بے تو آنکھ میں جگمگے
 ابرو کا خم اڑا کہبتوں کے بل اڑا کر
 آتی ہیں وہ نگاہیں مشکل سے اب مڑا تک
 ابھی سمجھے گی اس سے ہمایوگی بھی اپنی

پڑھنا مشاعرے میں زیبا تر یا ضل پر ہے

بیل چپک رہا ہے گویا کسی چمن میں

بن بن کے وہ آئینہ ذرا دیکھ رہی ہیں
 پھوٹا ہے کہاں رنگ حنا دیکھ رہے ہیں
 سوتے میں جانی کی ادا دیکھ رہے ہیں
 اب پر وہ نشیں بانس کے تعلیم حیا سوز
 نوخاستہ سبزے کو ہوئی جاتی ہے لغزش
 بن بن کے قننا کھیل رہی ہے مرے سر پر
 بننے نہ رہا تھا شب فرقت کو شب بھل
 آئے تو ہیں جیتے نہیں ناصح ابھی ساتی
 دے جانے ذرا رنگ مراد انجبت

آغاز جوانی کی ادا دیکھ رہے ہیں
 رنگیں ترے نقش کف پا دیکھ رہے ہیں
 ٹوٹے ہوئے ہم بند قبا دیکھ رہے ہیں
 کچھ آپ زمانے کی ہوا دیکھ رہے ہیں
 مستی تری ہم باد صبا دیکھ رہے ہیں
 وہ آئینے میں اپنی ادا دیکھ رہے ہیں
 اللہ یہ ہم خواب میں کیا دیکھ رہے ہیں
 تغل کا تری رنگ ذرا دیکھ رہے ہیں
 دل میں ہر نقش و فادیکھ رہے ہیں

ہر آنکھ الگ ہے رشک آج بنے گی
 سر و چین و سر و چہاں کیا ترے آگے
 وحشت نہ گئی شیر سے پہلی نہ طبیعت
 ہم لے گل و بلبل سے بھی سو سن بھی پوچھا
 ملنے کی نہیں ساز سے آوازِ عنادل
 دامن ہی جنوں میں نہیں کس طرح چن چن بھول
 اللہ یہ رنگ اثر موسم گل کا
 آتی ہیں گھٹائیں تو بتاتے ہیں ہوا آج

شرائیں ریاض آج سیہ گیسوؤں والے

وہ ریش حنائی کا جسے رنگ چمن میں

یہ سیدھے جواب لفظوں والے ہو کر ہیں
 تبستم فزا میرے نالے ہوئے ہیں
 مرے ہاتھ پر کھیل میں افغی زلف
 نہیں ہم کو لغزش کا ڈر میکہ کو میں
 الجھتے ہیں سوتے میں زلفوں سے کیا کیا
 چھپا کر بہت پنی ہو سجد میں واعظ
 شب و نمل بولے نہ اب دل میں آئیں
 الگ ہے خدائی سے کچھ ساختاں کی
 جو یاد اب تک اتے ہیں اہل چمن کو

ہمارے ہی سب بل نکالے ہوئے ہیں
 ذرا شوخ اب شرم والے ہوئے ہیں
 یہ سانپ آستینوں کے پالے ہوئے ہیں
 کہ دو دو فرشتے سنبھالے ہوئے ہیں
 و بال ان کو کانوں کے بلے ہوئے ہیں
 یہ ظرف و صنوب کھنگالے ہوئے ہیں
 جو ارمان میرے نکالے ہوئے ہیں
 یہ بت اور سا پنچے میں ڈھالے ہوئے ہیں
 قفس میں وہی نغمے نالے ہوئے ہیں

ایک خوشے کے برابر نہیں میخانے میں
 شعلہ شمع سے مل کر لگے سرخاب کے پر
 چھیرے یوں دل وابستہ شگفتہ ہو جائے
 بزم ساقی میں جو بنتی ہے پر سی شیشے میں
 رہتے ہیں جوب لب لعلیں بتاں پر اکثر
 آپ کا وصل نہ ہو جان کا جمال کہیں
 اور بھی چاند سی شکلیں میں نہیں آپ نہوں
 دے دے تو میری جوانی ترے صدق ساقی
 اودی اودی یکٹھائیں سو گلشن جائیں
 پھر یہ زنجیریں کہاں آئی جہاں فصل بہار
 لطف ہی دیرو حرم دونوں سے مجکولے شیخ
 جیسے ہر وقت کلجے میں جوں شمعیں روشن
 نہیں بڑتے ہیں زمین پر کبھی وہ نقش قدم

رزق ملتا ہے در حضرت ساحر عیاض

جام چھلکا تے میں میٹھے ہوئے میخانے میں

تو پشکنی کے لہو زاہد تھی جنگ چمن میں
 بے موسم گل خوب جمارنگ چمن میں
 ہر گل کا گراں وزن رہا رنگ چمن میں
 غنچے کے چٹکنے کی صدا ہم نے اڑائی

کاگ اڑتے نظر آئی فرنگ چمن میں
 کل خوب گھٹی خوب چھنی بنگ چمن میں
 ٹھہرا نہ کوئی لعل بھی پاسنگ چمن میں
 سیکھے پئے فریادئے ڈھنگ چمن میں

ہو سرد اس قہر کچھ ہو چھوٹنے کو حشر میں
 کچھ جواب تلخ میں لطف شراب تلخ ہے
 دور سے دوڑا دیا، اڑ کر غبارِ بجد نے
 جان لے کر ہر ادا ظالم کی ہر جانِ آفرین
 دست بے رنگِ حنا محشر میں اس پاک صاف
 میری بھر غم کامل سکتا نہیں ہے اور چھوڑ
 کہتے ہیں اُس دن تو وقتِ ذبح ہاتھ نہیں دھوتی
 اے خیالِ یار کیوں آیا پسینا نزع میں
 خون میرا تیری گردن پر مرے قاتل نہیں
 تیرے صدقہ میری ساقی تیرے کوئی ساکن نہیں
 قیس ہے ناقد نہیں لیلے نہیں محسن نہیں
 ہو کے قاتل وہ مرادِ دشمن نہیں قاتل نہیں
 رنگِ ذرا قاتل کوئی ایسا کوئی بسمل نہیں
 موجِ ہر گرد آبِ ہر طوفانِ ہر سال نہیں
 خون ناحق میں ترے میری حنا سال نہیں
 منزلِ اول تو کچھ ایسی کڑی منزل نہیں

کانگریس کی بزم میں میں کام کی باتیں یا فصل

جس میں دورِ جامِ بادہ ہو یہ وہ محفل نہیں

جس میں روحِ خدائی خود یہ شمع وہ محفل نہیں
 سب جیسے کہتے ہیں دل کو دیکھ کر وہ دل نہیں
 خونِ امن شوخ ہے جو چاہی محشر میں کہے
 ساتھ دیوانے کے لیلیٰ تو بھی دیوانی ہوئی
 دشتِ الفت میں کہیں ٹھہر کر رنگِ عشق ہے
 عکسِ صورت کی طرح اے گئی کیوں اس میں آپ
 مضطرب سی اک ٹبکے موجِ خون گرم ہوں
 لہلہائے لاکھ یارب کشتِ زارِ آرزو
 سُکراتے آئے ہیں دینے نجات اس بوجھ سے
 بائے اب وہ بن نہیں وہ دل نہیں وہ دل نہیں
 دل لگاؤں کیا کسی سے اب یہ اس قاتل نہیں
 جو مجھے لے کر سرد اس دم مرا قاتل نہیں
 تو ہر جس میں قیس کا دل بڑا نخل نہیں
 بیقراریِ جاوہر لیکن سکونِ منزل نہیں
 دیکھئے تو آپ کا یہ آئینہ ہے دل نہیں
 قتل گاہِ ناز میں مجھسا کوئی بسمل نہیں
 کچھ بھی خبر نشو و نما کم بخت کا حلا نہیں
 دل مرا یہ کوئی سینے کی مرے سل نہیں

کسی پر دم حشر کیا آنکھ ڈالوں
جنوں رنگ لایا ہے پھر فصل گل میں
چراغ اب شب وصل جلنے زدیں گے
نزاکت نے تیری گرایا نظر سے
یہ اسے شیخ گنبد نہیں سجدوں میں
بھری بزم میں لطف خلوت نہیں ہے
یہ کہتی ہے مست آنکھ ان کی شب وصل
بہے ہیں جو فرقت میں آنکھوں سے میری
ارے کانٹو جو اشک مرثاں کو ٹپکے
سبوا آب زمزم سے دھو کر بھری مے
جوانی میں کیوں سراٹھا میں نہ کیسو
وہ محشر میں کیا عیب کھولیں گے میرے

سنا ہے ریا صن اپنی ڈاڑھی بڑھا کر
بڑھا پے میں اللہ والے ہوئے ہیں

بہر لیلے دیدہ بجنوں نہیں محل نہیں
دل تو ہے کیونکر کہوں پہلو میں دل نہیں
پیار سے کہتے ہیں کیا پہلو میں تیج رزل نہیں
ہو گیا کل نزع کی سختی کا مر کر امتحان
وہ چرائیں آنکھ اپنی جان لے کر شوق سے
جس میں آجائے تمنا وہ ہمارا دل نہیں
ہے وہی محفل مگر اب گرمی محفل نہیں
وہ تڑپ پہلی سی اب کیوں ہے مرگول نہیں
جو نہ آسان ہو کوئی ایسی کڑی منزل نہیں
پھیر لیں ہم بھی نظر ایسا ہمارا دل نہیں

وصل کی شب تو نہیں بارب کہیں
صبح کی کچھ کچھ جھلک ہر شام میں
پائی ہے باؤ مخالف سے نجات
دم تو لے لیں آگئے ہیں دام میں
تم ذرا کہہ دو تو اگر برق طور
ڈال دے بتی چراغِ شام میں
منہ بنا لیتے ہیں جب لیتے ہیں نام
کتنی تلخی ہے ہمارے نام میں
اب جو انی تو کہاں لیکن ابھی
ہے جھلکاس کی نئے گلفام میں
میرے گھر مجھے کو وہ آئے ریاض

لے گئے دل عید کے انعام میں

یہی بن جاتی ہے ظالم غلط انداز کہیں
چو کتنی ہی نہیں تیری نگہبناز کہیں
حشر میں سبے الگ اپنی بنا لونِ جنت
آج موقع سے ملے تو بت طناز کہیں
اتنی اُبلے کہ درِ دیرو حرم تک پہنچے
خم میں منہ ڈال کے کہہ دوں کوئی راز کہیں
جاؤں کیا گرمی گفتار سے جی ڈرتا ہے
طور کو بچھونک دہ شعلہ آواز کہیں
وہی بلبل وہی پروانہ وہی گل وہی شمع
بو کہیں رنگ کہیں سوز کہیں ساز کہیں
ہم اُسے سجدہ کریں تم کو تو جھاک کے سلام
کام بن جائے ہمارا جو خدا ساز کہیں
میرے قابو کے قفس میں نہیں اے فصل بہار
لے اڑیں محکوم میرے پر پرواز کہیں
طور سے قبل بھی باتیں ہوئی ہیں روزِ زالت
اس سے پہلے بھی سنی ہے ترمی آواز کہیں
جان کی خیر جنوں بن کے شباب آتا ہے
رنگ لائے نہ جوانی کا یہ آغاز کہیں
تیرے صدق تری قربان وہ دنیا ہو کہ حشر
چھپنے والے ترے چھپتے نہیں انداز کہیں
جام چھپکا کے کوئی سُرج اٹھے جان پڑے
دخترِ رز کے ہیں تو لبِ اعجاز کہیں
نظر آتے ہیں ریاض آپ سے باہر ساقی
مجھے ڈر ہے کہ یہ افشاں نہ کریں راز کہیں

گالیاں مئے کر کیا تو آج وعدہ حشر کا
 ٹوٹی کیا اُمید تنکے کا سہارا بھی گیا
 آپ کے کہنی سے نکلے آپ سے سمجھ میں کیا
 اب ہمارے واسطے محشر میں جو ہوا ہتمام
 جرم مئے دانہ تبیخ میں بہر شمار
 چوم لوں مئے آپ کا میں تو کسی قابل نہیں
 جس کو ہم سمجھے تھے ساحل موج پر سال نہیں
 ایسی سی کوئی میری آرزوئے دل نہیں
 جائیں گے جنت میں کیا دوزخ کی بھی قابل نہیں
 کعبہ ہوئے خانہ ہوم کام سے غافل نہیں

حشر میں بوبادہ کوثر کی آتی ہے ریاض

مئے نہ ہوم ہوں کوئی ایسی کہیں محفل نہیں

ہوا اثر جو کچھ خدا کے نام میں
 پائے خم دست سُبُو ہیں کام میں
 جتنے خم تھے آگئے سب کام میں
 کیا بھر اتھا زہر میرے نام میں
 نجد میں کیا قیس کا ہے، بس آج
 یون چھپی ہے چور جیسے زخم کا
 وصل کی شب اتنی چوہی اُن کے لب
 صدہ صدہ انقلاب روزگار
 گالیاں دیں نامہ بر کو تلخ تلخ
 موج مئے شاید پر پرواز ہے
 یہ سمجھ کر کس قدر ہے عیب پوش
 جا کے در پر تب سنا تو یہ سنا
 اور کیا رکھا ہے اب اسلام میں
 آ رہی ہے آج میرے جام میں
 کھچ گئی تو پشکن کے جام میں
 آگئی تلخی لب دشنام میں
 ننگے ننگے جمع ہیں حتام میں
 کوئی حسرت ہے دل نا کام میں
 لذت اب باقی نہیں دشنام میں
 آنکھ پھیری کس نے دور جام میں
 حرف بوسہ زہر تھا پیغام میں
 اڑ کے آ جاتی ہے میری جام میں
 ہم چھپے ہیں جامہ احرام میں
 شب کے جاگو نہیں ابھی آرام میں

نشہ مئے ہی جوان بننے میں پیری میں کیا صفت
وقت ہے تو بہ کریں اب قبر کا سامان کریں

کون دل ہے مری اللہ جو ناشاد نہیں
نازنین جان بھی لیس تو کوئی بیدار نہیں
اے نسیم سحری ساتھ لئے جاسو بام
سبز باغ آپ دکھائیں نہ اب زادی کے
چپ سے ہیں کچھ مری آغوش میں وہ حشر کو دن
دیکھتے رنگ حنا جاتے ہیں مقتل کی طرف
ہے شری حیب پر آج آنکھ نشیم کے عوض
شور قلقل میں گم آواز اذان ہے اے شیخ
ایک اک پھول کو ایک ایک کلی کو دیکھا
نکلی میں حشر میں دنیا کی پرانی باتیں
نگری برق نگر آپ گرے غش کھا کر
جس سے آقا نقاشیم کا قص میں کچھ لطف
دل سے نکلی ہے یہ دل ہی میں ہے گی ظالم
کام کرتا تھا جولے چرخ ترے پردی میں
یہ بہت ہو رہے دن بر جو حکومت قائم
بوئے خون دینے میں شریں تے مہندی لگا ہاتھ
حد سے آگے نہ بڑھو دیکھئے مشرکان دراز

کون گھر ہے مرے اللہ جو برباد نہیں
چوڑیاں ہاتھ میں میں خنجر فولاد نہیں
نفس مر رہے نالہ نہیں فریاد نہیں
آپ کے باغ میں تو سرو بھی آزاد نہیں
یہ وہی ہیں جنھیں بیہمان و فایاد نہیں
ہاتھ میں تیغ نہیں خنجر فولاد نہیں
باغبان یہ تو کوئی چور ہے صیاد نہیں
یہ بہت خوب کہی سیکدہ آباد نہیں
ہاں میں ان کے ہمارا دل ناشاد نہیں
میں تو کیا ریہ فرشتوں کو بھی آباد نہیں
یہ تو اے حضرت موسیٰ کوئی افتاد نہیں
تیری قربان تھی آنکھ وہ صیاد نہیں
جا کے دیوار سے ٹکرائے وہ فریاد نہیں
وہ نہیں کام میں تولدت بیداد نہیں
آج قبضے میں اگر بصرہ و بغداد نہیں
ہاتھ میں لانے کے خون سر فریاد نہیں
چھڑنے کے لئے کم نشتر فساد نہیں

جمع سودشنے کریں وہ جمع سو پیکان کریں
 کیوں مجھے رخصت کریں جس شرکاپیان کریں
 اس طرح چھیڑیں سے دل سے مری اماں کریں
 لوٹتے ہیں لطف آنکھوں میں منشتے ساتھ کے
 عشق ہے وہ نام جس کا رکھ لیا ہے سب نے درد
 میں سے کی لے دانتاب تیری شوخیاں
 جان پر دشمن کی ٹوٹیں نکلوں سے کیا غرض
 اُجڑے دل میں گشت کرتا ہے حسینوں کا خیال
 سینے پر آچلے خلوت میں تہہ فانوس شمع
 بند آنکھیں ہوں کی آنکھوں میں صورت آپ کی
 اپنے پہلو میں اُنہیں رکھیں گے ہم دل کی طرح
 جان ڈالے آئینے میں چاند سی صورت کا عکس
 ہم مسلمان بھی ذرا شانِ خدائی دیکھ لیں
 کچھ چنے صحرائے کانٹے کچھ چنے گلشن کچھ پھول
 اب تو ہر قطرہ نظر آتا ہے طوفانِ درِ بغل
 یہ نہ سمجھیں جانے والے دو قدم کی راہ ہے
 کیوں اُڑی پھرتے ہیں مجھ سے دل اف کیوں کر بنے
 لطف ہر منتقل میں چمکیں آج دود و بجلیاں
 موت کا خوابیدہ سایہ ہی ہماری زندگی

میرے دل میں رہ کے جو چاہیں سے اربان کریں
 نزع میں کیوں آئیں مجھ پر آپ کیوں احسان کریں
 گدگدی اٹھتے تہمتسم غنچہ پیکاں کریں
 ان فرشتوں سے بھی اب چھپ چھپ کی عیال کریں
 درد ہو تو چارہ گر کچھ درد کا درمان کریں
 چل حسینوں پر تجھے صدقہ کریں قربان کریں
 جا کے اپنا کام ان کے ناک و پیکان کریں
 وہ پر ہی خانہ ہے جس گھر کو حسین دیران کریں
 شمع عریاں ہے یونہی کیا شمع کو عریاں کریں
 نزع میں آپس طرح مشکل مری آسان کریں
 گھر تو گھر زخم میں ڈوبے ہوئے پیکان کریں
 آئینہ بن جائے دل اتنا اُسے حیران کریں
 کعبہ دل میں سی کا فکواب مہمان کریں
 سر میں اب سودا ہی یہ آباد پھر زندان کریں
 کم ہو جو کچھ یہ ہمارے دیدہ گریبان کریں
 قبر میں جانا ہے جن کو حشر کا سامان کریں
 رخ زرا میری طرف بھی ناک مٹے گان کریں
 آستیں تو چڑھ چکی ہے تیغ بھی عریاں کریں
 خون ارماں ہو چکے اُجاک ہم ارماں کریں

جناہاتھوں میں منٹھوں پر تہنہ لگے گدگدائی میں
 بیان و صفت کو کر کے واعظ نے محفل میں
 دکھا دوں مے خود وہ داغ روشن ہر مردل میں
 اترتی ہی نہیں کچھ طور کی باتیں سے دل میں
 وہ گل سمجھیں گے مستی میں یہ بھڑکی آتش گلے
 خاناں کو لہو ہوا تھہ رنگنا کب سکھائے گی
 وہ میں ٹھہری ہمارے حشر کی آخر میں ٹھہری
 گمان نشے میں مچا تھا ہمیں بھی شور و اضطراب کا
 بہار آئے تو گھر آگ بر سے پھول بن کر
 فسانے میں نظر آتے ہیں کچھ بگڑی ہوئی خاکے
 ابھی تو خون سے مل کچھ یونہی سارنگ لایا ہے
 بہار آئے نہ آکر ہم نہیں جانے کے زندان سے
 چمن کے پتے پتے سے صدائے درد آتی ہے
 بڑی مشکل سے گوشہ عافیت کا ہاتھ آیا ہے
 کہیں کیا بیٹھ کر کاٹی ہو کیونکرات آنکھیں
 ہمارے دوش کو اپنا نشیمن وہ سمجھتے ہیں
 گئے وہ دن کہ دیتے تھے جگہ تم تیر و پیکان کو
 مزے لڑکے تے تھیں تھجے بہکی ہوئی باتیں
 کشت و کار کا باعث خدا کا یاد آنا ہے

وہ آکر پھول بننے سے مرے پھولوں کی محفل میں
 یہ بات ایسی تھی ہم کچھ پی گئے کچھ دہرے دل میں
 جو رکھ دوں چاند میں ہال ہو پیدا ماہ کامل میں
 پہاڑ ایسے چھپے کتنے میں ہی آنکھ کوئل میں
 جو انگارہ بھی رکھ دی کوئی منقارِ عناد میں
 ابھی تک چٹکیاں لینا نہیں آتا انہیں دل میں
 بڑا میدان مارا آج ہم نے کوئے قاتل میں
 گراں تھی قتلِ مناسکرم لے ہوئے دل میں
 خدا تاثر سے صیادِ منہ راہِ عناد میں
 نہ اب مجنوں ہے جنگل میں نہ اب یلوا ہے محل میں
 شفق پھولی نظر آتی ہو یارب کوئے قاتل میں
 ہماری عمر گزری گی یونہی طوق و سلاسل میں
 کہاں سے پھٹ پڑی تاثیر فریادِ عناد میں
 فتنس میں رہو رہتو لی جگہ صیاد کوئل میں
 یہیں لینا اک آفت تھا کہ کچھ خطرہ ہو منزل میں
 رہی وحشت نہ ہم میں مل گئے ہم یوں عناد میں
 نگاہ ناز جا بھی اب نہیں تیری جگہ دل میں
 میان مجنوں کو اے لیلے اچھا لینا تھا محل میں
 نظر آئیں ہمیں آسانیاں مشکل سی مشکل میں

شعر آپ کو بھی خوب بناتے ہیں ریاض

سب یہ کہتے ہیں کوئی آپ سا استاد نہیں

اُن سے کہنے کی کوئی راہ نکالوں تو کہوں
 حال دل کا دل بد خو کو سنبھالوں تو کہوں
 آتے ہی بزم میں غم زد نے کہا کیا مجھ کو
 اپنی رسوائیوں کا حال سناؤں کیوں کر
 وصل کی رات بھی ہر لطف کی کچھ بات بھی ہے
 دل میں لے لیتا ہوں چٹکی تری ارباب کیوں کر
 لے لوں بدلتا تو کہوں جو ریتان اور حشر
 باغبان دل میں بھری ہوئی کیا کیا باتیں
 کھل کے کہنے نہیں دیتا مجھے آنکھوں کا حجاب
 ایسی تلوں سے لگی آج کہ چوٹی میں مجھے
 وصل میں بوجھنے بیٹھے ہو تم افسانہ ہجر
 وادی عشق کے جس طرح چنے ہیں کانٹے
 کہیں ایسا نہ ہو آجائے کلیہ جامنہ کو
 میں کہوں حشر میں اپنے دل مجروح کا حال
 آتش شوق بھڑک اٹھتی ہے موقع پا کر
 شب کا افسانہ مری منہ سنیں گے جیسے
 بجلیاں جھلک رہی ہیں بزم ریاض

بات مطلب کی ہر کچھ بات بنا لوں تو کہوں
 روٹھنے والے کو ہر دم کے منالوں تو کہوں
 میں بھی دو ایک کو دو چار منالوں تو کہوں
 اُن کے کوچے کی زمیں پر اٹھالوں تو کہوں
 گدگدالوں تو کہوں اُن کو ہنالوں تو کہوں
 تیرے پیکار کو کلبے سے لگا لوں تو کہوں
 آج ہی دن ہر ستانے کا ستالوں تو کہوں
 آشیان جا کے کہیں اور بسا لوں تو کہوں
 شرم کی بات ہے میں شمع بجھالوں تو کہوں
 اے جناں کی لگی اُن کے لگا لوں تو کہوں
 میں فراتم کو گلے آج لگا لوں تو کہوں
 راتہ خضر کو میں پہلے بتا لوں تو کہوں
 دل کا افانہ غم دل کو سنبھالوں تو کہوں
 ندیاں خن کی آنکھوں سے بہا لوں تو کہوں
 ہجر کی بات لگی دل کی بجھالوں تو کہوں
 منہ چھپالوں تو کہوں آنکھ جھٹکالوں تو کہوں
 قصہ طور ذرا آپ میں آ لوں تو کہوں

یہ کہاں سے ہم گئے ہر کہاں کہیں کی باتیں بگفتا ہیں
 تو درون خانہ برون ورتو ہزار پڑوں میں جا کر
 وہی آؤ عرش و فرش تک ہی چھاؤش کی طرح
 کہیں تیز ہی کہیں نرم ہی وہی آج مطرب خوش نوا
 تری سجدے میں وہ مزاج کا ترپ دیکھنے سے آ رہا
 یہ ڈائیں گے کبھی رنگ بھی دیکھائیں گے کبھی رنگ بھی
 گھر ہی جس کی حشر کا ایک دن شب گھر کا ہر کیل
 اسو لاگ عشق کی کہتے ہیں اسے آگ عشق کی کہتے ہیں
 کہ یہ آسمان زمین جہاں نشیب میں شرف از میں
 اسی او حقیقت پردہ و تری شوخیان پہنچائیں
 ملے ایسے ذرے ہزار ہا ہیں خاک اہمیاں
 مے تلے میں تری نغمے میں دوسو تری ہمایاں
 کوئی داغ ہی کہ ہر دل سرائیری جہیں نیاز میں
 یہی لائیں گے کبھی رنگ بھی جو رنگیں میں رنگ لائیں
 وہ منے میں سرت مرگ میں جمع خضر کی عمر لائیں
 نہ جنون ہی نہ جنون میں کوئی یہ از ہے از میں

جنھیں لوگ کہتے ہیں دوزخ وہ خدا پرست ریاض ہیں
 یہ نہ ہو کل کہ جناب ہی پس خم تھے مومنان ہیں

وعدی کی شب ہے وقت ہاں کہئے یا نہیں
 جلوہ ہولاکھ دیر میں سجدہ روا نہیں
 کہنا کسی کا ناز سے ٹھکرا کے سر مرا
 طاعت کا پاس شوخ بتوں کو ذرا نہیں
 ان کی نگاہ میں جو کھٹکتا تھا بار بار
 شاہد پرستیاں ہوں کہ بادہ پرستیاں
 لے کر اوائے ناز سے پھینکا شگفتہ دل
 سوتے میں چمٹے رہے ہم چشم نیم باز
 آئی ہے کچھ کے زیر قدم منزل عدم
 بولے ہو بھی ہو خوش ہمارے سجا نہیں
 جتنے ہیں بے ہوئے بت میں خدا نہیں
 ہم سب بتوں میں ایک بھی ان کا خدا نہیں
 ہم کیوں جھکیں حج کوئی کسی کا خدا نہیں
 پہلو میں آج وہ دل درد آشنا نہیں
 پر دے میں ہو جو کام کبھی وہ برا نہیں
 بولے تہا ہے پھول میں بوئے وفا نہیں
 کاجل کا چور کوئی ہمارے سوا نہیں
 ہم پاؤں وہ راہ نہیں راہ نہا نہیں

ریاض اس کو نہ پوچھو وقت اس کا تعلق ہے

کبھی نوبت میں پی چھپ کر کبھی پکھل کے محفل میں

| | |
|------------------------------|------------------------------|
| عیش سے دل میں جو اترتے ہیں | طور پر کس سے بات کرتے ہیں |
| عشق میں غم دن گزرتے ہیں | روز بھیتے ہیں روز مرتے ہیں |
| ریش زاہد سے کب ہڈتے ہیں | جو فرشتوں کے پر کترتے ہیں |
| واعظو ہم گنہب نہیں کرتے | ہم گنہگار ناز کرتے ہیں |
| کبھی لے چل مجھے بھی لے صیاد | سر سے صدقے جہاں اترتے ہیں |
| عیش کو مقام لیس فرشتہ عرش | ناتواں آج آہ کرتے ہیں |
| نہ کنارہ نہ بحر حُسن کی تھاہ | ڈوبتے ہیں کبھی ابھرتے ہیں |
| روگ ہے جان کا یہ ہجر کی رات | بیٹھ کر روز صبح کرتے ہیں |
| بتکدوں میں نہ چھوڑتے تم کو | اے بتو ہم خدا سے ڈرتے ہیں |
| چوم لیتے ہیں منہ کبھی ہم بھی | جب حسیں کہہ کے کچھ ٹکرتے ہیں |
| صبح ہو جایگی یونہی شبِ بھل | بگڑے گیسو کہیں سنورتے ہیں |
| نام نکلا بُرا نہ شکل بُری | مجھے کیوں یہ حسین ڈرتے ہیں |
| حشر بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے | میرے کوچے ہی جب گزرتے ہیں |
| شب وعدہ یہی سنا سوا بار | آئینہ آگے ہے سنورتے ہیں |
| جب وہ آتے ہیں کوچہ دل میں | کس نزاکت سی پاؤں دھرتے ہیں |
| شیخ پکھل کر جوئے نہیں پیٹتے | اپنی ڈاڑھی کی شرم کرتے ہیں |
| قدرداں گوہر سخن کے ریاض | منہ مرا مویوں سے بھرتے ہیں |

کہا جو میں نے چھپی ہو کسی کی ہاں میں نہیں
 ذرا بھی جان تھے زار و ناتواں میں نہیں
 سنے میں غم نہ ناتواں دیر میں ہم نے
 نفس کو چھوڑ کے سوئی چین نہ جالے برق
 سنیں نہ آپ کبھی خونچکاں شکایتِ دل
 سلمے کیوں نہ تری آنکھ میری آنکھوں نہیں
 خدایا ہے جو ملیں نہ کو قافلے والے
 فسرہ دلی ہوں مجھے کیا ہو کوئی موسم ہو
 ہماری چپ کا اثر لے فلک عاذا اللہ
 زبان آئی ہے یار و ہمارے حصے میں
 وہ آئے ہیں سر بالیں یہ ہو ٹھٹکا آئے
 مجھے ملی تو گناہوں سے کون رو کے گا
 زبانِ حال سے کہتے ہیں بھول کیا کیا کچھ
 بہت ہی تن کے ہم آئی تھی تیر کھانے کو
 ہوئے تھے نالہ سوزاں مے بڑی پوست
 تھائے غم نے بنایا میں کچھ اور سے اور
 وہ بولے جھوٹ مری دم میں گمان میں نہیں
 دم و جہان میں یوں جیسے اچھاں میں نہیں
 اثر فریب یہ رنگینیاں ازاں میں نہیں
 کہ چار تنکے میں کچھ اور آشیاں میں نہیں
 کہ سادہ حرف کوئی میری داستان میں نہیں
 جو اس میں ہے مری سانی گئی کل میں نہیں
 میں گم شدہ ہوں جس میری کارواں میں نہیں
 بھری بہار میں کیا تھا جواب خزاں میں نہیں
 یہ بات آہ میں فریادیں فغاں میں نہیں
 وہ کوئی بھی ہو یہ پاکیزگی زباں میں نہیں
 سکتا اب اتنی بھی جان ناتواں میں نہیں
 اہل کا خوف اگر غم جاوداں میں نہیں
 حین اور یہ وسعت مری زباں میں نہیں
 جو دیکھتے ہیں وہاں تیری کہاں میں نہیں
 جو تلکے میں نے جڑی تھکے آسمان میں نہیں
 گھلا حیسبم کہ اپنے قہم و جاں میں نہیں

زیاں میں بھی خوش آواز و خوش گلو ہوں مگر

یہ لطف قتلِ مینا مری ازاں میں نہیں

آج اس کی وفا کو رو تے ہیں جس کی ایک لک دا کو رو تے ہیں

رہتا ہے ان کے سایہ گیسو سے دور دور
 دل ساتھ دے کسی کا ہم آسرا نہیں
 سب ہم نے سُکر کے کھنکا ڈاچھو تے جام
 یس کے میکدے میں کوئی پارسا نہیں
 آنکھیں کھلیں نہ کان کھلے اپنے لے کلیم
 کچھ جلو گاہ طور میں دیکھا سنا نہیں
 جوئے میں ہے ریاضِ نوری نئے کے نام میں

جائے کبھی زبان سے یہ وہ مزا نہیں

چین مرکز تہ زمین بھی نہیں
 اب ٹھکانا مرا کہیں بھی نہیں
 آہ کے ہوتے اشک کے چلتے
 آسماں بھی نہیں زمین بھی نہیں
 کل تو روتے تھے اپنے دامن کو
 لے جنوں آج آستیں بھی نہیں
 ذکر نے کیا کہ وہ تو خلد کی ہے
 جام میں شیر و انگلیں بھی نہیں
 صدقے نازک سی تیج کے صدقے
 اس نزاکت کے نازیں بھی نہیں
 چپ ہیں وہ سُن کو آرزو وصال
 منہ سے ہاں بھی نہیں نہیں بھی نہیں
 حسرت آباد دل نہ حسرتِ دل
 وہ مکان بھی نہیں مکیں بھی نہیں
 کتنی نازک ہیں چوڑیاں اُن کی
 ایسی تو چین آستیں بھی نہیں
 دل میں چبھنے کو خارِ حسرت ہے
 نگہ چشم سرگیں بھی نہیں
 کون گرماے تنجو لے دلِ سرد
 جردِ آبِ آتشیں بھی نہیں
 بن کے رہتا لکیرِ تپہ کی
 آپ جب تک تھی جان تھی اس میں
 جن سے پھیلی تھی چاندنی گھر میں
 اسی بھی اے ریاضِ توبہ کیا
 کوئی آنکوش میں جس میں بھی نہیں

جان کو لے کے ساتھ جانا تھا اس دل مبتلا کو روتے ہیں

دے گیا داغِ غم یہ کون کیا صن

ہم غم دیر پا کو روتے ہیں

تہاں حشر تازہ نکلتے ہیں داغِ عصیاں میں
بھری ہیں حشر زافتنے نگاہِ فتنہ سال میں
لگانا دک میں ایسا کون سا سرِ خاب کا پر تھا
مر د لب تک آئیں حشر کے دن جامِ بن بن کر
آئی تھی ہے کسی اشکِ لودہ مرہ میری
جولے دیوانوں میں ہوتا تو کیا ہوتا خدا جانے
گریباں پر مے کیوں حشر کے دن ہاتھ ڈالا تھا
چڑھاؤ خم کے خم لیکن نہ تشہ ہونہ غافل ہو
ذرا میں بھی وہاں ہی شبِ فرقت کو لیجاؤں
اے ساتی نہ تھا کچھ ہم میں جب تک شغلِ خالی تھا
سلیں تو اُن کو دکھلاؤں مسکنا اُن کے دامن کا
ہیں تو لطف آتا ہے وہ جھوٹے ہوں کہچھ ہوں
نظر آتی ہے اکثر روح مجھے پر شکستہ کی
ہمارے دل کے داغوں کی دہاں میں میں روشن
رہا کرتی ہے سوتے جاگتے اس کی نظر مجھ پر
ذرا ہی وصل کی شب یا بڑی ہی ہجر کی شب ہو

مرادے جاؤ میرا داغِ عصیاں کی داماں میں
جگہ کی کیا دل منگامہ جو کو اپنے داماں میں
کہ میری دل کے ٹکڑوں نے جڑوں کی پکیاں میں
جو داغِ بے کھلے میں بچل بن کر میری داماں میں
پروے جائیں گے موتی تری زلفِ پشیاں میں
نہ ہونے سے اب خاک اُڑتی ہے سیاہاں میں
الجمہ کر دستِ نازک رہ گویا اب تو گریباں میں
فرشتہ ہے وہ ایذا دہ جو یہ باتیں ہوں انسان میں
ہمیشہ دن بنا کرتی ہیں راتیں جس شستاں میں
جو شیشے میں آئی جان آئی جسم بے جاں میں
یہی کافر جو رخنہ ڈالتے ہیں کراہیاں میں
عجب لذت ہے اُن کا فرتوں کو ہڈیاں میں
کسی ٹوٹی قفس میں یا کسی جڑے گلستاں میں
ہماری آنکھ کے پرے پڑے اُن کے شستاں میں
یہ بیداری کہاں سے آگئی چشمِ نگہاں میں
چھپی ہے ہی میں دونوں ان جبینوں کی نہیں ہاں میں

ستم نارا کو روتے ہیں چمچ تیری جفا کو روتے ہیں
 خون رُو ا رہی ہے یاد وفا اک سرا پا وفا کو روتے ہیں
 اس طرح آئی وقت سے پہلے آنے والی قضا کو روتے ہیں
 اب یہ اس تک پہنچ نہیں سکتا نالہ نارسا کو روتے ہیں
 بہہ گیا آنکھ سے لہو ہو کر دل درد آشنا کو روتے ہیں
 جان لے کر گیا وہ آخر کار مرض لا دوا کو روتے ہیں
 جانے والے کی یہ نشانی ہے دیکھ کر نقش پا کو روتے ہیں
 درد سار و سہ ہے بھر اس میں ٹوٹے دل کی صدا کو روتے ہیں
 روتے جو آئے تھے رُلا کے گئے ابتدا انتہا کو روتے ہیں
 رنگ و بواب کہاں وہ گل ہی نہیں اس چمن کی ہوا کو روتے ہیں
 ہے فضا کے چمن غبار آلود ہم مکدر فضا کو روتے ہیں
 خاک میں ملنے کو ہر سب کا حُسن گل رنگیں قبا کو روتے ہیں
 مہندی پس کر لہو رلاتی ہے پسنے والی حنا کو روتے ہیں
 نفسِ سرود یہی بھی تو کیا موجِ بادِ صبا کو روتے ہیں
 بلِ غمِ عالم میں اس طرح بے دید زکس نیم وا کو روتے ہیں
 چھا گئی کیسی تیرگی اُن پر مہر و مہ کی ضیہ کو روتے ہیں
 کام آیا نہ یہ کسی کے بھی خضر آبِ بقا کو روتے ہیں
 چپ میں یوں جیسے ان میں جان نہیں لبِ سمج نہ نما کو روتے ہیں
 اب تجھ کو آسمان نہیں اٹھتا اپنے دست دعا کو روتے ہیں

گو تجر بہ بہت ہو مگر کیا کہوں ریاض

لب پر رہے گی ان کے یونہی تاجکے نہیں

اب مزا ہے تو خشک عینے میں لطف کھانے میں ہے نہ پینے میں

میری آنکھوں میں ہے تجلی طور داغ روشن ہو میرے سینے میں

دسترس ہو مجھے تو میں جانوں کیا ہے قارون کے ترینے میں

موج نے لے چلی مجھے سوکھوش یہ بھی زینہ ہے کوئی زینے میں

میرے دل کو مری نظر نہ لگے بال آئے نہ آجگینے میں

خلق مجھ کو سمجھ رہی ہے شریف بات کیا ہے یہ مجھ کھینے میں

نانپارے میں شب کا لطف ڈنر ہم نہ کھانے میں تھے نہ پینے میں

بزم جم سے بڑھی مٹی رات کی بزم ہر سلیقے میں ہر قرینے میں

بدر بھی ہوشہر یک سال گرہ ہو یہ تقریب ہر ہینے میں

ایں سداوت بزور بازو نیست ہے یہ اندک کے ترینے میں

جس کے سر تاج ہو سداوت کا جا کے جدے کر دینے میں

سلے انگشتری سلیمان کی نام آصف رہے نکلنے میں

چھپیں الجھتی میں بھی خلیفہ و نیاز نا خدا کا غدی نہیں

طبع ہو کر مری غزل بھی بنے اسی ہفتے اسی ہینے میں

نانپارے کے راجہ صاحب کا نام لکے میں ہو دینے میں

۱۔ راجہ سداوت علی خاں والی نانپارہ دام قیالہ۔ ۲۔ خان بہادر آصف زمان خاں صاحب نانپارہ۔
۳۔ اخبار مفتہ دار لکھنؤ۔ ۴۔ سکرٹری آف فنانس لکھنؤ۔ ۵۔ سید نیاز احمد نیاز برادر ریاض شہزاد سکندر علی خاں۔

ہماری جان چھوڑی گئی اسیری کو نہ جیتے تھی لہکی طرح رکھا ہر جسد کو تنگ نڈان میں

اتناری ہو کہیں تم نے پریشاں ہو نہ گھبراؤ تنہاری آرسی رکھی ہو میری چشم حیراں میں

ریاض ایسا ہے ان کا ہم نوا ہوں مرغ گلشن میں

ہوئی ہو منعقد بزم سخن سخن گلستاں میں

مبکو دیکھا تو ہنس کے کہتے ہیں اشک اب بربوب بھی بہتے ہیں

ان کے کوچے میں خوش رہ رہی ہیں ہر طرح کے جوج بچ سہتے ہیں

جن کے دل میں ہے درد دنیا کا وہی دنیا میں زندہ رہتے ہیں

میکدہ کیوں ہے قبد حاجات نئے کے دریا ہیں سے بہتے ہیں

صدقے اپنے درازی قد کے وہ مجھے ہو قوف کہتے ہیں

جو مٹاتے ہیں خود کو بیعتے جی وہی مر کر بھی زندہ رہتے ہیں

دیجئے کیوں ریاض کو تکلیف

شعر سننے ہیں وہ نہ کہتے ہیں

کیا جانے کیا ہو میری گلابی میں مجھ نہیں یہ دیکھنے کی چیز ہے پینے کی شے نہیں

برائے جو جگر کو وہ آواز نے نہیں وہ نور کا گلا نہیں وہ اُن کی لے نہیں

جنت فروش صحبت جام مغال ہے یہ بزم جم نہیں یہ کوئی بزم کے نہیں

بعد صیام میکدہ ہے صبح عید ہے جام شراب آج بھی کیا پئے بپے نہیں

پتھر بھی سُن کے شق ہو جگر کا تو ذکر کیا آواز ہو جہاد کی گاندھی کی جے نہیں

غروا کی فکر رکھتے نہیں میکدہ کے لوگ جو کچھ ہو حشر کل کے لکچھ بھی طے نہیں

خلوت میں پی کے دہرا گلتے ہیں بزم میں کیا ہے اگر یہ حضرت داعظ کی تم نہیں

وہ نازنین ہو تم کہ ذرا بھی اثر نہ ہو
 ممکن نہیں نگاہ سے ٹکڑے جگرنہ ہو
 کچھ تشنگی مٹے تو مٹے سب سبیل پر
 ہم ہیں فقس میں اور فقس ہے تغلاف
 بیٹھے تمام رات پرستش کیا کریں
 جو پھر رہا ہے خضر کا سایا بنا ہوا
 لے تو چلے ہو کھینچ کے سینے سے تیر کو
 باہم شب وصال اٹھائے ہیں کیا مرے
 ہم میں بت حسین بھی ہیں دن بھی حشر کا
 ہے بزم و عطا مجھ کو یہ داعظہ سی خوف ہے
 ہم کو تو صرف ان کے تصور کا کام ہے
 دن جیسے ایک حشر کا جس کی نہیں ہوشام
 میں جا سکوں نہ بام فقس تک بہا میں
 ناوک فگن یہ تیر دو پیکاں ہے کس لئے
 نشتر لگا کے جان کے لالے پڑی کسے
 آنکھوں میں تم پھر دیکھی تو ہم کو خبر نہ ہو
 قربان تیرے تجھ کو کسی کی نظر نہ ہو
 یہ میکدے وہ ہیں کہ لب خشک تر نہ ہو
 جل جائے آستان بھی تو ہم کو خبر نہ ہو
 ایسا بھی نازنین ست نازک کمر نہ ہو
 بھٹکا ہوا یہ کوئی مرا نامہ بر نہ ہو
 پیکاں کے ساتھ ساتھ کسی کا جگرنہ ہو
 وہ بھی یہ کہہ رہے ہیں الہی سحر نہ ہو
 کیا جانے آج کیا ہو خدا کا جو ڈرنہ ہو
 منبر پر آج جا کے کہیں میرے سر نہ ہو
 ایسے بھی ہیں حسین کہ جن کے کمر نہ ہو
 ایک ایسی شب ہو وصل کی جس کی سحر نہ ہو
 مجھسا کوئی جہان میں بے بال و پر نہ ہو
 ایسا بھی کیا کہ دل تو ہدف ہو جگرنہ ہو
 ہاتھوں سے تقارے دل کو مرا چاہا گرنہ ہو

پا کے ایسا کلبے دعوت دی آئی اس طرح میرے پینے میں
 وقت رخصت عطا کی آصف سے کچھ کمی آگئی خزانے میں
 زبانی یہ غزل پئے دیو ان نا خدا کا غدی سفینے میں
 تھا و دیعت وہ بہر گور کھپور چھپ کے نکلے گا دتل ہینے میں
 نام دیو ان ہر یا صحنِ ضو آن ہے آئے گی کھل کے اب تو پینے میں
 اس کی تاریخ آتشِ گلِ تر آتشِ تر پانے پینے میں

بنے نورِ لحد وہ کاشِ قیاض
 ہے چمک در و کی جو سینے میں

۱۔ حواہل آتشِ تر (غزلیات)

آگے واعظ کے سر پر بنائوں دریا
جو ملے بہر تکلم دہن خرم مجکو
میرے آگے وہ نہیں زلف میں افشاں صبح
تارے گئے کوئی ہے شبِ انجم مجکو
مخل و عظام میں مٹھا سرِ منبر واعظ
لا کے خم کوئی بٹھا دے نہ سر خم مجکو
میکدہ ہی میں دن دفن بھی ہوں حشر بھی ہو
مغیچہ تھوڑی جگہ دے دو پس خم مجکو
عکس کی طرح کبھی بار نہ ہوں ضعف میں
رکھیں پستی میں اگر دیدہ مردم مجکو
ہوں وہ میکش جو کروں قصد ذرا کبھی کا
کاندھ پر لاد کے لے جائے مرا خم مجکو

رزق بن کر مری سمت کا یہ اُتریں تپاں
وائے انگور کے ہیں وائے گندم مجکو

یہ بھی ملنا ہی کوئی مل کے کیا گم مجکو
ایک اس ساری خدائی میں ملے تم مجکو
نسل آدم میں پھلے وائے گندم مجکو
جب معتد سے ملے بن کے ملے خم مجکو
سُکراتے ہو جہاں دیکھتے ہو تم مجکو
گدگدائے نہ کہیں موجِ تبسم مجکو
تہ نہیں کر نہ رسکا عشق کا قلازم مجکو
دیکھتا ہے ابھی موجوں کا تلاطم مجکو
کہتے ہیں حشر میں اشد کرے گم مجکو
آج بھی آئے ستانے کے لئے تم مجکو
ساتھ موٹی کے سوئے طور گیا تھا میں بھی
یاد ہے برق کا انداز تبسم مجکو
سُن چکے ہیں بہت افسانہ حسرت مجھ سے
اب زوہد نزع میں تکلیف تکلم مجکو
فتقل کبے کو میخانے ہو کر ہیں شاید
ملے رستے میں کئی ٹوٹے ہوئے خم مجکو
نظر آتے تو ہیں اس بزم کے کچھ شمع و چراغ
کم نہیں دور سے بھی یہ مہ و انجم مجکو
حشر میں کام مے آئے ترے ہر لب
کہ بلا آج ترا حسن تکلم مجکو
ان کی تصویر کا چہرہ ہے کچھ اُترا اُترا
اتنی سی بات کہ میں لاکھ تو ہم مجکو

جھنجھلا رہے ہیں سحر تے میں کیوں کیست شوق پر
چھوڑا ہے جس نے موج نسیم سحر نہ ہو
چوری چھپے کی باتوں کی سب میں کی اپریں
میرا حساب حشر میں دن دو پہر نہ ہو
یہ ایک محال امر ہے جوش اشک فوں
دل تو اٹھو ہو خون ہمارا جگر نہ ہو
لے منتخب ریاض تو ان میکشوں میں میں

سو غوطے کھائے حوض میں دامن بھی تڑپو

خاک میخانہ ملی بہر تبسم مجکو
دڑی دڑے نے دیے لاکھ بھری خم مجکو
جب مقتدر سی طے بن کے طے خم مجکو
نسل آدم میں پھلے دانہ گندم مجکو
لے جو گوارے میں لہروں کا تماطم مجکو
سوت کی نیند سلائے ابھی قلم مجکو
وہ ستا ہے ستانے جو نہیں تم مجکو
پارسی کا یقین غیر کو دلو اتے ہوں
دھوکے دیتا ہے بری طرح تو تم مجکو
خانقاہیں تو ہزاروں میں مگر جی بھی لگے
اور بھولے سے جو آجائے تبسم مجکو
وصل کی رات یونہی آج گزر جانے دو
کوئی تھوڑی سی جگہ دیدی پس خم مجکو
جس کے ہر قدم میں تھا دادی مین پہنا
تم کو دیتا ہوں دعائیں مجھے کوسو کوئی
دا دخواہوں میں دم حشر جو دکھائی مجھے
جانکتا ہوں جنوں میں تو مزادیتا ہے
سکراتی ہیں تری بار کی کلیاں دم وصل
سامنے میرے کوئی غیر کو زندہ نہ کرے
کچھ بھی رکھا نہ مرے ضعف تو مجھ میں باقی
بے خودی نے اسی صحرا میں کیا گم مجکو
کوئی دیتا ہو دعا کو سستے ہو تم مجکو
کہتے ہیں پیار سی کیا بھول گئے تم مجکو
نعمہ سنجان گلستاں کا ترنم مجکو
کاش آجائے یہ انداز تبسم مجکو
جیسے جی کوئی سناے نہ کبھی تم مجکو
ساتھ اپنے لئے پھرتا ہے تو ہم مجکو

رکھتا رہے دامن میں ہر کیسے گل تر کو
 ہے آگ لگی آگ لگے اس کے اثر کو
 پہلو میں ہمارے غضب اک پھانس چھپی ہے
 ہے آٹھ پہر فکر ڈوبنے کی ہمارے
 جس گھر میں لی تھیں کبھی زلفوں کی بلائیں
 ہم پر چین میں ہے اثر تید قفس کا
 تفتے تھے جوانی میں جو کرتے تھے معاہدی
 کاوز ہو رنگ آکے سہ خانے میں میرے
 شب گور غریباں میں سر ہوتی ہوائے موت
 اڑ کر نہ پہنچ جائے نشیمن میں صیاد
 مقبول دعائیں نہیں ہوتیں نہیں ہوتیں
 پتوں میں نشیمن میں کبھی چھپتے تھے ڈرے
 جب خاک کو بچتے نہیں پروردہ دامن
 کیا لے کے کریں لالہ دگل لعل گہر کو

گرایاں میں ریاض آپ غم مرگ میں کس کے

دیر پیش بھی راہ ہے ہر فرد و بشر کو

لئے آغوشِ محم ہر آن کے اٹھتے جو بن کو
 گھنے جنگل کھلے صحرا بہت میری نشیمن کو
 بہت ہی منزل مقصود کا پر ہیچ رستہ ہے
 نکل آئے گی اس کی بھی جگہ صیاد گھر میں
 جوانی گو دین اپنی کھلاتی ہے لڑکپن کو
 جہاں ہو باغبانِ شبنم لگو آگ لیس گلشن کو
 لے اس راہ میں رہنا بھل میں ہزن کو
 ذرا صبر اڑا لانا ادھر میرے نشیمن کو

دھڑکے محشر کے مٹانے کو مے ساقی نے
 تاخلف تھا نہ ہو الغرض آدم کا شریک
 توڑنا ہے مجھے تو بس مہفل ساقی
 میں اٹھا قبر سے وہ خاک سو میخانے کی
 میری حسرت کا موقع ہی مہنی بھی میری
 باتیں کرتی ہے جس انداز کی تیری تصویر
 تیرے نظارے نے مجھ کو نہ کہیں کا رکھا
 یہ مجھے چھیڑتی ہو دور جب رونا ہوں
 مرنے مرنے بھی چلائی ہے کئی خم مجھ کو
 کہ ملی نان جویں شیخ کو گندم مجھ کو
 دیکھتا ہے لب ساغر کا تبسم مجھ کو
 دوش پر لے کے چلا محشر کے دن خم مجھ کو
 آئے آنسو کبھی آیا جو تبسم مجھ کو
 کاش آجائے یہ انداز شکم مجھ کو
 جلوہ یار کہاں تو نے کیا گم مجھ کو
 گدگداتی ہے تری موج تبسم مجھ کو

دہن گور میں جاتے ہوئے کہتے تھے ریاض

اے لب گور سمجھ موج تبسم مجھ کو

مے میں ڈوبانا مے اعمال کا ہر حرف ہو
 پاک طینت رندی کر مجھ کو پہنچا ثواب
 خلق سے جو گھونٹا ترے خلق میں دلگیر
 میری فرد جرم کا ہر نقش سطر بھی سیاہ
 کچھ عجب واقع ہوئی بچپن ہی میں کب عشق
 کیوں ابل پڑتے ہو میخانوں میں اکثر بے پے
 بہر عقبی جمع کرتے ہیں یہ آفریں بخیل
 ہو محیط نامہ اعمال رنداں موج نے
 پی کے تم کو وعظ کہتے ہم نے دیکھا ہی نہیں
 رنگ وہ آئے کہ صدقے سرخی شخرف ہو
 میری پونجی نیک کاموں میں الہی حرف ہو
 ہم ہوں تم ہوں باغ ہو سوڈا ہوئے ہو برف ہو
 خط کشیدہ نامہ اعمال کا ہر حرف ہو
 خود فراموشی میں کیوں کریا دعوہ حرف ہو
 واعظو تم بھی بڑا اچھے بڑے کم ظرف ہو
 وہ مدین رکھتے ہیں جن میں کچھ بھی حرف ہو
 موجیں کرتی لہریں لہتی جدول شخرف ہو
 ہم بلانہ شوں میں تم بھی کتنے عالی ظرف ہو

دل کو ہونے دو ہدف مگر نہیں مل کی ترپ
 کیوں مڑاؤں کی اداسی کیوں نہیں آئی نہی
 عرش سے آئی کبھی تو آ کے الٹی پھر گئی
 ہم نے کافی کس مزی کو آپ کی فرقت کی رات
 ناز سے چلنا سکھایا اس کو دستِ نازنے
 ناوک انگن دیکھ دو تو آ کے مرے دل کی بھائیں
 منہ کھلے خم کا نہ واعظِ قفلِ جنتا کے بعد
 کیوں ہوا ناوک خطیا بچی نظر ہے شرم سے
 آپ فرماتے تھوکل دیکھو بزرگی شیخ کی
 یہ اڑاتی ہے ہمیشہ چٹکیوں میں تیر کو
 میرے گھر آتے ہیں دے غیر کی تقدیر کو
 دور سے میرا سلام اس آہ بے تاثیر کو
 پیار کرتے رہ گئے اک چاند سی تصویر کو
 اپنے غم سے تم سکھا دو اب ذرا غم شیر کو
 یہ ذرا سی بھانس تو شراب ہی ہے تیر کو
 میکدے میں طول اتنا تو زوے تقریر کو
 لاؤ ہم رکھ لیں کلیمے میں تمہارے تیر کو
 ہم نے دیکھا ہے جو اس آسمانِ پیر کو

یادگار اس وقت ہم بھی ہیں زمانے میں ریاض

مانتے ہیں سب ہمیں ہم مانتے ہیں میر کو

وعدہ تھا جس کا حشر میں وہ بات بھی تو ہو
 ہم لیں بلائیں زلف کی وہ رات بھی تو ہو
 گزری ہو نہی تو بہ کے دل اب سوا بیوں
 اظہارِ آرزو کوئی ایسی خطا نہ تھی
 پاپوشِ ان سینوں کی آتی ہے میر کو گھر
 مینا کی طرح جا کے ابھی سر جھکائیں ہم
 ہم میکدے کو چھوڑ کے کبے کے ہو ہیں
 بیعت کو سوئی شیخ بڑا ہیں گے ہزار ہاتھ
 یس کے کس اداسی کہارات بھی تو ہو
 آئے مزی کی رت کہیں برسات بھی تو ہو
 ساقی ذرا تلافیِ مافات بھی تو ہو
 کیوں تیوریاں چٹھی ہیں کوئی بات بھی تو ہو
 اُن کی نظر میں کچھ مری اوقات بھی تو ہو
 پیرِ مغانِ سابقہ عاجات بھی تو ہو
 کبھی میں اس طرح کی مدارات بھی تو ہو
 حضرت سے کچھ ظہورِ کرامات بھی تو ہو

اس کے بوسے کوئی لے کوئی چلے شمع ہو پروانہ ہو گلگیر ہو

کہتے ہیں خسرو تہیں ساحر ریاض

تم کہیں خسرو کہیں تم میر ہو

منہ پر مے بھی روز قیامت نقاب ہو میں بھی انہیں میں ہوں جنہیں مجھے حجاب ہو

مست شباب ہو کوئی مست شراب ہو تم ہو ہوا کے بام و شب ماہتاب ہو

بیل قفس میں ہو مگر اس کے قفس کے پاس کلیوں سے اک لدی ہوئی شمع گلاب ہو

میرے فرشتے پیش کریں حشر میں جسے آلودہ شراب وہ فرد حساب ہو

وہ جرم ڈھونڈ ڈھونڈھ کر کتا ہوں ات دن لکھیں تو کاتبان عمل پر عتاب ہو

اک شے ہی بہر فاتحہ از قسم شہد و شیر اس فاتحہ کا بادہ کشوں کو ثواب ہو

یو نہی بلا سے رات گزر جائے وصل کی شوخی اُدھر ہو اور اُدھر اضطراب ہو

دنیا کے حسن و عشق میں اتنی تو ہو نمود میرا جواب ہو نہ تمہارا جواب ہو

میں بوسہ سیاہ خوگر و خوگر تو ہو رہوں وہ دل ملے کہ جان کا میری عذاب ہو

فرد حساب دیکھ کے رہ جائے منہ مرا میرے لئے ترا کرم بے حساب ہو

رسوائے غام ہونے کو ہے حسن و نقاب وہ وقت ہی قریب ہر اک بے نقاب ہو

واعظ جو آگیا ہے تو کوثر کا جام آئے میخانے میں طلوع نیا آفتاب ہو

چلتے ہیں جب ریاض تو کچھ جھومتے ہو

جیسے پے ہوئے کوئی مست شراب ہو

ہائے سے دیوانگی کو سا کیا تاثیر کو میں فناں اپنی ہی سمجھا نا زنجیر کو

سو بوتلیں چڑھاؤں تو نشہ ذرا نہ ہو
 پانی ہے یہ شراب ہو کالی گھٹانہ ہو
 خلوت میں تیرے شمع نہ ہو آئینانہ ہو
 اندھے شرم کوئی انہیں دیکھتا نہ ہو
 جس نے دلوں میں آگ لگائی ہو دور سے
 بھڑکا ہوا وہ شعلہ رنگ جنانہ ہو
 آئی انہیں ہر غیند حسینوں کو بے سنے
 میں ہوں ہوں جہان میں مرفسانہ ہو
 تیرے خرام ناز سے اٹھ جائی ایک بار
 وہ فتنہ حشر بن کے جواب تک اٹھانہ ہو
 بے رنگ و بوفشردہ انگو رکھ نہیں
 پانی ہے وہ شراب کا جس میں مزانہ ہو
 حشر آئے جائے لذت پیاں یونہی رہے
 دل چاہتا ہے وعدہ فردا و خانہ ہو
 توبہ کے توڑنے میں بھی آتا نہیں ہے لطف
 جب تک شریک بادہ کوئی پارسانہ ہو
 بولے شب وصال بشاد و تم آئینہ
 ہم کو ہماری آنکھ سے یہ دیکھتا نہ ہو
 نازک سی بات وقت بھی نازک ذرا ہی رہا
 نازک ہیں وہ بھی صیل کی شب کیا ہو کیا نہ ہو
 رنگتے ہیں میری خون کی منہدی لگا کے ہاتھ
 کیوں پانی پانی آتش رنگ جنانہ ہو
 بوتل ہماری آنکھ کی پستی بنی ہے
 بے لطف سبزہ ہے جو یہ کالی گھٹانہ ہو
 رند و مزا ہے پینے کا شبہا کی صوم میں
 آئے قضا مگر کوئی روزہ قضا نہ ہو
 کیوں بیقرار تا نفس آئے شرار برق
 کوئی چین میں آج نیب گل کھلانا نہ ہو
 ہم دیکھتے ہیں جام کو لپچائی آنکھ سے
 چینی کی ہے یہ چیز خوف خدا نہ ہو

کچھ بھی چلے نہ کام بڑھاپے میں اے لیاصل

اٹھ کر یہ موج مے جو ہمارا عصانہ ہو

شکر بیدار تو ہو شکوہ بیدار نہ ہو
 میرے لب پر ہو قسم کبھی فریا دنہ ہو
 چھائے بچوں کی بھی صیاد تو آباد نہ ہو
 وہ نفس کیا جو تہہ واسن صیاد نہ ہو

کہنے کو اٹھ رہی گی سترگو کوئی بات عشر کے روز مجھ سے ملاقات بھی تو ہو

بنتِ غمب بچھائے گی دامن پے نواز زاہد مرید پیرِ فراہِ بات بھی تو ہو

تم کو ریا صُن جانتے ہیں غمب یہ میں

جتنے ہو نیک اتنی ہی بد ذات بھی تو ہو

ڈر ہے کہ تم نے خون کسی کا کیا نہ ہو اتنا بھی شوخ ہاتھ کارنگِ حنائہ ہو

کیوں مردہ آرزوؤں میں کچھ جان ہی پڑے اب ہے دعا قبول ہماری دُعا نہ ہو

جلے گی دن کو بھی نہ شبِ غم کی تیرگی آئی ہوئی فلک سے یہ کوئی بلا نہ ہو

تقی باغباں کو لاگ نشیمن کی شاف سے صیاد کوئی اور نیا گل کھلا نہ ہو

رہنے کو تیرہ گھر مجھے غمب میں وہ ملا اک عمر سے چراغ بھی جس میں جلانہ ہو

وہ بھی یہ چاہتے ہیں ٹھہر جائے دلِ فرا ہم بھی یہ چاہتے ہیں کہ تاوکِ خطانہ ہو

جانے کو بزمِ غیر میں منہدی لگائی ہے میرا چراغ راہِ ترانفتشِ پانہ ہو

کہنا کسی کا ہائے وہ جھنجھلا کے ناز سے کمِ بخت ہاتھ چھوڑ کوئی دیکھتا نہ ہو

ہم نے بھی ان حسینوں کو چھوڑا ہے کس قدر ایسے بھی کوئی ہے جو ہر کسستانہ ہو

چلتی ہوئی ہی تیغِ ادا ان کی کس قدر اس کی بھی جان جاتی ہے جس کی قضا نہ ہو

تم کو جو نیند آئے تو دشمن کو موت آئے افسانہ وہ سناؤں جو تم نے سنانہ ہو

دامن سے طور کے نہ سہی دور سے سہی دیکھو کلیم اور کوئی دیکھتا نہ ہو

ان سے بلایہ ذکرِ وفا پر مجھے جواب اس کو سکھاؤ تم جو تمہیں جانتا نہ ہو

اقتدرشن دی تو حسبِ ابھی ضرور دے کس کام کی وہ آنکھ ہے جس میں حیا نہ ہو

کافر حیس بلا سے غلام میں ہوا کریں ہم سے خفا ریا صُن ہمارا خدا نہ ہو

نہ زباں پر نہ پرو بال پر اپنے قابو میں وہ بلبل ہوں جو گلشن میں بھی آواز نہ ہو
 اے فلک دے کوئی چاند کا ٹکڑا مجھ کو شرط یہ ہے کہ حسیں ہو ستم ار کاوند نہ ہو
 وہ خم زلف ہو یا گوشہء دامن ان کا جا کے پہلو سے کہیں کا دل نا شاوند نہ ہو
 ان حسینوں کے ہوں جھڑپ بھی تو کیا لطف تیرا
 جھڑپ کی چیز جو میرا دل نا شاوند نہ ہو

نظر کے سامنے ممکن ہے لالہ زار نہ ہو اڑائیں پھول نہیں ہے اگر بہار نہ ہو
 شب وصال یہ شوخی بھی ناگوار نہ ہو دعائیں ہیں کہ کوئی آج بیقرار نہ ہو
 کڑی کمان کا تیرا اور دل کے پار نہ ہو نگاہ یار نہ ہو وہ نگاہ یار نہ ہو
 شب وصال بھی ان پر کوئی نثار نہ ہو بہت کہی کہ ذرا آج بیقرار نہ ہو
 نکل کے اپنے نشیمن سے کوئی کیا دیکھے چمن ہے خانہ صیاد اگر بہار نہ ہو
 وہ جاییں شوق سے ٹھکر کے قبر غیر کے گھر یہ دیکھ لیں سردامن مرا غبار نہ ہو
 کھٹک سی ہوتی ہے آنکھیں ملیں نہ آہو دشت چہچہا ہوا مرے تلوں میں کوئی خار نہ ہو
 مرے کی چیز ہے کم بخت کی اذیت بھی کٹے نہ رات اگر لطف انتظار نہ ہو
 نگہ کے ساتھ ہی آیا کسی کا ناوک بھی وہ دل کے پار نہ ہو یہ جگر کے پار نہ ہو
 کرم سے تیرا یہ اتنے تو ہوں شمار کے دن مرے گناہوں کا مالک مرے شمار نہ ہو
 تری گلی میں لحد میں بھی جا کے دیکھ لیا نہیں کہیں کا بے دل پر اختیار نہ ہو
 وہ ٹوٹے ہار کی صورت وہ ٹوڑا دل کی طرح جو دست شوق کسی کے گلے کا ہار نہ ہو
 دکھائے جوش تو دریا بہائے لے ساقی یہ خم تو ہے جو نہیں ابر کو ہسار نہ ہو
 ادھر بھی تیرے فگن کوئی نیم کش ناوک رہے خلش کی طرح دل میں دل کی پار نہ ہو

حشر پر لطف کی اک بات اٹھا رکھی تھی
 شام ہی سے وہ شب وصل یہ کہہ کر سوئے
 قدر مجھ رند کی تنگدہن نہیں لے پیر میناں
 بن کے تصویرِ دمِ فرج ہے سینے پر
 بام پر شوق سے جو چاہے تائے اُن کو
 ہو وفاق جس میں وہ محشوق کہاں سے لاؤں
 جا بھی کیوں چھیڑتی ہر بات وہ دل بوندِ داغ
 کیوں عرضِ حشر کے دن کان بھری ہیں کس نے
 کون یہ کہہ کے نشیں سے اڑا اے صیاد
 ہم بھی مشتاقِ جمال آئے ہیں و جلوہ طور
 جو تجھے دیکھ لے ہو جائے وہ بندہ تیرا
 لبِ جان بخش سزا بنے میں کبھی عداۃ حشر
 سیر کُہا میں سیلے سے جھجکتی کیوں ہے
 لطف دے جائے فرشتوں کی گواہی دمِ حشر
 ملتی ہے طاقِ حرم سے پس توبہ ہم کو
 تم سلامت رہو دشمن کے ستارے والے
 کل گئی تھی وہ بہت بامِ بتان سے اونچی
 سخت کافریں یہ محشوق کلیسا والے
 پھینک چکا صورتِ مگر وہ نہیں اٹھتا ابھی
 ہم تمہیں یاد دلاؤں جو تمہیں یاد نہ ہو
 جو تائے جس سوئے میں کبھی شاد نہ ہو
 توبہ کروں تو کبھی میسکہ آباد نہ ہو
 دستِ نازک سے رواں حجرِ جلا نہ ہو
 میری آہیں نہ ہوں نالے نہ ہوں یاد نہ ہو
 ہے مشکل کہ حسیں ہو ستم ایسا یاد نہ ہو
 تو قفس میں سے سر نکلت بر باد نہ ہو
 شورِ محشر تو ہو لیکن مری فریاد نہ ہو
 میں تو برباد ہوں مٹی مری برباد نہ ہو
 پیش ہوئی کو جو آئی ہے وہ اُفتاد نہ ہو
 اے بت ایسا بھی مگر حسنِ خدا داد نہ ہو
 جائے جائے بس منہ سے کچھ ارشاد نہ ہو
 ساتھ شیریں کے کہیں حسرت فریاد نہ ہو
 ان بزرگوں کو بُری بات کوئی یاد نہ ہو
 کعبہ آباد رہے میسکہ آباد نہ ہو
 میری قسمت میں نہیں لذتِ بیدار نہ ہو
 اے اثرِ عرش سے لپٹی مری فریاد نہ ہو
 کعبہ دل بھی کہیں بصرہ و بغداد نہ ہو
 حشر بھی کوئی تراکشتہ بیدار نہ ہو

کیا ہے یاد مجکو یہ سمجھ کر جان بڑ جاتی
گزر دس سال دن کی طرح معشوقہ کی صحبت میں
رہی گی ہونٹ پر فریاد جب تک دل ہی بہاویں
نرا کرتی یہ لچکے میں جو رکھوں لاکے تنکا بھی
چھپاؤ منہ میں لہر شیشاؤں میں چہ ہاتھ میں شجر
لبوں پر آئینہ باتیں جو دونوں دل میں رکھیں
یہ ہنوکشہ کوئی نہیں رکھ لوں جسے دل میں
کڑی چٹکی کے ناوک مجکو اچھے میں نگاہوں سے
ترے کو چہ میں جب جاتا ہوں تو خواگیاں بک
تمہاری طرح میں بھی چٹکیاں لیتا ہوں دل میں

جو مرتے مرتے آجائیں کہیں دو چٹکیاں مجکو
جناب حضور دے دیتے جو عمر جاو داں مجکو
نہ تالو سی لگانے دے گا یہ ظالم زباں مجکو
یہ شاخ گل جھلمائے اب نہ بہر آشاں مجکو
وہی تو ہیں جو چھوڑی جا رہی ہیں نیم جاں مجکو
ہیں وہ راز داں میری بنائیں راز داں مجکو
دے جاتے ہیں کیوں ٹوٹی ہوئی اپنی نساں مجکو
چڑھا کر تیوریاں دیکھے نہ وہ ابرو کماں مجکو
کہ آنکھوں میں جگہ دیتا ہی تیرا یا سب اں مجکو
جو آئے ہو سکھاتے جاو اپنی شوخیاں مجکو

مری افصول طرازی کی رسیا صناعتی جو شہرت ہے

سبب یہ ہو کہ سا حوض سا طالعے قدر واں مجکو

مکان یار کو دھوکہ نہ دے لے لاسکاں مجکو
مٹاتا ہو جو انگاروں پر اب لے آسماں مجکو
مسکائیں گی اہل کی نیند اب یہ سولیاں مجکو
کبھی صحرا میں کچھ چپ چاپ زبان غار کی بھی غفی
کلیجہ اعتقاد لیتے ہیں کلیجہ اعتقاد لیتا ہوں
وہی ہیں اس طرف روشن ہیں زن اُن کے جلو سے
نظر آئے زمیں مجکو نہ سوچھے آسمان مجکو
قفص کی شاخ لے لے دیے شاخ کہنشاں مجکو
نگاہوں پر چڑھا رکھا ہو تو نے باغبان مجکو
ہنسیں آتی نوا سنجان گلشن کی زباں مجکو
سناتی ہے کبھی ان کو کبھی میری فغان مجکو
ذرا دھوکہ نہ دو تاروں بھرا یہ آسمان مجکو

پئے نماز بھی ہم بیٹھ کر وضو نہ کریں
 خدا کے بند کو کچھ ایسے نڈھیں اسے ساتی
 یہ آدھی رات کو ان کا پیام آیا ہے
 یہ سوکھی گھاس ہری ہو گئی تو کیا حاصل
 گل آئیں میری لحد پر تو رنگ لڑ جائے
 کچھ انحصار نہیں مے فروش پر ساتی
 نزاکت ان کی جو معلوم دل کو بھی شریعت
 ہزار تلخ سہی مے ملے تو موقع سے
 اٹھا ہوں خوف زدہ میں لحد کو قبل از وقت
 کنار جو بطائے کا اگر شکار نہ ہو
 ہزار بار پس تو بہ ایک بار نہ ہو
 ہم آج آہیں سکتے اب انتظار نہ ہو
 ہماری قبر پر اے ابرا شکبار نہ ہو
 چراغ آئے تو روشن سر مزار نہ ہو
 چلے نہ کام جو سودا کبھی اُدھار نہ ہو
 خدا کرے کہ یہ کم بخت بیقرار نہ ہو
 یہ چیز وہ ہے جو زاہد کو ناگوار نہ ہو
 کسب سے پہلے مری حشر میں بچا کر نہ ہو

ہیں ایسے قول کے سچے سپید ریش لیاصل

قسم بھی کھائیں یہ حضرت تو اعتبار نہ ہو

جواں کر دی الہی صحبت پیرناں مجکو
 دکھاتا ہوں رنگ اپنے کیا کیا آسماں مجکو
 کہیں میٹھوں کھٹکتی ہو نگاہ باغباں مجکو
 وہ آئیں تو نزاکت کو نہ اپنے ساتھ آئیں
 شراب اڑتی رہی تو بھی گھٹا چھالی رہی نہی
 چمن میں جس جگہ پہنچا لیا پھولوں کی تھہر ٹٹا
 ذرا سی وصل کی شب ہو گئی ان کو سال در ٹھکرا
 بڑی موقع ہو تھی ہر چند وہ جنت کے باہر تھی
 پرانی میکہ کی والی بھی جانے نوجواں مجکو
 نظر آتا ہی یہ ظالم بڑھاپے میں جواں مجکو
 چمن سے دور لے جانا پڑا اب آشیاں مجکو
 یہی ہے وصل کی شب جو گزرتی ہر گراں مجکو
 نہ دیکھی آسماں مجکو نہ دیکھے آسماں مجکو
 بلا ہر شاخ پر جا کر نیا اک آشیاں مجکو
 عوض لوں گا سینوں سے تو آسماں مجکو
 نرم سی ہٹکے رستے میں ملی ہوگی دکان مجکو

صبحت شب کو کہاں میں کا اثر ہی رہ جائے
گنتی بوسوں کی نہ اعداد معانی معلوم
نیند ہی کا سہی آنکھوں میں خمار آئے تو
لبے آتا ہی کہیں روز شمار آئے تو
شوخیوں سے تجھے پہلو میں قرار آئے تو
حضرت شیخ ذرا ابر بہار آئے تو
اچھے کا ندھی کو فرشتوں سے رہ دور کے لوگ
وقت پر آج اٹھانے مجھے یاد آئے تو
ہم بھی آجائیں گے بوتل لئے گلشن ہریں باغ
نئے گل رنگ لئے ابر بہار آئے تو

شمع کے ساتھ عجب لطف ہر پروانے کو
لئے بیٹھے رہیں آپ آئینے کو شانے کو
شب وعدہ الے او شام ہی سونے والے
لے مرے چشم تصور ترے صدقہ سوار
دل بھی نازک یہ کڑی چوٹ بھی پتھر سوا
اب ٹھہرنا ہی نہیں سینے پر آپ نخل ان کا
ارے دیوانے سمجھنے کا نہیں ایک سی میں
خاتما ہوں ہے ہر پوشیدہ تعلق جن کا
لے صبا پھولوں کی ہوشیاری کی موج مئے ناب
سنئے عشر میں نہ دنیا کی کہانی مجھے
پھل میں پا جاؤں عبادت کا بنا دیاب
بعد تو یہی یہ پھینکا نہیں جاتا ہم سے
آگ سے کھیلنے دیکھا اسی دیوانے کو
ہم بھی آجائیں ذرا زلف کے سنبھانے کو
کھل کے کلیاں مے بستی کی ہریں جھانے کو
تو پری خانہ بنا دیتی ہے دیرانے کو
پھول سے کوئی نہ مارے کسی دیوانے کو
وہ جوانی میں بھری اور ستم ڈھاتے کو
تجھے سو آئیں جو نہ صبح مرے سمجھانے کو
راستے ایسے گویاں کئی مئے خانے کو
کچھ بنی ہے کمر یاہی بل کھانے کو
کیسے یاد نہ بھولے ہوئے افسانے کو
دانا انکور کا تسبیح کے ہر دانے کو
ہم لئے بیٹھے ہیں ٹوٹے ہوئے پیمانے کو

جگہ آنکھوں میں دینے کو کھٹلے سو غنچہ زکرس
 نفس ہے آتے آتے تل گئے سو آشیانِ مجکو
 رہ غربت میں چھالے بھی تنکے بھی دھوپ بھی دھوپ بھی
 دم میں ہو رہا میں تل گیا سایہ جہاں مجکو
 مر پانی بھرتیہ بجلیاں کافی گھٹا والی
 جو دیں کانوں کی اپنی زلفوں الے بجلیاں مجکو
 بڑی جگمگت وہاں ہوئی ہر انسان بھی منشتے بھی
 دم میں جل کے اب رکھنا پڑی ہوئی دکانِ مجکو
 کبھی تو آئیں گے قابو میں مہوش مجھ میں ظالم
 ستارے آسمان مجکو ستارے آسمانِ مجکو
 زندہ گل میں کھلیاں ہیں ز غنچوں کا چکنا ہے
 اڑائے چٹکیوں میں اب ز شاخ آشیانِ مجکو
 طے موقع سو میں ہو سے تو لے لوں آج گن گن کر
 یہ ایک اک منہ میں دیں گے اب تھو سو گالیاں مجکو
 شبِ فرقت کو افسانہ کا ٹکڑا کوئی دیکھیں
 ستائیں وصل کی شب آپ میری داستانِ مجکو
 کہاں ملتی ہر رات ایسی جو دم بھر چھین لے لے
 مری بچھینیاں تم کو تمہاری شوخیاں مجکو
 یہ کیوں اعمال سب کے حشر میں دھرائے جاتی ہیں
 نہ یاد آئے کہیں بھوئی ہوئی کچھ داستانِ مجکو

ریاض اشعار سن کر فرشتے وجد کرتے ہیں

ملی کوثر سے دھوئی ایسی پاکیزہ زباں مجکو

اے جنوں ہاتھ وہ اُترا ہوا ہار آئے تو
 لطف آجائے گا مٹھی میں بہار آئے تو
 سرداں تے کوچے کا غبار آئے تو
 پھول برسائے نہ برسائے بہار آئے تو
 حشر کو ساتھ لگانے کا شکوہ کیا ہے
 شکر ہے وہ سرِ بالینِ مزار آئے تو
 میں بلالوں گا تجھے شیخِ ترے سر کی قسم
 میرے گھر آج کسی طرح ادھلائے تو
 اپنی پلکوں سے کلیجے میں اٹھا کر رکھوں
 اے جنوں آنکھ کے نیچے کوئی خار آئے تو
 تو بلب پر نہ سہی ہاتھ میں بوتل ہی سہی
 محفلِ وعظ میں کچھ بادہ گسار آئے تو
 نہیں گے آنکھوں سے قدم دوڑ کے سب اہلِ محرم
 درساقتی سے کوئی سجدہ گزار آئے تو

یا سمن زار نہ ہو لطف چمن زار نہ ہو
 حشر کی دھوم سب راہ گزیر یاد نہ ہو
 دامن برق حجاب اب دم دیدار نہ ہو
 اے حیمتو زہے انگشت نماوز و حنا
 نہ اٹھے پردہ جو آپس میں نگاہیں نہ ہیں
 اُن کی جنبش ہی کہیں تیغ سو ڈچھ کر قاتل
 بار بھیاں کے سوا دود و فرشتے مردوش
 کہے کشتی ہے بھنور میں مری اے جیم بلا
 مانگتا ہوں یہ دعا حشر کا دن رات بنے
 دل کی بات آئے زباں پر نہ کسی کے آگے
 بر خرم دیکھ کے ساغر یہ کہا مستوں نے
 ایسے با وضع بہت میں ہیں و ایک نہیں
 رہن مئے جبر و دستار امامت بھی ہوئے
 ساتھ رہنا ہے تو مل خل کے رہن دشمن دش
 اے جنوں بچی بہار آئے تو اس لطف سے آئے
 پیئے آیا ہوئے سیکدہ جو آب حیات
 سب کے لب پر ہی مجھے دیکھ کے تو بقبوبہ
 میں نے تم سے جو بتوا آنکھ چرائی ہو کبھی
 خلق کو دھوکے میں ڈالا ہو مقدس بن کر
 پھول اُڑتی تھی جہاں کوئی دہاں خار نہ ہو
 دو قدم آگے اگر فتنہ ز رفتار نہ ہو
 جس سے بچی گرے وہ گرمی گفتار نہ ہو
 دل میں جو چور ہے اس کا کبھی اظہار نہ ہو
 دل کی دل ہی میں رہو آنکھ اگر چار نہ ہو
 چوڑیاں دست خنائی میں مومن تلوار نہ ہو
 لطف یہ بندہ عاجز کو ذرا بار نہ ہو
 ڈوب ہی جائے یہ کم نجت اگر پار نہ ہو
 اے بتو میری طرح کوئی سیہ کار نہ ہو
 آنکھ جو چاہے کہے لے کچھ اظہار نہ ہو
 خطر ساغر کوئی برق سہر کہہ سار نہ ہو
 توبہ کے بعد بھی پینے میں جنھیں عار نہ ہو
 اس طرح بھی کوئی بے جبر و دستار نہ ہو
 یہ تو کچھ بھی نہیں تسبیح ہو زتار نہ ہو
 فرش گل پاؤں کے نیچے ہو کوئی خار نہ ہو
 خضر صورت یہ پُرانا کوئی میخوار نہ ہو
 کوئی اتنا بھی زمانے میں گنہگار نہ ہو
 حشر کے روز خدا کا مجھے دیدار نہ ہو
 اے ریاض آپ سا بھی کوئی ریا کار نہ ہو

حشر میں فردِ عمل کھینچ کے ماروں منہ پر ساتھ آئے ہیں فرشتے مجھے شرمانے کو
 جس کے رعب نے محفل میں بٹھائی پہرے شمع تک آئے اجازت نہیں پچوانے کو
 لاؤں افشردہ انگور کہاں سے لے شیخ ایک دانہ بھی نہیں گھر میں قسم کھانے کو
 جیسے ساتی تری ہنستی ہوئی تصویرِ شباب ہم نے دیکھا ہی چھلکتے ہوئے پیمانے کو

آکے بے موسم گل توڑیں گے تو بشارت

غل ہے ندوں میں ریاض آتے ہیں میناؤ کو

جھومتی قبلے سے آئی ہمتی ستم ڈھانے کو لو گھٹا جھٹک کے اڑالے گئی میناؤ کو
 کتنے پیدا ہو کر ساتی خطا ساغر سے ہلال چار چاند اور لگے بزم میں پیمانے کو
 جب کیا قصد وطنِ اودی غریب سے کبھی نجد سے آئے بگو لے مجھے سمجھانے کو
 یزناکت میں سولہ ہے مری نازک دل سے جامِ جم سے نہ لڑائیں مرے پیمانے کو
 آگے زنجیریں ذرا ڈال دیں زلفوں والے فصلِ گل گھر سے لئی جاتی ہو دیوانے کو
 دوی عجب مجھ کو مری رزق رساں ذممتِ خم سمجھتا ہوں میں انگور کے ہر دانے کو
 ہاں وہ گلگیر سہی شمع کا شعلہ نہ سہی چٹکیوں میں نہ اڑائے کوئی پروانے کو
 نگہ بست سی کچھ موج کو نسبت ہی نہ ہمتی زنگی آنکھ سے دیکھا کئے پیمانے کو
 چشمِ ساتی نے نہیں آپ میں ہنسنے دیا ہم کدھر آج جھکے چھوڑ کے میناؤ کو
 تو سہی حشر کا دنِ اُلات بنے نیند آئے وہ نہیں تو سرِ محفل مرے افسانے کو
 نہ سہی برقِ سبِ طور یہ کیا کم ہے کلیم بجلیاں کرنی ہیں روشنِ دیوانے کو

ٹوٹے تو بے کی طرح ہم پس تو بے بھی ریاض

آپ میں رہ نہ سکے دیکھ کے پیمانے کو

واہو رہی ہیں پہلے ہی خود ہی درِ قفس
 وہ آئیں پہنچے خاکِ لحد آسمان پر
 میں لاکھ ضد کروں وہ اتروادِ خلق تھے
 وہ میکدہ میں پنہاؤ مینا بنی رہے
 سو آسمان گم ہوں یہ فو آسمان کیا
 جس شغل میں گزرتی ہو شب و پرست کی
 قبلے سے آ رہی ہے گھٹا جھوٹی ہوئی
 گھٹی میں میری شیر و انگور ہی پڑا
 ملتا رہے تو بڑھ کے نہیں اس سوراوٹے
 پنی کر فیض پڑھتے ہیں ہم فجر کی نماز
 اے میفروش ایک کے دس جائیں جیسے
 ہے خوف باز پرس سے ہر روز صبح حشر
 اے خضر ختم نے پاؤں نکالے مین میٹھے
 لے بڑھ کے کوئی قافلہ نو بہار کو
 ٹھکرا کے چار چاند لگا میں غبار کو
 پلو اے کوئی تھوڑی سی مجھ روزہ دار کو
 اللہ دن دکھائے یہ صبح بہار کو
 وہ دیکھ لیں اڑا کے ہمارے غبار کو
 نسبت نہیں ہوا ہشب زندہ دار کو
 شاید یہ لینے آتی ہے مجھ باوہ غبار کو
 منظور تھا یہی مرے پروردگار کو
 ہم جانتے ہیں نقد سے اچھا ادھار کو
 چھوڑیں گے ہم نہ اس عرق خوشگوار کو
 جانے نہ دیں گے ہاتھ سے ہم اعتبار کو
 رکھوں میں کس حساب میں روز شمار کو
 روندے گا اب یہ جا کے کسی بنو زار کو

دیوان مرا ہو طبع تو دنیا پکار اُسٹھے

گلچینی ریاض مبارک بہار کو

کفن سر کا کے حسنِ نوجوانی دیکھتے جاؤ ذرا افتادِ مرگِ ناگہانی دیکھتے جاؤ
 لپک شعلے کی ہو یا گھنٹا نی دیکھتے جاؤ کلیم ان کی اداسے لسترا نی دیکھتے جاؤ
 نئے خم میں کئے وجم کی نشانی دیکھتے جاؤ ہمارے میکدے کی بھی پرانی دیکھتے جاؤ
 ابھی تھوڑی سی اس کو اپنی بوتل کی پلائی ہے ذرا رند و شبابِ شیخ فانی دیکھتے جاؤ
 کسے تم ٹھونڈی ہو دل کہاں ہو میری پہلو میں اب اس کا دل غیر اس کی نشانی دیکھتے جاؤ
 بھر دیا آنکھوں میں آنسو موت کے ہر سانچ چلتی ہے بندھی پانی میں مجھوں کی روانی دیکھتے جاؤ
 خضر یہ آبِ حیاں کو بھی کچھ پہلے کی ہو شاید ذرا کہنہ خم سے کی پُرانی دیکھتے جاؤ
 الگ سے پڑا رہتا ہوں میں اک قبر کہنہ میں گزرتی کس طرح ہے زندگانی دیکھتے جاؤ
 ہماری زمزمی میں اب زمزم بھی ہر وہ شہی ہوئے میں جمع کیوں کر آگانی دیکھتے جاؤ
 سحر ہوتی ہو ٹھہر و رات آخر وقت آخر ہے نہ جاؤ ختم ہوتی ہے کہانی دیکھتے جاؤ
 الٹ دی ایک دنیا رہتا ہر اج کی چلتے کہے کون انقلاب دار فانی دیکھتے جاؤ
 پیام آیا معاشرے میں کہ پہنچیں وقت سے پہلے یہ کہتا کون بچوں کی جوانی دیکھتے جاؤ

پکارے کہتی تھی عبرتِ ریاضِ آقا کی بالیں پر

ذرا افتادِ مرگِ ناگہانی دیکھتے جاؤ

انگاروں پر لٹائیں دل و اغدار کو اتنا سر چڑھائیں وہ بچوں کے ہار کو
 ہم رند کیوں نہ جانیں غنیمتِ اودھار کو اس مغسی میں چیتے ہیں پلو ا کے چار کو
 جھنجھلا کے بولے آگ لگے ایسے پیار کو مل ول کے رکھ دیا مری بچوں کے ہار کو
 لائے ہیں اپنے ساتھ نسیم بہار کو گل کرنے آئے ہیں مری شمعِ مزار کو

ہونہیں سکتا ہمارے دل سے بہتر آئینہ
 جس طرف گزری اُدھر آنکھیں بھی ہیں اہیں
 چوٹ سی لگتی ہے فل پر شکل اپنی دیکھ کر
 تاب کیا اس کی مقابل ہو رخ پر نور کے
 ان بتوں کی دید کا لپکا بہت اچھا نہیں
 یاد آ جاتی ہے کوئی بات ان کو وصل کی
 چوٹ ہو در پر وہ دل پر کیسی کم نبت کے
 وہ سوائے آپ میں اس طرح اپنی آنکھ میں
 دیکھتے ہیں آرسی وہ دل جس میں پر ڈال کر
 رکھ دیا ہے راہ میں کس نے دم قازاناز
 حسن صورت ہو سوا حسن ادا وقت بیاں
 اپنی صورت کے وہ بن بھی ہیں عاشق تپ ہی
 گھٹ کر ان کی آرسی بتا ہی رُخ کر آئینہ
 ہے جہاں نقش قدم ہے آئینے پر آئینہ
 ہاتھ میں آتے ہی ہو جاتا ہے چتر آئینہ
 سامنے آئے تو بدگوہر بد اختر آئینہ
 ٹھو کریں کھائے گا در در ہو کے ڈکھڑ آئینہ
 دیکھنا آفت ہوا ہے مسکرا کر آئینہ
 آج کل میں نظر رہتا ہے اکثر آئینہ
 دیکھنا مشکل انہیں ہو آنکھ بھر کر آئینہ
 دیکھتے ہیں باندھ کر وہ تیغ و خنجر آئینہ
 کیا عجب ہے دل کے بدل کھائے ٹھو کر آئینہ
 بہر و اعظا چاہئے ہر پیش منبر آئینہ
 اب تو آگے سے نہیں ملتا ہی دم بھر آئینہ

کیوں بلائیں لے کے منہ چو مادہ من نہیں لیا ض

اٹھ گئے وہ پھینک کر شانہ شک کر آئینہ

کام کی آہ وہی ہے جو ہوتا شیر کے ساتھ
 کاوش اس کو بھی ہو ظالم ترے پنجیر کے ساتھ
 دیکھے بل ان کے جس میں پر تو کہا مژگان نے
 چرخ کی راہ ترے بام سے ہو اوظالم
 شرط ہے خوبی تقدیر بھی تدبیر کے ساتھ
 تیر کی طرح پہنچتی ہے قضائیر کے ساتھ
 چلتے ناوک بھی رہیں خنجر و شمشیر کے ساتھ
 کیا مراد دل بھی گیا نالہ شبگیر کے ساتھ
 فلک پیر رہے اس تیرے پیر کے ساتھ
 لاکھ ہشیار رہی سن کا تقاضا یہ ہے

آگے آیا چاند سی صورت لے ہر آئینہ
 خوب ہی پہچانتا ہے ان کے تورا آئینہ
 ان کو تزئین کی نہیں پر غور حسن سے
 شوخیاں دیکھے کوئی چھپنے چھپانے کے لئے
 آپ کو اس نے بنایا بن چلے کچھ آپ بھی
 دیکھتا ہی آئینہ میں کوئی جو بن کی بہار
 جام زیر جام ہے یا عکس ساغریک شو
 گھر میں مہاں چاند سی اک شکل جو بے دیکھے
 ساتھ میری عکس تیرا دوڑ کر منہ چوم لے
 پیاری پیاری شکل تیری جلوہ گردونوں میں ہے
 ننھی مٹی آرسی سے تم نے دی اچھی مثال
 زلفِ برہم میں ہمارا دل ہر شان کے عوض
 یاد آئی بزم میں تقدیر چکی دن بھرے
 جام اٹھا کر جم چلا لے کر سکندر آئینہ
 چوٹ پر تھی چوٹ ٹوٹا آئینہ پر آئینہ
 کچھ بھی گزریا دل نہیں بنتا ترپ کر آئینہ
 دیکھنا دیکھ رہا ہے آنکھ اٹھا کر آئینہ
 رکھ دیا نقش قدم نے ہر قدم پر آئینہ
 بندگی کرنے کو ہے ایسا بندہ پرور آئینہ
 دیکھنا ہو جائے گا جام سے باہر آئینہ
 زیر آئینہ ہے ساغر زیر ساغر آئینہ
 ٹوٹتا ہی کیا منے اندر ہی اندر آئینہ
 اس ادا سے دیکھ تو اسے ماہ پیکر آئینہ
 آئینے سے بڑھ کے دل جو دل سے بڑھ کر آئینہ
 دل میں وہ وسعت بنے قد کی برابر آئینہ
 کاٹتا ہے کوچہ گیسو میں چکر آئینہ
 جام اٹھا کر جم چلا لے کر سکندر آئینہ

اُبھرے اُبھرے سخت جو بن عکس انگن میں کیا صن

کیوں وہ بیٹھے چور کرنے لے کے پتھر آئینہ

آفت ہیں کم سنی کی ادائیں شبِ بصال کیسے وہ خوش میں اُتھ سیر میری پھل کے ہاتھ

قسمت میں وقت سرگ بھی گردشِ قحطی و ریاض

گرداب نے لیا جو تھکے ہم لگا کے ہاتھ

لے عندلیب ٹوٹ نہ جاتے صبا کے ہاتھ دو پھول ڈال دیتی قفس میں اٹھا کے ہاتھ

قربان لاکھ بار نئے نوکشید کے ساتی نے ہاتھ کھینچ لیا پھر بڑھا کے ہاتھ

دل لے کے وہ خدا کی خدائی تو دیکھ لے یہ آئینہ ہے اور میں اس خود نما کے ہاتھ

ہنستے ہیں نظم موجِ تبسم ہے تیغِ ناز قربان تیرے تو نہ لگا سکرا کے ہاتھ

دل میں گرہ بتوں کی طرف سے بڑی پی پایا نہ فیض برہمنوں کو دکھا کے ہاتھ

یونہی خدا کرے وہ مجھے کوستے ہیں تصویر بن گئے ہیں دعا کو اٹھا کے ہاتھ

ہاروں کے پھول چھوٹے ہی کھلا کے رہ گئے کھوے گویا بن میں ترے ہم لگا کے ہاتھ

آیا متعارف و زحشر مرے ہو نہٹھ پر گلا گردن میں اس نے ڈال دی مسکرا کے ہاتھ

درباں نہ تھا وہ غیر تھا آئی جسے ہنسی اُن کی گلی میں کھوے گئے ہم ملا کے ہاتھ

یوں چھلکے بزمِ وعظ میں جامِ مے طور حسرت سیرہ گئی کئی میکش بڑھا کے ہاتھ

کہتے تھے کیوں ریاضِ مغانِ بادل سے آج

چل تجکو بیچ آئیں کسی بے وفا کے ہاتھ

سلامت میکدہ یارب سلامت پیسرخانہ حرم میں ہوں می آنکھوں میں ہے تصویرِ میخانہ

تجھے جانا بھی ہے جنت میں ای و اعظا جوانِ مکر جو آیا ہے تو دیکھے جاؤ راتا شیرِ میخانہ

غم نے پر برس پڑنا ترا ابر سین کر رہے گی یاد اے واعظا تری تقریرِ میخانہ

حرم میں دیریں روشنی ساتی روشنی رہتی چمک جاتے جو پڑ جاتی ذرا تنویرِ میخانہ

میرا تصویر ہے آپ کی تصویر کے ساتھ
 نال دنیا نہ چلی راہ کبھی اس کے خلاف
 بات بوسوں کی گئی وہ لب گلگیر کے ساتھ
 نالے قیدی کے ہیں نالہ زنجیر کے ساتھ
 بن کے تدبیر بگڑتی رہی تقدیر کے ساتھ
 چمک فشاں کی بھی تاروں کی خور کے ساتھ
 ہائے سایہ بھی نہیں راہ میں رہگیہ کے ساتھ
 خوشنوا نغمہ سراہوں جو مضامیر کے ساتھ

اب کہاں شستہ زبان متیں کی افسوس تیا صن
 میں کارنگ تغزل بھی گیا میر کے ساتھ

میں نے لیا جو حشر میں دامن بڑھا کے ہاتھ
 سا پنچے میں نذر کے جو ڈھلی ہیں وہ بوتلیں
 یہ چور وہ نہیں جو سزا پائے چور کی
 اندھری شوخیاں کہ جب آتا ہی ان کو رحم
 کانٹے بھی آج راہ کے چننا پڑے اُسے
 بڑھنے لگے عتیق دست ادب بن کے دست شوق
 رہتا ہی دور دور بہت ہم ہے آسماں
 کھینچ جاؤ شکل آنکھ میں موم جاؤ دل میں نقش
 اتراے پھر رہے ہیں وہ محشر میں ناز سے
 بولے وہ آبرو ہے مری اب خدا کے ہاتھ
 کعبے کو بھی جتنا ہیں کسی پارسا کے ہاتھ
 کھٹے نہ جائیں گے کبھی دردِ جنگ کے ہاتھ
 ہم کو پیام بھیجتے ہیں وہ قضا کے ہاتھ
 یہ وہ مقام تھا کہ تھکے ہنسا کے ہاتھ
 ظالم نے آج مقام لئے مسکرا کے ہاتھ
 بچپن میں تائے توڑی تھی ہم نے بڑھاکے ہاتھ
 قربان تیری کوس مجھے یوں اٹھا کے ہاتھ
 آغوش میں نہ کھینچ لے کوئی بڑھا کے ہاتھ

گھرے مری زبان کے چلے ہنساں کے ساتھ کتنی فغاں کو لاگ ہواں آسمان کے ساتھ
 آندھی میں بال پر سے دباؤ تھے ہم اُسے جب آشیاں اُڑا تو اُڑے آشیاں کے ساتھ
 تباہم پیش آئے جو افتاد یا نصیب ہم ناتواں بھی جا میں گئے اپنی فغاں کے ساتھ
 رکھ دوں جرم میں میرے لاکر اگر اُسے ناقوس بھی خدا کو پکارے اذان کے ساتھ
 تاخیر بھی مٹی ہے مری داستان پر رہتی ہے ہر جگہ وہ مری داستان کے ساتھ
 ٹھکرائے آتے جاتے اُسے کوئی لاکھ بار سرگرمی ہر لطف ترے آستان کے ساتھ
 آئے نہ آئے رحم ترس آئے یا نہ آئے فریاد بے جرس ہوں لئے کارواں کے ساتھ
 میں تیرے صدقے آرزو مرگ ناگہاں عمر بدلتی ہے غم جاوداں کے ساتھ
 کیسا ہی ابر و باد ہو، آبیٹھنا، ہیں اے میفروش انس ہے تیری کان کے ساتھ
 آئی تھی فصل گل ابھی صیاد کو لئے لے عند لیبت اب آئی خزاں کے ساتھ

جھے میں آگئی ہے جناب ریاض کے

پاکیزگی زبان کی ادائے بیاں کے ساتھ

گھونگھٹ میں غنچے کے نہ رہی جیا کے ساتھ چل نکلی اب تو نگہت گل بھی ہوا کے ساتھ
 کیسی برس رہی ہے خوشی آسمان سے اکھیلیاں ہوا کی ہیں کیا کیا گھٹا کے ساتھ
 بادل کی ہے گرج کہ صراحی کے فہقے بوتل میں موج مئے ہر کہ بجلی گھٹا کے ساتھ
 ہیں اور ہی ہوا میں بھری تنکے بارغ کے دعوئے برابری کا ہی ہاں ہما کے ساتھ
 بے مزہ کے غنچے کیسے چمکتے ہیں دیکھنا لائے ہیں رنگ بلبل نغمہ سرا کے ساتھ
 شبنم کو یہ پڑی ہے نہ سبزہ ہے اُداس پائے نمود خندہ دندان نما کے ساتھ
 آفت میں اے ریاض عناول کی شرفیاں چہلیں گلوں کے ساتھ ہیں چھٹریں مولا کے ساتھ

رہ دیرو حرم جو کوئی بھولا وہ یہاں پہنچا
 نہ بھولا راستہ کوئی کبھی رہ گیا یہ خانہ
 یہ موج نئے ابھی تو جسم میں پیوست ہو جائے
 دکھا دوں محتسب کو درہ تعزیر یہ خانہ
 فرشتے اس کی چشم فیض سے انسان بنتے ہیں
 پلاتا دور ہی سے ہر کچھ ایسی پر یہ خانہ
 یہ وسعت ہے کہ دور آسمان اک دور ساغورہ
 بڑھی ہے عرش کی بھی رخصت تعمیر یہ خانہ
 نہیں ساغر سرخم طور پر ہیں برق کے صلیبے
 بہت چلی ہوئی ہے آج کل تقدیر یہ خانہ
 کہیں ہم کیا ہمارا میلکہ وابستہ ہو کس سے
 ملی ہے عرش کی زنجیر سے زنجیر یہ خانہ

ریاض اس میکہ میں بھی شرف ہے کچھ سیادت کو

نہیں ہم پر یہ سخا نہ مگر میں میر یہ خانہ

بنی آتے ہی اس کے موج بادہ تیر یہ خانہ
 کہوشیخ حرم کو میکہ شوشیر یہ خانہ
 چڑھائی کر کے تو بھلکہ پر نہی نہیں سکتی
 اٹھی وہ موج بادہ وہ کھینچی شمشیر یہ خانہ
 بڑھے اس کے مدارج ہیں یہ خانہ ہر الفت کا
 کوئی پہنچے ہوں سے پوچھ لے تو قیر یہ خانہ
 کلیسا حرم کی دیر سیکیساں تعلق ہے
 بہت ہی با اثر ہے پر خوش تدبیر یہ خانہ
 وہ آب زری جس کو بادہ نسیم کہتے ہیں
 وہ ہے جس کو ہم کہتے ہیں شہد شیر یہ خانہ
 نظر آئے حرم میں جام و ساغر سب اسی خط کے
 خط ساغر سے پھیلی ہر جگہ تحریر یہ خانہ
 لگاتے ہیں پیشانی میں سجدی کے بہانے
 یہی خاک در یہ خانہ ہے اکسیر یہ خانہ
 جہنم جنت اور عطا کو سب میکہ سمجھتے ہیں
 کہوں جنت کو یہ خانہ یہ ہے محقق یہ خانہ
 خزاں میں بھی بہار جام و ساغر جا نہیں سکتی
 کہ دور جام ہے اک حلقہ زنجیر یہ خانہ
 پے جو چاہی کوئی ہو وہ زاہد ہو کہ میکہ میں
 رواں آٹھوں پہری جو شہد شیر یہ خانہ
 ریاض آئی جو شامت بڑی میں نے زبان کھلی
 رہے گی یاد مج کو لغزشش تقریر یہ خانہ

درد ہو تو دوا کرے کوئی موت ہی ہو تو کیا کرے کوئی
 نہ ستائے کوئی انہیں شب وصل اُن کی باتیں سُنا کرے کوئی
 بند ہوتا ہے اب ویر تو بہ درِ مے خانہ دوا کرے کوئی
 قبر میں آکے نیند آئی ہے نہ اٹھائے خدا کرے کوئی
 تھیں یہ دنیا کی باتیں دنیا تک حشر میں کیا گلا کرے کوئی
 نہ اٹھی جب ٹھکی جبین نیاز کس طرح التجا کرے کوئی
 بوسہ نہیں غیر دیں سزا ہم کو ہم ہیں مجرم خطا کرے کوئی
 بگڑے گیسو تو بولے جھنجھلا کر نہ بلائیں لیا کرے کوئی
 نزع میں کیا ستم کا موقع ہے وقت ہر اب دعا کرے کوئی
 حشر کے دن کی رات ہو کہ نہ ہو اپنا وعدہ وفا کرے کوئی

نہ ستائے کوئی کسی کو ریا ض

نہ ستم کا گلا کرے کوئی

بوسے لے کر دعا کرے کوئی اس ادا سے گلا کرے کوئی
 غم نہیں چاہئے کہ جی بھر جاے جرم جرم دیا کرے کوئی
 ہنس کے پوچھا کہ کیا مصیبت ہے سُن کے بولے کہ کیا کرے کوئی
 صورت ایسی کہ دیکھتا ہی رہے باتیں ایسی سُنا کرے کوئی

اس حُسن کا شیدا ہوں اس حُسن کا دیوانہ
 پتھر ٹپس دونوں پر کعبہ ہو کہ بُت خانہ
 کہتا ہے انا لیلے کیسا ہے یہ دیوانہ
 کعبہ ہو کلیسا ہو دل ہو کہ صنم خانہ
 چھوٹا سا مرادل ہے ٹوٹا سا مرادل ہے
 دل سے ہی لگی یہ کو اک ذرہ برابر صنو
 بیگانہ بیگانہ ہے دل آئینہ خانہ ہے
 ہے جوش جنوں پر وہ لے عشق تو ذرا گ
 فرما د بھی مجنوں بھی لیتے ہیں قدم میرے
 یاد آئی بہت ہم کو ٹوٹی ہوئی تو بہ بھی
 شیشے کی پری تجھ میں کیا حُسن کا عالم ہے
 مے کوئی سخی داتا میخانہ بڑا گھر ہے
 ہر گل ہو جہاں بلبل ہر شمع ہے پروانہ
 دونوں سے کہیں چھا دیو انے کا پروانہ
 نبھنے کا نہیں دو دن اب قیس کیار انہ
 جلوہ ہو جہاں تیرا آباد وہ کا شانہ
 صورت میں تو پہچانہ وسعت میں ہے میخانہ
 پڑ جائے ترا پر تو لے جلوہ جانہ
 کعبے کا یہ کعبہ ہے بُت خانے کا بتخانہ
 فرزانہ ہے دیوانہ دیوانہ ہے فرزانہ
 ایسا بھی نہ ہو کوئی اس عشق میں دیوانہ
 دیکھا جو کہیں ہم نے ٹوٹا ہوا بیگانہ
 ساتی نہ ہو پھر بھی تو یہ گھر ہے پریشانہ
 آتا ہے صدا دیتا شب کو کوئیستانہ

بہکے ہوئے لوگوں میں سب سے میں یا ضلحی

رفتار ہے ستانہ گفتار ہے رندانہ

مجھ کو لینا ہے ترے رنگ جہاں کا بوسہ
 رنگ اڑ جائے جو منقار عناد چھو لے
 چومتا ہمت میں ساتی کے ادب مانع تھا
 بجلی ہر لہر کہ پیدا ہو ترے کوچے میں
 دست رنگیں کا بلے یا کف پا کا بوسہ
 ہے گراں گل کو لب موج صبا کا بوسہ
 لے لیا جام فے ہوش رُبا کا بوسہ
 لے مرا ہر نفس گرم ہوا کا بوسہ
 کس کو ملتا ہے ترے رنگ جہاں کا بوسہ
 میں وہ ساغ نہیں آئی کبھی لب تک جو زلف

آتی ہے حورِ جہاں خلوت و اعظمت کے
قبول ترین گے منبر سے اُترنے والے
تیرے عاشق جو گئے حشر میں یہ شور اُٹھا
جائیں دوزخ میں دمِ سر کے بھرنے والے
زیرِ پاؤں ہی دیکھے ہوں کہیں غوگر اس کے
فرش گل پر بھی نہیں پاؤں وہ دھرنے والے
اشکِ غم ایسے نہیں ہیں جو اُمید کر رہ جائیں
ہیں یہ طوفان مرے سر کی گزرنے والے

کیا مزادیتی ہے بکلی کی چمکِ نکلور یا ضل

مجھے لپٹے ہیں مرے نام سے ڈرنے والے

ہم سے کہتے ہیں کہ ہیں اور بھی مرنے والے
پاؤں پھیلا میں تربت میں اُترنے والے
آج محفل سے انہیں شرم نے اُٹھنے نہ دیا
اپنے جو بن کی طرح اُتھے جو ابھرنے والے
وصل کی رات سے منہ میں ذرا بہنے دیں
وہ زباں جس سے گزرتی ہیں گزرنے والے
چشمِ پر غم سے وہ بھی چھیر کسی کے غم کی
اب وہ طوفان کہاں سر کی گزرنے والے
کتنی حسرت کی ہوئی ہیں وہی گردِ آبِ نشیں
پہلے کھو دیں جو تھے پار اُترنے والے
دور بھی اُن کی طرح آج چمک کر اُٹھا
آفریں اوسے پہلو میں اُبھرنے والے
میرِ صحرا کی کڑی دھوپ بھی دکھیں آکر
شجرِ طور کے سایہ میں ٹھہرنے والے
کیا کریں کو سب کس حشر میں کس چھینٹ میں
جس طرف آنکھ اُٹھی جمع ہیں مرنے والے
دور پہنچے ہیں وہ حسرت کی ہوائیں بھر کر
آج واعظ نہیں منبر سے اُترنے والے
ان بتوں کو بھی ستاتی نہیں موقعِ پا کر
اپنے اللہ سے جو لوگ ہیں ڈرنے والے
اڑ کے صیاد تک آنا وہ قفسِ سو میرا
اس کا کہنا کہ تیسے پر ہیں کترنے والے
لمحو آف شب وعدہ وہ ادائیں تیری
اُن وہ بگڑے ہوئے گیسو نہ سنو نے والے
یہ ابھرنے کا نہیں دیکھ کر ابھرتے جو بن
دل بڑھائیں تو مراد اُغ ابھرنے والے

سختی نزع جب تجھے جانوں اپنے منہ سے دعا کرے کوئی
 یہ بھی میں خوبیاں مقتدر کی جان ہم دیں مزا کرے کوئی
 نگہ یاس کچھ نہیں نہ سہی دیکھ لے ہاں خدا کرے کوئی
 ہم کو اس میں شریک ہو جاتا روے کوئی گلا کرے کوئی
 لوگ کیوں توبہ توبہ کرتے ہیں سب میں شامل خطا کرے کوئی
 مان لینے کی غوہیں نہ سہی جو کہوں سن لیا کرے کوئی
 وقت وہ ہے کہ غیر کہتا ہے ان کے حق میں دعا کرے کوئی

تم ریاض ایسے وہ کہاں کے آئے

کیوں تمہارا کہا کرے کوئی

جی اٹھے حشر میں پھر جی سے گزرنے والے بائے پیدا ہوئے لو آج بھی مرنے والے
 چوس کر کس نے چھڑائی ہو مٹی ہونٹھوں کی سامنے منہ تو کریں بات نہ کرنے والے
 شب بام کی اُداسی ہے سہانی کتنی چھاؤں میں تاروں کی نکلی ہو مرنے والے
 ہم تو سمجھے تھے کہ دشمن پر اٹھایا خنجر تم نے جانا کہ ہیں ایک میں مرنے والے
 پی کے آؤ ہیں کہیں ہاتھ نہ بہکے داعظا ڈاڑھی کتریں نہ کہیں جیب کترے والے
 سن ہی کیا ہے ابھی بچیں ہو جوانی میں یک سو رہیں باس مے خواب میں مرنے والے
 ہاتھ گستاخ ہیں اٹھ جائیں نہ یہ دامن پر بیچ کے نکلیں کو مرقد سے گزرنے والے
 نزع میں حشر کے وعدے نے ٹیکیں بخشی سو رہیں چین سے منہ ڈانک کے مرنے والے
 اپنے دامن کو نہ بھالے ہوئی بھولیں سے وہ چلے آتے ہیں دل لے کے گرنے والے
 صبر کی میرے مجھے داؤد راوے دینا او مرے حشر کے دن فیصلہ کرنے والے

موت کے آنسو کچھ اپنے دیدہ پر خم میں تھے
 گوئے گوری ہاتھ منہدی ہوئے میں لال
 گیسوؤں میں دل کا پھٹنا جان کو آفت ہوا
 غیر سینے سے لگا لیتا تھا ہو کے بقرار
 بعد تو بہ نہ دکھائیں کیا اب اس قابل نہیں
 اُن کے بھولے پن کا اُس دم کوئی عالم دیکھتا
 آگئی ہے دھوپ نہ پراور وہ اٹھتے نہیں
 وقتِ خلوت جھل ملے تھو سب چراغِ آرزو
 شوق کی بتیاں کل ہے کو دیکھی تھیں کبھی
 چوڑیاں ٹوٹی ہوئی مسکی قباصوتِ ندھال
 نزع میں جب آئے تم ہم اور ہی عالم میں تھے
 اور کہتے ہیں سی کم سخت کے ماتم میں تھے
 ابروؤں کے بل بھی اُن کے گیسو پر خم میں تھے
 اے میں صد قے کس او اسے تم مے ماتم میں تھے
 مستکف ہیں جس میں وہ جو کل تک ہم میں تھے
 جب وہ گھبرائے ہوئے ہنگامہ ماتم میں تھے
 ضد سی میری رات جو لیٹے ہوئے شبنم میں تھے
 صبح پیری کیا کہیں کس صحتِ برہم میں تھے
 وصل کی شب کیا کہوں وہ کس نے عالم میں تھے
 غیر کے گھر کیا مجھی کم سخت کے ماتم میں تھے

انفعال مسکشی کبھی میں اتنا تھا ریا صن

شرم سے ہم ڈوبنے کو چشمہ زمزم میں تھے

پہانے میں وہ نہ نہیں گھول رہی تھے
 میں میری چپ دور سے مٹ دیکھ رہا تھا
 کرتے تھے وہ بیٹھے ہوئی ناخن سے جدا گوشت
 صیاد نے کب تاوک بہید او لگایا
 لے آئے وہ ریشم ہی نزع میں کام آئے
 ہم بیٹھے تھے کس طرح تہ شاخِ فسردہ
 شوخی سے قیامت کو وہ پانگ بنا کر
 میرے لئے مینجانے کا در کھول رہی تھے
 کس طرح بڑے بول بیت بول رہی تھے
 کہنے کو مرے دل کی گرہ کھول رہی تھے
 ہم اڑنے کو جب شاخِ سی پتوں رہی تھے
 بن کر ترو دامن میں جو انمول رہی تھے
 گل ہنستے تھے مرغانِ چین بول رہی تھے
 ہم کہتے ہیں باتوں میں ہمیں تو رہی تھے

منتظر جان ہی آنکھوں میں آ کر کچھ دیر
آپ آتے ہی رہے مر گئے مرنے والے
آتش دل کو جو ہر وقت ہوا دیتے تھے
اب کہاں وہ نفسِ سرور کے بھرنے والے
اُمئی ہے اودی گھٹا لال پری بھی لے
تختِ پروں کے میں بزمی میں اتنے والے
بکھیں خمِ آتش سیال کے مسجد میں ریاض
ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے ٹھٹھڑ والے

حنا کے رنگ کا بار اس قدر ہے
کسی کے ہاتھ پس جانے کا ڈر ہے
نہ منزل ہے نہ جا وہ ہے نہ ڈر ہے
خدا کا گھر ہے مینا نے کا ڈر ہے
کب آئے گا کسی کی وصل کا دن
قیامت اس سے شاید پیشتر ہے
بنے ہیں شرم کے پتے شبِ وصل
حیا آنکھوں میں ہے نیچی نظر ہے
الہی دیکھنے کو روزِ مل جائیں
وہ آنکھیں جن میں کچھ خوابِ سحر ہے
یہاں بھی ہے وہی اتر ا کے چلتا
قیامت ہے کہ ان کی رہ گزر ہے
ہر ف اس کو بنائیں شوق سے وہ
یہ دل اک طائرِ بے بال و پر ہے
نفس کی آمد و شد سینے میں کیا
وہ آئیں جائیں اُن کی رہ گزر ہے
مری طفلی و پیری ایک سی ہیں
یہ خوابِ شام وہ خوابِ سحر ہے
در تو بہ نہیں جو بند بھی ہو
کھلا ہر وقت سے خانے کا در ہے
یہ کہتی ہے ادا تو سس قرع کی
فلک نے ظلم پر باندھی کمر ہے
سچہ نہا کہہ رہی ہے موئے سر کی
شبِ آخر ہے اٹھو وقتِ سحر ہے
نرانت جان لے گی ناتواں کی
کمر کا بل نہیں تیغِ کمر ہے
برے اعمال ہیں آنکھوں کے آگے
ریاضِ انجام پر اپنی نظر ہے

نگاہ شوق لڑتی ہو نگاہ ناز جاناں سے
 ہمیں فتنہ سمجھ کر اپنی محفل سے اٹھاتے ہیں
 خدا وہ دن تو لائے دیکھ لیں گے ہونڈ رکھتے
 کہیں گے تو ڈرو گئے نیند اڑ جائیگی آنکھوں سے
 یہی اک بیچ رہی تھی خیر وقت فوج کام آئی
 چھپا کر دل کو تم نے رکھ لیا نازک سے محرم میں
 جو تم ہو تو مر ابا بر معاصی رہ نہیں سکتا
 فرشتہ فکر ہے مجھ کو خم و مینا و ساغر کی

بھری میخانے میں پیر مغاں کا آج یہ کہنا

ریاض آؤ ذرا تم کو چکھا دیں اپنے سانگو کی

میخانے پر نگاہ جو پیر مغاں کی ہے
 اب کی بہار آئے تو اس میں بھی پھول آئیں
 ہم بکیوں کی لاش کو ملتی نہیں جگہ
 کس کر گرہ لگاؤ نہ بند نقاب کی
 بچپن یہ ہی تو کون بچے کا شباب تک
 صدق تری ابھی سوا منگ امتحان کی ہے

ہم کو ریاض جانتے ہیں مانتے ہیں سب

ہندوستان میں دھوم ہماری زباں کی ہے

تو لب پر وعظ سے بے اختیار آنے کو تھی
 کوئی تربت پر تھا یہ زیر مزار آنے کو تھی
 صبر اتنا بند آتی کوئی دنیا میں نہ تھا
 موت ہی کبخت وقت انتظار آنے کو تھی

تھے صبح کو وہ سا غم دستِ گدائیں آلودہ مے شب کو جو شکل ہے تھے

کچھ چپ سے ہیں اب حشر میں آنے کی کسی کے

بڑھ بڑھ کے ریاض آج بہت بول رہے تھے

وہ گل میں نہ ان کی وہ مہنسی ہے دیکھو جدھر اوس سی پڑی ہے

کیوں سوگ کی رسم صیبتی ہے مرنے کی ہمارے کیا کہی ہے

آڑی ہیکل کو چوم لے گی وچیز جو کچھ اٹھی اٹھی ہے

دعوت تھی رقیب کی مرے گھر جوتی میں وال کیا بیٹی ہے

آیا دبے پاؤں قبر پر کون کوئی نہیں میری بیسی ہے

ایک وضع پر اب خدا نبا ہے توبہ کر کے شراب پی ہے

واعظ ہے خراب خواہشِ خلہ بالکل یہ شخص جنتی ہے

کچھ پھوٹ پڑی ہے گھنگروں میں چھاگل کچھ اُن کی کہہ ہی ہے

مجموع فرشتہ ہے بدی کا پہلے ہی سے کچھ کہی بدی ہے

پیوستہ نہیں مرا لب شوق تیرے لب پر تری مہنسی ہے

اب کون کلیم بن کے آیا پھر طور پر آگ سی لگی ہے

ہے آنکھ میں آنکھ کون ڈالے کوئی نہیں تیری آرسی ہے

کیسا پیتا کہہ ساراں کی توبہ اب میں ہوں خدای بخودی ہے

خوش ہو گئے ریاض سے بھی ملنا

کیا باغ و بہار آدمی ہے

تفسیر چھوٹ کر ہم ڈاڑھانی کچھ جو بے پر کی ... ہو رہی پھیلی کہ جیسے آگ ہر صیاد کو گھر کی

دن گنتے ہیں آئے تو کہیں ان کی جوانی شاید کسی کم بخت کی امید بر آئے
یہ عیش کی آجائے تو وہ بام سے اتریں اے آہ کوئی آئے نہ آئے اثر آئے

اس بنتِ عنب کی بھی لگانا تھی ریاضِ آنکھ
دیکھے جو تھی جام ابھی آنکھ بھر آئے

دیکھے جو مری آنکھ کوئی آنکھ بھر آئے اس طرح مری آنکھ میں بخت جگر آئے
تائے لئے شمعیں مری گھر میں اتر آئے جب میری سی خانے میں تائے نظر آئے
ماتم میں مری آنکھ کھولے ہوئے گیسو کچھ سوچ کے پھر غیر کے گھر سے نور آئے
دل میں لئے بیٹھے تھے گلاتنگی دل کا آتے ہی تری سب تری پکیاں بھر آئے
آیا نہ کوئی مرغِ قفس اڑ کے چین میں آئے بھی تو اڑتے ہوئے کچھ ٹوٹے پر آئے
ساتھ اپنے لہو آئیں گے میخانے کی رونق لطف آئی گا اہل حرم ہم اگر آئے
بجلی نے جلایا نہ ہو گلشن میں نشین کیوں سوئے قفس آج لپکتے شر آئے

ایسی گئی دنیا سے ملی پھر نہ جوانی

جنت میں ریاض آج جھکائے کمر آئے

ہو کر بیتاب جب نظر کی رخ سے ترے خود نقاب سر کی
کچھ فکر ہو خنہائے در کی باہر نکلے نہ بات گھر کی
اے گور ہوں کشتہ شب و صبح چادر چڑھی دامنِ سحر کی
دیکھا کوئی جام اور بہکے لغزش ہے پاؤں میں نظر کی
مل جائے تو وصل کو بہت ہے چھوٹی سی رات دوپہر کی
دن رات کی کوفتِ دل میں ہے چھاتی تو ہے ک ہے گھر کی

اشیاء میں چھاؤنی چھانا تھا کیا مد نظر
 موجِ نڈ سے پہلے آج ابر بہار اٹھنے کو تھا
 ایک دعاؤ کی جس کی دعوتوں کی دھوم ہے
 آئی تھی تو میرے سینے کو لگا دیتی تھے
 دام میں بچس کر اسیری کا نہیں اتنا نیاں
 حشر میں شرما کے اُس نے ہاتھ منہ پر رکھ دیا
 آپ کیوں توری چڑھاؤ آئے میری قبر پر
 یہ بھی شوخی ہی کوئی شرما گیا وہ شوخ کب
 موت کی تلخی مٹی تو حشر نے مہلت نہ دی
 صدقہ اے صبا کیا تو نے بچا یا بال بال
 کچھ شرما لے کے برق کو بہار آنے کو تھی
 ہم کو پہلے باغ میں باد بہار آنے کو تھی
 ایک ہم میں جس کو گھر کل دوا دھار آنے کو تھی
 کیا جوانی تیرے جو بن کے اُبھار آنے کو تھی
 حسرت اتنی ہی کہ اب فصل بہار آنے کو تھی
 بات دل کی ہونٹھ پر بے اختیار آنے کو تھی
 بھول دین میں لئے باد بہار آنے کو تھی
 جب مدت آنکھ میں بے اختیار آنے کو تھی
 میٹھی میٹھی نیند اب زیر مزار آنے کو تھی
 کچھ لگانے آگ گلشن میں بہار آنے کو تھی

اے ریاضِ دل شگفتہ کیا ہوا بلغِ شباب

جس میں اب پہلے پہل فصل بہار آنے کو تھی

احباب کے ہاتھوں سے لحد میں تر آئے
 بجلی سے چمکتے ادھر آئے ادھر آئے
 وہ ہام سے آئے نہ فلک کو اتر آئے
 اتنی تو پتے کی ہے کہ بھکے ہوئے ہم تھے
 آئے جو شب وصل تو مانگوں یہ دعائیں
 میخانے میں دستار و سوراخ نہ اُچھیلیں
 بلاں کی دکھا س گرتے تھے اے خم گیسو
 ہم چین سو پھیلائی ہوئی پاؤں گھر آئے
 محشر میں بھی دیکھا تو تم ہی تم نظر آئے
 دم بھی دم فریاد اگر ہونٹھ پر آئے
 مجرم ہیں جو دعا عطا کی کہیں سے خبر آئے
 ہو شام سے گھر انہیں ایسی سحر آئے
 دعا عطا ترے سر کی نہ کہیں میرے آئے
 گھل کر کبھی گیسو جو ذرا سا کمر آئے

وہ گلے مل رہے ہیں غلوت میں مجھ کو ڈر ہے حیا نہ آجائے
 گالیاں کھائے تو مزی کے ساتھ گورے کال ان کے چومتا جائے
 کیوں کر آغوش میں سے کھینچوں لاکھ بل جو ہو اسے کھا جائے
 دیدہ و دل ہیں کام کے دونوں وقت پر جو مزاد کھا جائے
 لاش اٹھنے کی جی بھی کناز کے ساتھ پھیر کر منہ وہ مسکرا جائے

ہے ریاض اک جوان ست فرام

نہ پیئے اور جھومتا جائے

نشیم ہی جو بجلیاں بن کے نکلے وہ تنکے ہمارے نشیم کے نکلے
 گلی سے ہماری وہ یوں بن کے نکلے ضرور آج ارمان دشمن کے نکلے
 لئے پھرتے ہیں بوجھ سینے پر اپنے بڑے قدر دان بھری جو بن کے نکلے
 جو گلچیں نے وہاں میں اپنی جینے بھتے وہ گل میے شاخ نشیم کے نکلے
 رہ رہتیرہ میں جس کی نظر میں وہ عاشق تھے رویہ روشن کے نکلے
 وہ فتنے جو اک حشر اٹھائی ہیں پر اٹھائی ہوئی چشم پر فن کے نکلے
 رفو کالیا کام دامن میں جن سے وہ تارنگہ چشم سوزن کے نکلے
 یہ صدقہ تری رویہ روشن کے صدقے نقاب ایسی ہو نور چھین کے نکلے
 مہی مل کے سن آ رہی ہیں وہ اس پر زبان سے نہ کچھ آج سوسن کے نکلے
 ملے جا کے ہم قہقہے ہی کو کہن سے یہ سب یار اپنے لڑکپن کے نکلے
 جو تھے محترز اپنے خود دایوں سے وہ خدا ہاں تھے مرد افکن کے نکلے
 کبھی چاک ہو کر رفو یہ ہوا تھا گریباں میں کچھ تار دامن کے نکلے

| | |
|------------------------------|-------------------------------|
| کب تو مقابل آئینہ تھا | تم نے اپنی طرف نظر کی |
| جو بن کی بہار کے دن آئے | نازک ہیں خیر ہو کمر کی |
| توبہ کرنے سے شرم آئی | اعمال پر جب اپنے نظر کی |
| ترجیحی نظریں ہیں نیچی نیچی | تیغیں نازک سی ہیں کمر کی |
| جاگے ہوئے ہیں تمام شب کے | آنکھوں میں ہے نیند رات بھر کی |
| وہ بام بلند وہ نکہت گل | ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا سحر کی |
| چینے چلائے روئے پیٹ | سنا ہے کون اب گجر کی |
| توبہ کرتا ہوں میں دم نزع | لٹتی ہے کمائی عمر بھر کی |
| وہ چاند سی شکل وہ لب بام | وہ زلف جو لے خبر کمر کی |
| جو بن یہ نہی گد گد ا رہا تھا | اس پر انگڑائیاں سحر کی |

شرماؤ ریاض میکشی سے

لمبی ڈاڑھی ہے ہاتھ بھر کی

| | |
|-----------------------------|------------------------------|
| دل کسی طرح چین آجائے | غیر کی آئی محکوا آجائے |
| دوڑ کر گود میں اٹھالوں | گھر میں چھم سی جو کوئی آجائے |
| مے کو تر جناب شیخ نہیں | ایسی سٹے اور ناروا آجائے |
| جب بلایا تو ناز سے بولے | آپ کے گھر میری بلا آجائے |
| آج یار بے ہواں کی وصل کی را | شام سے جن کو نیند آجائے |
| جان لو کچھ گزر گئی اس پر | منہ چسپا ہے جو کوتا آجائے |
| پھر نشانِ لحد رہے نہ رہے | آکے دشمن بھی خاک آجائے |

نہ پوچھو بادہ گسارانِ بزمِ قارث کی یہ دیکھ لیں سچے اعظا تو وہ ولی ہو جائے
 مشارکوں شبِ روز اس لئے خود کو فنا کے راز سے محکوم بھی آگہی ہو جائے

تری نگاہِ کرم سے عجب نہیں و اِرت
 ریاضِ ساسگِ نیا بھی آدمی ہو جائے

چھلکائیں بھر کے لاؤ گلابی شراب کی تصویر کھینچیں آج تمہارے شباب کی
 ریش سفید کو ہی ضرورت خضاب کی اے شیخِ ڈال دوں کوئی گلابی شراب کی
 خاکِ کدغبارِ بنی دشتِ حشر کا ابھی رہی سہی مری مٹی خراب کی
 لاشہ مرا ہے یا نئے رنگیں کی موج ہے تربت مری ہو یا کوئی بوتل شراب کی
 رحمتِ تیری ابر کرم حرف بن گئے دامانِ عصو ہو گئیں فردیں حساب کی
 چھانٹا وہ دلِ حس کی ازل میں نمودی پسلی پھر ٹک اٹھی نظر انتخاب کی
 قطری سے کم ہر اور یہ چھایا ہے بھر پور جو موج ہے نگاہِ چشمِ حجاب کی
 نیزے کو کچھ بلند ہے آج آفتابِ حشر اللہ ری تیرگی مرے فردِ حساب کی
 محشر میں ان کو وعدہ فردا جو یاد آئے تصویر بن گئے میں وہ شرمِ حجاب کی
 نازک کھائیوں میں حنا بستہ مُٹھیاں شاخوں میں جو منہ بندھی کھیاں گلاب کی
 اللہ سے پاس میری گناہوں کا روزِ حشر پتے پران کے ٹھککتی ہی میرا حساب کی
 ہم سے بیاہ کاروں کو ایسے مشغوف کیا اُست میں ہیں جنابِ رسالتِ آب کی
 لکھ لکھ کے پہلے ہاتھ تھکے اب سزا یہ ہے سبک فرشتے دھوتی میں فردِ حساب کی
 مع شرر نے خیر کیا ہے نگاہ کو بھوٹی ہے داغِ دل بکرا آفتاب کی
 بنتِ عنب کو چھپڑتے ہیں حضرتِ ریاض کتنی ہے باخلاق طبیعتِ حجاب کی

بتوں کو میں کچھ اور سمجھے ہوئی تھا یہ انگارے سب دشتِ اہین کے نکلے
 جی آنکھ تھی سب کی ان پر دمِ حشر لئے جامِ نئے داغِ دامن کے نکلے
 ریاضِ اب بھی میں کو اپنی جگہ پر
 سبک ہو کے بھی یہ کئی سن کے نکلے

لے اڑے گیو پریشانی مری آئینے بھاگے حیرانی مری
 کہہ اٹھا جو بن کہ بس بس ہو چکی پنچی نظروں سے نگہبانی مری
 بام پر کہہ آئے جا کر آہِ گرم بڑھ کے بجلی سے ہے جولانی مری
 گیو دستان کے اچھی غم کی رات میں خدا اس پر وہ دیوانی مری
 پیارے پیاری منہ کی پھر کہہ دے زرا ہو مبارک تبکو مہمانی مری
 ساتھ میرے دل بھی مٹی ہو چکا تیرے صدقِ خاک کیون جھانی مری
 اتنی مدت میں بچھڑ کر دل ملا دیر تک صورت نہ پہچانی مری
 تھک گئے وہ رُک گیا خنجرِ ریاض

اب بڑی مشکل ہے آسانی مری

غریب ہم غریبوں کی بھی خوشی ہو جائے نظرِ حضورِ ادھر بھی کبھی کبھی ہو جائے
 غور بھی جو کروں میں تو عاجزی ہو جائے خودی میں لطفِ وہ آؤ کہ بخودی ہو جائے
 غمِ فراق کی سختی وصال سے بدلے جو موت آئے مجھے میری زندگی ہو جائے
 مری شراب کی کیا قدر تنہا لے و اعطا جسے میں پی کے عداووں کو مٹتی ہو جائے
 میں ہنگامہ کے صدقِ یہ ہوا شر جس میں کہ دل میں درد بھی اٹھے تو لہ لہی ہو جائے
 ستم بھی ہو تو ستم میں وہ لطفِ نہاں ہو کہ نالہ آ کے مرے ہونٹ پر سنسی ہو جائے

یہ سر بہر بوتلیں ہیں جو شراب کی
 پوچھو نہ ہم سی عالم غفلت کے خواب کی
 یہ نشہ آنکھ دیکھ کے اس مست خواب کی
 سرخی شفق کی شکل مر و آفتاب کی
 کیوں ٹوٹی تین بکلیوں پر آج بجلیاں
 ایسی دو آتشہ تھے گلگوں کہاں نصیب
 مینا و جام دیکھ کے خوش ہو گا محتب
 تھی سر بہر بچوٹ گئی اپنے زور میں
 شرانگٹیں جو بوسہ لب باغ میں لیا
 ہم نے تمام عمر میں کتنی شراب پی
 چہرے کا رنگ دیکھ لو تم رکھ کے آئینہ
 محفل میں پی جو پھول تو اس احتیاط سے
 اے کثرت گناہ تری ڈر سے دب گئی
 دترہ ہوا میں بھر کے بنا آدمی کی شکل
 چکر ہوا نے اتنے دبے میں کہ گرد باد
 سایے سے اس کی زلف بخت عجب کیا
 یہ کہ کے کل دکھائے انہیں پارہ جگر
 ہر شام ساتھ لاتی ہے کچھ مہوین کا چاند
 کم بخت نے شراب کا ذکر اس قدر کیا
 راتیں ہیں ان میں بند ہمارے شباب کی
 دنیا کچھ اور ہی تھی ہمارے شباب کی
 جیسے اسی پڑھائی ہو بوتل شراب کی
 چھلکی ہوئی شراب ہر جام و شراب کی
 شاید گرہ کھلی ترے بند نقاب کی
 عادت بڑی پڑی تری جھوٹی شراب کی
 سمجھے گا وہ کھلی ہوئی کلیاں گلاب کی
 تو بہ سے پہلے ٹوٹی ہی بوتل شراب کی
 سمٹی ہیں کیا کھلی ہوئی کلیاں گلاب کی
 شاید بتا سکے ہیں میزاں حساب کی
 بوسے سے دوڑ جائی گی سرخی شہاب کی
 میناے نے بوز کبھی دی شراب کی
 دیکھا مجھے کہ جھک گئی میزاں حساب کی
 قطرہ ہوا میں بھر کے ہی صورت شباب کی
 تصویر بن گیا ہر مے پیچ و تاب کی
 بن کر پری اڑی گی یہ بوتل شراب کی
 بکھری ہوئی شکستیاں ہیں گلاب کی
 کیا جانیں کیا کریں گی یہ تیس شباب کی
 واعظ کے منہ سے آنے لگی بو شراب کی

آتی تھی پہلے دل سے کبھی بوجباب کی
 اتنا عتاب سُرخ ہو رنگت نقاب کی
 دیکھے کوئی جھٹک نہ رخ لا جواب کی
 کیوں حشر میں ہو فکر عذاب و ثواب کی
 کہتے ہیں وعدہ رات کو ہو گا وفا ضرور
 بجلی وہ چیز ہی نہیں جس کی حسین ڈریں
 وہ شام و صبح صد قے جن پر بہار گل
 جنت کو خواب دیکھ کے آتی ہیں ہم کو یاد
 آمینہ دیکھتے ہیں مجھے دیکھ دیکھ کر
 لے اپنے سرو بال نہ اوروں کا حشر میں
 اے طور سوز برق سمجھتے ہیں ہم تجھے
 دعوے ہو ہمسری کا سر کج کلاہ سے
 بجلی گرائیں طور پر آواز ہی سے وہ
 پھر بھی تو کچھ ثبات کو اس کو ضرر نہیں
 مے سے کہیں ہوا ہے پس تو بے میکیشو
 سو حشر نذر گوشتہ دامان ہیں ہر نفس
 تلخی کانچ کی کچھ احساس ہو سکے
 تم کیا ہو ہم نے قلقل غیل سے واقف
 دورے کہن کا اثر ہی یہ اے ریاض

روشن ہوا ب تویسینے میں بھی شراب کی
 تار نقاب ہیں کہ نگاہیں عتاب کی
 ستر ہزار پردوں میں ٹھہری حجاب کی
 صحبت ہی یہ بھی ایک شراب و کباب کی
 اللہ جلد شام ہو روز حساب کی
 کچھ درد کی چمک ہو جھٹک اضطراب کی
 چن چن کے ساتھ لائی ہیں تہیں شایب کی
 زندان صحبتیں وہ کباب و شراب کی
 یہ داد مل رہی ہو مرے انتخاب کی
 بارگاہ اٹھائے نہ میز ان حساب کی
 تجھ میں تو شوخیاں میں کسی کے حجاب کی
 اے دست موج اُتار لے ٹولی حباب کی
 ٹھہری کبھی تو ہم سے سوال جواب کی
 الٹی رواں ہو بھر میں کشتی حباب کی
 آجائے دور ہی کسی کہیں بوج شراب کی
 اے شوق دید صدفی ٹھیں اضطراب کی
 اتنی تو میرے منہ میں ہو تلخی شراب کی
 باتیں بت سنی ہیں عذاب و ثواب کی
 ہے آج بھی جوان طبیعت جناب کی

ٹوٹے تو بکی طرح روز تو کچھ بائیں جام جمشید سے پیجام سفال اچھا ہے

ایک افسانہ حسرت تھا دم نزع ریاض

ان سے کہنا وہ مرا شکر ہے حال اچھا ہے

چاندی شکل کا دن رات خیال اچھا ہے طاہر حسن بھنسنے جس میں وہ جال اچھا ہے

یوں تو ہر دم تری صورت کا خیال اچھا ہے نظر آئے تو میں خواب وصال اچھا ہے

بزم میں پوچھتے ہو آپ کا حال اچھا ہے پوچھ لینا کبھی خلوت میں سوال اچھا ہے

میں نے لے ابر کرم پی ہو ترے سایے میں جانتا ہوں کہ گناہوں کا مال اچھا ہے

کم نہیں ان کے کسی بات میں ان کی تصویر پھر بھی کہتے ہیں ترا حسن جمال اچھا ہے

تل ترا وصل کی شب زلف تری جگر کی رات خال و زلف تری زلف سو خال اچھا ہے

نہ تو اچھا تر کو دہن سے شفق کا دامن نگریاں سے گریبان ہمال اچھا ہے

وہ جہاں جاے ہوا کھاؤ پھر دیر کرے گھر میں صیاد کے ہرے پر وبال اچھا ہے

کیا عجب ہو وہی بن جائے کبھی خواب کی شکل رات دن وصل حسناں کا خیال اچھا ہے

دست گلچیں بھی وہاں ہو کف صیاد کو ستا شجر گل سے ہیں خشک نہال اچھا ہے

ہو نہٹھ پر تھا جو تبسم سا پس مرگ ریاض

کہہ گئے مر کے بھی کم سخت کا حال اچھا ہے

میر کی پہلو میں ہمیشہ رہی صورت اچھی میں بھی اچھا مری قسمت بھی نہایت اچھی

آپ کی شکل بھلی آپ کی صورت اچھی آپ کے طور برے آپ کے نفرت اچھی

حشر کے دن میں سوچی یہ شرارت (اچھی) بے چلے خلد میں ہم دیکھ کے صورت (اچھی)

تجھ سے کتنا تھا کون یا تری تصویر آج آنکھیں چھٹی تری آنکھوں کی مردت اچھی

دو گھونٹ پر شراب کے ہے ہنر زندگی راتیں شباب کی ہیں نہ تابِ شباب کی

کام آئے گی ریاض کے مشق طوافِ خم

کبے کے گرد ہوں گے جو سو جھبی ثواب کی

لے کے دل بوجھتے ہو پیار سے حال اچھا ہے

خواب بے بڑھ کے تصویر میں صال اچھا ہے

آسماں پر اسے کیا جالے چڑھایا کس نے

انہیں محصوم فرشتوں کے لئے حوریں ہیں

جا کے پی بھٹیوں میں پی کے چلنے پھینک دیا

آج سنتے ہیں کہ ہے جنس وفا کا نیلام

جنتی پیسے میں نکل جاتی ہے آنسو بن کر

بار بار زلف کو دیکھا ہے بلایس لیتے

بویہ کہتی ہے بہت تیز ہی اڑ جائے گی

اگیا اس میں کہاں سے خم آب رواں کا

کس کو دیکھا کہ ہا کچھ شقاوت کا خیال

وصل ہو پہلے پہل جس میں وہ دن ہی اچھا

مجھے معلوم نہیں جلوہ گہ طور کا حال

دھوپ میں سایہ طربے اسی نہیں لطف میں کم

پاکے موقع سی کوئی جھوڑی اس کو کیوں کر

موم آخر نغمہ یا اس یہ کنتی نکلی

جلٹے جائے بیمار کا حال اچھا ہے

لاؤ منہ چوم لیں واقع میں سوال اچھا ہے

چیز قابو کی ہے ہر طرح خیال اچھا ہے

ناخن پا سے تری خاک ہلال اچھا ہے

زاہدوں کے لئے جنت کا خیال اچھا ہے

ہم غریبوں کے لئے جامِ مغال اچھا ہے

چھوٹ جائی جو مری نام تو مال اچھا ہے

ایسے نئے نوشوں کا ہر طرح مال اچھا ہے

آپ کے چاند کی رخسار کا خیال اچھا ہے

رنگ کہتا ہو ٹھہر جائے تو مال اچھا ہے

بانگین میں مہِ کامل سے ہلال اچھا ہے

کہا آٹھے دیکھ کے میاں ختم مال اچھا ہے

جس میں آغاز جوانی ہو وہ سال اچھا ہے

میری آنکھوں میں ہر اک بت حق جمال اچھا ہے

راہ رو کے لئے ہر سبز نہال اچھا ہے

دو گھڑی کے لئے ظالم کا مال اچھا ہے

جلٹے جائے بیمار کا حال اچھا ہے

ہتھاری راویں چلنے کی ہے خوشی سی
 مزار تو آئی جو بس اندر بڑھ کے ہاتھوں ہاتھ
 کہ ساتھ نقش قدم بھی اچھل چھل کے چلے
 ادا سے نان سے چلنا قیامت اُن کا تھا
 مزار کے بل کے چلے
 چلے وہ شمع جلائے مزار پر کس کے
 کہ ساتھ ساتھ عدد و آگ ہو کے چل کے چلے
 ہتھارے گیسوئے پر ہیچ نے لیا ہم کو
 کہ منہ میں سانپ کا یا منہ میں ہم چل کے چلے
 اٹھا جنازہ تو بولی یہ خانہ بربادی
 نیا مکان ہے کپڑے لئے بدل کے چلے

ہزاروں دل غم ہیں دل میں جگر میں لاکھوں زخم
 ریاض محفلِ خواہاں سے پھول پھل کے چلے

نہ اس آئی ہم کو جو اتنی ہماری
 عدو کی شب وصل سو بار صدقے
 کئی کیا بڑی زندگانی ہماری
 یہ جو وقتِ خست نشانی ہماری
 عدو پر بھی ہے مہربانی ہماری
 مہی اب کریں پاسبانی ہماری
 کہ تو بہ ہوئی پانی پانی ہماری
 ستاتی ہے ہم کو جوانی ہماری
 ہوئی تلخ کیا زندگانی ہماری
 تری کام آئے جوانی ہماری
 زبانوں پر اب ہو کہانی ہماری
 یہ کام آئی ہر خوش بیانی ہماری
 نہ اس آئی ہم کو جو اتنی ہماری
 عدو کی شب وصل سو بار صدقے
 دغا دہریہ ہیں دم نزع تم کو
 کئے میں نے شکوہ تو وہ منہس کے بولے
 اُنہیں نے تو دیو انہ ہم کو بنایا
 یہ ساتی نے ساغر میں کیا چیز پیدی
 سکتے ہیں ہم بھی حسینوں کو کیا کیا
 لگی تھی جے منہ سے پھر تو بکیوں کی
 کیا جھوٹ وعدہ کریں ہم جو تجھ سے
 بہت بے انتر تم اسے جانتے تھے
 قفس دستِ صیاد میں ہم قفس میں

ہم نے سوار شب وصل ملا کر دیکھا
 نہ بنے کام تو کس کام کی نازک شکلیں
 اس سے کوئی نہیں اچھا جو تجھے پیار کرے
 تیری مدفن کی جو اٹھتے وہ بری لے واعظ
 جو تیرے بہت اچھے ستم گردوں سے
 من میں جب بات کی چوم لیا پیار سے منہ
 دیکھتے ہی کسی کافر کو بگڑ جاتی ہے
 حسن صورت کی طرح حسن سخن ہر کم یاب
 تجھے جلتا ہی جو وہ اور جلاتے ہیں اُسے
 آتے جاتے نظر آتی ہے جھلک حلین سے
 غور غم کے لئے کچھ نہیں عیش کا خواب
 دے کے وہ بوسہ لب شوق سے لبوں لہرا
 لے فلک چاند کو وہ چاند کی صورت اچھی
 نازک اچھے نہ جینوں کی نراکت اچھی
 میں بھی اچھا تری صد قمری قسمت اچھی
 ان کے ٹھوکر کی جو اٹھتے وہ قیامت اچھی
 اور ان سے تری آنکھوں کی ندامت اچھی
 دم تقریر کی شوخ کی لکنت اچھی
 میں جو چاہوں بھی تو رہتی نہیں نت اچھی
 ایک ہوتی ہی ہزاروں میں طبیعت اچھی
 میری حق میں مے دشمن کی عداوت اچھی
 پرے پرے میں نکل آئی یہ صورت اچھی
 اسی راحت کی ہمیشہ کی مصیبت اچھی
 عذر کیا ہی جو ملے مال کی قیمت اچھی

سُن کے اشعار مرے سب یہی کہتے ہیں یہاں

اُس کی قسمت ہی بُری اور طبیعت اچھی

ضرور پاؤں میں اپنے حنا وہل کے چلے
 یہ دوستی ہے کہ ہے ساتھ آگ پانی کا
 نہ پہنچے آج بھی گھڑ تک کی وہ کل کے چلے
 جو نکلی آہ تو ساتھ اٹک بھی نکل کے چلے
 ٹھہر ٹھہر کے چلے ہم پھل مجل کے چلے
 یہ راہ عشق کیوں کر کوئی سنبھل کے چلے
 حنا لگا کے جو آئے تھے ہاتھوں کے چلے
 یہ جکڑوں کی شب ہائی موت کیوں آئی

یہ بھی اک چیز تھا زما نے میں ہم خریدار خود بنے دل کے
 رخ پر نور میں جگہ تھی کہاں رکھنے والے کو دیکھئے تل کے
 ہم سے وہ روٹھتا مچلتا ہے کوسنے والے کون تم دل کے
 آئی بے وقت موت کچھ ایسی رہ گئے دل میں جو صلیے دل کے
 تختِ دل پتیاں حنا کی ہیں تم جو پیو تو ٹکڑے ہیں دل کے

اب حسینوں کا مشغلہ ہیں ریاض

آپ چڑھتے ہیں نام سے دل کے

یوں کوئی بھی نکالے نہ ارماں پیار کے دل کے پھول کھوئے سب ان کے ہار کے
 شاخِ قفسِ شکست کو وہ کیا چل کے باغ سے منہ ہی لگے ہیں فوج و سس بہار کے
 سمجھے وہ دانتِ تنہا مری نازک نہی ہونٹھ پر ایک ایک کر کے توڑی ہیں دانے انار کے
 کافرِ بتان ناز نہ بگڑیں تو ہم کہیں یہ ہیں کرشمے قدرت پروردگار کے
 اسے زلفِ یار پوچھ نہ لکھا نصیب کا قسمت کی کتنے کام بگاڑے سنوار کے
 کیا چیز میکشو ہے زمانہ بہار کا کہتے ہیں مے فروش گئے دن ادھار کے
 سیرِ دل و جگر ہو کہ دونوں میں داغ داغ ستھتے کھیلے ہوئی ہیں کئی لالہ زار کے
 وعدہ کرے بھی تو کوئی اپنی زبان سے ہم کاٹ نہیں ہزار برس انتظار کے
 تو شوخیاں دکھانہ ہیں اسے حنائے یار دیکھے ہیں ہم نے رنگِ دل بیقرار کے
 کیوں کر ہے نہ بادہ فردوس میں ہی ساکھ ہم بھی تو آدمی ہیں بڑے اعتبار کے

مان بہت ہی خوب کھینچی صورتِ ریاض

پہنا دیا ہے قیس کا جامہ اتار کے

ریاض آپ ہم قدموں اپنے نکلے

کسی نے نہ کی قدموں ہمارے

| | |
|--------------------------------|--------------------------------|
| چلے آتے ہیں خوش خوش کے گھر سے | وہ ہنستے کھیلنے با د سحر سے |
| دہریں آبیٹھتا اٹھ کر ادھر سے | بلا ہے گھر مراد دشمن کے گھر سے |
| مزرے کی چیز ہے یہ مجمع حشر | حسین کیا کیا گزرتے ہیں نظر سے |
| پلک کرتیج دھری ہو نہ جائے | اسے نہت ہے کچھ ان کی کمر سے |
| ذرا چل کر تہیں اس کو چھڑاؤ | کسی کی آہیں اُجھیں ہیں اثر سے |
| ہمارے پاس دل سی چیز رہتی | بچائے رکھتے ہیں ان کی نظر سے |
| کہاں دل پاگئے کیا پوچھتے ہو | اٹھالائے تمہاری رہ گزر سے |
| ہوا پر ہے مزاج ابر کرم کا | پیورند وہ برے یا نہ برے |
| وہ پھر تو دیکھنے کی چیز ہوگی | قیامت جب اٹھے اس رہ گزر سے |
| ہمارے پاس جب دیکھو نیا دل | اٹھالائے ہیں ان کی رہ گزر سے |
| کہاں رکھی تھی محشر میں کہ پیتے | پنچوڑی ہم نے کچھ داماں تر سے |
| ہمیں تو بیٹے جی کوثر کی بلوا | خدا یا چھوڑ دی ہی تیرے ڈر سے |

ریاض اس دل کے چلتے یہ ہوا حال

گرے ہم سب حسینوں کی نظر سے

| | |
|------------------------------|-----------------------------|
| نہ سمجھنا چراغ محفل کے | ارے ناداں یہ داغ ہیں دل کے |
| بیٹھے واسے ہیں وہ محفل کے | پیرے اٹھ جائیں دہرہ و دل کے |
| پاؤں وحشت میں بڑھکے جاتے ہیں | جھٹکے کھاتے ہیں سلاسل کے |

غم مجھے دیتے ہو دشمن کی خوشی کے واسطے
 کیوں بڑے بختے ہو ناہقی تم کسی کے واسطے
 جی نہا نا حضرت ناصح کو آتے دیکھ کر
 کچھ یونہی تنویری سی پی لی دل لگی کے واسطے
 ہجر سے بڑھ کر مصیبت کوئی آنے کی نہیں
 موت کو رکھ چھوڑیے کس زندگی کے واسطے
 دونوں عالم تنگ ہیں کچھ اور وسعت چاہئے
 پاؤں پھیلانے کو میری ہیکسی کے واسطے
 لطف ہر مل جل کے دونوں کی ہر ایک وضع خاص
 کچھ بناوٹ بھی ہو تیری سادگی کے واسطے
 لوٹتے ہیں کتاب اعمال یوں انکھوں میں لطف
 حاصل عصیاں ہو گویا آپ ہی کے واسطے
 پاس آداب بزرگی ہو رہیں وضع جنوں
 جب ملے ناصح جھکے ہم بندگی کے واسطے
 مشر میں او کتاب اعمال کچھ تو ہو شریک
 ساتھ رکھا تھا تہیں نیکی بدی کے واسطے

سال پٹے لے کے غم پھیری کو نکلتے ہیں ریاض
 میکہ سے کچھ وقف ہیں ان شاہ جی کے واسطے

وقت نازک موت کا ہی کہی کے واسطے
 مال و زر رکھ چھوڑی کس زندگی کے واسطے
 نام ہی آسودگی جس کا وہ ہر حرف غلط
 جیتے جی مرتے رہو آسودگی کے واسطے
 ہو گئے جاے سے باہر حضرت ناصح کچھ آج
 کچھ یونہی پی لی تھی ہم ذول لگی کے واسطے
 یہ نہ ہو بعد فنا تربت پر آبِ میٹھے اُداس
 تم جگہ بتلا دو میری ہیکسی کے واسطے
 میں یہ سمجھا غیر کے ہوتے مجھے غم سے غرض
 تم نے یہ جانا کہ سب کچھ ہیسی کے واسطے
 ہر جنون والوں میں بہر پیر ہیں قطع و برید
 مل گئی دستار ناصح دل لگی کے واسطے
 دل کی شبلیات بھر سکتے رہے پہلو میں وہ
 پر وہ اچارہ گیا شرمندگی کے واسطے
 سہزہ صدینا کفن صد غم بدوش ابر بار
 ہیں بڑے سامنے میری سیکشی کے واسطے
 اتنے جو گھر سے چار دن کی زندگی کو واسطے
 اب تو جی اکتا گیا دنیا کے دھندلے ریاض

کیوں بال کھلے ہیں تجھے کچھ غم تو نہیں ہے
گھر غیر کا ہے غیر کا ماتم تو نہیں ہے
ہے نقش قدم عرصہ محشر دم رفتار
فتنہ تری رفتار کا کچھ کم تو نہیں ہے
ہر اشک عناد ہے گھر دامن دل میں
اڑ جائے سحر ہوتے یہ شبنم تو نہیں ہے
نادک ہی بہت جان مری اس میں پڑی ہے
خجھر میں تھے دیکھ مرادم تو نہیں ہے
یہ حشر بھی اک جلوہ گہ ناز ہے اس کی
پرے میں وہی فتنہ عالم تو نہیں ہے
نازک کمر یاہر کچھ بال سے بڑھ کر
کوئی شکن گیسو پڑ خم تو نہیں ہے
ہم کو پیشیں عرصہ محشر کو بھی دیکھ آئے
نقش قدم یار کا عالم تو نہیں ہے

پیتے تھے ریاض آج کھڑے خم کے برابر

ہم نے انھیں دیکھا ہے کمر خم تو نہیں ہے

ہمارے دل میں ہی جو داغ ایسا کم نکلتا ہے
یہ بن بن کر چراغ محفل ماتم نکلتا ہے
تری ٹھوکر کے فتنہ کو نہ اتنا ہم سمجھتے تھے
یہ ظالم تو قیامت سے قد آدم نکلتا ہے
بنائے کعبہ پڑتی ہی جہاں ہم خشت خم رکھیں
جہاں ساغر پٹکیں چشمہ زمر خم نکلتا ہے
مرے آنے کی کیوں صویر بھی بنیں ہم تہیں
یہ کیا ہو بعد مدت کیوں یہ جام خم نکلتا ہے
تہیں کیونکر بتاؤں کیا مرو دل پر گزرتی ہے
تہیں کیونکر دکھاؤں تم میری عالم نکلتا ہے
بہنہ بھی یہ سیدھی میری گھر بن کر شب فرقت
تری زلف سسکا کا جب کبھی کچھ خم نکلتا ہے
یہاں روٹا پڑا دودھ کا جی آئیں نہ ایسے میں
سبکتی ہے تنہا آرزو کا دم نکلتا ہے
شب غم کہہ کے تم کا بی بلا کا نام لیتے ہو
کہ اس کا نام لینے سے ہمارا دم نکلتا ہے
سحر ہوتے وہ اپنا چاک دامن دوڑ بیٹھے ہیں
روح کہنے کو تار دامن پر خم نکلتا ہے
ریاض ایسا گیا گزرا نہیں ہر شان جاڑے
گدا ان کے لئے وہ کے جام خم نکلتا ہے

کیوں ہم کو جلاتے ہو دم وصل یہ کیا ہے کیوں پھونکتے ہو شمع کو جلنے نہیں دیتے
 ہے جان مری کشمکش نزع میں دُعا ارمان تو کیا دم بھی نکلنے نہیں دیتے
 کھلے نہیں دیتے کبھی کم ظرفی و اعظا ہم رند پلا کر بھی اُبلنے نہیں دیتے
 جاتا ہوں تو آتی ہے یہی طور سے آواز ہم دیکھنے والوں کو شہ پہلنے نہیں دیتے
 کیا کام ریاض آئے کو سو بار بہار آئے
 ہم کو یہ حسین پھولنے پھلنے نہیں دیتے

صیاد کو جو بھہر پر یارب ترس نہ آئے باغوں میں موسم گل لاکھوں برس نہ آئے
 ہاں میری طرح تھک کر آواز بیٹھ جائے چھوٹوں جو کارواں ہو بانگ جس نہ آئے
 تو آتیاں بناتی ہیں نفس کو چھا کر اُٹھو چہن سے اُڑ کر کچھ خار و خس نہ آئے
 آج آگ ہم لگا کر نکلے میں گھر سے اپنے منہ جا کے روز ہجران پنا بھٹس نہ آئے
 گلشن میں ہم صغیر و تم زمزم سے نہ کرنا تاشخ گل ہمارا جب تک نفس نہ آئے
 اللہ میرے یہ بت کس چیز کے بنے ہیں پتھر پیچ جائے ان کو ترس نہ آئے
 تیری سوا یہ ممکن و اعظا نہیں کسی سے دنیا میں رہ کے دل میں کوئی ہوس نہ آئے
 اک مشت استخوان تھے میری بساط کیا تھی اُچھے جو دام میں ہم پھرنا نفس نہ آئے
 رندوں کی تربتوں پر سبزہ نہ لہلہایا بادل تھے کرم کے جب تک برس نہ آئے
 کچھ تھا لحاظ گلچیں جس کا وہ نفس نہ کیوں جل کے آتیاں کو بجلی بھٹس نہ آئے
 اس کی گلی کی قاصد کچھ اور ہی ہوا ہے تو ایک دن کو جائے تو سو برس نہ آئے

پائیں تو اسے حسینوں تم کو رلا کے چھوڑیں
 ہیں یہ ریاض ایسے ان کو ترس نہ آئے

یہ گوارا کہ مراد مست تمنا باندھے
اپنے محرم کو نہ کس کو کوئی اتنا باندھے
بڑھ کے آئے نگہ شوق بلائیں لے لے
کوئی بیٹھلے کس انداز کی جوڑا باندھے
شہرت بے اثری کوئی مٹائے کیوں کر
ہو نہ درو آہ میں تو کوئی ہو کیا باندھے
دھجیاں کیا مے امن کی مے کام آئیں
بیٹھ کر دشت میں سب آبد پاباندھے
ہے ہری بات کہو کھول کے بوتل کھٹے
شیخ پگڑی میں بازار کا سودا باندھے
اک فرار کھالے ہو اسجد کی ٹھنڈی ٹھنڈی
کہہ دو لیلے بھی محل میں نہ پروا باندھے
بکھری زلفیں یونہی لہرائیں سر روشن پر
کبھی جوڑا نہ مرا گیسووں والا باندھے
جب میں دیکھوں مری آنکھوں میں لکھ چڑھا
چکر اتنا تو بیاہاں میں بگولا باندھے

ہم نے دیکھا طرہ یکدہ جاتے تھے لیاصل

اک عصا تھامے عبا پہنے عمامہ باندھے

دشمن کی طرف ہو کے نکلنے نہیں دیتے
ہم کو وہ ہری راہ میں چلنے نہیں دیتے
آنکھیں میں تلواروں سے وہ ملنے نہیں دیتے
ہم چکیوں سے دل کو مسکنے نہیں دیتے
کہتے ہیں مے ناب حسینوں کا ہی جو بن
ہم بزم میں اپنی اُسے ڈھلے نہیں دیتے
وہ کیا لحد غیر کو پامال کریں گے
چلتے ہوئے فقری بھی تو چلنے نہیں دیتے
جلتا ہوں بچاتے ہیں اُسے سوز و دل سے
دشمن کو مری آگ میں جلنے نہیں دیتے
نازک ہو مرے نخل تنہا کی ہر اک شاخ
اس خوف سے وہ پھولنے پھلنے نہیں دیتے
کب بوسہ لئے اُن کے جو بل کھائی ہیں گیسو
تم گالوں کو کیوں نہ ہر اگلنے نہیں دیتے
آئی ہے کہتی ہوئی گس کی شب فرقت
ہم رنگ زمانے کو بدلنے نہیں دیتے
ڈر ہے نہ ڈو پیٹہ کہیں سینے کی سرک جائے
پتکھا بھی میں پاس کی جھلنے نہیں دیتے

جلوہ یار نے بے ہوش کیا ہے مجھ کو
 کچھ الگ نشہ ہے سے رہی غفلت میری
 آنکھ تاروں نے چرائی یہی بات ہے آج
 دیکھئے کشتی ہے کیوں شبِ غربت میری
 رہنمائی ہونے سے بچ جائے تو عزت نہ جائے
 مولے لے کوئی دستا فضیلت میری
 رہیں تا حشر یونہی منہدی لگے پاؤں کے نقش
 چار پھولوں کی نہ محتاج ہو تربت میری
 تاری مجھ کو نظر آئیں نہ کہیں حشر کے دن
 ڈر سے بڑھ جائے نہ حدِ شبِ فرقت میری

چھیڑ کر جمع زہاد کو ڈرتا ہوں ریاض

کہنہ مسجد کی عوض ہونہ مرمت میری

دن پھرے اچھے یہ مجھ ناکام کے
 صبح ہوتے آئے بھولے شام کے
 ایک آفت تھا تمہارا کوسنا
 مر گئے تو سب ہمارے نام کے
 دور ساقی میں نہیں ہر دل کی خیر
 مے تو کیا لالے پڑی ہیں جام کے
 رنج کی کشتی نہیں ہے ایک رات
 دن گزر جاتے ہیں سو آرام کے
 دل ہلا دے گی یہ میری آہ ہے
 جام کو تر و اعظوسہنے بھی دو
 طور دانوں کی نظر پر چڑھ گئے
 ہم کو مل جائیں تو آجائے مزا
 جام میں پیاتے بادہ گلغام کے
 قاصدوں کا ایک تانتا تھا لگا
 دیکھنے والے تمہارے بام کے
 ہم بنائیں آشیاں اونچا ہزار
 اچھے معشوق اور ستے دام کے
 جتنے ہیں معشوق مل جائیں ہمیں
 ہائے وہ دن نامہ و پیغام کے
 عمر بھر لوٹے جوانی کے مزے
 ہم کو ابھائیں گے حلقے دام کے
 اے میں صدقہ بادہ گلغام کے

خے و معشوق نہیں آپ میں سہنے دیتے بعد تو یہ بھی بدل جاتی ہے نیت میری
 اس طرح حشر میں آیا ہوں کد سے اٹھ کر کہ فرشتے نہیں پہچانتے صوت میری
 حشر میں پیش نظر ہوں گے بتان کافر مجھے ڈر ہے نہ بگڑ جائی طبیعت میری
 دھوکے دیتی ہے بڑی طرح یہ لوگوں کو ریاض
 ملتی جلتی ہے بہت خضر سے صورت میری

آکے وہ ناز سے ٹھکرائیں بھی تربت میری میں ہوں مشتاق قیامت کا قیامت میری
 اک ذرا عمر سے اترے کہ نظر سے اترے چاروں کی ہے حسینوں کی محبت میری
 جیسے ہوں میری سائی ہوئی یہ شوخ حسیں واوہ حشر سے ہوتی ہے شکایت میری
 حوض کوثر ہو جو خالی تو بھرے جی میرا خم نے سو کبھی بھرتی نہیں نیت میری
 ہے کھلا میکدہ و خانقہ شیخ کافرق اس کی جنت سے کہیں اچھی ہجرت میری
 سُٹھی بھر خاک ہوں میں اور یہ چٹکی بھر خاک کچھ حقیقت کے دل کی نہ حقیقت میری
 ملی کوثر کی تو جنت کے مزے آئیں گے آج ہے خانقہ شیخ میں موت میری
 سبزہ آغا زجاں آج بھی ہوں پیری میں بدلی کیا اک قدم بننے صوت میری
 نکل دیا کرتی ہوں رات حسینوں کو ریاض
 بڑی نٹ کھٹ بڑی چنچل ہے طبیعت میری

چھوڑتی ہی نہیں مجھ کو شبِ فرقت میری اے میں قربان اے اتنی محبت میری
 کیوں کر اوپر اٹھیں آنکھیں میری کی حسرت دید سر اٹھانے نہیں دیتی ہی نہ امت میری
 پھوٹ کر لے سوا شکوں کا نہ اسے پانی بے بہار آئے کھلی جاتی ہے تربت میری
 وصل کی شہدے ڈراتے ہیں یہ کہہ کے مجھ تم ستاؤ تمہیں کو سے گلِ نزاات میری

بن گئے جھک کے چنبہ بیٹا جتنے ٹکڑے تھے ابرومت کے
لب تو وعدہ بھی وہ نہیں کرتے دن قریب آگئے قیامت کے

شاعری ہے ریاض کے دم تک
پھر کہاں لوگ اس طبیعت کے

اٹھے فتنے نگاہ شگمیں سے گلے ملتے ہوئے چین جہیں سے
وہ سر تھامے ہر دست نازیں سے دھمک ہونے لگی چین جہیں سے
لہو کی بوکچھ آئی جس زمیں سے اٹھائی خاک اس میں ہیں سے
شرارت وصل کی یاد آگئی کیا وہ کچھ شرمائے چین جہیں سے
نگاہ غیر کو ظالم مبارک ہم آغوشی تری چین جہیں سے
بنی ابرو سے خوبان جفا کار جو اتری چین ظالم کی جہیں سے
تمنائیں بہت ہیں وقت کم ہے کسے دیکھوں نگاہ واپس سے
ذرا بچنا مرے نالے سے ظالم وہ تاثیریں چلیں عرش بریں سے
کئے مشکل سے دل کے جمع اجزا چٹنے میں کچھ کہیں کچھ کہیں سے
تم آؤ دفن ہوں گے جس جگہ ہم تنابول اٹھتے گی دامیں سے
نہ چھوٹی حشر میں بھی عادت ثن کی نہ باز آئے یہاں بھی وہ نہیں سے
گراں تھی ساوگی زینت کا ذکر کیا بڑی مشکل سے سنبھلی نازیں سے
خداوند امو کچھ تو نکل آئے کریں گے ذبح درت نازیں سے
لئے بے گنتی بو سے اس ادا پر شہ وصل اس نے توب کی نہیں سے
دیا اس طرح میں بول چیا کر وہ یہ مجھے چرا لایا کمیں سے

ہائے حسد میں ہمارے کم پڑے یہ جیسے سب تھے ہماری کام گئے
 طاقت فرمایا وہ اب ہم میں کہاں بات کرتے ہیں کھجما تمام کے
 لے کے اٹھتے صبح کو در و در شام سے بیٹھے تھے جو سر تمام کے
 عید میں کیوں آئیں مجھ سے کو ریاض
 مستحق جب یوں بھی ہوں انعام کے

کاتب اعمال نکلے کام کے مل گئے دو دو شریک لزام کے
 پر وہ ڈالا مجھ سر اپا جرم پر صدقے اپنے جامہ احرام کے
 آگیا پیری میں بھی رنگ شباب گھونٹ اتار جب مئے گلفام کے
 دیکھیں قاصد آ کے ہم سے کیا کہا منتظر لے موت میں پیغام کے
 کاتب اعمال ہیں خوب آدمی یہ فرشتے ہیں فرشتے نام کے
 آباد ہیں ہم تجھے منہ چوم کر کس طرح بوٹے مزے شام کے
 تو بہ کیا ٹوٹی کہ پھوٹے آبلے خم کے مینا کے سہو کے جام کے
 کس قدر تاریک ہو روز فراق دھوکے ہوتے ہیں سحر پر شام کے
 خم بہ خم کیسی ہے وہ زلف دراز چھوٹتے ہیں کبائیر اس دام کے
 کچھ ملامت میں لطف زندگی خواب دیکھے عیش کے آرام کے

اس کے چلتے جان دی ہم نے یہاں

کام آئے ہم دل ناکام کے

چشم و دل ہیں مقام خلوت کے آؤ پرے پرے ہیں غفلت کے
 عمر حشر میں کہاں کہاں کچھ بگولے ہیں خاک تربت کے

کھیلنے کو تھے غسل کے ستم پر آج چوٹی گندھی بال سنوئے ہوئے
 دیکھ لیا چہرہ ہٹا کر کمزن بات ہوئی کچھ نہ اٹاے ہوئے
 کون مٹائے انہیں بھجائے کون مانیں گے کیوں موت کے مارے ہوئے
 قطرے جہیں پر تھے پسینے کے کچھ وہ بھی تو اب عرش کے تارے ہوئے
 تیری ہی لب تیرے سچا نہیں بول دے او موت کے مارے ہوئے
 تو بھی انہیں میں نظر آجا مجھے جلوہ نما چاند ستارے ہوئے
 جھوٹ ہی کہہ دے یہ خدا را کوئی جلوہ نما چاند ستارے ہوئے
 قبر میں لکھ کر تمہیں ہم گھر میں ہیں ہائے غضب ہم نہ تمہارے ہوئے
 شرط وفا کا ہیں رونا پرٹا شرط میں تم جان تھی ہائے ہوئے
 تم نہ ہمارے ہوئے مجبور تھے ہائے یہ ہم کیوں نہ تمہارے ہوئے
 جان کو جانا ہے تو جلدی ہو جائے دیر ہوئی اُن کو سدھائے ہوئے
 شاد ہوں میں شوقِ اہل ہے ابھی بیٹھے ہوئے دل کو ابھائے ہوئے
 رنج سے اب جان ہے باقی کہاں ہم بھی تو اب گورکنائے ہوئے
 دشمن آرام ہے یہ زندگی چین سے ہیں موت کے مارے ہوئے

سوز و رول کا یہ اثر ہے ریا ض

اشک کے قطرے بھی شراے ہوئے

اذاس کا کام اہل جائے جو ناتوس برہمن سے بڑا یہ بوجھ اُترے اور سو دن تیری گردن سے
 رخنے کیا تعلق واسطہ کیا اسکو سوزِ سمجھ کر خار دامن جو نکالے تار دامن سے
 نہ پاؤ گل تو لائے تا قفس تینکے نشین سے کبھی موج صبا آں نہ خالی ہاتھ ملنس سے

مدد کروصل میں کچھ اونزاکت دوپٹہ تک نہ سنبھلے نازیں سے
 نہ لو اس دل کو یہ بدخوبت ہے ابھی بڑتا ہے یہ ظالم ہمیں سے
 جو وحشت کم ہوئی رونے کی سو بھی چھٹا دامن تو اُچھے آستیں سے
 خدا آباد رکھے میکدے کو بہت سستے چھٹے دنیا دیں سے
 بڑی حسرت سے دم نکلے گا ظالم نہ او جھل ہو نگاہ واپس سے
 پڑا پہلو میں ہو چپ چاپ کیسا بہت خوش ہوں لاندگیں سے
 مراثب کا ابھی بھولے نہیں میں ٹپکتا ہے نگاہ شریکیں سے
 سر تربت نہ سنبھلے گر پڑے پھول میں شرمندہ ہوں ست نازیں سے
 نہ سمجھے اور پھر اس پر جو بولے کہا تھا کچھ نگاہ واپس سے
 وہ شب کا خواب ہم کو یاد آئے تمہاری بات کہہ دیں گے نہیں سے

ریاض اگلوں میں شیخ وقت گزرا

بہت کچھ مستند ہے اہل دیں سے

ہم بھی تو ادموت کے مارے ہوئے تیرے لہو گور کنارے ہوئے
 آنکھ سے اب عرش کتا ہے ہوئے ایسے تم اشد کے پیارے ہوئے
 آج تو یہ بھی انہیں کچھ بار ہے جاتے ہیں زیور وہ آٹا ہے ہوئے
 سال عروسی میں لکھا تھا وصال ہائے کارمانوں کے مارے ہوئے
 تنجو خزاں کھا گئی لے گلزار ہار بھی سوکھے نہ اتارے ہوئے
 ہائے تری سر پر بھری چشم ناز ہائے ترس بال سنوا ہے ہوئے
 جان مری لے گی خوشی تری میں کہے دیتا ہوں پکارے ہوئے

اب وہ سب عہد گئے وصل کے پیمان گئے
یہ ہوا حشر میں ہم جھوٹوں کو پہچان گئے
تھے سب اسباب طرب و سرور و زہ کے لئے
قبر میں ساتھ نہ کچھ عیش کے سامان گئے
کھینچے لاکھ مگر دل سے نکلا معلوم
آپ کے ہاتھ سے اب تیروں کے پرکان گئے
وعدہ وصل کے سچے نہ چھپے لاکھوں میں
دور سے دیکھ کے ہم حشر میں پہچان گئے
نہ ہا دل نہ وہ ہنگامہ مچانے والے
دل کے ہمراہ مے دل کے سب مان گئے
وصل کی شب نہ چلی ایک بھی شوخی ان کی
کچھ نہ بن آئی تو چپکے سے کہا مان گئے
شور ناقوس کلیسا میں اذان کبھی میں
ہر جگہ حال ہی ہے تو مرے کان گئے
ہم وہ مجرم ہیں کہ ہیں شانِ کرم پنازاں
اور ہونگے جو گناہوں سے پشیمان گئے

ان سینوں نے کہا کیا کہ خفا ہو بیٹھے

بات کیا تھی کہ زیاصل آپ پر ارمان گئے

اس جنوں کے چلے سکوں کر چین سو گھر بیٹھے
گھر میں بھی دیوار و در سے پوڑنے سے بیٹھے
چشمِ ترکِ اشکباری آپ نے دیکھی نہیں
یا اگر طوفاں اٹھائی تسیکڑوں گھر بیٹھے
کیا کہیں جوشِ جنوں میں تم نے چھٹائی نہیں
کچھ نہ کچھ کہہ بیٹھے ہم کچھ نہ کچھ کر بیٹھے
بارشِ ابرِ کرم نے اور لت پت کر دیا
حشر میں ہم کیا سکھانے دامن تر بیٹھے
روکتا کیس طرح مقادعہ دشمن قریب
ویر تک مغل میں میری آپ کیوں کر بیٹھے
میکدی میں جاؤ منبرِ خم ہی تھا اے میکشو
میرے گھر دعا عطا جو آتے میرے سر پر بیٹھے
کاش وقتِ نزع بجو چھوڑ کر جلتے آپ
اور مقامِ بھر کا جھگڑا اور دم بھر بیٹھے
بزمِ محشر میں نہ کھتی اس کی رحمت امتیاز
لطف ہوتا رند و زاہد سب برابر بیٹھے
داوی غریب میں تھک تھک کہہ رہے بیٹھے رانہ
کاش اب آرام سے ہم کوئی گھر بیٹھے

جوانی بھی ہو اگر تیری دیوانی مثل سچ ہے
 گلابیٹھا تو آواز سے کس نے موذن پر
 بھری بوتل کی زدیں لگئی تو بھری کیسی
 پڑی کیوں کر چین میں نیل بوسوں کی نہیں کھلتا
 منسل دو دل کو چسکی سے اگر چھٹیڑی کوئی تم کو
 سبک پر ہم سے کیا صیاد کے پھندی میں آئیں گے
 اٹھاؤں آنکھ کیا اوپر ننگا ہوں سے مجھے ڈر ہے
 جگایا ہی بہت جاو و جگا کر ان حسینوں کو
 چمن میں بستیاں کرتے عنادل کو جو دکھیا ہے
 نہ مجھ پر ٹھکتی کیوں وہ سے منہ میں باں اپنی
 برا ہو خانقہ کا چار دن میں کیا ہوئی صورت
 مری فریاد سے کچھ ملتے چلتے اس کے نالے تھے
 کیسی وہ گز رہے وہ گز رہیں کس کی تربت ہے
 شبِ غم کا یہ عالم ہے چراغ اس طرح جلتا ہے
 گلے ملنے کے ان کا فریسنوں کی ہی دن ہیں

وہ برساتے ہوئے چلنی میں پتھر اٹھتے جو بن سے
 یہ کیوں پھولا ہوا رہتا ہے ناقوسِ برہن سے
 اڑا یہ کاگ اس کا یا کہیں گونی چلی دن سے
 وہ منہ بچوں کا کیل آئے وہ کچھ کہہ کر سون سے
 یہ جب بھری ذرا اس کو باد اٹھتے جو بن سے
 یہ گل سے موج بو نکلی کہ ہم نکلے نشیمن سے
 یہ کھیل کھیل کے ہیں جا کر سی کا فر کی حلین سے
 بہت کچھ ہم نے سیکھا ہی انہیں کے چشم پر فن سے
 کھڑے ہیں سایہ گل میں چھپاؤ منہ دھان سے
 بڑی منہ پھٹ ہی سنواؤ گے کچھ تم مجھ کو سون سے
 یہ عالم ہے کہ گویا اٹھ کے ہم آئے ہیں مدفن سے
 کلیجہا منہ کو کل آگیا بلبل کی شبیوں سے
 وہ جب نکلا دھڑکی گڑی کچھ پھول ان سے
 اٹھا لائے ہیں گویا ہم کسی نیکیس کے مدفن سے
 جوانی جب گلے ملتی ہو آ کر لڑکپن سے

ریاض اٹھ بھی اٹھا بوتل نہ مٹیاب پارسا بن کر

ترے چلتے بہار آئی ہوئی جاتی ہے گلشن سے

دھونڈ کر دل ترے کو چے سے پریشان گئے
 ہر تمہیں جان گئے جان گئے جان گئے
 جہاں ننا خاک کا تقدیر میں تھا چھان گئے
 تم نہ جانو نہیں ہم تمہیں پہچان گئے

ان بتوں میں ہیں کچھ ایسے بھی خدا کو بندے
 جن کو بگڑی ہوئی نقدیر بنا آتی ہے
 نہ ٹھکانے اثری پر تو یہ بولی تاثیر
 کچھ تجھے شرم بھی لے دست دعا آتی ہے
 وہ مرے گھر کا ہر عالم شب تنہائی میں
 نہ پری آتی ہے کوئی نہ بلا آتی ہے
 موجیں زنجیر لئے پھرتی ہیں جیسے پیچھے
 ہم کہیں ہوں ترے کوچے کی ہوا آتی ہے
 آتی ہے دختر رزمو جوں کی چھاگل پہنے
 بن کے معشوق مئے ہوشِ بآ آتی ہے
 چاہئے کسی معشوق کا دامن اس کو
 غنچہ دل سے بے بوئے وفا آتی ہے
 میں بھی وہ ہوں کہ پری اس کو بنا کر چھوڑا
 کوئی کہہ دے ترے گھر میری بلا آتی ہے
 دود و باتیں ہوئی ہیں اُن کی اولے شاید
 سُکراتی ہوئی کچھ آج قصا آتی ہے
 آج شیریں نے اٹھائی نہ ہوں فرماؤ کچھل
 دامن کوہ سے ماتم کی صدا آتی ہے

چھوڑ کر گھر کہیں تربت میں نہ جانا ہو ریاض

مجھے لے جانے کو جنت کی ہوا آتی ہے

تری حرمت نہ جیسے سچی کبھی اس دل سے نکلتے گی
 یہ میری جان کو رو کر بڑی مشکل سے نکلتے گی
 چھری کیا جان بن کر سینہ بسل سے نکلتے گی
 اتر کر دل میں یہ ظالم بڑی مشکل سے نکلتے گی
 وہاں فتنوں کے جھڑپ میں شامل نہ ہوتی ہے
 قیامت ہو کے بسوا کو چھ قاتل سے نکلتے گی
 گدائے سے تلخی اپنے درپس قدر زائد
 دعا دشنام بن کر اب لب سائل سے نکلتے گی
 فرار نزدیک سے تم دیکھ لو آ کر دم آخر
 رہے گی یا یہ حرمت دیدہ بسل سے نکلتے گی
 کہہ دیتی ہے یہ آلودگی اس پاک دامن کی
 کہ میری ساتھ دخت رزبھری مغل سے نکلتے گی
 یہ میری آہ کوئی اوپر اوپر چلنے لگی ہے
 خدا جانے وہ کیا ہوگی جو میرے دل سے نکلتے گی
 کہاں تک دردی اجاب مجھ پر بند رکھیں گے
 کہیں تو راہ کو لہو کی منزل سے نکلتے گی

اب غیب بھی ہم کو نہیں آتی نہیں آتی
 رکھتے تھے جسے آنکھ میں وہ بھی نہیں آتی
 کیوں صول میں بوسہ ترے گن گن کے نہ لیتے
 ہم کیا کریں اس کو ہمیں گنتی نہیں آتی
 دیتا ہے توڑے راہ خدا جام میں ساقی
 صدقے تھے چلو سے ہیں پی نہیں آتی
 وہ موج ہو ابن کے چلی آہ کسی کی
 جاتے ہو کہاں بام سے آندھی نہیں آتی
 روتے ہیں میں یکھ کے دشمن بھی ہمارے
 آتی ہے تباہی مگر ایسی نہیں آتی
 کیا شرم سے بھی کام نکلتا ہے بتوں کا
 دل لیتے ہیں کیونکر جنھیں شوخی نہیں آتی
 آئی ہے غم ابر سے تو آتی ہے پانی
 اب اونچی دکانوں کی بھی اچھی نہیں آتی
 آتی نہیں آآ کے ڈرا جاتی ہے ہم کو
 آئی ہوئی اپنی نہیں آتی نہیں آتی
 قربان ترے چہرے کے اس غصے کے صفے
 سُرخ کی جھلک آتی تو سُرخ نہیں آتی
 کس درجہ مری روح کا باقی ہے تعلق
 جب جاتی ہے بیخانے سے باقی نہیں آتی

دیکھا ہے جنہیں آرزو مرگ میں مرتے

افسوس ریا صن ان کو اہل بھی نہیں آتی

مجھ تک آتے انھیں موت حیا آتی ہے
 تو وہاں دوڑ کے کیا جاتی ہے کیا آتی ہے
 جو وفا میں نہ جفا میں وہ ادا آتی ہے
 نہ وفا آتی ہے تم کو نہ جفا آتی ہے
 جلدی کیا ہے اُسے کر لوئے ماتم شریک
 اک ذرا اور ٹھہر جاو حنا آتی ہے
 سایہ ان گیسوؤں والوں کا پڑا کیا ایڑی چرخ
 میرے گھر میں نہیں آتی جو بلا آتی ہے
 وصل کی رات ہی کہتا ہیہ آنکھوں کا حجاب
 دیکھیں دونوں میں کسے شمع بجھا آتی ہے
 ٹوٹنا آج ہر اے مری توبہ کا قبول
 عجوتی قیلے سے کیا ست گھٹا آتی ہے
 ہے بٹری شوخ نہ سمجھ کوئی حقوڑا جھکو
 لے خاؤب تجھ آگ لگا آتی ہے

کلیم آئے تو کھل کے جلوہ دکھایا ہم آئے تو پردے سے باہر نہ نکلے
 ہماری نظر حشر میں شیخ پر تھی وہ سر پر لے حوض کوثر نہ نکلے
 چمن میں ہم آئے جو چھٹ کر قفس سے ہینوں نشین کے باہر نہ نکلے
 نہ بولے کوئی کو کہن کے بعد پر کہیں لے کے دیوانہ پتھر نہ نکلے
 جو اس دل میں ہنگامہ آ رہا ہے وہی بزم آراے محشر نہ نکلے
 نشین میں گزرے کئی ہوسم گل قفس میں جو ٹوٹے تھے وہ پر نہ نکلے
 یہ بت ہاتھ آئیں تو میں زمر و نازک ٹوٹا جوان کو تو پتھر نہ نکلے

بٹھایا ریاض اس طرح ضعف دل نے

بہار آئی ہم گھر سے باہر نہ نکلے

مزا تھائی زندگانی جو ملتی جو اس تھے مئے ارغوانی جو ملتی
 ہمیں تیر کا وہ نشانہ بناتے کلیجے میں رکھتے نشانی جو ملتی
 میسر کہاں اب مئے ناب ہم کو بہت تھی وہی ہم کو پانی جو ملتی
 نگاہوں میں ہم ذرے ذری کو رکھتے دریا کی پاس بانی جو ملتی
 یہ ٹھنڈی ہوائیں کالی گھٹائیں مزا تھائے ارغوانی جو ملتی
 بہار لپٹنے داغوں کی اس کو دکھاتے اسیروں کو بادِ خسزانی جو ملتی
 اثر غیر کے موت کا تازہ رہتا ہمیں خدمتِ نوہ خوانی جو ملتی
 بڑے لطف سے دن گزر جاتے یہی بڑھاپے میں ہم کو جوانی جو ملتی
 ان اشکوں کو روکا بڑا ضبطِ غم نے یہ طوفاں اٹھاتے روانی جو ملتی
 پلاتے ہم نے شیخ کو فخر کی تجکو مئے ناب ہم کو پرانی جو ملتی

تلاطم میں نظر آتا ہوں میں رہ رہ کے ہانی پر
یہ کیوں بڑھنے لگی یا رب کسی کی زلف پر خم سے
مجھے کیا زندہ لے کر موج اب ساحل سے نکلے گی
ہماری وصل کی شب ہر گھٹ کر تل سے نکلے گی
کھٹک اس درد کی ظالم کبھی تو دل سے نکلے گی
تری تصویر کچھ بڑھ کر مہ کامل سے نکلے گی
حد سے قیس لیٹے پردہ محل سے نکلے گی
سناہر نجد میں آج اک تماشا ہے قیامت کا
عجب انداز سے کہتا تھا بسمل یہ تہہ زخیر
ہماری جان ہوگی تو بڑی مشکل سے نکلے گی

ریاض اچھا ہے دنیا سے کرے یہ قیس بھی پردہ
کو لیلیا بے نقاب اب پردہ محل سے نکلے گی

ملا ہو خون جس سے کچھ دہی تو کام آتا ہے
مے رنگین کا ساغر چھپ نہیں سکتا چھپانے سے
کلیجہ منہ کو آتا ہے جو دل کا نام آتا ہے
بڑا دھبہ یہ تجھ پر جامہ احرام آتا ہے
گل و بلبل کے دشمن کس قدر صیاد و گھچین میں
یہ پھیلائی ہو کر دامن وہ کھولے ام آتا ہے
بھر دی محفل میں خالی ہو کے ہم تک جام آتا ہے
اب ان کا بام آتا ہے اب ان کا بام آتا ہے
فلک تک لے گئی اور سادل کو یہ کہہ کہہ کر
بنی ہے جان پر کسب خدا جانے کب آئی گی
ہمارا عیب کھلتا ہے نہ کھلتی ہی چھپی بوتل
بہت چکی ہوئی اک جلوہ گہہ ہی جلوہ گاہیں
ہمارے کام کیا کیا جامہ احرام آتا ہے
برابر طور کے ہم کو نظر اک بام آتا ہے

ریاض ان کو کہیں چھٹرا ہی تم نے ہم نہ مانیں گے
وہ تم کو کوستے ہیں جب تمہارا نام آتا ہے

مرے دل کے ارمان مگر نہ نکلتے
جو دل میں چھپے پھر وہ نشتر نہ نکلتے

کس کا غبار ہے یہ ہمارا غبار ہے جس کا ہر ایک ذرہ دل بھر رہا ہے
 گیسو سنوارے کون یہ آیا مزار پر کوئی نہیں ہماری شب انتظار ہے
 ساقی ہمیں چھکا دو کہ خستہ فصل گل برسامے آج بھول کہ جاتی بہا رہا ہے
 قربان اپنے کثرتِ عصیاں کے بار بار محشر میں سب سے پہلے ہماری پکار ہے
 الجھا ہوا ہے دست جنوں مجھے کس لئے میری کفن کو کوئی گریباں مینا رہا ہے
 منہ چوم لے بتوں کا یہ بھولے میں کس قدر ہر کام پر ہماری خدا کی سنوار ہے
 نازک سے پردہ کو محلِ سبلی کے کچھ نہیں یقیس کا غبار بڑا پرودہ دار ہے
 خالی نہیں ہر لطفِ سخن کی راہی وہ چار بھول میں ہی شمع مزار ہے
 پیلی تھی کچھ کہ چین سے گزرتی شب بدمی دن ڈھل چکا ہو شکر کا بتا رہا ہے
 دو چار دل میں داغ اگر ہیں ہوا کریں کیوں سیر کو وہ آئین کی لالہ دار ہے
 کہتے ہیں جان پر گئی آفت میں قتلِ مل جل کے رکھ دیا مجھے اچھا یہ پیار ہے
 میں گیا ہوں آئیں گی دن آتے اندھیاں آنا مر قفس سے نشیمن کو بار رہا ہے

نادان ہو یا صن کو تم جانتے نہیں

وہ پنختہ کار عشق بڑا پنختہ کار ہے

وہاں میکشی مے پرستی رہی یہاں عمر بھر فاقہ مستی رہی
 کھیلے کب ہے ظرف نے رات کو مری روح ساقی ترستی رہی
 حسیں دل کو تاراج کرتے رہے ہمیشہ اُجڑتی یہ بستی رہی
 بچی نے بہت فصل گل میں گراں جو سچ پوچھو پھر بھی یہ بستی رہی
 کہاں قفس طاؤس مینا رہا کہاں لے گمنا تو بستی رہی

رہا جن اب کہاں وہ جوانی کا عالم
گلے سے لگاتے جوانی جو ملتی

| | |
|---|---------------------------------------|
| بجلی نظر سے گر گئی اس دل کے سامنے | ترپے گا کیا کوئی ترے پہل کے سامنے |
| کل دل کے پھول کھلے دیکھیں دل کی سائے | اس دل کو رکھ دیں دُعا دل کے سامنے |
| چلتی نہیں کچھ آرزوے دل کے سامنے | مشکل کوئی نہیں مری مشکل کے سامنے |
| دل جائے تو بہت ہے مری جان بہرِ صل | وہ رات جو گھنٹی ہو ترے تل کے سامنے |
| لیلیٰ پکاری جائے سے باہر ہوا جو قیس | یہ بے جا بیاں مرے محل کے سامنے |
| آگے قدم بڑھائیں تو منزل کو ہو گریز | ہم پاؤں توڑی بیٹھے ہیں منزل کے سامنے |
| ہنگامہ خیرِ حشر کی اندر سے دُصوم و دھام | دیکھا تو کچھ نہ تھا ترے محفل کے سامنے |
| کیا خاک اب بے گی جہن میں صبا کی بات | غنی کے منہ کی اور عناد دل کے سامنے |
| اس سیدھی سادھی تیج کو دیکھیے کوئی ذرا | بل لاکھ لاکھ کرتی ہو قاتل کے سامنے |
| منزل رسیدہ قافلے والو مدد کرو | پس ماندہ لوٹے جاتے ہیں منزل کے سامنے |
| کیا نہ چڑھے گا آپ کے وہ شکل تو بنائے | آجایے ذرا مسہ کا مل کے سامنے |
| دیکھا جو اپنے عکس کو حیران رہ گئے | آئینہ بن گئے وہ مقابل کے سامنے |
| لیل و نہار سے نہ پیدا وسیہ سے کام | یکساں ہے رنگ دیدہ و غافل کے سامنے |
| دیوانگانِ عشق کا اندر سے ادب | کیا کیا جھکے ہیں حق و سلاں کے سامنے |

واعظا دکھار رہا ہے کسے تو بھی سبز باغ

ذکرِ جنابِ ریاض سے عاقل کے سامنے

ناپائیدار زندگی مستعار ہے ۔ آئے نہ آئے سائنس کا کیا اعتبار ہے

بادلوں میں جوئے بھری ہوئی جھٹک کے اُونچی دکان ہو جاتے
 شمع جی میسکہ وہ جنت ہے تم بھی جا کر جو ان ہو جاتے
 پاسباں تو رقیب بن جاتا ہم ترے پاسباں ہو جاتے
 ملتے کم عمرہ جیسے جو ریاض
 ہم ابھی تو جوان ہو جاتے

فتنے کا گزر اس بھری محفل میں نہیں ہے چلے نگہ ناز جگہ دل میں نہیں ہے
 دو دگال کا بوسہ تو ابھی ڈھونڈ نکالوں کیا میری شب وصل چھپی تل میں نہیں ہے
 پہنچیں کہ نہ پہنچیں یہ ہے تقدیر ہماری قسمت کی کچی جادہ منزل میں نہیں ہے
 کہا جا کے بنا قیس غبارِ رو لیلے جنبش بھی تو اب پردہ محل میں نہیں ہے
 تھی جان تے ہاتھ میں تو دیکھ تو قاتل مٹھتی میں وہ ہوگی تن بسمل میں نہیں ہے
 لپٹے ہوئے ہیں پاؤں سے اب جادہ صحرا مدت کو مرا پاؤں سلاسل میں نہیں ہے
 صیاد ترے خوف سے یہ زرد ہوئے ہیں اب خون کی اکت جھینٹ سلاسل میں نہیں ہے
 میں کے جیاموں کہیں پھر جان نہ جائے محشر میں تو شجر کعب قاتل میں نہیں ہے
 کیوں تجھے چھپاؤں ترا اربانِ شریصل قربان تھے چور سے دل میں نہیں ہے
 یہ نزع کی مشکل کوئی مشکل ہے مری جاں سچ ہے مری مشکل کسی مشکل میں نہیں ہے
 وہ حُسن جو اندازِ نزاکت کو لئے ہو کچھ ہے مرنو میں مکمل میں نہیں ہے

کیوں تو نے ریاض اس بتِ ناداں کو سنایا

اللہ کا بھی خوف تھے دل میں نہیں ہے

شبِ غم کی سحر نہیں ہوتی ہو بھی تو میرے گھر نہیں ہوتی

پلا دی تھی ساتی نے کیسی بھلے کہ عشر میں بھی مجھ کو سستی رہی
 تری زلف پر لوگ مرتے رہے یہ ناگن یونہی سب کو ہستی رہی
 نہ کچھ دی سکے مے فروشوں کو بھی بہت ان دنوں تنگ سستی رہی
 قیامت میں بھی ان کے طرز خرام قیامت پر آوازے کستی رہی
 لحد پر آگاہی جو سبزہ کبھی گھٹا بن کے حسرت برستی رہی
 یہ پست و بلند جہاں ساتھی ہیں رہی یہ بھی جب تک یہ ہستی رہی
 گئے قبر میں دوش احباب پر لحد تک بندی و پستی رہی

وہ بولے تری آہ سوزاں لیاصل

ہمیشہ ترا منہ جھلستی رہی

غیرے بدگمان ہو جاتے میری سننے تو کان ہو جاتے
 مہربان آسمان ہو جاتے آپ اگر مہربان ہو جاتے
 میرے گھر میں ہان ہو جاتے دل میں تم آکے جان ہو جاتے
 جاتے ہم زار اُس گن میں اگر ذرے بھی آسمان ہو جاتے
 پیر فانی کو وقت بادہ کشی ہم نے دیکھا جوان ہو جاتے
 نام میرا جو بزم میں آتا میرے لاکھوں بیان ہو جاتے
 دل تو کہتا ہے لطف وصل یہ تھا جان من میری جان ہو جاتے
 کہتے تیری سی برگ گل، بلب یہ بھی تیری زبان ہو جاتے
 بوسے کیالے کوئی تصور میں کہ میں رخ پر نشان ہو جاتے
 ظلم ڈھانے جو آتے تربت پر فرش رہ آسمان ہو جاتے

مجھے یہ ڈر نہ پھولے پھلے بہا میں یہ
 غضب کا در و قیامت کا ہڑاڑ اس میں
 یہ دیر میں نہیں بکھتے ہیں خود بخود ناقوس
 تم اپنے بام سے فریاد کی اجازت دو
 کسی کے آنے کا اب انتظار کون کرے
 کہے کہے نہ کہے کوئی مجھ کو کیا اس سے
 وہ بولے حشر میں کھل کھیلنے کو کہتے ہیں
 نہ دستِ ناز میں لو تہیج اس نزا کہتے
 زبان میں بھی اتر ہے کسے بیاں میں بھی
 جو بوسہ وصل میں مانگوں تو دیں سزا مجھ کو
 میں نانا تو انھی گیا آج بات تک اُن کے
 شراب میں کس تو بہ جو مانگوں بھولے سے
 کچھ اب کی باغ میں اس دھوم کی بہاڑے
 جو یہ کہا ہو مری آئی تجھ کو آجائے
 پیامِ موت کا ہے یاد اُنہیں کی کسی
 وہ بولے ابرو و مژگاں کو کیا ہو شہل
 اٹھاؤں عفو کی لذت بھی لطفِ عصیان بھی
 ستارے والے کو کچھ قدیر ہوسٹانے کی
 وہ میں ہوں آج زمانے کو ناز ہے جس پر
 جھکی ہوئی ہے بہت شلخ آشتیاں میری
 خدا کسی کو نہ سنوئے اُستیاں میری
 حرم میں گونج رہی ہے بتوازاں میری
 یہاں سے تو نہیں سنتا ہوا آسمان میری
 پکارتی ہے مجھے مرگِ ناگہاں میری
 نہیں سنیں سنیں آپ داستانِ میری
 ستارہ ہی میں مجھے آج شوخیاں میری
 تمہارے بس کی نہیں جانِ ناتواں میری
 نہیں نہ آپ مرے منہ سے استاں میری
 جوں بھلاؤں تو وہ کاٹ لیں باں میری
 یہ زار تھا کہ مجھے لے اُڑی فغاں میری
 توئے فردش کہے نذر ہے دکاں میری
 نہ باغباں کی سنوں میں نہ باغباں میری
 مجھے نصیب ہو منہ پاسبانِ میری
 کچھ آج او رہی کہتی ہیں ہچکیاں میری
 دھڑکی رہی ہو نہی ناکِ مرے کہاں میری
 مرے کریم یہ تقدیر ہے کہاں میری
 اُنہیں ستائے جو مانے یہ آسمان میری
 ریاضِ دھوم ہے جس کی وہ زبان میری

خلق سے گھونٹ بھر جہاں اُتری
 تو بہ پھر عمر بسر نہیں ہوتی
 ہوگی فریاد وہ عناد دل کی
 آہ تو بے اثر نہیں ہوتی
 رہ کے تیرے نفس میں اے صیاد
 ہوسِ بال و پر نہیں ہوتی
 وصل میں یہ بلا بھی ہوتی ہے
 رات پچھلے پہر نہیں ہوتی
 سر کو ٹکرا کے ہم نے دیکھ لیا
 غم کی دیوار در نہیں ہوتی
 صبحِ فرقت ہو شام کیا ممکن
 میرے گھر دو پہر نہیں ہوتی
 آہ کا بیج و تاب دیکھو تو
 ایسی موجِ شرر نہیں ہوتی
 ہم نے دیکھا ہے ان جبینوں کو
 ہوتے ہیں بل کمر نہیں ہوتی
 بنتی ہے کہکشاں یہ وقتِ خرام
 رہ گزر رہ گزر نہیں ہوتی
 گل و بلبل صبا کو یکساں ہیں
 وہ ادھر یا اُدھر نہیں ہوتی
 موت جو بے بلائے آتی ہے
 وہ بھی ہم سے خبر نہیں ہوتی
 دن چڑھے تک حسین ہوتے ہیں
 ان کے گھر بھی سحر نہیں ہوتی

جائیں گے آستانِ سحرِ خلا پر

اے ریا صن اب بسر نہیں ہوتی

یہ کوئی بات ہو سنا نہ باعناں میری
 کہاں اثر میں وہ ڈوبی ہوئی نغاں میری
 جلی ہے آج سنا نے انھیں نغاں میری
 اے ضرور یہ کٹوے گی زباں میری
 رہی زبان کہ بجلی ہے پھر فغاں میری
 خدا کرے نہ نفس میں کھلے زباں میری
 وہ زلف کھول کے شرمائیں غیر کے گھر آج
 کچھ اس اداسے شبِ غم ہو یہاں میری

کام آیا گوشہ میدانِ حشر لے گئے بازی ہم اُس غماز سے
 ہم چھٹے لیکر قفس ہو کب چھٹے ہاں و پر جب لے گئے پرواز سے
 توڑ کر دل سنے آواز شکست یہ نہیں ملتی کسی آواز سے
 باتیں بڑھ بڑھ کر بنائی ہن بہت سحر کار آنکھیں لبِ اعجاز سے
 کہہ گئی پنہ دہن مینا کو آج حضرتِ واعظِ دینی آواز سے
 دل یہ جانے میں بھی کوئی چیز ہوں لیں ادا سے ناز سے انداز سے
 پاس تھا ناقوس بھی موقع نہ تھا دی اذان مٹھی ہوئی آواز سے
 طور سے پہلے بھی دیکھا ہی تھے کان میں کچھ آشنا آواز سے
 میں طلسمِ ہستی موحوم ہوں بے خبر انجام سے آواز سے

میشکوں میں رند حق ہیں میں ریا ض

آپ واقف ہیں خدا کے راز سے

قیامت ہے کس کی اٹھائی ہوئی یہ آفتِ ہر سب ان کی لائی ہوئی
 اکیلی بحد میں ہے آئی ہوئی قیامت بھی ہے کھیل کھائی ہوئی
 اڑائیں گے وہ خاک میری لیے بڑی وقت اُن سے صفائی ہوئی
 جو منہ دی لگانا نہیں جانتے یہ ہے آگ انہیں کی لگائی ہوئی
 تری بزم میں ہم بڑے کیوں بنے وہ کیا ایسی ہم سے بُرائی ہوئی
 یہ کاہے کو آتی مری قبر میں قیامت ہو اُن کی ستائی ہوئی
 نہ کام آئے نالے نزل کی ٹرپ کسی کی نہ ان تک رسائی ہوئی
 ہوا کیا پڑا آئینہ بیچ میں یہ تھا کون کس سے لڑائی ہوئی

کوچہ یار میں جاؤں گے یہ ہم سے پہلے
 جو نکلے ہیں حشر میں ہم اہل حرم سے پہلے
 کام لیتے وہ کرم سے تو ستم ہو جاتا
 بزم آرائیوں کے کس نے سلیقے سکھائے
 جس کی بزم میں دورے دینا دیکھا
 پھیر لی آنکھ یہ سننے ہی بت کا کرنے
 منہ دکھائے ہیں دنیا کی مرست اب کیا
 محفل ہے میں میں اہل کے فرشتے بھی شریک
 ہوتی ہے حشر میں بھی لذت غفلت محسوس
 بوجہ ہم دل کا اٹھائیں گے یہ کہتی تھی نگاہ
 سیکدے سے جو گیا میں تو سو دیر گیا
 ہم نے آنکھوں میں لیا اور جگہ دی دل میں
 سیری تو بہنے خرابات بنایا اُس کو
 صدقے شوخی کے فیرتا ہوں دم وعدہ وصل
 اُٹھتے ہیں نقش قدم کج قدم سے پہلے
 شیخ فردوس میں کیا جائے گا ہم سے پہلے
 خیر گزری کہ پڑا کام ستم سے پہلے
 ہم سے گزرتے ہیں بہت خورجیم سے پہلے
 ہم یہ مست جھکے ابر کرم سے پہلے
 ہم تھے مانوس غزالانِ حرم سے پہلے
 کیوں ملے کھول کھول ہم تھے غم سے پہلے
 یہ تکلف تو نہ تھے بزم میں ہم سے پہلے
 ہم عجب خواب میں تھے خوابِ عیم سے پہلے
 تیری انداز تھے کچھ اور ستم سے پہلے
 اب کی جاؤں تو طوں اہل حرم سے پہلے
 کوئی ہم سا نہ ملا غم کو بھی ہم سے پہلے
 سیکدہ باغِ جنات تھا مکر دم سے پہلے
 لب پر آجائے تبسم تبسم سے پہلے

تج سر پہ لئے میخانہ نہ یاصل آتے ہیں

کوئی کہہ آئے ذرا اہل حرم سے پہلے

ہو عیاں جب سوزِ دل آواز سے
 شرم ٹپکے پھر نگاہِ ناز سے
 کام لیں کیا پردہائے ساز سے
 ایک بوسہ پھر اسی انداز سے
 کیا بنے ہیں کیا بنایا ہوا نہیں
 ہے خدا واقف بتوں کے راز سے

اُترتے ہیں نئے مضمون جو آسماں کی ریاض

تلاش ہوتی ہے ہم کو نئی زمینوں کی

ہجر کی شب کس قدر تیرہ مے اللہ ہے
 اے جنوں کم برگ گل سر مجکونگاہ ہے
 توبہ توبہ بادہ نوشہ و زو میخانہ کہاں
 غم نہیں تیری درازی کا مجھے ای روز ہجر
 چو میں گئے ہم سنگ بسود چھوڑ کر دئے بتاں
 کعبے جاتے میکدہ تک پہنچنا چاہئے
 خون تیری ساتھ تیری آرزو میں بھی ہوئیں
 مست اپنے حال میں ہر ایک آتا ہے نظر
 ہو کا عالم بولتی ہے پتی پتی دشت کی
 کوئی دیکھے اُس کی جنبش سر کی گردش و عطا
 طور پر ہم دیکھ آئے خاک اُٹاتی ہے ہاں
 جیسے جی کم بخت کے دھندوں کو چھٹکا نہیں
 سن ہا ہو کس طرح واعظ مرے زندان شعر
 بے صداؤ کا غلش میری لئے کیا اے جنوں
 جانے والی عرش کی پہنچی زبان کے باہم تک
 اس کو یہ سمجھا دیا اس کی نزاکت نے کہیں
 مثل ایمان دل میں رکھا ہر بت کا فر تجھے
 راہ دل بھولی ہوئی یاد بت گمراہ ہے
 زور بازو ہوا اگر تو کوہ مثل کاہ ہے
 معتکف سجد میں کوئی پیر حسن اکاہ ہے
 ہوں چراغ صبح میری عمر تو کوتاہ ہے
 عقل پتھر ٹپریاں ب عزم بیت اللہ ہے
 پھر وہاں سے تو خدا کے گھر کی سیڑھی اہ ہے
 اے دل مرحوم تیرا حادثہ جانکا ہ ہے
 میکدہ میں جا کے دیکھو جو گدا ہر شاہ ہے
 رات تیرا ایک میں یوں یا میرا اللہ ہے
 طرہ دستار اعظا بھی دُوم رو باہ ہے
 کوئی برق حسن کی اب اور جولا نگاہ ہے
 کوئی ہو دنیا کا جھگڑا جان کے ہمراہ ہے
 مجکو دل میں کوستا ہوا دل ب پڑا ہے
 کوئی نازک سی رگ گل ہی کہ غار اہ ہے
 آخر ایسی کیا گئی گزری ہماری راہ ہے
 آرزوے وصل جس کو ہو ترابد خواہ ہے
 تو نہیں آگاہ ہے میرا خدا آگاہ ہے

ہنسی میں اڑاتے وہ کیا میری بات کہو دب گئی لب تک آئی ہوئی
 نہ کہنا عدد سے کوئی دل کی بات جہاں منہ سے نکلی پرانی ہوئی
 عدد کو دو دم ذبح وہ لائے ساتھ اُسے آگئی میری آئی ہوئی
 دکھاؤ نگہ کی جو تم شوخیاں پھرے برق بھی تلملائی ہوئی
 نہیں آتش طور دل کی لگی بجھے گی نہ اُن کی لگائی ہوئی
 خدا اپنے بندوں کی سہتا اگر تو سنستے بتوں کی خدائی ہوئی
 مری قبر پر آکے میکش پیس لکھا حرقوں کی ہے چھائی ہوئی
 یہی تو مری جان کا ہے عدد سب آفت ہوا دل کی لائی ہوئی

اڑاؤ ریاض اٹھ کے بوتل کے کاگ

لکھا کب سے ہے آج چھائی ہوئی

گلوں کے پڑے میں شکلیں میں جھینوں کی یہ ڈالیاں میں کہیں ڈولیاں حسینوں کی
 یہ آستینیں نہیں میں چنی ہوئی ظالم بلائیں لی ہیں نگاہوں سے آستینوں کی
 کسی کے جلو سے عرش چھپ نہیں سکتے کہ دوسروں میں نگاہیں بلند مینوں کی
 پس فنا بھی نہ خالی رہیں یہ قصر رنج نہ ہوں کمین تو قبریں رہیں کمینوں کی
 کس انتہا کی نزاکت ہو میری شعروں میں نظر لگے نہ کہیں ان کو نکتہ چینیوں کی
 جو نیند آئے تو یوں آئے موت آئی تو یوں ہمارے سامنے شکلیں ہوں مرجہینوں کی
 ہم اپنے ملک سخن کو وسیع کرتے ہیں ہمیں تلاش ہے ہر دم نئی زمینوں کی
 اکھنیں غرض کی باتیں کھڑی کھڑی پس نہیں گئے میٹھ کے وہ اپنے ہم نشینوں کی
 کہاں وہ چاندنی راتیں وہ چاند کو ٹکڑے نہ اب وہ ہم ہیں شکلیں میں مرجہینوں کی

واعظ تری بہشت کا ہم جانتے ہیں حال
 جو بد مزاج دے نہ تسلیٰ مریض کو
 کانٹوں کے بدلے پھول چنے کس نے اے جنوں
 کافر ترے سوا جو کسی کی ہو آرزو
 اس ضعف میں چال ہے ملتی نہیں اُسے
 اللہ سے غلوں کہ منزل ابھی ہے دور
 دہتی ہے یہ ضرور جو خود بیٹھتی ہے وہ
 پوشیدہ دل میں ہر کسی پر دہ نشیں کا عشق
 تجھ میں پڑی ہر جان ہماری پڑی بھی رہ
 لائی کچھ ان کے واسطے کچھ اپنے واسطے
 سبھی سب سے بھی بچا آج بال بال
 دن دو پہر نہ آج ہو اندھیر تو سہی
 بل گیسوں سے بڑھ کے جس پر پڑی ہوئے
 کوئی یہ جانے آئے ہیں لڑا کر رقیب سے

دنیا کی کوئی بات نہیں جانتے ریاض

اک شخص میں ریاض بہت ہی غریب سے

اللہ دل وہ دے غلش افزا کہیں جسے
 اب زلفوں والے گیسوں والا کہیں جسے
 واقف ہیں وہ جو روز قیامت کے طول سے
 لے لیں گے سستے دامن کوئی دے جو دل ہی چیز
 اتنا تو ہو کہ خارِ متن کہیں جسے
 آئینے میں وہی ہے کہ تجسا کہیں جسے
 وعدہ کیا ہے وعدہ فردا کہیں جسے
 یہ جس وہ ہی مفت کا سودا کہیں جسے

آسماں سے وہ اگر آتی ہے تو یہ بام سے
 شعلہ اس کا ڈال دے گا آسماں تک لکیر
 ہم یہ کاروں کا بھی لے شیخ بن جا رہنا
 خیر گزری دل پھر ایہ کہہ کے کوڑ زلف سے
 کی جو سربانی تو پیوندِ زیریں ہو جائے گا
 نورافشاں ذرہ خاکِ قدم میں رات دن
 میں بہت نزدیک ہوں گو ہوں دورِ دولت کا
 سوئے امن ہاتھ ادب کے میں بڑھا سکتا نہیں
 نہر بانِ حق کا زائیں ہر حینہ کارہ ہوں میں
 عشق کیا ہی عشق بھی اک آفتِ نگاہ ہے
 بھلیاں لیں گی بلائیں یہ ہماری آہ ہے
 بہت ہی ہے عجبے کے بتلاؤ کتنی تنہا ہے
 کالے کوسوں منزل مقصود تیرا راہ ہے
 اے فلک یہ بارگاہِ ساجدِ ذیجاکہ ہے
 نقشِ پاہر امیک دن کو مہر شب کو ماہ ہے
 کوئی کہہ دے کون مجھ سا بندہ درگاہ ہے
 دامنِ دولت تو ہے قسمت مری کوتاہ ہے
 کام میرا کچھ نہیں ہی مفت کی تنخواہ ہے

دستِ امانِ دولت مجھے کہتی ہے ریاض

میں تو سب کچھ ہوں مگر قسمت تری کوتاہ ہے

پردہ کس امر کا ہواب اس بد نصیب سے
 دیکھے جو دل کے داغ تو بونے رقیب سے
 چہلین میں مجھ غریب چھوڑیں رقیب سے
 اس مرتبہ جنوں میں یہی شغل رہا
 تم ہو کلیم دیکھنے والوں میں دور کے
 اچھے ہیں اک جہان کو اس کے مرضِ عشق
 کم بہت کی زبان ہو نکلی ہے کوئی بات
 کہئے تو بات رات کی کہہ دوں رقیب سے
 ملتے ہیں ایسے چاند کے ٹکڑے نصیب سے
 پڑتا ہے کام دیکھے کس خوش نصیب سے
 دے دے کے پھول داغ لئے عنبر سے
 لوٹے ہیں ہم نے یار کے جلوِ قریب سے
 ان کو دوا سے کام نہ مطلبِ طیب سے
 کلیاں میں منہ پھلائی ہوئے عنبر سے

وہ درویش چمک کہ بنے بڑھ کے برق طر
دل میں داغ چشم تماشا کہیں جسے
جی چاہتا ہی آنکھوں میں اپنے لئے پھر دل
شکر اودہ دل کا دامن صحر کہیں جسے
ہر اشکِ غم کو جلنے کے لئے بجائی خود
دل کی ہے موج دامن دریا کہیں جسے
گلزار میں وہ پھول ہی جس کا ہر نام مے
زاہد وہ سبز باغ ہے مینا کہیں جسے

اہلِ حرم میں جا کے بنا آج شیخِ وقت

کافرِ ریاضِ پیرِ کلیہ کہیں جسے

میں اٹھار کھوں نہ کچھ ان کے لئے
یہ حسیں مل جائیں دودن کے لئے
وعدہ فردا کے سچے مل گئے
اب اٹھار کھوں میں کس دن کے لئے
کل کے وعدہ پر نہ دے وہ میفروش
جس نے توڑی ہم سے گن گن کے لئے
قورباغِ سحر کا وصل میں
یہ بھیج دیتا ہوں موذن کے لئے
یہ نہ کہنے کو ہو بے گنتی دیئے
میں نے بوسے ان کے گن گن کے لئے
منہ جھلنے کو خزاں کا عندیہ
آشیاں میں بیٹھے ہیں تنہا کے لئے
میکش و اعظام سے سر ہو گیا
کوئی تدبیر اس پر جسے جن کے لئے

یہ ریاضِ ان کے بہت تھے منہ لگے

اُٹھ رہا کب آج کچھ دن کے لئے

کیوں جو انی آئی دودن کے لئے
دن گئے جاتے تھے اس کیلئے
حرصِ مے مجھ کو نہیں لے میفروش
ایک غم کافی ہے دودن کیلئے
یہ بھلے سب سے ہمارے واسطے
ہم بُرے کن کے لئے اُن کیلئے

حاصل اگر ہوئی بھی تو حاصل نہیں ہے کچھ
کہیے تو پھینک آئیں اسے کوئے غیر میں
مٹوالے پن کا ہلے یہ عالم شباب میں
وہ درد کی چمک ہو کہیں جس کو برق طور
رندان نے پرست کا طاعت کدہ ہے اور
اتنی تو ہو بیان میں داعظ شگفتگی
بے اعتبار چیز ہے دنیا کہیں جسے
یہ دل وہ ہے کہ راہ کا کٹا کہیں جسے
اے مست نازش مصہبا کہیں جسے
دل کا ہے داغ دیدہ موسیٰ کہیں جسے
کب جسے کہیں نہ کلیب کہیں جسے
ہم رنڈ سن کے قلقل مینا کہیں جسے

میرے سوا زلنے میں کوئی نہیں ریاض

اہل کمال شاعر یکتا کہیں جسے

بھٹکا ہوا خیال ہے عقیقی کہیں جسے
وہ موج آب اشک ہو دریا کہیں جسے
ظالم کی آرزو نے جگہ لی ہو اس طرح
دیکھے شب فراق میں کوئی تو ہم دکھائیں
ساقی وہ صبح اٹھے ترے پر نور جام سے
رہتا نہیں ہی ہوش جب آتی ہے فصل گل
ان آرسی کے دیکھنے والوں کو کیا پرکھ
کیا آئے ہم جو آئے بھی ترے حشر میں
اے شیخ ترے سر کے سوا دوسرا نہیں
اٹھ جائے وہ بھی آنکھ می آنکھوں کے دیکھتے
دل ہے وہ مجھ غریب کا یا عندلیب کا
بھولا ہوا سا خواہے دنیا کہیں جسے
گوشہ ہے دل کا دامن صحرا کہیں جسے
دل میں چھبھا ہوا کوئی کٹا کہیں جسے
دل کا وہ داغ چاند کا ٹکڑا کہیں جسے
سب طور والے برق ستی کہیں جسے
یہ بھی ہے کوئی شوق کہ سودا کہیں جسے
اچھا ہوا وہ حسین ہم اچھا کہیں جسے
یوں اڑ کے خاک آئی ہوگا کہیں جسے
ایسا سب کو کہ رندا چھوٹا کہیں جسے
اے پرے والو آنکھ کا پڑا کہیں جسے
کانٹوں میں پھول پھولوں میں کٹا کہیں جسے

دن تو ہے دنیا کے دھند کے لئے
 جو نہ چھوٹے ہاتھ سے دامن وہ ہو
 گدگداتا ہو جنہیں جن کا شباب
 باغباں مجھ آستیاں برباد کو
 دل دیا میں نے تو مجھ بھلا کر کہا
 بام پر کوئی ہے کوئی عرش پر
 نزاع میں سب مشکلیں آسان ہیں
 تیس روزوں کا ہے حاصل صبحِ عید
 جھوٹے سچے جب کریں اقرارِ وصل
 چل گیا مسکی ہوئی محرم سے کام
 وہ بھی نازک اور نازک وقت بھی
 کیا ہو صبحِ وصل دیکھا چاہئے
 شام ہوتے جام و مینا چاہئے
 جو نہ ٹوٹے وہ سہارا چاہئے
 ایسے معشوقوں کو چھیڑا چاہئے
 پاؤں دھرنے کا ٹھکانا چاہئے
 دل نہیں تیرا کلیجہ چاہئے
 سامنا کس کو ہو دیکھا چاہئے
 خلق سے دو گھونٹ اُترنا چاہئے
 آج تو پینا پلانا چاہئے
 منہ بتوں کا چوم لینا چاہئے
 لے نگاہِ شوق اب کیا چاہئے
 کیا ہو صبحِ وصل دیکھا چاہئے

دل کے بدلے میرے پہلوں پر یا صل

اک حسیں اچھے سے اچھا چاہئے

جو اپنے گھر کو آیا تو یہ رنگ حیا کیوں ہے
 وفا کی ضد تجھے اور دشمن اہلِ وفا کیوں ہے
 حنا اس نے لگانی تھی کہ تم نے پاؤں میں لپٹے
 وہ آتا ہے تو اس کو پاس یا آنے نہیں دیتی
 جو اپنے دردِ دل کی وجہ کچھ پوچھی تو وہ بولے
 میں کہتا ہوں کسی کا کیا گلا شکوہ ہی قسمت کا
 تری صدقے یہ شرمائی ہوئی تیری ادا کیوں ہے
 مزا ملتا ہی کیا اس میں یا نڈاز جفا کیوں ہے
 مرد کو چپے میں آتشِ نیر یا ہر نقشِ پا کیوں ہے
 اثر سے آج کچھ روٹھی ہوئی میری عا کیوں ہے
 مری جانے بلا کیا ہو مری جانے بلا کیوں ہے
 وہ کہتے ہیں کہ ہوتے مقدر کا گلا کیوں ہے

چھیڑ میری دیکھنا وقت ازاں کان چپکے سے مڑن کیلئے
 تو بتا دے تیرے ہونٹوں کے نثار بوسے کیوں کر تیرے گن گن کیلئے
 ہے فرشتوں کی برابر عمر و رور کیا تنہا ایسی کہن کیلئے
 دیدہ و دل پھوٹ کر رہتے ہیں کیوں جھینکتے تھے ہم اسی دن کیلئے
 ہم نے اپنے اشیاء کے واسطے جو چھبے دل میں وہی تنکے لئے

تم جوانی کے مزے لوٹ رہی تھیں
 عیب بھی زیبا ہے اس سن کیلئے

دل میں چھبے جائے وہ کاشا چاہئے دل میں بس جائے و صحر چاہئے
 اس کی رحمت کا سہارا چاہئے یہ سہارا ہو تو پھر کیا چاہئے
 تیرے صدقے کیا کہا کیا چاہئے اک حسیں پہلو میں سجا چاہئے
 آدمی قسمت کا اچھا چاہئے قسمت اچھی ہو تو پھر کیا چاہئے
 لے کے دل محرم میں رکھا پھر کہا ایسے نامحرم سے پروا چاہئے
 ہے لباسِ پارسائی پردہ پوش زیرِ دامن جامِ صہبا چاہئے
 حُسن پر حُسنِ تبسم جانِ حُسن جب ہنسیں منہ چوم لینا چاہئے
 بھولی بھولی ہے بہت تصویر یار کیجئے پیار اس کو جتنا چاہئے
 چھیڑنا کافر بتوں کا ہے ثواب جب ملیں ان کو ستانا چاہئے
 جوشِ وحشت کا ٹھکانا اب نہیں ساتھ میرے ایک صحر چاہئے
 تھی جوانی عیشِ دنیا کے لئے ہے بڑھا پاؤں فکرِ عقبی چاہئے
 گیسوؤں والو گرو سے کچھ تو دو لے کے دل بوسہ تو دینا چاہئے

یہ ایک لطف لاکھ ستم کا جواب ہے محشر میں منس کے کہہ گئے کچھ داد خواہ سے
 اختر کو اپنی آنکھ کا تارا بنائیں گے امید ہے یہ داغ فلک بارگاہ سے
 یہ ہاتھ بڑھ کے ڈالتی ہے سوتے جاگتے مرزا گان بڑھی ہوئی ہے تنہا ہی نگاہ سے

دبنا پڑا ریاض ہیں اس زمین میں
 گھٹ کر رہے جلیل من دستگاہ سے

ہاتھوں کا آج کام لیا ہے نگاہ سے آنکھوں میں رکھ کے لائے انھیں جلوہ گاہ سے
 پھرتے ہیں کیسے حشر میں وہ ہنستے کھیلنے کچھ داد گرتے کام نہ کچھ داد خواہ سے
 دل سے گئی زلزلت عصیاں تمام عمر کیا کچھ کیا مگر نہ بھرا جی گناہ سے
 رکھا ہے ہم نے آنکھوں میں دل کو تمام عمر دیکھے کوئی حسین نہ تر بھی نگاہ سے
 کیوں جائیں کیوں سنیں ترے رباں کی گایاں در گزے ایسے وضع سے ایسے نباہ سے
 دامن اٹھائے صبح قیامت ہے ساتھ ساتھ آئے ہیں جلوہ گاہ میں وہ خواب گاہ سے
 تم کو کبھی نہ چین سے سونا ہوا نصیب دشمن کے گھر بھی نینداڑی میری آہ سے
 بے موت کی یہ موت ہے اللہ کی پناہ پہنا پڑا شباب میں ہم کو گناہ سے
 ان کی گلی میں چل نہ سکی کچھ بھی حشر کی فتنے ہمیشہ دب کے رہے گردِ راہ سے
 باتیں وہ بتائیں شباب کی اب یکدہاں مسجد میں آ رہے جو اٹھے خانقاہ سے

شاید تر یا ض ہیں جو عصا ٹیکتے ہوئے

آئے ہیں میکدے میں ابھی خانقاہ سے

ہاتھ ٹوٹیں جو انہیں ہاتھ لگائے کوئی وہ ستائیں مگر ان کو نہ ستائے کوئی

کہیں ماتم میں وہ تھی کسی نے ہاتھ چومے تھے
 مے دل کی تڑپنے کیا قیامت مٹھائی خوشی
 بتانِ شوق کے ہاتھوں سے اس کا کام چلتا ہے
 جلاواں کہیں تیرا کہ منہ جھلسا کہیں اس نے
 گھٹے شکوے ہوا کرتے میں رسم و راہ ہونے پر
 دلِ ناداں تجھے آتا نہیں باتیں بنانا بھی
 ہٹا کر منہ سے اپنجل جن کے بوسے روز لیتے تھے
 یہ تیرا رنگ میں اتنی ادا ہی اے مٹا کیوں ہے
 الہی مضطربان کی نگاہِ فتنہ زاکیوں ہے
 سلامت دستِ پان کے حبابے کھٹا کیوں ہے
 تجھے شمعِ لحد سے لاگ اے باو صبا کیوں ہے
 تعلق ہی نہیں ان سے تو پھر ان کا گلا کیوں ہے
 بھلائی کر کے میری تو حسینوں سے برا کیوں ہے
 کفنِ منہ سے ہٹا کر پوچھتے ہیں تو خفا کیوں ہے

وہ کہتے ہیں لبِ گل رنگ تو نے کس کے چوسے ہیں

ریاضِ اشعار رنگیں میں تے اتنا مڑا کیوں ہے

کس کی نگاہ لڑگئی کس کی نگاہ سے
 ہم مل گئے جو خاک میں نہی نگاہ سے
 آگاہ تھے دل سے زدہ دل کی آہ سے
 یہ میکہ کے کی بھیڑیہ انوہ یہ ہجوم
 قسمت کے پہنچ مٹ نہیں سکتے کسی طرح
 ساتھ ان کے لاکھوں فتنہ خوابیدہ ہو لئے
 آئی تھی کس غور سے تیری گلی میں وہ
 ہٹتے ہو تم نہ آگے سے ہٹتا ہے آئینہ
 یوں دل دکھایا ہے میں ملا کر وہ خاک میں
 تو بے شکن یہ کون ہوا خم سے ہم کنار
 طوفانِ بکلیوں کا اٹھا جلوہ گاہ سے
 فتنے بھی اٹھے پاؤں پھریاں کی راہ سے
 اک شے پڑی ہوئی تھی اٹھا لائے راہ سے
 ہم تو نکل کے کھوئے گئے خانقاہ سے
 یہ بل نکل کے آئی ہیں زلفِ سیاہ سے
 اک حشر اٹھا جب اٹھ کے چلے خواہ گاہ سے
 کیا کیا قیامت آج دبی گردِ راہ سے
 کس پر بنی ہے آج کیس کی نگاہ سے
 ٹھکرا رہے ہیں قبر کو پائے نگاہ سے
 کیا کیا ملی ہے ٹوٹ کے تو بے گناہ سے

پس تو میرا وہ سا غراٹھا نا
 وہ نارصح کا کہنا یہ کیا ہو رہا ہے
 نہیں ظلم میں تجھے گردل کو نسبت
 بہت نام او سچا ترا ہو رہا ہے
 یہ گھر کر رہی ہے کوئی چاندنی شکل
 کہ داغ کہن پھر نیا ہو رہا ہے
 نہ سونے دیا چین کی کس فی نہیں نے
 میں صدقہ یہ میرا گلا ہو رہا ہے
 جواں ہو کے تم کیا بنے بن گئی ہو
 ارے ایک زمانہ نیا ہو رہا ہے
 وہ سوتے ہیں چوری چھپے ہاتھ لکھنا
 وہ کہنا کسی کا یہ کیا ہو رہا ہے
 اثر کام آئے ترے عہد میں کیا
 وہ خود عاشقوں کی نما ہو رہا ہے
 یہ زاہد بتوں کے ستارے ہو گئیں
 کہ جب دیکھو ذکر خدا ہو رہا ہے
 ستایا ہے میں نے حسینوں کو کیا کیا
 جہاں جاؤ میرا گلا ہو رہا ہے

ریاض آگئی موج کیا فصل گل میں

یہ چوری چھپے آج کیا ہو رہا ہے

سچ اس شوخ سے دل میری کی کیا ہنسنے دے
 ضد ہی محشر میں رہ درسمد فنا ہنسنے دے
 ساتھ شوخی کے کچھ آنکھوں میں حیا ہنسنے دے
 یہ بھی اک چنر ہے او فتنہ او اہنسنے دے
 عرش پر پاؤں تو پھیلائے بہت ہرق نے
 اے اثر چین سو جب شجکودعا رہنے دے
 کچھ بھی آیا نہ تجھے خاک اڑانے کے سوا
 منہ نہ کھلو امراے باد صبا رہنے دے
 سیر دکھلائے گا یہ فتنہ رفتار کے ساتھ
 دامن ناز سے دل کو بھی لگا رہنے دے
 غم نے لے کے نہ اڑ جائیگا لے پریناں
 ابر رحمت جو جھکا ہی تو جھکا رہنے دے
 حشر کے روز جفا پر یہی کام آئے گی
 رہنی آنکھوں میں مروت بھی فرما رہنے دے
 مجبورانِ مٹائی کوئی میرے دل کو
 ان کو یہ ہٹ کہ خفا ہی تو خفا رہنے دے

واعظ انگوڑ میں ہی زنت عنب رو بہ نقاب
 آنکھیں پھوٹیں جو ادھر تاک لگائے کوئی
 کس نے لب چوڑی ہونٹوں کی کیا کہتی ہے
 بات بگڑی ہوئی ہم سے نہ بنائے کوئی
 بیکیسی کہتی ہے یہ دیکھ کے تربت کا چراغ
 آپ بٹھ جائے گا اس کو نہ بٹھائے کوئی
 غیر کے ساتھ ہے آپ کے درباں کا سلوک
 میں نہیں وہ کہ مجھے آنکھ دکھائے کوئی
 گھونٹ شربت کے ہیں واعظ یہ میٹھی گھونٹ
 نشہ ہوتا ہی نہیں لاکھ پلائے کوئی
 ناز میں کوئی سائے نہ مری آنکھوں میں
 میری آنکھوں میں نہ اس طرح سائے کوئی
 ختم نئے لے کے الگ بیٹھ رہا ہوں سب سے
 ایک گوشہ میں جہاں آئے نہ جائے کوئی
 بن گئے برقی قسم شریر شمع تو کیا
 ہم سے روتے ہوؤں کو آگے ہٹائے کوئی
 کس کو دیکھا ہے بھٹکتے ہوئے انگوڑوں میں
 سائے تاک میں ہی تاک لگائے کوئی
 جیسے جی دل غ دئے تھوڑی کسی نے مجھ کو
 کیوں مری قبر پر اب پھول پڑھائے کوئی
 چین سے کوئی شب وصل یونہی سونے دے
 نہ جگائے انھیں کوئی نہ ستائے کوئی

تم کہاں لے کے چلے ہو دل پر داغ ریاض

اس کو گاہے یہ فضل نہ بنائے کوئی

حسینوں کا عالم نیا ہو رہا ہے
 کہ جس بت کو دیکھو خدا ہو رہا ہے
 نہ پوچھو دم حشر کیا ہو رہا ہے
 بتوں کی ہیں ٹپیلیں مزا ہو رہا ہے
 بیا بڑھ کے محشر میں امن تو بولے
 انھیں کیا ہوا ہے یہ کیا ہو رہا ہے
 کروں ترک الفت بھلا ہی میں
 زمانہ بہت ہی بُرا ہو رہا ہے
 یہ جن جوانی یہ عالم تمہارا
 ہر اک دل ہی دل میں اہور ہا ہے
 اثران کی محشر خرامی کا ہے یہ
 جدھر دیکھو فتنہ بپا ہو رہا ہے

دل ڈھونڈتی ہے نگہ کسی کی آئینے کی ہے نہ آرسی کی
 مالک مرے میں تے سیکشی کی لیکن یہ خط کبھی کبھی کی
 کیا شکل ہے وصل میں کسی کی تصویر میں اپنی بے بسی کی
 کھل جائے صبا کی پاک بازی بو پھوٹے جو باغ میں کلی کی
 کم بخت کبھی نہ خوش ہوا تو اے غم تری ہر طرح خوشی کی
 منہ ہم نے ہنسی ہنسی میں چو ما جو ہو گئی بات بھٹی ہنسی کی
 تانا سانا ہے میکہ سے میں پگڑی اچھلی ہے شیخ جی کی
 ہم کو جو دیا تو اور کا دل دل لے کے یہ اچھی دل لگی کی
 یوں بھی تو چلانے کا م اپنا دشمن سے بھی ہم نے دوستی کی
 پائے گئے جس میں دل کے افزا ہو گئی وہ خاک اسی گلی کی
 ایسی ہے کہ پی سکے گا و اعظا ہے تازہ کشید آج ہی کی
 نئے غلہ میں ہو گی صورتِ حور میخانے میں مشکل ہے پری کی
 گھر ہے نہ کہیں نشانِ لحد کا مٹی ہے خراب بے کسی کی
 سچ یہ ہے کہ زندگی ہو یا موت ہر چیز بُری ہے مفلسی کی
 اچھی ہے گرمک سے تلخ سے ملتی رہے روز و کھی پھیلکی

کچھ کچھ ہے ریاضِ متبرک کا رنگ

کچھ شان ہے ہم میں مصحفی کی

یاد گیسو میں کچھ اُبھن جو سوا اور ہوئی کیا شریکِ شبِ غم کوئی بلا اور ہوئی
 تو نے جھوٹی جوئے نابِ مجھ دی ملتی وہ یونہی تیز تھی اب ہوشِ با اور ہوئی

درِ میخانہ نہیں ہے یہ درِ کعبہ ہے ہر جگہ چھیر تو لے لغزش پا رہنے دے
 فتنوں پر ناز قیامت کو بہت ہلے شیخ اپنے قدموں کی ہیں تو بھی لگا رہنے دے
 سچ تو یہ ہے کہ مئے ہوش رہا ہے وہ چیز آگے یاروں میں تو دوا عطا بھی دوا رہنے دے
 پھول جب رونق دامن ہیں تو کیا کام لے میری مڑ بھائی ہوئے دل کو جدا رہنے دے
 سامنے داورِ محشر کے زباں کھلتی ہے پھر نہ کہنا گلہ جو رو جفا رہنے دے

میری افتاد بہت رحم کے قابل ہے ریاض

اپنے در پر کوئی مجھ کو بھی پڑا رہنے دے

پہلے کچھ اشیاء سے اٹھتا ہے پھر دھواں سماں سے اٹھتا ہے
 آبِ دانہ جہاں سے اٹھتا ہے آشیاں بوستاں سے اٹھتا ہے
 جو ترے آستان سے اٹھتا ہے جیسے جی وہ جہاں سے اٹھتا ہے
 سرِ تربت اٹھائیں لاکھ وہ حشر کوئی خواب گراں سے اٹھتا ہے
 گل کھلا اب نلے زمین چمن پاؤں میرا یہاں سے اٹھتا ہے
 پینے والا سنے صہو جی کا کہیں پہلے اذان سے اٹھتا ہے
 ختم نہ کیوں کر اہل پڑے واعظ جوش دل میں بیاں سے اٹھتا ہے
 نہ اٹھا حشر بھی یہیں کا ہوا کون کوئے بتاں سے اٹھتا ہے
 لے کے جائے گا کچھ یہاں سے شیخ نہیں مئے کی دکان سے اٹھتا ہے
 کوئی مرغِ قفس ہے گرم نوا شد اک آشیاں سے اٹھتا ہے

اٹھتی ہے اب جہاں سے متیر کی طرز

کہ ریاض اب یہاں سے اٹھتا ہے

ریاض روح امیر و اسیر خوش ہوگی

جو لکھنؤ سے کبھی رام پور ہم آئے

| | |
|---------------------------------------|-------------------------------------|
| ہمارے دل میں کوئی آرزو نہیں باقی | ہمارے چہرے میں اب رنگ بونہیں باقی |
| بہت کبھی دلِ ناداں عدو نہیں باقی | مرا عدو مرے پہلو میں تو نہیں باقی |
| تہوارے تیر کی اب آرزو نہیں باقی | ہو ابے پیپ کلیجا لہو نہیں باقی |
| یہ میکہ ہے کہ مسجد یہ آب ہے کہ شراب | کوئی بھی ظرف برائے وضو نہیں باقی |
| وہرا ہے کیا مرے گھر میں کہ تختے کا | پُر از شراب وہ جامِ دُش بونہیں باقی |
| وہ رہ کے غیر کی صحبت میں ہو گونچا اور | وہ بات بچلی سی اگلی سی غو نہیں باقی |
| تھکا پڑا ہوں تو داماندگی یہ کہتی ہے | انہیں کسی کی بھی اب جستجو نہیں باقی |
| جوئے کی بوند نہ نکلی تو پڑ گیا پانی | بحال خویشِ سبواب سُبُو نہیں باقی |
| ہماری آپ کی بات اُٹھ رہی ہر محشر پر | ہماری آپ کی کچھ گفتگو نہیں باقی |
| جو نکلے خار تو دامن سے سویاں اُلجھیں | جگہ ذرا سی کہیں بے فو نہیں باقی |
| بڑھی ہے بات قیامت میں جھوٹے وعدے پر | وہ منفعل ہے تو کچھ گفتگو نہیں باقی |
| یہ محنت ہی عبت گھر کو سونگھتا پھرتا | کہ بوند بھر بھی نئے مشک بونہیں باقی |
| ہو ابے آئینے کے ساتھ عکس کو سکتا | کسی میں جان ترے روبرو نہیں باقی |
| بہیں شراب کے دریا تو ہم کو لطف نہیں | کہ سبزہ کچھ بھی لبِ آب جو نہیں باقی |
| بڑھی ہو پاک نہادی یہ بادہ نوشوں کی | کہ اب نماز میں تیر وضو نہیں باقی |
| ہماری آنکھ میں تاریک بزمِ عالم ہے | جو زیب بزم تھے وہ شمعِ رو نہیں باقی |
| ریاضِ موت کو کیوں موت آئی جاتی ہے | ہیں تو موت کی بھی آرزو نہیں باقی |

اے اسیرانِ نقشبُتِ گنگی گلزار میں خاک
ہاتھ ٹوٹیں مرے کیوں ہاتھ لگایا میں نے
پھر گئی چاندی صورت جو مری آنکھوں میں
دام سے چھوٹتے ہی بادِ مخالف نے لیا
بور لینے سے وہ بگڑے تو بلائیں لے لیں
بھولے بیٹھے تھے مجھے یاد مری کیوں آئی
آہ بلبلِ چنستاں میں یو نہی تھی بدنام
دلِ پرداغ نے کچھ درہم دوینار دیئے
لڑکے فتنہ عشر سے ترے نقشِ قدم
چارہی روز میں گلشن کی ہوا اور ہوئی
سخت اب تو گردِ بندِ قبا اور ہوئی
گھر کے گہری شبِ جہاں میں گھٹا اور ہوئی
جس قدر تیز آڑ سے تیز ہوا اور ہوئی
ایک تو ہو ہی چکی تھی یہ خطا اور ہوئی
شاید ایجاد کوئی طرزِ جفا اور ہوئی
صحبتِ گل میں شریک کھبا اور ہوئی
گرم مٹھی تری اے زلفِ رسا اور ہوئی
اک قیامت تری کوچے میں بپا اور ہوئی

ایک جھونکے نے اُلٹ دی طربانگہِ برباط

اے ریاضِ آج سے دنیا کی ہوا اور ہوئی

چڑھی تھی ہم کو بھی نشہ میں چور ہم آئے
عدو تھا آپ تھے وہ بزم ہو کہ غلوت ہو
یہ دار و گیر یہ لے دے یہ کشمکش یہ عذاب
تری گلی میں کسی کو ہماری چھان نہ ملی
ہم آئے حشر میں اس طرح سیر کرنے کو
یہ دور تو ہے در فرماں روا اے ملکِ سخن
وہ دن بھی آئے کہ ہم شاد و شاد آگے گئیں
پہنچ کے شلے بٹلے ہم حضورِ بٹلہ سے
گئے کلیم تو اے برقِ طور ہم آئے
ضرور ہے یہ ہمارا قصور ہم آئے
لحد سے حشر میں اٹھ کر ضرور ہم آئے
کہ اپنے سائے سے بھی دور دور ہم آئے
کہ اپنے ساتھ لئے ایک چور ہم آئے
یہاں جھکائے سر پر غور ہم آئے
نثار ہونے کو اباحضور ہم آئے
ہمیں سے فتنہ میں اس طرح چور ہم آئے

خدا کی دین ہے اس سے ہمیشہ چھپتی رہتی ہے ہماری صافی عیا چھی داماں کئے وجم سے

محمد کو خشک سبزی کی نظر ہے ابر رحمت پر بجھے کیا پیاس اس کی قطراؤں اشک شہم سے

عنا دل گل بہنقار آکر اس کے گرد رہتے ہیں

ریاض آباد ہے کیسا قفس میرا مردوم سے

وہ رات مزے کی ہو جو ہوا بات مزے کی کھلتے میں گزری نہ کوئی رات مزے کی

آیا ہے چڑھا کر یہ کہیں سے سر منبر ہے آج تو واعظ کی خرافات مزے کی

میں معتقد شیخ ہوں جاتا ہوں حرم میں پلوائے جو حضرت کی کرامات مزے کی

ہر بوند منے کو شروت سنیم لئے تھی میں خوشاموں کباب کی پہلی برسات مزے کی

رُت بات کی جنت میں بھی ملنے کی نہیں ہے سو بات کی یہ بات ہو تھی رات مزے کی

یہ کہہ کئے مری کی ہو مجھے نہ ہر دیا کیوں وہ شے سہی اسی نہ ہو یہ بات مزے کی

لے پیر مغاں نیم نگہ مجکو بہت ہے ڈھلتی ہے تری بزم میں رات مزے کی

کہتا تھا کوئی شیخ حرم سے باوب آج پلوائیں مجھے قبلہ حاجات مزے کی

ہر شعر منے ناب سے بڑھ کر ہے مزے میں

ملتی ہے ریاض آپ کو دن رات مزے کی

برسات کی رُت لطف کی ہو رات مزے کی پلوادے مجھے پیر خرابات مزے کی

ساتی مرے آباد رہے نور کی محفل ڈھلتی ہے تری بزم میں رات مزے کی

یہ ہے پس تو بھی اثر بہت عجب کا ہم لاکھ میں کہہ میں کہ ہے بذات مزے کی

ساغر میں منے ناب ہو آغوش میں تم ہو باتیں ہوں مزے کی تو ہی برسات مزے کی

دل سے مے بڑھ کر کوئی سوغات نہیں ہے دل میں ہو کہہ بچوں انھیں سوغات مزے کی

کھینچ گئی تیز جہاں پھر یہ بلا ہوتی ہے
 حُسن کو کچھ بھی نہیں حُسنِ ادا سے نسبت
 نام ہی نام ہے پینے کا ہمارے لے شیخ
 شغل مے اور معاصی سے ہے اچھا زائد
 کچھ بھی ہو وہ نہیں ہوتیں کبھی سوا کن حُسن
 اپنی ہوئی مے نہ مری ہو تھک پر آجائے کہیں
 زیادہ و ہاتھ اٹھاؤ کہ گھٹائیں آئیں
 خوب آتا ہے اُسے آگ لگا نادل میں
 نارسا ہوتی ہے وہ آہ جو پہنچے تاعش
 کسی بد فوکی ہے تصویر بھی کتنی بد خو

سج مے اٹھتے ہی شمشیر جفا ہوتی ہے
 ان حسینوں سے سوا ان کی ادا ہوتی ہے
 اڑتے ہی کاگ یہ بوتل سے ہوا ہوتی ہے
 غم دنیا سے فراغت تو ذرا ہوتی ہے
 شرم ہوتی ہے جن آنکھوں میں جیا ہوتی ہے
 محنت دُور سے تری روح فنا ہوتی ہے
 ڈوبی تاثیر میں رندوں کی دعا ہوتی ہے
 بڑی پر کا لہ آتش یہ جنا ہوتی ہے
 بام تک ان کے جو پہنچے وہ سا ہوتی ہے
 بے چھوٹے چھیرے یہ بے دُعا ہوتی ہے

شاد صاحب کو دعاویں شعر اکیوں بنیا حُسن

آپ کی بزم میں قدر شعر را ہوتی ہے

نہ نکھلتی سوگ کی حالت کبھی گیسو پر ہم سے
 نہیں نہ آپ میں رہنے کے سن چل نکلنے کا
 خداوندانہ میرا گھر حسینوں سے رہے خالی
 مصیبت میں شریک حال کس کا کون ہوتا ہے
 سلامت آئیں امن اگر رہتے تو کہا ہوتا
 دلاسی جان اس پر شکر بختی جان کی گاہک

یہ بوچھنی مری پھولوں کی میری بزم ہاتھ سے
 بوانی کی انگلیں جھانکھی ہر چاگ محرم سے
 اُدھر جائے کوئی پھم سی اُدھر آئے کوئی فہم سے
 نکلتے ہر چاگ اگر آنکھ آنسو چشم پر غم سے
 ٹپکتا ہی نہیں آنسو کوئی آب چشم پر غم سے
 یہ دل ہی تھا جو نکلا گیسووں کو پہنچ سخم سے

دہلی زبان سے میرا بھی ذکر کر دینا
 نہ جھوٹ بول کہ ہم شام کی کل تہیں گے
 نہاڑ ہوگی ادا دختِ رز کے واسن پر
 طلب کئے کبھی ہم نے اگر پس تو بہ
 اترنے والے ابھی تک نہ بامِ سوات سے
 اگر اس دماغ وہیں ہو کھل کی تیزی سے
 نشانِ وصل کی راتیں اس ایک ساعت پر
 یہ جانتے ہیں کہ نکلا ہوا ہے نام اس کا
 کھلے جو کوئی تو کھل کر کسی سے باتیں
 دلائے یاد جو وعدہ تو بولے جھنجھلا کر
 کبھی کی پی ہوئی کام آئے آج حشرِ کون
 ریاض تھی جو قدر میں باز گشتِ شباب

جوان ہونے کو پیری میں لکھنو آئے

لگانے بلع کماں داغِ آرزو آئے
 چمن سے شمع بھی اٹھ کر کنارِ جو آئے
 فغاں کا نام نہ لو اب یہ حال ہے میرا
 سنائیں ہم بھی اُسے کچھ جو کہہ چکے واعظا
 تماشے ایسے تری آنکھ نے کہاں دیکھے
 کھلیں نہ قبر میں جنت کی کھڑکیاں رند
 جہاں نہ پھول نہ پھولوں میں رنگ بول آئے
 ہم آئے پینے کوئے وہ پیئے وضو آئے
 خیال آئے تو منہ سے ابھی لہو آئے
 وہ مٹھ جائے تو مینا اٹھے سب آئے
 تری نگاہ میں کیا چشمِ آرزو آئے
 دماغ میں جو سی ہے اُسی کی بو آئے

جانی ہوئی میری ہیں پُرانی تری گھاتیں صیاد کرا یہ جاو کوئی گھات مزے کی
کیوں رال ٹپک پڑتی تھی اور حضرتِ ناصح ہے بنتِ عنب قبلہ حاجاتِ مزے کی
ہے جام میں مے آبِ مطہر کے برابر یہ ہے مے و زمزم میں مساوتِ مزے کی
دیوانوں کی باتوں میں بہت لطف ہے ناصح اسی ہی سنا تو بھی خرافاتِ مزے کی
عہدِ اکِ شبِ تربت مری حسرت تو کھل جائے اب تک نہیں گزری ہو کوئی راتِ مزے کی

لی ہاتھ سے لبِ سو بھی ریاض اس کی خبر خوب

ناصح سے رہی آج ملاقاتِ مزے کی

محتاج ہے اس میں بوسے لب کا مزاج قربان تیرے اب نہ کہی کو سنا مجھے
اس کی گلی کی دی نہ کسی نے ہوا مجھے جو آئے وہ بتا کے گئے راستا مجھے
کرنا پڑے ہیں سجدی مجھے کوئے غیر میں بے بیٹھے اپنے ساتھ تری نقش پا مجھے
جس پر ازل میں تھی صفِ عشاق کی نگاہ قسمت سے وہ ملا دلِ درد آشنا مجھے
برسادی نور تو مری ریشِ سفید پر منہ دیکھتا ہے کیا مرے ساقی بلا مجھے
کا ہے کو یوں پڑا تھا کسی سخت جانِ سو کام اُن کی نظر سے دیکھ رہی ہے قصا مجھے
اہلِ حرم سے کہہ دو کہ بگڑی نہیں عریات سب نہ جانتے ہیں ابھی پارِ سنا مجھے

تصویرِ پار کہتی ہے خلوت میں اے ریاض

کیا ہو گئے سے تم جو لگا لودرا مجھے

انہیں کے کام اپنی مرا لہو آئے رنگیں جو ہاتھ لہو میں عنا کی بوسے آئے
مریض ہوش میں آئے نہ آئے تو آئے جو تو نہ آئے تری گیسوؤں کی بوسے آئے
عتابِ پار کا اس کے سوا جواب نہ تھا ہم آئے تو لئے آئینہِ رد و آئے

عدو بیٹھا ہے لے کر قصہ قیس نہ سنا تم ہماری داستان ہے

یہ کہتی ہے ہماری تنگ دستی تمہارا اک زمانہ قدرواں ہے

ریاض احساس ہی مجھ کو نہیں کچھ

فصل گل ہے یا فصل خزاں ہے

تیز ہے پینے میں ہو جائی گی آسانی مجھے زمزمی سے میدی زیادہ تو ذرا پانی مجھے

دیکھنا نازک بھی ہیں کس بھی میں بھی نہ بھی ہیں شام سے سمجھا رہی ہوں کی ناوانی مجھے

بات بگڑی وصل میں بگڑی جو تو امی زلف یار کچھ پریشانی تھے ہے کچھ پریشانی مجھے

ہاتھ اٹھا کر رہ گئے آنکھیں جھکا کر رہ گئے تیغ عرباں کی پسند آئی جو عربانی مجھے

بن گیا ہوں آئینہ اے جلو ہائے برق طور مل گئی ہے ان کی آئینے کی حیرانی مجھے

آپ اُسے درباں بتائیں غدر محکو کچھ ہیں سوئے گھر غم کو اپنی نگہ بانی مجھے

خوب و تاہوں بگونوں سے لپٹ کر دشمن ہیں یاد آتی ہے جو اپنے گھر کی دیرانی مجھے

فصل گل میں رنگ لایا ہو شباب دختِ رز چھوٹی ہے آگے اتوں کو یہ ستانی مجھے

بول اٹھا جو کبھی بھی نہیں بٹے کلامیں سوئے سرکار اب اپنی نگہ بانی مجھے

رازِ سرِ سہہ رہا کب چاک امانی کا حال اے صبا دکھلا نہ اپنی پاکدامنی مجھے

وائے قسمت پر گئی کیسی گرہ تقدیر میں عقدہ مشکل نظر آتی ہے آسانی مجھے

اب کہاں تقدیر میں گھونٹ شہدِ شیر کے یاد آتی ہے کسی شے کی فراوانی مجھے

چشمِ رحم اے ساقی کوثر کہ اب ملتا نہیں تشنگانِ کربلا کے نام پر پانی مجھے

شاہِ دوراں حضرت حامد علیہ السلام کے سوا کون ہو جس کی توجہ سے ہو آسانی مجھے

وہ بزمِ ناز ہی اچھی کسی کی خلوت سے
 مری نگاہ میں بھی کوئی بجلیاں بھرے
 بنے مراد وہ گریباں تری نزاکت سے
 ذرا دکھائیں میں بھی تو کھینچ کر تصویر
 ادب سے پی نہیں سکتا ہوں بے اجازت شیخ
 لگائی ہم نے لبِ جو قطار مینا کی
 نہ ہو یہ کہنے کو ہم نے کہے گئے دعا
 ریا صن آئے تو لوگوں نے میکدے میں کہا
 کہاں یہ آج بزرگ فرشتہِ خوائے

بڑھاپے میں بھی تو ظالم جوان ہے
 نشیمن میں سکوں ہم کو کہاں ہے
 زمیں پر بیضہ مور آسماں ہے
 وہ ٹپکے یا نہ ٹپکے خون اس سے
 یہ لیوں سب میکدے میں کر دھم ہیں
 بتانِ دہر ٹھکرائیں نہ ٹھکرائیں
 مری مے خواریاں ہیں گوگوں میں
 وہ دزد و مٹی جو کل شیخِ حرم تھا
 بتائیں حال دل اپنا تمہیں کیا
 وصالِ غیرِ عبرت خیز ہو گا
 ایسے یہ آسماں پھر آسماں ہے
 شرارِ برقِ شلخِ آشیاں ہے
 بلند اتنا ہمارا آشیاں ہے
 پسند اپنا مجھے رنگِ فغاں ہے
 یہ تم ہے یا کوئی ادبچی دکان ہے
 یہ سر ہے اس کا سنگِ آستان ہے
 مرا پینا بھی اک رازِ نہاں ہے
 وہ اب میخانے میں پیرِ فغاں ہے
 خدا جانے ہمارا دل کہاں ہے
 شبِ وصل اب نصیبِ شمنان ہے

یہ اپنے دل میں لے رہی تھی ہے ہر بات تری تصویر بھی گھٹی بڑی ہے
 قیامت پر نہ رکھو وعدہ وصل قیامت تو مرے آگے کھڑی ہے
 کہے سینہ تنہا لنگر سے اس کے یہ چوٹی اس لئے پیچھے پڑی ہے
 غضب دین و غضب سن و غضب سن غضب تم پر جو اپنی پھٹ پڑی ہے
 رہا کیوں کر سلامت شیشہ مئے کہ دل ٹکڑے ہوا اتنی کڑی ہے
 جہاں دل تھا وہیں ہر تربت دل شکن سی ان کے دس میں پڑی ہے
 تمنا کو تم اپنی منع کر دو ہماری جان کے پیچھے پڑی ہے
 طلبگاروں کو کیوں آنے لگی موت

ریاض ایسوں کی اس کو کیا پڑی ہے

پر اباندھے صنف مرثاں کھڑی ہے نگاہ شوق کیا ماری پڑی ہے
 مزے لوٹو کلیم اب بن پڑی ہے بڑی اونچی جگہ فتمت لڑی ہے
 گلوں کی خوش نما بدھتی پڑی ہے مراقبہ کیا ہے پھولوں کی چھڑی ہے
 نگاہ شوق بھی نہ نکھٹ پڑی ہے کسی سے طور پر جا کر لڑی ہے
 کڑی ہے چوٹ یہ بیشک کڑی ہے عدد ہے اور پھولوں کی چھڑی ہے
 عدد کے واسطے دنیا کا ہے عیش معیبت میری جتنے میں پڑی ہے
 ہولے تیز آتے ہیں ترے تیر کہاں کی طرح چٹکی بھی کڑی ہے
 مرنے میں رنگ میں تیزی میں ساقی مے تسنیم کیا پھکی پڑی ہے
 کرامت ہے سرِ ناصح کی یہ بھی کہ اوچھے ہاتھ کی اچھی پڑی ہے
 یہ کس نے پھول ڈالے ہیں عدد پر جُدا ہر پنکھڑی سے پنکھڑی ہے

روز افزوں ہو ترقی دولت و اقبال کی اور مل جائے در دولت کی ورنہ بانی مجھے

چاہتا ہے قیس سوا بھی رہے شکل ریاض

بن چکا میں اکیوں بناتا ہے ارے مانی مجھے

| | |
|--------------------------------|--------------------------------|
| قیامت کی غلش کیوں ہر گھڑی ہے | وہ تم سے قدیں کم سن میں بڑی ہے |
| نظر کب طور پر نیچی پڑی ہے | یہ نیچی ہو کے بجلی سے لڑی ہے |
| کہا سوسن کو جو کچھ منہ میں آیا | بڑی منہ پھٹ سی سی کی مٹھری ہے |
| رہے گھپیں خیال بسبل زار | کہ اس کی جان پھولوں میں ٹٹی ہے |
| سرا پا صورت موج تبسم | مری شمع لحد منہں نکمہ بڑی ہے |
| وفا کے عہد کا اچھا ہے موقع | کہ سب کو حشر میں اپنی پڑی ہے |
| نگاہ شوق یہ سو جھی تجھے کیا | ارے کس سے لڑی ان سے لڑی ہے |
| برابر میری تربت کے ہی اک ڈھیر | قیامت ان کی ٹھکرانی پڑی ہے |
| گلو کچھ بھی نہیں منتقا بلبل | تمہاری کوئی سوکھی پنکھڑی ہے |
| وہ بدلیں دل سے کیوں کر آری کو | میں سنتا ہوں مرنے دیکھی پڑی ہے |
| مری توبہ سے کیسا اڑ گیا رنگ | شرابِ ناب کیا پھینکی پڑی ہے |
| قیامت اس کے آگے ایک فتنہ | تمہاری آنکھ تو تم سے بڑی ہے |
| عدو کے گھر سے نکلے بیچ نشان | خدا جانے مصیبت کیا پڑی ہے |
| میں کھ لوں یہ دینا کو دل میں | ارے کس پھول کی یہ پنکھڑی ہے |
| وہ ٹوٹی توبہ بوٹل سے اڑا کاگ | غضب گولی نشانے پر پڑی ہے |
| جنوں میں بھی ادا ہے باپین کی | کہ چہیں آستیں ہر تھکڑی ہے |

دل حیرت زدہ میں کیا جگہ دوں تمنا ہاتھ باندھے کیوں کھڑی ہے
 پڑی ہے سبز ترست میں کچھ جاں کوئی بوند ابر رست کی پڑی ہے
 ہوا میری شب ماتم کا کچھ ذکر اواس اسی جوسی کی ٹھری ہے
 قصا تو ان سے پہلے جل چکی تھی کہیں رستے میں وہ ماری پڑی ہے
 عد بھی میں بھی محفل میں کہے کون نظر کس سے پھری کس کی ٹری ہے
 بلا میں لی ہیں تاروں نے شب وصل ترے بالوں سے جب نشان ٹھری ہے
 پڑا موہاف ہے چوٹی کے پیچھے ترے پیچھے تری چوٹی پڑی ہے
 عد کا نام کیوں کر زم میں لوں تمہاری آنکھ شرمیلی بڑی ہے
 نیار و نا پڑا کیسا ہیں آج ہمیں بچپن سے یہ عادت پڑی ہے
 یہ دل میرا ہے یارب یا تہ قبر لحد کے بھول کی اک پنکھڑی ہے
 کوئی رہتا ہے بیشک چشم و دل میں کہیں پردہ کہیں حلین پڑی ہے
 شر کرنے لگے جھڑنے لگے بھول دم فرماؤ بسل پچھا بھڑی ہے
 قریب در مجھے کیوں کر جگہ دیں وہیں تو لاشیں دشمن کی گھڑی ہے
 ڈرا و اعطان میزان عمل سے ڈری کیوں کوئی کیا سول کھڑی ہے
 وہ بولے جب ہوا ذکر شب وصل یہ عبتی چھوٹی ہے اتنی بڑی ہے
 کوئی حیرت کو دیکھے نزع کے وقت درد دل سے لگی چپکی کھڑی ہے
 یہی ہے کیا شب وعدہ عدد کی یہ چپنی کس لئے پیچھے پڑی ہے
 سمجھ لو شیشہ عصمت ہوا چور جو دخت رزمی پالے پڑی ہے
 عدم تک دیکھے پہنچیں نہ پہنچیں کہ ہم در ماندہ ہر منزل کڑی ہے

لبِ جاناں نے دی تسکینِ مِمنوع
 کہاں بجلی میں یہ بیتابیاں غصیں
 نہ دشمن کے چٹھیاں اس گلی میں
 جو لو کروٹ تو میں سمجھوں شبِ بحر
 ترے قد نے اُسے سیدھا بنایا
 قضا کا بھی پڑا ہے مجھ کو رونا
 یہ کیا اندھیر ہے صبحِ شبِ وصل
 شک کر جا مئے ہم کب ہے پاک
 ڈراتے ہیں کہ اس سو ڈرتے رہنا
 ہوا بھاری میں ایسا شغلِ گل پر
 کفن کا گوشہ دامن تو اُلٹو
 نہ موسیٰ ہیں نہ ہے برقِ سرطور
 نے تم ہوئی ہم پر پڑی ہے

لگا دیتا کوئی مٹی بٹھکانے

ریاضِ اک آرزو مردہ پڑی ہے

مری آہِ رسا چپل بڑی ہے
 غشامِ خوری منہ دیکھی بڑی ہے
 نہیں ابر میں بل کیا تیرا میں
 چمن میں کم سنوں کے چھیڑنے پر
 یکس کم سخت کے دھڑکی کی ہر رات
 یہ بجلی بن کے کانوں میں پڑی ہے
 تنہا آرسی دیکھی پڑی ہے
 وہ نازک میں کھانا بن کی لڑی ہے
 کلی بھی کھلکھلا کر جنس پڑی ہے
 کہ دن ہی سے سنورنی کی پڑی ہے

یہ کیا مذاق فرشتوں کو آج سوچا ہے
 مٹے ہوؤں کے مٹانے کو یہ بھی اندھی ہیں
 بھوم حشر میں لے آئے ہیں بلا کے مجھے
 میں نے نقشِ قدم خاکِ مٹل کے مجھے
 بہت ہی حوصلے میں عیشِ بدعا کے مجھے
 کہوں گا حشر کے چھوٹے سودن میں کیا کیا بات
 قیامت اور قیامت میں آئی قہر ہوا
 بتوں نے چھیر دیا سامنے خدا کے مجھے
 ادائنا سوں کو مرتے بھی بن نہیں پڑتی
 پیام آتے ہیں کب سے وہی قضا کے مجھے
 جنا کے لطفِ تمھیں آئیں گے وفا کے مجھے
 ستانے والو قیامت بھی آئی جاتی ہے
 تمام عمر کے شکوے مٹائے جاتے ہیں
 وہ دیکھتے ہیں دمِ نزعِ مسکرا کے مجھے
 کہاں وہ نور کی صورت وہ نور کی آواز

ریاض کون سنائے غزلِ یگا کے مجھے

زلفِ سیاہ کھولے وہ دشمن کے گھر گئے
 گھر میرے آئے آتے ہی دشمن کے گھر گئے
 اندھیر ہے کہ آج تو دن دوپہر گئے
 آنایہ خوب ہو ادھر آئے ادھر گئے
 پہلے سے ان کے اور بھی گیسو سونور گئے
 لیں ہر طرح بلائیں ہماری نگاہ نے
 وہ رات آتے جلتے کیس آج ڈر گئے
 روتے گئے تھے غیر کے گھر میری جان کو
 ہم غم نصیب وقت سے کچھ پتھر گئے
 غم جانِ سل تھا موت کے دن کو ابھی تھے
 لے لے جنوں بہار کے ان بھی گزر گئے
 زندان کا طوق بن کے رہا پھر گلے کا بار
 ہم میکہ گئے تو بچائے نظر گئے
 مستایہ کون راہیں کیوں اس طرف کیاں
 لے لے جنوں بہار کے ان بھی گزر گئے
 سب ناز میں ہماری نظر سے اتر گئے
 ہم میکہ گئے تو بچائے نظر گئے
 تم ایک رہ گئے ہو ہماری نگاہ میں
 سب ناز میں ہماری نظر سے اتر گئے
 موت سے سپید ہوئے دیر اب نہیں
 سب ناز میں ہماری نظر سے اتر گئے
 حشر میں ہم کو لائے تھے عدائے صل
 پچا تجھے سمجھے کے تری بات پر گئے

کیا صل انکی ہے ایسی موت سے کیا

کہ مرنے کی تمہیں جلدی پڑی ہے

حنایہ کہتی ہے لو بے زبان پائے مجھے
 نہ دیکھتے تھے کبھی جو نظر اٹھا کے مجھے
 حنا یہ کہتی ہے ان سے سنانا کے مجھے
 نگہ سے بڑھ کے مرگ ستاخ دستِ شوق مرے
 مرارِ قریب مجھی سا دکھا دیا مجھ کو
 دہائیاں میں شب وصل اپنی شوخی سے
 ڈرا سے درد نے ڈھائی میں آفتیں کیا کیا
 کہا جو ان سے چراغِ لحد جلا تے جاؤ
 کنارِ غیر میں راتیں ٹرپ ٹرپ کے کٹیں
 صبا ز داغ لگا تو یہ اپنے دامن کو
 میں اپنے غور کا بیڑا اٹھاؤں خود کو بیکر
 عروس گور کے پہلو میں چین پاؤں گا
 کہا تھا کس نے کہ لاکھوں کے دل کرو پامال
 نکال دو جگہ شب وصل بل نزاکت کے
 منا لیا ترے رونمے ہوئے کو ظالم نے
 یہ ہاتھ باندھ کے کستا ہر دل کے زخم کا چور
 وہ آ کے شرم کی کہتے ہیں میری تربت پر

جب آئے آپ گئے چوریاں لگا کے مجھے
 وہ دیکھتے ہیں دمِ حشر سکر کے مجھے
 نہیں شہیدوں میں بلنا لہو لگا کے مجھے
 زکوٰۃ کا ذرا ہاتھ اٹھا اٹھا کے مجھے
 نکالی چھیر کی شکل آئینہ دکھا کے مجھے
 کہ لوٹے لیتے ہیں جو حسین پاک کے مجھے
 پنک دیا ہے زمین بڑا کٹھا اٹھا کے مجھے
 ہوا سے تیز گئے وہ ہوا بت کے مجھے
 رہے نہ چین سے وہ قبر میں سلا کے مجھے
 کہے گی شمع لحد کیا ملا بجھا کے مجھے
 وہ پان دیتے ہیں شوخی کی مسکرا کے مجھے
 دہی سلائے گی آغوش میں دبا کے مجھے
 جو کہہ رہے ہو کہ لالے پڑو حنا کے مجھے
 ڈرا لیا ہے بہت تیور یا لچٹھا کے مجھے
 ہنسنا دیا ترے ناوکے گدگد کے مجھے
 حضور یاد ہیں سب متکند و حنا کے مجھے
 نہ دیکھے سبزہ خواہیدہ سراٹھا کے مجھے

مرنے والے اسی قابل تھے کہ بسوٹیں بات کیا ہے جویشمان قضا ہوتی ہے

لگ گئی چوٹ ریاضن ایسی کچھ اپنے دل پر

کہ بس آٹھ پہر یاد خدا ہوتی ہے

| | |
|-------------------------------------|-----------------------------------|
| چمن زین میں میرے بیاں کیسے کیسے | جمائے میں رنگِ فغاں کیسے کیسے |
| بتوں کے ہیں جو رہ نہاں کیسے کیسے | پھر اس پر عدد آسماں کیسے کیسے |
| پھرے سو کھئے تنکوں کے دن نفس گل میں | پہلے پھوٹے ہیں آفتابیاں کیسے کیسے |
| ابھی پیپ ہوں شرمِ افشا کروں گا | حسینوں کے راز نہاں کیسے کیسے |
| بٹھی کوئی نٹ کھٹ ہی یارب قضا بھی | چٹنے بانٹے ترچھے جواں کیسے کیسے |
| ابھارے گا کیا کیا زمینِ بحد کو | ستم ڈھائے گا آسماں کیسے کیسے |
| ہمیں چاٹا کوثر کی دی و اعظماں نے | ملے ہم کو پیر مغاں کیسے کیسے |
| بُری چیز ہے یہ جوانی کی الفت | گئے جان سے نوجواں کیسے کیسے |
| سر بزم ہوتے ہیں کس کس مرنے سے | مرے آگے میرے بیاں کیسے کیسے |
| بسیار ہاں شاخِ گل پر ہمیشہ | سہے فکر میں باغباں کیسے کیسے |
| گنہہ اور اس پر فرشتے بھی دودھ | مرے سر پہیں بارگراں کیسے کیسے |
| بسٹھائے ریشم کے تنکوں نے پیہم | ترے جھونکے بادخزاں کیسے کیسے |
| دمِ نزع تک جان اس سے نہ چھوٹی | لئے عمر بھر امتحاں کیسے کیسے |
| سیرِ راہ غار اور جانا عدم کا | بُری راہ پھر کارواں کیسے کیسے |
| کیا دیدہ و دل نے رسولے عالم | ہیں بھی ملے رازدہاں کیسے کیسے |
| جو ہم محفلِ یار میں چھپ کے پہنچے | تو کھوٹے گئے پاباں کیسے کیسے |

توڑا قفس تڑپ کے توصیاد کیا ہوا
 تیرے قفس کے ساتھ مری بال و پر گئے
 پیدا ہوئے تھے ساتھ لئے دید ہائے تر
 طوفان کتنے سر سے ہمارے گزر گئے
 یہ اہتمام قتل کے جن کے کمر نہ بھٹی
 اللہ آج باندھ کے وہ بھی کمر گئے
 ایسے ذرا سے آپ میں ایسا ذرا سا دل
 میرا کسی نے نام لیا آپ ڈر گئے
 سارے بھی شلخ گل کا نہ ہم کو ہوا نصیب
 ایسے کئی بہار کے موسم گزر گئے
 بربادیوں کے بعد یہ کیسی ہوا چلی
 بر بادوں کے بعد یہ کیسی ہوا چلی
 بالائے بام نغمہ سرا تھا کوئی حسیں
 بالائے بام نغمہ سرا تھا کوئی حسیں
 ہم کو تھا انتظار اجل موت سے ہوا
 ہم کو تھا انتظار اجل موت سے ہوا

تا میکدہ ریاض کا جانا محال تھا
 کس طرح یہ بزرگ خمیدہ کمر گئے

بخش دیتے ہیں اگر مجھے خطا ہوتی ہے
 منفعیل کرنے کو اچھی یہ سزا ہوتی ہے
 زنگت اڑ کر رخ عشاق سو کیا ہوتی ہے
 جا کے معشوق کے ہاتھوں میں خنسا ہوتی ہے
 مر حسیں سے نہیں بامِ فلک بھی خالی
 چاند سی شکل تو اک علیہ سما ہوتی ہے
 وہ سوئے گور غریباں جو کبھی آتے ہیں
 پھول دامن میں لٹو ساتھ صبا ہوتی ہے
 نہیں ہوتی ہیں کبھی ان کی نگاہیں سوا
 شرم ہوتی ہے جن آنکھوں میں چلنا ہوتی ہے
 حسن دیکھنے نہ حسیں کی جوانی دیکھی
 شرم ہوتی ہے جن آنکھوں میں چلنا ہوتی ہے
 تازہ ہو جاتے ہیں سب داغ ہمارے دل کے
 کیسی بے رحم الہی یہ قضا ہوتی ہے
 دیکھ لیتا ہوں سوئے چرخ عجب حشر سے
 فصل گل ہیں میں تکلیف سوا ہوتی ہے
 کبھی مقبول کسی کی جو دعا ہوتی ہے
 اپنی تربت کی ادا کسی کا خیال تا ہے
 سبزہ گل کی جواب قدر سوا ہوتی ہے

واور توبہ ہے تو جلدی ہے کیا بات بگڑی کچھ بنائی جائے گی

مردہ کوئی آرزو اس دل میں ہے کہہ گئے وہ جان ڈالی جائے گی

میکدے ہم گھر سے جائیں گے ریاض

ایک بوتل ساتھ خالی جائے گی

دل کی حسرت کیا نکالی جائے گی جان اب آفت میں ڈالی جائے گی

بات تو بوسے کی ٹمائی جائے گی گالیاں دے کر دعا لی جائے گی

بارہوں میں بیٹھ جانے سے مرے تار میں پھولوں کی ڈالی جائے گی

ہم سے روٹھی ہر اہل رہنے بھی دو جب وہ جائے گی سنائی جائے گی

میرے گھر سے اے شب غم تو کہاں لے کے صورت کالی کالی جائے گی

لوٹ لیں باغِ جوانی کی بہار چیز یہ ہے جانے والی جائے گی

حشر جن میں ہزاروں میں بھری اس نگہ کی چوٹ خالی جائے گی

کس کے سر جاتی ہو کھینچیں حشر میں شیخ کی پگڑی اُچھانی جائے گی

دخت رز کو بزم میں ساتی نکال گھر میں رکھ کر کیا یہ پانی جائے گی

آرسی آئینہ نول کوئی بھی ہو دیکھ کر تیوری چڑھائی جائے گی

ہنس کے بولے دل میں آنے کے لئے راہ اب کوئی نکالی جائے گی

مہرباں سرگزار کب ہوں گے ریاض

کب ہماری خستہ حالی جائے گی

یاد پیری میں دھڑائی اُدھر بھول گئے اے جوانی تری شام و سحر بھول گئے

ریاض اس کی قسمت کو ہم کیوں نہ روئیں

یہ دل اور داغ نہاں کیسے کیسے

| | |
|---|--|
| نظر کی چوٹ کس دل کی نزاکت پہنے والی ہے | بٹھیس میں کو لگے ساتی بڑی نازک پیالی ہے |
| بنائیں آئیناں کیوں کر لدی بھولوں کو ڈالی ہے | جگہ شکل سے ہم نے پاؤں صحرے کی نکالی ہے |
| چھپے بیٹھے ہیں کیوں جلوہ کھائیں بجکوائی میں | نہ موسیٰ ہیں نہ برقی طور ہی میدان خالی ہے |
| دکان کو ہے شکر اس کا پلا کر دس کو پیٹے ہیں | فراغت سے گزرتی ہی مجب آسودہ حالی ہے |
| لئے بیٹھے ہو اپنے لئے تم آرسی اپنی | خوشامد خوری مند کبھی ہماری دیکھی بھالی ہے |
| ندا حافظ ہے میخانے میں سن ستار کا دغلا | پہنکر ہم نے جبرہ دونوں ہاتھوں سے نبھالی ہے |
| وہ دل جو نور کا پتلا ہو دیدن صدقے کرنے کو | یہ کالی کالی زلف ان کی بڑی نازوں کی پالی ہے |
| شفیق کہتی ہے چرخ پیر کیا ہو گا جوانی میں | بڑھا پے میں بھی سچ و صبح اس کی نیا نازانی ہے |
| نگہ کی لغزشیں کیا آنکھ ساتی کی نبھالگی | نہ سنبھلے موج نے جس سر یہ وہ نازک پیالی ہے |

ریاض اک چیز تھانساں اگر بوتے قرینے کے

مڑے کے شخص میں لیکن طبیعت لا اُبالی ہے

| | |
|---------------------------------|-------------------------------|
| عکس پر یوں آنکھ ڈالی جاؤ گی | سامنے کی چوٹ خالی جائے گی |
| یہ قیامت بھی نکالی جائے گی | اس گلی سے کھا کے گالی جائے گی |
| کبے میں بوتل کھلے موقع کہاں | زمزمی سے آج دُھالی جائے گی |
| گل تو کیا ہیں تا قفس بے باد تند | پتہ پتہ ڈالی ڈالی جائے گی |
| بزم ساتی میں اگر لغزش ہوئی | ہاتھ سے مے کی پیالی جائے گی |
| گدگدائے کو کھ پادل کے ساتھ | آرزوئے پائمانی جائے گی |

وام اس انداز سے پھیلائے چمن بستان
میں برشلخ چلوں سایہ تہہ دام چلے
چشم ساغر نے بھی حسرت کی نگاہیں ڈالیں
جب بچاؤ ہوئے ہم جامہ احرام چلے
ہم فقیروں کا نہ خالی سہے چلو ساقی
ہم غریبوں کا بھی اللہ کرے کام چلے
کبھے جاتے ہوئے کرتا تھا خم نے کاٹوان
ہم سچے میکدہ باندھے مجھے احرام چلے
لے چلا کھینچ کے ہر ایک کو اس بزم کا شوق
دو چلے چار چلے خاص چلے عام چلے
کام آنے کی نہیں دولت و ثروت کچھ بھی
کام وہ کر کہ جو دنیا میں ترانا م چلے
ان کو ڈر تھا تہہ و بالا نہ زمانہ ہو جائے
بڑی مشکل سے لحد پری دو گام چلے
عرصہ حشر کو سمجھے میں مرا گھر شاید
کہ مجھے کوستے دیتے ہوؤ دشنام چلے
شیشے میخانوں سے تھانوں سے پتھر آئے
طرت کعبہ جو ہم پیر و اسلام چلے

جاؤ بھی بیٹھے ہو کیا بزم میں تاب بن کر

اے ریاض او بھی دور سے گلہ نام چلے

یہ ابر آنے کو آئے آسمان سے
خمش نہ رات کی تھی باغستان سے
ختم آتے ہیں بڑی اونچی دوکان سے
ستم ہو گا جو نکلا کچھ نہ بان سے
قص میں آئے ہم آشیان سے
گئے ہیں بام پر بہتے ہوئے وہ
نہ پوچھے کوئی آتے ہو کہاں سے
مصیبت یاد ہے واما ندگی کی
کہ کچھ کہنا ہے مجھ کو آسمان سے
بھلی معلوم ہوتی ہیں بیٹھے بھی
بہت پیچھے تھے گرد کارواں سے
مری باتیں حسینوں کی زبان سے
اٹے جاتے ہیں میرے دل کے ٹکڑے
مجھ پر بن گئی میری فناں سے
کچھ ان کے منہ سے کچھ میری زبان سے
مزا ہو گا جو حسن لے واور حشر

پائے نازک کا یہ احسان بھی رہتا رہے
 فدا وہ ہوں کہ ہوا بوج ہوا کا دھوکا
 ذبح کے بعد وہ ٹھکانے کو بھول گئے
 اس تکلف سے لئے بڑھ کے گولوں سے ختم
 دیکھ کر مجھ کو حسیں اپنی کمر بھول گئے
 رات کو آتی ہے آواز کسی قبر سے روز
 جا کے دیوانے تھے دشت میں بھول گئے
 آرہا میں جو قفس میں تو قفس یا دریا
 دو ہی دن میں مے نالوں کا اثر بھول گئے
 طول اسے بادہ کشو شہ نے کتنا کھینچا
 آشیانے کو مے برق و شر بھول گئے
 رہ گئی یاد ہیں نیم نگاہی تیری
 خم کے خم لاو کے لانا تھے مگر بھول گئے
 دل میں وہ پھانسن چھبی درجہ بھول گئے
 لے چلے غیر کے گھر حاصل گلگشت چمن
 پھینکنا میری بحد پر گل تر بھول گئے
 مختصر وقت کچھ اس لطف سے گزرا شوقِ نعل
 ہجر کی رات کے ہم چار پہر بھول گئے
 میرے ہم سائے میں عشرت کدہ غیر کہاں
 آپ گھر بھول گئے راہ گزر بھول گئے

رووں کیا بیٹھ کے میں اپنے منساب کو یا نص

اب تو روٹا بھی مرے دیدہ تر بھول گئے

ضعف پیری جبر بڑھا موت کے پیغام چلے
 آگیا وقت برفریج چلے شام چلے
 رات دن بزم میں دور سے گلغام چلے
 زور تھے جو مرا گردشس ایام چلے
 میرے نالے تھے منامات اثر سے افت
 کچھ نے چرخ گئے کچھ طرف بدم چلے
 کوئی دیکھے تو غمی غیر کے گھر جانے کی
 شام سے پہلے وہ بن کر شفق شام چلے
 یہی کثرت ہوا سیروں کی تو میرا زور
 اے صیاد وجودن بھری ترا دماں چلے
 کائے کشتی نہیں مجھ سے کثرت کی رات
 شام سے پہلے وہ بن کر شفق شام چلے
 میکدہ والی سے آج تو کچھ کا م چلے
 میرے اشعار وہ ہیں جن سے مرانام چلے

گری ہو برق کسی آشیاں پر آج ضرور
وہ شب بھی آئے ہوسنوائے اج سینوں سے
بہت ڈرانے لگنا ہوں سی محکوائے واعظا
سمجھ نہ شور عناد دل مری فغاں ظالم
جی بھی تو گر و قفس حلقہ شرر بھی ہے
الہی آج کی شب کی کہیں سحر بھی ہے
مزاں میں مے مالک کے درگز بھی ہے
ارے یہ آہ بے آہ میں اثر بھی ہے

ریاض ہوش میں آؤ نہ جاؤ زندان سے

ہوائے گرم بھی ہے اور دوپہر بھی ہے

جو بن ان کا اٹھان پر کچھ ہے
کیا ٹھکانا ہے بات کا ان کی
وعدہ ہے غیرتے یہ حید ہے
حور کا ذکر کیوں کیا دم مرگ
گم شدہ دل نہ ہو کہیں میرا
ہو کے رسوا کسے کیا رسوا
کیوں نہ ہو شوق جلوہ لب بام
کہو میہمان غم سے اب رخصت
بنگس ہی نہ جوئے نہیں اعظا
میں نے گھورا تو ہمدیوں سے کہا
رکھ دیا ہاتھ ان سے یہ کہہ کر
کوئی چُپ کر گیا ہر غیر کے گھر
بالے پہنے اُٹھے کانوں میں
اب مزاں آسمان پر کچھ ہے
دل میں کچھ، زبان پر کچھ ہے
کام نجس کو مکاں پر کچھ ہے
شبہ میرے بیان پر کچھ ہے
ان کی محرم کی پان پر کچھ ہے
ذکر سب کی زبان پر کچھ ہے
اب جوانی اٹھان پر کچھ ہے
قرض کیا میزبان پر کچھ ہے
تیری اونچی دکان پر کچھ ہے
دیکھو اس نوجوان پر کچھ ہے
شہر و اسے جان ان پر کچھ ہے
شک قدم کے نشان پر کچھ ہے
اور گھبرائے کان پر کچھ ہے

موذن کان پر رکھتا ہی کیوں ہاتھ ارے کیا فائدہ ایسی اذاسے

ریاض اتنے نہیں میں اپنے دشمن

کہ خوش ہو جائیں مرگ ناگہاں سے

عمر بھر ساتھ فرشتوں کے نباہی کسی دیکھنا یہ ہو کہ دیتے ہیں گواہی کسی

وضع کے ساتھ رہی مست نگاہی کسی دیکھ ساقی پس تو یہی نباہی کسی

وصل کی ات نہیں چین ہو سونے کے لئے آرہی ہے یہ تجھے آج جساہی کسی

توبہ کے پاس نے رو کا لبہ کو تر مجکو آج پینے کو طبیعت مری چاہی کسی

ان حسینوں میں کوئی بھی ہو سی کا قاتل دیکھنا حشر میں دیتا ہوں گواہی کسی

بن گئی بات دم حشر سہ رویوں کی اڑ گئی خوف سے چہری کی سیاہی کسی

ہے زمانے میں محبت کی نظر کی تعریف صدقے ان آنکھوں کے تیز نگاہی کسی

ایک تو حضرت غوغا کی زباں کتنی نرم اور تقریر بھی پھر نامتناہی کسی

جانتا تھا شبِ فرقت کو شبِ وعدہ ہے منہ میں دشمن کے لگی آج سیاہی کسی

بن گئے وصل میں وہ شرم کے پتلے کیسے چھیر کہتے ہیں کے شوخ نگاہی کسی

قصد پر اپنے نخل ہوں کہ دم حشر ریاض

دیکھ کر ان کو طبیعت مری چاہی کسی

ہمارے شب کے تانے کا کچھ اثر بھی ہے خمار ہی نہیں آنکھوں میں درد سہی ہے

نگاہِ شوق نے سوتے میں کیا اٹھا رکھا یہ کام کر گئی اپنا ہتھیں خبر بھی ہے

یہ ہاتھ کیوں مے نوش کوئی قصور بھی ہو کر کے درد کا شکوہ کہیں کمر بھی ہے

ناشک ہوں تو اے رات دن لہو رونا ہمارے خون کی پیاسی حشرم تر بھی ہے

وہ نقشِ بے خانی تو چھپ نہیں سکتے
خزاں میں آئے گا منقارِ عندلیب سے لطف
عددے شلخِ نشین ہو چکے کھنک ہم کو
وہ پوچھتے ہیں محبتِ بے پن و وصل کی آ
نسیم اب آئی ہے شمعِ مزارِ گل کرنے
کلی چین میں کھلی تو مجھے خیال آیا
نگاہ ان کی در آئی ہے تیر سیل میں
یہ کہہ رہے ہیں بکارے اُبتارِ جو بن کا
اُتر گئی سربازِ ارشدِ شیخ کی پگڑی
قیامت ان کی گلی میں ہوئی دیوینِ مال
تمہاری تیغ تو نازک ہو ڈک کیا اس کا
حسابِ حشر میں دینا تھا نظرِ قطر سے کا
یہ دنیا یہ سن یہ جوانی احسن کا عالم
رجوم دیکھ کے سمجھو یہ روزِ حشرِ ہم
یہ دوی دن کہے ہیں لٹھارِ یزدانِ حشر کے

تمام راہ میں اک آگ سی لگی ہوگی
کھلی تو گل نہ کھلی تو یہی کلی ہوگی
وہ باغباں ہو کہ بجلی جلی کٹی ہوگی
کہ اور راتوں سے یہ ات کچھ بُری ہوگی
وہ اس کے آنے پہ پہلے ہی سمجھ گئی ہوگی
کسی کے بند قبا کی گرہ کھلی ہوگی
وہ جانتے ہیں کوئی پھانس سچی بھی ہوگی
جو دیکھ لے گا بھٹل میں گدگدی ہوگی
گرہ میں ام نہ ہوں گے اُدھار پی ہوگی
اُٹھی بھی ہوگی تو کچھ گرہ سی اُٹھی ہوگی
وہ سخت جاں ہوں بل بھی تو کوستی ہوگی
دکھا دکھا کے فرشتوں کو میں بچی ہوگی
جو دیکھ لے گا تمہیں دل میں گدگدی ہوگی
کھلی دو کا کسی میغِ روش کی ہوگی
نشاں مزار کا ہو گا نہ بے کسی ہوگی

شریک سے میں کیا ہو گا اب زرم بھی

ریاض نے پس تو بکھی جو پی ہوگی

وعدہ کبھی سچا کوئی کرتا ہی نہیں ہے
اندیشہِ خدا تو گزرتا ہی نہیں ہے

وہ من کی شکن دور سے لیتی ہے لائیں
نہ بار کے ابرو کا اترتا ہی نہیں ہے

ہوں یہاں اس لئے دکن کو یا ص
ر شک ہندوستان پر کچھ ہے

ہنسنے جو محفل ماتم میں تم بڑی ہو گی
یہ تیری چٹکی سے ناک کے گدگدی ہو گی
جو برق پر بھی آنکھ اس کی جا پڑی ہو گی
بڑے مزے کی شب وصل دل لگی ہو گی
نگاہ تم نے مجھے برق طور کی ہو گی
وہ منہدی پاؤں ہیں بائیں گدگد ہنسنے
رہتا خیال کہ ماتم کریں گے یوں اس کا
گماں ہے دیدہ سسل کا آرسی پر نہیں
یہ دھنسا جو لگی چوٹی سی سر سے دل پر
غلط ہے آپ نہ تھوہم کلام خلوت میں
شہید تیغ ادا کیوں حنا کو سمجھے ہو
نہ شیشہ پنہ دہن ہونہ خم ہے بے مٹکا
یہ دن ہی دن کو ہوتا ہی تاک جھانک ٹوٹ
جھپک جھپک کے لیا ہو کا باغ میں سائز
ہمارے چوہوں میں رات کے کھیل میں ہوں گے
جناب شیخ کو ملے گی سی اپنے جامت سے
یہاں نہیں بھی نہیں نام کہہاں آنسو

پکارتا ہے تبسم مری ہنسی ہو گی
کہ کوئی لب سو فار پر ہنسی ہو گی
نکاوشوں بھی بجلی ہی بن گئی ہو گی
وہ ہنسنے ہوں گے جیا مجھ کو سستی ہو گی
تمہاری آنکھ کھیم آنکھیں گئی ہو گی
ہمارے نام تو لوگوں ہی سے لگی ہو گی
نہ تھا خیال کہ یوں نکلے زندگی ہو گی
یہ پھپھار پھار کے آنکھوں کو دھنسنی ہو گی
کسی نے شیش سے توڑی کوئی کلی ہو گی
عدوت آپ کی تصویر پر بولتی ہو گی
ادور کا کے شہید دلیں لگی ہو گی
نکلتے جو تھوہم کلام خلوت میں لگی ہو گی
نیا بھی آپ کی پر سے سر جھانکتی ہو گی
چوٹی بھی ہو گی توڑے ڈور کے ہم لپٹی ہو گی
ہمارے بگ میں منہدی غضب پر پی ہو گی
مے سو کی تو سب ماتی بہتہ کڑی ہو گی
ہٹا رہی آنکھ سے سرستہ پکارتی ہو گی

کیا پڑے ہو گوشہ مسجد میں ٹھوڑا بدو
پھوٹی آنکھوں سے ذرا دیکھو گھٹا بھائی ہوئی
صبح ہوتے بات جو ہونا تھی وہ تو ہو چکی
اب لئے بیٹھے ہو تم آنکھ شرمائی ہوئی
بات کہتے آشیان چھ سے اچھا بن گیا
تینکے چن کر چھانٹ لی اک شاخ مرغابی ہوئی
میں خرام ناز کے صدقہ ذرا دیکھے ہوئے
رحم تربت پر کہ ہر کس کس کی شکرانی ہوئی

ابھرے جو بن پر نہیں کسی ہوئی محرم ریاض

مکراتی ہے جوانی جوش پر آئی ہوئی

کیا ہوئی میری جوانی جوش پر آئی ہوئی
بائے وہ نازک گلہابی میری چھلکانی ہوئی
جلوہ گہر میں جس کیس کی تماشائی ہوئی
طور سے ہم لے کے آئی آنکھ پتھرائی ہوئی
حشر میں فتنوں سے اچھی بزم آرائی ہوئی
آکے دنیا خود تماش خود تماشائی ہوئی
یہ بھی شامت تھی مے اعمال کی لائی ہوئی
سب سے پہلے حشر کے دن میری سوائی ہوئی
میں چلا دوزخ کو لیکن اس کی ترست دیکھئے
آنکھ میری سوئے کوثر آج للچائی ہوئی
اس کی ٹھوکر کے نشان سب بن گئے دماغ سجود
یہیں ہر کس بت کافر کی شکرانی ہوئی
حشر میں قاتل کی دیکھی ہر لہو کی کوئی جھینٹ
سوئے دامن کیوں جھلکی ہر آنکھ خزانہ ہوئی
تازگی سی آگئی ان کا تبسم دیکھ کر
کھل نکلیں کلیاں مے من کی جانی ہوئی
رہ گئی یاد جوانی وہ جوانی اب کہاں
داغ دامن ہے میری جوش چھلکانی ہوئی
دیکھتے وہ بھی تو آجاتے ضرور آنکھوں میں اشک
دل کی رخصت اس طرح دل کی شکبائی ہوئی
اے قیامت آجھی تیرا ہو رہا ہے انتظار
ان کے در پر لاش ک رکھی ہو کنائی ہوئی
نیم عریاں کچھ نمایش حسن کی تھی وصل میں
چھٹیر نے کورات جیلان کی آنکھ لائی ہوئی
خاک بچانکی مسجدوں میں جا رہی جب ہم کبھی
میکدوں میں رہے تو بادہ پمائی ہوئی

دل سے تو مرے سینے کے پھر دل ہی اچھے
 سب بھول گئے اس کو ترے عہدِ تم میں
 جو جانتے ہیں بڑھ کے نشیں سے قفس کو
 کیا چیز ہے اے بادِ کشتِ موسمِ گل بھی
 اپنے ستم و جور اُسے لاکھ لاکھ کھاؤ
 یوں پئے کو دل لاکھ پسیرِ برگِ جنار
 کیا آگئی اس میں دلِ بیتاب کی ابھن
 سمجھا ہے اثر کوئی بلا، آد کو میری
 جب تک کوئی آئے نہ لبِ بامِ بکھر کر
 دیوانہ ریاض اوروں سے کیا بات کریگا

مشتوقوں سے تو بات وہ کرتا ہی نہیں ہے

بھولی بھولی شکل کجیوں کی گھبراہٹی ہوئی
 جوش پرے صبرِ زاروں پر گھٹا چھائی ہوئی
 ہائے وہ دن ہم سے زاریوں کی بڑھ کر ہے
 وہ چلے تو اٹھ کے فتنے اُن کے آگے ہوئے
 میر کو نکلیں وہ اپنی رہ گزر سے بے حجاب
 ہر آواز نگہ دیکھا اٹھی ہوا، مینا جھکا
 سیر ہوگی مسجدِ جان کے در پر رکھ تو دو
 ہائے کیا جھٹ پر قفس میں لڑ پر پیدا
 پھر گئی شامِ شبِ عہد آج کیوں آئی ہوئی
 بات ایسی ہے کہ تو بھی ہے لپچائی ہوئی
 پیچھے تو کس تکلف سے ہے کھجوائی ہوئی
 میں چلا تو ساتھ میرے میری سوئی ہوئی
 اور رکھی ہو ہماری لاش کفنائی ہوئی
 جامِ چھلکے تو بہ ٹوٹی، بادِ وہ بھائی ہوئی
 میکشو چپکے سے میری لاش کفنائی ہوئی
 جسنائیں نے کہ جاتی ہے بہار آئی ہوئی

تیرے وعدے وعدہ کر کے کھا بھی لئے تھوٹی قسم کیوں تامل ہر تجھے تھوٹی قسم کے واسطے
ہائے لئے تیری نزاکت پاؤں اٹھ سکتا نہیں بارہے رنگِ جناتیرے قدم کے واسطے
یہ ہوائے تاجدارِ یہ ہوائے خود سری لے جابا تے کچھیرے ایک دم کے واسطے

ان حسینوں کو بنایا ہے خدا نے لے ریاض

جھوٹے وعدوں کے لئے تھوٹی قسم کے واسطے

ہو گی وہ دل میں جو ٹھانی جائے گی کیا ہماری بات مانی جائے گی
دُھل چکی ہے اب جوانی جائے گی یہ شرابِ ارغوانی جائے گی
بعد تو بہ آتشِ سیالِ خم میرے گھر سے ہو کے پانی جائے گی
خضرِ یونہی گم رہیں گے عمر بھر یونہی عمرِ جادو وانی جائے گی
تیغ ہی کیا ہاتھ میں قاتل کے ہتھی لے حنا تو بھی تو سانی جائے گی
آئے تائے ہجر کی شب کچھ نظر اب بلائے آسمانی جائے گی
عش پر ہر خوش جالوں کا مزاج کیوں کر ان کی لغتِ رانی جائے گی
خدمتِ بیخا نہ کرے ورنہ شیخ رائیگاں یہ زندگانی جائے گی
موت سے بدتر بڑھا پائے گا جان سے بھی جوانی جائے گی
شوخیوں کہتی ہیں کھل کھیلیں گے وہ اب حیا کی پاسبانی جائے گی
آگ بن کر جام میں آئے گی نے زمزمی میں ہو کے پانی جائے گی
بورہ گیسو سے ہر چین بربدیں رات بھر کیا سرگرائی جائے گی
بولے سن کر دل کے پامانی کا حال کس گلی کی خاک چھانی جائے گی
جان سے بڑھ کر اسے رکھتے عزیز کیا بچھتے تھے جوانی جائے گی

ہر لحد سے صاف ملتا ہو قیامت کا جواب
 خاک و رو چھانتی ہو ان کی ٹھکرانی ہوئی
 منزلوں پیچھے ہیں راہِ عشق میں فراہِ قوس
 یہ نہیں اس کو اب ایسی میری سزا لی ہوئی
 رات من انگڑائیاں وہ لیں میری آغوش میں
 جن چینوں کے لئے پیدا یہ انگڑائی ہوئی
 وہ بھی گھبراے ہوئی تھی بات بھی تھی شرم کی
 رہ گئی ہونٹوں میں تب کہ ہونٹ ٹکرائی ہوئی
 نام ہے فی انہیں تلخی نہیں تیزی نہیں
 مدتوں زاہد سنی ہو میری کھجوا لی ہوئی

بے نمایاں آج سب مینا پرستوں میں کیا ضل

جامِ جم سے بڑھ کے قدرِ جامِ مینائی ہوئی

وہ سمجھتے ہیں کہ ہے میرے ستم کے واسطے
 دل بنا ہر طرح کے رنج و غم کے واسطے
 نام تو بلیتے ہی مجھ پر برس پڑتا ہے یہ
 تو ہنسنے لگا اب کرم کے واسطے
 دی عبث تکلیف سب کو کیا کچھ دیر تھی
 جان کیوں ہم نے جرائی دو قدم کے واسطے
 خوب ہو جامِ سفالیں رکھ دیا چاہا جہاں
 سو تکلف چاہتے تھے جامِ جم کے واسطے
 کچھ عجب بجاں میں بچا نہا دنیا فی ہمیں
 سینکڑوں جھگڑی کھیری ایک دم کے واسطے
 خور و در و ادرا یا مسفت ملنے کا نہیں
 جو گرد و آلودہ ہو لے لے رنج و غم کے واسطے
 بلتی جلتی ایک شے تھی اب زمرہ ہم بہت
 ہم چھپا کر لے چلے اہل حرم کے واسطے
 جس قدر تقدیر میں ہرل ہے گا اس کو رنق
 فکر کیوں انسان کو ہریش و کم کے واسطے
 والے قسمت شاہانِ ناز کے ہوتے ہوئے
 ہم بنے اے آسماں تیرے بستم کے واسطے
 کو چہ دشمن ہیں جا کر پٹکتے ہیں روز
 خاک اڑاتے ہیں تری نقش قدم کے واسطے
 یوتلوں کے منہ کھلے ہیں غے کشوہر دعا
 ہاتھ اٹھائے ہیں سب واکرم کے واسطے
 تیری پینے کو بلا طمع و ریاست سے اٹھے
 لے جاب اتنا تکلف ایک دم کے واسطے

ہم نے دیکھے ہیں بہت زلف کے خم تہج کوئل
 نہیں بٹھنے کا نزاکت میں کمر سے کوئی
 بجلیاں کان کی ان کو نہ چمکنے دیں گی
 نہیں خرنے کا ہونا لوں کے اثر سے کوئی
 لگی نہ کھنے کا نہیں میں کبھی خم ہو کر سب
 مجھ پر اس طرح سربزم نہ بر سے کوئی
 گد گدایا کبھی پریکاں نے تو بولے ہنس کر
 روئیں گے یہ نہ ہنسنے زخم جگر سے کوئی
 خم مے ہو کر معاصی ہوں و با جاتا ہوں
 بوجھ اتر والے ذرا حشر میں سر سے کوئی

حشر کے روز بھی میں اٹھ نہ سکوں گر کے ریاض

نگرائے مجھے اس طرح نظر سے کوئی

آ رہا ہے مے گھر غریب کے گھر سے کوئی
 پوچھ لے بڑھ کے ذرا باؤ سحر سے کوئی
 ہم نے منہ چوم لیا رخ سے ہٹا کر آنچل
 منہ چھپائے ہوئے نکلا تھا ادھر سے کوئی
 دل میں کیا کچھ لئے بیٹھے ہیں ہزاروں حشر
 کھول سکتا نہیں منہ آپ کے ڈر سے کوئی
 لب ساغر بھی تو ہیں خشک نہیں کیا چوں
 قطرہ مے کو مری طرح نہ تر سے کوئی
 ہے بھی کچھ یا نہیں میں اتھ لگا کر دیکھوں
 ہاتھ اٹھائے تو ذرا غما کر سے کوئی
 گم ہوئی سب کی طرح کیا یہ قیامت بھی ہیں
 جا کے آتا نہیں اس راہ گزر سے کوئی
 دیکھ لے دیکھ لے او آنکھ چرانے والے
 دیکھتا ہے تجھے حسرت کی نظر سے کوئی
 کہتی ہے قوت پر واز فیصل گل میں
 باندھ مے میرے قفس کو در پر سے کوئی
 دل سے نکلے نہ کبھی یہ مے لب تک آئے
 ابھی واقف نہیں نا لوں کے اثر سے کوئی
 اب قفس کی شب تار یک نہیں کٹتی ہے
 کہہ مے جا کر یہ ذرا برق و شر سے کوئی

اور ہو گا یہ فلک در پے آزار ریاض

تجھ کو دیکھے نہ ترحم کی نظر سے کوئی

ساتھ لائے ہیں قفس سے ناتوان جاتے جاتے ناتوانی جالے گی
 نالے کرنا سیکھ لے اے عنذلیب اب یہ طرزِ نندہ خوانی جالے گی
 شیخ نے مانگی ہے اپنی عمر کی میکدے سے اب پرانی جالے گی
 جاچکے ہیں آپ کل شمن کے گھر آج مرگ ناگہانی جالے گی
 پینے آئیں تو فرشتہ خور یا ض
 حور کے دامن میں چھانی جالے گی

خرام ناز سے پامال تبت ہونے والی ہے اک آفت آنے والی ہو قیامت ہو کوالی ہے
 کہاں نئی کہاں غز کہاں طرب کہاں نئے سحر ہونے کو ہر برہم یہ صحبت ہو کوالی ہے
 عدو کے گھر مرا ماتم کیا کیوں ستارک سے عدو کی شکوہ سنج ان کی نزاکت ہو کوالی ہے
 بیاتس نسیم کا ہوتا ہر مئے کے جام چھلکیں گے اسے واعظ یہ بزم وعظ جنت ہو کوالی ہے
 خزا تو بوسے رخ پر بگڑنا سیکھ لے اس کا تری تصویر کی اب در صورت ہو کوالی ہے
 مئے کہنے بنے گی نور بے ابد کے سینے میں نئی بوتل میں اس کی اور رنگت ہو کوالی ہے
 بتوں کی صورتیں ہم کو نظر آتی ہیں کعبہ میں کسی کافر سے پھر دل کو نصبت ہو کوالی ہے
 خزا کہہ دو بڑھا دے تیرگی ابرسیہ جا کر کسی ہیکش کے گھر واعظ کی دعوت ہو کوالی ہے

لئے خالی کوئی بوتل ریاض آئے میں زمزم پر

سنا حضرت سے ظاہر کچھ کرامت ہو کوالی ہے

راستہ بند ہے گزرتے نہ ادھرت کوئی فتنہ اٹھنے کو ہے اس راہ گزر سے کوئی
 بہہ چلے حشر کے میدان میں دیای شراب بوند چکی تھی رے دامن تر سے کوئی
 شب خلوت کے مرنی لاکھ بھری ہیں سین بزم میں دیکھ لے وزویدہ نظر سے کوئی

کتاب ہے ریاضِ تنہا کی زبان کی
رنگینی کلام کے قسربان جائے

اُگتے تھے جن میں نخل امید وصال کے کیا ہو گئے وہ باغِ طلسمِ خیال کے
میٹھا ہے کوئی گیسوؤں کے بل نکال کے عکس آئینے میں آئے ذرا دیکھ بھال کے
دل سے نکال ڈالے سب اے ماں وصال کے اب پھینک آئیں سینے کو کیا دل نکال کے
ہر بامِ طور وادیِ ایمن۔ ہر ایک شت جلوے کہاں نہیں تری برقی جمال کے
ساقی ہمارے سامنے تو رکھ دو بھر کے جام لا دختِ رز کو نور کے سانچے میں جمال کے
زلفوں میں آپ میٹھ کے موٹی پروئے آنسو نہ پوچھے کسی آشفقہ حال کے
محفل میں آج شیخ کہیں سالِ ناچ جائے دو گھونٹ اسے پلا دو مو کو کہ نہ سال کے
بے درد و تجکوبات کا جب بھی یقین نہ ہو ہم رکھ دیں سامنے جو کلیجہ نکال کے
اے موسمِ بہار جو کچھ ہوش آگیا چن لیں گے بھولانے والے کو نکال کے
دل کے لئے حیمینوں کی ہم کو کمی نہیں اچھا ہو مال لاکھ خریدار مال کے
موسیٰ سے کہہ دو جلوہ گہرے طور یہ نہیں اس کی گلی میں آئیں ذرا دیکھ بھال کے

اٹھو او مینر سے وسائے ریاضِ جن جلد
آتے ہیں اک بزرگ پرانے خیال کے

آئے ہیں کس واسے دوپٹہ سنبھال کے سنجیدگی سودش پر اپنیل وہ ڈال کے
سو جان سے نثار میں روز وصال کے وہ کہہ رہے ہیں دن برابر ہے سال کے
جو بن نثار قیہوں میں جب کچھ نہ آئی شرم میٹھے ہیں آج سرور گزیاں میں تو اں کے
اپنیل ڈھلا رہا مے مستِ شباب کا اوڑھا گیا کبھی نہ دوپٹہ سنبھال کے

کسی سے وصل میں سنتے ہی جان سوکھ گئی
 ایک آہ گرم نے جھلسائے خوشہِ انجم
 چلو ہٹو بھی ہماری زبان سوکھ گئی
 قیامت اور وہ ہنگامہ پھر قیامت کا
 تمام کھیتی تری آسمان سوکھ گئی
 رہا نہ بعد مرے ہائے کوئی آبلہ پا
 لحد کی اٹھتے ہی ہٹ کر کون سی جان سوکھ گئی
 شبِ فراق کا آدھا نہیں اتنِ قوش
 پکار تے ہیں کانٹے زبان سوکھ گئی
 عطا بھی ہم کو تو بے وقت اس طرح کھانا
 یہ میرے گھر جو ہوئی میہان سوکھ گئی
 کہ چا دل اینٹھ گئے اور نان سیکھ گئی
 بہت ہی پھولی ہوئی تھی یہ اپنی نکت پر
 جو دیکھا رنگ مرا زعفران سوکھ گئی
 ہوائے گرم خزاں میں وہ رنگت و کپاں
 تھی عنذ لیب یہ نہی تھاں پن سوکھ گئی

ریاضِ یاد ہے ان کا وصال میں کہنا

خدا کے واسطے چھوڑو زبان سوکھ گئی

مطلب کی بات شکل سے پہچان جائے
 میں کیوں کہوں زبان کو خود جان جائے
 آئے وہ نزع میں بھی نہ حسرت نکالنے
 اب زیر خاک کے سب ارمان جائے
 اس بھولی بھولی شکل کے ہو جائے تار
 ان بھولی بھولی باتوں کے قربان جائے
 باہنیں لگے مٹنے لگے بھی اب نہی خوشی
 یہ ہے شبِصال کہہاں مان جائے
 کیا تھا جو سکر لٹے ہوئے کہہ گئے ابھی
 خاک آ کے میری دور کی ذرا چھان جائے
 وہاں نوازاں سا کوئی دوسرا نہیں
 جی میں ہوا ان کے گھر کبھی وہاں جائے
 ہے قصرتِ دل ان کی بزم کا
 جا بیٹھے تنگ کے ذرا مجھے پھر لگ
 بدینِ میرے حق میں ہر صبح شبِصال
 بے کچھ کہے سننے بھی برا مان جائے
 کھولے ہوئے نہ بال پریشان جائے

کون انجمن نازیں بیٹھا ہے سنبھل کر
 کہتے ہیں جو ہو چاند کا ٹکڑا دل پر داغ
 رست سے نہیں دور یہ اے گرمی محشر
 کیوں کوستے ہو آگ لگے رنگ حنا کو
 اے شیخ ترے سر کی قسم لطف نہ آیا
 اس مست کو اندیشہ فردا نہیں واعظ
 وہ بھی تو کھڑے دکھتے تھے ہام سے اپنے
 تم ایک ہی چلو کے ہوئے حضرت واعظ
 نالوں سے بھیٹ جاتے ہیں کیوں کانوں کے پرے
 آئیٹھے ہیں ہم بھی دل مضطر کو سنبھالے
 تو بھی نہ بلا میں مرے گیسو کی بلا لے
 بڑھ کر جو گنہگاروں کو جنت کی ہوا لے
 میں جو میں جواب ہاتھ پڑیں ہونٹوں میں چھالے
 دسارا اچھالی نہ سبہر ہم نے اچھالے
 جو جا کے جہنم میں بھی جنت کا مزا لے
 اس ضعف میں بھی عرش کی اونچی گئے نالے
 پل جاتے ہیں بھر بھر کے بلا نوشن پالے
 بھاری نہ تو پتے ہیں نہ بجلی ہے نہ بالے

برسات کی رت اور یہ گھنگھور گھٹائیں

اب ہم ہیں ریاضِ اوجس گیسوؤں والے

کوٹھے کے رہنے والوں کی تجھ پر نگاہ ہے
 لغزش کچھ اپنے پاؤں کی کچھ میکہ کو کا بند
 دن رات اس گھٹا سب بستی میں بھلیاں
 منبر نہیں ہو تخت شہی تو یہ وقت وعظ
 ہے قحط میں گرانی سے اور بھی ستم
 جو مجھ کو گد گدائے وہ جو بن کا بے بہار
 کئے دن ہوئے شباب کو خست کو مئے
 کہتے ہو برگ گل سبک تھی لبِ قیب
 اے آسمان تیری چڑھی بارگاہ ہے
 اہل حرم سے دور کی اب بے کم واد ہے
 کافر بڑی بلاتری چشم سیاہ ہے
 واعظ نہیں ہو جو اوٹوں کا پادشاہ ہے
 ساقی نگاہِ لطف کہ دنیا تیاہ ہے
 جو تھکوا گد گدائے وہ میری نگاہ ہے
 اے ذوقِ مصیبت ابھی تو برگناہ ہے
 نازک سے گورے کال کی زنگت سیاہ ہے

او زلفوں والے مشرقی کچھ دل لگی نہیں
 منہ دی لگانے بیٹھے ہیں کچھ اس واسے وہ
 ان پیادوں پیاری آنکھوں سے اک پیار کی نگاہ
 وہ کہہ رہے ہیں اشک کو میرے لہو کی بوند
 رونا غم فراق کا قسمت میں رہ گیا
 ان کی طرف سے آ کے جو اس دل میں جم گئی
 ہو میکدے کی راہ میں گردش محال ہے
 کیا زہر کی بجھی ہوئی نکلی یہ موج اشک
 عقد و کھلیں گے آج یہاں بال بال کے
 مٹھی میں ان کے دے دے کوئی دل نکال کے
 میں صدقے ذبح کر مری حرمت نکال کے
 آنکھوں نے رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کے
 راتیں وصال کی ہیں نابینا وصال کے
 دڑے ہیں آسمان اسی گردِ ملاں کے
 رکھا ہے ہم نے پاؤں بہت ہی سنبھال کے
 پیچھاؤ آستین میں ہم سانپ پال کے

بیٹھے ہوئے ہیں ہاتھ دھڑے ہاتھ پر پیاض

واعظ کے سر پر آج سب وہم اچھال کے

اتنا نہیں تیری جو کڑی آنکھ سنبھالے
 مسکی ہوئی محرم ہے کوئی آنکھ نہ ڈالے
 محرم بھی سلامت تری آنکھ بھی سلامت
 کوچے میں ترے دل ہو کہ وہ حرمت دل ہو
 اس طرح کہ گھنگرو کوئی چھاگل کا زبولے
 کس ناز سے کہتے ہیں تسم قول نہ وعدہ
 عادت وہ بڑی شے ہے جو کھانے کو ملا بھی
 روکیں تجھے گردش سے شب و صبح تارے
 کہتا ہے پکے یہ ترا جوش جوانی
 آئینے میں ہاتھ لے کر ناؤ گیسو وٹالے
 آنکھ سے چھپالے رازے آنکھ سے چھپالے
 ہم کون ہیں جو بن کا مزا لوٹنے والے
 نازک سی کوئی شے ہے ذرا پاؤں سنبھالے
 جب چہم تہ چلیں گے میں چپکے سے اٹھالے
 تم کون ہیں شر کے دن جھپٹنے والے
 بے بے کے مے علی سے اترے نہ نوالے
 دکھ دیں تجھے ای چرن ترے پاؤں کے چھالے
 سینے سے لگا لے کوئی سینے سے لگا لے

یہ سمجھ کر کہ گنہگار ہیں کس مالک کے نہ گئے حشر میں ہم آنکھ جھکاؤ نہ گئے
غیر کے جلنے سے کچھ آج نہ آئی تم پر کیوں الگ بیٹھے ہوئے آگ نگاہ نہ گئے
نہ رہا حشر میں نظارے سے محروم کوئی قبر سے ایک ہیں آج اٹھاؤ نہ گئے
کس نے دیکھا ہیں کوپے میں حینوں کے ریاض

مفت بدنام ہوئے ہم کہیں آئے نہ گئے

جو اٹھ رہی ہے روز قیامت کے واسطے وہ صبح بھی نہیں شبِ فرقت کے واسطے
سینہ مرا ہے داغِ محبت کے واسطے پہلو میں دلِ پرورد کی لذت کے واسطے
کہنا کسی کا ہائے بگر کر شبِ وصال ہم تو بنے ہیں ناز و نراکت کے واسطے
اب مجربانِ عشق سے باقی ہوں یک ہیں اے موت پہننے دے مجھے عبرت کے واسطے
بن جائے کوئے یار میں اٹھی آرزو یہی اک حشر اٹھ گیا مری تربت کے واسطے
پھیلا کے پاؤں سوتے ہیں کیا اہلِ سیکہ یہ تو عجب مقام ہے راحت کے واسطے
تم کہہ دو آسمان کو جھک کر جبکہ بتائے دو گز زمین چاہئے تربت کے واسطے
فتنے سے ان کی چال کو کچھ بڑھ چلی تھی بحث کیا اٹھ رہا کچھ آج قیامت کے واسطے
اے دل کسی کے زلف کا توجہ سے ہو رہا آنکھیں ترس گئیں تری صورت کے واسطے
بے باغباں وہ باغ میں صیاد آ گیا اب ہم چین سے جاتے ہیں تیرے واسطے

ہر دم دعائیں دیتے ہیں سرسکاں کو ریاض

ہاتھ اٹھتے ہیں ترقیِ دولت کے واسطے

صلائے عام کی وسعت بڑھی زبان کے لئے صلائے عام کی یارانِ نکتہ واں کے لئے

سناحڑ کا ورہے اور ہے ہر لمحہ فقیر کا

سجادہ ہے ریا ض نہ اب سجدہ گاہ ہے

واعظیہ بعد تو بہ جوئے پر نگاہ ہے
کچھ بھی نہیں ہو وضع کا اپنی بناہ ہے
بڑھ کر نگاہ غیر کو یہ روکتی نہیں
ان کی بلائیں لینے کو زلف سیاہ ہے
ظرف وضو جام پر اک خمر پر اک سُبُو
اک بوریہ میں ہوا مری خانقاہ ہے
واعظیہ کے حلق میں بھی نوالا کبھی پھنسنے
کہنا یہ بھول جائے کہ پینا گناہ ہے
اد شرم والے شرم سے نکلوں تڑپ کے کیا
دل میں گڑی ہوئی تری تر چھپی نگاہ ہے
کہتے ہیں کس واسے وہ ٹھکر کے قبر کو
کیا فتنہ آفریں یہ تری خواب گاہ ہے
اے زلف یار آنکھ سے دیکھا ہوں کمال
میری نظریں آج زمانہ سیاہ ہے
لطف آپ کو نہ آئے گائے اسونہ آپ
فریادِ عندلیب نہیں میری آہ ہے

ان مردو شوں کو داغ لگا یا ریا ض نے

جس سے حسیں ڈریں وہ یہی رو سیاہ ہے

اور مینا نہ نشیں چور بنائے نہ گئے
ہم دھڑے جاؤ ہیں ناتق کہیں آئ نہ گئے
شوخیوں تیری اٹھائیں گی مجھے بزمِ کیا
ان سے تو شرم کے پردے بھی اٹھائے نہ گئے
قیدِ نینے کی ہوئی قیدِ نفس پر طرہ
ہم سے صفا دکو نالے بھی سناؤ نہ گئے
پر وہ ڈالا تری رحمت نے مری عصیاں پر
ان فرشتوں سے عیب چھپائی نہ گئے
کون سا لطف نہ فردوس میں پایا لیکن
پھر بھی دنیا کے منے دل سے بھلاؤ نہ گئے
جب چلے سونے لحد مر کے نہ دیکھا گھر کو
ایسے روٹھے کسی سے بھی سناؤ نہ گئے

یہ وہ زمیں ہے کہ جس پر ہے تلج کا سایہ
 کہو فلک سے کہ جھک جھک کے زمیں کے قدم
 وہ سایہ تاج ہو جو فرق فرداں کے لئے
 کہ میں زمیں کے قدم آج آسمان کے لئے
 یہی ہے مرجع عام آج اکتہاں کے لئے
 یہ وہ خوشی ہے کہ بر علیہ کنجہاں کے لئے
 کہ تخت گاہ بنی یثرب جہاں کے لئے
 وہ شاہ جو ہے شہنشاہ سے بڑھ کے تریں
 یہ آسمان سے کہو بن کے فرشتہ کچھ جائے
 جگہ نہیں کہیں تلج دھرنے کی قیامت ہے
 جگہ نہ کہیں باقی نہ شہر میں باقی
 قدم جو شاہ کے آئے یہ ہے اثر اس کا
 ہر اک مکان میں ہو سامان و سرچ ہو مل کا
 دلوں میں آنکھوں میں لیتے ہیں یہ بانوں کو
 صلائے عام کے صفحے میں ان سے بھی بڑھ کر
 اسی کے واسطے نکلا ہے اب یہ نمبر خاص
 خدا کرے یونہی بچو لے پھلے یہ باغ سخن
 خزاں نہ اس کے لئے ہو خزاں کے لئے

ریاض کوئی غزل اور اس زمین میں کہو

مگر جو خاص ہو یا ان نکتہ داں کے لئے

تری گلی سے اٹھتے فتنے اک جہاں کیلئے
 کہے نہ اب کوئی چھتی ہوئی فغاں کے لئے
 نہ اک جہاں کے لئے بلکہ آسمان کے لئے
 کہ آپس کانٹے میں کھٹی ہوئی زباں کے لئے

یکس کے نام نے لے لی زبان میں چٹکی
 ابھی تو بات بھی کوئی نہ آئی تھی لب تک
 ہوئی تھی کاہے کو تا شیر اس طرح بھین
 زبان خشک کو دعوے ہے گل فشانی کا
 نئے شگونے کھلانے بہار آئی ہے
 ترقیاں میں بھی تو صدائے خندہ گل
 شکست آبلہ پاکی بے سکت آواز
 یہ باغ وہ ہے کہ سینچا ہر خون دل سے
 یہی ہوا جو رہے گی زمین گلشن کی
 ستارے جتنے ہیں بار در رنگ بدلیں گے
 آڑیں گے اور بھی اب اونچے نغمہ خوان بلبل
 فیض عام جہاں میں صلائے عام کا ہے
 عجیب دوائے بیاں ہے عجیب طرز بیاں
 شعاع مہر نمایاں خطوط مسطر سے
 ہر ایک دل کا سویدا ہے نقطہ روشن
 اٹھائے دستِ نظر سب آنکھ میں کھلیں
 حروف کی نگہ نکتہ رس بلائیں لے
 رہے گی جان پڑی اس میں ہر سخنور کی
 ہر ایک صفو ہے تختہ زمین دہلی کا
 کہ سب قرار ہو میں شوخیاں بیاں کے لئے
 اثر نے دوڑ کے بوسے مری زبان کے لئے
 کسی کی نیم شبی نالہ و فغاں کے لئے
 زبان کے کانٹے بنیں پھول زبان کے لئے
 نیا ہے رنگ اثر آج ہر فغاں کے لئے
 بنے گی نغمہ نو مرغ نغمہ خواں کے لئے
 فغاں بنے گی جبریل کی کارواں کے لئے
 بہار بھی ہوئی ایسے بوستاں کے لئے
 نئے شگونے کھلیں گے اب ماں کے لئے
 بنیں گے پھول وہ دامن کھکشاں کے لئے
 بلند جائیں گے غولی سی آستیاں کے لئے
 فغاں اثر کے لئے ہر اثر فغاں کے لئے
 کہاں حیرن بیاں غیر کی زبان کے لئے
 دنیا فرا ہے ہر اک سطر کھکشاں کے لئے
 یہ نور آنکھ کی پتلی کا ہے جہاں کے لئے
 عجیب چیز ہے یہ اپنے قدرواں کے لئے
 نظر فریب ہی ہر نکتہ نکتہ واں کے لئے
 ہر ایک اتر رہی دام مرغ جاں کے لئے
 ہوئی زمین سبب فخر آسماں کے لئے

نئی ناؤس میں بھونکی ہو جس نے روح وہیںوں
 کھلیں گی بڑبڑاتی دیکھ کر آنکھیں جا بونکی
 پہنچتے ہیں جو راتوں کو وہاں چھپ چھپ کے وہم میں
 نہیں ٹھننے کے تیری راہ کو حشر بھی اٹھے
 اڑائے پردہ محل ہوا مجنوں کے کہنے سے
 خدا جائے غش آیا جلوہ گاہ طور میں کس کو
 ہم اپنی وضع زندان کریں کیوں کہ محشر میں
 خانی ہاتھ کا صید بچھا دے اب لگی دل کی
 ترے شقائق نظارہ الگ میٹھے میں محشر سے
 گرے غش کھا کے موسیٰ تو صد یہ طور سہرا آئی
 سنو افسانہ جہم جام رکھ کر سامنے اُن کے
 یہی مینا دکھائے گا مزا طاؤس گلشن کا
 نشیمن میں نہیں میں تو شرار برق کیوں جائیں
 وفا ہو یا نہ ہو وعدہ یہی دن ہے قیامت کا
 ابھی موجود ہیں اہل کلیسا دیکھنے والے
 یہی ہیں سر اٹھا کر جوش دیا دیکھنے والے
 نہ طوفان دیکھنے والے نہ دریا دیکھنے والے
 جے میٹھے میں نو نقش کف پا دیکھنے والے
 یہ اچھے آئے کھل کر روئے الہی دیکھنے والے
 وہ کس سے پوچھتے ہیں مجھ کو دیکھا دیکھنے والے
 یہی ہوں گو وہاں بھی اہل دنیا دیکھنے والے
 لگا کر آگ اس گھر میں تماشا دیکھنے والے
 وہاں کیا کرنے آئیں تنہا تو نہا دیکھنے والے
 کھلی آنکھیں تھی کچھ تو نے دیکھا دیکھنے والے
 ابھی دو چار میں جہم کا زانا دیکھنے والے
 گھٹا کے منتظر میں قصص مینا دیکھنے والے
 یہ جا کر کون میرا شیانہ دیکھنے والے
 کہیں کیا اپنے منہ کی مزہ تہا دیکھنے والے

یہ جتنے پینے والے ہیں یا صل بان رب کے مرشد ہیں

ہمیشہ جام مے میں نور حق کا دیکھنے والے

اور کچھ ہر دل کا آنا دل میں آنا اور ہے
 جب کہا کوئی شب وعدہ بہا نا اور ہے
 دل میں گھر کرنے کو آنکھوں میں سنا نا اور ہے
 ہنس کے بولے غیر کے گھر مجھ کو جانا اور ہے
 باغ میں دو چار دن اب آشیانا اور ہے
 ساتھ تیری ہم بھی خجست ہوں گے افیصل بہار

چھری نہ تیز کریں آپ امتحاں کے لئے
 شبِ فراق کے جاگے ہوؤں کو مل جائے
 بلائیں پیار سے لیس عمر جاوداں نے مری
 لبوں تک آئے نہ جائے یہ عیش تک نہ سہی
 کسی کی چین جہیں پر مجھے ہنسی آئی
 ہمارے دل میں کہاں پیری پیاری ہنس نکلی
 مری گلی میں وہ آکر مری گلی کا ہوا
 ادھر ادھر لئے پھرتی ہے باد تند کی موج
 نہ ہر دانِ عدم چھوٹ کر ملے ہم کو
 تم اچھے آئے لانے فلک کو داغِ جگر
 وہ دیکھ کر مے سوتے نصیب کو بولے
 یہ ذرے خاک کے تو خاک میں ملائیں گے
 قفس میں ہم تھے گھری بادلوں میں بجلی تھی
 ملے بھی خضر تو یہ تم سے نیک بندے کو
 قفس کے گرد شرِ بکلیوں کی ہے صیاد
 بہت ہی نیم نگہ مجھے نیم جاں کے لئے
 وہ نیند نہر جو ہو ان کے پاس کے لئے
 کچھ اس اداسی مے رگ ناگہاں کے لئے
 تڑپ رہا ہے مے ساتھ انرفخاں کے لئے
 ذرا سی تیج چلی میرے امتحاں کے لئے
 وہ آرسی کے لئے یہ غم نہاں کے لئے
 قدم زمیں نے بڑیاں کے پاس کے لئے
 نئی یہ شلخ ملی مجھ کو آسٹیاں کے لئے
 اڑائی خاک بہت ہم نوکاروں کے لئے
 ہماری پاس میں انگاہے آسماں کے لئے
 یہ میٹھی نیند کہاں میرے پاس کے لئے
 مرا غبار بہت ہے اس آسماں کے لئے
 تڑپ تڑپ کے رہو دونوں شیاں کے لئے
 گناہگار نہ تھے عمر جاوداں کے لئے
 یہ تنکے چُن کے مجھے دید و آشاں کے لئے

ریاض کاٹتے ہیں دن ہم اپنی عمر کے یوں

دعائیں مانگتے ہیں مرگ ناگہاں کے لئے

کوئی جانے ہی نہیں ایک جلوہ دیکھنے والے
 یہ موسیٰ اچھے آئے جا کے تنہا دیکھنے والے
 تری نازک سی سونی کیا سماؤں کی آنکھوں کی
 ہمارے آہے ہیں خارِ صحرَا دیکھنے والے

حشر کے دن بھی رہی بات وہی آنکھ وہی جھوٹے وعدوں کو تجھے شرمِ ذرا بھی آئی

اشع کے واسطے تھی جنبشِ دامن کافی ان کے دامن سو لگی بادِ صبا بھی آئی

اگیا شکرِ زبان پر جو کیا خُسمِ خالی پیٹ اپنا جو بھرا یادِ خُدا بھی آئی

آئے میخانے میں جب مسجدِ جامع سے ریاض

ساتھ ہی آپ کے قبلے سے گھٹا بھی آئی

اپنے سر میرے گنہگار رہنے دیجئے شیخِ جی اچھی ہے یہ دستار رہنے دیجئے

دیجئے کیوں دل کے بدلے ہار رہنے دیجئے جو نہ مجھے اٹھ سکے وہ بار رہنے دیجئے

اے قابو میں نہ کہئے پیار رہنے دیجئے پیالے پیالے منہ سے اب انکار رہنے دیجئے

کی ہے پیدا کیا نزاکت نے لچکِ وقتِ خرام اب کمر میں یہ نئی تلوار رہنے دیجئے

بات کیا ہر بات کہتو وصل میں گزری گی رات رات بھر کی بات ہے تکرار رہنے دیجئے

ہر طرف سے اے جنوں اے گا صحر کا مزا دل میں ہے گھر بے در و دیوار رہنے دیجئے

وہ گاہیں اب کہاں میں جن کو شرتا ہے حق آپ مرنے والوں سے تو آنکھیں چار رہنے دیجئے

حشر کے دن قبر سے میں آنکھ سوٹکے گی وہ میرے دل میں حسرتِ دیدار رہنے دیجئے

خواب میں بھی ہونے پائے گانہِ دشمن کا گزر آپ سو رہے مجھے بیدار رہنے دیجئے

اس سے اچھا ہے کہ میری جان لے بیمار آنکھ آنکھ کا صدقہ مجھے بیمار رہنے دیجئے

شیخ صاحب یہ نہ دے گا پنبہ مینا کا کام آپ اپنا طرہ دستار رہنے دیجئے

بن کے چلنا تن کے چلنا ساوگی کے خلاف کبک کی طاؤس کی رفتار رہنے دیجئے

ایسی کیا جامہ دری ایسا جنہں بھی کیا ریاض

کوئی تو اپنے کفن کو تار رہنے دیجئے

رات بڑھ جائے گی دیکھو استانِ غیر ہے
 خنجرِ قاتلِ مٹائے خوب ہم نے تیرے ناز
 غیند اڑ جائے گی اس کی فیساں اور ہے
 جا بھی ایسا قصد ہوا ہی خوب تیرا امتحان
 وقتِ آخِ ابِ اجل کا ناز اٹھانا اور ہے
 حضرتِ ناصحِ جوانی میں مجھے رکھئے معاف
 کام کرنا اور ہے باتیں بنانا اور ہے
 حشر کے دن امنِ قاتل بھی ہو خنجر بھی ہے
 پیر و مرشدِ توبہ کرنے کا زانا اور ہے
 خونِ ناحق آج بھکونگ لانا اور ہے
 ذکرِ تیرے سن کا کچھ نہ کر میرے عشق کا
 دشمنوں کے کان بہرِ فیساں اور ہے
 جانیں گے تیری گلی سے اٹھ کے ہم سوکھا
 کیا کہیں دنیا میں ایسوں کا ٹھکانا اور ہے
 پارسیا نہ وہ اگلی وضعِ نبھ سکتی نہیں
 اور تھا اگلا زمانہ اب زانا اور ہے
 دن گئے و دم گیارا تیں گئیں باتیں گئیں
 وہ زمانہ اور تھا اب یہ زانا اور ہے
 بزم میں اہلِ عزت کچھ اور کر لیں انتظار
 چوٹی وہ گندھوا چکے منہ دی لگنا اور ہے

تم خفا ہو کر کہاں جاتے ہو کب سے یہ یاض
 کوئی سجدے کے لئے کیا آستانا اور ہے

میر و لب پر کبھی تو بن کے دعا بھی آئی
 ان سے کچھ یہ شفقِ شام لگا بھی آئی
 تجھے اے آہ مری بات بنا بھی آئی
 کہ شبِ عدہ جو آئی تو حنا بھی آئی
 جھانکنے کو کبھی گلشن سے ہوا بھی آئی
 تیرے صدقے تجھے قاتل کی ادا بھی آئی
 تو ہمیشہ رہی قاتل کے کمر میں لے تیج
 آج گھبرا کے کئی بار قصدا بھی آئی
 دردِ فرقت کی اذیت کا نہ پوچھو کچھ حال
 تجھے بھولے سے کبھی یاد خدا بھی آئی
 بھولتا ہی نہیں کہنا کیسی کا فر کا
 چکیاں قبر میں لینے کو حیا بھی آئی
 اٹھ رہی تھیں ہی دن کے لہو نیچی نظریں

او بندہ بت دیکھ خدا اور ہی کچھ ہے
 شرمیلی نگاہوں کی ادا اور ہی کچھ ہے
 اڑتے ہوئے میخانے چلے آتے ہیں رندو
 کر دیتی ہے گھر صاف لگائی ہوئی تیری
 محفل میں بھی دکھا ہے حسینوں کو پلاتے
 کیا اٹھ اٹھ اٹھ ہاتھ اٹھا بیٹھے دعائے
 جانے نہیں دیتے مجھے دوزخ میں فرشتے
 تو عرش نشینوں سے ذرا حالِ تری پوچھ
 ہم رندا سے کہتے ہیں کوثر کی اچھوتی
 رندوں نے چھڑک دی ہے جو تو پوچھ رہا ہے
 سجدے کے لئے سر جھکا دیتی ہے میرا
 اللہ نے سنوائے اب اس درد کی آواز
 ست پردہ ہیں پرے میں چھپا اور ہی کچھ ہے
 قربان حیا کے یہ سیا اور ہی کچھ ہے
 اٹھتی ہوئی ساون کی کٹھا اور ہی کچھ ہے
 آگ اور ہی کچھ ہے یہ خزا اور ہی کچھ ہے
 غلوت میں پلانے کا مزا اور ہی کچھ ہے
 اٹھ جائی تو ان ست دعا اور ہی کچھ ہے
 کیا میری گناہوں کی سزا اور ہی کچھ ہے
 او باہم نشیں آہ رسا اور ہی کچھ ہے
 اے شیخ مے ہوش رہا اور ہی کچھ ہے
 زاہد تری ڈاڑھی میں لگا اور ہی کچھ ہے
 اے شیخ مری لغزش پا اور ہی کچھ ہے
 ٹوٹا ہے کوئی دل یصدا اور ہی کچھ ہے

سر سبز زیا غرض آپ کبھی ہو نہیں سکتے

افسوس زمانے کی ہوا اور ہی کچھ ہے

اے چرخِ حسینوں کی جفا اور ہی کچھ ہے
 وہ سوتے ہیں سونے کی ادا اور ہی کچھ ہے
 گوجھو متے ہیں دیکھ کے ہم دخترِ رب کو
 نشتر سے چلے کام تو سوا بار چھو لوں
 کہتا ہوں سنا کر تجھے میں ادب کا
 چھوڑ دوں حسینوں کے اور ہی کچھ ہے
 اے بندِ بقا قصد مرا اور ہی کچھ ہے
 لیکن تری مستانہ ادا اور ہی کچھ ہے
 اے دردِ جگر تیری دوا اور ہی کچھ ہے
 اللہ سے اب میری دعا اور ہی کچھ ہے

تاتواں پر ڈائے کیوں بار رہنے دیکھے
 نزع میں لغت کا اب اٹھا رہنے دیکھے
 جب کہا اس کو گلے کا بار رہنے دیکھے
 شعر سن کر گالیاں ہر بار رہنے دیکھے
 سربف ہیں آپ کے کوچے میں لکھوں فروش
 لے کے دل پہلو مرا خالی کئے جاتی ہیں آپ
 رہ کے پردی میں مجھے بیتاب کرنا کیا ضرور
 کیوں تعرض مجھے ہی حضرت! اعطائے مجھے
 جو اٹھائے قبر سے بکڑوہ چلے چال آپ
 بعد مدت کے ملی بے رات اک بسات کی
 برگ گل رکھ لیں گے کچھ کلی ہوئی محرم کی ثم
 آ رہوں تو آپ سے سر پرے دیوار بھی
 شوق ہے تو آئینہ رکھ لیجئے رخسار پر
 کیوں ہے نازک کمز میں کیا یہ میرا ہاتھ ہے
 میری تربت غیر کا گھر غیر کا کوچہ نہیں
 دور مجھے سایہ دیوار رہنے دیکھے
 چھوڑے بھی جان میری پیار رہنے دیکھے
 وہ جھٹک کر ہاتھ بولے پیار رہنے دیکھے
 آپ نے کومے اشعار رہنے دیکھے
 گرم کچھ دن موت کا بازار رہنے دیکھے
 میرے دل کے داغ تو دو چار رہنے دیکھے
 آپ اپنی شوخی گفتار رہنے دیکھے
 رشتہ بند سجدہ زنا رہنے دیکھے
 جو اٹھائے حشر وہ رفتار رہنے دیکھے
 گالیوں کی آج تو بوجھار رہنے دیکھے
 اپنے سینے پر گھسے کا ہار رہنے دیکھے
 آپ ایسا سایہ دیوار رہنے دیکھے
 عکس کے رخسار پر رخسار رہنے دیکھے
 چلتی پھرتی ہاتھ میں تلوار رہنے دیکھے
 یہ ادا یہ نازیہ رفتار رہنے دیکھے

شیخ صاحب سوائے مہمانہ ریاض آتے ہیں آج
 فرش راہ میکدہ دستار رہنے دیکھے

آغاز جوانی کی ادا اور ہی کچھ ہے
 دل اور ہی کچھ داغ مرا اور ہی کچھ ہے
 اٹھتی ہوئی کوئل کا مزا اور ہی کچھ ہے
 چھوٹا نہ اسے تم یہ بلا اور ہی کچھ ہے

فتنہ قد میناؤئے کچھ ہے ریا ض
کچھ ادا میری بستِ نظا ز کی

| | |
|--|--|
| نہیں میں پوچھتے ہیں وہ تری حسرت کیا ہے | کھل نہ جائے کہیں ان پر مری نیت کیا ہے |
| ہم نے دیکھا ہے اس کی حقیقت کیا ہے | آپ کے پاؤں کی ہر خاک قیامت کیا ہے |
| نہ اٹھی گرد بھی ٹھوکر سے یافت کیا ہے | آخر ایسی گئی گزری مری تربت کیا ہے |
| صبح تک کام بنے تو بغیمت شب وصل | شام ہی سے انھیں مچھیروں کی شملت کیا ہے |
| رگ گل کو نہ کمر بن کے لچکتے دیکھا | اے صبا ان تے پھولوں میں نزاکت کیا ہے |
| آگے دو آنسو گرائے کوئی امید نہیں | اب مری قبر سے لپٹی ہوئی حسرت کیا ہے |
| دماغ دامن نہ بناؤ اسے تم پھینک بھی دو | دل پر دماغ کی ایسی بھی محبت کیا ہے |
| بزم ساقی ہو مرا گھر ہو کہ میخانہ ہو | جب اڑانے کو ملے پھول تو جنت کیا ہے |
| اے حنا رنگ حسینوں میں جا ہے تیرا | تیرے آگے دل پر غوں کی حقیقت کیا ہے |
| کس قدر شوخ حسینوں کو ستانے والی | ناز ہم کو ہے ہماری بھی طبیعت کیا ہے |
| آسمان ٹوٹ پڑے تو نہ اثر ہو مجھ پر | انجم افشاں سے سر پر شبِ غربت کیا ہے |
| بات کہنے کی نہیں ہے کہیں غلو تک سوا | کیا بتاؤں سرِ محفل مجھے حیرت کیا ہے |
| ہم وہاں ہیں کہ جہاں دونوں برابر ہیں | شبِ وصل ہے کیا یہ شبِ فرقت کیا ہے |
| ہوں گے آبادیہ ایرانِ نشیمن کب تک | اے سیرانِ قفس قید کی مدت کیا ہے |
| چھیرتی ہے تجھے کیا بند کی دامن کی ہوا | آج اے ناقہ لیلے تجھے وحشت کیا ہے |
| کیا بتاؤں مجھے بے درد و کسوں کہتے ہیں | کیا کہوں مجھے حسینوں کو شکایت کیا ہے |
| باد آئیں گے جنت میں مجھے اے اعظ | لطف کیا میری معاصی میں ہر لذت کیا ہے |

کچھ اور ہی وہ لطف ہی کچھ اور ہی لذت
 صحبت میں حسینوں کے مزا اور ہی کچھ ہے
 مستوں سے الجھنا نہ کبھی کبھی چمن میں
 ان کی روشنی سے باوصبا اور ہی کچھ ہے
 پتھر سے کھولے گی یہ ہاتھ ہمارے
 پہلے ہوئے ہاتھوں کی خطا اور ہی کچھ ہے
 قاصد یہ زباں اس کی بیاں اس کا نہیں ہے
 دھوکا ہے تجھے اس نے کہا اور ہی کچھ ہے
 لے بیٹھے ہیں وہ غیر کی باتیں مے منہ پر
 ان سے کہے کوئی سنا اور ہی کچھ ہے
 جب تک نہ پئے کوئی اسے پانی ہے پانی
 پی لے تو مے ہوش رہا اور ہی کچھ ہے
 لے شیخ یہ جب آتی ہے چھا جاتی ہے سب پر
 برسات کی گھنگھور گھٹا اور ہی کچھ ہے
 آغوش میں کھینچا سرِ محشر تو وہ بولے
 یہ روزِ قیامت نہیں کیا اور ہی کچھ ہے
 قربان تھے نام کے اے احمد مرسل
 تو نامِ خدا صل علیٰ اور ہی کچھ ہے

اچھا ہے ریاض آپ کے سرشار کا مصرع

جو وقت پر اٹھتے وہ گھٹا اور ہی کچھ ہے

دل سے چھیڑوں میں نگاہِ ناز کی
 ہونہ افشا بات یہ ہے راز کی
 کاش مل جاتی جوانی کے عوض
 ایک ساعت عشق کے آغاز کی
 طور کیسا سن کے دل پر ہے اثر
 اُف ری گرمی شعلہ آواز کی
 وائے فتمت جب قفس کا ور کھلا
 اُڑ گئی طاقت پر پرواز کی
 جس قیامت کی ہر اتنی دھم دھام
 موج ہے ان کے خرامِ ناز کی
 ڈال کر منہ میں دیکھا ظرفِ خم
 بات جو کہنا تھی کہ دی راز کی
 ناوکِ صیاد کیا کہنا ترا
 دل میں حسرت رہ گئی پرواز کی

شکل کیا کھیتی مری گرد باد و شست تھا گرد تصویر جنوں سے صنعت مانی ہوئی
پیتے ہی دنیا کے جھگڑوں سے ہو کر بے فکر ہم کس قدر دشواریاں تھیں کتنی آسانی ہوئی

وہن گلچیں میں بھی کچھ پھول برسائے ریاض
کہنے کچھ اس کی زمیں میں بھی گل و فشان ہوئی

پہنچ جائے کسی کے بام تک یا فضاں میری لگی لپیٹی گئی ہو ساتھ جان نا تو اں میری
مرے صیا و چھڑوائے گی گھر تجھے فضاں میری نفس میں آج کوئی تالو کو لگتی زباں میری
بتوں کے بام سے بچھ پر یہ کیوں پتھر بستے ہیں گرے اس طور پہ بجلی لڑی قسمت ہاں میری
سمجھ کر رگزشت غیران کو لطف آتا ہے سنا کہتے ہیں پہڑوں میں میرے استاں میری
وہ کیا دن تھو کہ آئیں اس طرح باہم گزرتی تھیں وہن میرا زبان ان کی وہن ان کا زباں میری
رگ گل کی طرح رکھا ہر تنکوں کو نشیمن میں پھلے پھولے سے اللہ شاخ آشیاں میری
کیا یہ رنگ پیدا بدتوں رہ کر کلیسا میں حرم میں نعمتو نا تو سننتی ہے اواں میری
بنا کر بام پر فریاد تم سننتے ہونا داں ہو کہہ کیا ہو جواب سے دوسرے آسماں میری
حسینوں کی طرح ان کو بنایا ہو سنوارا ہے بانیں بھی پری بن کر ہوئی ہیں یہاں میری
انہیں کے سب پیش دیکھے لگا دو آگ گلشن میں نگل ہم داستان میں سے نہ سون ہم زباں میری
دم آخو جو آئیں بھی تو یارب اس طرح آئیں مزا دیر قلقل مینا کا مجھ کو ہچکیاں میری
بنا لائے کوئی جا کر کسی سے تم ذرا کہدو عدو کے گھر چھپی بیٹھی ہو مرگ نا کہاں میری
اثر اب دوڑ کر آئے نہ گردوں سے تو میر جاواں بھی کو کوستی نکلی مرے لب سے فضاں میری

ریاض اک عمر گزری دیر میراے مگر اب تک

حرم میں گونجتی پھرتی ہو راتوں کو اواں میری

ہم تو جب جانیں کہ کچھ کام ہمارے آئے دسترس جب نہ ہو تو حسن کی دولت کیا ہے

لے ریاض آؤ بھی جائے ہو کہاں زنداں سے

نہ کھلے گل نہ بہار آئی یہ وحشت کیا ہے

ساتھ سایے کی طرح وحشت میں عریانی ہوئی مجھے دیوانے کے پیچھے یہ بھی دیوانی ہوئی

صدقے ان کی زلف کے میری پریشانی ہوئی میں تو دیوانہ تھا یہ بھی آج دیوانی ہوئی

ان کی آنکھ میں داہن کر قیامت چھپ چکی وہ مری جانی ہوئی وہ میری بہچانی ہوئی

کس کے جلوے نے نگاہ شوق بڑا لا اثر طور کے دامن میں بھی برقی جولانی ہوئی

اب جو کھل کھیلیں جو بن کوئی اگر کیا کرے پرے پرے میں بہت ان کی نگہبانی ہوئی

مانتے ہیں وہ مجھے یہ غیر کو تسلیم ہے مان لیتے ہیں یہ بات ہے مانی ہوئی

غیر ہی کے ہون میں اب کیا رفرق کرتے ہیں ہ وہ چاک امانی سی ان کی چاک امانی ہوئی

فقط تھا کتنے مزے کا حسن ارزاں کیا اس گرانی میں مئے آئے وہ ارزانی ہوئی

زلف و رخ نے مارا تارا دیدہ و دل کیا کہیں کس کو تیرانی ہوئی کس کو پریشانی ہوئی

زمری میں جام نے میں گر گیا پانی سوا تھی مری قسمت میں بھی آج سب پانی ہوئی

وعدہ دشمن سے نہ تھا تو خوشی شائے کہوں اس طرح وہ چپ ہیں گویا بات ہے مانی ہوئی

دیکھ کر سبزہ مری تربت کا بدلی وضع جور آسمانی آپ کی پوشاک کیوں صافی ہوئی

ڈھیر میں کتنے یہاں باہم سیناں سے بلند جس دل اٹھتی نہیں تہی فراوانی ہوئی

پاک صاف ایسی جس نے پی فرشتہ بن گیا زاہد یہ جور کے دامن میں ہے چھانی ہوئی

بند ٹوٹے مسکی محرم رنگ اُڑا جو بن لٹا غیر کے گھر جا کے ان کی خوب مہمانی ہوئی

آئیں جائیں گے عدم ہم تو کرشمہ میں گے آپ نے دریاں بنایا ہم سے درباری ہوئی

چھائی ہوئی ہے چھائی اجڑی ہو گھر میں کام آئی تیری میرے شبِ فرقت ہو کسی کی
 عسری میں کیا دیکھ کے بگڑی ہو طبیعت پہلے سے جو بگڑی ہوئی نیت ہو کسی کی
 بن بھن کے چلتے ہوڑے ہو شبِ وصل تم آج تو چکی ہوئی قسمت ہو کسی کی
 وحشت کا بُرا ہو کہ بنانے کو گریباں لے لیتے ہیں ہم گردشِ قسمت ہو کسی کی
 ہیں یوں تو ریاض اور بھی دنیا میں سنخورد
 مشکل ہے تمہاری ہی طبیعت ہو کسی کی

دلربا یا نہ ہر اندازِ سخن کس کا ہے کھینچ لے دل کو وہ بے سافتہ کس کا ہے
 ایک ہی شیخِ درد و نون میں لہو کی رنگت ملتا جلتا تھے دامن سے کفن کس کا ہے
 وہ قیامت کو سوا ہیں تو قیامت ان سے نہ کھلا کس نے اڑا یا یہ چلن کس کا ہے
 ضمیر گل سر زربت یہ کھاتے ہیں بہار پوچھ جاتی ہے خزاں آگے چمن کس کا ہے
 پھر کے غربت کو نشانِ بانی کچھ ایسے مدوم بھول کر بھی نہ یہ پوچھا کہ وطن کس کا ہے
 اک بہر میں کہ بہک جلتے ہیں توبہ کی طن دردِ زندوں میں بُرا چال چلن کس کا ہے
 دل میں گھر کرنے کو خوش نگاہی کس کی چٹکیاں لینے کو بیساختہ پن کس کا ہے

چوم لیں کیوں نہ حسینانِ جہاں مُنہ میرا
 لے ریاض اور یہ اندازِ سخن کس کا ہے

بات دل کی زبان پر آئی آفت اب میری جان پر آئی
 آرزو کیوں زبان پر آئی ان کی زلف اڑ کے کان پر آئی
 کھپتے ہی اڑ گئی وہ بادہ فروش چو کھی مے کب دکان پر آئی
 ہو گئی اونچی ان کے بام سے آہ آفت اب آسمان پر آئی

جوانی مئے ارغوانی سے اچھی مئے ارغوانی جوانی سے اچھی
 بے جا جس میں ہوشے وہ فانی سے اچھی ہمیں موت اس زندگانی سے اچھی
 جوانی ہو اچھی سی اچھی کسی کی نہ ہو گی تہا ری جوانی سے اچھی
 یہے شمع کو نار دوزخ سے بڑھ کر یہ مئے ہم کو جنت کی پانی سے اچھی
 ہمیشہ کو اب ہو گئی آنکھ موسیٰ صدا ہو گی کیا لنترا نی سے اچھی
 اگر پاسبانی ملے تیرے در کی تو خدمت نہیں پاسبانی سے اچھی
 طاوٹ کر ہم نے تو بوجھ توڑی بھی چند دن شمع فانی سے اچھی
 نشان بنے دل رہے تیرول میں نشانی نہیں اس نشانی سے اچھی
 تری خوش بیانی کا کیا ذکر و اعظا غموشی تری خوش بیانی سے اچھی
 جوانی تو گزری بڑھاپے سے بدتر گزر جائے پیری جوانی سے اچھی
 جو الفت میرے حاصل ہوئیں قیس تنجو یہ ناکامیاں کامرانی سے اچھی

ریاض آ رہو تم جو ستارچ کے در پر

رہے موت بھی زندگانی سے اچھی

لپٹی ہوئی تربت سوز حسرت ہو کسی کی ٹھکراتے ہو ڈرتے ہیں تربت ہو کسی کی
 بے چین شبِ وصل نزاکت ہو کسی کی ایسی بھی نہ بیتاب طبیعت ہو کسی کی
 دنیا ہے مٹی اس غضب آلود نگہ پر کیا ہو جوان آنکھوں میں موت ہو کسی کی
 دیکھے ہی نہیں فتنہ فرامی کے یہ انداز ٹھکراتے ہوے جائیں گے تربت ہو کسی کی
 ریمار کے بالیں سے یہ تھی مٹے گزے دیکھی نہیں جاتی ہو مصیبت ہو کسی کی

شرم آتی ہے دل میں سو سو بار تو بلب پر مگر نہیں آتی

دل سے شمت کر بیسی بھی ریا ضل

اب مری قبر پر نہیں آتی

ضد ہماری دعا سے ہوتی ہے ہم سے کیا اب خلا سے ہوتی ہے

نامہ بر جلے گا ہوا سے تیز شرط باد صبا سے ہوتی ہے

نہ جفا سے ہر میرے دل کو قرار نہ تسلی وفا سے ہوتی ہے

سینے سے جب اڑاتی ہے آنکھ کھل کے باد صبا سے ہوتی ہے

نزع میں ان سے پھیر لیں آنکھیں چار آنکھ اب قضا سے ہوتی ہے

سچ تو یہی کہ رنج و غم سے نجات بادہ جانفزا سے ہوتی ہے

چارہ گرا بے عا کو ہاتھ اٹھائیں کہ اذیت دوا سے ہوتی ہے

دونوں سپرپس کے رنگ لاتے ہیں چھڑول سے جنا سے ہوتی ہے

اے جنوں نوک جھونک کا ہر مزا خار سے نقش پا سے ہوتی ہے

بُت اُلجھتے ہیں روز مجھے ریا ضل

روز مجھ با خدا سے ہوتی ہے

جب کہا ہم با وفا کیسے ملے ہنس کے بولے غیرے اچھے ملے

دل کے خواہاں غلوں کے پتلے ملے جب گئی تعظیم کی اُٹھتے ملے

کیا بھگتے ہوئے نے بھٹی رہ نہا میکدر جاتے کئی رستے ملے

دل گیا ہم بھی گئے اس دل کے ساتھ اس ادا سے گیسوؤں والے ملے

خوش نہ ہو کیوں میکشوں کی میفرش جو ملے وہ گانٹھ کے پورے ملے

کی فرشتوں نے جب صراحت جزم ہنسی ان کے بیان پر آئی
 جب چلی آسمان سے کوئی بلا سیدھی میرے مکان پر آئی
 غیر کا ساز بن کے راز رہا بات سب پاسمان پر آئی
 رو کے رکتا نہیں ہوسیل رشک اب تباہی مکان پر آئی
 آئی بوتل بھی میکدے سے ریاض

جب گھٹا آسمان پر آئی

آرزو بھی تو کر نہیں آتی دل میں ہے ہونٹھ پر نہیں آتی
 وصل کی رات کے سوا کوئی شام ساتھ لے کر سحر نہیں آتی
 چلی جاتی ہوا ان کے گھر مری نیند جا کے پھر رات بھر نہیں آتی
 وہ مجھے کوستے ہیں اوتاثر عرش سے تو اتر نہیں آتی
 پہلے آتی تھی اے قفس والو اب صبا بھی ادھر نہیں آتی
 چپ کھڑے ہیں وہ پیش اور ہشر بھولے ہیں بات کر نہیں آتی
 کبھی آ جاتی تھی مقرر پر اب ہنسی ہونٹھ پر نہیں آتی
 ارے واعظ ڈرانہ تو اتنا کیا اے درگزر نہیں آتی
 جب تک آئے نہ کوئی چاندنی گل شب میرے گھر نہیں آتی
 حشر کے دن بھی داغ و امن میں شرم لے چشم تر نہیں آتی
 کمران کی بہت ہی نازک ہے زلف بھی تا کر نہیں آتی
 گم ہیں راہ جنوں میں اہل جنوں ہیں مگر کچھ خبر نہیں آتی
 آپ کو اپنی آرسی کے سوا اچھی صورت نظر نہیں آتی

گھر بھی اتر جائے جو شتر نہیں ہوا ڈوبی ہوئی بنضین بھی ہنسا کسی کی
 آتا ہے تو چپ رہتے ہیں غان نواسخ شکوہ ہے کہ سنتا نہیں ستا کسی کی
 دامن میں لگو لے لئے پھرتے ہیں غاک اس طرح بھی مٹی نہ ہو بر باد کسی کی
 پہلے ہی سے کھل جائے ذرا باب اجابت اے عرش خدا آتی ہے فریاد کسی کی
 سر پھوڑ کے دی جان بھی گہسار میں تو کیا ٹھوکر بھی تو کھائے سر فریاد کسی کی
 افسوس کہ دل ہم سے گیا ہم گئے دل سے دل سے نگئی لذت بیداد کسی کی
 کھینچ آئے گی وہ کھینچ نول کی مے تصویر تصویر مے دل میں ہے بہزاد کسی کی
 آواز دم فوج یہ آئی رگ جاں سے پہننے دے لگی خنجر فولاد کسی کی

مَن کروہ ریاض آپ کے اشعار یہ بولے
 سچ ہے کہ طبیعت ہے خدا داد کسی کی

کام کچھ چلتا نہیں تدبیر سے حسن والے طے میں تقدیر سے
 دن یہ دیکھے گردش تقدیر سے جھٹک کے ہم ملتے ہیں جنخ پیر سے
 خونِ ناتق چھوٹ سکتا ہی نہیں ہاتھ انہیں دھونا پڑا شمشیر سے
 مضطرب دل ہو نہیں سکتا ہدف آج ترکش ہوں گے خالی تیر سے
 وصل کی فرقت میر آتے ہیں منے لطف دہتا ہے تری تصویر سے
 شمع کھل کھلی ہو پروانوں سے آج کچھ سنے گی یہ لب گل گیر سے
 پنی کے لے واعظاندامت ہو مجھے پانی پانی ہوں تری تقریر سے
 کیا ہے آہِ ناقواں میں کیا کہوں گھٹ کے ہر شرکان ہو ٹھہرتیر سے
 ملتی ٹپکتی ہے مری طرزِ عمل کاتبِ تقدیر کی تحریر سے

کھارہ تھا جن میں چکر آفتاب اس گلی میں ایسے بھی دتے ملے
 ہم جہاں ان کو ملے روتے ہوئے وہ جہاں ہم کو ملے ہنستے ملے
 جام جن کے رونق طاق حرم ہوشیار ایسے بھی متوالے ملے
 خانقاہ شیخ پر پتھر ٹپیں طاق پر رکھے ہوئے شیشے ملے
 دادی الفت میں ذکر خضر کیا رہ نما ایسے ہمیں کتنے ملے
 بت بھی نکلے طور کے ترشے ہوئے جو ملے آفت کے پرکالے ملے
 رہ گئے تھو پاؤں میں جو ٹوٹ کر آبلے میں مل کے وہ کانٹے ملے
 جس سے ملے ظاہر و باطن میں فرق اس زمانے میں کوئی کس سے ملے
 آفتاب کے واسطے اے برقِ طور بجلیوں سے بڑھ کر کچھ تنکے ملے
 مے رہے تھے اس گلی میں دل کا کام خاک میں ایسے کئی دترے ملے
 کیسے کیسے فتنہ ہائے حشر خیز خواجگاہ یار میں سوتے ملے
 ہم دعائیں کیوں نہ دیں سرکار کو رزق بے منت جو گھر بیٹھے ملے

شیخ پیچھے خنجر رہ آگے ریاض

کہے جاتے رہ نما اچھے ملے

دیکھوں تو نہیں آتی خواب یا کسی کی آئی ہے ستانے نہیں فریاد کسی کی
 رکھیں گے لگائے تجھ کو نئے شہر و قریب اب مان بھی جائے دانا شاو کسی کی
 آتی ہے تو لے آتی ہے یہ ساتھ کسی کو آ کے سناتی ہے بہت یا کسی کی
 تو ہاتھ بھی روکے گا تو چل جائے گا خنجر آئی ہوئی رکتی نہیں جلا کسی کی

کو کہن و قفس ہوئے ہم ہوئے
 ایسے بہت ان کے ہوس میں ہے
 کچھ جو تڑپنے کا اٹھانا ہو لطف
 طائر برق آکے قفس میں ہے
 دست جنوں کام نہ کچھ آسکا
 اُبھٹھے ہوئے تار قفس میں ہے
 بیٹھے ذرا غن عدد پر گس
 رنگ حنا پائے گس میں ہے
 ہائے یہ دنیا ہے کہ یارب راب
 کیا کوئی دنیا کی ہوس میں ہے
 گھل گئے اے قفس کس طرح
 کچھ بھی نہ ہم ایک برس میں ہے
 مان لی ہوس فیروں میں ظالم نے بات
 ہے یہ بہت بات جوس میں ہے
 کانٹوں میں گل اور نشین میں ہم
 بلبل و گل غار میں خس میں ہے
 نکلے نشین سے نہ ہم رات دن
 رہ کے ہمن میں بھی قفس میں ہے
 لطف یہ ہے جلوہ نظار ہ سوز
 اس نگہ شوق کے بس میں ہے
 صورتی اے برق تجلا و طور
 روضہ انور کی کس میں ہے

تلاطم میں ہم نہ اگر ہوں زیاصل

درد نہ فریاد و جرس میں ہے

ہمارے دل میں چٹھی آپ کی نگاہ ہے
 منزل ہے آپ کے دل میں ہماری آہ ہے
 یہ بوجھ غوب مرے سر سے حشر میں اُترا
 میرے فرشتوں کے سر میرے سب گناہ ہے
 نئی طرح کی ہے عاشق سے اپنے فرائض
 کہ دل میں رد بھی ہوا اور ضبط آہ ہے
 خدا کرے نہ تائے کبھی مٹے یہ خلش
 چھپی ہوئی مے دل میں تری نگاہ ہے
 کچھ ان کو قدر مے ضبط کی ہوئے گردوں
 نکل کے دل سے مے ان کے دل میں ہے
 کبھی نہ جان کا لایح کیا حسینوں سے
 فقیہ ہو کے بھی ہم دل کے بادشاہ ہے

بعد تو بھی رہے گا شغلِ جام کام چل جائے گا شہد و شیرے

اگرے آنے کا حاصل مختار ہی دل گرفتہ مل لئے دلگیرے

نیسی رہ رہ کے اٹھتی ہر ریاض

پک گیا دل آہ بے تاثیر سے

یہ رنگ لائے تو سب کہا اٹھیں گے ہاں کچھ ہے ابھی جوان پُرانوں میں آسماں کچھ ہے

نہ سنئے آپ کہ آنکھوں کی زمیند جائے گی تے ہوؤں کی پرانی ہی داستان کچھ ہے

مجھے بلا کے کہا اہل بزم سے سنئے اثر میں ڈوبی ہوئی آپ کی فغان کچھ ہے

رگیں گلوں کی ہیں تینکے جو میں عوں طارو رگ میں ہوں کچھ نہ پناؤ کیا آتیاں کچھ ہے

اٹھا کے در سے ترے اوپر میرا سے کھوٹا مری نظریں تنگ آستیاں کچھ ہے

گنہ میں شمع سے سنئے وہ غیر کے منہ کی ضرور بزمِ عدد میں مرا بیاں کچھ ہے

یہ ہے وہم کہ دل مضطرب ہے کیسوں تم اپنی زلف میں دیکھو ذرا کہاں کچھ ہے

ہیں ملے تو کئے مثلِ خواب آنکھوں میں منے کی چیز اگر عمر جاوداں کچھ ہے

ذرا سی پھانسی جھاری ہر لاکھ پریاں پر ضرور دل میں ہمارے غم نہاں کچھ ہے

مے گلے کو لگا دے ذرا ترے صدقے کشیدہ آن تری تیج امتحاں کچھ ہے

کیسی تلخ کوئی شے پلائی و اعظا کو اثر سے ہر کوئی منٹھی ہوئی زباں کچھ ہے

ہماری آنکھوں میں آؤ تو ہم دکھائیں تمہیں ادا تمہاری جو تم بھی لہو کہ ہاں کچھ ہے

یہ کہہ کے کس نے گلے سے لگا لیا مجھ کو

ارے ریاض مرا مجھے سرگراں کچھ ہے

جب رہے صیاد کے بس میں رہے دام سے تھوٹے تو قفس میں رہے

منہدی مل کر مے گھرائے میں بنائی ہے
ہم چلے پھول لئے پھول اُڑانے کے لئے
سُن کے نالے مے منہ پیر کے ہنسا ان کا
کیوں نہ ٹوٹے مری تو بہ جو کہے تو ساقی
میں کہوں شراب یہ حشر و فابوں دھسے
میرے آغوش میں یونہی کبھی آ جا تو بھی
لے گیا لوٹ کے کیا طور کی رونق کوئی
پہنچی ہوگی نہ تری آنکھ بپا حشر ہوں لاکھ
یہ حنا جل کے انہیں آج لگا لائی ہے
جب سنا دھوم سے گلشن میں ہار آئی ہے
ہنس کے کہنا کوئی دیوانہ ہر سودا کی ہے
پی پی لے لے اے گھنگھو گھٹا چھائی ہے
وہ کہیں بیٹے کیسی مری رسوائی ہے
جس ادا سے تری آنکھوں میں آئی ہے
نہ وہ جلوے ہیں نہ اب کوئی تماشائی ہے
نہ یہ شرابے کی ظالم نہ یہ شرمانی ہے

چھیر ساقی کی ہے دیتا جو نہیں جامِ ریاض
تو بہ کی ہے نہ کبھی ہم نے قسم کھائی ہے

عدم اب بڑے ہستی و عجب ہنگام برپا ہے
عدو کی موت کا شاید پریشان خواب دکھا ہے
مرا کیا ذکر میرے نقش پا بھی رہ نہیں سکتے
مسئل میں ہر گھڑن کا یہ کہتی ہر ادا ان کی
عدو کا قبر کھلا تھا مٹنے میں جھوٹ کیوں لوں
جب آتا ہزاروں حسرتیں کے ساتھ ہوتی ہیں
اثر باقی ہر کچھ بھولے ہوئے سے خواب کا دل میں
بڑی شورش بڑی ہل چل بڑی جمع بڑی بھیڑیں
وہ سُن کر مے نالے بھری بیٹھے ہیں کچھ مجھے
خباہان کی گلی کا حشرین کر آج اٹھا ہے
نہ اب لفظوں میں نہ بڑے اب آنکھوں میں نہیں ہے
جہاں جا کر رہا مجنوں صحر کوئی صحر ہے
پلک کیوں شرم سے اٹھتے فقط آنکھوں کا فریاد ہے
مجھے بھی ایک دن کرخدا کو مٹ دیکھانا ہے
جوانی کا زمانا بھی الٹ ہی کیا زمانا ہے
بمغل بڑے سطر سے نہ ساقی ہے نہ مینا ہے
قیامت کی قیامت ہر تلشے کا تماشا ہے
لب بام آکے کو سا جو تو غصہ آج اتر ہے

تجلیاں ترے دیدار کی یہ کہتی ہیں کسی کی آنکھ کی پتلی نہ اب سیاہ ہے
 کچھ ایسا روٹھ گیا پھر نہ من سکام سے تمام عمر ہم اس دل سے غدر خواہ ہے
 جناب شیخ نہ ٹکھے کہ گت نہ بن جائے شراب خوار بہت گردِ خانقاہ ہے
 بتوں نے دیر سے جانے دیا نہ کہے کو مے لئے تو ہمیشہ یہ سنگِ راہ ہے
 عجب نہیں کوئی موقع جو حشر میں مل جائے ہمارے دل میں جمی حسرتِ نگاہ ہے
 جی ہے مری کچھ یاد مے فروشوں کو اُدھاروں کہ تقاضا بھی گاہ گاہ ہے
 شراب خانے میں ہے رنگ میکشوں کاہی نہ خانقاہ نہ وہ اہل خانقاہ ہے
 ریاض تو بہ نہ ٹوٹے نہ میکدہ چھوٹے
 زباں کا پاس ہے وضع کا نباہ ہے

ہمارے دل سے بھی پوشیدہ رسم و راہ ہے وہ دور ہی سے سہی لطف کی نگاہ ہے
 جو دیکھنا ہے مجھے اس کو رحم آتا ہے خدا کرے کی حالت یونہی تباہ ہے
 تمہاری موج تبسم جو گدگدائے ذرا نول میں درود نہ ہونٹھوں پرآہ آہ ہے
 قریب میکدے میں پاؤں توڑ کے بیٹھوں خم شکستہ مرا بن کے خانقاہ ہے
 غش آئے طالب دیدار کو کہ طور جلے لگائے آگ ہمیشہ یہ جلوہ گاہ ہے
 وہ آ رہا ہے عصائیکتا اودھر ناصح بہا سے اتنی کہ ساقی کہیں نہ تھاہ ہے
 یہ میرے ساتھ تھے لازمِ مختار و کتے مجھ کو مے فرشتوں کے سر میری سب گناہ ہے
 طے طے نہ ملے دل مجھے نہیں پروا مری نظر سے لڑی آپ کی نگاہ ہے
 گراں نہ حشر میں گزے نہ مجھ کو دنیا میں بڑے مڑے کمرے سر مرے گناہ ہے
 ریاض شوقِ معاصی یہ مجھے کہتا ہے سفید ریش مبارک ابھی سیاہ ہے

نیافتہ ضرور اٹھتا ہوں کوئی جب وہاں جائے
ہمیشہ ان کی محفل کا ہی دستور رہتا ہے
مراول ناز پرودہ تھا کیسا کیا ہوا اس کو
بہت نگلیں بہت محزون بہت بھوکتا ہے
یہ آئینہ سکھاتا ہے اسے کیا آکے خود بینی
وہ کافر یونہی اپنے حسن پر مغرور رہتا ہے
نہ اس کافر کے گیسویں نہ مجھ کیس کی پہلیں
خدا جانے کہاں میرا دل ہو رہتا ہے
سُنی ہے بے ہمتوں پر بار بار آواز تیشے کی
یہاں کوئی نہ کوئی کام پر مزدور رہتا ہے
زلزلے میں بہت اللہ کے بندے میرا ہی بھی
کہ جن کے پاؤں پر تلج رفع غفور رہتا ہے

ریاض احباب گورکھ پور اکثر یاد کرتے ہیں
زباں پر میری اکثر ذکر گورکھ پور رہتا ہے

لباس نور میں خانوس شمع طور رہتا ہے
تہہ دلمان برق ان کا رخ پر نور رہتا ہے
لحد پر شمع سی بڑھ کر ہر دو شمع کا جو بن
وہ بن کر عورتوں بن کے لف جو رہتا ہے
اثر بجلی کا ہوتا دیکھا تیری نگاہوں میں
کہ ہر مرغ چین پر واز سے مجبور رہتا ہے
خمار آلودہ آنکھوں ہزاروں سیکڑو صدقہ
وہ کافر بے پے بھی رات دن مجبور رہتا ہے
کشیدہ بھی ہونا وکت بھی رہتی ہو جگہ دل میں
کز خم چھا بھی ہو جاتا ہے تو ناسور رہتا ہے
شبِ فرقت دودھ کا کھوٹا ہے روزِ عشر کا
سپیدہ صبح کا گھر کمری کا فور رہتا ہے
حیمنوں کے حنا آلودہ ہاتھ اس کی کہیں چھ
کہ موقع پاکے بھی دستِ ادب غور رہتا ہے
سپاسِ لطف بن جاتا ہوں شکوہ بے نیازی کا
کہ میرے دل میں ہوتا ہی جو مجھے دور رہتا ہے
ترے صدقہ تری باتوں کی اتنی پی ہوا کی سانی
کہ اب تو بے پے منہ پر ہائے نور رہتا ہے
ادب کو وعظ کی صحبت میں وہ شوم نہیں جیتے
ہماسے جام میں افشردہ انگور رہتا ہے
ہزاروں مست دیکھو دیکھو جو اس دیکھے
کوئی ان کی طرح نشے میں اتنا چور رہتا ہے

بنے گا بڑھ کے طوفاں ابتلائے عشق کھلونا گزر جائے گا سر سے بھی ابھی پایا بے پایا ہے

ہمارے دشتِ وحشت میں جو قیس آتا ہے آنے دو

ریاضِ س سے بہت اچھی سمجھے گی ساتھ اچھا ہے

اسے مل طور کا جلنا تو عالمِ آشکارا ہے کسی نے دل جلو رکھا دور سے جلنا بھی کیا ہے

زنگیں گے ہاتھ اپنے ان کی ضد کا کیا ٹھکانا ہے وہ کہتے ہیں جنا سے شوخ کچھ غرقِ تما ہے

بگڑ کر کوئی بنتا ہی کوئی بن کر بگڑتا ہے یہی دنیا کا نقشہ ہے اسی کا نام دنیا ہے

نظر ان کی نہیں مٹتی مجھے ہر لمحہ کیوں دل پر مراد دل ہے کہ کوئی آئندہ یہ کیا تماشا ہے

مے دردِ جگر سے کیوں ٹٹھی ہو گد گدی دل میں مے لب پر تبسمِ ہر زباں پر میری شکوا ہے

کوئی میری لحد پر آئے دو آنسو بہا جاتا ذرا یہ لہا لہا اٹھتا بہت افسردہ سبزا ہے

اسے کیوں نکالوں کیا کیوں دل کو کہاں بھینکوں مرے پہلو میں کشتِ سو کا نسا کھٹکتا ہے

عدو آئے گا یا خود آئیں گے وہ میری تربت پر زبانِ مہر پر یہ پیامِ شوق کس کا ہے

مے پہلو میں دل تھا بہہ گیا وہ بھی لہو ہو کر نہ کوئی آرزو اب ہے نہ کوئی اب تما ہے

برے ہوں یا بھلے اچھے ہیں سب سے میکدہ و آں نہ ان کو فکرِ عقبتے ہے نہ ان کو فکرِ دنیا ہے

شبِ حیراں ہی ہو وصل کی شب کہیں شکر تری فرقتِ مین مے نے کس کی کا خواب کیا ہے

بنائی رفتہ رفتہ میں نے بھی صورتِ فرشتے کی

ریاضِ آخِ مجھے بھی تو خدا کو منہ دکھانا ہے

تری دیوار کے سایے کو بھی وہ دور ہوتا ہے ترا دیوانہ اب تو زیرِ نخل طور ہوتا ہے

برا بر جلوہ پیہم سے ہر سو نور رہتا ہے ہمارے دم سے روشن چرخِ طور ہوتا ہے

نہیں ملتا ہی کوئی بھی شریکِ روزِ تنہائی یہ آفتِ ہر مہر سایہ بھی مجھے دور رہتا ہے

دل کے جانے کا قلق ہم کو نہیں ہم اٹھالائے تھے گویا راہ سے
 بہت پرستی ہو چکی آغا ز میں عمر آخر میں ہے کام اللہ سے
 بل جو لینا ہوں تو اے زلف دراز لے ہماری قسمت کو تاہ سے
 ہو مبارک تجھ کو اے جوش رشک گھل رہے ہیں ہم غم جانکاہ سے
 شوق سے دیوانے جانیں سجد کو کانٹے ہم نے چن لیے ہیں راہ سے
 بیٹھے ہیں خاموش زیرِ بام یار عرشِ ہل جاتا ہے جن کی آہ سے
 واہ لے دستارِ شمع بے ریا بڑھ گیا طرہ دُہم رو باہ سے
 کون چوے سنگِ سوداے بتو باز آئے عزمِ بیت اللہ سے
 میرے داوی تک نہ آئی برقِ طور فاصلہ تھا اس کی جونا نگاہ سے
 جنت ان کا گھر، گھر میں سبیل شیخ واقف ہوں گے اس کی تھاہ سے
 رہتی ہے لوگوں کے جیوں پر نگاہ کام اب چلتا نہیں تنخواہ سے
 نائبِ سرکار میں کیا کہوں بس خدا سمجھے جویب اللہ سے
 دامنِ سرکار کھماتے ہوئے شکوہ کیا ہے قسمت کو تاہ سے
 ہوگی جب عیشِ فراواں میں کمی لیں گے بزمِ سدا حرمِ جاہ سے
 نام کا خود ان کو آجائے گاپاس کام لیں گے ہم صیب اللہ سے

رات آخر وقت نازک ہو ریاض

لو لگی ہے شمع کی اللہ سے

جانے والے ہم اُس کو چہ میں آنے والے اچھے آئے ہیں دیوانہ بنانے والے

قیامت تک قلم پھوڑ پھلے ساقی کے ہاتھوں کی ہماری قبر پر اب سایہ انگور رہتا ہے

فرشتے مس پرہوں سے کرتے ہیں شاید ریاض کو

کہ اب ریش مبارک پر بہت ہی نور رہتا ہے

ہے پری خانہ کوئی شیشہ در ٹوٹ نہ جائے سر نہ مگراؤں میں شعلے میں کہ ٹوٹ نہ جائے

ابر کھسار کے آگے نہ ہنسی ہو تیری ہمارا شکوں کا کہیں دیدہ تر ٹوٹ نہ جائے

دیکھنا ہم کو چڑھا لائی کہاں بن کے کند آس اک چتیز دنیا میں اگر ٹوٹ نہ جائے

یہ چکنا دم رفتار نہ جو بن لٹو اسے شاخ گل سے کہیں خوش رنگ ٹوٹ نہ جائے

مجھے چہیاں جو ہوا ہے وہ بہت نازک ہے دیکھنا عہد وفا غیر کے گھر ٹوٹ نہ جائے

ہاتھ میں دل کو مے لے کے ذرا دیکھیں تو خوب سے آبد دل بھی اگر ٹوٹ نہ جائے

مگر شوق سے کیوں لڑتی ہیں بس کی لڑیاں کہیں نازک سی یہ زنجیر کمر ٹوٹ نہ جائے

قص کہ نہ ترپنے سے نہ ٹوٹے گا کبھی ناتواں مرغِ فقس ہو کوئی پر ٹوٹ نہ جائے

آہے ہنستے ہی نہیں اپنی جگہ سولے پر خ شبِ غم میں کہیں امید سحر ٹوٹ نہ جائے

گرد جائے مری آنکھوں سے مراقظہ اشک آتے آتے سرد امن یہ گہر ٹوٹ نہ جائے

اتنے بل کھاتے ہیں اور صبا وقتِ خرام مجھے ڈر ہے کہیں نازک سی کمر ٹوٹ نہ جائے

بے پھل پھولے ٹھکے پڑتے ہیں غلن مہین جو آگاہ ہے سر تربت وہ شجر ٹوٹ نہ جائے

مے مرغِ ابرسیہ سبزہ کھسار ریاض

یہ کوئی چیز نہیں تو بہ اگر ٹوٹ نہ جائے

کیوں ہٹائیں ہم یہ پتھر راہ سے بہت ہمیں طوائف گے اللہ سے

جو خطا ہو بندہ درگاہ ہے بخشنا مالے بتوا اللہ سے

جینج اٹھیں گے بت دیر کے نالوں سے منہ مرا دکھیں گے نا قوسن بجانے والے
بیٹھ جائے نہ کھدول سے سواناز کے ترے صدقے اے دھچول چٹھانے والے

خضر والیاس سے بھی عمر سوا پائیں ریاض
ایک باقی ہیں یہی اگلے زمانے والے

نہیں دبتے فقیر شاہوں سے ٹیڑھے رہتے ہیں کج کلاموں سے
ہونچکی انتہا تو کی تو بہ بھر گیا جی مرا گستاہوں سے
کہہ دیا عقانہ آئیں محشر میں اب وہ سمجھیں گے وا خواہوں سے
کسے فرصت کہ طور پر جائے ان سینوں کی جلوہ گاہوں سے
کھل چکے آج نامہ اعمال حشر تیرہ ہجرت سیاہوں سے
کوچہ زلف میں نہ جائے دل بچ کے چلتے ہیں ٹیڑھی لبوں سے
آتی جاتی میں سیکدے میں کئی بوتلیں شب کو خانقاہوں سے
دل بیمار کا سنبھلنا کیا دیکھ لو پیار کی نگاہوں سے
تیغ کی وہ زباں پکڑتے ہیں حشر میں اُبھتے ہیں گواہوں سے
بیٹھے ہیں سیکدے میں سب پس غم جتنے آئے ہیں خانقاہوں سے

روتے ہیں اے ریاض ہم پیروں
پہلے ڈرتے نہ تھے گناہوں سے

پیوستہ لب تلے ہوئے رخسار دیکھئے آپ آئینے میں عکس کا بھی پیار دیکھئے
جوش جنوں میں لخت جگر کچھ پڑے ہیں گوندھے ہوئی ہمارے ذرا بار دیکھئے
نازک بھی ہے بہت تمہی تصویر شوخ بھی سو بار بدلے رنگ جو سو بار دیکھئے

تو سلامت ہے دل میں اترانے والے ترے صدقے مری آنکھوں میں کانے والے
ایک ہم لاکھ حسینوں سے عوض لینے کو ایک دل لاکھ حسین دل کے ستارے والے
جب طے خضر طے ہم سو ہی وضع کے ساتھ ہائے کیا لوگ ہیں یہ اگلے زمانے والے
تیر مڑ گاں میں چھوڑ کب جگر و دل دیکھے تیری ناوک تو ہیں بے پر کی اڑانے والے
بن گیا میرے لہو حشر کا دن وصل کی رات بل گئے آج مجھے میرے ستارے والے
نگو نازاد صحر ہے نگہ شوق اودھر ہم تو بجلی کو ہین بجلی سے لڑانے والے
باندھ دے گی یہ جنا ہاتھ جو رحم آئے گا کیا بچھائیں گے لگی آگ بجھانے والے
بار عصیاں سے مری ساتھ پسے اور بھی چار دگے ہائے جنازے کے اٹھانے والے
ساتھ صحبت کے وہب حرف و حکایات کئے سننے والے ہیں نہ افسانہ سنانے والے

کم سنی پترس آیا نہ شب وصل ریاصل

اُن سے بے در و حسینوں کے ستارے والے

گر گئے آنکھ سے کیوں طور کے آنے والے سامنے آئیں تو بجلی کے گرانے والے
سینہ تانے ہوئے او سامنے آنے والے نہ لگا لیں کہیں سینے سے لگانے والے
آپ ہیں آپ کا عکس آئینہ خانے والے آج ہم سب کو گلے سے میں لگانے والے
اپنے دامن کا بھی رہتا نہیں کچھ بکریاں اسے پانی کی طرح خون بہانے والے
آہیں تڑپائیں گی بلبل کی تجھے کیا ستیا د اس کے نالے تو میری بھولوں کو ہٹانے والے
یہ سن و سال ترا اور نہ پر وہ نہ حجاب کیسے ہیں دختر ز تیرے گھرانے والے
ہنس کے کہنے لگے دیکھے جو مے گرم رشک آگ پانی میں لگاتے ہیں لگانے والے
بھول ہی میری نہ اُنھیں گے جفا دہ کیا کہہ دو بیٹھے بھی رہیں حشر اٹھانے والے

کچھ دیکھ لیں موحوں کی بھی پیوستہ روانی دے لطف ذرا کشتی کو اب لبِ موج بھی
صدقے تے کچھ کم نہیں تجھے تری تصویر تیری ہی ہی باتیں بھی ہیں تیری ہی ہی خوب بھی
دیر یا بھی بیباکوں تو بھری رہی ہر خم میں اے شیخِ محالات سے ہے خم کا خلو بھی
بے وجہ زلزلے کو نہیں تجھے عقیدت
باوضع بزرگوں میں ریاضِ ایک ہے تو بھی

یہ کیا دختِ رزٹک رسائی ہوئی ہے جوابِ ریشِ ز اہدِ حنائی ہوئی ہے
وہ کیا ہم سے ایسی برائی ہوئی ہے کہ دشمنِ ہماری خدائی ہوئی ہے
دباے میں دل کو وہ مٹھی میں اپنی کفِ نازان کی حنائی ہوئی ہے
صبا آتشِ گل ہو یا داغِ بلبل یہ سب آگ انھیں کی لگائی ہوئی ہے
امنڈ آئے ہیں آج قبلے سوا دل یہ کیا خم کدے پر چڑھائی ہوئی ہے
کوئی بڑھ کے اب منہ کو چومے نہ چومے ہنسی ہو ٹھہ پران کے آئی ہوئی ہے
جو سختی نہ ہو کم ہے خلقِ خدا پر نئی اب بتوں کی خدائی ہوئی ہے
اب اس کو غرض میری پہلو سے کیا حسینوں میں دل کی رسائی ہوئی ہے

نہیں رخ پر اب ریشِ اقدس کا جلوہ
ریاضِ ان سے شاید صفائی ہوئی ہے

بھلائی بھی اس کی بُرائی ہوئی ہے یہ قسمت مری آزمائی ہوئی ہے
وہ بے بس ہو تو صفائی ہوئی ہے مزے آئے ہیں جب ٹرائی ہوئی ہے
وہ کیوں اپنے ہاتھوں سے مجھ کو پلائے ذریعہ مری پارسائی ہوئی ہے
نہ کھولوں گا آنکھیں دُعا سے ہیں دمِ نزع اک حورائی ہوئی ہے

عشر کی سیر چھوڑے چلیے جناب شیخ کوثر کے گرد جمع ہیں میخوار دیکھئے

جی چاہتا ہے جا کے لب بام میکدہ ابر بہار سبزہ کُہنار دیکھئے

کیا جانے کیا دکھائے اثر گریہ جنوں کیا رنگ لائے دیدہ خونبار دیکھئے

زنداں عجب جگہ ہے جو دو چار ہم سی ہوں آکر خزاں میں رونق گلزار دیکھئے

کہتا تھا گلِ رخوں سے ریاضِ مشکِ حال

مجھ کو نہ دیکھئے مرے اشعار دیکھئے

ہوتا نہیں گلے سے جدا ہار دیکھئے آپ اپنے ہار کا تو ذرا پیار دیکھئے

جھوٹے کئے تھے عہدِ اہیٰ ن کو واسطے ہنس ہنس کے آج حشر میں انکار دیکھئے

پلکیں گستاخِ تارِ نظر میں دم فنا آکر ہجومِ حسرت دیدار دیکھئے

پائے جنوں نے وقت سو پہلے دیا جواب اب گھر میں بیٹھ کر درو دیوار دیکھئے

ہم مست لے کے بارگاہِ حشر میں چلے کام آئے کب یہ غرضِ رفتار دیکھئے

ہے فرتی کارِ رنگِ طبیعت بھرا ہوا ناول ہے خوب کیف و کردار دیکھئے

ہٹ جاؤ کوئی تو بھی جی رہتی ہے نگاہ جب سوئے بام و روزن دیوار دیکھئے

کیوں معتبر ریاض کو سمجھیں نہ میفروش

ریش دراز و جہتِ دوستار دیکھئے

عشر میں دھرا جائے نہ قاتل کہیں تو بھی پیوستہ ہم آئین میں خنجر بھی گلو بھی

رکھتی ہے ہیں مست مٹے تاب کی بھی افلاس میں دیتی ہے نرادرِ دہو بھی

پرتی میں ہیں دیکھنے والوں کی نگاہیں اچھا نہیں سکے ہوئے امن کار فو بھی

مشہور بہت ہوتے گیسو کی درازی نکلی نہ کم اس کی شب ہجراں سر مو بھی

بے شبِ چہلِ یازنکلتے ہی نہیں زلف ہوتی ہے پریشان بڑی مشکل سے
 دھارِ تلواری کی تھی جاوہِ باریک نہ تھا طے ہوا حشر کا میدان بڑی مشکل سے
 رہتے ہیں ایسے ہی انسان فرشتے بن کر آدمی بنتے ہیں انسان بڑی مشکل سے
 دلِ بسل میں کچھ اس طرح ہوئے تھے پوست ٹوٹ کر نکلتے ہیں پیکان بڑی مشکل سے

یہی اندازِ یہی وضع جو رکھو گے ریاض
 لوگ سمجھیں گے مسلمان بڑی مشکل سے

لانی ہے یہ اڑا کے شکن زلفِ باری کی تیوری چڑھی ہوئی ہے شبِ انتظار کی
 سیریں کریں گے آکے دلِ واغدار کی لوئیں گے وہ بہار اسی لالہ زار کی
 اے ہمنشینِ صال سے بڑھ کر یہ بھر ہے لذت نہ مجھے پوچھ مرے انتظار کی
 زنجیریں شور کرتی ہیں زنداں کی خود بخود دھومیں مچی ہیں آمدِ فضلِ بہار کی
 لذت بھی اس کی خاص ہفتِ شب بھی دیر پا چوری کی ہو کہ مفت کی ہو اُدھار کی
 تو بکی طرح ٹوٹتے ہیں سرِ مہرِ خم کیا قہر ہے نگاہِ کسی نے گسار کی
 کس کس طرح بلائے گئے بیکدوی میں آج پہنچے بنا کے شکل جو ہم روزہ دار کی
 عصیاں کا بوجھ گھٹ کر بارِ شرم سے محشر میں دھوم ہو نگہِ شرم سار کی
 پھولوں کا زیور آج کھلا ان پر اس قدر تصویر بن گئے وہ عروسِ بہار کی
 خم کیا ہو گھڑی کوئی جو بھڑے شراب سے نیت کبھی بھرے گی نہ مجھ بادہ خوار کی
 سینے سے تم کمال کو تربتِ میت نہ جانے مٹی نہ ہو خراب دل بے قرار کی
 آپ آئے لے کے غیر کو کس کے مزار پر یہ مجھ کے شمع رہ گئی کس کے مزار کی
 ان کے ستم تو شکر کے قابل میں اور ریاض مجھ کو شکایتیں ہیں غم روزگار کی

پریشانیوں اب ہوں دل کو مبارک کہ زلف رسا نگ رسائی ہوئی ہے
 ٹپکتا ہے کعبے میں سجدوں سے میری کبھی دیر میں جھبہ سائی ہوئی ہے
 بچائے خدا تیری تیغ ادا سے ارے زہر کی یہ بھجائی ہوئی ہے
 لگی آگ تلوں سے کیوں منہدی کو خدا جانے کس کی لگائی ہوئی ہے
 مرے تیرے گھر میں کیوں آکے رہتی شب غم فلک کی ستائی ہوئی ہے

رہ یا صن اس کو لے کر کہیں تم نہ جانا

یہ قسمت مری آرزو مائی ہوئی ہے

جان بچکے گی مری جان بڑی مشکل سے ہوگی مشکل مری آسان بڑی مشکل سے
 وہ مے گھر بے مہمان بڑی مشکل سے رات بچکے مے ارمان بڑی مشکل سے
 آنکھیں تلوں سے ملیں گے قدم انکھوں سے راہ پر آئے نگہ بان بڑی مشکل سے
 کتنا بہت ان کو گلوری کا اٹھانا مشکل دست باز کسے دیا پان بڑی مشکل سے
 بڑھ کے دریاں نے لیا آج بھی امن میرا کل چھڑایا تھا گریبان بڑی مشکل سے
 صحبت بد سے بچانے کا بتایا سب حال آج ملنے مے احسان بڑی مشکل سے
 غلام کو لطف سے تعبیر کریں گے دم حشر جو رہی ہوں گے پشیمان بڑی مشکل سے
 کوئی کا فر ہو جو کل جائے سودیر بتاں کہ بچا آج ہی ایسا بڑی مشکل سے
 نہ رہے میں نے کلبے میں جو رکھنا چاہا دل میں شہر کی تری پکان بڑی مشکل سے
 دور ابھی منزل مقصود ہی کالے کوسوں کچھ ہوئے قطع بیا بان بڑی مشکل سے
 مان لیتے ہیں وہ مشکل سے بھی مشکل کوئی بات کبھی آساں سے بھی آسان بڑی مشکل سے
 خے بہت ترکے مے حلق سے اتری دم نزع ابھی مشکل ہوئی آسان بڑی مشکل سے

میں بھی تھا، غیر بھی تھا رات کو جب نینٹ بھی
 جن کو تنکے کا سہارا بھی نہ تھا طوفان میں
 وصل میں جان نکلتی تھی ہر امان کے ساتھ
 جان زلفوں سے بچانی جگر و دل سے کر
 شیخ جی گر گئے تھے حوض میں مہمان کے
 غیر میں قبر میں اوپر صین سے سونے والے
 دونوں سے آپ کے دران کراے نکلے
 دھارے میں پڑ کے وہ دریا کو گناے نکلے
 رات کس لطف سے امان ہمارے نکلے
 ان بلاؤں کے کئی آج اُتارے نکلے
 ڈوب کر چشمہ کوثر کے کنارے نکلے
 ہم بھی فرقت میں تری گور کنارے نکلے

بن گئی بگڑی ہوئی بات دم نزع ریا ض

ہم گنہگار بھی اللہ کے پیارے نکلے

بے کیف مے کو بادہ احمر بنائیں گے
 آخر کہیں بنائیں زمیں پر بنائیں گے
 آمد بہت بڑی ہو تمہارے شباب کی
 لینے کو جان موج تبستم سے لیں گے کام
 زلفیں بہت ہوئی ہیں پریشاں شہبِ صال
 ابرو کی طرح گوشہ ابرو سے لیں گے کام
 آرام ہو گا دشت کا دکھیں گے گھر مرغاب
 ٹکڑا ہے کوئی تاروں بھرے آسمان کا
 خنجر ہو بہرِ ذبح نہ محتاج ہاتھ کا
 دن رات کی بلاؤں سے گھبرا گیا ہر جی
 پیدا کریں گے آپ کے پیکار میں در و دل
 بگڑی ہوئی بھی ساتی کوثر بنائیں گے
 ٹوٹے گا آسمان جہاں گھر بنائیں گے
 بدن تمہیں ضرور سنگر بنائیں گے
 خوش ہیں ہلالِ عید کو خنجر بنائیں گے
 کب تک بنائیں گے انھیں کیوں بنائیں گے
 جب چاہیں گے وہ تیغ کو خنجر بنائیں گے
 کانٹوں کا اپنے واسطے بستر بنائیں گے
 جس کو مرے مزار کی چادر بنائیں گے
 چینِ جہیں کو اپنے وہ خنجر بنائیں گے
 ہم کو چہ رقیب میں اب گھر بنائیں گے
 سینے میں رکھ کے ہم دل مضطر بنائیں گے

فریادیں شباب میں میں حسنِ یار کی
دن ہجر کا نہ رات رہی وصلِ یار کی
یہ شوخیان نہیں میں تری اے نگاہِ شوخ
بے بال و پر بھی لے کے قفسِ آج اُڑ گئے
وہ جاؤں گے جو غیر کے گھر بعدِ فاتحہ
کچھ حد ہو لطفِ وصل کی ظالمِ شبِ وصال
ہو دام بھی گرہ میں تو دیتا نہیں کبھی
مینائے سبز اور یہ جامِ زمردیں
میٹھوں حجِ تحفہ کے دستِ جنوں چھیرتا ہے
پانی شراب ہو گئی مینائیں خود بخود
محرم بنے نقابِ عروسِ بہار کی
کیا انتہا ہے گردشِ لیل و نہار کی
یہ بیقراریاں ہیں دلِ بے قرار کی
کس نے اڑائی آمدِ فصلِ بہار کی
جائے گی ساتھ شمعِ ہمارے مزار کی
کلیاں بھی کھل گئیں تری پیوؤں کی ہار کی
عادتِ بڑی پُری مجھے ساقیِ ٹوہار کی
کون ان کے ہوتے ریکے سبزہ زار کی
ایک آبلہ ہوا و خلشِ نوکِ خار کی
تو بہ ہوئی قبولِ کسی بادہِ خوار کی

ڈاڑھی کے ساتھ ہے براقِ سس گھٹا ہوا

اب ہے کمی ریاضِ تو اکِ پشتِ خار کی

دلِ غم سوزاں سمرے چند شرابے نکلے
غیر کی جان کو روئے گئے نئے غیر کے گھر
نہ ہوئی صبحِ قیامت نہ ابھی صورِ پھنکا
میکدہ بھی ہے مقاماتِ ادب کی شاید
واہِ حشرِ طرفدار ہمارا ہو تو ہو
جو کھینچے تیر و سناں آپ کی تصویر کے مٹا
ہاں پر میکدہ میں تہ کو چڑھایا لے شہنچ
چاند نکلا شبِ فرقت نہ تارے نکلے
بال کھوئے تو گئے بالِ سنوارے نکلے
قبر سے پہلے ہی ہم شوق کے مارے نکلے
جو ادھر نکلے وہ دستارِ آسے نکلے
اہلِ محشرِ طرفدار تھا ہے نکلے
آپ کی آنکھ کے پوشیدہ اشائے نکلے
پھر بھی اونچے تری مسجد کے منائے نکلے

دیکھیں گے بہرِ فاتحہ آتا ہے وز کون گھرِ غیر کی لحد کے برابر بنائیں گے

قابو میں اب نہیں سرِ سودا زدہ ریاض

دیوار جو ملے گی اُسے در بنائیں گے

زلفِ ورازا اپنی وہ کیوں کر بنائیں گے اُبھجی شبِ وصال تو دن بھر بنائیں گے

ٹھہر کر دعا سحران کی دلِ مضطرب کہیں ہم شستیِ مراد کا سنگِ بنائیں گے

رہنے کو میکدہ میں جو دیں گے مجھے جگہ جنت میں اپنے واسطے وہ گھر بنائیں گے

لطفِ شبِ وصال مجھے آشفستہ دل کو کیا پہروں وہ اپنی زلفِ معنہ بنائیں گے

کم کم سنوں گا میں تو کہیں گے مے شعیب ہر بات کو وہ قندِ مکر بنائیں گے

تیری گلی میں ہو کے نہ نکلتے گا اب کوئی مظلوم بن کے تجھ کو ستم کر بنائیں گے

بُست بن کے نہ جاؤ یہ مسجد میں تو سہی واعظ کو آج ہم سرِ منبر بنائیں گے

ان کی گلی کو چھوڑ کے صحرا کو جا چکا اب کیا مجھے وہ قیس کا ہم سر بنائیں گے

لائیں گے اس گلی کی اڑا کر بگولے خاک ایسی ہی تو یہ ہیں کہ مرا گھر بنائیں گے

اب داغ بن کے فہر ہے ان کے نام کا اپنے نگین کا نقش وہ دل پر بنائیں گے

مے گی شبِ فراق کفنِ صبحِ عید کا ہم غمزہ ہلال کو خنجر بنائیں گے

پھوڑیں گے جا کے سرورِ ساحرِ پرائی ریاض

بگڑا ہوا ہم آج مقتدر بنائیں گے

ہماری بات خدا جلوہ گاہ میں رکھے کہ کوہِ طور کے پتھر میں راہ میں رکھے

ملا ہے سب کے دکھانے کو چاند سا چہرہ چھپا کے کیوں کوئی زلفِ سیاہ میں رکھے

یہی تو ایک ذریعہ ہے رحم کا اس کے مراد مجھے حالِ تباہ میں رکھے

شاخیں میں بارنگل سے زمیں پر پھینچی ہوئی
 مجھ کو ڈبوئیں گے جو ذرا اور بڑھ گئے
 دامن میں اپنے اور نمایاں کریں گے داغ
 رکھے ہیں سخت دل بھی گلوں سے ملے جلے
 کیا فائدہ گلے سے جو قسمت بگڑ گئی
 ایسے نہیں ہیں وہ کہ مکر رہنا نہیں گے
 ہم آشیاں بہار میں کیوں کر بنائیں گے
 طفل اشک خاک مرا گھر بنائیں گے
 رسوائیوں کا میری جو محضر بنائیں گے
 دیوانے ان کے پھولوں کا زیور بنائیں گے
 آئیں تو سوئے خلد ذرا پار سا ریا ضل

حضرت کو آج ہم سب کو تر بنائیں گے

ترت ہماری متصل در بنائیں گے
 دیوانگان عشق سے رہتا ہوں دور دو
 ہے ہر شکن میں ایک دل فتنہ آفریں
 مے رنگ گل کی طرح اڑے گی بہا میں
 خوب میں میں میر ذریعہ دل میں نہیں گے کیا
 چبھتی ہوئی مرزہ کا بہت کھلکھاؤ ہے
 غیروں کے ساتھ اور بڑھائیں گے سختیاں
 آئینہ اڑے ہوا میں تو بولے وہ ناز سے
 سخت سیاہ غیر کوئی زلف تو نہیں
 پیدا کریں گے اپنے لئے اور آسماں
 میری لحد پر آئے ہیں منہدی لگا کے آج
 نسخہ بیاض ساقی کو تر سے مل گیا
 وہ ذرے ذرے کو دل مضطرب بنائیں گے
 پا جائیں گے تو سب مجھے رہبر بنائیں گے
 دامن کو کیا وہ دامن محشر بنائیں گے
 غنچے کو شیش پھول کو ساغر بنائیں گے
 وہ آرسی کو آئینہ کو گھر بنائیں گے
 میرے لئے وہ کیا اسے نشتر بنائیں گے
 ہم ان بتوں کو اور بھی پتھر بنائیں گے
 اڑنے کے واسطے انھیں ہم پر بنائیں گے
 بگڑا ہوا نصیب وہ کیوں کر بنائیں گے
 تیری گلی میں زیر زمیں گھر بنائیں گے
 وہ نقش پا کو فتنہ محشر بنائیں گے
 گھر میٹھے ہم تو اب سے کو تر بنائیں گے

دیکھیں گے بہرِ فاتحہ آتا ہے وز کون گھرِ غیر کی لحد کے برابر بنائیں گے

قابو میں اب نہیں سرِ سو وازدہ ریاض

دیوار جو ملے گی اُسے در بنائیں گے

زلفِ دراز اپنی وہ کیوں کر بنائیں گے اُبھی شبِ وصال تو دن بھر بنائیں گے

ٹھہر کر دنا سوان کی دلِ مضطرب کہیں ہم شتی مراد کا سنگر بنائیں گے

رہنے کو میکر میں جو دیں گے مجھے جگہ جنت میں اپنے واسطے وہ گھر بنائیں گے

لطفِ شبِ وصال مجھے آشفۂ دل کو کیا پہروں وہ اپنی زلفِ معنبر بنائیں گے

کم کم سنوں گامیں تو کہیں گے مےِ شیب ہر بات کو وہ قندِ مکر بنائیں گے

تیری گلی میں ہو کے نہ نکلے گا اب کوئی مظلوم بن کے تجلو ستم گر بنائیں گے

بُست بن کے نہ جاؤ مسجد میں تو یہی داعظا کو آج ہم سرِ منبر بنائیں گے

ان کی گلی کو چھوڑ کے صحرا کو جا چکا اب کیا مجھے وہ قیس کا ہم سر بنائیں گے

لائیں گے اس گلی کی اڑا کر جگہ خاک ایسی ہی تو یہ ہیں کہ مرا گھر بنائیں گے

اب داغ بن کے نہ رہے ان کے نام کا اپنے نگیں کا نقش وہ دل پر بنائیں گے

مے کی شبِ فراق کفنِ صبحِ عید کا ہم غمزدہ ہلال کو خنجر بنائیں گے

چھوڑیں گے جا کے سرورِ سحر و رانیِ ریاض

بگڑا ہوا ہم آج مقتدر بنائیں گے

ہماری بات خدا جلوہ گاہ میں رکھے کہ کوہِ طور کے پتھر میں راہ میں رکھے

علا ہے سب کے دکھانے کو چاند سا چہرہ چھپا کے کیوں کوئی زلفِ سیاہ میں رکھے

بہی تو ایک ذریعہ ہے رحم کا اس کے مراد مجھے حالِ تباہ میں رکھے

شاخیں میں نارنگل سے زمیں پر بچھی ہوئی
 تجھ کو ڈبوئیں گے جو ذرا اور بڑھ گئے
 دامن میں اپنے اور نمایاں کریں گے داغ
 رکھے میں بخت دل بھی گلوں سے ملے جُلمے
 کیا فائدہ گلے سے جو قسمت بگڑ گئی
 ہم آشاں بہار میں کیوں کر بنائیں گے
 یہ طفل اشک خاک مرا گھر بنائیں گے
 رسوائیوں کا میری جو محضر بنائیں گے
 دیوانے ان کے پھولوں کا زیور بنائیں گے
 ایسے نہیں ہیں وہ کہ مکر رہنا میں گے

آئیں تو سوئے غلہ ذرا پار سا ریا ض

حضرت کو آج ہم لب کوثر بنائیں گے

تربت ہماری متصل در بنائیں گے
 دیوانگانِ عشق سے رہتا ہوں دور دو
 ہے ہر شکن میں ایک دل فتنہ آفریں
 مے رنگ گل کی طرح اڑے گی بہا میں
 خود میں میں میری دیدہ و دل میں نہیں گے کیا
 چھپتی ہوئی مرثہ کا بہت کچھ لکھا ہے
 غیروں کے ساتھ اور بڑھائیں گے سختیاں
 اپنی اڑے ہو ایں تو بولے و ناز سے
 بخت سیاہ غیر کوئی زلف تو نہیں
 پیدا کریں گے اپنے لئے اور آسماں
 میری لحد پر آئے ہیں منہدی لگکے آج
 نسخہ بیاض ساقی کوثر سے مل گیا
 وہ دُترے دُترے کو دل مضطرب بنائیں گے
 پا جائیں گے تو سب مجھے رہبر بنائیں گے
 دامن کو کیا وہ دامن محشر بنائیں گے
 غنچے کو شیشہ پھول کو ساغر بنائیں گے
 وہ آرسی کو آئینہ کو گھر بنائیں گے
 میرے لئے وہ کیا اسے نشتر بنائیں گے
 ہم ان بتوں کو اور بھی پتھر بنائیں گے
 اڑنے کے واسطے انھیں ہم پر بنائیں گے
 بگڑا ہوا نصیب وہ کیوں کر بنائیں گے
 تیری گلی میں زیرِ زمیں گھر بنائیں گے
 وہ نقشِ پا کو فتنہ محشر بنائیں گے
 گھر میٹھے ہم تو اب مئے کوثر بنائیں گے

اپنے پر پر واز سلامت میں تو کیا فکر
 صبا دے آ کے تہہ دام کریں گے
 جس کام کو تو منع کرے گا میں ناصح
 ہم چھوڑ کے سو کام وہی کام کریں گے
 دامن میں چھپائیں گے نہ ہم جو سرِ نرم
 ناپاک نہ ہم جاوہِ احرام کریں گے
 تو کیا بت لیا نام جو واعظ کبھی مے کا
 ہم تیرے فرشتوں کو بھی بدام کریں گے
 وہ چین سے سو رہی کو آئی میں شبِ وصل
 ہم پاؤں دبائیں گے وہ آرام کریں گے
 رکھیں گے نہ دنیا کو بکھیروں کو کوئی کام
 ہم بیٹھ کے اشغل مے و جام کریں گے
 صبا دے بس کہ نہیں غمانِ نواسخ
 کس کس کو اسیرِ قفسِ دام کریں گے
 جو کچھ ہو ریاضِ ایسے زخو و رفتہ ہوئے ہیں
 ایمان بھی یہ نذر مے و جام کریں گے

کچھ آگے قتل گاہ میں ہم سے اہل گئی
 جانے سے پہلے جان ہماری نکل گئی
 صد سالہ دورِ چرخ تھا ساغر کا ایک دور
 نکلے جو میکدے سے تو دنیا بدل گئی
 کہتی ہے نیم وایہ چمن کی کلی کلی
 فریادِ عندلیب کھینچو سس گئی
 ساقی کے اٹھتے اٹھتے ادھر ہاتھ اٹھ گئے
 بوتل سو کاگ اڑا تھا کہ رندوں میں چل گئی
 کہنا کسی کا صبحِ شبِ وصل ناز سے
 حُسنِ تہاڑی جان ہماری نکل گئی
 کتنا اثر ہے آمدِ فصلِ بہار کا
 رندوں کی طرح جام کی نکتِ بل گئی
 انگریزائی لے کے اور بھی وہ سوئی چین سے
 پھولوں کی پنکھیاں جو سیم آکے جھل گئی
 دامن میں رختِ رز نے لگا یا ضرور داغ
 جس پارسا کی گود میں جا کر مچل گئی
 کھوئی گئی گھر آ کے مے کیا شبِ فراق
 دیوانگی میں خوب ہمارے ٹل گئی
 رکھتے نہ کوئی نام جو انی کو اور ریاض
 مہمان ایک است کی آج آئی کل گئی

کسے یہ آج ہوا شوقِ جلوہ آرائی چراغِ طور ہزاروں میں راہ میں رکھے
مے شراب کا برتن جو شیشِ گولِ جائے بنا کے ظرفِ وضو خانقاہ میں رکھے
نگاہِ شوق نے کس کی پکار کر یہ کہا جگہ مری بھی کوئی جلوہ گاہ میں رکھے
چرائی میں نے ہونے کل لباسِ زاہیں کوئی اسے زمرے اشتباہ میں رکھے

بتانِ شوخ کی اُلفتِ بڑی بلا ہے ریاض

مرا خدا مجھے اپنی پناہ میں رکھے

خدا سے نہیں ملتی کہ حیا سے نہیں ملتی تاثیر گلے آکے دعا سے نہیں ملتی
اتراتے ہیں محشر میں کہ ہر ایک یہ جانے یہ وہ ہیں کہ داد ان کی خدا سے نہیں ملتی
فریادِ عدد و چاروں طرف ڈھونڈ رہی ہے تاثیر کہیں میری دعا سے نہیں ملتی
دل نینے کی کچھ اور ہوا کرتی مگھاتیں یہ چیز کبھی جو روحِ جفا سے نہیں ملتی
وہ چشمِ فسوں ساز و غلاباز نہیں ہے ہم سے نگہِ ناز و وفا سے نہیں ملتی
تنگ آکے مری خاک لچھ بیٹھ رہی ہے اب راہِ گلی میں وہ صبا سے نہیں ملتی
کاسے کو کبھی آپ کا دل ہم سے ملے گا جب آنکھ کبھی شرم و حیا سے نہیں ملتی

کیوں تو نے ریاض ان کو شبِ وصل ستایا

اب شکلِ تری اہلِ وفا سے نہیں ملتی

یہ دیدہ و دل اور تو کیا کام کریں گے جو اہلِ نظر ہیں انھیں بدنام کریں گے
کہہ دو یہ نکیرین سے آئیں نہ لکھیں جاگے ہیں بہت آج ہم آرام کریں گے
کچھ جلوہ گاہِ طور کی پردہ انہیں ہم کو نظارہ حیسوں کا لبِ بام کریں گے
آبیٹھے ہیں دلِ مقام کے ہم تیری گلی میں ہم کیوں گلہ گر و ششِ ایام کریں گے

توبہ نہ ٹوٹی، نقد نہ جب تک شراب کی

ہیں آدمی ریاضِ بڑے آن ہاں کے

| | |
|--|--|
| ہم بدلنے کے نہیں جام سے انگور سے | خوب آئیں بوتلیں سر کے کی گور کھپور سے |
| حضرت مولیٰ لڑائیں آنکھ برق طور سے | ہم ہیں ان میں دیکھتے ہیں جو تماشا دور سے |
| اڑ کے آجائے وہ شکیں چنی ہو جو انگور سے | کچھ نگاہ مست سے کچھ زکس مخمور سے |
| آفتاب حشر تل ہے دیدہ مشتاق میں | تم اٹھا دو اب نقاب پر ترخ پُر نور سے |
| اے اسیرانِ قفس آئے کو ہے شاید بہار | کچھ لہو آنے لگا پھر آنکھ کے ناسور سے |
| تل برابر رات ہو لیکن قیامت کا جزن | وصل کی شبے سیاہی ملی ہے چشم طور سے |
| حال ان کے دل جلوں کا کچھ نہ ہم سی بوجھنے | جب نگاہ گرم کی شعلہ سا اٹھا طور سے |
| میکد سے میں آگئے ہیں کچھ تو اضع چاہئے | لطف ناصح کو بھی ہوا فشرودہ انگور سے |
| صبح جس کی قبر دشمن کے لئے بنتی ہر رات | بڑھ گیا روزِ سیہ میرا شبِ دبہور سے |
| چارہ گر بھی اب لہور و تاب میرے حال پر | پاک گیا اس کا کلیجا بھی مرے ناسور سے |
| سر پر اپنے رکھ کے لے جا شیخ سونے خانقاہ | کم سبوتے نہیں تاجِ سرِ فغفور سے |
| پیتے پیتے پھوٹ نکھا شیخ صاحبِ نگے | ریش پر بھی نور اتر اچہرہ پُر نور سے |
| قلقل مینا کے خوگر ہیں بہت نازک مزاج | حشر میں ان کو نہ چو نکا ناصدائے صور سے |
| بزمِ محشر میں بھی وہ شے ہو مگر شکل یہ ہے | بادہ کش واقف نہیں اس بزم کے دستور سے |

اب ریاض اس طرح آجاتا ہر دو دن کو شراب

داغ کہنہ تازہ کر لاتے ہیں گور کھپور سے

نہیں بنتا ہو اگر عاشق صہبائے بنے پھول کر مجھے نہ زاپہ خم میخانہ بنے

بنتِ عنب کی جام میں صورت بدل گئی
 لے شیخ کس طرح تری پگڑی اُچھل گئی
 قربان اپنے اشکِ ندامت کے کیوں ہوں
 تنہا گئے لحد سے تو کیا لطفِ سیرِ حشر
 حلقہ نشیں تھا شیخِ نہ کی کچھ بزرگِ اشت
 پروانہ آگ کا تھا بنا شمعِ موم کی
 آجائے خود ہی جام سے منہ میں عجیب نہیں
 لطفِ شبابِ جام پھلکنے سے آگیا
 خم سے نکل کے نور کے سانچے میں ڈھل گئی
 مسجد میں کل مناسے سے اونچی نکل گئی
 کیا صاف صاف حشر میں فردِ عمل گئی
 جائیں گے ہم جو عورت کوئی ہم بغل گئی
 کیوں خانقہ میں دخترِ سوز بے محل گئی
 دیکھا جو بیقرار اسے یہ پگھل گئی
 ساغر میں خود بخود جو صراحی سی ڈھل گئی
 ڈھلنے لگی شرابِ جوانی جو ڈھل گئی

افسردہ جان کر وہ ہمیں چھیڑ لیں یا ضل

آجائے گا مزاجِ طبیعت سنبھل گئی

چلنا مبارک آپ کو ہو سینہ تان کے
 چالِ جہاں سے جس نے فسانہ بنالیا
 مشتاقِ وصلِ قبر میں ہیں دسترس نہیں
 ٹکڑے آج رہ گئے دیوارِ بام سے
 جاجا کے ان سے غیر لگاتے ہیں جھوٹ سچ
 یہ نئے اُترتی سینے میں ہو صاف بن کے نور
 دیں ان حسین شکلوں کو ہم دل میں کیا جگہ
 کانوں میں ان کے اور دل آویز بن گئے
 اُرو کر یہ لگی نازِ ہماری زبان پر
 جو بن پکا رہا جو دن آئے اُٹھان کے
 ٹکڑے ہزاروں ایک مری اُستان کے
 راتوں کو خوب سچیں تن کے تان کے
 نالے زمین کے نہ ہوئے آسمان کے
 سنتا ہوں میں یہی کہ وہ کچے ہیں کان کے
 وہ اور شے ہی جیتے ہیں سب کو چھان کے
 یہ بھولے بھالے جتنے ہیں دشمن ہیں جان کے
 لیں گے ہماری جان یہ آویزِ کان کے
 ہیں شعرِ یادگار ہماری زبان کے

توبہ نہ ٹوٹی نقد نہ جب تک شراب کی

ہیں آدمی ریاض بڑے آن ہاں کے

ہم بدلنے کے نہیں جام سے انگور سے
 حضرت موسیٰ ٹرائیں آنکھ برق طور سے
 اڑ کے آجائے وہ شکر کھینچی ہو جو انگور سے
 آفتاب حشر تل ہے دیدہ مشتاق میں
 لے اسیران نفس آنے کو ہے شاید بہار
 تل برابر رات ہو لیکن قیامت کا جزن
 حال ان کے دل جلوں کا کچھ نہ ہم سی پوچھئے
 سیکہ سے میں آگئے ہیں کچھ تو اضع چلبے
 صبح جس کی قبر دشمن کے لئے بنتی ہر رات
 چارہ گر بھی اب لہور و تاب میرے حال پر
 سر پر اپنے رکھ کے لے جاشیخ سے فائقہ
 پیتے پیٹے پھوٹ نکاشیخ صاحب نگے
 قلقل مینا کے خورہ میں بہت نازک مزاج
 بزم محشر میں بھی وہ شے ہو مگر شکل یہ ہے
 خوب آئیں بوتلیں سر کے کی گور کھپور سے
 ہم ہیں ان میں دیکھتے ہیں جو تماشا دور سے
 کچھ نگاہ مست سے کچھ زکس منہور سے
 تم اٹھا دو اب نقاب پر نور پر نور سے
 کچھ لہو آنے لگا پھر آنکھ کے ناسور سے
 وصل کی شبے سیاہی بی ہے چشم طور سے
 جب نگاہ گرم کی شعلہ سا اٹھا طور سے
 لطف ناصح کو بھی ہوا فشرہ انگور سے
 بڑھ گیا روز سید میرا شب دیہور سے
 پاک گیا اس کا کلیجا بھی مرے ناسور سے
 کم سہوے سے نہیں تاج سر فغفور سے
 ریش پر بھی نور اتر چہرہ پر نور سے
 حشر میں ان کو نہ چو نکا ناصد لے صور سے
 بادہ کشش واقف نہیں اس بنم کے دستور سے

اب ریاض اس طرح آجاتا ہر دو دن کو شب

دایہ کہنہ تازہ کر لاتے ہیں گور کھپور سے

نہیں بنتا ہو اگر عاشق صہبائے بنے پھول کر مجھے نہ زائد خم میخانہ بنے

بنتِ عنب کی جام میں صورت بدل گئی
 اے شیخ کس طرح تری پگری اُچھل گئی
 قربان اپنے اشکِ ندامت کیوں ہوں
 تنہا گئے لحد سے تو کیا لطفِ سیرِ حشر
 حلقہ نشیں تھا شیخِ زکی کچھ بزرگِ امت
 پروانہ آگ کا تھا بنا شمعِ موم کی
 آجائے خود ہی جام سے منہ میں عجب نہیں
 لطفِ شبابِ جام پھلکنے سے آگیا
 خم سے نکل کے نور کے سانچے میں ڈھل گئی
 مسجد میں کل منائے سے اونچی نکل گئی
 کیا صاف صاف حشر میں فردِ عمل گئی
 جائیں گے ہم جو حور کوئی ہم بغل گئی
 کیوں خانقہ میں دخترِ مزبے محل گئی
 دیکھا جو بیقرار اسے یہ پگھل گئی
 ساغر میں خود بخود جو صراحی سی ڈھل گئی
 ڈھلنے لگی شراب جو انی جو ڈھل گئی

افسردہ جان کر وہ ہیں چھڑ لیں بیاصل

آجائے گا مزا جو طبیعت سنبھل گئی

چلنا مبارک آپ کو ہو سینہ تان کے
 چالِ جہاں سے جس نے فسانہ بنالیا
 مشتاقِ وصل قبر میں ہیں دسترس نہیں
 ٹکڑے آج رہ گئے دیوارِ بام سے
 راتوں کو خوب سچیں تنِ تن کے تان کے
 نالے زمین کے نہ ہوئے آسمان کے
 سستا ہوں میں یہی کہ وہ کتے ہیں کان کے
 وہ اور شے ہی جیتے ہیں سب کو مچان کے
 یہ بھولے بھالے جتنے ہیں دشمن ہیں جان کے
 لیں گے ہماری جان یہ آویزِ کان کے
 ہیں شعرِ یادگار ہماری زبان کے
 چلنا مبارک آپ کو ہو سینہ تان کے
 چالِ جہاں سے جس نے فسانہ بنالیا
 مشتاقِ وصل قبر میں ہیں دسترس نہیں
 ٹکڑے آج رہ گئے دیوارِ بام سے
 راتوں کو خوب سچیں تنِ تن کے تان کے
 نالے زمین کے نہ ہوئے آسمان کے
 سستا ہوں میں یہی کہ وہ کتے ہیں کان کے
 وہ اور شے ہی جیتے ہیں سب کو مچان کے
 یہ بھولے بھالے جتنے ہیں دشمن ہیں جان کے
 لیں گے ہماری جان یہ آویزِ کان کے
 ہیں شعرِ یادگار ہماری زبان کے

نہ بڑا دن کبھی اٹھ کسی کو دکھلائے

اے ریاض اپنی خزاں اب کی برس کچھ چلے

| | |
|-----------------------------------|------------------------------------|
| تھکے ہم بھی اظہارِ غم کرتے کرتے | تھکے وہ بھی آخر ستم کرتے کرتے |
| خدا جانے کیوں ان کے دل میں یہ آئی | جفاؤں کی ٹھہری کرم کرتے کرتے |
| لئے خلد کو حشر اک چیز نکلا | کہاں پہنچے سیرِ عدم کرتے کرتے |
| مٹائے مشاعرہ اُلفت کا تیری | ہیں مٹ گئے ہائے غم کرتے کرتے |
| لہو بھی تو اب دل سے آنے لگا ہے | ان آنکھوں کو اشکوں سے غم کرتے کرتے |
| پھلا تھا وہ مینا جس میں پڑے تھے | تھکے ہم طوافِ حرم کرتے کرتے |
| مجھے لکھتے دو حرف اس کے لہو سے | وہ سرنا مہر کا تلم کرتے کرتے |
| بہت ہم سے دشوار تھائے کا چھٹنا | چھٹی ایک مدت میں کم کرتے کرتے |
| بھرے غم سے دن رات مینا پلانا | جھکی بیٹھ مینا کو خم کرتے کرتے |
| فرشتوں کی چلتی نہ کچھ بس تو بہ | گنہہ ایک کے دور تم کرتے کرتے |

ریاض آج جامِ گلی جا چکا تھا

رُکے ہم اسے نہ رخم کرتے کرتے

| | |
|---------------------------------------|-------------------------------------|
| طرفِ درتے کو چہ می جھم اور بڑھے | ہم سے بھی چار قدم نقشِ قدم اور بڑھے |
| ترے کو چہ کچھ ہوتے یہ آتی ہے خبر | کارواں آج کسی سوئے عدم اور بڑھے |
| ہوئے تلخ سے افلاس میں سیریِ حال | یا الہی ابھی کچھ تلخیِ غم اور بڑھے |
| ہر ادا تیغِ کفِ آبی جوانی میں نظر | نوجواں ہوتے ہی اندازِ ستم اور بڑھے |
| عاشقِ چشمِ بتاں سے انہیں وحشت نہ ہوئی | شوخیوں کرنے غزالانِ حرم اور بڑھے |

دیدہ و دل میں سمائیں تو بتاں کافر
 کعبہ بن جائے گا پہلے کوئی بتخانہ بنے
 تخت پر یوں کے نہیں آج چھلکتے ہو کجام
 لاؤ مینا ہی ویرانہ پری خانہ بنے
 کج ادا اس سے سوا ہے دل بدخو میرا
 دیکھئے زلفِ پریشاں سے بویا نہ بنے
 روزِ محشر کے لئے اس کو لگا رکھا تھا
 رہنا آج مری لغزشِ مستانہ بنے
 آنے کو شوق سے سو بار قیامت آئے
 ان کے کوچے میں مگر آ کے تماشا نہ بنے
 بل نکالے تری زلفوں کی بلائیں لے کر
 اے میں صدقے دل صد چاکِ لاشانہ بنے
 گاکِ بوتل کا چھل کر دل مشتاق بنا
 نگہِ شوق لپٹ کر خطِ پیمانہ بنے
 واقفِ راز کوئی ہم سے یہ کہتا تھا ریاض
 جس کو اشد بنائے وہی دیوانہ بنے

اب وہ کس منہ سے کہہ جائے بس دیکھ چکے
 اس بڑھاپے میں مری ہوں دیکھ چکے
 کتنے دن باغ میں آئے ہو گزے ہم کو
 اتنی مدت میں کئی بار نفس دیکھ چکے
 کو پڑ غیر میں جھپٹتے ہوئے جانابے عبث
 شرم کا ہے کی ہے جہاں کو دیکھ چکے
 چھوٹ کر ان سیرہ منزل مقصود ملی
 کارواں دیکھ چکے ان کی جس دیکھ چکے
 دمِ آخر بھی رہا آپ کے آنے کا خیال
 راہ ہم روکے دو چار نفس دیکھ چکے
 کس نے بے پر کی اڑائی کو وہ آتی ہو بہا
 چڑھ کے سو بار سرِ باقم نفس دیکھ چکے
 دیکھنے آئے ترس کھا کے دمِ نزع مجھے
 جانے دیکھ چکے کھا کے ترس دیکھ چکے
 دیکھیں کیا پاس سے ہم زخمِ عدوئل میں
 خون میں ڈوبے ہوئے پائے گس دیکھ چکے
 کھانے پینے کی نہ کچھ فکر نہ کھشکا یا غلش
 رہ کے صیاد کے گھر چند برس دیکھ چکے
 جا کے نزدیک دیکھ آئیں راطور کو ہم
 دور سے گنبدِ خضرا کا کلس دیکھ چکے

خدا کے ہاتھ جو بکنا نہ بکنا مے کا لے ساقی
چمن کا لطف آتا ہر مجھے صیاد کے صدقے
برابر مسجد جامع کے ہم نے اب دکاں کھدی
قفس میں لا کے اس نے آج شاخ آسیاں کھدی
بناب ہے ایک ہی دونوں کی کعبہ ہو کہ بتخانہ
اٹھا کر خشت خم ہم نے ہاں کھدی بیکار کھدی
قیس کو کہن کے سے فسانے بن گئے کتنے
کسی نے ٹکڑے کر کے سب ہماری لستان کھدی
تعیین ہو منترہ شوخیاں میں اس کے جلو کی
ہماری دستِ دل میں بنائے لامکاں کھدی
نظر مدت کو تھی اے شیخ جس پر سیف و شوں کی
وہ دستِ فضیلت ہیں ہم نے مہرباں کھدی
یہ کیا تھا جلوہ ان کا دکھنا تھا ہم کو پرے میں
لگا کر آنکھ سے ہم نے جو تصویر بتاں کھدی

یہ عالم ہے ریاض ایک ایک قطر کو ترستا ہوں

حرم میں اب خدا جانے بھری بوتل کہاں کھدی

آنکھ کے تل میں ہے یا قیس کے دل میں ہے
آتے آتے نجد تک یلے محل میں ہے
احترام بزم ساقی شیخ کے دل میں ہے
حسن محفل بن کے مے ساقی کی محفل میں ہے
دستِ گلچین تک نہ جائے الہی کوئی پھول
شاخ سے ٹوٹے تو منقارِ عناد دل میں ہے
پاس میرا بھی رہا ان کو شب و وصل عدد
شوخوں سے دردِ بن کروہ کے دل میں ہے
خاک میں طے نہ پائے بگناہوں کا لہو
دستِ قاتل میں ہے دامنِ قاتل میں ہے
لطف ہو بن جائے تیغِ نازِ حسرت کی نگاہ
زخمِ بھل سے نکل کر چشمِ بھل میں ہے
جانہیں سکتا حسن و عشق کا نازک لگاؤ
برودہ چشمِ قیس کا لیلے کی محفل میں ہے
چال میں آئے خرامِ نازِ قاتل کا مزا
کچھ لچک نازک کمر کی تیغِ قاتل میں ہے
حلق سے اترے جو وقت تیغِ پکا میثاب
اتنی آسانی الہی میری مشکل میں ہے
رشی نے سے رہی محفوظ یہ ریشِ سپید
اے ریاض اس طرح ہم ساقی کی محفل میں ہے

سخت جاں ہم سے جو جانیں پے مشقِ ستم
تو رواں اور ہو یہ تیغ کا دم اور ٹٹھے
اس دُعا میں شبِ فرقت ہو برابر کی شریک
یار کی زلف بڑھے زلف کا خم اور ٹٹھے
پاساں خاک تری آنکھیں جھونکی سب نے
رات کو چے میں کئی نقش قدم اور ٹٹھے
پہلی سی انجمن مے نہیں اب محفل مے
کے وجم اور بڑھے ساغرِ جم اور ٹٹھے
الہلال اور بڑھے نور فشانی تیری
چار چاند اور لگیں حسنِ رقم اور ٹٹھے

موج طوفاں کی ریاض اس کو روانی مل جائے

کہ قلم بن کے ذرا تیغِ دودم اور ٹٹھے

آنکھوں سے لگا آئے لحد اگر ہو آئے
حسرت نہ رہی رونے کی تقدیر کو رو آئے
مٹی میں ملانے تجھے بھوپال سے لائے
اب کس سے کہے کوئی کہاں ہم سے کھو آئے
لے راز و ریاض آئے کہ تنہا نہ ہے تو
لے خوش ہو کہ سونے کے لوقہ میں رو آئے
کیوں آنے لگا گھر میں کوئی قبر سے اٹھ کر
کیوں کہنے لگا کوئی کہ ہم قبر میں ہو آئے
بہہ کر گئے ہیں قبر میں اشکِ سربالیں
ہم خوش ہیں کہ موتی تھے زلفوں میں رو آئے
آنکھوں سے لگانے کئے کیوں اس تنہا
یوں چھوٹے روئے کفن اشکوں سے بھگو آئے

اب دل ہے ریاض اور نہ وہ دل کی تمنا

منجد صا میں ہم کشتی اُمید ڈبو آئے

جو ہم آئے تو تو قلم کیوں لگ پیرِ مغان کھدی
پُرانی دھڑکی بھی طاق پرے مہرباں کھدی
قفسِ پیشانی گلِ صیاد نے او آسمان کھدی
بنا کر شاخِ گلِ باقی تیری شاخِ کہکشاں کھدی
یہ کیسی آگ بھڑک رہی ہے میرِ مغان کھدی
جو توڑی تہِ ساغر سے تہِ اُٹھا دھواں کھدی
ذرا چھیرا جو اُس نے ہو گئی ایسی زخو و زخم
کہ شمعِ بزم نے گلگیر کے لبِ زباں کھدی

چیتے تھے خانہ ساز خدا ساز اب ملی
یون کے دور جاتی ہے آواز رات کی
منی کے ساغروں میں بھی ہوتا نگی گل
بھر کر حرم کے گوشوں میں کھدی تھی زمزمی
وعدے کی رات حشر کا دن مجھ کو ایک ہے
بوتل کے منہ سے آتی تھی بوتل اہل صوم
اتنا تو ہم بھی جانتے ہیں ایک آہ کی
یون کے نصف شب کو درمیکدہ کھلا
تارے بنے جو ڈال دئے رخنے بے شمار
ساقی نے رات ہاتھ سے توڑی جو مہر خم
صبح شب وصال مجھے منفعل کیا

بے شغل جام و بادہ جو ان ہو گئے ریاض

ڈالا اثر یہ آبدِ فصل بہار نے

نہ کام آئے جو دامن کے اشک غوں وہ کیا
بننا ہے وعدہ فروا سے ان کے تارِ فن
نہ رنگ لائے نہ بودے اگر کریں پامال
جو توڑیے عوض مے ذرا سا پانی ہے
مجھے گی پیاس نہ میری اگر گلا رگڑوں
جو ناشناس ہیں ان کو ریاض ہو معلوم
جو کام آئے نہ آنکھوں کے وہ لہو کیا ہے
سفید ریش کا میری ہر ایک مو کیا ہے
میں کچھ نہیں ہوں مرا خون آرزو کیا ہے
ہمارے دل کا پیچہ پولا ہے یہ جو کیا ہے
نہ آب جس میں ہو وہ خنجرِ عدو کیا ہے
غلامِ ساقی کو شر کی آبرو کیا ہے

اہتمام اتنا مرے ساقی کی محفل میں ہے مست آنکھوں سے جو نیچے ساغرِ دل میں ہے
 ناز کیوں ہو۔ فتنے ہی فتنے جو محفل میں ہے حشرِ بر پار و زمیرے گوشہٴ دل میں ہے
 یہ تو ظاہر ہو کبھی تھا بوند بھراس میں لہو اڑے رنگ اتنا تو مرجھائی ہو دل میں ہے
 اُف ری شوخی وصل کی شبِ یہی ہر دو کا کٹ چاند سے چہرے کے بدلے ماہِ کامل میں ہے
 نتھے نتھے ناوکبِ مرگاں کے اچھے زخم کیا گہرے گہرے سینکڑوں سو اس دل میں ہے
 دل میں بھی مجھ کو نظر آتی ہے اس کی جھلک مختصر سی نسل کی شبِ آپ کے تل میں ہے
 بیچ کھا کر یہ گبولاطوق گردن کا بنے دشت کا جادو کڑی بن کر سلاسل میں ہے
 اس طرح لوٹی جنوں میں ہم نے گلشن کی بہا دلِ باپھو لوں میں یارب ہم عنادل میں ہے
 دل کے ہوتے ای جنوں قیس محل کچھ نہیں پردہ محل تو کیا محلِ محفل میں ہے
 ہستی بیدار بھی نکلی زمانہ ناشناس خواب غفلت کی طرح ہم چشمِ غافل میں ہے
 ہم کو رکھنے قبر میں تو ساتھ آئے تھے بہت کیا ہوئی سب ہم اکیلے پہلی منزل میں ہے
 بلغ میں گلیں کو بھی پھولوں کا دھوکا ہو گیا اشکِ غل کچھ اس طرح چشمِ عنادل میں ہے

تھے ریاض اس فکر میں بُت انھیں کے ہو ہیں

مرد حق آگاہ بھی کس سعی باطل میں ہے

روشن کئے چراغِ لحد لالہ زار نے اس مرتبہ تو آگ لگا دی بہار نے
 زلفِ سیاہ بن کے بنی اب شبِ لحد بدلا کچھ اور رنگِ شبِ انتظار نے
 سینے تک آئی سوتے میں کبیر کی دستِ شوق دھوکا دیا تجھے تیرے پھولوں کو مار نے
 نکلی حرام پی تھی سمجھ کر لطیف شے کیا بد مزہ کیا ہے مئے خوش گوار نے
 افسردگی اب اس سے سوا ہوگی اور کیا پروانے تک جلائے نہ شمعِ مزار نے

کالی کالی مے کی بوتل اڑ چلے گی دیکھنا
 آتے آتے سبزے تک کالی گھٹا ہو جائے گی
 جب ملیں گے آپ تلوں سوں پر داغ کو
 یہ حنا تو اور آتش زریہ ہو جائے گی
 اہلی تل سکتی نہیں شمشیر و خنجر ہوں
 میرے قاتل کی ادا میری قضا ہو جائے گی
 جو پر بھی بھولی صورت کا خیال آجائے گا
 ہونٹھہ تکے یاد آتے ہی دعا ہو جائے گی
 مے پرستی یہ مجھے پہنچائے گی تسفیم تک
 لغزش پا حشر کے دن رہنا ہو جائے گی
 تیغ کو شراے کا قاتل تری گردن کا خم
 وصل کی شب جان کی دشمن جا رہے گی
 مجھے دیوانے کے نالے آپ سنے تو کبھی
 قیس کی فریاد صحرا کی صدا ہو جائے گی

تاج زروے کا درسا سحر کا ہر ذرہ ریاض

دھوپ سر پسائے بال رہا ہو جائے گی

جس دن سے حرام ہو گئی ہے
 مے خلیہ مقام ہو گئی ہے
 قابو میں ہوا ان کے وصل کا دن
 جب آئے ہیں شام ہو گئی ہے
 افتاد چمن یہ ہے کہ بلبل
 خود ہی تیر دام ہو گئی ہے
 توبہ سے گھٹی یہ قدر و قیمت
 مے دام کے دام ہو گئی ہے
 آتی ہے قیامت اس گلی میں
 پامال خسرام ہو گئی ہے
 توبہ سے ہماری بوتل اچھی
 جب ٹوٹی ہے جام ہو گئی ہے
 کچھ زہر نہ بھتی شراب انگور
 کیا چیز حرام ہو گئی ہے
 لب تک جو کبھی نہ آئے وہ آہ
 اپنی سو باہم ہو گئی ہے
 مے نوش ضرور ہیں وہ نا اہل
 جن پر یہ حرام ہو گئی ہے

پھیرتے ہی میری زلف سا ہو جائے گی
 اے اسیرِ قفس آنے کو ہے فصلِ جنوں
 یہ پری تیری لئے ای دل بلا ہو جائے گی
 ساتھ اشکوں کے لہو کیا نختِ دل آنے لگے
 چارون میں اور گلشن کی ہو جائے گی
 موجِ طوفاں پھینک دی گی اکو ساحل کی ہر
 کچھ نہ کچھ بدنام اب میری فنا ہو جائے گی
 لا بھی دے سوئے کی بوتل جائے اے شیخِ حرم
 پارِ کشتی مری لے نا خدا ہو جائے گی
 کون پہچانے گا مجھ کو حشر میں اے شامِ گور
 آبِ زمزم کیا ملاؤں بے زرا ہو جائے گی
 گھر سے نکلے ہیں وہ نازک تھ میں نشتر لے
 اٹھتے اٹھتے میری صورت کیا ہو جائے گی
 روزِ ابر نے دو اسیرِ قفس کے آئیاں
 آگئے تو دردِ دل کی کچھ دوا ہو جائے گی
 ہو گی میری ہاتھ میں میری سیہِ فردِ عمل
 اور ہی اب اس گلستاں کی ہو ہو جائے گی
 میں جو آیا تیرگی روزِ جزا ہو جائے گی
 تیری کوچے میں قیامت نقشِ ثانی ہو جائے گی
 جس قدر چاہی تیربت پر اگر سر اٹھائے

لوٹ لو اچھی طرح لطفِ معاصی لے ریا ض

ہیں بے آناز دنیا اب فنا ہو جائے گی

کچھ نہ کچھ ہاتھوں میں چا کر یہ فنا ہو جائے گی
 دیکھ لینا ان کی مٹھی میں قضا ہو جائے گی
 وصل کی شبِ خال سے زلف سا ہو جائے گی
 ان کو ڈر ہی جان کو میری بلا ہو جائے گی
 حورِ آتی ہی مری تربت میں کیوں ساغر لے
 آگئے وہ تو قیامت ہی بیا ہو جائے گی
 میری آہِ گرم جو بس زہرِ دل دوز ہے
 جاتے جاتے بامِ تک ٹھنڈی ہو ہو جائے گی
 پس کے آئی تھی کوا آئی مرگِ دشمن کی خبر
 رکھتے رکھتے بو نہی مٹی اب فنا ہو جائے گی
 میرے آگے دختِ رز کو لائے ہیں پہلے پہل
 یہ اچھوتی آج نذرِ پارسا ہو جائے گی
 کنگریِ عرش میں کے چوم لیتی ہے جو آہ
 وقت پر تقدیر بن کر نارسا ہو جائے گی

زندگی کا لطف ہوا اُڑتی رہے ہر دم زیاں
ہم ہوں شیشے کی پری ہو گھر پری خانہ ہے

دم آخر نقاب رخ زلف عنبریں ہوتی
نواں ہر شکن ہوتی نہ کی آستیں ہوتی
جو اُن کی شکل بچرودے آگے کہیں ہوتی
جودل مٹھی میں وہ لیتے تو غیبی زلف پر خم پر
سر زمر بڑھی تھی بات ساقی میں اُبل پڑتا
ترے کوچے سے جا کر موت کا تھا سامنا جگو
شرک تلخ ہوتے زہر کل افعی کے تالو کے
سور کر آپ تو آئے تھے لیکن وقت باز تھا
ہنسی میں اُن کو میرے آنسوؤں کا تار کہتا تھا
یہ ہے غلام میں جھوٹا پایا دھوکے پیتا ہوں
بناتی چو دھویں کا چاند اور شبِ فرقت
ہنسی کے ساتھ ہونٹوں میں پری بھی کاش آجاتی
غرض گھر سے نہ پیرا ہن سر کر بھی ہی ہوتا
دل پر آرزو میرا پا ہر ساتھ ساتھ اس کے
مزا تھا عیش کی قندیل جھلک کر نہر خم نہتی
لطافتِ روح کی پیدا ہو ہوتی جسم خاکی میں
دم آخر جو بالین سے سور کر آپ آ جاتے

خدا اُس چاند سے منہ پر نگاہ واپس ہوتی
ترے صدقے تبسم کی طرح لب پر نہیں ہوتی
نگاہ شوق اُسے ٹوٹی نگاہ واپس ہوتی
اُتر کر ہر گیسو کی چین آستیں ہوتی
مری ساغریں تھوڑی سی جو درجہ نشیں ہوتی
قدم رکھتا جہاں وہ میری تربت کی میں ہوتی
یہ موجِ اشک آگے چل کے مارا سنتیں ہوتی
نگاہ شوق کیوں کر یہ نگاہ واپس ہوتی
لڑی ان بچوں کی زینتِ لطف عنبریں ہوتی
نہ تھی ہر خوش قسمت میں تو درجہ نشیں ہوتی
جودل جاتی تری تصویر تجھے بھی سیں ہوتی
مزا دیتی جو پرے میں تبسم کی نہیں ہوتی
کفن میرا کہیں ہوتا مری تربت کہیں ہوتی
خدا ہاتھوں سے میری زینت بنا نہیں ہوتی
ابھر کر خشتِ خم ساقی فرشتے کی جبیں ہوتی
تو مر کر کہیں ہوتا مری تربت کہیں ہوتی
یہ ہوتا آپ باہر نگاہ واپس ہوتی

بجھ بجھ کے جلی قبری قبر پر سطح
 جل جل کے تمام ہو گئی ہے
 آجائے اسے جو آئے مجھ تک
 موت ان کا پیام ہو گئی ہے
 ہر بات میں ہونٹھ پر ہے دشنام
 اب حسن کلام ہو گئی ہے
 سر خم ہے حرم میں سحری طیب
 کچھ خوشی سلام ہو گئی ہے
 دولت دل کی بتو ہے محفوظ
 اللہ کے نام ہو گئی ہے
 پھر پھر کے نظر ہوئی ہے حدت
 جم کر خط جا م ہو گئی ہے

ہے دور ابھی نیا قص منزل
 دن ختم ہے شام ہو گئی ہے

نئے ہے مینا ہے گردش میں ہوا نہ ہے
 میرے ساتی تو ہے آباد میخانہ ہے
 حشر بھی تو ہو چکا رخ سے نہیں مٹی نقاب
 حد بھی آخر کچھ ہی کب تک کوئی دیوانہ ہے
 کچھ نہیں ہم دل جلوں کی بیکراری کچھ نہیں
 تیری محفل وہ ہے جس میں شمع پروانہ ہے
 گوئے ہاتھوں میں پنجوڑی خجاسنو کا عکس
 تیرے دست ناز میں نازک سا پیمانہ ہے
 کم سے کم اتنا اثر ہو جو سنے آجائے بربند
 بیکسوں کی موت کا ہونٹھوچ افسانہ ہے
 رات کو جا بیٹھے ہیں روز ہم مجنوں کے پاس
 پہلے ان بن چکی ہیں اب تو یار انہ ہے
 حشر ہو تو تم شرم کے پتکے نہ بننا حشر میں
 چال ٹھلائی ہوئی انداز ستانہ ہے
 تاباس کی لالہ نہیں سکے کبھی نازک دماغ
 بار سر ہے دور سر سے تاج شاہانہ ہے
 ان کے کہنے کی بھی یوں کہہ لئے دو چار شعر
 رات دن فکر سخن میں کوئی دیوانہ ہے
 ان بتوں کے چلتے ہم نے دل کو پتھر کر لیا
 بت ہے کوئی نہ یارب کوئی بتجانہ ہے
 طور پر آئیں نہ میرے سامنے یونہی سہی
 ہاں فراطر زب تکلم بے حجابانہ ہے

کیا عجب ہی میری دشت اب نکال رہا تھا پاؤں
گدگداتی ہو جانی کچھ تجھے بھی بہرِ وصل
پڑ نہیں سکتا ہی پردہ ڈالے پردہ ہزار
دختِ رزوا غلط کے لگے آئی ہو کر بے حجاب
ہو گئی باہد گر پیوستگی سے اب فزوں
منہ چودو چار خم سے چل نہیں سکتا ہو کام
کوئی بھی ہو بڑھ کے یہ سب لگا لیتا ہو ساتھ
قسمت اس حق گو کی یہ معراج جس کو نصیب
وہ سلاتے ہیں اس الفت سے یہ سوتا نہیں
اپنے دامن میں نہ پونچھیں اشکِ رخسارِ لود آہ
کیا ہوئے کہے مسیحائی کے دھمے کیا ہوئے
آپ تو ڈرتے ہیں صورت دیکھ کر بیمار کی

اے لیاضِ آشرم مگر اندھی کے جا کر آئی شرم

پھینک دی ہم نے لب جو سب سمندر پار کی

یہ شامِ شبِ وصل بھی کیا شام ہے کوئی
نازک سا کوئی پھول ہو یا جام ہے کوئی
پر خوب نکالے مے سائے نے چمن میں
سور ندیں تو نہ ہو خالی کبھی سائی
کبھی میں یہ کیا آہ ہے سب میکہ و والے
اے حُسنِ سلامت یہ جنوں خیز بہاریں
کیا بات ہو کیوں رزہ باندہام ہے کوئی
یہ ہے وہ کہ معشوق گل اندام ہے کوئی
صیاد یہ سمجھا کہ تیرا دام ہے کوئی
ایسا بھی ترے میکہ و ہر جام ہے کوئی
بے داغ بھی کیا جامِ احرام ہے کوئی
رسوا ہے کوئی عشق میں بدنام ہے کوئی

سنا ہے عمر زائد اس قدر تلخی میں گزری ہے
تساؤل کی جو میر کو دل کو گد گداتی ہے
شراب تلخ اسے طبعی تو شیر و انگبیس ہوتی
حسینوں کے لئے یہ بھی تبسم آفریں ہوتی

ریاض اعزاز اگر ملتا نہ میر کا رسا آخر سے
تو اقلیم سخن کیوں کر مرے زیر نگین ہوتی

کچھ شب وعدہ وعدہ کی وجہ بھی انکار کی
زہر باتیں پیار کی تو چال ہے تلوار کی
کچھ دنوں کھالیں ہو اہم و شمت کی کٹہا کی
دام بردوش آؤ بھی یارب کہیں صیا و جلد
کچھ عجب عالم دکھاتے ہیں کسی کے نقش پا
اس کی قدرت جو نہ رکھتے تھے زیر پر کل قدم
جلائے بھی پہلو بیمار سے بالائے بام
اوس کسی میرے چار اشکوں سے پانی پڑ گیا
الٹی گنگا ہم نے یوں بہتی نہ دیکھی تھی کبھی
کھیل دیوانوں کا بن کر رہ گئی قید فرنگ
بات کیا ہو پی کے بھی گل رنگ چہرہ ہر سفید
غیر کو ڈر ہے کہیں ایسا نہ ہو کیرے پڑیں
وہ گئے دن آپ کہتے تھے چہ خفتہ بار بار
کھائے فستیں نہ میر کی طالع بیدار کی
وصوم و ظالم تیری گفتار کی رفتار کی
خونخاک اتنی نہیں صورت تیرے بیمار کی
بات کہتے پلٹے کھاتی ہو زباں سرکار کی
سیر کی ہے خوب ہم نے حسن کے بازار کی
آج کل بدلی ہوئی ہے کچھ ہوا گلزار کی
کس نے تصویریں کھینچیں شوخی رفتار کی
آج انھیں بھی ہر شکایت چرخ ناہنجار کی
لذت اس کو لوٹنا ہو حسرت ویدار کی
مصر تک صومین مچی تھیں گرمی بازار کی
بے طرح ہو کاٹ پر تیزی اس الٹی دھار کی
آج کل زنداں کا جانا میر ہے گلزار کی
پھر سفیدی وہ کہ جیسے برف ہو کٹھنار کی
بڑھ گئی حد سے مٹھاس اب شربت دیدار کی
اب گس اتنی ہو کیوں ہر خفتہ ویدار کی

واہ کیا نامہ اعمال میں دیوانوں کے
 ہوش اُڑتے ہوئے دیکھے نہیں انسانوں کے
 نقش پارہ نہیں سکتے دیوانوں کے
 پر پرواز بنے خود شریر شمع کبھی
 اپنے کو چے میں جگ دیکھا تو وہ منہس کر بجے
 ذکر کیا اہل جنوں کا کہ جب آتی ہے بہار
 آج بت بیٹھے ہیں تقدیر کے مالک بن کر
 بام تک تیری ذریعہ میں سانی کے یہی
 ان کے بکھرے ہوئے گیسو نہیں ہشتون خست
 ساتھ والوں میں مری کو کہن قیس بھی ہیں
 چشم یعقوب بنے حلقہ زنجیر کی آنکھ
 غیرت حق کو ہو کیا جوش جب اعمال یہ ہیں
 دور سے دیکھ کے پھرنا وہ مرا لٹے پاؤں
 سدا انجم سے شکستا ہے یہی راتوں کو
 انھیں ٹھکراتے چلو مشر میں لطف آئے گا
 کہ فرشتے لئے ٹکڑے ہیں گریبانوں کے
 لطف مینانوں میں آتے ہیں مہر سی خانوں کے
 اے جنوں صحن بہت تنگ ہر زندانوں کے
 شر شرع بنے پر کبھی پروانوں کے
 چھاننے والے کہا آئے بیابانوں کے
 وہ تو وہ رنگٹاں جاتے ہیں زندانوں کے
 اب جو لکھا ہو مقدر میں مسلمانوں کے
 دور سے جھٹکے قدم لوں تے دیوانوں کے
 آج نکلے ہوئے جھڑپ میں نگہبانوں کے
 میری قصے نہیں ٹکڑے کوئی افسانوں کے
 کبھی تقدیر سودن پھرتے ہیں زندانوں کے
 کم ہر جو کچھ ہو مقدر میں مسلمانوں کے
 اُف وہ بدلے ہوئے تو تری دربانوں کے
 ان میں ٹوٹے ہوئے سانچے ہیں مینانوں کے
 انھیں قبروں میں میں ماری ہوئے اربانوں کے

نکلی جاتی ہے زمیں پاؤں کے نیچے سوسپا ص
 کیوں دعا کو نہ اُٹھیں ہاتھ مسلمانوں کے

یہ جتنی دیر ہوئی شیخ کو وضو کرتے
 ہم اتنی دیر میں خالی خم و سبو کرتے
 شکار بھی بچائے کا کنارہ جو کرتے
 وہیں نماز بھی پڑھتے وہیں وضو کرتے

اٹھتے ہیں کچھ اس گنہگار سے فتنے
 میں ہوں کہ عد و کور و الزام ہے کوئی
 بے روپ ہر انسان جو شانگت جھانی
 جس میں دو گلوں نہ ہو وہ جام ہے کوئی
 وہ محویت قیس وہ بے صبری فریاد
 ہم لوگوں میں سخت ہے کوئی غام ہے کوئی
 سنتا ہوں کہ سنتے کی حسینوں کو نہیں تاب
 بوسے کا نہ لوں نام یہ شنام ہے کوئی
 بے بات ریاض اس کو سناتے ہیں وہ مومنو

اس بزم میں کیا آپ کا ہم نام ہے کوئی

گل مرقع ہیں تھے چاک گریبانوں کے
 شکل معشوق کی انداز میں دیوانوں کے
 نہ کریں گے درو دیوار سے زندانوں کے
 خود بخود پاؤں ٹھے جاتے ہیں دیوانوں کے
 پینگ و حشت میں ٹھے ہیں تھے دیوانوں کے
 اب بیابان بھی انھیں صحن میں زندانوں کے
 ایک کیا جن کے ہر کئی میں گم ہوں جو شر
 کعبہ و دیر میں ہوتی ہے پرستش کس کی
 کچھ اس انداز سے آبیٹھے ہیں شمع کپاس
 لے گیا آپ کے دیوانوں کو سو ڈالے بہار
 جام ہے تو چٹکن تو بہ مری جام شکن
 ہاتھ کیوں کھینچ لیا پھیر کے خنجر تو نے
 دے سے بڑھے نہیں دیتا ہی مجھے ذوق سجود
 نہیں گنتی میں مگر بزم سخن ہے روشن
 قطرے ہیں کوثر و تسنیم کف ساقی میں
 وسعت ذات میں گم و قد و کثر ہے ریاض
 خود بخود پاؤں ٹھے جاتے ہیں دیوانوں کے
 اب بیابان بھی انھیں صحن میں زندانوں کے
 ہم لوگوں میں سخت ہے کوئی غام ہے کوئی
 بوسے کا نہ لوں نام یہ شنام ہے کوئی
 بے بات ریاض اس کو سناتے ہیں وہ مومنو

مہ صیام میں موقع جو شب کو مل جاتا تو ایک سانس میں خالی خم و سب کو کرتے
شراب پیتے ہی سجدہ میں ان کو گرانا تھا یہ شغل میٹھ کے مے نوش قبلہ رو کرتے

ہر ایک قطرے سے بہتی ریاض عجب شراب

جو پنی کے ہم سر زمرم کبھی وضو کرتے

تربت ہماری دیدہ حسرت چمن میں تھی محتاج چار پھولوں کی تربت چمن میں تھی
تھی فصل گل تو لطف کی صحبت چمن میں تھی جو شکل تھی وہ نور کی صورت چمن میں تھی
دارفتہ آج کیسی طبیعت چمن میں تھی صحرا سے کچھ سوا مجھے وحشت چمن میں تھی
بے دور جام باغ میں گزرا تمام وقت کل ساتھ ساتھ گردش مست چمن میں تھی
اجڑا جب آشیاں تو خزاں کیا بہار کیا تنکوں سے آشیاں کے محبت چمن میں تھی
چھتانا پھول پاؤں کے کانٹے نکالتا لے جوش گل کہیں مجھے فرصت چمن میں تھی
آندھی کے تنکے بن گئے تھے نخل آشیاں پھیلی عجیب آج مصیبت چمن میں تھی
اب جوش گل میں بن کے زر گل نکل پڑی زیر زمیں گڑی ہوئی دولت چمن میں تھی
بو تل اُچھالتے تھے برستا تھا اس سے نور ہر اند پر خدا کی یہ رحمت چمن میں تھی
تینکے چھنے چمن میں رہی جب فصل گل لے باغباں کبھی مجھے نصرت چمن میں تھی
ہر ایک پھول باغ میں تھا عکس روئے یار آئینے سے سوا مجھے حیرت چمن میں تھی
ساقی کے چشم لطف سے پہنچا ہے اس کو فیض زگن بھی آج چشم مروت چمن میں تھی
کھڑکی جو کھل گئی مری تقدیر کھل گئی اب ہو ہی قفس میں راحت چمن میں تھی
خم لے کے کبج باغ میں مٹھو تھے تھپکے ہم بزم چمن سے دور یہ خلوت چمن میں تھی
وہ آگئے تھے آج تو کچھ ان کے سامنے کھوئی ہوئی سی گل کی نزاکت چمن میں تھی

کلیم بات بڑھاتے ز گفتگو کرتے
 حسین بھی ہوں خوش آواز بھی فرشتہ قبر
 ہماری پھول کا سا غراگر یہ گل بنتے
 گرتے یونہی سہر طور بجلیاں ہم پر
 یہ داغے ہیں بڑے پھیلے سرد امن
 ہمیں خدائے سوا کچھ نظر نہیں آتا
 پڑی ہے خود صبحی و راز ہے شب گور
 مسک گیا کسی کا ذرا سا دامن گل
 بقدر ظرف وضوے جو ملتی پانی سی
 لب خموش سے اظہار آرزو کرتے
 کئی ہے عمر سینوں سے گفتگو کرتے
 تو اور رنگ سے اظہار رنگ بو کرتے
 اگر حجاب تھا پرے سے گفتگو کرتے
 جو آب زمزم و کوثر سے ہم وضو کرتے
 نکل گئے ہیں بہت دور جستجو کرتے
 اٹھیں گھر کے دن ہم سب سو کرتے
 جگہ جگہ سے سکتا جو تم ر فو کرتے
 سیاہ رو بھی دم شریشت و شو کرتے

نہ تھا شہاب کمریں ریاض زر ہوتا

تو دن بڑھاپے کے بھی نذر لکھنو کرتے

بہت ہی پرے میں اظہار آرزو کرتے
 شراب ناب سے ساقی جو ہم وضو کرتے
 وہ گل کے دست جنائی سے مل لہو کرتے
 دروغ بانی دشمن کا حال کیا کھلتا
 اُٹھار لاتے انھیں باہم طور سے دل میں
 ڈسے وہ کیوں مے پھولوں میں آئل کھتا
 کلیم کو نہ غش آتا نہ طور ہی جلتا
 جو ظرف آب ہمیں میکدے میں مل جاتا
 نگاہیں کہتی ہیں ہم ان سے گفتگو کرتے
 حرم کے لوگ طوافِ خم و سبو کرتے
 ہم آرزو تو حسیں خون آرزو کرتے
 جو پردہ چاک بھی ہوتا تو وہ ر فو کرتے
 ہم اختیار وہ انداز گفتگو کرتے
 یہ پھول خاک تنہا رنگ و بو کرتے
 دہلی زبان سے اظہار آرزو کرتے
 نماز کعبے میں پڑھتے یہاں وضو کرتے

رقصاں تھی قتل گاہ میں عریاں وہ تیغ
لے کر زلف دل بھی کبھی تھا اسیر زلف
بن بن کے عمر رفتہ کچھ آتا تھا دورِ جام
کمر بخت رہنما رہو میکدہ نہ ہو
محشر میں آ کے بن گئی فرد سیاہ جرم
چھپ چلے خون عکس فلک تھا خاکانگ
ہم جان لے کے بھاگے ہیں اے آتش بہار
لو آج تیر چل نہ سکے دستِ ناز سے
کیوں کر کہوں کہ شرم کبھی اس لہن میں تھی
اس کی جگہ بھی زلف شکن و شکن میں تھی
تلخی اسی کی آج شراب کہن میں تھی
لغزش سی آج کچھ قدم راہزن میں تھی
بوتل وہ میرے ساتھ جو میرے کفن میں تھی
یہ بھی تو ساتھ ساتھ کف تیغ زن میں تھی
جوشاخ گل تھی آج وہ بجلی چمن میں تھی
منہدی لگی ہوئی کفِ ناک فلک میں تھی

وہ بھی گئے وطن کی مری طرح لے لیا صن

سچی خوشی جو خندہ صبحِ وطن میں تھی

نشہ مے میں ذرا لطفِ شباب آتا ہے
مذہ چھپانے کو وہ تھے چوم لیا منہ ہم نے
بھیجتا ہوں انھیں تقدیر کا شکوہ لکھ کر
مست بلبل کو جو دیکھا ہی کبھی گل کے قریب
نجہ میں جا کے بٹھائے تھے کل قیس کو ہم
رکھتی تھی مجھے پینے سے مری ریش سفید
بو سو گن کر کبھی لیتے نہیں معشوقوں کے
اس طرح وہ مے گھر بابہ رکاب آتے ہیں
چوم لوں منہ لب نازک سو یہ گالی سن کر
ہم جسے بھول گئے یا وہ خواب آتا ہے
اب نقاب آتی تھی رخ پر نہ حجاب آتا ہے
دیکھوں اب کیا مری قسمت کلبواب آتا ہے
باغ میں جاتے ہوؤ ان کو حجاب آتا ہے
خاک اڑاتا کوئی پھر خانہ خراب آتا ہے
اب تو پیتے ہوئے مجھ کو بھی حجاب آتا ہے
ہمیں گنتی نہیں آتی نہ حساب آتا ہے
غیر مقام ہوئے گھوڑے کی رکاب آتا ہے
آپ کی بات کا نکل بھی جواب آتا ہے

صیاد گھر ترا بھجے جنت سہی مگر جنت سے بھی سوا مجھے راحت چمن میں تھی
 بے ان کے تیرہ آنکھ میں تھے جلوہ گُل بے ان کے تیرہ آنکھ میں تھے جلوہ گُل
 قیدِ قفس میں جان تھی نکلی نہ ضعف سے قیدِ قفس میں جان تھی نکلی نہ ضعف سے
 رہتا تھا ہم سے دور بہت شورِ باغیاں رہتا تھا ہم سے دور بہت شورِ باغیاں
 کچھ پی بھی لی تھی باغ میں جانے سے کچھ پی بھی لی تھی باغ میں جانے سے
 صحرا کی دیکھ بھال بھی کچھ تھی مے پرد صحرا کی دیکھ بھال بھی کچھ تھی مے پرد
 اللہ اس طرح کی جنوں آفریں بہار اللہ اس طرح کی جنوں آفریں بہار
 چنگاریاں جو باغ میں پھیلی تھیں پھول تھے چنگاریاں جو باغ میں پھیلی تھیں پھول تھے
 سامان سب تھے آج خدا نے بچالیا سامان سب تھے آج خدا نے بچالیا
 صیاد ابرو باد بھی پتھر بھی برق بھی صیاد ابرو باد بھی پتھر بھی برق بھی
 وہ داغِ دل وہ صاحبِ معراج کا قدم وہ داغِ دل وہ صاحبِ معراج کا قدم
 کل ہم گئے تھے آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے کل ہم گئے تھے آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے

بے شمع و گل ریاض کی تربت چمن میں تھی

لذت ہزار طرح کی سیبِ ذوقن میں تھی لذت ہزار طرح کی سیبِ ذوقن میں تھی
 گل موجِ باد وہ شمعِ فروزا چمن میں تھی گل موجِ باد وہ شمعِ فروزا چمن میں تھی
 تربت کی تیرہ رات میں کام آئی کچھ وہی تربت کی تیرہ رات میں کام آئی کچھ وہی
 بے فصل گلِ لباس ہمارا تھا چاک چاک بے فصل گلِ لباس ہمارا تھا چاک چاک
 جب مے گھلے یہ پڑی سیدی ہو گئی جب مے گھلے یہ پڑی سیدی ہو گئی
 کاٹے پہاڑِ عمر دور وزہ نہ کٹ سکی کاٹے پہاڑِ عمر دور وزہ نہ کٹ سکی
 چوسے جلوبِ توراوری لذت چمن میں تھی چوسے جلوبِ توراوری لذت چمن میں تھی
 کس جن کی بہار ہمارے چمن میں تھی کس جن کی بہار ہمارے چمن میں تھی
 اے صبحِ حشر تیری سفیدی کفن میں تھی اے صبحِ حشر تیری سفیدی کفن میں تھی
 عریانی جنوں کی جھلک پیرہن میں تھی عریانی جنوں کی جھلک پیرہن میں تھی
 مشہور تیغِ یار بہت بانگین میں تھی مشہور تیغِ یار بہت بانگین میں تھی
 دیوانہ تھا سمجھ کی کمی کو کہن میں تھی دیوانہ تھا سمجھ کی کمی کو کہن میں تھی

مری حسرت بستم آفریں معلوم ہوتی ہے
 چھپی تیرے بستم میں نہیں معلوم ہوتی ہے
 شفق کہہ لے کوئی چاہے شفق کوں آسمان کہے
 ہمیں تو کوئے قاتل کی زمین معلوم ہوتی ہے
 جلی ہو تیغ تو کس ناز سے تھم تھم کے رک کر
 یہ کچھ ان سے زیادہ ناز میں معلوم ہوتی ہے
 اے ساقی ذرا میری شراب تلخ تو لانا
 منے کوثر تو بالکل انگبیس معلوم ہوتی ہے
 چھپی ہو وہ نگاہ شوق بھی مرثاں کے سائیں
 پھری بھی آج زیر استیں معلوم ہوتی ہے
 ابھارو تو ذرا شاید مرا ڈوبا ہوا دل و
 کوئی شے بحرِ غم میں زلشیں معلوم ہوتی ہے
 نہیں اب درود الکیں ابھی تک ہوا شکر کچھ
 چمک رہے کی پہلو میں کہیں معلوم ہوتی ہے
 اثرِ الہی حسرت نے نگاہ شوق پر کتنا
 کہ وہ بھی اب نگاہ واپس معلوم ہوتی ہے
 یہاں میرا نشین تھا وہیں معلوم ہوتی ہے
 لپک اس کی چمک اس کی وہی دھم دھم عالم
 یہ بجلی کوئی آہ آتشیں معلوم ہوتی ہے

ریاضِ سی سے دل سے لگی ہے جامِ کوثر کی

منے انگو راب بھی نہیں معلوم ہوتی ہے

یہ محشر ہے یہاں اب ہوش میں یوانا آتا ہے
 خداوندِ مرے لب پر افسانہ آتا ہے
 نہیں ہوئی یہ کوئی اور ہی دیوانہ آتا ہے
 تصدیق ہوئے شمعِ طور پر پروانہ آتا ہے
 سنو اے جامیں گے گیسو الہی بات بن جائے
 دلِ مدحِ جاک میرا دیو بن کر شانہ آتا ہے
 ٹھہرا ہدیہِ نرم سے جو دنیا کا مزہ چکھ لے
 تری تقدیر سو گردش میں اب پیانا آتا ہے
 گلے ملنے جھکی جھک کر کیڑ کیڑ کیڑی قاتل
 تری شمشیر کو بھی نازِ معشوقانہ آتا ہے
 بلا نوشوں سے شاید آگیا ہو کوئی کعبے میں
 نم آتے ہیں پے طوفِ حرمِ مخانا آتا ہے
 نگاہِ شوق تم سے کہہ چکی اب میں بھی کہتا ہوں
 نہاں پر حرفِ مطلب آج بیتابانہ آتا ہے

اشک ہی اب نہیں دامن کو وہ اب کرکھے آنکھ تک ڈکے کیوں وز سحاب آتا ہے

کیوں کہا غیر سے طے کو مری تربت پر وہ مری جان کو بن کے عذاب آتا ہے

تیس دن کے رمضان کی نہیں اب فکر یا ض

میرے گھر آج خم بادۂ ناب آتا ہے

کیا چھلکتا یہ کوئی جام شراب آتا ہے اے میں قربان مرا عہد شباب آتا ہے

بعد تو بہ جو ادھر جام شراب آتا ہے پینے والو مجھے پینے کی حجاب آتا ہے

ہاے اے شوق کو دن کاٹتے میں گن گن کر آج آتا ہے نکل خطا کا جواب آتا ہے

ہم نئے وہ نئے ہر بات نئی رات نئی نئی صحبت میں حسینوں کو حجاب آتا ہے

کچھ پیدا ایسی ہوئی ہریہ مری پریش راز ہو حنا کتنی ہی کم رنگ خضاب آتا ہے

کتے بوسے لٹو اس بت کے بتا دیں کاتب میں تو سنتا ہوں فرشتوں کو حساب آتا ہے

اے کیا کام نگاہوں کو نگاہیں جو لڑیں روکنے بیچ میں کیوں تار نقاب آتا ہے

ہاے ہوتا ہے جوانی کا زمانہ کیا چیز ساتھ اپنے لئے حسن شباب آتا ہے

پھوٹ پہنے کے سوار وہیں کتو افسوس رحم تجھ پر مجھے اے چشم حجاب آتا ہے

فاتحہ پڑھنے اے بھیتے ہیں قبر پر آپ غیر پہنچانے مجھے روز ثواب آتا ہے

دیدہ خشک میں شاید کوئی آنسو آیا اوس سے پیاس بجھانے کو کباب آتا ہے

نزع میں ساقی کو شراب الیں میں ریا ض

آنکھ تو کھول ابھی جام شراب آتا ہے

زمین یکدہ عرش بریں معلوم ہوتی ہے یہ خشت خم فرشتے کی جبین معلوم ہوتی ہے

پری اڑنے میں لف عنبریں معلوم ہوتی ہے یہ کالی شکل بھی کتنی حسین معلوم ہوتی ہے

سمجھتا ہی یہ زاہد باغِ جنتِ غل گیا اس کو
 حد و کے ساتھ فتنوں کا مری تعظیم کو اٹھنا
 رہو قاتل میں کٹ جاتا ہوسایہ ساتھ سوسے
 وہ سیدھی ساوھی جنتِ الی سے کام کی ہوگی
 جو سودل چور ہوں تو کیا کسی کی چال ہو یہی
 بھر آتا ہر خم و جام و سب کے مزہ میں بھی پانی
 پڑے میں ہجر میں لے چایہ زندگانی کے
 کوئی دیکھے تو جانے عرش ہی پر پاؤں ٹٹے ہیں
 چڑھی آنکھیں امتوالی پن کی چال متانہ
 نقاب انگندہ روئے دختِ زہر میں مانوں گا
 جب اس کے ہاتھ کوئی خوشہ انگور آتا ہے
 مجھے اب یاد ان کی بزم کا دستور آتا ہے
 جب آتا ہوں تو مجھے دس قدم وہ دور آتا ہے
 اسے زاہد بھی تھکوا خیالِ حور آتا ہے
 کوئی دیکھے تو جانے نشے میں وہ چور آتا ہے
 ہمارے سامنے جب خوشہ انگور آتا ہے
 بہت ہی وقت نازک و شبِ بچور آتا ہے
 یکس کے کعبہ دل میں بتِ مغرور آتا ہے
 جوانی کہتی ہی نشے میں کوئی چور آتا ہے
 جھلک سا غری لے کر دائہ انگور آتا ہے

ریاضِ آبِ شکل ہی بدلی مذاقِ طبع بھی بدلا

یہ سن کا ہے تقاضا جو خیالِ حور آتا ہے

حشر کی اتنی حقیقت ہوگی
 لے بہار آئے کھلی جاتی ہے
 پنی کے آنا تھا کہ ہے یومِ حساب
 وصل کی شب ہو سحر ہونے دو
 باتیں کہنے کی ہیں یہ عروہ ہے
 چینی کی شے تو نہیں صوم و صلوٰۃ
 عور میں غمزہ معشوق کہاں
 پاس میں خانے کے جنت ہوگی
 کسی دیوانے کی تربت ہوگی
 میکشودیر میں فرصت ہوگی
 ہوگی شوخی نہ شرارت ہوگی
 ایک ٹھوکر کی قیامت ہوگی
 ہوتے ہوتے ہیں عادت ہوگی
 بڑھ کے دنیا سے نہ جنت ہوگی

پس تو بہ یہ عالم ہوتے صدقے مے ساقی
ٹھہر جاتا ہر دل گردش میں جب چاہے آتا ہے
ہزاروں س کے گاہک ہر دل گھر چھینوں کا
ابھی اٹھتے ہیں دم اس کے ابھی مچا آتا ہے
فرشتے عرصہ گاہ حشر میں ہم کو سنبھالے ہیں
ہمیں بھی آج لطف لغزش مثلاً آتا ہے
ریاضِ خضر صورت جب ہو مینا آتے ہیں

تو فوراً سزمہ راہِ خم لئے پیمانہ آتا ہے

فروغ بے ہوا عرش میں سو نور آتا ہے
کد سا غطاقِ سین کر چرخِ طور آتا ہے
حجابِ نور میں شوخی سے وہ مستور آتا ہے
ہر اک تار نقابِ لب بن کے شمعِ طور آتا ہے
چھلکتا میکدہ میں ساغرِ نور آتا ہے
پری خانے میں ساقی کوئی رشک جو آتا ہے
مے ساقی تے صدقے حنائی ہاتھ سوئے دے
وہ مے پیئے کج جس کے میے منہ پر نور آتا ہے
مرا پاس اس قدر میں جو سوئے بچ جاتا ہوں
غبارِ قیس لینے کو مجھے کچھ دور آتا ہے
مرا آتا ہے مینا نے کا زیرِ تاک لے واعظ
لئے سو خم کا حاصل دانہ انگور آتا ہے
بہت ہی سخت منزلِ عشق کی جو جس کے ستر میں
بتوں کے بام پہلے بعد ان کے طور آتا ہے
اے خنجرِ اثر یہ ہے مے قاتل کی باتوں کا
جو دل میں خم آتا ہے لئے ناسور آتا ہے
مے مالک کرشمہ ہر یادنی تیری قدرت کا
کہ مجھ عاجز کے پہلو میں بتِ مغرور آتا ہے
جوانی جن میں کھوئی ہو وہ گلیاں ڈالنی ہیں
بڑی حسرت کو لب پر ذکر گو رکھ پورا آتا ہے
بھری محفل میں شیشے پر نہ ٹوٹے اس طرح زناہ
ذرا ٹھہرے ابھی افشردہ انگور آتا ہے
یہ سولی آپے باہر ہوئی جاتی ہو کیوں یارب
وہ کیا شے ہو تاوے تھے مے ساقی تے صدقے
نہیں آتا ہر دل کو گدگدانا نوکِ خنجر سے
لگانا ہاتھ او نظامِ تجھے بھر پور آتا ہے

تیری تصویر ہو کہ تیغ تری ہم سے ہر دم کھینچی سی رہتی ہے

بدلے بوتل کے اب حرم میں ریاض

ہاتھ میں زمری سی رہتی ہے

تے آگے مہ نو بن گیا ہے ماہِ کامل سے
شبِ فرقت گھٹے ظالم تے خمار کے قتل سے
جوانی میری رخصت ہو رہی ہے موت سے پہلے
نہ ان سا شیخ ہو کوئی نہ مجسا کوئی دیوانہ
سنبھالے کیا مژدہ آفت نگہ ہو چوٹ کر نہیں
لحد میں کہنگی نے شکل میری اس قدر بدلی
اے اوقیں دیکھی بے اثر دیوانگی تیری
وہ خون بے گنہ کو اپنے دامن تک سمیٹتے تھے
سہے قائم تہارا عکس بس میں شرط ہوا تھی
زبان تیغ بھی چپ ہو دہان زخم بھی چپ ہے
وہ باتیں کچھ تو ہیں جن کا اثر ہی شمع پر اتنا
کسی کا لطف خضر راہ ہو تو راہ آساں ہو
نہ شرمناؤ سکھاؤ شوخیاں ہم سن ہیں کم سن ہیں
غبار راہ تو ہی کچھ مدد دے مجھے اٹھ کر

گھٹا ہو چوڑھویں کا چاند بھی مذمقابل سے
تری تصویر مل جائی گی ہر میے دل سے
الہی کارواں یلٹ رہا ہو دو منزل سے
بہار آتے ہی لڑو ایں گے وہ مجھ کو عناول سے
ذرا سی تیغ نکلی جا رہی ہو دستِ قاتل سے
فرشتے حشر کے دن مجھ کو پہچانیں گے شکل سے
تری محاشیں لیلیٰ نے جھانکا بھی مجھ سے
نظر آ یا رنگد امانِ حشر خونِ بسمل سے
تم اپنی آرسی سے دو بدلتے ہیں بھی اس سے
کسی سے داؤد حشر کے آگے ہو گی قاتل سے
اٹھی وہ جل کے خلوت سی اٹھی وہ روئے مغل سے
ملے پیچیدہ جادے پاؤں جب نکلا سال سے
ذرا یہ منہ بندھی کلیاں سنیں بولیں عناول سے
ذرا پہنچا دے فنر ایک کپڑا ہوں دو منزل سے

ریاض آئے تو کیوں کر حشر میں آئے مے مالک

یہ دیوانہ ترا واقف نہیں ادبِ محفل سے

آئینہ ان کی بلامرے دیکھے زلف کہتی ہے کہ وحشت ہوگی
 شیخ جائے گا خدا کے گھر بھی گھر کے دھندوں سے جو وحشت ہوگی
 نہ ہماریش دراز اسے ناصح کہ زیادہ مجھے وحشت ہوگی
 آئی منہ تک سے سر جوش جو آپ شیخ صاحب کی کرامت ہوگی
 کیا انھیں چھٹیوں شب و نسل ریاض
 منفعل ان کی نزاکت ہوگی

عشق میں دل لگی سی رہتی ہے غم بھی ہو تو خوشی سی رہتی ہے
 دل میں کچھ گدگد سی رہتی ہے منہ پران کے ہنسی سی رہتی ہے
 یہ ہوا ہے خدا خدا کر کے رات دن بخود سی رہتی ہے
 شہر کے دن بھی کچھ گدگد کر لوں معصیت میں کمی سی رہتی ہے
 صد قہر میں اپنے غنچہ دل کے یہ کلی کچھ بسی سی رہتی ہے
 اتنی پی ہے کہ بعد تو بہ بھی بے بے غمی سی رہتی ہے
 عیش بھی ہو تو لطف عیش نہیں ہر دم افسردگی سی رہتی ہے
 شب غم کی سحر میں نور کہاں صبح بھی شام ہی سی رہتی ہے
 یہ نہیں ہے کہ پردہ پر بجائے نشہ میں آگہی سی رہتی ہے
 رہتے ہیں گلحد کے پڑمردہ شمع بھی کچھ بجھی سی رہتی ہے
 ہو گئی کیا بلامرے گھر کو رات دن تیرگی سی رہتی ہے
 اب جنوں کی عرصہ ہر یاد جنوں ہاتھ میں ہتکڑی سی رہتی ہے
 کف پاسے حنا نہیں چھشتی آگ سے کچھ دہنی سی رہتی ہے

ستم گروں میں ہوا ہے جو روزِ حشر شمار
خدا کے سامنے آئے ہیں منہ چھپائے ہوئے
دمِ خرام وہ کہتے ہیں اپنی ٹھوکر سے
وہیں نہ حشر سختے ترے اٹھائے ہوئے
پکار رہے کہ جگہ لیں کنارِ رحمت میں
جو آبِ شرم و محشر میں نہاے ہوئے
کبھی یہ نکلے بھی تو بن کے آہ نکلیں گے
ہمارے دل میں مینا وک ترے لگائے ہوئے
بنائے جاتے ہیں کیا کیا بگاڑ کر نقشے
بگاڑے جاتے ہیں نقشے بنے بنائے ہوئے
شہیدِ ناز کو دیکھا تو حشر میں بولے
یہ کون آئے ہیں خونِ جگر نہاے ہوئے
ہنسے جو چھوٹے سمیرے شگوفے ہاروں کے
یہ سب نیم سحر کے ہیں گدگدائے ہوئے
بنیں گے اللہ کے ذاب ہم غبارِ دامنِ حشر
پڑے ہیں گنجِ لحد میں بے دباے ہوئے
جلیں ہم اور تو جلنا ہے مثلِ بجھنے کے
چراغِ صبح کے ہیں شام کے جلائے ہوئے

وہی ریاض جو تھے بت پرست باد و پرست

خدا کی یاد میں بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

دیکھ کر چاند کوئی چاند سی صورت دیکھی
صدقے اللہ کے اللہ کی قدرت دیکھی
بنِ سنور کر کہیں جانے کی مست دیکھی
آئینے میں کوئی سوار تو صورت دیکھی
ہم نے سانچے میں ڈھلی نور کی صورت دیکھی
بنی ادھر اور ادھر آنکھ سے جنت دیکھی
نہ کبھی گورِ غریباں کی خدات دکھائے
جب گودن میں بستی ہوئی حیرت دیکھی
کچھ خبر ہے تھے او شام سے سونے والے
ہم نے بھی میکدی میں جام لگایا منہ سے
رات بھر بیٹھ کے ہم نے تری صورت دیکھی
آبلہ دل کا دکھایا انھیں تو یہ کہہ کر
جب برستے ہوئے اللہ کی رحمت دیکھی
آئی زمزم سے ابل کرے لب تک ای شیخ
آپ نے آرزو مردہ کی تربت دیکھی
آج تو آپ نے زندوں کی کرامت دیکھی

کبھی آسمان سے کبھی لامکاں سے مے گھر وہ آتی ہے اونچی دکان سے
 حرم میں بھی پہنچا تھا ناتو کس دلبے بڑا غل مچا آج میری اذراں سے
 یہ پستی میں آتا ہے ہستی نہیں ہے نہ پوچھو کہاں آئی ہے ہم کہاں سے
 نبٹھے دل سے کی آہ طبل نے شاید دھواں سا اٹھا آج کچھ آشیان سے
 گلی میں یہ کیا نقش پا ہیں عدو کے بہت طتے ہیں دیدہ پاسباں سے
 ہوئے چپ ہم ایسے چمن اب قفس ہے قفس کل چمن تھا ہماری فغاں سے
 یکس کے قدم آئے میری لحد پر زمیں باتیں کرنے لگی آسمان سے
 مے کان ناتو س نے کچھ بھرے تھے حرم میں کھلے آج شور اذراں سے
 کبھی ہم بھی حلقے میں جا بیٹھتے ہیں ہمیں بھی ہے کچھ لطف پیرمناں سے
 وہ دل ہی نہیں اے، نجوم تمنا جدا ہو گیا ہے جس کارواں سے
 اٹھے گر کے تو پاؤں اٹھتا نہیں ہے بچھڑنا ہی قسمت میں ہو کارواں سے
 اٹھانے نہیں دیتے سرہم کو سجدے کہاں جائیں اٹھ کر تے آستان سے

ریاض ان سینوں نے دولت تو لے لی

مرقت نہ کی کچھ شفیق الزماں سے

یہ کیا اثر ہو اپنے بھی اب پر لے ہوئے کہ دل کو دیکھئے ہم پر ہی زہر کھائے ہوئے
 وہ بجلے حشر میں پہنچے جو سبتائے ہوئے شکار سامنے آئے میں جو ٹکھائے ہوئے
 گئے کلیم کے بھی کچھ دواں آئے ہوئے یہ کون حشر میں یا نقاب اٹھائے ہوئے
 ہمارے خون سرداں رنگیں گے آج ہی جو قتل گاہ میں میری ستین چڑھائے ہوئے
 پلا کے چھوڑیں گے ہم کو ضرور لے ساقی یہ ٹکڑے لبر کے سر پہ چاہے چھائے ہوئے

چشم بصیرت نہ ہم کو بصارت
 کبے کون وہ کیا زدہ کیا نہیں ہے
 نشیمن نہ جبریل اس پر بنائیں
 یہ نخل مدینہ ہے طوبی نہیں ہے
 نہ تنکا بنے آنکھ کا دشتِ امین
 تراجلوہ برق تجسّی نہیں ہے
 گئے کہتے شیدائے قاست کسی کے
 یہ وہ راہ ہے جس میں کیا نہیں ہے
 مدینے میں رہتی ہیں نجی نگاہیں
 ادب گاہ یہ ہے تماشا نہیں ہے
 بہارِ محمدِ خلد میں یاد آئی
 گھٹا وہ نہیں ہو وہ سزا نہیں ہے
 نہیں ہو کوئی دوسرا بیروزول میں
 اسے تو ہری تمنا نہیں ہے
 بہت کچھ ان آنکھوں کو دیکھا ہر رخ
 وہی ایک ہی جس کو دیکھا نہیں ہے
 حرم کی اذواں پہنچے کیا میکدہ میں
 کسی کی وہاں کوئی سُنتا نہیں ہے

ریاض اس کو رہتا ہے اک خم کا نشہ

ادب سے حرم میں جو پیتا نہیں ہے

دل پروا غ و یا بزم میں کس دل سے مجھے
 خوب گلہ رہ ملا آپ کی محفل سے مجھے
 فے کے دل روز ازل یہی مشکل سے مجھے
 جان پیری نہیں کچھ آرزو دل سے مجھے
 خار سے آبلے کو چھیر کے آہیں کرنا
 کام کشن سوزِ نگل سوزِ عنا دل سے مجھے
 گوشہ قبر میں بدست پڑا تھا کب سے
 حشر میں لائے فرشتے بڑی مشکل سے مجھے
 عدوے دست جنوں کچھ مدد واپائے جنوں
 دلغیتا ہوا چک کر مہِ کامل سے مجھے
 بولی حسرت برترست کہ نکھنا ہی پڑا
 دلِ سل سے مجھے دیدہ بسل سے مجھے
 چنچ اٹھیں گے مری آوار سوسا و صیاد
 دور رکھنا قفسِ افتادہ غما دل سے مجھے
 ہونہ ہوان میں ہو کچھ کو کہن قفس کی خاک
 لینے آئیں گے گولے کئی منزل سے مجھے

میٹھنے دیکھا کئے وہ منہدی لگو پاؤں کے نقش
 نام سے بوسے کے سوز نگ بدلتے دیکھا
 قبر تیرو میں بھی کافر نہ ملی تجھے نجات
 غمی وہ بکھری ہوئی زلفوں کی بنائی ہوئی راتا
 بست پستی میں کہاں وہ کسی کافر کو نصیب
 روز یہ تیری گرج صورت کی آواز نہی
 کبھی صرصر بھی آندھی کبھی پانی کبھی برق
 اپنی آنکھوں میں ملے وہ کچھ ایسے سربزم
 سوز دل تو نے دیا اس تری رحمت کے نثار
 تیغ کی طرح نگہ اب نہیں اوپر اٹھتی
 پس تو بھی دئے ہوئے کے چھلکے ہوئے جام
 بات کیا ہو کہ بچھائے نہیں بھجستی صیاد
 آج ساقی تری آنکھوں کی مروت دیکھی
 تو نے دل سوختہ بلبل کی شرارت دیکھی
 قبر کے پھول نہ شمع سر ترست دیکھی
 ہم نے اس پھول کی چہرہ کی نزاکت دیکھی
 پھر تری آج جھلک کی شبِ فرقت دیکھی
 ہم نے جس رات تری چاند سی صورت دیکھی
 ہم نے اس دوپستی میں جولہ دست دیکھی
 ہم نے آتے ہوئے واعظانہ قیامت دیکھی
 آشیانے میں نئی روز مصیبت دیکھی
 آرسی میں کوئی سوار تو صورت دیکھی
 لطف کو تیرے جہنم میں بھی جنت دیکھی
 حشر والو مے قاتل کی ندامت دیکھی
 آج ساقی تری آنکھوں کی مروت دیکھی
 تو نے دل سوختہ بلبل کی شرارت دیکھی

پیش تھی راہِ سفر کوئی تو رہتا ہستیا ر

دیدہ دل کی لیاض اپنے غفلت دیکھی

مے ساتھ محشر کا تہکڑا نہیں ہے
 وہاں جلوہ ہی جلوہ فرما نہیں ہے
 جو ڈالوں نگہ طورے اٹھے تشدد
 یہاں آ کے اٹھتے ہیں آنکھوں کی پئے
 مہارک سے ہو وہ رسوائے لیلے
 مجھے قیس کی طرح سودا نہیں ہے
 محبت میں امروز فردا نہیں ہے
 مرا دل مدینہ ہے کعبا نہیں ہے
 مری آنکھ کچھ چشم موسیٰ نہیں ہے
 مدینہ ہی یہ طور سینا نہیں ہے
 مجھے قیس کی طرح سودا نہیں ہے

مر گیا دلِ رزومیں کس کی ہو کر اب ہیں
 وصل کی شب تیرے قربان صدقے تیری شام کے
 زورِ بازو دیکھ کر تعدادِ اسیروں کی بڑھا
 صحنِ نِداں کی ہیں لے جانے صحرائیں صحت
 اولیٰ ہمار کی تو نے بدلوادی جگہ
 شوق میں بیدار کے پڑنی ہو کس پر نگاہ
 رفتہ رفتہ آپ ہی یہ عشق بن جاتا ہے عشق
 جس میں سوں محو رہی ہو نور کا ساغوبہ وہ
 میں تھے قربان تجھے کوئی ہو کیوں نا امید
 وقتِ آخر یاد فرمایا مجھے کس حسن سے
 ایک پتھر سی پڑی ہواستان کہرام ہے
 صبح کا ان کو گمان ہو کتنی روشن شام ہے
 ایک جھٹکے کا اسے صیاد تیرا دام ہے
 پنختہ کاران جنوں یہ تو خیالِ خام ہے
 آج تو اس کو سکوں ہوا آج تو آرام ہے
 جس کے نیچے سینکڑوں موسیٰ تیرے بام ہے
 کچھ عجب انداز اس کا تو عجب انجام ہے
 جس میں سوں میں نیکی ہو وہ سفالین عالم ہے
 میری مالک سن چکا ہوں تیری رحمت عالم ہے
 ہچکیاں کی پتی آئیں نعل کا پیغام ہے

حضرت ساجد فرماتے ہیں خسر ہے یا حاصل

ہم یہ کہتے ہیں غزل کہنا اسی کا کام ہے

دشمن ہزار بزمِ سرت سے دور ہے
 وحدتِ پکارنی ہو وہ کثر سے دور ہے
 دونوں میں ایک میری لئے عیش ہو کہ غم
 ہل چل میں حشر کی نہیں ہو قہر وصال کا
 آئینہ مثال میں ہو حسن بے مثال
 میں نے کریم جان کے تجھ کو کئے گناہ
 آئے نہ یاد ان کی طبیعت سے دور ہے
 ہر انکشاف از حقیقت سے دور ہے
 میرا مقام دوزخ و جنت سے دور ہے
 وقت و فائے عہد قیامت سے دور ہے
 لیکن وہ عکس ہوں جو کہ صورت سے دور ہے
 بنٹے نہ تو مجھے تری رحمت سے دور ہے

بو بھی تلخی بھی بُری چیس نہ بھی تو بہ تو بہ
 کسی کا فرسہ پلائی بُری مشکل سے مجھے
 مجھے فرمائش فریاد جنوں گلشن میں
 آپ سنو! میں گے کچھ آج عنادل سے مجھے
 پاؤں سو جاتے تھے پہلے مرگ کا ہر گاہے
 نیند اب آجاتی ہے آواز سلاسل سے مجھے
 گزری جب بند سے سیلی تو کہا چلا کر
 کھینچتا ہے کوئی دل سینے سے محل سے مجھے
 حشر کچھ اور ہے کیا انجمنِ ناز نہیں
 ڈر ہے دعا عطر و اندیشِ باطل سے مجھے
 ہاتھ بھر کی ہر زبان س کی وہ جو چاہے کہے
 ہوتے قاتل کے گلا خنجر قاتل سے مجھے

کسی کا فرسہ نہ یا صنّ آپ نے کس دل سے کہا
 آپ کے کام کا ہے کام نہیں دل سے مجھے

خانقہ ہوش ہوں مینا ہر سبو ہے جام ہے
 ہاتھ میں سیج ہے لب پر خدا کا نام ہے
 صبح ہر خم سے نکلتا آفتاب جام ہے
 آج سورج کی کرن موج مٹے گلغام ہے
 میں ہوں وہ ہیں است ہون ہو محرمِ شام ہے
 صد قے میری دور مٹے پر گردشِ ایام ہے
 گل سے نازک تر وہ شوی پھولِ جگ کا نام ہے
 گل رخ و گلن ہر بین گل پوشن گل اندام ہے
 ان کا یہ کہنا سحر ہوتی تھی چھوڑو جان بھی
 اور میرا ان سے یہ کہنا ابھی تو شام ہے
 تو بہ کرتے ہی بنا دایع گنہ کوثر کا جام
 اے میں صد قے میری تو بہ کا ذریعہ جام ہے
 آسماں ٹو کر چکی میری ترپائی شوقِ یار
 اب نظر کے سامنے اک عرشِ رفعت بلام ہے
 جوشِ گل میں بھونک دی صیاد ہم تیرا نہ روح
 اور تیرا سو برس کا یہ پُرانا دام ہے
 جاؤں کبھے تو لگائے آنکھ سے شیخِ روم
 میکدے میں صافی نے جامِ احرام ہے
 باغِ خالی کر دیئے پھر بھی نہیں بھرتا ہے جی
 دوش پر صیاد کے ہرقت اب بھی ام ہے
 گالیوں کا سلسلہ یارب ہے ہو نہی مدام
 چوم کر منہ کوئی محو لذت و شتام ہے

غرض گناہوں کی پتھی کہ جاؤں ورنہ میں مجھے جو بخش دیا یہ مری سزا کی ہے
یونہی ہی وہ کسی طرح کچھ زباں تو دیں غلط سے وعدے کی سو بار التجا کی ہے

جنگل کے گیسو کی شکلیں غش میں کہتے ہیں

ریاض ہوش کی اپنے کبھی دوا کی ہے

دشتاں ہر ذاب شمع شبتاں کوئی گھر کا یہ حال ہے جیسے ہو بیا بیاں کوئی
بن کے پیکاں ہے ایسا نہیں اس کوئی بن کے ارمان ہے ایسا نہیں پیکاں کوئی
ہے شرب وصل کہاں ہائے کا فر انداز ہو رہا ہری چھٹیروں کی پریشاں کوئی
جان پڑ جائے مری آرزو مردہ میں جھوٹا سچا لب جان بخش سے پیاں کوئی
نہ اٹھوں دل میں لئے یا بستم حشر کے دن اس دل سے سرتربت ہے پشیاں کوئی
کہہ گئے نیند گئی رات کا آرام گیا اس کی تعذیر جو ہو آپ کا ہمان کوئی
شرِ سنگ کی چھپی ہو پری شیشے کی ان بتوں کا نہ بنے بندہ احساں کوئی
کسی جنگل میں بسے جا کے گلی سے تیری نظر آتا نہیں اب چاک گریباں کوئی
جھانکنے کو ادھر آئی نہ کبھی باد بہار جب ہم آئے نہ آیا سو کوزندہ اں کوئی
چھو گئی گوشہ و امن سے تو چھا جائے گی خاک سے میری بچائے ہو داناں کوئی
غیر کے سر کی قسم نہیں کے دم وعدہ وصل اے میں وعدے تھے کیا یہ بھی ہو آساں کوئی
کل کتر جائے کوئی پائے حنائی سے ذرا میری دفن کو بنا جائے گستاں کوئی
رہیں سحر میں لٹیں لٹیں کی یونہی زبور نہ ہٹائے نہ چھوئے زلف پریشاں کوئی
بات رہ جائے مری اس کے گنہگاروں میں نہ بچے نامہ اعمال سے عصیاں کوئی
دختِ رز کو نہ زباں دی نہ کبھی تو بہ کی عہد نامہ صبح سے نہ پانے سے پیاں کوئی

بننے میں خارِ نجد عبث استخوانِ قیس
 توبہ کے بعد بھی مجھے پہنچے نہ تجھ سے فیض
 میں کام زن ہوں بن کے سراپا خیالِ یار
 لے شیخ اس کی چھان بھی نہیں خلد کو نصیب
 اس کی بلا سے چاہے قیامت کبھی نہ آئے
 جہانِ حزیں کو چھوڑ کے جاتا ہے تو کہاں
 قابو کی چیز بن گئے عہدِ وفا سے آج
 رحمت کا جوش دیکھوں گا یہ کہہ کے حشر میں
 الجھاؤ میرے دامنِ وحشت سے دور ہے
 ساقی یہ تیری چشمِ مرو سے دور ہے
 ہر خارِ میری راہِ محبت سے دور ہے
 یاروں کا میکہ تری جنت سے دور ہے
 ہو جائے صبح یہ شبِ فرقت سے دور ہے
 لے دل یہ تیری باتِ فاقہ سے دور ہے
 پیماں وہ توڑ دیں نیزا کرتے دور ہے
 بندہ کوئی ترا تری رحمت سے دور ہے

پینے کے تو نہیں پس توبہ کبھی نہ یا ض

ساغر سے ہاتھ اٹھائیں چھڑکے دور ہے

بتوں کو شب میں بڑی فکر اس صد کی ہے
 شکست تو بھی اس کو قبول تو یہ بھی
 چھلکتے جام کے ساتھ ایک جامِ مے کورا
 کسی کھلی کی نہ پھوٹی تھئی بو کبھی بلبل
 سمجھ کے چور پس خم مچا دیا کیوں شور
 برس ایسی ہے مہِ صوم میں جو میرے گھر
 کسی جیس کی طرح تھوڑی دیر کو مل جائے
 نثارِ عمرِ خضر ہے ایک ایک ساعت پر
 گلے پر اس نے یہ پھیری میں نور سے خنجر
 کسی نے درِ محبت کی بھی دوا کی ہے
 یہ کچھ نہیں ہے کوئی مے خدا کی ہے
 یہ آنکھست کی یہ آنکھ پار سا کی ہے
 چمن میں سب یہ اڑانی ہوئی صبا کی ہے
 یہاں نازِ تہجد ابھی ادا کی ہے
 ہمیشہ میکہ میں یہ گھٹا اٹھا کی ہے
 مرے شباب نے مجھے بڑی دغا کی ہے
 بہت ہی مجھے مری عمر نے وفا کی ہے
 کہ قتل گاہ میں صوم آج اس دوا کی ہے

انھیں نے خانوں میں ہیں پیرنیاں یکے ایک
 قبلہ دیں ہے کوئی گنبد ایساں کوئی
 دل میں آباؤ تھی ارمانوں کی دنیا کیسی
 اب تو بھولے سے بھی آتا نہیں مل کوئی
 اُسے جنوں اب کی بہار آئے گی تو کیا ہوگا
 غل ہو دیو انوں میں خالی نہیں نیاں کوئی
 کون سے داد سخن حضرت سنا حنا کے سوا
 اب سمجھو رہے کوئی اب نہ سخن داں کوئی

اب مجھے پیر خرابات کا ہے حکم ریاض
 جا کے آباد کرو مسجد ویراں کوئی

تا عمر منے دورے و جام کے اٹھتے
 ہم قبر سے پیاسے کو گلفام کے اٹھتے
 جب ٹوٹے ہوئے ٹکڑی و جام کے اٹھتے
 میں خانے سے کچھ دھوئے نام کے اٹھتے
 ہم جا کے تہہ دام بے پاؤں نکل آئے
 قسمت کنارے تھے کچھ اترام کے اٹھتے
 کل س کی گلی میں کوئی سو بار گئے آئے
 تا صبح نہ بیٹھے کہیں ہم شام کے اٹھتے
 میں خانے میں جا کر عوض در و لگا آئے
 جب دام نہ کچھ جائزہ احرام کے اٹھتے
 یہ کہہ کے شب وصل میں چھوڑ رہے ہیں
 پہلو سے ہمارے کوئی دل تمام کے اٹھتے
 اس قصد سے کوئی کو غش آیا تھا لائیں
 کچھ شاپوشیں آج ترے بام کے اٹھتے
 بیتاب کیا لذت دشنام نے ایسا
 منہ جو منے عاشق ترے دشنام کے اٹھتے
 فراد سے کوئی نہ بڑھا قیمت زنی میں
 اٹھنے کو کئی آدمی اس کام کے اٹھتے
 ہم سائل میں خانہ جم و کے سے نہیں کم
 چلو سے اگر پی تو منے جام کے اٹھتے
 جنبش بھی نہ ہو کتنے ستم پیشہ میں صیاد
 پر کاٹنے مرغان تہہ دام کے اٹھتے

جب کہہ کے ریاض اس نے پکارا محفل
 بن بن کے کئی آدمی اس نام کے اٹھتے

لئے جس کے کوئی بوسے نہ کہیں سوتلیں
 بھرے جو بن کے لئے آپ کو آخر نہ ملا
 جن زلمے ہونٹھوں سے سب کے افشاں کوئی
 خم گردن کے سوا اور نگہبیاں کوئی
 مے مے اک چاند کا کمر اشیب جہاں کوئی
 ہم کو مل جائے جو چھوٹا سا بیاباں کوئی
 دل حیراں ہے کوئی دیدہ حیراں کوئی
 دور سے کیا نگہ شوق نے چھیرا ہوا نہیں
 اپنی زلفوں کی طرح کیوں ہر پریشاں کوئی

حشر کے روز ہے لطف شب وصل ریا ض

عاقبت کے لئے اب چاہئے سامان کوئی

کیا کہا دل میں بنا آ کے خود ارماں کوئی
 پھر نکل جائی گا رہ جائے جو ارماں کوئی
 ادھر آیا ہی نہیں ٹوٹ کے پیکاں کوئی
 نیند اڑ جائی نہ اتنا ہو پریشاں کوئی
 اے صیاد ہمیں گل ہمیں بلبل ہیں
 اے حیا تو بھی نہ ہو تو بھی ندر میں شرجل
 دلغہ دل میں کہ قفس میں چنتاں کوئی
 کہ نہیں ان کی نزاکت سا نگہبیاں کوئی
 آپ کے گھر آ کے نہ اب ہو کبھی مہاں کوئی
 کبہ گئے پھیر کے منہ ظلم کی آخر حد بھی
 مجھ گنہگار سے رہ جائے نہ عصیاں کوئی
 ہر گھڑی سامنے ہر دیدہ حیراں کوئی
 بنشنے والے کی رحمت کا تقاضا ہو
 آری چور ہوئی آئینے ٹوٹے پھر بھی
 پھر کہا یہ بھی ہر امانوں میں ارماں کوئی
 حشر وصل کا پہلے تو سنا شوق سے حال
 زاہد خشک دیکھا نہیں انساں کوئی
 ایسے نازک ہیں نہ ٹوٹا کبھی ہواں کوئی
 جو بچے غیر سے وعدہ دے ہر قائم تا حشر
 یہ بھانڈا ہر کاپیکاں ہو کہ ارماں کوئی
 دیکھ لے تیر فلک دل میں فرار دے کے شکاف

پھول رسائے عوض ضائع کئے کافر و غ
 بجز طور تری بزم میں مینا ہو جائے
 دل کا کیا ذکر جبکہ بھی نہ ہو تل و ہرنے کی
 اس قدر نور سے سمور پینا ہو جائے
 یوں ختم گنبد خضر کی طرف روح کھینچے
 میکرہ کوئی بھی ہو و بھر مجھ پینا ہو جائے
 رات دن تیری جست میں تگ و دیہ ہے
 خون جتنا ہے رگوں میں وہ پینا ہو جائے
 ہائے وہ مے کہ جو دو گھونٹ گلے سے اترے
 تو رواں رخ سے خجالت کا پینا ہو جائے

سایہ تاک میں ہر دعوت زہاد ریا ض

کہیں ہر دانہ انگور نہ مینا ہو جائے

نام کے نقش سرور وشن یہ نیگہ نہ ہو جائے
 کعبہ دل سے اللہ مدینہ ہو جائے
 وہ چمک درد کی ہو دل میں کہ بجلی چمکے
 دامن طور ذرا آج یہ سینہ ہو جائے
 تو جو چاہے اے او مجھ کو بچانے والے
 موج طوفان بلا اٹھ کے سفینہ ہو جائے
 دیکھ کر بزم شیش سے یہ ہنگامہ حشر
 چاہتے ہیں تہی مغل کا قرینہ ہو جائے
 ظلمت کفر سے بڑھ کر ہے سیاہی ل کی
 دور کیوں کر دل اغیار سے کہنے ہو جائے
 آنکھ میں بق سر طور ہو گنبد کا کلس
 شرف اندوز زیارت یہ کیونہ ہو جائے
 پی لے بھولے سے بھی دو گھونٹ عمیر کی خم کی
 سینہ شیخ معارف کا قرینہ ہو جائے
 دل ہے ہاتھ میں تیسے مے پہلو کے عوض
 چاہتا ہوں تھے خاتم کا نگینہ ہو جائے
 اس کی تقدیر جو پامال ہو تیرے در پر
 اس کی تقدیر ہی جو خاک میں نہ ہو جائے

جان کی طرح تمنا ہے یہی دل میں ریا ض

مروں کہیں میں تو منہ سوجے مدینہ ہو جائے

غروب حشر کا اب آفتاب ہوتا ہے نقاب اٹھتی ہے وہ بے نقاب ہوتا ہے

کہاں سے میکہ میں آؤ کیوں آؤ کہاں آئے
 چلے ساغر سبوا چھلے کہے دینا کہاں آئے
 پرانے یار بچپن کے ہر قفس کو کہن و دنوں
 جگہ وی تھی فلک سے سایہ دیوار دشمن میں
 یہ میخانہ ہوسنا کوں ہو چنب گروشوں میں
 مقام ایسے پڑے تے میں جس میں کمال تھا
 بکے اتنے کہ آئینہ بچے پورے خاکدے لہ کر
 کسی کی یاد آتے ہی مے لب پر ہنسی آئی
 کہیں صیاد ول سے آرزو جائے بانی کی
 مجھے واما ندگی میں بھی بہت ایتنا سہارا
 یہ ہم سے ناتواں کو سایہ دیوار نے پسیا
 گلی سکن کی ہٹ کر کون انوں کو یہ کہتا تھا
 یہی شجہ حرم ہیں بن کے جو میر مغاں آئے
 مزا آئے ادھر و ادھر چہر چہر مغاں آئے
 سنانے آج ہم کو اپنی اپنی داستان آئے
 یہاں بھی جان لینے تم نصیب شبنام آئے
 بنے وہ قتلقل مینا اگر شور ازاں آئے
 چلے تو سامنے آنکھوں کے کتے لامکاں آئے
 حرم کی راہ میں کوئی اگر مے کی دکان آئے
 فرشتے قبر میں لینے جو میر امتحان آئے
 ہوا اسی چلے اڑ کر قفس نکال شیان آئے
 مے کانوں میں آواز جرس و کاروان آئے
 ہوا معلوم ہم کو آج زہر آسمان آئے
 کہ تجکو نیند جیتے جی کبھی اسے پہاں آئے

جھکے خم بھی، سبوحی، جام بھی، دینا بھی اے ساقی

ریاض آئے یہ میخانے میں یا پیر مغاں آئے

طوبہ سینا مے اللہ یہ سینا ہو جائے
 سختی نزع بھی موت نہ آئے نہ سہی
 لے لو دم اور گھمنی چھاؤں سے اٹھنے والو
 دیکھنا ہو لب توبہ کا تبسم ساقی
 طوبہ کھینچے یہ مری عمر و براقدس پر
 طور کیا جلوہ پہیم سے دینا ہو جائے
 شوق دیدار میں شکل مجھے جینا ہو جائے
 ہم بھی چلتے ہیں فراخ شک پسینا ہو جائے
 تلخ اتنی ہو کہ مشکل تجھے پینا ہو جائے
 ہر نہر میرے لئے ایک مہینا ہو جائے

مرنے کی ہوئی نہیں شتاقِ دید سے باتیں کلیم ہوتے ہیں ان سے خطاب ہوتا ہے

ہمارے دیدہ و دل میں ہمارے رہتے ہیں ہمیں سو پروردہ ہمیں سے حجاب ہوتا ہے

یہ عمر وہ ہے کہ جا کر حرم میں بیٹھ رہے

ریاضِ میکدے میں کیوں خراب ہوتا ہے

میرے ساقی ترے بستم سے جام چھلکے چھلک پڑے خم سے

پھول برسائیں وہ تنکلم سے بجلیاں بھی کبھی تبسم سے

تو اگر چاہے تو مری کشتی کرے انگھیلیاں تلاطم سے

آئے مینا سے جام میں جب تک ہم نے پی لی کھڑے کھڑے خم سے

ڈال دے جان قلعہ تسلیمنا قل کے بدلے یہ کام لے تم سے

تم ذرا حشر میں الگ سُن لو مجھے کہنا ہے آج کچھ تم سے

بڑھ کے کوثر سے ہے یہ خوشامی پھول برستے ترے بستم سے

لن ترانی سنوں تری سرطو ر برق چمکے ترے تنکلم سے

طے کئے ہیں یقین کے درجے ہم بہت دور ہیں تو ہم سے

ایسی کیا چیز خم میں غمی ساقی نہ فلاطوں نکل سکے خم سے

اے صبا دل بھی گل بھی گلشن میں کھلتے ہیں موجوں کی ترتم سے

اُٹھے اس کوہ سے پھر ابرسیا ہ خجھک کے پی جائے کچھ مے خم سے

ان کو پایا بھی یوں تو کیا پایا حشر میں بیٹھے ہیں وہ کچھ گم سے

چھوٹی الجھن سے نزع کے مری جاں نکلی کشتی مری تلاطم سے

رحم مجھ پر عذاب میں بھی ہے ہے امید آپ کے ترجم سے

بس ایک رات کا مہاں شباب ہوتا ہے
 بلند خم سے وہ جام شراب ہوتا ہے
 جب ان کے ہاتھ میں جام شراب ہوتا ہے
 جو ساتھ ڈے تو یہ دنیا سوا ہے جنت سے
 کچھ اس سے بڑھ کے نہیں جیسا انسان کی
 پناہ مانگے گی معرکہ بھی ایسے مجرم سے
 خواب بھی یہی رہ جائیں دن جوانی کے
 عجیب حال ہے اس کا رگڑ کا وہستی کا
 غضب کا وصل میں ہنگامہ آفرینی شوق
 بنا مجاہد نگہ برق طور کا وامن
 لحد میں رہ کے مجھے حشر کا ہوا بدمعش کا
 ضرور رند تھا کوئی جو کہ گیا اسے شیخ
 نقاب ٹھے بھی مگر رخ سے یہ نہیں اٹھتا
 چہرہ جس سے ڈرے تھے عجیب دن نکلا
 نکل کے زلف سے بنتا ہوا زلف کا فرد
 نہ پوچھتا وہ میں حشر میں تو کیا ہوتا
 جناب شیخ کی دعوت میں وہ ضرور ہے
 برا مزہا ہوتے ساتھ بادہ نوشی میں
 تیری نقاب بھی اس کو چھپا نہیں سکتی
 غروب صبح کو یہ آفتاب ہوتا ہے
 طلوع میکدہ میں آفتاب ہوتا ہے
 حرام شے کا بھی پینا ثواب ہوتا ہے
 منے کی چیز الہی شباب ہوتا ہے
 ہوا میں بھر کے جو قطرہ حساب ہوتا ہے
 کہ دل میں شرم سے جواب آب ہوتا ہے
 سنا تو ہے یہ زمانہ غراب ہوتا ہے
 ہر ایک پل میں نیا انقلاب ہوتا ہے
 کچھ اضطراب سا وہ اضطراب ہوتا ہے
 وہ حسن کیا ہے جو زیر نقاب ہوتا ہے
 کہیں وہ جائیں علم و ہم رکاب ہوتا ہے
 یہ خانقاہ میں کیا ہے جناب ہوتا ہے
 حجاب شرم بھی زیر نقاب ہوتا ہے
 حساب ہو کے کرم بے حساب ہوتا ہے
 عجب طرح کا اسے بیچ و تاب ہوتا ہے
 ہم ایسے ہیں کہ ہمارا حساب ہوتا ہے
 منے کی شے بڑے کا کباب ہوتا ہے
 کلیجہ غیر کا جل کر کباب ہوتا ہے
 جو رنگ چہرہ کا وقت غناب ہوتا ہے

خدا یا تجھ وریں جو رکچھ کام چل جاتا
زمیں پر جتنے ذرے ہیں جتنے آسمان مچلتے
تہا لے بام سے نالے جو ہم کرتے تو یہ ہوتا
کبھی وہ تارے بن جاتے کبھی وہ کہکشاں مچلتے
بتان رنگ فل کو موم ہوتے ہم نے دیکھا ہے
جو وقت آیا دکھا دیں گے خدا کو ہر بار مچلتے
مفتد ریں جو مرغان مہین بر باد ہونا تھا
تو کیسی شاخ گل موج ہو اپرا شیاں مچلتے
بچھیرا میں نے سوتے میں بھی ایسا پاک طینٹش
خدا نا کر وہ مجھے جیسے کیوں بدگمان مچلتے

ریاض اس بن میں دنیا سوزی الے تم نظر آئے

تمہیں کو ایک دیکھا ہے بڑھاپے میں ج اچلتے

ہاں گنہ جان کے یہ کام روا رکھا ہے
اس کے جلوے کے سوا جام میں کیا رکھا ہے
گھر خدا کا اُسے کہنے کو بنا رکھا ہے
جا بھی زاہد کہیں کعبے میں خدا رکھا ہے
سامنے جام کی ہوش رُبار رکھا ہے
مگر اے شیخ مصطفیٰ سے جدا رکھا ہے
میرے ساغوس صیغنت ہی ایشیہ گرد
ہو جو خالی بھی تو سمجھوں کہ بھرا رکھا ہے
زخم ہی زخم ہوں دل میں تو نہیں کچھ وہ بھی
در میں اور ہی کچھ اس نے مزار رکھا ہے
بے طرح ٹوٹتے ہیں دیکھتے ہی دور سے وہ
تم نے اچھا سنگ و دریاں کو لگا رکھا ہے
رنگ بون محفل باقم کا جاتا ہے کوئی
اسی اُمید پر آجاؤں میں اس میں شاید
گل کھلاتے ہیں تے نقش قدم تہیں
لاکھ فتنے ابھی اٹھیں گے گلی میں تیری
چمن آتھی نہیں پس جب تک تم ہو
بارہم کو میں یہ کا ندھے کے فرشتے ہر چند
اے حینو ہمیں دل نے ستا رکھا ہے
نیک بدیسی پڑے ساتھ لگا رکھا ہے

زخمِ جگر کی بنیہ گری اب ہر مڑہ کی سوزن سے
 ساحل تہہ کی دور سوا تہہ ساحل سے دور ہوا
 دل پر نقشِ مہر و فاد و دن کی تو باتیں نہیں
 گردوں کی پوششِ انہر ہر مجوزہ سنتا ہوں
 نام نہ لے پھر جانے کا کہے کوئے شہجِ حرم
 جان چھڑانا ہنکھ ہے ظالم آج قیامت کو
 پر غم زلف کو سودا ہے بل کم ہوتے جاتے ہیں
 پی پی کر میں دتا ہوں رو رو کر میں پیتا ہوں
 ہاتھ پر اپنے ہاتھ دھمے حشر کے دن چپ بیٹھا ہوا
 حلی میں ہمارے بڑھ بڑھ کر اور یہ کانٹے بوقت ہے
 قسمتِ قصرِ سمندر میں کشتی آج ڈبوئی ہے
 کوئی بھی ہو دل میں جگہ ہوتے ہوتے موتی ہے
 دنیا جس کو کہتے ہیں پیرِ فلک کی پوتی ہے
 آؤ بھگت میخانے میں زاہد اسی ہوتی ہے
 تیری چال کے فتنوں نے کیسی آفت جوتی ہے
 سب کے دل لے لے کر کچھ اور گرفت کھوتی ہے
 داغ جو کوئی پڑتا ہے توبہ دامن دھوتی ہے
 اشکِ امت اٹھ ہی تو بہ دامن دھوتی ہے

حد سے بڑھی تاثیر جنوں سر تا پا تصویرِ جہنوں

شکلِ ریاضِ اب کیسے کیا دیکھ کے دشت ہوتی ہے

سن کے اس کو خواہش دیدار کچھ یونہی ہی ہے
 وقتِ آخرِ حشر دیدار کچھ یونہی ہی ہے
 بوسہ لب پر بڑھی ہے بات ان سے روزِ وصل
 اتنے کس بل پر دیا لیتے ہیں کیوں لبِ اب کی زخم
 خونِ پانی ایک کرے ڈوب کر اتنی نہیں
 پیتے ہیں لیکن جنابن کر نہیں سستے ہیں دل
 مر کے ہم داد و نادیں تو بھی کچھ پرستش نہیں
 جب کبھی دیکھا تو دیکھا ٹکٹکی باندھے لے
 ہنس کے بولے گرس بیمار کچھ یونہی ہی ہے
 آنکھ میں لگی یہ جان زار کچھ یونہی ہی ہے
 بات کیا بے بات کی تکرار کچھ یونہی ہی ہے
 آپ کی ناز کی سی یہ تلوار کچھ یونہی ہی ہے
 آبلے میں ڈوبی نوکِ خار کچھ یونہی ہی ہے
 آپ کی بھی شوخی رفتار کچھ یونہی ہی ہے
 یونہی ہی حسن کی سرکار کچھ یونہی ہی ہے
 نرس بیمار بھی بیمار کچھ یونہی ہی ہے

بزمِ حرم میں مجھے جانا ہے ذرا لانا تو
 میں نہیں تو مے گھر یا س بچھانے آؤ
 اس دل آزار کو تو آکے مے دل بڈکال
 خم لٹھکاتے مگر اے شیخ تری پیئے کو
 کوڑی کوڑی تھویدیں گے ہم ایو بادہ فروش
 اے جنوں غم نہیں کچھ بھانے جو جاتی ہو بہاد
 جنتی پیتا ہوں نکل جاتی ہے آنسو بن کر
 جائیے بھی وہ اتر کر مے دل میں پہنچا
 ڈھونڈو ملتا نہیں دل میں غمیں بیکل اپنا
 کہہ گیا کون مبارک شبِ فرقت شبکو
 ڈھونڈے دنیا اسے ہم راز بتانے کے نہیں
 مجھ کو جنت تو ہو دو زخِ دل کا و کو نصیب
 آج اٹھائیں اسے بھی شہر اٹھانے والے
 بے کھنگالا جو مرا جامِ نیا رکھا ہے
 کا نٹوا بخت میں کون آبلہ پارکھا ہے
 کہ تمنا نے مری تنجو ستا رکھا ہے
 ایک چھوٹا سا سوہم نے لگا رکھا ہے
 ہاتھ پھیلاتے ہی سب قرض اوارکھا ہے
 کہ کفن پہلے سو پھولوں میں بسا رکھا ہے
 یہ گنہ اپنے لئے میں نے روا رکھا ہے
 قبر پر اب کہیں نقشِ کف پا رکھا ہے
 جان کی طرح اسے ہم نے چھپا رکھا ہے
 کس کی تصویر کو سینے سے لگا رکھا ہے
 صدقے اس کے جسے اس دل میں چھپا رکھا ہے
 فیصلہ روزِ جزا پر یہ اٹھا رکھا ہے
 وہ بھی ہیں اور جنازہ بھی مار رکھا ہے

ڈرہ کیا حشر کا دن رات بدبو خوب رہا تھیں

دیر تو بہ کی ہے سب کام بنا رکھا ہے

اب یاد کس میں ہے باہم چٹک ہوتی ہے
 شمعِ فشرودہ بجھتی ہے سونی محفلِ موتی ہے
 موتی ہو وہ اشکِ بنیں آنسو کا لاموتی ہے
 میری آنکھ کاٹا رہا ہے آنسو میری قسمت کا
 میری آنکھ میں آنسو ہے ان کے کان میں موتی ہے
 حسرتِ بیٹھی دل میں اب میری جان کو روتی ہے
 شاید میری بھر کی شبِ منہ کی سیاہی نہوتی ہے
 قسمت کو میں قہاروں قسمتِ مجھ کو روتی ہے

تو بکے بعد اب یہ ہے حال بھولے سے کبھی شراب پی لی
 چھوڑے کئی دن گزر گئے تھے آئی شبِ ماہِ ستا ب پی لی
 تے ہے تیری کہ ہے کعبِ بحر کتنی تو نے حبا ب پی لی
 ہے اس سے نبیضِ مٹی جلتی نکلا نہیں آفتا ب پی لی
 مزہ چوم لے کوئی اس ادا سے سر کا کے ذرا نقا ب پی لی
 ہم نے کو بھی آج نہ ہر سمجھے بھٹی ہجر کی شبِ عدا ب پی لی
 اتنی کہ نہ آئے نزع تک ہوش تو بہ کا ہوا ستِ با ب پی لی
 منظور بنتی شستگی زباں کی تھوڑی ہی شرابِ ناسا ب پی لی

ڈاڑھی کی نہیں ریاضِ اب شرم

جب پاگئے بے حساب پی لی

یہ سن کے بزمِ واعظِ ہر کچھ دل میں آگئی جلد نشین خم بھری محفل میں آگئی
 لیٹے کچھ اس ادا موتے دل میں آگئی اے قیس جیسے اپنے ہی محفل میں آگئی
 موت آئے یا نہ آئے مزا آگیا ہیں جاتے ہی نیند کو چہ قاتل میں آگئی
 اب رات دن کہاں سرِ خمِ جودِ نوشیاں کیا جانے کیوں کمی سی مشاغل میں آگئی
 یوں آئی کج آئی جو تقدیرِ راہ پر اس کی کجی بھی جادو منزل میں آگئی
 جب کام ہم نے ناخنِ تدبیر سے لیا سختی کچھ اور عقدہ مشکل میں آگئی
 بیٹھی کچھ اس طرح کہ نہ کشتی اُبھر سکی منزل ہماری دوریِ ساحل میں آگئی
 آئے صبا شگفتہ نہ آئے تو انقباض خوب کچھ ان گلوں کی عنادل میں آگئی
 صد تے ادائی ناز کے قاتل نے بعدِ فوج دیکھا جو مڑ کے جان سی بسمل میں آگئی

پئے بر پئے جڑوہ آبِ آشیں کے کیاں
 اے قیامت اس گلی میں جا کے تنجو کیا ہوا
 لطفِ گلگشتِ جن تھا ساتھ جن کوہ کہاں
 اڑنے والی شے زیرِ سب ہاتھ آجاتی ہو کہاں
 اٹھ گیا سایہ نشیں تھا غیر بھی میرے ہی پاس
 جا چکے دوزخ میں جا ناعقا جنھیں باقی ہیں کچھ
 طور پر کچھ دیکھ کر بھی ہم کو غش آتا نہیں
 یہ بھی تو اب گرمی گفتار کچھ یونہی سی ہے
 سیدھی سیدھی بات تری رفتار کچھ یونہی سی ہے
 خواہشِ سیرِ گل و گلزار کچھ یونہی سی ہے
 ہے مگر یہ دختِ زمہشیا کچھ یونہی سی ہے
 اب گرانی سایہ دیوار کچھ یونہی سی ہے
 حشر کی اب گرمی بازار کچھ یونہی سی ہے
 برقِ جولانی سرِ کھسار کچھ یونہی سی ہے

کیا سو کے بدلے اچھلے کچھ سوچے اے ریاض
 مے سے رنگیں شبنم کی دستار کچھ یونہی سی ہے

اچھی پی پی لی خراب پی پی لی
 پی پی لی ہم نے شراب پی پی لی
 تشنہ تھا جب شباب پی پی لی
 عادت سی ہوئے تشنہ ہے نہ اب کیف
 اب روزِ حساب کا ہے دھڑکا
 سن کے خم آج کیوں ہے خالی
 مکتب میں پڑھے قیس اب کیا
 یہ جان کے کہ چیزِ خلد کی ہے
 میں مست ہوں رند صائم الدہر
 کالی گوری کوئی نہ چھوڑی
 جیسی پانی شراب پی پی لی
 آگ تھی مثلِ آب پی پی لی
 بھیگین جو میسِ شراب پی پی لی
 پانی نہ پیا شراب پی پی لی
 پینے کو بے حساب پی پی لی
 ساتی کو ملا جو اب پی پی لی
 جب گھول کے کتاب پی پی لی
 پینا سمجھے تو اب پی پی لی
 ڈوبا جب آفتاب پی پی لی
 افیون کھالی شراب پی پی لی

وحشتِ ادائے خاصِ حسنِ شباب کی آنکھیں یہ کہہ رہی ہیں کہ وحشی غزال ہے
 آئے اسیرِ زلف کے قابو میں کیا پر سی شیشے میں کیا آتے کر شیشے میں بال ہے
 ٹھکرائیں بھی نہ پائے حنائی سے وہ لے دل مجھ غریب کا ہے کہ مفاسد کا مال ہے
 محشر میں اٹھ رہا ہے گانہ کچھ میرے واسطے باتیں بنانے میں تجھے ظالم کہاں ہے
 چھوٹے گا گد گدائے گاتم کو ستائے گا یہ دستِ شوق کیا کوئی دستِ سوال ہے
 دنیا سے اٹھ رہی ہے مروت ہمیں کا نام آنکھوں میں ان حسینوں کے بس خالقِ خال ہے

احباب بھی مجھی سے ملے مجھ کو اسے ریا ضل
 آشفۃ دل کوئی کوئی آشفۃ خال ہے

میخانے میں کیا صبح نہیں شام نہیں ہے جنت میں ہون و نون سے مجھے کام نہیں ہے
 پینے سے پلانے سے ہیں کام نہیں ہے وہ دن گئے اب شغلِ مے و جام نہیں ہے
 دنیا میں سو اشغل کے کچھ کام نہیں ہے غافل کوئی مے نوش مے آشام نہیں ہے
 بوتل تو چھپائے نہ چھپائے میری عیب ایسا تو مرا جامہ اسرام نہیں ہے
 ہے سب شب وصلِ عدو کوئی بلا اور اے گورِ غریباں وہ تری شام نہیں ہے
 تھی یہ بھی کفِ ناز میں سانی گئی یہ بھی اے تیغِ حنا قابلِ الزام نہیں ہے
 ہم وہ ہیں برابر ہی ہیں جنت و دوزخ ہم ایسوں کا محشر میں کوئی کام نہیں ہے
 گہوڑے میں گردش کے جھلٹا تا ہی مجھے جرج
 ہاتھ آئے تو صیاد ترے ہاتھ نہ آئے صورت تو ہے آرام کی آرام نہیں ہے
 دن رات وہی ہیں مگر اندر سے تغیر سایہ ہے مرا مرغِ تہرہ دام نہیں ہے
 جلنے کو بہت ہے نفسِ سر و چین تک خلوت میں بھی اب شغلِ مے و جام نہیں ہے
 تو بادِ صبا جا کوئی پیغام نہیں ہے

شاید مرض جنوں کا ہی اب انخطا طہر کچھ نیند آج شورِ سلاسل میں آگئی
اس طرح بجلیوں کی لپک شب ہیچ بچے بیٹے رونق سی کشتِ زار کے جال میں آگئی
وہ حشر نہ کہ خلد میں اب اٹھ کے جا چکے ہم کو تو موت کو چہ قاتل میں آگئی

سجادہ خانقہ سے پسِ خم جو آ رہا

یہ کیا ہوا رہا یاض یہ کیا دل میں آگئی

اب وہ شبِ وصال نہ روز وصال ہے دن ہو کہ رات میں ہوں کسی کا خیال ہے
کوئے مغال ہے ہاتھ میں جامِ سفال ہے میں چپ ہوئی فقیر کی صوت سوال ہے
مل جائے جس کی کو دہی لالوں لال ہے کیا چیز اجسینوں کے منہ کا اگال ہے
جانے سی میرے آتشِ دوزخ نہ سرد ہو میری جبین پر عرقِ انفعال ہے
کس لطف و شباب کی ہوتی ہو بارگشت خلوت ہی میں ہوں اور میں کبہ سال ہے
نقشِ قدمِ انھیں کہ میں آنکھوں میں تکیاں پھرتے ہیں وہ دلوں میں نئی آن کی خال ہے
غفلت جو ہو تو کچھ بھی نہیں روز و سال غفلت ہو تو دن ہی نہیں سال ہے
جس طرح لطف پہا میں تصور میں ہم ٹھہرائیں بے پردہ جو حسین میں انھیں یہ سمجھ نہیں
دوڑے گی خون بن کے اترتے ہی علق ہے بلبل میں گل میں عاشق و معشوق کا فرق
بے پردہ جو حسین میں انھیں یہ سمجھ نہیں کہنتی ہے مجھ سے روز مری لذتِ گناہ
بلبل میں گل میں عاشق و معشوق کا فرق صیاد کے سہارے کو بے پروا یک ہم
کہنتی ہے مجھ سے روز مری لذتِ گناہ مچے مژہ چھپا لے جسے وہ نگاہِ شوق

دُعا یا ہے ستم کس نے تصویر خیالی پر نازک سا ترا چہرا اُترا نظر آتا ہے
 محفل سے گیا نور اب وہ ہم کو گیا دور اب جامِ سرخِ مِساقتی تارا نظر آتا ہے
 اچھے رہے گھر سے بھی تربت میں لیا ضلّ اگر
 دن رات حسینوں کا میلان نظر آتا ہے

جب گنبدِ خضرا کا سایا نظر آتا ہے جنت میں مینے کی طوبیٰ نظر آتا ہے
 دُعا میں جس پر کچھ خاکِ درِ انور کے اوں پامری قسمت کا تارا نظر آتا ہے
 پونچھے گئے محشر میں اشکِ اہلِ معاصی کے ہر ہاتھ میں اک کاغذ سا دانا نظر آتا ہے
 اللہ کی قدرت ہے جس کو وہ شرف بخشے ہر ذرہ مدینہ کا کعبہ نظر آتا ہے
 کثرت و معاصی کی اعمال کی شامت سے عالم مری آنکھوں میں تیرا نظر آتا ہے
 اللہ بصارت و کمالِ بصیرت سے سمجھے تھے جسے مینا نہ صاف نظر آتا ہے
 ہر قلب میں سینے میں کعبے میں بیٹھے ہیں صدقے ترے اے مولایہ کیا نظر آتا ہے
 تھیں اس کی غلط باطن تھیں اس کے غلط وعدے یہ قبتہ شکن کیا تھا اب کیا نظر آتا ہے

تھوڑی سی بصارت ہو تھوڑی سی بصیرت ہو

ہر شے میں ریاض کس کا جلوہ نظر آتا ہے

تیرے فاقے ہیں دانہ انگور ملے ہم یہ سمجھے کہ بھرے ساغِ بلور ملے
 کتنے کعبے ملے رستے میں کئی طور ملے ان مقامات ہی ہم کو وہ بہت دور ملے
 درِ جنت کھلے تسنیم ملے حور ملے نیم و امجد تری گرس مخمور ملے
 نشہ ان کو ہو جوانی کا ہمیں نشہ ملے ہم انھیں اور وہ نشہ میں ہیں چور ملے
 ایسے بھی کتنے ہیں اللہ خدا کے بندے اس خدائی سے الگ سب بت مخور ملے

چوسے تو نہیں غیر نے شب کو لب شیریں
چبستی ہوئی اک پھانس ہی پھانسوں کی
اب گوشتہ دامن کو ترے بار نہ ہوگا
وہ لاکھ خدا بن کے ستائیں بت کافر
تجھے بھی گئے گزے ہیں کتنی گرائے فیس
گھر غیر کے جاتے بھٹے ڈرتی ہے شب غم
اے طور مے کعبہ دل کی ہو عجب ساخت
واقع میں یہی نائبِ سرکار کی تعریف
جو کل تھی وہ اب لذتِ دشنام نہیں ہے
دنیا کی سی کے لئے آرام نہیں ہے
دل میں وہ ہجومِ غم و آلام نہیں ہے
ان باتوں کا اچھا کبھی انجام نہیں ہے
فہرست میں یاروں کے مرنام نہیں ہے
اے جان وہ اتنا تو سیہ قائم نہیں ہے
کہتے ہیں جسے عرش یہ وہ بام نہیں ہے
اسلوبِ بیان قابلِ الزام نہیں ہے

سرکار عطا کرتے ہیں تو بھی نہیں ملتا

قسمت میں ریاضِ آپ کی انعام نہیں ہے

پر وہ تو ہے پرفے سے جلوہ نظر آتا ہے
خیمِ عرش سے بھی اونچا اونچا نظر آتا ہے
نازک سی کلی سوکھا کاٹا نظر آتا ہے
کو چہ ہو ترا ظالم یا دل ہو مرا ظالم
مشرکان نے مے حق میں بوکا ہین کی کانٹے
میں ضبط جو کرتا ہوں ہنس ہنس کے وہ کہتے ہیں
امٹتی نظر آتی ہے سادوں کی گھٹا شاید
دامانِ زمیں تر ہے گو خون سے دنیا کے
جدتے کفِ رنگیں کے ساتی کفِ رنگیں میں
جلوہ ہی ترا سب کو پر وہ نظر آتا ہے
دو گھونٹ اترتے ہی کیا کیا نظر آتا ہے
بجنوں مے صحرائیں لیلے نظر آتا ہے
اک حشر یہاں ہر دم برپا نظر آتا ہے
تا حدِ نظر مج کو صحرا نظر آتا ہے
بند آنکھ کے کونے میں دریا نظر آتا ہے
جھکتا بسوئے پیمانہ مینا نظر آتا ہے
خجرا بھی ظالم کا پیاسا نظر آتا ہے
ٹوٹا سامے دل کا شیشہ نظر آتا ہے

نالہ نغمہ بنے فریاد نہ فریاد ہے کوئی چاہے کہینا شاد مرا شاو ہے
 ہو کے آزاد تہہ دامن صیاد ہے گھر میں صیاد کے جب تک ہی آزاد ہے
 نگہ لطف اس انداز سے صیاد ہے لب تک اگر مری فریاد نہ فریاد ہے
 کبھی خالی نہ ہو یہ گھر یو نہی آباد ہے کم سے کم تیری طرح دل میں ہی یاد ہے
 نقش چھوڑی ہوئے تیری نہیں دیکھے جاتے عمر رفتہ مرے دل میں نہ تری یاد ہے
 صدقے اے تیرنگن آئے نہ اُٹھے دل میں تیری چٹکی میں یو نہی نادک بیدار ہے
 ہر گھڑی ساتھ ہی کیوں ابرو قاتل کھنیاں میرے سر پر لئے تلوار نہ جلا دے ہے
 میں وہ بلبل ہوں کروں ام محبت میں سیر چار ہی روز میں صیاد نہ صیاد ہے
 کہیں گلشن سے سوا ہے ہیں لغت اس کی ہم نہ ہوں تو بھی الہی نفس آباد ہے
 کیجئے کیا اسے رفتار زمانہ ہے یہی پاگل سرو ہے اور پھر آزاد ہے
 کوئی کہتا یہ گزرتا ہی ادھر سے ہر روز ہم رہیں یا نہ رہیں میکہ آباد ہے
 کس قدر ہیں اثر انداز بتان کافر اس زمانے میں بہت ہی جو خدایا دے ہے
 لائے کا پھول بنے داغ بنے رنگ بنے دامن کوہ میں خون سرفرا دے ہے
 چوڑیاں کسی حنا کیا یہ زمانہ وہ نہیں گوئے ہاتھوں میں تھے خنجر قولا دے ہے

دُور سے محشر میں دم پریش اعمال ریاض

اس کی رحمت کے سوا کچھ نہ مجھے یاد ہے

نہ افشاں نہ لب پرسی سو جھتی ہے جو تم ہو تو کچھ اور ہی سو جھتی ہے
 گمشا کالی کالی یہ رات اور یہ رات شب زلف میں چاندنی سو جھتی ہے
 جوانی کے نشہ میں کچھ سو جھتا تھا بڑھا پے میں ابھی بڑی سو جھتی ہے

نہ سہی جلوہ ترا جلوہ محبوب سہی
 دست و پا چاروں جانب تیرے شوق
 وہ بھی بختے گئے ہم بادہ کشوں کے ہمراہ
 مجھے کاوش تھی اسے تیری مرہ نے ڈالے
 متصل خلد کے خلوت کدہ قبر بھی ہے
 یہ بھی قسمت نہ ملے دیر میں ناقوس کوئی
 آئے جنت میں خود جام شکن جنت میں
 خاک ہو کر نہ رہی خاک بھی باقی ان کی
 دعوت شیع بھی تھی انجن ساتی میں
 ہے شب گور عد بھی مگر اس میں خوش
 عرش کو طور کو کیسے کو دہیں سے دیکھوں
 آئی غربت میں جل شام کو لے امن صبح
 عید تک اہ پر آجائیں گے ناصح رندو
 تینہ بروشن ہاں جاؤں کہ وہ کہتے ہیں
 دور سے مل کو تجلی تری روشن کرفے
 چور تھے نشہ میں ہم یا پس تو بیر ہوا
 اب خدائی میں بتوں کی ہوں بپا جتنے حشر
 یا خدا دیکھنے کو وہ سرخ پر نور ملے
 کیوں نکھل کھیلے کوئی جب کوئی مجبور ملے
 آج جنت میں ہیں ناصح مغفور ملے
 گہرے گہرے مجھے دل میں کئی ناسور ملے
 جاتے جاتے ہیں اک جام کف حور ملے
 اے سرفیل تمہیں پھونکنے کو صور ملے
 ایسے بھی تیری گلی میں کئی مسند در ملے
 خاک میں یوں کے دم قیصر و فنفور ملے
 آئے جنت میں بھی کھٹے انھیں انگور ملے
 زلف و رنگ ترالے شب و بچور ملے
 دیکھنے کو مجھے وہ روضہ پر نور ملے
 اکفن اور کفن کے لئے کافور ملے
 رضاں میں انھیں افشردہ انگور ملے
 کو کہن سے کوئی اچھا ہمیں دور ملے
 یہ سیاہ خانہ ہمیں نور سے مہور ملے
 جن کے چہ تھے وہ شیشے ہیں سب جگر ملے
 مجکو ہر دیر میں ناقوس لئے صور ملے

نام جو کچھ ہوا انھیں کہتے ہیں سب لگے یا ض

آج ہم کو وہ بڑے شاعر مشہور ملے

چھو لہے میں وہ سوئی مے کیجی ہیں
 حیاتِ خضر کا رستہ راز سنتا ہوں
 کہیں وہ رکھ کے مٹی کی پر اپنی دیکھیں تو
 جو میرے جام میں ہو پھول چین میں کہاں
 بتائے کوئی انہیں حیرتی ہوں میں کس کا
 بنی ہے قتلِ مینا صدائے قمری سرو
 کھینچی وہ پھول جو پھولوں کے نگے بڑھ کر
 ہزاروں جام بھرے لاکھ غم کرے خالی
 عجیب چہرے مینا و قتلِ مینا
 یہ رنگ بوسہ ہوا نگے بوسہ اس سے
 ہر ایک بات میں شبنم کی یہ ر فو کیا ہے
 بتا دے کوئی مجھے یہ مراس بویا ہے
 ذرا سادل کا مرے بوند بھر لہو کیا ہے
 اب اس کے سامنے پھولوں کا رنگ بویا ہے
 بتائے آئینہ کیا میرے روبرو کیا ہے
 یہ شورِ صبح کو ساقی کنارِ جو کیا ہے
 بہارِ قلند کا حاصل ہے رنگ و بویا ہے
 مزے کی شے ہے ذرا سا مرا بویا ہے
 اب اس کے سامنے معشوقِ خوش گویا ہے
 یہ رنگ کیا ہی ہے کیا ہی اس کی بویا ہے

زبان پر ہے عجب تھکوتا نہ بکتا فی

ریاضِ تجھے ہزاروں میں ایک تو کیا ہے

حضرت حسن علی اپنی نشانی ہے چلے
 نام کے صدقے کو شر کی لہریں کہیں اس
 دانہ سوئی کا بنے گا دانہ دانہ کھیت کا
 اپنے کھیتوں کی طرح سرسبز کیسے میں کہاں
 نشہ ہو نہ ہی انھیں کھینچیں وہ کیوں جو کی شراب
 اپنے جامے میں نہیں بھولے سماتے ہیں کہاں
 ان سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دیں عائنِ ہم غریب
 خضر بن کر چشمہٴ حیاں کا پانی ہے چلے
 زندگانی ہے چلے لطفِ جوانی ہے چلے
 بڑھ کے جواب گھر سے ہو وہ پانی ہے چلے
 دھان بونے والوں کو پوشاکِ صافی ہے چلے
 گاؤں والوں کو شرابِ ارغوانی ہے چلے
 غم نصیبوں کو نشاطِ جاودانی ہے چلے
 ہم غریبوں کو نوید کا مرا فی ہے چلے

یہ چلو ہمارا ہمیں جامِ جم ہے گدا ئی میں شاہنشاہی سو جھتی ہے
 نہ پینے کو خم میں نہ کھانے کو گھر میں کہیں ایسے میں شاہی سو جھتی ہے
 ترے صدقے اے زلف تیرے جنوں میں بلا کوئی بھی ہو پری سو جھتی ہے
 یہ کافر لئے ساتھ آئی ہے بوتل لکھنا آتے ہی میکشی سو جھتی ہے
 یہ عالم ہی کچھ اور ہے جس میں ہم ہیں کہیں اب خودی بخود ہی سو جھتی ہے
 میں اندر مدینہ ہوں اے طور والو پڑھی ہے مجھے دور کی سو جھتی ہے
 اگر رکھتی ہیں کیا مدینے کی گلیاں شہی کسی شاہنشاہی سو جھتی ہے
 بڑھاتی ہے سرکار ہمت ہماری ہمیں بھی سوارِ اج کی سو جھتی ہے
 عجب کیا ہے یہ طوق و زنجیر ٹوٹے کہ اب خود روی خود سری سو جھتی ہے
 ہٹے جاتے ہیں جادے سے اہل قبلہ کب اپنی انھیں کج روی سو جھتی ہے
 بتانِ فرنگ اب ہیں ترکانِ کابل ہر اک طرز اب مغربی سو جھتی ہے
 بدل دیں گے کافر پُرانی خدا ئی جو کچھ سو جھتی ہے نئی سو جھتی ہے

ریاضِ ان حسینوں سے عشرین چہلیں

یہاں بھی نہیں دل لگی سو جھتی ہے

کسے بتائے کوئی خون آرزو کیا ہے انھیں یہ ضد ہو کہ دیکھیں گے رنگ ہو کیا ہے
 ہمارے پاس جو ہے اس کی جستجو کیا ہے گلی ہے اُن کی ہماری رگ گلو کیا ہے
 میں آئینہ ہوں ترا کیا بتاؤں میں تنہو میں جلوہ گاہ میں ہوں میری رو برو کیا ہے
 نگہ گدا کے مجھے مجھے پوچھ خلوت میں جوں تک نہ سکے ایسی آرزو کیا ہے
 نکال کے کان ذرا ہم بھی دور سے سن لیں کلیم سے یہ سب طور گفتگو کیا ہے

اتھی تھا کیسہ دکاسہ مگر نصیب کی بات کہ جا کے ہم در دولت سے کامیاب نہ آئے
 غضب یہ ہو کہ عطا ہو، نہیں ملتا کسی کے دن نہ برس ہوں گھڑی خراب نہ آئے
 ملے نہ پینے کو جس گھر میں گھر وہ مجھ ہے وہ کوئی گھر ہے جہاں توں شراب نہ آئے
 محبت ساقی کو شرادھر بھی نیم نگاہ جھلکے شباب کی آجائے گو شباب نہ آئے
 ریاض ابر تھا سبزہ تھا لطف صحبت تھا
 دباے شیشہ نعل میں مگر جناب نہ آئے

بڑھی ہے ہجر میں اس طرح تیرگی گھر کی ہماری رات خبر لے گی روز محشر کی
 بتاؤں کیا میں تجھے خوبیاں مقدری کہ ٹھو کریں مجھے کھانا پڑیں تھے در کی
 تری لگی کی قیامت دباے کیا فتنے دہی کچھ ایسی نہ آنکھ اس نے پھر برابر کی
 ذرا اسی ٹھیس میں کم نخت اس طرح ٹوٹا ہمارے شیشے نے دی ہم کو چوٹ پتھر کی
 بنے وہ شرم کے پتلے جو آئینہ آیا نہ اپنے عکس سے آنکھ اپنی پھر برابر کی
 ہمارے میکدے میں آ کے دیکھ لے اعظ ہمارے خم سے چھلکتی ہو حوض کوثر کی
 وہ میرے بعد گلے پرسی کے چل نہ سکا روانیاں بھی گئیں آج ان کے خنجر کی
 کلیم سے بھی نہیں اچھا ہارتے صدفے بچی ہے دھوم ترے جلوہ مکرر کی
 وہ جانتے ہی نہیں دل میں چٹکیاں لینا وہ سکر کے چھو تے میں نوک نشتر کی
 بتوں کے دل کو ملے دل نکالی ہم نے راہ مٹائے مٹ نہیں سکتی لکیر پتھر کی
 نہ پڑتے نار جہنم میں ہم تو اچھا تھا بھڑک اٹھی ہی لگی آج آتش تر کی
 کلیم بن کے پری اترے شیشہ دل میں مزاح ہے ہم کو سب طور آگ پتھر کی

پانی کیسا سینچیں گے ہم سب سی پانی کو کھیت
 روٹے لٹکائے بچے لڑکی نے چلتے کام میں
 اتنی ہم سب کو شراب ارغوانی سے چلے
 بہتے پانی کو وہ چتھر کی گرائی سے چلے
 جانشیں کو اپنے اپنی مہربانی سے چلے
 خود نمونہ بن کے پیغام زبانی سے چلے
 نوعِ انساں کے لئے تفریقِ مسلک کچھ نہیں

جو نہ جھٹکے دیا وہ پھول ہم کو اے بیاض

اپنی فرقت کا ہمیں داغ نہ مانی سے چلے

کوئی شباب یہ جو دیکھنے کی تاب نہ آئے
 نئی بلا کوئی مجھ پر دمِ عتاب نہ آئے
 شباب آئے مگر اس طرح شباب نہ آئے
 تمہارے گیسٹوں کا تم میں پہنچ و تاب نہ آئے
 ہمارے سامنے ساقی ابھی شراب نہ آئے
 یہی وہ ہیں کہ خدا سے جنہیں حجاب نہ آئے
 خدا کرے مجھے ان کا کبھی حساب نہ آئے
 مرانہ آئے گا جب تک مے می شراب نہ آئے
 کوئی حسین شر شرابے حجاب نہ آئے
 خدا کرے مے خط کا کبھی جواب نہ آئے
 اسی طرح تے آگے کبھی کہا نہ آئے
 جو تو بھی چاہے تو بخ پر تو نقد نہ آئے
 کسی کے سامنے آتے جسے حجاب نہ آئے
 جو بوجھوں حشر کے ن کچھ نہیں حج اب نہ آئے
 خدا کرے مے سر پر یہ آفتاب نہ آئے
 کوئی شباب یہ جو دیکھنے کی تاب نہ آئے
 نئی بلا کوئی مجھ پر دمِ عتاب نہ آئے
 کئے بچے ہمیں تو بہ ہوئی ہے کتنی دیر
 جو دن دکھائے حسینوں کو نیمِ عریاں سن
 مے گناہ مے بوسے گالیاں تیری
 نہیں ہے غلامیں کیا کچھ مگر مجھے اعظا
 پکار دوں میں قیامت میں بس چلے میرا
 تمام عمر بونہی انتظار میں گزرے
 شراب تو نے چھڑائی بُری طرح واعظا
 بہت ہی شوخ ہی نازک سے شوخ رنگ نقاب
 بُری نظر سے اے دیکھتا ہوں کوئی ہو
 خدا کے آگے مری بات اے بتوہ جائے
 مے لئے ہو کڑی دھوپ یہ سفیدی ہو

بنوں نہ بادہ فروشوں میں جا کے بادہ فروش
کہ بات کا مری کچھ اعتبار باقی ہے
کریں گے کعبے کا ہم خم بدوش جا کے طواف
اگر یہ زندگی مستعار باقی ہے
مے حضور کے اس شعر کا جواب نہیں
بہت ہی خوب کہا ہے خمار باقی ہے
جو آج پی ہو تو ساتی حرام شے پی ہو
یہ کل کی پی ہوئی مے کا خمار باقی ہے

رہا نہ کوئی بھی یارانِ رند مشرب میں
بس اک ریاض تہجد گزار باقی ہے

اسی پر خدا یا پڑے میری بائے
حسینوں کے ہوتے فلک کیوں ستائے
مے ناب سے توبہ میں کر چکا
مے آگے مینا نہ اب سر جھکائے
پڑا کام اب آ کے قصرِ لحد سے
کنوئیں ہم کو پیری نے کیا جھکائے
خطا کیا جو بوسہ لیا دور سے
نہ ایک ایک منہ میں وہ سو سو سنائے
دعا اپنے جٹھن کو میں کیوں نہ دوں
وہ دولت لٹائے خزانے لٹائے
کئے وصف واقف نے اس کے بیاں
وہ محسن جو ہر ایک کے کام آئے
بڑی بات نہ رہا نہیں چھوٹے منہ کو

ریاض اور وصفِ چرخیت رائے

جو آفتِ جاں ہو وہ تمنا نہ کریں گے
آباد نہی اب کوئی دنیا نہ کریں گے
اے رازِ جنوں ہم تجھے افشا نہ کریں گے
دیوانے کبھی حسن کو رسوا نہ کریں گے
کنوئیں گے نہ ہم جبہ و دستار کی عزت
ان کو کبھی نذرِ مے و مینا نہ کریں گے
شکرِ ایں دل زار کو وہ پائے نظر سے
نازک ہیں یہ تکلیف گوارا نہ کریں گے
اب وعدہ فردا ہے نہ تو وعدہ امروز
وہ خواب میں بھی جیل کا وعدہ نہ کریں گے

جو بیٹھی کشتی اُمید پھرا بھرنہ سکی
ہمارے دل میں ہیں گہرائیاں سمندر کی
قفس بھی مرغِ قفس لے کے اڑ گئی صیاد
بہار آئی اُڑائی یہ ہم نے بے پر کی
یہ تن کے ناز سے یوں کون بلغ میں لایا
کیس کے پاؤں سی چوٹی دہی صنوبر کی
قفس ہو دل میں لئے نکلے حسرت پر داز
قفس میں رہ گئی حسرت ہمارے شہر کی
گلی میں اُن کے اُبھرنے نہ تھا قیامت کو
بڑی جود سے ہوئی بڑھ کے ایک ٹھکڑی
مٹائے کیوں اسے کوئی بڑے ہے بونہی
یہ ہم میں یا سرِ بستر شکن ہے بستر کی

لگاتے آنکھ سے ہیں لوگ میرے ساغر کو

ریاض آج تبرک ہے میرے ساغر کی

تری گلی میں نشانِ مزار باقی ہے
غبارِ راہ مری یادگار باقی ہے
ابھی کچھ آرزوئے وصلِ یار باقی ہے
دور اسی مجھ میں ابھی جانِ ذرا باقی ہے
یہ کتنی پی کے گئے تھے لحد میں ہم سونے
کہ آج حشر کے دن بھی خمار باقی ہے
جگہ جو آنکھ میں مینا کی اور مینا میں
نہ دروہے نہ فتنے خوش گوار باقی ہے
مرا یہ خم ہے پُرانا خمِ فلاطوں سے
پرانے وقت کی یہ یادگار باقی ہے
مے ستانے کو بننے میں آسمان نے
کسی کے دل میں ابھی کچھ غبار باقی ہے
ہمیشہ غنچہ و گل اپنے جامِ دینا میں
شرابِ خم میں ہو جب اکسہار باقی ہے
ذرا چھپا کے حرم تک یہ زمزمی دلچائے
چڑا کے کوئی گیا ہے اتار باقی ہے
پُرانی چیزوں میں ہے یہ خمِ گلی میرا
اٹھا و پھول کے بستر بنے گا بسترِ مرگ
کوئی بھی اشکِ دکھ درد کا شریک نہیں
پُرانے لوگوں میں یہ خاکسار باقی ہے
نہ رات کچھ ہے نہ اب انتظار باقی ہے
مہرِ تو اب مے کپچی کا یار باقی ہے

حاصلِ شبِصال ہر قابو کچھ اس طرح
 اسخوش میں ہر زخمِ گلو کی عروسِ تیغ
 شجر کو تیغ کو مہ نو کو نہیں نصیب
 یہ رنگ تیری زلف کا یہ رخ کا تیرے نور
 وحشت یہ مجھ سے کہتی ہے دیوانگی تری
 واقف محافل سے نہ واقفِ بان سے
 ملکِ سخن ہے زیرِ نگینِ شبِ دکن
 امید ہی نہیں کبھی یہ نکل سکے
 واعظ نے بزمِ وعظ میں چھلکا کچھ کجام
 دل میں سی ہر میرے بُری طرح بچے زلف
 مجھ میں کہاں یہ کہتی ہے ہر چہ آستیں
 وقتِ وصال کچھ تھی شبِ وصل کی جھلک
 نا آشنا ہر اک مرا گھر نہ در کہیں
 ہونا ہے جس کو خاک وہ دنیا کی کائنات
 فردوس میں بنے گی یہ جا کر شبِ بابِ حور
 غریب کی زندگی کا مزا بطن میں ہے
 دو گز کفن ہے یا اسی دو گز کفن میں ہے
 یہ کھنگی جو میرے شراب بہن میں ہے

مانے زمانے کوئی مگر یہ کہیں گے ہم

جانِ سخن ریاصلِ جہانِ سخن میں ہے

بج کہماں آج کوئی روزہ دار آنے کو ہے
 شام ہونے کو ہر میری گھر اُدھار آنے کو ہے
 خم بدوش اک مست سوئے بزمِ زار آنے کو ہے
 ہونا ہو یہ آج ابر کھسار آنے کو ہے

ان کے لئے کم بخت میں کچھ رنگت کچھ بو
 مل جائے اگر ہم کو جگہ سایہ خم میں
 ہم خاک اڑائیں گے نہ اے فیدہ پر جوش
 اتنا تو ہوا فائدہ اس تو بہ سے
 لئے دل وہ کوئی ہو کہ پری ہو کہ بلا ہو
 شرما میں گنہ جس کے خدائی کو دم حشر
 یہ کہہ کے حیا ہوتی ہو اس عکس ہو بخت
 کھل کھلیں گے جو پر وہ نشیں گھر نکل کر
 ہیں جلوہ گہ ناز کے آئین زراے
 بجلی کی ہے جہن کو شبتاں ضرورت
 لعنت کا کوئی طوق ہے یا سارہ بل ہے
 موجود نہ تھے آپ یہاں آرون انوس
 اس ملک کے ہیں سب سے سوا نبض شناس آپ
 سننے میں مزا ہے نہ سنانے میں مزا ہے
 ہم بزم سخن میں کبھی لب و اند کریں گے
 ہم مذہب ناموس کو رسوا نہ کریں گے
 کیا درد کا اب آپ مدوا نہ کریں گے
 ہیں آپ مسیحا ہیں اچھا نہ کریں گے
 ہم بزم سخن میں کبھی لب و اند کریں گے
 کہتی ہے مناخون تمنا نہ کریں گے
 پروائے مے و ساغر و مینا نہ کریں گے
 بہتے ہوئے دریاؤں کو صحرانہ کریں گے
 اب بادہ فروش آکے تقاضا نہ کریں گے
 شیشے میں کسی کو بھی اتار نہ کریں گے
 وہ ایسے یہ کار کو رسوا نہ کریں گے
 اب پر وہ نشیں غیروں سے بڑا نہ کریں گے
 ہم آنکھ اٹھا کر انہیں کھینا نہ کریں گے
 کیا کچھ نہ کیا اور ابھی کیا نہ کریں گے
 وہ رات کو اب شمع جلایا نہ کریں گے
 ہم مذہب ناموس کو رسوا نہ کریں گے
 کیا درد کا اب آپ مدوا نہ کریں گے
 ہیں آپ مسیحا ہیں اچھا نہ کریں گے
 ہم بزم سخن میں کبھی لب و اند کریں گے

جو کچھ سفرِ حج سے ریاض ابکی سچے گا

ہم آکے وہ نذر مے و مینا نہ کریں گے

اب دور نوکشید ہر اک انجمن میں ہے
 سیری شراب کہنہ سبوئے کہن میں ہے
 یارب نصیب ہو مری طبع خزیں کو بھی
 جو انبساط خندہ صبح وطن میں ہے
 احساس ہی نہیں مجھے کچھ اپنے حال کا
 یہ میں ہوں پیرہن میں کمرہ کہن میں ہے

نہیں محل میں لیا ہاں وہ پہنچی قیس کے دل میں
 خدا محفوظ رکھے چشم بد سے دستِ قاتل کو
 بجلی کا دین بج وہ بنے کیوں برق کا دامن
 یہ بزمِ حشر ہے آدابِ آئین اور میں اس کے
 ہوا ہو کیسی ہی بادِ مراد اس کو سمجھتے ہیں
 بڑھائیں گے ابھی پیچیدہ جادے بعدِ نزل کو
 نورِ فصل جنوں میں کڑے ہوئے بھی انھیں دیکھیں
 وہ سنس مکھشکل کیوں دیکھیں وہ اس کا حسن کیوں دیکھیں
 تجھے تھا دیکھنا محکومین جس کتنے پانی میں
 زمانے نے نہ رکھا امتیاز نیک و بد باقی
 قیامت ہر سلساں ہو کے بھی آنکھیں نہیں رکھتے
 پسندیدہ نظر سے سارو اہل دیکھنے والے

ریاض اب وہ چکنے والے بلبل میں نہ وہ نئے

نہ وہ اب رنگِ فریادِ عناول دیکھنے والے

کو دل کا داغ ہے اٹھے ایسا نہ کیجئے
 لوں قرضِ آپ کیوں کہ تقاضا نہ کیجئے
 کہتا ہے عکسِ حسن کو رسوا نہ کیجئے
 روکے گا کون کس کو تصویر میں جھل ہے
 کہتا ہے میسر و دشوں کی میری سفیدیش
 کیا جانے بات پہنچی یکس کے کان تک
 ہر ڈر کی بات آگ سے کھیلانا نہ کیجئے
 وہ شے ہے کی کہ منت بھی ہو نہ کیجئے
 ہر وقت آپ آئینہ دیکھنا نہ کیجئے
 بے پردہ ہو کے حسن کو رسوا نہ کیجئے
 ہے دیں گے دامن سے تقاضا نہ کیجئے
 جھکو دبی زبان سے کو سا نہ کیجئے

کس پری کا تخت سوئے سبز زار آنے کو ہے میکشوں میں صوم ہے ابر بہار آنے کو ہے
 عشق میں ہوتا نہیں ہر مرد طے موت کا بار بار آنے کو بڑا ایک بار آنے کو ہے
 جلوہ بنت عنب کی ہر شرارت جوش خم ایک شعلہ بن کے برقی کوہ سار آنے کو ہے
 چودھویں کا چاند لے کر ہنستی آتی ہر جوشام رات ہو عدد کی وہ بے اعتبار آنے کو ہے
 رفتہ رفتہ رنگ لائی روز کی دریاوی نقد آتی تھی ہمیشہ اب دھار آنے کو ہے
 کم ہے ساتی ٹیکہ دیں ہو تکلف جس قدر بہر فطار آج کوئی روزہ دار آنے کو ہے
 آبے میں مشر کے فتنے نیر مقدم کے لئے کوچہ جاناں میں کوئی بقرار آنے کو ہے
 ہے ہی افتاد تو وہ آچکا بس ہو چکا سنتے رہے اب یونہی روز شمار آنے کو ہے
 سو گیا ہوں دھوپ میں تو میری جاگے بھیب آج مجھ تک سایہ دیوارِ یار آنے کو ہے
 جیسے غافل حرم والو نہیں رہنے کا وہ آنے والا کچھ بہت ہی ہوشیار آنے کو ہے
 پڑ گئی ہے شام کو دشمن کے بھولوں کچھ اوس ہنسنے والا آج شاید اشکبار آنے کو ہے
 بے طرح یہ بھی بھری جیسے بین رس کے غور منہ ہمارے آبلوں پر نوکِ خار آنے کو ہے
 حشر ز فتنے نرا مزار پر اس کے نثار بن نور کراک حسیں سوئے مزار آنے کو ہے
 باسباتی کھٹکھٹاتے شیخ سے میں تو کہا صبح روزہ ہی مجھے شربے بخار آنے کو ہے

رہ نہیں جائے گی او میکش اگر آ یا ریا ض

میکدے میں وہ پڑا نا بادہ خوار آنے کو ہے

جماعت میں بھی پانچوں وقت شامل دیکھنے والے ہمیں کو شیخ میتھانے میں غافل دیکھنے والے
 اسے اوقیس اپنا جذب کامل دیکھنے والے بیاباں کے ہر کفرے میں محل دیکھنے والے
 عجب عالم تھا قتل میں نیا عالم تھا قاتل کا دم قتل آج تھے انداز قاتل دیکھنے والے

پوشیدہ مے ساتھ دم میں یہ رہے گی
 وہ رنگ زدہ گل نہ وہ بلبل نہ وہ غو غو
 نازک سی گلابی ہرے زہد شکن کی
 بدلی نظر آتی ہے ہوا آج چمن کی
 ملتی ہی نہیں تھاہ تے چاہِ وقت کی
 مے ایسی صراحی کوئی صہبائی کہن کی
 جھپکی زینک آج مے تیر فگن کی
 گل شمع نظر آئے گی ہر زم سن کی
 غزبت میں ہوئی قدر مجھے غار وطن کی
 دُربار ہمیشہ رہے سرکار کا دربار

ہے قدر ریاض آج یہیں اہل سخن کی

یہ ہوتا ترزاں بھنے کو تراپی زباں کرتے
 کہاں کا باہم نہانے میں گلگشت جہاں کرتے
 پڑے تھے حوضِ مومیں شکر کے سجدے کہاں کرتے
 کچھ اونچے ہم اگر جاتے تو سیرِ لا مکان کرتے
 یہ عالم ہے کلیجہ منہ کو آتا ہے فناں کرتے
 یہ ہوتا خود ہماری آرزو پیرِ منیاں کرتے
 نہیں ملتا تو ہم صدقے نشاطِ جاوداں کرتے
 ہم اپنے ہاتھ سے برباد اپنا آشیان کرتے
 حیاتِ خضرے کر عمر اپنی رائیگاں کرتے
 تھکے ماندوں کا کچھ تو پاس اہلِ کارواں کرتے
 عدو کے ہاتھ کو بھی اُف نہ ہم پختِ جلاں کرتے
 اڑاتے میند ان کی ختم اپنی داستان کرتے
 یہ ہوتا ترزاں بھنے کو تراپی زباں کرتے
 کہاں کا باہم نہانے میں گلگشت جہاں کرتے
 لہو بخوکا ہی برسوں آہ کیا ہم ناتواں کرتے
 پس تو بکھینچے رہتے اگر ہم دخترِ ز سے
 غمِ دل شے نہیں ایسی کہ جو جنت میں مل جائے
 کبھی آتے تو مل جاتے سلامت کچھ ہمیں تنکے
 ہماری زندگی بے شغل بھیاں کس طرح کٹتی
 بچھ کر قافلے سو دیکھ لہجہِ دیوان کی
 تمہارا ذکر کیا ہے تم بھی نازک تیغِ بھنی لڑک
 وہ سننے ہم سناتے غیر کے گھر موت اس کی

دنیا بھی کہے گی بڑی سے لڑی ہے اکھ
 بدلا ہے نگ ایک گلابی لے کس قدر
 اچھی نہیں یہ آپ کی محشر خرامیاں
 سب نقش پا چراغ بنے میری قبر کے
 میں سمجھوں وعدہ کل کا وفا ہو گا آج ہی
 ہے زیر بحث فرق سفید و سیاہ کا
 اٹھنے کو اٹھے آپ کے کوچے سے روزِ حشر
 اپنی جنا کو دیکھئے نازک سے ہاتھ کو
 اچھا نہیں ہے آئینہ دیکھنا نہ کیجئے
 اب التفات جانبِ مینا نہ کیجئے
 دنیا کو اس طرح تہہ و بالا نہ کیجئے
 یوں سوتے فتنے آپ جگایا نہ کیجئے
 شرما کے مجھے وعدہ فردا نہ کیجئے
 بند نقاب اپنے ابھی دا نہ کیجئے
 ایسے کو آنکھ اٹھا کے بھی دیکھنا نہ کیجئے
 وہ ڈر رہی ہے خونِ تمنا نہ کیجئے

آئے گی خم میں غیب سے وہ دے گا اے یاقین

پلمچٹ بھی کچھ ہو تو غمِ فردا نہ کیجئے

بے مرقہ تیرہ میں سیاہی سی کفن کی
 رکھ دے کوئی حسرت زدہ گل کے قفس میں
 رزوا ہوئی اکھوئی گئی اے نکبت گیسو
 مے پر مٹاؤ دھڑ رز عمرِ سیدہ
 کیوں چھیری تیری غنچوں کو منقارِ عناول
 تیغِ ان کی پسِ رنجِ بنی بارگے کا
 بھولے کی بھی مے نوش اسے مزہ نہ لگائیں
 ساقی مری نازک سی گلابی میں ہی جو پھول
 منصور سے حق کو نظر آتے ہیں ہزاروں
 وہ شامِ غریبی یہ جھلک صبحِ وطن کی
 سوکھی ہوئی اک شلخِ خزاں دیدہ چمن کی
 آگے تے کھل کھلی تھی بومشکِ ختن کی
 بوڑھا ہوں ملے نورِ نظرِ چرخِ کہن کی
 غنچوں میں کہاں بات مے غنچہِ دہن کی
 دیکھئے تو محبت کوئی دوٹھاسے دھن کی
 ٹوٹی ہوئی تو بہی جو مجھ تو بہشکن کی
 تولا اسے کانٹے میں تو نکلی کئی من کی
 کچھ تھی کبھی اب بات گئی واروکسن کی

آتے ہی جہک اٹھے گا سب حشر کا میدان
لاکھوں میں جو چھپتی نہیں وہ بچے علیؑ ہے
لے عرش بندی میں ذرا کم نہیں تجھ سے
وہ سند دیں جو تہہ زانوئے علیؑ ہے
کیسا لگ پیلے کرے جو اور ہی وادی
اس نجد میں پیلے بھی لگ کے علیؑ ہے
ہر فوٹے علیؑ بوئے نبیؐ کرتی ہے پیدا
خوبو جو نبیؐ کی ہے مہی بوئے علیؑ ہے
قدرت نے یہ بخشا شرفِ خاص علیؑ کو
خاتونِ جناتِ فاطمہؑ بانوئے علیؑ ہے
کہتا ہے کسے آج ید اللہ زمانہ
پر سے میں نہاں قوتِ بازوئے علیؑ ہے
خویریں بھی ہیں غلمان بھی نہیں غلام کیا کچھ
با اینہہ فردوسِ نظر سوئے علیؑ ہے
خو جس کی یہ ہو خلق میں بو پھیلے گی اس کی
رحم و کرمِ عفو و عطا خوئے علیؑ ہے
کھینچنے میں بھی تنے میں بھی تصویرِ جبرئیل کی
یہ تیغ دو پیکر ہے کہ اردوئے علیؑ ہے

کہتے ہیں جہک کر گلِ مضمونِ مناسبت

پھولوں میں ریاضِ آپ کے خوش بچے علیؑ ہے

اللہ نماروئے نبیؐ روئے علیؑ ہے
سرخ سوئے خدا سوئے نبیؐ سوئے علیؑ ہے
اس وقت نظر میری ہے خاقانِ کن پر
کس پائے کا دیو زہ گر کھئے علیؑ ہے
بو بکر کے فاروق کے عثمان کے بھی اوصاف
عثمانِ عظیمیٰ خاں ہیں اگر خوئے علیؑ ہے
دمِ خمیر ہے لے زیرِ اثر ایک جہانِ کج
تلوار میں اس کے خم لہوئے علیؑ ہے
ہے ہل اسے بارِ خلافت کا اٹھانا
بازو میں نہاں قوتِ بازوئے علیؑ ہے

کیوں ناز نہ بکھو ہو ریاضِ آئی ہے نچر تک

پھیلی ہوئی وارثت سے جو خوشبو کی علیؑ ہے

وہ دے کر طول شوخی سے بتاتے ات فرقت کی
جو چھو جاتی ہماری خاکِ تبتان کے درج
کھڑے ہیں آج شربتِ محبے کیسے سرِ محشر
غزل کہنے میں نیز گنجِ خیال آیا تو جی چاہا
مے دیواں کو ہاتھوں تھپتے مجھے بھی بڑھ کر
لگا ہر نسخہ اہل ذوق ہی کے ہاتھ دیوان کا
حضور ہی ہوتی جس دم بارگاہِ صدرِ اعظم میں
شرف کچھ کم نہ تھا یہ صدرِ اعظم ہاتھ رکھ دیتے
نئے سر جو النی پاتے جانِ تازہ مل جاتی
یہ رتبہ شاہ شاہاں نے دیا ہو صدرِ اعظم کو
ہمارے درد کا درانِ تریں گھر بیٹھے ہو جاتا

ریاضِ آسان ہو جاتا ہمیں گھر بیٹھے حج کرنا

کوئی دن اور بھی ہم خدمتِ پیرِ مغان کرتے

شعروں میں سے نہ کہتے گیسوے علیؑ ہے
کعبے میں خیالِ رخِ نیکوے علیؑ ہے
یہ مے نہیں عکسِ رخِ نیکوے علیؑ ہے
موزنی قامتِ یہی کہتی ہے پکارتے
جس ہم سے بتا ہے احد صورتِ احمد

ہر شعرِ مرا نشانہ کشِ موسیٰ علیؑ ہے
اللہ سے گھر میں بھی نظرِ موسیٰ علیؑ ہے
میں خانہٴ عرفاں میں رواں بجائے علیؑ ہے
اللہ کا الف قامتِ لبوے علیؑ ہے
میں کھل کے یہ کہہ دوں گرہ موسیٰ علیؑ ہے

۱۔ تخلص صدرِ اعظم دکن۔

پردہ وحدت میں وہیوں ہے کثرت آفریں محفل آئینہ میں ہے یا آئینہ محفل میں ہے

بزم گورکھپور میں سب میں نہیں لیکن ریاض
یہ کمی پوری ہوئی ہیو مارٹ اس محفل میں ہے

کس کا ہے بام اور ہی کچھ اس کی شان ہے یہ آسمان کوئی نیا آسمان ہے
جو اس بہشت نازیں ہو وہ جو ان ہے یہ میکہ نہیں ہے نیا اک جہان ہے
اے بام یا طور کی بھی تجھ میں شان ہے اے بام یا عرش کا تجھ پر گمان ہے
کوثر کی ہو کہ گھر کی ہو پنیے کا ہے اثر پاکیزہ شہ صاف ہماری زبان ہے
یہ وہ نہیں جو دیدہ و دل میں سما سکیں فتنے بھی کہہ رہے ہیں قیامت اٹھان ہے
گرد اس کے ہاتھ اٹھای ہیں کوشش ات دن جو خم ہے میکہ و میں وہ اپنی دکان ہے
آتا ہے یا دھول میں کہنا کسی کا ہاے موت ایسی رات کو مری آفت میں جان ہے
نادان دل ہی میری انھیں لطف ہی بہت اس دوستی میں جان کا اپنی زبان ہے
ہو مان کا جو بیان تو ٹکڑا بھی ہے بہت اب کھوریاں ہیں نہ وہ خا صدا ان ہے
قسمت کی بات کوئی ہمیں پوچھتا نہیں اردو کا آج ملک دکن قدرو ان ہے
سنتا ہوں یاد کرتے ہیں محجو جناب شاد کیا میرے دوستوں کا غلط بیان ہے
دو چار سال کے لئے ہو جائے روک تھام کوئی سنبھال لے اسے گرتا مکان ہے
جب آئے زمین پر اپنا یہ قصر تن کیا اس کا اعتبار پرانا مکان ہے
اس میں پڑی ہر جان مری بس خدا بچائے یہ جان اور چند نفس میہمان ہے
میں سخت جاں ہوں جان کج کش میں ہے جب تک ہے جان روز مرا امتحان ہے

یہ جھوٹ ہے جو کہوں میں کبھی خراب نہ پی
تہہ نقاب تو پی ہو کے بے نقاب نہ پی
بڑی کمی رہی اب پی نہ پی برابر ہے
کباب کھانے سے زاہد کو اجتناب نہ تھا
سا رہا ہے ہمیں تو خیال روز شمار
گناہ کوئی نہ کرتے شراب ہی پیتے
لگی جو منہ سے ہے گادار چوری پر
اُتر کے تھی یہ منے خلد سے پونہی و اعظ
یہ وہ کہے گا کہ جس نے کبھی شراب نہ پی
کسی نے کھل کے مرو آگے بے حجاب نہ پی
شراب ہم نے کبھی جان کر ثواب نہ پی
نہ جب تک آئے مرے سامنے کباب نہ پی
وہ ہم نے پی بھی تو کیا پی جو بے حجاب نہ پی
یہ کیا کیا کہ گنہ تو کئے شراب نہ پی
یہ مفلسی میں بنے جان کا عذاب نہ پی
شراب ناب بھی تو آپنے جناب نہ پی

چڑھی تھی کچے گھڑے کی ریاض کچھ ایسی

شراب خلد سمجھ کر شراب ناب نہ پی

جان نکلے وقت کی پہلے یہ حسرت دل میں ہے
شمع بھی محفل میں ہی پروانہ بھی محفل میں ہے
کار فرما ایک چنگاری سی میسے دل میں ہے
کیف آورا ک مُصفا شوی میری شرت
پافتادہ محاسبے جاں کھینچتی ہر خاک گور
قدر و قیمت کیا لہو کی پانی پانی ہے لہو
پہلی منزل ہو جو آسان شکلیں آسان میرب
پردہ دار عشق ہے یا رتبا ط حسن و عشق
مصرعہ واقف یہ یاد نشین نادک کوئی
آگے گور کھپور میری جان کس مشکل میں ہے
تم بھی ہو ہم بھی ہیں لیکن بات دل کی دل میں ہے
برقِ زمیں سوز بھی اس کشتے چال میں ہے
بادہ نوش و روح کس کی میری آب و گل میں ہے
کھینچ رہے ہیں قلعے کو کشتی کشش منزل میں ہے
سُرخ زنگِ حنا کتنی کعبہ قاتل میں ہے
حشر کا ہنگامہ کیا خطرہ اسی منزل میں ہے
قیس جس کے دل میں ہو وہ پردہ محل میں ہے
اس کی چٹکی میں ہی جب تک تیرے دل میں ہے

جلود کی فراوانی یہ حسن یہ عربانی
دنیا ہونی نورانی کیسا یہ زمانا ہے
کیا ذکر ہے عقیقی کا چرچا ہے سینا کا
یہ رنگ ہے دنیا کا کیسا یہ زمانا ہے
فحاشی و عیاشی زرباشی و شب باشی
پھر گہر کاشی نیکی کا زمانا ہے
کیا پوچھتے ہو باتیں پیری میں جوانی کی
وہ اور زمانہ تھا یہ اور زمانا ہے

اشکوں سے ریاض اپنا یہ سوائے یہ وصول

اللہ کو اپنے بھی منہ تم کو دکھانا ہے

لب خاموش کی تصویر تو کچھ کہتی ہے
آپ کی چاند سی تصویر تو کچھ کہتی ہے
اُن کی تصویر نے اُن پر بھی اثر یہ ڈالا
بول اٹھے وہ مری تصویر تو کچھ کہتی ہے
مجھ سے گو چاند سی تصویر نہ اُن کی بولی
میری چمکی ہوئی تقدیر تو کچھ کہتی ہے
تم کہو یا نہ کہو اپنے شب وصل کی بات
صدقے تصویر کے تصویر تو کچھ کہتی ہے
تیرے صدقے یہ قسم ہے بہت معنی خیز
صدے تصویر ہونی تصویر تو کچھ کہتی ہے
اے سرشار محبت خطِ ساغر کو سمجھ
دستِ ساقی کی یہ تحریر تو کچھ کہتی ہے
خاک آنکھوں میں نہ ڈالو کہیں تم جاؤ گے
انکھیں سر کی تحریر تو کچھ کہتی ہے
جب کہا کیا یہ زباں شمع کی منہ میں لے گا
بولے وہ صورت گلگیر تو کچھ کہتی ہے
آپ مجھ سے یہ کھلیں لے کے گرہ میں دل کو
آپ کی زلف گرہ گیر تو کچھ کہتی ہے

منہ کھلے جاتے ہیں کڑیوں کے لیاصل آپ ہی آپ

یہ مے پاؤں کی زنجیر تو کچھ کہتی ہے

پہلو میں تیرے ترے لب پر نہیں ہے
ساتھ آئینے میں عکس ادا آفریں ہے
ہوں فاؤ مستیاں تو پس انداز کام آنے
تجھٹ ہمارے خم میں یونہی نشیں ہے

دنیا میں رہوں نہ رہوں وہ رہے ضرور دنیا میں شادی تو مرا قدر دان ہے
اس کے قلع کی خیر مٹانا ہے اس لئے یہ آسمان پیر ابھی تک جوان ہے
میں بھی دعائے خیر سے رکھوں گا واسطہ جب تک مے بہن میں یہ میری زبان ہے

پنی لوں جو میں بڑھاپے میں بخوڑی ہی لائی تھیں

محفل پکار اٹھے کوئی رعنا جوان ہے

قسمت میں ہماری اب پینا ہے نہ کھانا ہے انکور کا پانی ہے انکور کا دانا ہے
انگوروں کو مینا کو اب کام میں لانا ہے کھانا ہے کھانا ہے پینا ہو پلانا ہے
کیا پوچھتے ہو باتیں پیری میں جوانی کی وہ اور زمانہ تھا یہ اور زمانا ہے
دفتر ہے ہر اک صفحہ اس عمر دور روز کا تاریخ ہے دنیا کی دنیا کا فنا ہے
وہ پوچھتے ہیں آنسو کیا دستِ جنائی سے یہ آگ بجھانا ہے یا آگ لگانا ہے
نقش کف پاسو بھی جو دب نہ سکے در پر اس بیٹھے ہو دل کو فتنہ وہ اٹھانا ہے
گزری ہے جو دنیا پر وہ گزری ہر سب مجھ پر جو سن لے ہی جانے میرا ہی فسانا ہے
وہ صبح کو آئے تھے اب شام کو آئیں گے منہدی بھی لگانا ہر سر پہ لگانا ہے
مینا زبا کوئی اس صاعقہ تابی میں ہر آنکھ ہوئی خیرہ کیا تیرہ زمانا ہے
تلوار کے محاروں میں اڑتے ہیں اڑن میں باریک ہیں سب جادے تاریک زمانا ہے
دورے وساغر ہو وہ جامے سے باہر ہو جو عیب ہو کھل کر ہوتا تاریک زمانا ہے
ہر بات کہی اُلٹی سیدھی بھی رہی اُلٹی گنگا بھی رہی اُلٹی اُلٹی یہ زمانا ہے
ہر دوست ہر دشمن بھی گلشن بھی ہے گلشن بھی تیرہ بھی ہر روشن بھی نازک یہ زمانا ہے

دو چار سال کے لئے ہو جائے روک تھام کوئی اسے سنبھال لے گرتا مکان ہے
 جب آگے زمین پر اپنا یہ قصر تن کیا اس کا اعتبار پڑانا مکان ہے
 پی لے اگر بڑھاپے میں پھوڑی سی یہ ریاض
 دنیا پکار اٹھے کوئی زعنا جوان ہے

| | |
|----------------------------------|--------------------------|
| اد کوئے والے اب دعاے | اتنا کہہ دے خدا شفاے |
| قطرہ خیم بادہ کا مزادے | شبنم مری پیاس تو بجھاے |
| درماں کی طرح تڑپ مڑاے | یارب مجھے دروِ لا وواے |
| صیاد نہ بلغ کی ہوا دے | وہ دور سے آتشیاں کھاے |
| یارب کیا شئے ہے دشتِ غربت | اس کو مے گھر کی توفضاے |
| سب میکدے میں ہیں اس سے خالی | دل کو مے بخود ہی خداے |
| انگائے نہیں ہیں داغِ دل میں | دامن کی انھیں نہ تو ہواے |
| یہ دولتِ حسن و دولتِ عشق | بس کی نہیں ہے جسے خداے |
| جنت میں بھی جہنم میں بھی کام آئے | تو ہاتھ سے جام اک پلاے |
| سینہ یارب ہو طورِ سینا | بکلی مے دل کو تو بناے |
| میری شبِ غم کی صبح ہو جاے | تو رخ سے ذرا نقاب ٹھاے |
| وہ تارِ نفس کہاں سے لاؤں | ٹوٹے ہوئے دل کی جو صداے |

گائیں وہ لے ریاضِ شرمائیں

تو روکے یہی غزل سناے

جامِ حق میں ہے ہوشِ بادیہا ہے کوئی موسیٰ نہ ملے مجھ کو خدا دیتا ہے

میخانے میں کیفیت میں کہے میں۔ دیر میں
 عاجز گو لے ہم سے ہوئے پیش رفت میں
 مجھ سخت جاں کے یمنی جیت تک جان سانس
 زندان پاکباز کو پہنچائیں گے ثواب
 اوہنے والے دل کے تجھے دل سے کام ہے
 زور جنوں ملا ہے یہاں کے خاک میں
 موحیال یاد رہے گو کہیں ہے
 صحرا نوریوں میں نکلتے ہیں ہے
 مقتل میں وہ چڑھائی ہوئے ستیں ہے
 کورے گھرے میں شیرے نگیں ہے
 میری نگاہ کیوں ٹوے عرش بریں ہے
 دکرہ آسمان سے لمحہ کی زمیں ہے

بے قید شاعری سے یہ امید اب کہاں
 ملک سخن ریاض کے زیر نگیں ہے

اے بام یار طور کی بھی تجھ میں شان ہے
 جو اس بہشت زار میں ہے وہ جوان ہے
 کس کا ہر بام اور ہی کچھ اس کی شان ہے
 ہومان کا جو پاؤں تو ٹکرا بھی بے بہت
 یہ وہ نہیں جو دیدہ و دل میں سما کیں
 پینے کا یہ اثر ہے وہ کوثر کی ہو نہ ہو
 آتا ہے یا دھول میں کہن کسی کا ہا ہے
 نادان دل سے میری انھیں لطف ہے بہت
 قسمت کی بات کوئی ہیں پوچھتا نہیں
 سنتا ہوں یاد کرتے ہیں مجھ کو جناب شاد
 اے بام یار۔ عرش کا تجھ پر گمان ہے
 یہ میکہ نہیں ہے نیا اک جہان ہے
 یہ آسمان کوئی نیا آسمان ہے
 اب وہ گھوڑیاں ہیں نہ وہ خاصدان ہے
 فتنے بھی کہہ رہے ہیں قیامت اٹھان ہے
 پاکیزہ شہستہ صاف ہماری زبان ہے
 موت ایسی رات کو مری آفت میں جان ہے
 اس دوستی میں جان کا اپنی زبان ہے
 اردو کا آج ملک و کن قدردان ہے
 کیا میرے دوستوں کا غلط یہ بیان ہے

بیعت پیر مغاں کی ہے جو توبہ کر کے
صدر اعظم شغرا کو جو صلا دیتا ہے
جو دوشہ ذیل میں ہو درج کہ جبریل کہیں
قدرت حق کا کرشمہ ہے سخاوت شکی
وہ خدائی کے لٹائے جو خزانے کم ہے
وہ تو وہ شاد جسے صدر بنایا شہ نے
میں بلانوش ہوں پی جاؤں جو دریا پاؤں
قدرواں آج زمانے میں دکن ہے ورنہ
یہی پانی مئے گلگوں کا مزادیتا ہے
شاہ کے صدقے میں دیکھوں مجھے کیا دیتا ہے
کوئی شاعر یہ گدا ہے جو صدا دیتا ہے
جس کو دیتا ہے مقدر سو او دیتا ہے
میر عثمان علی خان کو خدا دیتا ہے
جب وہ دیتا ہے سوائے بھی سوا دیتا ہے
مجھے گھر عیصی مئے ہوش بیا دیتا ہے
کون اب کس کو زمانے میں صلا دیتا ہے

شاد کے نام سے ہر پنج خوشی ہو کے ریا حض

صدر اعظم کو شب و روز دعا دیتا ہے

جو پتھر ہو دل س میں گھر کرنے والے
وہ سو کر الگ شب بسر کرنے والے
قفس سے یہ کہتی ہوئی نکلی بلبیل
یہ کیوں شک آنکھوں کے تلے بنے ہیں
نہ ہوں طور پر جا کے نیچی نگاہ میں
جلال میں گے صیاد تیرے بھی گھر کو
ونامے کہاں اب اثر کرنے والے
جگا کر انھیں ہم سحر کرنے والے
اڑیں مجھ کو بے بال و پر کرنے والے
مرہ کو نہ دامن کو تر کرنے والے
سنبھل کر ذرا اونظر کرنے والے
قفس نذر برق و شر کرنے والے

۱۔ شہر یار دکن خلد احمد ملکہ و سلطنت

۲۔ سرما راج کشن پر شاہ بہادر شاد بالغاٹ

اپنی جھوٹی جو کبھی مجھ کو پلا دیتا ہے
 دل تو کیا مے درو دیوار پلا دیتا ہے
 کیف مے پیرِ مغان اور بھلا دیتا ہے
 شوخ نقشِ کفِ پاؤں گنا دیتا ہے
 عکسِ رخ ہے کہ مے ہو شراب دیتا ہے
 جامِ گلگوں میں مے ہو شراب دیتا ہے
 میں سوئے طورِ کلیم اب جو کبھی جاتا ہوں
 دل تو کیا ہے درو دیوار بھی بن جاتے ہیں
 شوخِ ادابت کا تصور ہی کوئی اور نہیں
 خونِ پانی کی طرح تو نے بھایا پھر بھی
 دل میں گھر کیونٹ کر دی ہندی لگاؤ کن نقش
 آئیاں پر مے کیا گزری مجھے کیا معلوم
 یاد آتی ہیں مجھے شوخِ ادائیں تیری
 کوئی سا غلبِ ساقی کا مزا دیتا ہے
 بھیگتی رات میں کون آکے صدا دیتا ہے
 پیئے والے کو وہ جب راہِ خدا دیتا ہے
 بن کے وہ شعلِ راہِ آگ لگا دیتا ہے
 مے ساقی مجھے تو جام میں کیلو دیتا ہے
 جو میسر نہیں "جم" کو وہ خدا دیتا ہے
 کوئی دل پر مے بجلی سی گرا دیتا ہے
 کون آکر ترے کوچے میں صدا دیتا ہے
 کعبہ دل میں جو ناقوس بجا دیتا ہے
 خاک میں مل کے وہی بکودفا دیتا ہے
 سرتربت ہی ہو پھول چڑھا دیتا ہے
 کہیں صیادِ گلستاں کی ہوا دیتا ہے
 کوئی آکر مجھے پیغامِ قضا دیتا ہے

رندِ درویشِ صفت ہی نہیں ندوں میں یا ضل

جو ملے اس سے خدا سے وہ ملا دیتا ہے

رندِ قانع متواضع ہے خدا دیتا ہے
 وسعتِ دل میں ہو اس کی فیروانی لطف
 میں معرُطِ کلیم اب جو کبھی جاتا ہوں
 یاد مے آتی مجھے اور سنا دوں اک شعر
 جب وہ پاتا ہی تو پیتا ہے پلا دیتا ہے
 مے کے دریا مے صحرایِ پہاؤ دیتا ہے
 کوئی دل پر مے بجلی سی گرا دیتا ہے
 کیف مے جو مجھے لطف سوا دیتا ہے

سودائے علیؑ ہے مجھے سودائے علیؑ ہے
 ہم جس میں ہوں اے خضر وہ مہر علیؑ ہے
 ہیں مہرِ طیب ہر بنِ مو بہرِ انا الحق
 کس ضبط کا کس طرف کا دریائے علیؑ ہے
 ہیں کوثر و تسنیم و اس سائے میں جس کے
 یہ طوبیٰ جنت ہے کہ مینائے علیؑ ہے
 قسمت مری کس نورِ سحر و روشن ہر مری آنکھ
 پستی نہیں یہ نقشِ کف پائے علیؑ ہے
 دیکھا جو مجھے سب نے کہا دل میں وہمِ حشر
 یہ کون ہے کوئی نہیں جو پائے علیؑ ہے
 ملتا ہوں تصور میں ہر اک تلویح و آنکھیں
 آنکھیں ہیں مری اور نقبِ پائے علیؑ ہے
 کیوں والہ و شیدائے جہاں نامِ پر اس کے
 تاجِ سرِ عثمان ہے اللہ کا سایہ
 اس کے لئے کچھ اور ہی منائے علیؑ ہے
 ہو سایہ فلکن تاجِ خلافت تھے سر پر
 عثمان علیؑ خاں یہی ایمانے علیؑ ہے
 ایسا ہے تو کیا چیز ہے یہ تختِ خلافت
 نہ کر سخی افلاک تر پائے علیؑ ہے

آئینہ وارث ہے ریاضِ آپ کا سینہ

دلِ سینہ میں ہے دل میں تمنائے علیؑ ہے

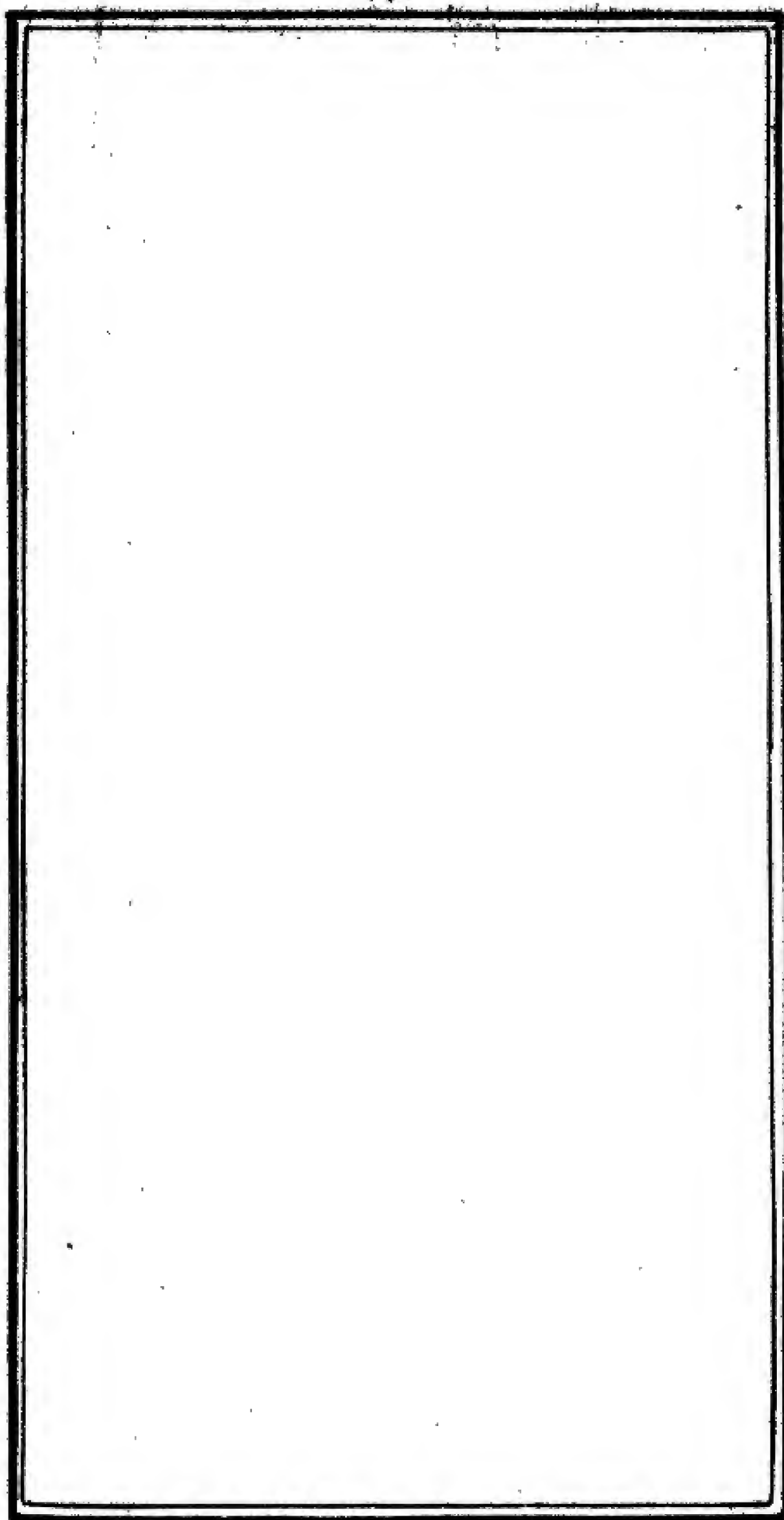
مجھے دیکھ کر بوسے اٹھ جائیں گے یہ دیوار زنداں کو دور کرنے والے
 تراک گنہگار بندہ ہوں میں بھی کریمی سے اوور گزرنے والے
 مصیبت شبِ غم کی آسان کرے مری شامِ غم کو سحر کرنے والے
 پس تو بساقتی لب تر سے تیرے لب خشک ہم بھی میتر کرنے والے
 شکن گیسوؤں کی نہیں تیغ ہے یہ کسے ہیں وہ زیب کر کرنے والے
 ریاض اب تو مسجد میں گوشہ گزیں ہیں
 وہ راتیں بتوں میں بسر کرنے والے

مئے کٹھن میں جھلک سی ہے کچھ جوانی کی بہت ہی قدری یاروں میں ہس پُرانی کی
 گری ہے لے کے مجھو شاخِ آشاں صیاد خبر کسے تھی اس افتادِ ناگہانی کی
 سنی ہیں ہم نے بھی موسیٰ ہی جو ہوئیں باتیں سنی ہے ہم نے بھی آوازِ لہرائی کی
 زیادہ عمر سے دوں طواں فردِ عصیاں کو ملے تو قدر کروں عمرِ جاودانی کی
 جھلکتا سا غر گلگوں ہوا یہ بھری بوتل وہ دن شباب کا یہ رات ہی جوانی کی
 کسی کے نقشِ قدم پر چہیں کا بوجھ پڑا ہمارے سجدے ہوئے وجہ مرگرائی کی
 مرا شباب یہ سنوارا ہے مئے پر اے یہ موت نہیں فیند ہے جوانی کی
 نہ ابر ہو تو گزر جائیں سایہ خم میں وہ دن شباب کے راتیں وہ ہیں جوانی کی
 شراب تند کا غوگر ہوں کیا کیا ساقی مری شراب بھی پانی ملا کے پانی کی
 چھلکتے جام میں ساقی ذرا نمایاں کر جو کھینچ کے آئی ہو تصویر ہے جوانی کی

ریاض رات کو مسجد میں اب نہیں ملتے

بتوں کے کوچے میں خدمتِ ہر پاسبانی کی

حصہ دوم
آتش گل



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آغِ سازِ کلام

بنام

ذوالجلال والاکرام

ترانہ حمد

مشوی

| | |
|----------------------------|------------------------------|
| ملک مرے ابے نیاز ہے تو | ملک مرے اکار ساز ہے تو |
| سب سے بالا ہے بات تیری | ہے شرک سے پاک ذات تیری |
| طاقت تیری ہے زور تیرا | مٹا نہیں اور چھوڑ تیرا |
| ذرے میں سما جائیں حکم پاکے | چودہ طبق ارض کے سما کے |
| قدرت کے کرشمے ہیں یہ سارے | ایک آنکھ کے تل میں لاکھ تارے |

ہو اور ہوا، ہو ابدل جائے فطرت کا بھی اقتضا بدل جائے
 گلزار ہو گل ہو رنگ و بو ہو بے قوت نامیہ نہ ہو
 جو ہے یہی روز و شب نظر آئے کچھ بھی نہ ہو اور سب نظر آئے
 تو چاہے تو اور طور ہو جائے دنیا سے عناصر اور ہو جائے
 بیکار ہے فکر و سعی اثبات ظاہر میں امور فوق عادات
 قدرت تیری ہے تیری حکمت معلول کوئی نہ کوئی علت
 جلوے سے تری جہاں ہے معمور ذرے ذرے میں ہے ترا نور
 پنہاں رکھ کر بھی تو عیاں ہے ہر شے سے عیاں ہے پھر پنہاں ہے
 آنکھوں سے یہاں جو تجھ کو دکھیں آنکھیں وہ کہاں جو تجھ کو دکھیں
 پردوں میں ہے نور نور میں تو جلووں میں ہے تو ظہور میں تو
 وہ نور کے بے شمار پردے کیسے ستر نزار کا پردے
 گو پردوں میں لاکھ تو پنہاں ہے جلوہ پھر بھی ترا عیاں ہے
 اسے پردہ نشین پردہ نور تو پردہ نما ہوا سہ طور
 تو نور جو ہر نگاہ میں ہے پردہ تری جلوہ گاہ میں ہے
 خود نور کے ہیں حجاب عارض خود نور کی ہے نقاب عارض
 ہر شے کو محیط ہے تری ذات جو پاکے پاکے تری بات
 جو پاکے تجھ کو کھو گئے وہ بیدار ہوئے تو سو گئے وہ
 شاہد یہی ہے خودی ہے تیری جب پردے اٹھے خودی ہے تیری
 یہ دونوں جہاں ظلم ہندی سب کون و مکان ظلم ہندی

| | |
|------------------------------|-------------------------------|
| اُنٹے جو پاک تو سب نظر آئیں | مجھکے جو پاک تو پردے پڑ جائیں |
| گر کر نہ سائیں بحسبِ دہر میں | گردش کرتے ہیں سب نظر میں |
| بیروں ز قیاس حالت انکی | اللہ اللہ جسامت اُن کی |
| با ایں ہمہ گم ہیں وہ فضا میں | ذرے اڑیں جس طرح ہوا میں |
| تارے چھوٹے ہیں یا بڑے ہیں | کیسے چکر میں سب پڑے ہیں |
| ظاہر میں وجود کچھ نہیں ہے | بے شب کے نوؤ کچھ نہیں ہے |
| ہر رنگ کا تو ہے چہرہ پر داز | اسباب و علل میں سب ترے راز |
| کیسی شش؟ اور کیسا چکر؟ | کیسا مرکز؟ کہاں کا محور؟ |
| ہلے بھی نہیں جگہ سے اپنی | اقطابِ جنوبی و شمالی |
| قطبین نے کس طرح دیں دابے | اس عرض و سبع کے کنارے |
| پھولی ہوئی زیچ میں ہے پھولے | ہے مھول رہی زمین جھولے |
| تحقیق قدیم بیچ در بیچ | تمتق جدید بھی ہے سب بیچ |
| جو تو نے کیا وہ ہو رہا ہے | جو حکم دیا وہ ہو رہا ہے |
| سب کی ہے بساط کُن کے دو حرف | حیران ہے عقل سن کے دو حرف |
| تو چاہے تو ہر باب دریا | کو زے میں بھرے سب آب دریا |
| تو چاہے تو سنگ پھول پھل دے | ہو حکم ترا تو لعل اُگل دے |
| خاک اُڑتے ہی موج آب بن جائے | دریاے رواں سراب بن جائے |
| ہو جائے اگر ترا اشارہ | ہو جائے زمین پارہ پارہ |
| خود پھینک دے ثقل اندرونی | نیچر کی رہے نہ رہنمونی |

دست چرخ میں پھیلا ہو خلوسی سماں لہجے اونچوں میں ہوا ہی و مراتب کا بیاں

جگمگاتے ہیں پرے پتر میں سورج کتنے

نظر آتے ہیں جڑے پتر میں سورج کتنے

زلزلے میں ہر زمین جس سے وہ صولت ہمراہ کانپے منہج فلک جس سے وہ سطوت ہمراہ

شان ہر وقت بڑھے جس سے وہ شوکت ہمراہ نہ لٹانے سے بھی کم ہو وہ دولت ہمراہ

سب جلو میں اثر انداز ہیں تاحد کمال

خدم و جاہ و حشم شان و شکوہ و اقتبال

فرش راہ بننے کو ہر خاک کے ذرے میں شاں اختر بخت شہاں تخت شہاں تلج شہاں

رنگ لائے کو ہر گل سنگ شفق کا داماں رتی تاروں کی چمک جانے کو ہر آج کہاں

باد پیا پر یہ ہوا کے جو سوار آیا ہے

آپیشی کے لئے ابر بہار آیا ہے

صاف آوازیں منقاروں کی دھوکے کیسے کیسی پر شور ہوا زور کے جھونکے کیسے

کیسے فراتے نشانوں کے پھریری کیسے کیسی گنبد کی صدا چرچے میں سے کیسے

بولتایوں جو ہے دوں دوں کوئی نقارہ ہے

کہکشاں چوب ہر گردوں کوئی نقارہ ہے

بچ رہا ہے شر ذیجاہ کا ڈنکا کیسا چونک اٹھتے ہیں سرافیل یہ دھوکا کیسا

منہ کو آتا ہے یہ دشمن کا کلیجا کیسا دوستوں میں ہر اک چوب کا چرچا کیسا

یہ وہ آواز ہے جو عرش بریں تک پہنچے

نیل کا و فلک و گاہ زمیں تک پہنچے

اک "تو" ہے وہ سرا نہیں ہے کوئی "تیرے" سوا "نہیں" ہے
 ہم ہیں منصور کا ترا نہ فصل "من" و تو "غلط" فناء
 ہو جائے نہ اعتراض کوئی
 بات اب نہ کموریاض کوئی

قطعہ

محتاج ترا ہوں کیسے زرویدے شام ترا ہوں سل و گوہر ویدے
 کچھ کم نہیں سیکد و سوتیرے ساقی! تھوڑی سی مجھے شرابِ جودیدے

بے تقریبِ یفاوری علیٰ حضرت و نظم و کرم خلد اللہ ملک و سلطنت

دھوم ہے دھوم کہ سلطانِ دکن آتے ہیں شور ہے شور کہ خاقانِ دکن آتے ہیں
 لکھنؤ خسرو فی شانِ دکن آتے ہیں اس پرستان میں سلیمانِ دکن آتے ہیں
 شہپر چتر ناسایہ فگن ہے سر پر
 کس تکلف سے ہما سائی فگن ہے سر پر

آئینہ دار سکند زکے و دار اور باں بوسے لینے کو جھکے سوسے قدم تاج کیاں
 دیکھے نیچا جو کرے دعویٰ و رفعت کیاں کرو فروہ ہے کہ ہو فر فریدوں قرباں
 جھومتا سایہ کناں ابر کرم آتا ہے
 ہاتھ میں جام لئے ساتھ وہ جم آتا ہے

کچھ ثریا سے بھی اونچا نظر آتا ہے نشان عکس پرچمِ جیجے کہتو میں سب کا ہنشاں

آئینہ وار شہ ہے ریاض آپ کا سینہ دل سینے میں ہو دل میں تنہا کو علی ہے
 ہوسا رنگن تلج خلافت ترے سر پر عثمان علی خاں ایہی ایملے علی ہے
 ایسا ہے تو کیا چیز ہے ہیئت خلافت نہ کرسی افلاک تیرا پا سے علی ہے

انتخاب

میری دیوان کو ہاتھوں تلے لیتی مجھ سے بھی بڑھ کر
 جلیل و جوش و ہوش و حضرت تیرے ہم ملے
 حضوری ہوتی جس دم بارگاہِ صدرِ عظم میں
 شرف کچھ کم نہ تھا یہ صدرِ عظم ہاتھ رکھ دیتے
 کن میں کتنی میری قدر میری قدروں کرتے
 بنا کر نقدِ جاں دیوان نذرِ دستاں کرتے
 ہمارے پاس کیا تھا نذرِ جان باتوں کرتے
 دعا سو جان تیری ہم بہرِ عمر جاوداں کرتے
 غمِ فردا نہ رہتا تشا و اتنا شاو ماں کرتے
 ہمارے درد کا درمان ہمیں گھر بیٹھے مل جاتا
 ریاض آسان ہو جاتا ہمیں گھر بیٹھے حج کرنا

کوئی دن اور بھی ہم خدمتِ پیرِ میناں کرتے

غزل

جو اس بہشتِ زار میں ہو وہ جوان ہے
 قسمت کی بات کوئی نہیں پوچھتا نہیں
 یہ میکدہ نہیں ہی نیا اک جہان ہے
 اردو کا آج ملک و کن قدروں ہے
 کیا میرے دوستوں کا غلط یہ بیان ہے
 کوئی اسے سنبھال لے گرتا مکان ہے
 دو چار سال کے لڑی ہو جاوے روک تھام

ایسی سرکار نہیں کوئی بھی سرکاروں میں ایسا دربار نہیں کوئی بھی درباروں میں
 اونچے اونچے ہیں یہاں غائبہ برداروں میں گنتی ہو چودھویں کے چاند کی بھی تاروں میں
 نظر آتے ہیں بنائے ہوئے سچ درج کتنے
 ایسے گلہروں میں برت بھرتی ہو ج کتنے
 آمد آمد ہے عجب ولولہ انگیز آمد بھی دیکھی نہ ریاض ایسی اثر خیز آمد
 کیسی درپاش درافشاں و گہر خیز آمد کاش ہو بہر اودھ مصلحت آمیز آمد
 لطف ہو بخت اودھ بخت دکن ہو جائے
 سیر ہو تخت اودھ تخت دکن ہو جائے

غزل

متعلق بہ نظم مسطورہ بالا

عثمان علی خاں کو جو سودائے علیؑ ہے دل ہر بن ہو وسعت دل جائے علیؑ ہے
 سودائے علیؑ ہے اسے سودائے علیؑ ہے ہوں خضر بھی گم جس میں وہ مچھلے علیؑ ہے
 ہیں کوثر و تسنیم رواں سائیں جس کے وہ طوبیٰ جنت نہیں دیناے علیؑ ہے
 کیا آنکھ ہے؟ کس نور و روشن ہوئی یہ آنکھ پتی نہیں نقش کعبہ پائے علیؑ ہے
 دیکھا جو اسے سب نے کہا دل میں دم شریک کون ہے؟ کوئی نہیں جو یار علیؑ ہے
 کیوں والہ و شیدا ہے جہاں نام پر اس کے عثمان علی خاں کوئی شیداے علیؑ ہے
 تاج سر عثمان رہے اللہ کا سایہ اُس کے لئے کچھ اور ہی شائے علیؑ ہے

یہ سیر کیا ہے کہ تیارے سب میں چکر میں
 نہیں میں تارے چمکتے ہوئے میں انگارے
 بجائے خود یہ فلک ہے کہ راکھ کا کوئی ڈھیر
 کیسی پھر گئی جھاڑ و فلک کی صورت پر
 نہ لالہ زار شفق ہی نہ اب وہ رنگ نہ روپ
 جلے ہوئی پر پروانہ ہیں کہ پروں سے
 عجیب ہے یہ تغیر فلک کی حالت میں
 دھنک کے قوس قزح نے یہ رکھ دیا اس کو
 زمین میں ہوسمانی سما کی نامکن
 نہ تیرہ ابر کا ٹکڑا نہ تیرہ غار کوئی
 خراب چرخ بد اختر کی کیوں نہ ہو مٹی
 اسی کے چلتے قیامت کا سامنا تھا آج
 فلک کا ٹوٹ کے گرنے نہیں تو یہ کیا ہے!
 نہ ہو گا اس سے سوا حادثہ قیامت خیز
 یہ چپ جہان سُخن ہے کہ جیسے جان نہیں
 نظام عالم تکوین میں پڑھ چکا تھا فرق
 یہ کس کا نام الہی زبان پر آیا
 شہ شہان جہاں خسرو فریدوں فر
 اسی کا نام مبارک جہاں میں ہو محبوب

رہے نہ نام کو ثابت ثوابت روشن
 یہ کیا ہوا؟ طبق چرخ بن گیا گلشن
 نہیں تارے یہ چنگاریاں ہیں کچھ روشن
 ضیاءِ ماہ نہ سورج کی زربنگا ر کرن
 نہ کہکشاں میں حسینوں کی مانگ کا جو بن
 یہ ماہ بالانشیں ہے کہ گل ہے شمع لگن
 اسی کے جسم کے روئیں اسی کے ہر دشمن
 کہ بن کے رونی کے گالے اڑا ہی چرخ کہن
 نئی زمین یہ ڈھونڈھے کہیں نئے دفن
 رہے ہمیشہ یونہی اب بغیر گور و کفن
 برائیوں کا جو تپلا بُرا ہے چال چلن
 نہ تھا یہ دور کہ ہو صورِ حشر شور و فگن
 ہمارے سر سے اٹھا سایہ خدا کے سُخن
 زمین شق ہوئی ٹکڑے ہو اہی چرخ کہن
 امیر جان سُخن تھا امیر جان سُخن
 ہوئے نظام جہاں کا سبب نظامِ دکن
 خدا کے نام مبارک لہجے زبان و دہن
 برفق تاج و نگہاں پئے زمین و زمین
 خدا کے نام دل و جان و کام و نطق و دہن

جب آ رہے زمین پر اپنا یہ قصر تن کہا اس کا اعتبار؛ پرانا مکان ہے

پنی لی اگر بڑھاپے میں تھوڑی سی لے ریاض

دنیا پکارا تھی کوئی رعنا جو ان ہے

قطرہ تاج و تاج و ملالِ خدائے سخن حضرت امیر مہیا فی حُصْنِ اللہ علیہ

استاد تاجدارِ راعم پو خط اللہ ملکہ

| | |
|---|---|
| یہ آج ٹوٹ پڑا مجھ پر آسماں کیا؟ | کہ دیکھنے میں پُرانا نہ تھا یہ چرخ کہن |
| نہ کہنگی تھی نہ بوسیدگی کہیں سے عیاں | کہ میں کہوں کسی سیکس کا گنبدِ مدفن |
| نہ میں نے نالہ کیا تھا کوئی فلکِ فرسا | نہ آہ نکلی تھی مُنہ سے کوئی سپہر شکن |
| مری فغاں سے پڑا تھا کبھی نہ اس شگاف | نہ میں نے کھولے تھے اپنے لبِ بان و ہن |
| ضرور پیش اسے آئی کچھ نئی اُفتاد | خمیدہ تھا ہی بُری طرح ڈال دی گردن |
| نگاہِ یاس کو بھی کچھ کرید تھی نہ خلش | گرے میں ٹوٹے تارے بڑی ہر کچھوں وزن |
| نہ ہر دماہ سے ان بن تھی چشمِ حسرت کو | یہ کیا ہے پھوٹا ہے اس کے دیدہ روشن |
| بہت ہی خون بہا یا ہے پھوٹی آنکھوں سے | شفق ہی یا ہے ہو سے رنگا ہوا دامن |
| شکستِ چرخ کی آواز ہے کہ رعد کا شور | چمکے درو کی یا صاعقہ ہے شعلہ فگن |
| یہ کشتِ زارِ فلک ہے کہ شعلہ زار کوئی | کہاں کا خوشہ پر دیں کہ چپنک گیا خرم |
| یہ کہکشاں ہے کہ بامِ فلک سے ہم پھوٹی | لیک یہ آگ کی ہے یا شفق کا ہوا دامن |
| لیک سے شعلوں کی ہر اور آسماں کا سماں | ہزاروں خستہ و نبالہ دار ہیں روشن |
| یہ چھینٹے ابر کے جلتے تھے کی بوندیں میں | کہ بڑھ کے آگ نے اب تنہا مٹی ہو سقفت کہن |

اسی کی قدر شناسی نے یہ اثر ڈالا
 اثر نہ ضعف کا پروانہ عمرِ آخر کی
 پہنچ گیا در محبوب پر تو پھر کیا تھا ؟
 حضورِ شاد کی میتابیاں وہ بادلِ شاد
 ہجومِ خلق نے کیا کیا جگہ دی آنکھوں پر
 امیرِ دجوش طرب اور ہنستی پیشانی
 وہ جانتے تھے کہ رہنا پڑے کا محضرب
 مال پرستی نظر ابی جان ہی دے دی
 وہی دیار وہی کوچہ و درم محبوب
 لگی ٹھکانے دکن میں امیر کی مٹی
 کس نہ دے رہے ہر دم سے گنبد کا
 نہیں امیر تو کیا اختر و جلیل تو ہیں
 خدا کرے کہ امیر اللغات چھپ جائے
 تمام عمر رہے گا امیر کا ماتم
 تڑپ رہا ہوں کہ قبرِ امیر تک پہنچوں
 جو اہلِ ساسا ستارہ نور و دکن
 نہ شکوہ سنجی غربتِ نعل میں یادِ وطن
 بنی تھی مہرِ تبسمِ جبین کی تھی جو شکن
 جنابِ دلِ غ کے قبضے میں یارِ کد امن
 جھکا کوئی کہ جبینِ نسیا زہور و شن
 وہ نورِ چہرے کا وہ انکارِ خلقِ حسن
 کہ مجھ کو کھینچ کے لائی ہے خاکِ پاکِ دکن
 کہ ہو دیار میں محبوب کے مرادِ فن
 چھٹا نہ دامن محبوب و سایہ دامن
 عجب نہیں ہر گردوں ہو گنبدِ بدن
 جہاں میں اور بھی نامِ امیر سرورِ شن
 سروں پران کے رہے شہِ کاسیہ دامن
 اوازِ بان کرے شکرِ شہرِ یارِ دکن
 مٹائے مٹ نہیں سکتا کبھی یہ رنجِ دمن
 دکن سے دور ہوں میں اور دور مجھ سے دکن
 رہے یہ سال سرِ قبرِ دیارِ امیر
 فقیر کو چہ محبوب امیر ملکِ سُخن

تاریخ امتعال پیر ملان جناب فصیح الملک بلبل ہندوستان

یہ ہے اثر کہ اگر لے ذرا قدم جھک کر
 جو چاہیں اُس کے ہوا خواہ مرتبہ دنیا
 وہی نبی کا ہے نائب وہی ہے علی اللہ
 اُسی کی ذات سے ظلمت ہے کفر کی کافور
 اسی کے نام کے ڈنکے بجے ہیں عالم میں
 اسی کے نور سے ہر ذرہ تابناک ہے کج
 اثر یہ جو دکا شرق و شمال و غرب میں ہے
 لکیریں ہاتھ کی جو دو سخا کی نہریں ہیں
 رہی نہ قدر زمانے میں ابر نیساں کی
 لٹائے گنج زرا تے بلند ہاتھوں سے
 لٹائے درہم و دینار جس قدر اُس نے
 اسی سے کوڑیوں کے مول اب جواہر ہیں
 زمیں کا پیٹ خزانوں سے بھر دیا اُس نے
 زمین بعل و گہرا گلے وہ جدھر گزرے
 یہی نہیں کہ پہاڑوں کی جھولیاں بھریں
 میں وہ کہ عمار ہر اک سے مجھے خدا کے سوا
 اسی کی مملکتِ نظم میں بھی شاہی ہے
 نظر سے گزریں جو یہ بے بہا ورا شمار
 اسی نے د آغ کو اُستاد کا دیار تہ

جواں ابھی تھے سر سے ہو پیر چسپ خٹن
 غبارِ راہِ فلکِ ذرہ ہو مہِ روشن
 اُسی کے سائے سے چودہ طہق ہے روشن
 اُسی کے ہاتھ سے ہی شمعِ دین کی روشن
 اُسی کے نام کے سکے کا ہر طرف ہے چلن
 اُسی کے نور سے گھر گھر چراغ ہے روشن
 کہ کھینچ رہا ہے دکن کی طرف ہر اک اس
 ہمیشہ آبِ گہر جوشِ زن ہے موجِ فلک
 رہا نہ بحرِ عدن میں اب ایک دُورِ عدن
 نہیں ستارے پُر آذر ہے چرخ کا دامن
 نہ ذرے اتنے نہ قطرے نہ دانہ خرمن
 نہ قدرِ لعلِ بدخشاں نہ قدرِ لعلِ یمن
 کہ لے کے نکلے زرِ گل جو نکلے نخلِ چین
 جہاں ہو نقشِ قدم وہ جگہ بنے معدن
 دُورِ خوش آئے دریا کا بھر دیا دامن
 عجب نہیں کفِ سائل بنے مراد امن
 وہی ہے آج زمانے میں قدر دانِ سخن
 بھرے وہ لعل و گہر سے ابھی مراد امن
 اُسی کا بندہ احساں بنا خدا کے سخن

جلیل صاحب جلیل شاگرد حضرت امیر مینا کی است و حضرت میر عثمان علی خان بہادر

سلطان دکن غلطہ اللہ ملکہ و سلطنتہ

| | |
|------------------------------|--------------------------------|
| جلیل استاد کے تم جانشین ہو | تمہیں کہتے ہیں ہم استاد من بھی |
| طبیعت میں وہی استاد کارنگ | وہی شوخی وہی لطف سخن بھی |
| عجب بندش عجب ترکیب اشعار | وہی اشعار میں ہے بانگین بھی |
| اثر انداز ہے نکھر اہوار رنگ | عناد بھی فدا صدقے چمن بھی |
| مسل نظم کی لے گی بلا میں | جھکی پڑتی ہے زلف پر شکن بھی |
| امارت بھی ملی ملک سخن کی | ہوئے اب صاحب تاج سخن بھی |
| سمجھتا ہے تمہیں سرمایہ ناز | ریاض خوشنوا شیریں سخن بھی |
| تمہیں یکتا سمجھتا ہے زمانہ | تمہارے معتقد ہیں اہل فن بھی |
| تمہیں سب جانتے ہیں مانتے ہیں | اہل لکھنؤ اہل دکن بھی |
| تمہارے قدردان ہیں آصف و شاد | وزیر ملک بھی شاہ و زمین بھی |
| مبارک ہو در آصف کے سجدے | مبارک ہو تمہیں تاج سخن بھی |

۱۰ ۶ ۱۹

تاریخ طبع دیوان مہر موم چائن تنصیف جناب جلیل القدر و فاضل حسن صاحب بہادر

شاگرد خدائے سخن حضرت امیر مینا فی حقہ اللہ علیہ استاد اعلیٰ حضرت

میر محبوب علی خاں مرحوم سلطان دکن

خوب چھپا تازہ کلام جلیل کیوں کہ ہیں سب اسے جان سخن

نور پیر خان داغ دہلوی شاگردِ ذوقِ مہرِ موم

ہے قیامت داغ کا مرند یا ض
 گوشتِ محل بنا ہے کینج گور
 اٹھ گیا شاہنشاہِ ملکِ سخن
 غم سے گویا بن گئی ہے جان پر
 دل کو بھی دیکھو! جگر کو دیکھ کر
 پھیر لائے اس مسافر کو کوئی
 آئی ہے کس کو مٹانے؟ داغ کو؟
 زندہ جس کا نام ہے 'مرتا' نہیں
 داغ مٹا ہے مٹانے سے کوئی
 اے لحد! تو چاند پر ڈالے گی خاک
 کیا چھپانے ہے تری چھپ جائی داغ
 وقت پر آنکھیں چرا نا اے لحد!
 مر کے بھی پیش نظر ہے شکلِ داغ
 شہرِ ماتم آج ہر محفل میں ہے
 بندیلے سخنِ محل میں ہے
 خامشی بزمِ شاد دل میں ہے
 غم زدوں کی جانِ مشکل میں ہے
 اور بسل پہلوئے بسل میں ہے
 وہ ابھی تو پہلی ہی منزل میں ہے
 لطفِ اصل کو سنی لا حاصل میں ہے
 راستی اس دعویٰ باطل میں ہے
 وہ فروغِ شمع ہر محفل میں ہے
 داغ آغوشِ سہِ کمال میں ہے
 وہ نہاں تجھ میں عیانِ دل میں ہے
 یہ بُرائی تیری آب و گل میں ہے
 آنکھ کہتی ہو وہ میرے تل میں ہے

کہہ رہا ہے صبحِ سالِ وفات

اے لحد! اب داغ لاکھوں دل میں ہے

تاجِ طبع و دیوانِ مہرِ موم بہ تاجِ سخن و لہجہ جنابِ لیل القدر حافظ

حسب فرائض افتخار الملک مصطفیٰ

آنجنہانی مہاراجہ گوالیار کے ولی عہد جانشین مہاراجہ حال بالتقابہ کی ولادت تہنیت میں

وہ پو پھوٹی کھلا ہر میکدے کا در مبارک ہو
نظر کیونکر نہ خیر ہو وہ چمکے سینکڑوں سورج
وہ بھڑکی آتش ترمج مے اٹھی شرب کر
اگی ایسی اٹھی لوہن کے سورج بام گردوں سے
شفق کا دامن نگیں لپٹ ہو آتش ترکی
زیمیں! تجھ کو مبارک ہو بہار لالہ احمد
یہ ساغر ہے کہ سورج ڈوب کر نکلا غم مے سے
اہل کر خمدے میں مے غم گردوں سے آؤ گی
شفق مے چرخ مینا آفتاب صبح سانچے
وہ تارے جھلکائے وہ سپہیدہ صبح کا چمکا
یہ کیا ہے خسرو پر وزیر و جمائے اٹھ کے آؤ میں
اری او قلقل مینا یہ تو نے صورت چو نکلا ہے
یہ دختِ رزنے پائے موج سے ٹھکرا دیا شاید
چہ شراس کے خرام ناز کا ادنیٰ کر شمر ہے
بہت ملتی ہے موج مے نگاہ مست ساتی ہے

طلوع صبح عشرت لے شہ خاں مبارک ہو
وہ چمکے جام پُر زرجلہ ساغر مبارک ہو
نئی آتش نیا شعلہ نیا اختر مبارک ہو
غم گردوں نیا تجھ کو یہ جام زر مبارک ہو
مبارک ہو فروغ بادہ احمد مبارک ہو
فلک! تجھ کو شفق گوں نور کی چادر مبارک ہو
کرن سورج کی تجھ کو لے خط ساغر مبارک ہو
غم مے! تجھ کو جوش بادہ احمد مبارک ہو
نئی صہبا نیا مینا نیا ساغر مبارک ہو
تجھے لے صبح انوار دیدہ اختر مبارک ہو
تجھے اعجاز عینی لے لب ساغر مبارک ہو
در میخانہ پر ہنگامہ محشر مبارک ہو
عدم والو اقیامت کی تمہیں ٹھو کو مبارک ہو
مبارک ہو تمہیں یہ فتنہ محشر مبارک ہو
اتر جائے جو خود ہی دل میں وہ شتر مبارک ہو

مستند اس کے لئے قولِ ریاض
 فیضِ سانسِ ساقیِ نینا پرست
 لیں اسی میخانے سے اب غمِ کھم
 جانِ سخنِ! تجھ میں ہے خانِ امیر
 جانِ سخنِ! تو نے بچا یا اسے
 جانے کو تھی باغِ سخن کی بہار
 داغوں کے تھے بلغِ کھلے بعدِ داغ
 کس سے کہوں؟ کون بنا بعدِ داغ
 رہ گئے ہم گردِ پسِ کارواں
 نقشِ کفِ پا بھی نہیں نقشِ آب
 آنکھ میں دے کون جگہ؟ خاک کو
 جھوٹ ہے یہ کوئی نہیں رتبہ دان
 پیشِ نظر قدِ رجنابِ جلیل
 لطفِ بیاں شاہِ معنی کی جان
 جانِ سخنِ! نے نئی پھونکی ہے روح
 وصف میں اشعار کے تارِ بج ہے
 جانِ سخنِ! جانِ جہانِ سخنِ
 منہجے ہیں پیرِ مغانِ سخنِ
 بادہ فروشانِ دکانِ سخنِ
 جانِ سخنِ! تجھ میں ہے شانِ سخنِ
 درنہ مٹا ہی تھا نشانِ سخنِ
 جمنے کو تھا رنگِ خزانِ سخنِ
 کس سے کہوں؟ دردِ نہانِ سخنِ
 چارہ گردِ دردِ نہانِ سخنِ
 نقشِ کفِ راہرواںِ سخنِ
 خاکِ برآبِ رواںِ سخنِ
 کوئی نہیں مرتبہ دانِ سخنِ
 ہیں ابھی کچھ مرتبہ دانِ سخنِ
 دے گا رتی ابھی جانِ سخنِ
 جانِ سخنِ! کیوں نہ ہو جانِ سخنِ
 بڑھ گئی ہے تاب و توانِ سخنِ
 ہیں وہ سبھی روحِ رواںِ سخنِ

چمن لئے چبھتے ہوئے شعرا سے ریاض

دل میں ہے اب نشترِ جانِ سخنِ

مبارک لفظ "میری" ہے کہ یہ ہے نام ملک کا
 عموماً "میری" ماوراس کو اہل ہند کہتے ہیں
 ہے اب جارج بھی یہاں جیاجی راؤ کے سر پر
 بہت چبھتے ہوئے مرگاں بہت چلتے ہوئے بارو
 نوید فتح و نصرت ساتھ اپنے لے کے آیا ہے
 مبارک ہو قدم اس کا قدم اٹھ جائیں دشمن کے
 ہمارے سر پر بیگ کا فتح کا اس جنگ میں ہرا
 قریب اب ہے کہ پاؤں تخت برلن سے دھواں اٹھے
 پھٹیں جب ہم کے گولے آئے یہ آواز گولے سے
 ہوا پر ہر طرف اڑ رہی ہیں اڑتے نظر آئیں
 یہ غل ہو آسمان پر پیلن کے اڑ گئے پرزے
 وہ سب میزین ڈوبے اور وہ بیر اہوازوں کا
 سمندر موجزن ہو تنگ کا تختہ یوں اُلٹے
 فضا کے چرخ تک موج ہوا میں گونج ہو اس کے
 سوئے یورپ گئیں کس شان سے تو میں میسوں کی
 مبارک ہو حکومت جارج بیجہ تیری برلن پر
 مبارک انجمن آرائیاں ہم کو مسرت کی
 پری پریس سے آئے بن کے ساتی بزم عشریں
 کہے ساتی لپ نازک سے لطف دور سے کیسا
 مبارک ہو کہ "میری" اب بنی ماور مبارک ہو
 یہ تخصیص اس کو طفل بلند اختر مبارک ہو
 خدا یا جارج بیجہ کو بھی یہ دلبر مبارک ہو
 دل دشمن کو زخم ناوک خنجر مبارک ہو
 ہمارے شیخ برآں کو عدو کا سر مبارک ہو
 ہمیں جرم تری پامالی لشکر مبارک ہو
 مبارک ہو ہمیں تیغ ظفر سپیکر مبارک ہو
 تماشاؤں شرار و آتش و انگر مبارک ہو
 شکست گنبد دیوار و بام و در مبارک ہو
 فضا میں آگ پرواز کو چکر مبارک ہو
 زمین پر شور ہو ٹکڑے ہو افواہ مبارک ہو
 ہوئے ٹکڑے وہ نوا بکا ہو میٹر مبارک ہو
 ڈر ڈنٹ و کروڑ کو وہاں لنگر مبارک ہو
 کہیں قصر سمندر سے ارل کچنہ مبارک ہو
 چڑھائی دیسیوں کی ہم کو یورپ پر مبارک ہو
 حکومت جارج بیجہ تیری برلن پر مبارک ہو
 مبارک ہو ہمیں دور سے دسانہ مبارک ہو
 تجھے ایو زیم سے ساتی پری سپیکر مبارک ہو
 نشاط دور شاہ و عدالت گستر مبارک ہو

روانی موج نے کی میکشوں سے صاف کتنی ہے
 وہ خنجر ہو کہ نشتر ہو حیاتِ جاوداں بخشے
 بطن نے پر پرواز یہ کیسے نکالے ہیں
 زمیں سے آسمان تک جلوہ گاہِ دخترِ رزہ
 حرم بھی دیر بھی ہے جلوہ گاہِ دخترِ رزہ
 جو آئے پاک جلوہ آکے دیکھے چشمِ سلوٹ سے
 ذرا آنکھوں سے چن لے سنگِ شیشی کی گڑبڑ میں
 پریشانی شکریہ میں ہو جو پہنچے دستِ میکش سے
 یہ کیسی ہے؟ کیا میکدہ ہے؟ صبح کیسی ہے؟
 یہ ہے وہ ہے کہ جس سے غم غلط رہتا ہے دنیا کا
 لگی دل کی بجھالے آج وہ بھی دن ہی ایسا ہے
 ہر شاخ تلخ ہے گا لطف اس کو تلخی نے کا
 نہیں موقع جو خاکِ اندر میں اُس کو کھو کوئی
 فراوانی نشاط و شادمانی کی یہ کہتی ہے
 درِ دولت سے فیضِ عام کے چشمے ہو کھجاری
 جو ذرہ کیسے زہر ہے تو پارس در کا پتھر ہے
 ستارہ تلخ کا چمکا ستارہ راج کا چمکا
 بڑھیں سن کی طرح اوصافِ عدل جو بھی ہیں
 یہ وہ فرزندہ اختر ہے جو قسمت کا سکندر ہے
 جو پھر جائے گلے پر خود ہی وہ خنجر مبارک ہو
 اثر ہو جس کے موج نے میں دماغِ مبارک ہو
 ابھر کر موج نے کہتی ہے بال پر مبارک ہو
 مرد و خورشید کو بھی گردشِ ساغر مبارک ہو
 نیا عالم نیا جلوہ نیا ساغر مبارک ہو
 جو آئے مثل مینا کے جھکانا سر مبارک ہو
 تجھے زائد فدا کا گھر حرم کا در مبارک ہو
 عوضِ شیشے کے پتھر جائے تو پتھر مبارک ہو
 کہ ہر سو شور برپا ہے مے و ساغر مبارک ہو
 نشاط و عیش نے دل میں کیا ہو گھر مبارک ہو
 پئے سوز و دروں دشمن کو چشم تر مبارک ہو
 اسے پینے کو آنسو آنکھ کا ساغر مبارک ہو
 بہت بچانکی جو خاک اس کو بھی اشکِ مبارک ہو
 خوشی ہر ایک کو ہر ایک سے بڑھ کر مبارک ہو
 مے و عشرت کا گھر بیٹھے ہوئے ساغر مبارک ہو
 یہ خاک در مبارک ہو یہ سنگ در مبارک ہو
 مہاراجہ کو فرزند کو اختر مبارک ہو
 مبارک ہو مبارک اور تاجِ شہر مبارک ہو
 دھرم باپ اس کا بننا ہند کے قیصر مبارک ہو

حال فرماؤ اپنے دارالاقبال بھوپال غلام اللہ علیہ السلام

کیا بیاں ہو رتبہ حاجی حمید اللہ خاں
سنگے اس کے کف پانے کیا پید ایل
اس کے خاک آستان کے ذریعے اختر آفریں
رگزار اس کی ہے گویا نور کے دریا کی موج
چاند سورج آنکھ سے اپنے لگاتے ہیں قدم
انجم افروز فلک ہے ہر چراغ انجمن
چرخِ اطللس فرشِ پاندا ز اس کے واسطے
اللہ اللہ جس کی رفعت قرب حق کی خواستگا
انجمن میں دور ساغر گردشِ دوراں سے تیز
لذت ایسی جس کے آگے پھیلے دنیا کے مزے
دور سے آتی ہے یہ بزمِ عالی کے لئے
حق شناسی ہر شریک انجمن کا کام ہے
گوشے گوشے میں نظر آتا ہے عالم نور کا
گہرِ خلوت میں حق آگاہ عبد حق شناس
بزم میں موج تبسم جامِ مے کی موج ہے
بزم میں مے کا چھلکتا جام اس کی چشمِ لطیف
بزم میں تیغ کمر گویا ادائے حسن و صنع

سایہ حق فرق پر زیر قدم نہ آسمان
آفتاب آسمان ہے لعلِ سنگ آستان
اس کے نقش قدم پر بدرِ کامل کابیاں
دن میں سورج کی کرن کا تارشب کو کھشاں
ذرہ ذرہ نقشِ پا کا تاج فرقِ فرقداں
کہکشاں بتا ہے اٹھ کر شمعِ محفلِ کھواں
سر پر اس کے راہ میں ابرِ کرم چترِ رواں
کس قدر سے الگ ہے اس کی خلوتِ حکماں
مے وہ مے ادنی اثر جس کا نشاطِ جاوداں
قوت ایسی ایک مے جو زمین و آسمان
اس کے ملنے کی جگہ ہاک بڑی اونچی دکاں
بزمِ عالی کے سوا دورے عرفاں کہاں؟
قد آدم آئینوں میں جلوہ کون و مکان
اور بزم و رزم میں وہ اک امیر حکمران
رزم میں بہرِ عد و حسینِ حسین نوکِ برناں
رزم میں بہرِ عد و ابرو کے بل تیر و کہاں
رزم میں تیغ کمر پر برقِ خاطر کا گماں

مبارک قیصر ہند و ستاں کا سہ کو سایہ مبارک جامِ صحت ہو ماراجہ کا بھی ہم کو
 کہوں کیا بادۂ شیراز سے بہرِ ناز و نغمہ کہوں کیوں پرنگالی بادۂ احمد مبارک ہے
 بھرا آبِ حیات اس جام میں ہی جامِ مکیا جو بخشے جاودانی عمروہ ساغر مبارک ہے
 تھے صد قمر و ساقی اے ساقی تے صد تے زبانِ موجِ شیشے کا دہن ساغر کے لب ساقی !
 نوائے نغمہ رنگیں ہوا میں ہر طرف گونجے رسائی نغمہ رنگیں کی گردوں پر مبارک ہو
 کہے سب طرب افزا اثر اس خوش نوائی کا نشاطِ قصص موج و شیشہ و ساغر مبارک ہو
 جہیں پر لطف و داد و خشت زافشاں تاروں کی مبارک ہو شریا کا تجھے جھوم مبارک ہو
 جو بجلی بن کے برق آنکھ تو شعلے بالیاں بن کر تجھے او و ختر زرا نور کا زیور مبارک ہو
 جو بالا بالہ نہ ہو تو پروں کان کے پتے مہ نو کا گلے میں تیری طوق زر مبارک ہو
 گلے میں موتیوں کا ہار ڈالے کہکشاں جھک کر کہے ہر مہفت ہونے پر فلک جھک کر مبارک ہو
 ادا و قصص میں رنگیں شفق منہ پر جی آپھل شفق اے دختِ رز پھولے تری منہ پر مبارک ہو
 مرست کی یہ جو ہیں میں شفق بن کر جو پھولی ہے تجھے لطف بہارِ لالہ احمد مبارک ہو
 سلامت بزمِ ساقی سلامت بادۂ شادی یہ دور بادۂ گل رنگ تا محشر مبارک ہو

ریاض اشعار سن کر آپ کے ہم بھی یہ کہتے ہیں
 صلے میں آپ کو گنجینہ گوہر مبارک ہو

تہنیتِ خطیبِ حضورِ نوابِ سیدِ خدا خاں بہادر

حور کو فردوس سے لائے بہارِ رام پور
 لالہ و گل سے ہمیشہ ہے بہارِ رام پور
 کان کو آویزہ دے عکسِ زمر و آفریں
 ہم قدم ہم رنگ ہیں تھی ہو سب ایک ڈال
 کس کی آنکھوں میں نہیں دھڑکتی تالی کا
 موتیوں کے ہار میں ٹھہرتی ہوئی ہو جہیں نہیں
 آسمان کی آنکھ کے تار دی ہیں فیرے راہ کے
 اختر افشاں دامنِ گردوں میں ہی خاک کے
 آنکھ میں چمک کر ہر اک دل میں یہ پاتا ہے جگہ
 یاد رکھنا بات میری جانے والو خلد کے!
 کوئی بھی سبستِ محو غماں نہیں کوثر پرست
 حور بھی لائے چھلکتے جام کوثر کے اگر
 بخودی میں ہو نہیں سکتی کبھی یادِ خدا
 نام لے حورانِ جنت کا تو دونوں میں بٹے
 مصطفیٰ آباد پر سو بار ہو وصلی فدا
 ہر گھڑی ساتوں فلک میں صدقے کس کے چتر پر
 دولتِ دنیا ملی عزت ملی رتبہ ملا
 آج ہے سرکارِ انگلش میں نہ مانے سو
 رحم کا موقع بھی ہے ہیوٹ بھی میں ہلکھی میں

قاف پر یوں کو کھینچے سبزہ زارِ رام پور
 مٹ نہیں سکتے کسی نقش و نگارِ رام پور
 سبزہ خطائے بے سبزہ زارِ رام پور
 ساغرِ باقوت برفِ لالہ زارِ رام پور
 قاف کی پر یوں کا گھر ہے کوہِ سارِ رام پور
 آبِ گوہر سے بھری ہے جو بہارِ رام پور
 کہکشاں کو بڑھ کے ہر ہر چکرِ رام پور
 خوش پرویں کا فرمن ہے عمارِ رام پور
 یار کی چھتتی ہوئی مرگاں ہے خارِ رام پور
 خلد میں بھی یاد آئے گا دیارِ رام پور
 کیا کرے جنت میں جا کر بادہِ خوارِ رام پور
 آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے میگسارِ رام پور
 ہو نہیں سکتا ہے بخود ہوشیارِ رام پور
 کوئی پا جائے جو داعظا گلہ زارِ رام پور
 لکھنؤ سو بار ہو آکر تشارِ رام پور
 تاجداروں میں ہو کیسا تاجدارِ رام پور
 بن گیا جو ہو گیا امیدوارِ رام پور
 اعتبارِ شہر بار و اعتبارِ رام پور
 میں بھی ہوں دہلی میں ساتھ امی شہرِ رام پور

اصفہاں تک نام ہے بھوپال کی تلوار کا
 دیکھنے کی شے ہر دم نونہل کے میدان میں
 دو نونہل آفت چال میں دو نونہل تھمت چال میں
 رخس بن سکتا نہیں ہے تیز گردش و فلک
 کم نہیں یہ فخر اس کے سر اٹھانے سے لئے
 فیل سے سرکار کے ٹکرائے یہ ممکن نہیں
 ہاں بہریت خوردہ جگہاں ہے پیل فلک
 رخس ہو یا پیل ہو یا تیغ ہو سرکار کی
 ایسے بھائی کو لگائے کیوں نہ ہر بھائی گلے
 تاقیامت افتخار الملک کے سر پر ہے
 تو نے دیکھا ہے زمانہ عمر ہے تیری بہت
 عمر بوجھے کوئی تو گنتی کے ہر چھ بیس سال
 ہے انھیں بچائے علیگڑھ بازار کالج کو ترے
 سال نو آیا ہے لیکر سی ایس آئی کا خطا

اس کا لوہا مانتی ہے آج تیغ اصفہاں
 تیغ تو زیب کر ہے باد پاپے زیر راں
 وہ چمکے نونہل میں چمکے جیسو دہری بھلیاں
 شوق سب بن جائی چرخ نیل گوں پیل و ماں
 فیل خانے میں جگہ پا جائے نیلی آسماں
 سر اٹھا کر لاکھ سر ٹکرائے پیل آسماں
 پیل گردوں کا شکستہ دانت ہی یہ کہکشاں
 کوئی ہو قربان میری طبع کی جولانیاں
 ایسے بیٹے کو جگہ دے کیوں نہ پندول میں ماں
 یا الہی سایہ سرکار و الادود ماں
 تو نے بھی دیکھے ہیں اے ہر فلک ایسی جواں
 قابلیت وہ سبق لے جس سے بڑھا آسماں
 پاس بی رہا دوسرا کوئی رئیسوں پر کہاں
 ہو مبارک آپ کو حاجی حمید اللہ شاہ

اس تعلق کا رہے سرکار عالی کو خیال

پیش کرتا ہے نصیدہ یہ ریاض مدح خواں

سائنس شہر و شہر ہمارے رام پور

مقام شکاف ہوس دہلی

این باتم سخت است کہ گویند جوان مرد

کیوں جہاں میں تیرگی پھیلی ہے آج کیا ہوئے اس کج تیغ تیرے مہر و ماہ
آفتابِ حشر گم ہے خوف سے ہے مہربان جس درجہ یہ روزِ سیاہ
رک گئے تیارے اپنے دور سے پھر رہے ہیں کارواں گم کردہ راہ
کالے کالے غم کے بادل چھائے ہیں کھولے ہیں لاکھوں حسیں زلفِ سیاہ
کیسے اہلِ شہر کیسے رام پور سچ تو یہ ہے آج دنیا ہے تباہ
ذاتِ اقدس سے ملی تسلیم صبر کام آیا سایہ ظِلِّ اِلَہ
عمرِ خضر اللہ دے سرکار کو روزِ افروز ہو الہی عز و جاہ
میں کہوں تو کیا کہوں؟ تاریخِ غم رنج سے خود ہے مری حالت تباہ

قسمتِ عالم میں لکھا تھا یہ یا ض

داغ ہو اس چاند کا عالم کو آہ

۱۳ ۲۹

عرضداشت

بعضو العلیٰ حضرت پر نور ہر ہائیں نوا علیٰ خاں در مشک بالقاہ فیروز الہی
جنابِ رشک کا لبِ ہمیشہ نام آئے یہ نام پاک وہ ہے وقتِ پر جو کام آئے
نظر کے سامنے خالی کبھی نہ جام آئے ہلال بھی ہو تو بن کر مہ تمام آئے
غلامِ ساقی کو تر ہے خسروِ جم جاہ نصیبِ جم کو نہیں بزم میں وہ جام آئے
شرابِ کیسی بے بزمِ شہر میں آبِ حیات کسی کی قید نہیں کوئی تشنہ کام آئے

فیض شہ سے یا خدا میری بھی برکت مراد عمر میری بھی رہوں خدمت گزارِ رام پور
یا الہی جان نثاروں میں ہو میرا بھی شمار انگلیاں اٹھیں وہ آیا جلن نثارِ رام پور
کون دے شر کے سوا کچھ کو حلاۃ اشعار کا ہے شہ ملک سخن بھی تاجدارِ رام پور
نبال سکندر کے ریاض

حضرت حامد علی خاں شہر یارِ رام پور

سائنس جناب حامد علی خاں دیوانہ شاکہ فرمانروا رام پور

جب ملک معظم پورے جلوس کے ساتھ دہلی میں بہ تقریب دربار گزر رہے تھے
مہاراجہ گوالیار و شہر یارِ رام پور شمشیر عریاں بدست طنائ گھوڑوں پر عجب
شان سے ملک معظم کے جلوس میں رواں تھے جو ہر مرحوم نے مشکاف ہوس میں
قطع ذیل سنکر حوصلہ آفریں داودی مہاراجہ گوالیار کے متعلق دورِ اقطہ نہیں ملا

موج در موج وہ افواج وہ ترتیب جلوس شاہ کے آگے رواں حضرت شاکہ فیجاہ
کہتی جاتی تھی برابر یہ زبان شمشیر تو سلامت رہے اے پیش رو شاہنشاہ

تقریب عید قربان مقامِ ام پور

اللہ بڑھائے رتبہ و شان حضور ہو خلقِ خدا اتنے میں احسان حضور
کہتی ہوئی آئی ہے یہ عیدِ قربان وہ کون ہے جو نہیں ہے قربان حضور
باختہ آئیں گے کیا کیادیش ہوارِ ریاض سرکار کا دامن ہے گہر بارِ ریاض
نیاں کو نہیں ہے کوئی نسبت اس سے ہے ابر کرم دامن سرکارِ ریاض

درائش علی حضرت نور نور ہائیں نواح علی غاں ہاں بالفا نر و ارمو

اے رشک! ہر اک غنی ہے محتاج ترا ثانی نہیں اے شاہِ زمَن آج ترا
ذرے ذرے کو نور بخشے دِن رات بن کر مہر و مہر سائے تاج ترا

محتاج ترا ہوں کیسے زردیدے مداح ترا ہوں لعل و گوہر دیدے
کچھ کم نہیں میکدے میں تیرے ساتی! عتوڑی سی مجھے شراب کوثر دیدے

میخانہ راحم پور اللہ اللہ! اللہ کا جس میں نور اللہ اللہ!
اللہ رے اتر قیاں فروغ مے کی ہر موج ہے برقِ طور اللہ اللہ!

مینا میں ہے رنگِ امیرِ مینائی کا قلقل میں مزا صریرِ مینائی کا
کیوں جام کرے نہ دست بوی میری میں بھی ہوں مریدِ پیرِ مینائی کا

ساتی ہے میکدے کا رشکِ ذیجاہ کیا عالم نور ہے زما ہی تا ماہ
ہے تو پشکن یہاں صدائے قلقل آوازِ شکستِ توبہ اللہ اللہ!

دورِ مینا بنے جو رقصِ طاؤس پیری میں ہوزع کی نہ تلخی محسوس
صدقے ساتی کے نقشِ پا جبر کا ہے تلجِ سرِ پرویز و جم و کیکاؤس

گئے جو روتے ہو پھول لائے جنت کے
 عجب بندہ نوازی عجب شان کرم
 دم مصاف عدو اپنے خود گلے کاٹیں
 شرارِ نعل کو بجلی بنائے طوقِ گلو
 چھپائے سایہِ خرطوم سب کی نظروں سے
 جو شوق ہے کہ بنے حشر نقشِ پائے حضور
 بلند سب سے رہا مثلِ نختِ شکامقام
 بہت بجا ہے جو نرمِ ادب میں پیشِ حضور
 گئی ہیں پیشتر اس سے رباعیاں میری
 پسند ہیں شہِ والا کو زمزمے میرے
 نگاہِ لطف سیووں دن پھر میں کیسے گھر
 بڑا مزا ہو جو دوں نقدِ میفروش کو میں
 ملاصلہ یہ خبر ہو گئی حسینوں کو
 مجھے لبھانے جو بل کھاتے ناز میں پہنچے
 بڑا مزا ہو ابرا اعتبار اور بڑے سے
 غمِ حسین کے غمِ بھی شاد کام آئے
 ایاز سے وہ بڑے بن کے جو غلام آئے
 جو دستِ شاہ میں شمشیر بے نیام آئے
 چمکے شہ کا اگر رخس خوش خرام آئے
 ذرا سٹ کے اگر فیل تیز گام آئے
 ادب سے لینے کو بوسہِ خرام آئے
 نظر کے سامنے کتنے ہی اونچے بام آئے
 کلامِ تمیر کے بدلے مرا کلام آئے
 مرا کلامِ عجب کیا جو میرے کام آئے
 مے چمن میں نہ صیاد لے کے ام آئے
 مزے کی صبح ہمیشہ مزے کی شام آئے
 مجھے یہ شور کہاں سے گرہ میں ام آئے
 ہم آج رات کو آئیں گے سو پیام آئے
 تو دل کو بچھا نسنے زلفِ بر کے دام آئے
 کہ ان کے حسن کی دولت بھی میرے کام آئے

امید کیسے ذرا تھی مزے کی چیزِ ریاض
 یہ انتظار رہا صبح آئے شام آئے

رباعی

دور سے دیکھو کے دینے کو رنگ لانی ہے گل بہ دامانی
 آسمان اب وہ آسمان نہیں نوجواں ہے جو پیر تھا فانی
 جام برکف ہر ایک کو کب ہے کوئی دیکھے تو عیش سامانی
 مرد و خور بھی ہیں جامِ آتشِ تر آتشیں آب و آتش افشانی
 گردشیں اس کی دور ساغر ہیں مئے عشرت کی ہے فراوانی
 نجم و اختر حباب میں اس کے مے کے دریا کی ہے یہ طغیانی
 شفق سرخ کا نہیں دامن ہے وہ دامان موج طوفانی
 دیکھنا جوشِ آبِ آتشِ رنگ دیکھنا بحرِ مے کی طغیانی
 فلکِ پیر نے نہ دیکھا تھا کبھی اپنے گلے گلے پانی
 چشمِ فیض ہے دو اس کا راج فیض یاب اس سے اربیانی
 ابرو دامن ہو گردِ دامن کا کریں ایما اگر مہارانی
 نظرِ فیض اثر ہے ان کے اُٹھے موجِ آبِ گہر سے طوفانی
 سجد گاہِ فلک میں نقشِ قدم جھلکی ہے آسماں کی پیشانی
 مرد و خورشید کو کو اکب کو نقشِ پا سے ملی درخشاںی
 سر زمین دو اس سے تاجِ رخ بادہ عیش کی فراوانی
 اسی دربار کی جھلک ہے ریاض بزمِ گردوں کی سب فروزانی
 آئینہ خانہ چرخِ عکسِ فلک شمعِ بزم و چہرہ رخِ ایوانی
 دور سے دیکھ لے عطارِ دچرخ آج میرے قلم کی جولانی
 کیوں نہ ہوں شوق سے تاشِ گز فخر میرے لئے شناغوانی

تو چاہے تو غم ہو شا دمانی مجھ کو زہر آب بقا ہوئے ہو پانی مجھ کو
تو وہ ہے مٹا دے جو پڑھا یا بیرا تو وہ ہے جو بخش دے جو انی مجھ کو

ہو قابلِ رشک باو شا ہی تیری شاہوں میں رہے یہ کج کلاہی تیری
تو حامی دیں ہے دیں پناہ ہے تو دنیا میں رہے یہ دیں پناہ ہی تیری

قصیدہ حریر عالی جناب حضور شری منیر بھاگ و تی پر بھارتی نیا

ہمارا لی صدارت دست و اس پانٹی و ام قبلاہا

ماہ میں مہر کی ہے تابانی صبح سے بڑھ کے شام نورانی
ماند ہے جس کے آگے دن کی ٹھوپ چاندنی رات کی وہ تابانی
تارے جو ڈوبتے ابھرتے ہیں دامنِ مہ کی ہے گل افشانی
کہکشاں کو ہے ناز میں بھی ہوں کسی مہوش کی ہنستی پیشانی
گل بہ داماں جیسے جیسے کوئی شفقِ شام و گل بہ دامانی
نوجواں بن گیا ہے چرخِ کہن کچھ نہ تھا ایک پیرِ تنہا فانی
بڑھ کے سج دجِ تنہی کچھ جوانوں سے شفقِ شام اس کی دیوانی
انجم اس کے ہیں انجمن آرا واہ ری بزم کی سرورانی
آسماں میں ہو جیسے آگ لگی ہر طرف ہے وہ شعلہ افشانی
آسماں کی لگی بھانے کو لے کے دوڑا ہے ابر ترپانی

سایہ افکن رہے رعایا پر تا ابد یوں ہی تاج سلطانی

خوش ہمیشہ رہیں مہساراجہ

خوش ہمیشہ رہیں مہسارانی

نظم تاریخی تقریر لادیت خیر خان بہار محمد امیر احمد خان بہار و لعل آباد ام قباک

مَوْسُوْمَہ

”رنگ و بو“

| | |
|----------------------------------|-------------------------------|
| لے محمد امیر احمد خاں | رتبہ دان ریاض خان زاد |
| آپ ہیں وجہ نازش اب وجد | نقش پاتاج سر ہے بہر قباد |
| ڈرتے خاکِ قدم کے اختر مہوں | پیش آئے جو چرخ کو افتاد |
| آنکھ سے خاک آستان جو لگائے | ابھی مینا ہو کہ کورِ مادر زاد |
| آج کیا ہے کہ شاد ماں بخلق | کون ہے بدل نہیں جس کا شاد |
| درِ دولت سے ہو رہے ہیں بلند | ہر طرف نغمہ ”مہارک باد“ |
| ہر طرف کیوں جلیں نہ گھٹی کے چراغ | کی عطاحق نے دخت نیک نہاد |
| مثل دستِ دعا ہیں آج بلند | ہر طرف نعرے زندہ باد |
| آج پھیلا ہے ایسی شمع کا نور | جس کی پروانہ شمع بزمِ قباد |
| مہر و مسہ بھی ہیں جس کے پروانے | پیش آئی انھیں نئی افتاد |
| بڑھ کے ہے لعل شبِ چراغ سودہ | لالی جو پھول آج شاخِ مراد |
| دن دکھایا خدا نے یہ مجھ کو | اپنے آقا کو دوں مہارک باد |

قدروا کج کجاں؟ ایسا؟ ختم ہے آپ پر سخن دانی
 قابلیت حضور کی مشہور نظم میں نثر میں نہیں ثانی
 دستِ گزشتہ زبانوں میں ہر طرف شہرتِ زباں دانی
 اردو، انگریزی، سنسکرت، مطلق مراہٹی میں نہیں کوئی ثانی
 فکر عالی، خیال پاکیزہ برق کی ہے قلم میں جولانی
 ہمہ دیاں جیسے میں مہاراجہ ہمہ دیاں ویسی ہی مہارانی
 ناز ہے مجھ کو اپنی قسمت پر کہ ملی خدمتِ ثنا خوانی
 نسبتِ خاص سے نہیں ہر عجب ناز مجھ پر کرے سخن رانی
 راج مجھ کو پہنائے تاجِ سخن میں بھی ہو جاؤں رشکِ خاقانی
 میری شہرت کو چار چاند لگیں انوری بھی کرے ثنا خوانی
 ہونہ اندام کا بھی مثل کوئی جیسے مدوح کا نہیں ثانی
 رہے ہو ہیں ریاضِ مع طراز رہے اس پر ہو ہیں زرافشانی
 بھریں وہ حیبِ آستینِ دامن یوں ہو زرافاشی و زرافشانی
 موج اٹھے موتیوں کے پانی موج وہ موج ہو جو طوفانی
 سیلِ آبِ گہر نصیبِ ریاض کم سے کم ہو گلے گلے پانی
 دے اُسے جنبشِ لبِ لعلین لعلِ رومانی و بدخشالی
 وقت ہے دل ہو میں مہمانِ دوس دے خدا عیش کو فراوانی
 ہونفروں جاہِ دولت و اقبال ہونفروں سطوتِ جہان بانی
 چتر پرواز مہر و ماہ رہیں اور کیواں کرے مگس رانی

بن گیا، لو خوشی میں خود لبیل
 کھلی باجھیں میں پتے پتے کی
 دوڑی رگ رگ میں خوشی کی ہر
 ہر طرف دھوم ہر طرف ہجوم
 توپ پر توپ سرخوشی میں ہوئی
 اڑ گیا ابر بھی دھواں بن کر
 رزم کے بعد رنگ رزم سے گرد
 یہ اثر بادۂ نشا کا ہے
 میرے لب پر جو جوئے سے آئی
 مے عشرت سے مست ہو ہر ایک
 میں نے آنکھوں سے یہ مان کیا
 خوش ہوں فردوس میں مبارک
 میرے سرکار امیر ابن امیر
 مجھے گھر بیٹھے کچھ پہنچتی رہی
 یا مجھے کوئی باغ تاک ملے
 دانہ پانی جو تاک دے تو رہوں
 آب انگور دانہ انگور
 ہو مبارک سلامتی کے ساتھ
 نذر ہے یہ دعائیں تار و پود
 آگیا اپنے دام میں صیاد
 تالیاں بجا رہی ہیں بادل شاو
 گدگداتی ہے ان کو موج باد
 گوشے گوشے میں اک جہاں باد
 فیر کتے ہوئے نہیں تعداد
 فعلہ ابر ہو گیا بر باد
 ہشت ہشتیرا اور ہشتین قباو
 کھنٹی غم کبھی نہ آئی یاد
 بن گئی نغمہ طرب فریاد
 ٹوٹے پڑے ہیرا شیشوں پر پاد
 ہو گیا شاو وں نا شاو
 مہارانی کو دوسرا کس باد
 رستوں پر جنو بکے مردانہ
 رہے ناتنی کا ٹکڑا آباد
 ہو مرا مستغذہ خدا کی یاد
 کھائے پیتے کی فکر است آزاد
 دونوں، لو اسینگے خدا کی یاد
 نثار اولین شمس مراد
 نذر ہے قطعہ مبارک باد

ہم نو اثاقب و عزیز بھی ہوں دونوں میں اپنے رنگ کے استاد
 ناتواں میں ہوں دور بھر قصر پیش آئے نہ راہ میں افتاد
 دور ہی سے نکالوں حسرتِ دل نکلے حسرت جو دوں مبارک باد
 چاہتا ہوں کہ مجھ میں طاقت آئے طاقت آئی تو جاؤں بادلِ شاد
 بادِ پیمانہ بن ارسے ناصح! بادہ پیتا ہوں ہر صبح بادہ باد
 اٹدی کالی گھٹا جو قبلے سے آگئی پھول سی گلابی یاد
 میں ہوں اب اور میری کشتی نئے کشتی نئے ہے اور بادِ مراد
 محو ہیں عالم خیال میں ہوں بے اثر پند گو کا ہر ارشاد
 بند ہے آنکھ سب سے پیش نظر آئینہ ہر مقام کی روداد
 بے پئے اور ہی ہوا میں ہوں ہر طرف میں فضا میں ہوں آزاد
 مرکبِ آبی نہ مرکبِ بادی کہیں طوفاں ہے نہ ابر نہ باد
 سامنے سبزہ زار "بٹلر قصر" سامنے قلعہ خلق سے آباد
 درِ دولت کا دل کشادہ صحن قصر ایسے کہ گردِ قصرِ قباد
 چمن ایسے کہ جانِ تازہ آئے چمن ایسے کہ آئے جنتِ یاد
 خندہ و نغمہ و گل و بلبل سبزہ و سرودِ قمری و شمشاد
 لبِ گل پر زبانِ بلبل پر نہ گل ہے نہ شکوہ ہے داد
 کھلے جاتے ہیں یہ خوشی سے آج وادہن ہے پئے مبارک باد
 نے غمِ دزد نے غمِ کالا غمِ گلچیں نہ اب غمِ صیاد
 گل چھو اکیوں؟ بنی جو گلشن پر رگِ گل ہے کہ باز و بیداد

جم حشم کے مرتب ہیں میکدہ میں اور بھی
 ہو مبارک میکدہ کو اب نئے ساتی کاہ
 میکدہ میرا سلامت جس میں سورتوں
 تھوڑی سی پیش یہ دینے پانے کو بہت
 کیا نہایت کیا پھوڑ و جیت عربانی لباس
 پی کے بھی آتے رہوں اللہ رک میرا ذوق نئی
 نے گری نظروں و خوشن میں خواب میں کھٹے
 دن پھر دیکھو شباب آیا ملی تعبیر خواب
 خضر راہ میکدہ یوں رہیں یارب صیب
 نائب بن نائب و آقا امیر ابن امیر
 ساتی میخانہ آفتاب مرا مالک مرا
 جام ہم نختہ سکندر سلطنت کے عمر خیز
 اور کچھ باقی ہو تو مسجد کے گوشے کے غوشے

کم نہیں ہیں وہ بھی گویا شاہ شاہنشاہ
 نور بنکر بادہ چھلکے جام مہر و ماہ
 پھول کے ابر بہار اٹھ اٹھ کے گرد راہ
 کام کیا بچہ کو ترقی کن زیر تختو آہ
 کام ہے جام تہی سے واسن کو تاہ
 مجھ میں نہیں گہائیاں وقف ہوں اپنی تھانہ
 موکے کے پھول دست ہم بہادر شاہ
 جام نکلا ڈوب کر خم سے کہ یوسف چاہ
 ان سدا وقف کون ہو بہت و بلند راہ
 کے کو ثابت ہی نہیں کچھ ایسے کیوں جاہ
 میکدہ میں پھول برسائے جو گرد راہ
 مل چکا سب کچھ اسے اللہ کی درگاہ
 میکدہ میں شب کو بٹ کیمکشوں کی راہ

قہر و ہو کر پس خم کے ریاض کے گلے
 عادت اب بھی دسائیں مانگنے اللہ سے

سہرا

موسم بہ قصبہ کوہ پورہ

آپ سے خاص اس کو نسبت ہے

رنگ لائے ہمیشہ باغِ مراد

۱۹

عرض حال و عاۓ دولتِ اقبال

موسوۃ ربکہ

دامن دعا

ہے نمایاں رفعت و اقبالِ عز و جاہ
نام اب وجد کا ہو روشن ایامِ بزمِ امیر
دیکھ کر نقش قدمِ کھل جائیں آنکھیں چرخ کی
خاک یہ کو نقشِ پایسے لگے چار چاند
چشمِ انجم میں بنے ہر خارِ رہ تارِ نگہ
خلق کو ہوا بر رحمت سایہ دستِ حضور
میں گداہوں ناز ہے اپنی گداۓ پر بھی
مانگتا ہے رات دن میری قدح کی خیر جم
کس در دولت سے مجھ کو تعلق کیا کہوں
میکدہ میرِ سلامت سے اُبلتی ہے وہاں
سلسلہ سینم و کوثر سے جس کا خلیں
مے ہے اک از نہفتہ مجھ سے پوچھو از مے
ہیں نقابِ جام میں کیا جلو ہاؤ رنگِ رنگ
کم نہیں ہیں آپے نوں بھائی مہر و ماہ
شان و شوکت ہو مژدوں ہر شاہ شاہنشاہ
آسمان تاروں بھرا شرمائے خاکِ راہ
کہکشاں کا ہمدہ ہو کر منفعل ہو گا
ان کی جاروب مرہ کانٹے ہٹائے راہ
مانگتا ہوں یہ عادی رات میں اللہ سے
کم نہیں ہوں میں کسی کے رتبہ و جہاں سے
کے ملائے آنکھ کیا مجھ بندہ درگاہ سے
میں کبھی جامِ تہی بدلوں نہ تلج شاہ سے
میں ہوں اقف میکدی میں عرضِ مخ کی تھلاہ
واسطہ ہر خاص اسے مجھ مست حق آگاہ سے
پوچھو رازِ ساقی کو شرِ حبیبِ اللہ سے
یہ رنگ و برق کی ہر کس کی جولا نگاہ سے

کیوں نہ قوس قزح کو شرمائے
 شفق آئی جو صدقے ہونے کو
 انقی چرخ پر شفق پھولی
 گل رخسار پر یہ بار نہ ہو
 آنکھ پر لی جگہ پلک کی طرح
 ملیں باہم نزاکتیں کیا کیا؟
 یہ نزاکت بھی اس کا حصہ ہے
 دیکھ کر چہرے پر شباب کا رنگ
 نگہ لطف اس پر اسے نوشاہ
 گل بکف کیا ہوا کی موجیں تھیں
 بھروسے کہکشاں نے ان میں
 تاج سر ساینے خدا و رسول
 سایہ سہرے کا تاج بخش جہاں
 حوریں جنت سے قافے پریاں
 نگہ شوق اٹھا دے تو بڑھ کر
 دیکھ کر آنکھ دیکھنا وہ پلک
 برستے چشم مست نوشہ سے
 تار ٹوٹے نہ بارش سے کا
 ٹڑی اس سویر اک جہاں کی نظر
 تھی سچ دھج لئے نیا سہرا
 شفق رنگ ہو گیا سہرا
 رخ پر اس طرح چھا گیا سہرا
 پھولوں میں آج خود نکلا سہرا
 پنکھڑی پھول کی ہے یا سہرا
 پھول سا چہرہ پھول سا سہرا
 رنگ گلگونہ بن گیا سہرا
 کس اداسے گلے ملا سہرا
 تار جو ہر میں آئینا سہرا
 بن گیا دامن صبا سہرا
 تاروں سے جو گنڈھا ہوا سہرا
 سایہ پنچتن سرا سہرا
 پروبال ہما ہے کیا سہرا
 دیکھنے آئی ہیں سرا سہرا
 بار ہو گا نہ پھول سا سہرا
 دیکھ کر چہرہ دیکھنا سہرا
 ابرا وھرا اور اودھرا اٹھا سہرا
 دامن دخت رز بن سہرا
 ہے زمانے کا آسرا سہرا

بہترین شادی کی تختہ راجہ میر محمد نواز قاری اور امیر محمد نواز قاری

گزارانیدہ ریاض

بھٹو پٹنہ راجہ محمد نواز قاری کے بی بی اعلیٰ علیہ السلام اور امیر محمد نواز قاری

| | |
|--------------------------------|-----------------------------|
| ابر جمست جو بن گیا سہرا | غل ہے نوشت کے سر رہا سہرا |
| بنی شوخی سے دوسرا سہرا | زلف کھل کھلی جب بندھا سہرا |
| رگ ابر بہار ہے ہر تار | ہر طرف آج چھا گیا سہرا |
| نئے سماں میں بزم عشرت کے | نئی دنیا دکھائے گا سہرا |
| جلوس جو بہر حسن مایہ ناز | آنکھ کے آگے لایا گیا سہرا |
| اس کی رگ رگ میں شمع نیاں بھی | سوئیں ایک چلبلا سہرا |
| ساتھ ہے کرن نکیلی پلوں کا | چھیڑ رہے تھکا ہوا سہرا |
| دل میں چھپتی ہے ہر ادا اس کی | شوخی کتنا ہے شوخ ادا سہرا |
| عجب انداز سے ہے چہرے پر | لئے سو حسن جان نازا سہرا |
| کچھ یہ پھولا نہیں سماتا آج | ہے خوشی میں بھلا ہوا سہرا |
| کلی دل کی ضرور کھلی | کھل اٹھے پھول کھل اٹھا سہرا |
| کان میں کہہ گئی نسیم یہ کیا | کچھ ہنسے پھول کچھ ہنسا سہرا |
| نہیں کہتا کچھ اپنے منہ سے کہتے | نہیں دیتا نہ دے ہوا سہرا |
| کوئی گچھیں یہ باغ حسن کا ہے | دام صیاد کیوں بنا سہرا |

پیر و شیعہ مصطفیٰ سہرا

جلوۂ عرش کبریا سہرا

| | |
|-------------------------------|-------------------------------|
| خضر کی طرح رہنا سہرا | جادۂ راہِ ثواب کا ہر تار |
| پاک دامن ہو یا رسا سہرا | پڑھے دامنِ پراس کے شیعہ نماز |
| صوفی یا عفا ہی کیا سہرا | صاف دل صاف طبع صاف نہاد |
| حق سے رکھتا ہو سلا سہرا | تارِ تسبیح تارِ تار اس کا |
| نہ ہے خود میں نہ خود نما سہرا | سب کے آگے جھکا ہی رہتا ہے |
| آفرینش کا واسطہ سہرا | چمن آرائے خلق اس کی بہار |
| مہر کی ضو ماہ کی ضیا سہرا | آنکھ کا نور ہے دلوں کا سرور |
| ہے شریا ہو بھی سوا سہرا | مرتبہ میں سوا یہ کیواں سے |
| جان کو نقش بویا سہرا | پاؤں رکھے نہ چرخِ اطلس پر |
| عقدِ پرویں کو نقشِ پا سہرا | ہے بہت ہی سجا اگر سمجھے |
| طرۂ شاہوں کے تاج کا سہرا | بند ہے دامن سے دولتِ اقبال |
| ہے بڑی دور کا جھسا سہرا | درِ مولا سے مرتبہ یہ ملا |
| گلشنِ خلد کی فضا سہرا | باغِ جنت کے پھول داغِ جہیں |
| بخت رکھتا ہو کیا رسا سہرا | زلفِ جو اس کی مروجہ جذبان |
| سب کی کشتی کا ناخدا سہرا | کیوں نہ لائیں لگا کے کشتی میں |
| درِ مینا نہ کروے واسہرا | نام کشتی کا آگیا لب پر |
| دستِ ساقی کا دگر مرا سہرا | اس کی لڑیوں سے اٹھے موجِ شراب |

گندھی اس میں دلوں کی کلیاں میں
 کج ادا زلف سے کہیں بڑھ کر
 ایک سانچے کے ہیں ڈھلے دونوں
 ایک کانٹے کے ہیں تلے دونوں
 زلف چھائی ہوئی تھی چہرے پر
 قدِ نوشتہ سے گھٹ گیا پھر بھی
 سہرے کی رات نے جو کھینچا طول
 شوق سے اگلے کا بار بنے
 گئے جاتے ہیں دن اسی دن کے
 چشمِ ظاہر میں ہے سراپا دام
 دور اس کو ہے بہت نگاہ بلند
 کوئی دیکھے تو سیدھا سا دھسا
 جانتے ہیں ادا شناس اسے
 ہے غضبِ دورے ڈالنا اس کا
 راز بستے ہیں پرے پرے میں
 سن کے مجھ سے یہ چھیر کی باتیں
 نگہِ شرم بن گیا ہر تار
 اس سے وابستہ میرے تارِ نفس
 کوئی مطلع سناؤں بر جستہ
 چہرے پر آکے کھل اٹھا سہرا
 بانگین کے لئے ادا سہرا
 خوشما زلف، خوش نما سہرا
 شوخ ادا زلف شوخ ادا سہرا
 زلف پر آج چھا گیا سہرا
 ثقافتِ امت سے کچھ سوا سہرا
 بن گیا صبحِ دلکش سہرا
 کھائے دنیا کی اب ہوا سہرا
 یہی دن ہیں کہ دے مزا سہرا
 ہوگا باطن میں بے ریا سہرا
 دام میں لائے گا ہما سہرا
 ہے بہت ہی بنا ہوا سہرا
 کرے ظاہر نہ عیا سہرا
 زلف سے بڑھ کے ہر سا سہرا
 کچھ سے کچھ ہے تر و اسہرا
 رخِ نوشتہ ہے دیکھتا سہرا
 بن گیا سربِ سر حیا سہرا
 درِ دل کی مرے دوا سہرا
 کہے خوش ہو کے "واہ وا" سہرا

کہے لیکر بلا میں نوشہ سے تھے سہری کے سر رہا سہرا
 تھی تعالیٰ سخن سرا یا نہ در نہ میں لکھا ہوں لکھا سہرا
 اور سہروں کی ہوگی کیا نسبت کہیں گے سب سخن سر سہرا
 پنکھڑی کی بھی کم یہ سہرا ہے خرمن گل ہر ایک کا سہرا
 یہ بہت ہے کہ میرے آقا نے لطف کی اپنے سن لیا سہرا
 وقت یہ ہے کہ ہو پے نوشاہ اب مرا دامن دعا سہرا
 اے محمد امیر احمد خان ہو مبارک تجھے ترا سہرا
 یونہی لہرائے پرچم اقبال یونہی لہرائے یا خدا سہرا
 تیری زلفوں کی یونہی لے نوشاہ! کرواٹھکھیلیاں ترا سہرا
 رہے یوں ہمیشہ تیرے سر سایہ والدین کا سہرا
 سہرا تیرا اٹھائے یوں گہر ابر نیساں کی ہوا سہرا

مصرع سال تار ابر کرم
 کہ ہے ابر کرم ترا سہرا

۱۳۵۲۵

سہرا
 مَوْسُوْمَبَّہ

عقد شریا

رخ آتے ہی بنا عرش کا تار سہرا نور اللہ کا اللہ کا سایا سہرا

وقتِ آخر ہے پیرِ نائِب ہوں بوئے مٹکا دے آسرا سہرا
 ہلکی مے اپنے رنگ سے پٹلہ کر دستِ نازک سے دھوڑا سہرا
 ہو گئی میری آرزو پوری آرزو تھی کہ دیکھتا سہرا
 کروے مجھ کو جواں ہوئے بہشت اپنے دامن کی دیوہوا سہرا
 رنگ چھا جائے بزمِ عالم پر رنگ دیو جائے یہ نیا سہرا
 پھلہیں پھولیں لیاصل کے شمار پھلے پھولے یہ جانقرا سہرا
 دھوم مچ جائے بزمِ نوشت میں شور اٹھے خوب ہی کہاں سہرا
 کہہ رہی ہے لطافتِ معنی پھولوں میں بربسا ہوا سہرا
 موج کوثر ہر ایک مصرعِ تر سطحِ کوثر بنا ہوا سہرا
 کیسے موتی پرٹے ہیں انمول کس قدر ہی گراں بہا سہرا
 سہرے کا شعر شعر سلکِ گہر موتیوں کی گندھا ہوا سہرا
 پھولوں نے رنگ بے ہیں کیا کیا ہے یہ باغِ طلسم کا سہرا
 کہیں میا ختہ بہا راجہ بے نئی طرز کا نیا سہرا
 سر محمد علی محمد خان کہیں یہ سب بڑھ گیا سہرا
 سن کے سہرے کو با جھیں کھل جائیں سوز بانوں سے دیوہوا سہرا
 ہے یہ اعجازِ حضرتِ ساحرِ شور اٹھے کہ بول اٹھا سہرا
 خود سخن دان و قدردانِ سخن مدح میں جو سخن سرا سہرا
 جانتا ہے یہ نقشِ پاکوتاج جھہ سانی کو جھکا گیا سہرا
 کیا ٹھکانا ہے اُن کی رفعت کا جن کھسائی سو ہی بہا سہرا

گھر سے اللہ کے لایا ہے مقدر سہرا کیا دلی عہد بہادر کے رہا سر سہرا
 کہتے اختر لئے دامن میں جو پر زہرا کہکشاں لائی ہے تاروں کا بنا کر سہرا
 ساوہ انداز ہیں سہری کے لئے مایہ ناز زیب وزینت کا رہے گیسوؤں کے سر سہرا
 چاند سورج کے ہو کر تار شماعی صدف جب بنا ہے کہیں نوشاہ کا گز بھر سہرا
 کوئی اس طرح بھی مست نہ دیدار نہ ہو نظر آتا ہے بہت آپ سے باہر سہرا
 خط ساغر ہو رگ گل ہو کہ سوچ کی کرن سب بڑھکر مے نوشاہ کا پر زہرا
 سہرے کی رات ذرا زلف نہ اٹھئے اس سے نہیں رکھنے کا لگی بال برابر سہرا
 تار و امان قیامت کے ہو ہی ہیں سب صدف جب بنا ہے قد نوشاہ کے برابر سہرا
 شب ہے تاروں بھری یاد دہنی پر دلی زلف ضو نشان عقد ثریا ہے کہ پر زہرا
 پنجی نظروں میں ہی نوشاہ پھین سہری کی رخ ساغر کے لئے ہی خط ساغر سہرا
 ہر رڑی آج رگ لعل بہنشاں ہے بنی کون کہتا ہے نہیں معدن جو ہر سہرا
 فرد و دونوں نگہ شوق کے الجھانے میں زلف سہری سے سوا زلف ہی بڑھکر سہرا
 چاہتی ہے کہ جو ہو سانی کوثر کی نگاہ اپنی موجوں کا بنا لے سے کوثر سہرا
 سایہ تاج ترا تاج ثریا کے لئے اونج و رفت کا ہی نوشاہ تری سر سہرا
 پنجتن کا رہے نوشاہ ترے سر سایہ یونہی لہرائے ہمیشہ ترے سر پر سہرا

بزم میں دھوم مچی سہروں کی ہے آج ریاض
 میرے سہرے سے کہیں بڑھ کے رہا ہر سہرا

سہرا

آنکھ کا نور ہے یا نورِ نظر کا سہرا
 بن کے تا حشر ہے باپ کا سایہ سہرا
 دور سے اے نگہ شوق بلائیں لے لے
 کس ادا سے ہی نقابِ رخِ زیباسہرا
 زجر و مد کے لئے رخسار میں دونوں مہر
 موج ہے سلکِ گہر حسن کا دریا سہرا
 لگی آنکھیں ہیں حسینوں کی ادھر آماں سن
 خوب تو نے گلِ نرس کا بنایا سہرا
 رخِ نوشہ کی طرف کیوں نہ بڑھایا سوا ہاتھ
 ہے بہت شربت ویدار کا پیلا سہرا
 چھیرٹے کو نگہ شوق کی بنتا ہے حجاب
 کوئی دیکھے تو ذرا شیخ ہے کتنا سہرا
 آج پھولوں کی طرح تاروں کی حسرت نکلی
 ضوفشانی سے بنا عقدِ شریا سہرا
 تیرے چہرے کی یہ بیٹھنے کا نہیں اور شاہ
 رہ گیا بن کے تری زلف کا سایا سہرا
 دیکھنے میں یہ قیامت کی سوا ہو دو ہاتھ
 ابھی سمٹے تو بنے آنکھ کا تار اسہرا
 میں ہر اک تار سے سوتا رہ نظر و ابستہ
 حسنِ تزیں کی بنا آج تماشا سہرا
 پر خمار آنکھ کا نوشاہ کے نظارہ ہو
 صبح ہوتے درمیانہ کرے واسہرا
 لے بلائیں رخِ نوشہ کی الہی من رات
 بن کے گیسو پو میں لہرائے خدا یا سہرا
 ایک وزدیدہ نظر ہنس کے ادھر بھی نوشہ
 آج لایا ہے دکھانے نئی دنیا سہرا

نوشہ کی مت نگاہوں سے نہ لے کامِ ریاض
 نہ بڑھائے اثرِ نشہ صہبیا سہرا

سہرا
 مَوْسُومِ بَہارِ
 عقدِ پرویں

گھر سے اللہ کے لایا ہے مقدر سہرا کیا ولی عہد بہادر کے رہا سہرا
 کتنے اختر لئے دامن میں جو پر زہرا کہکشاں لائی ہے تاروں کا بنا کر سہرا
 سادہ انداز میں سہری کے لئے مایہ ناز زیب و زینت کا رہے گیہووں کے سہرا
 چاند سورج کے ہو کر تار شعاعی صبح ف جب بنا ہے کہیں نوشاہ کا گز بھر سہرا
 کوئی اس طرح بھی مست نے دیدار نہ ہو نظر آتا ہے بہت آپ سے باہر سہرا
 خط ساغر ہو رگ گل ہو کہ سوچ کی کرن سب بڑھکر مے نوشاہ کا پر زہرا
 سہرے کی رات زرا زلف نہ اُجھلے اس سے نہیں رکھنے کا لگی بال برابر سہرا
 تار و امان قیامت کے ہو کر ہیں سب صرف جب بنا ہے قد نوشہ کے برابر سہرا
 شب سے تاروں بھری یا توئی پر توئی زلف ضوفشاں عقد ثریا ہے کہ پر زہرا
 نیچی نظروں میں ہی نوشاہ پھین سہری کی رخ ساغر کے لئے ہو خط ساغر سہرا
 ہر لڑی آج رگ لعل بدشاں ہے بنی کون کہتا ہے نہیں معدن جو ہر سہرا
 غرور و غول نگہ شوق کے اُجھلنے میں زلف سہری سے سوا زلف ہی بڑھکر سہرا
 چاہتی ہے کہ جو ہو ساقی کوثر کی نگاہ اپنی موجوں کا بنا لے لے کوثر سہرا
 سایہ تاج ترا تاج ثریا کے لئے اوج و رفعت کا ہی نوشاہ تری سہرا
 پنجتن کا رہے نوشاہ ترے سر سایہ یونہی لہرائے ہمیشہ ترے سر پر سہرا

بزم میں دھوم مچی سہروں کی ہے آج ریاض
 میرے سہرے سے کہیں بڑھ کے رہا ہر سہرا

سہرا

آنکھ کا نور ہے یا نورِ نظر کا سہرا بن کے تاحشر ہے باپ کا سایا سہرا
 دور سے اسے نگہ شوق بلائیں لے لے کس ادا سے ہے نقابِ رخِ زیبا سہرا
 زجود کے لئے رخسار میں دونوں مرد و مہر موج ہے سلکِ گہرِ حسن کا دریا سہرا
 لگی آنکھیں ہیں حسینوں کی ادھر آماں خوب تو نے گلِ زکس کا بنایا سہرا
 سُرخِ نوشہ کی طرف کیوں نہ بڑھائی سوا ہاتھ ہے بہت شربتِ دیدار کا پایا سہرا
 چھیرے کو نگہ شوق کی بتا ہے حجاب کوئی دیکھے تو ذرا شوخ ہے کتنا سہرا
 آج پھولوں کی طرح تاروں کی حست نکلی ضو فشانے سے بنا عقدِ شریا سہرا
 تیرے چہرے کی یہ ہٹنے کا نہیں ایو شاہ رہ گیا بن کے تری زلف کا سایا سہرا
 دیکھنے میں یہ قیامت کی سوا ہو دو ہاتھ ابھی سمٹے تو بنے آنکھ کا تار اسہرا
 میں ہر اک تار سے سوتا رہ نظر و ابستہ حُسنِ تری میں کی بنا آج تماشا سہرا
 پر خمار آنکھ کا نوشاہ کے نظارہ ہو صبح ہوتے درِ سینچا نہ کرے واسہرا
 لے بلائیں سُرخِ نوشہ کی الہی دن رات بن کے گیسو یو ہیں لہرائے خدا سہرا
 ایک وزویدہ نظرِ ہنس کے ادھر بھی نوشہ آج لایا ہے دکھانے نئی دنیا سہرا

نوشہ کی مست نگاہوں سے نہ لے کامِ نیا صن
 نہ بڑھائے اثرِ نشہ صہبیا سہرا

سہرا
 مَوْسُومِ بَہارِ
 عقدِ پرویں

رندا دھر گاتے طار آئیں جو بزمِ یاقین اس طرف کاگ اڑاتی ہوئی بوتلی لے

پلسا تقریب جان ہار کورٹ سٹلر بموقع دعوت عید

۱

عید باعشرت جاوید مبارک ہو حضور اور جشن کے دجہشید مبارک ہو حضور
رات جو آئے وہ آئے سحر عید لئے ہم کہیں روز نئی عید مبارک ہو حضور

۲

روز تو رنگ نئے لائی مبارک تقریب تو نے ہر رنگ کی پلائی مبارک تقریب
رسم دیرینہ تھی سرکار سے تو بعد ڈر عید بھی کہتی ہوئی آئی مبارک تقریب

ایک خاص کام کے لئے

در پر سرکار کے ہے بستر اپنا پھر بھی نہیں چین یہ مقدر اپنا
سر رکھ تو دیا سنگِ در و دولت پر اب پھوڑنے کو جاؤں کہاں ہر اپنا

پوچھیں مجھ کو یہ میری پیش فرمائیں بگڑی بن جائے اتنی کوشش فرمائیں
سرکار کے لب میں ہے سیمی اعجاز میرے لئے بھی فوراً سی جنبش فرمائیں

قصیدہ جو راجہ امیر خاں دربارِ نقاب کے چھلے کی تقریب میں راجہ بہا
اعلیٰ اللہ مقامہ کے حضور میں پیش کیا گیا

نُظَر

آسماں پہلے بچھا بزم میں سایا بن کر
چاند سورج جھکے جیسے ہی بلائیں لینے
چمکی تقدیر بنا فرشتے وہ دیبا بن کر
رہ گئے خود رخ نوشاہ کا سہرا بن کر

کس کا سہرا مے نوشاہ کا یہ سہرا ہے
رتی تاروں کی چمک جائیگی اٹھتے تو حجاب
آسماں شرف و جاہ کا یہ سہرا ہے
انکھیں کھل جائیں گی کس کا یہ سہرا ہے

دیکھ کر چاند تری چاندی صورت دیکھی
سہری کے عکس کو تسنیم کے چشمے اُبلے
صدقے نوشاہ کے اللہ کی قدرت دیکھی
گوشے گوشے میں تے بزم کی ہنت دیکھی

لڑیاں سہری کی ہیں کیا کچھ نظرِ طوبی میں
کہہ رہی ہے رخِ نوشہ کو چھین سہری کی
عکس نے محلِ جڑی تاجِ سرِ طوبی میں
نئی بھوٹی ہی یہ کوہِ شجرِ طوبی میں

کوئی دیکھے تو کئے کتے سنگار آئی ہے
غنچہ و گل میں سرِ شاخ کہ نکلی ہے ہرات
سرخ لالے کے محافے میں سوار آئی ہے
باغِ نوشہ میں ملھن بن کے بہار آئی ہے

سہرا بننے کو اسی شوخ کا آئینہ آئے
بجلیاں چمکیں نورِ اجھوم کے بادل آئے

فانوسِ شمع، شمع کا دھوکا نہ کھائے گا
 اس انجمن میں ہوا سے درخوریہ دور ہے
 آیا کوثرِ شوق سے ہے بن کے بدر آج
 نسبت اُسے ہو کیا در دولت کی خاک سے
 کیوں اہل بزمِ نقشِ کف پا اسے بنائیں
 اس پر نہیں ہے آبد پانی کا کچھ اثر
 اپنے پرانے کا نہیں جوشِ جنوں میں جوش
 دیوانگی میں طوقِ گلو بھی گراں نہیں
 دستِ جنوں بنائے نہ دستِ شمع کو
 دھوکا بڑا دیا اسے تنویرِ عکس نے
 زندانِ آسمان سے نکالا ہوا اس نے پاؤں
 آئینہ بندیاں ہیں جو تقدیرِ جشن میں
 گردش میں عمر گزری ہو اس کے بھی دن بھریں
 آنکھوں میں راتیں کٹی ہیں اس من کے واسطے
 یہ دن بھی اُس نے دیکھ لیا اپنی آنکھ سے
 وہ کون ہے جو کہہ نہ اُسے اہل بزم میں
 ہاں ہاں یہ بزمِ سحر کیواں جناب ہے
 اور آفتابِ دولت و اقبال ہو بلند
 قربانِ جم بھی جام بھی اس بزمِ جشن پر
 ایسے پڑے ہیں حبیب میں ستر ہزار چاند
 آنے کو آئے روپ بدل کر ہزار چاند
 کل تک ہلالِ تقاعظِ دوری ہزار چاند
 ہو گا کسی حسین کی گلی کا غبار چاند
 آیا ہے آج بن کے بہت خاکسار چاند
 پھرتا ہے دشتِ چرخ میں دیوانہ وار چاند
 تاروں کو آسمان کے سمجھتا ہے خار چاند
 ہلے کو جانتا ہے گریباں کا تار چاند
 دامن کو چاہتا ہے کرے تار چاند
 جھٹک جھٹک کے دیکھتا ہو جو تار چاند
 لوٹے گا آج کھل کے چمن کی بہار چاند
 یہ چاند کیا ہے؟ ایسے سماں ہزار چاند
 آئے جو انجمن میں لگیں اس کو چار چاند
 بڑوں سے کر رہا ہے یہی انتظار چاند
 کیوں بہر بزمِ جشن نہ ہو بیقرار چاند
 ہاں وقت ہو ضرور ہو آگینِ شاد چاند
 جس کو مرے خدا نے دیا گلزار چاند
 دجہ فروغ اور ہو یہ ہونہار چاند
 ساتی اب اٹھ بھی تو تیرے صدقے ہزار چاند

بننے کو شمع بزم نہیں بے شمار چاند
 اللہ اسے یہ کس شبہ انجم خدم کی بزم
 بے فرش اس میں تاروں بھر کو آسمان کا
 یہ دیکھ کر کہ ہے فلکِ اطلس آج فرش
 کیواں جناب کون ہے رونقِ فروز بزم
 ہے کس ادبے باندھے ہوئے ہاتھ لکشاں
 یہ انجمن ہے یا کوئی باغِ طلسم ہے
 پھولا ہوا ہے آج بہت اپنے حسن پر
 گنتی تھی اس کی شہدہ بازانِ حریف میں
 شمع و چراغ بن کے ہوئے بدر انجمن
 کیسی فروغِ بزم سے پھیلی ہے چاندنی
 ہر ذرہ زمیں کو وہ حاصلِ فروغ ہے
 اب شوق ہے بنے شریر شمع انجمن
 پروں نے پر نکالے کہ پروانہ بنے
 سارے بھی ہیں گردِ کچھ ایسی لگی ہے آج
 پروانے کے وصال پر آتا ہر شکستے
 سب جانیں دو و شمع اُسی انجمن کا ہے
 شوقی سے دو و شمع بھی دامن کشیدہ ہے
 دستِ شمع قطع ہوں آئے اگر قریب
 ساحر کی انجمن کو لگانا میں چار چاند
 بے گنتی اس میں تارے ہیں بے شمار چاند
 ٹوٹا طلسمِ حریف، گیا سحر کار چاند
 زر کارمند آ کے بنا زر نگار چاند
 کس آسمانِ چشم کا ہو آئینہ دار چاند
 بحرے کو جھٹک رہا ہے یہ کیوں بار بار چاند
 ٹالے کا جس میں پھول بنا د اغدار چاند
 ہے باغِ باغ دیکھ کر اپنی بہار چاند
 سب تارے اُن میں چاند تھا یہ سحر کار چاند
 انجمِ شرارہ ریز ذابِ شعلہ بار چاند
 گل ہے چراغِ حریف تو کھاتا ہے خار چاند
 شرمندہ آفتاب ہے تو شر مسار چاند
 پھرتا ہے گردِ شمع کے پروانہ وار چاند
 ہاں یہ کہہ رہا ہے کہ ہوگا نثار چاند
 یہ بھی ہیں بیقرار جو ہے بیقرار چاند
 دیکھے ہوئے ہے ہجر کے لیلِ دنہار چاند
 آیا ہے بن کے دامنِ ابر بہار چاند
 ٹکرائے جا کے سر کو سر کو ہمار چاند
 لے کر بلائیں دور سے ہوئے نثار چاند

قطعہ تاریخ تولد فرزند ارجمند حضور نور انبیل

سراج محمد علی محمد خان بیجا درالی یا علیہ

محمود آباد دامت اقبال

ساحر کیوں چشم پر کیوں کے کور شکست
نعمتیں کیا کیا عطا کی دین و دنیا کی سے
بھرو دیا مینائے دل میں بادہ گلزار عشق
ساتھ جس کے کار فرما سانی گوشت کا ہاتھ
گوشتائے گنج قارون لاکھ اس کا دست جود
حق و باطل کے لئے بخشی نگاہ امتیاز
طبع عالی کی رسائی و دراز وہم و قیاس
قوم کے دکھ روپر آنکھوں میں آجاتے ہیں شک
ہو گیا حصہ وہ ہو صورت کا یا سیرت کا حسن
آفتاب آئینہ بن جاتا ہے جس کے عکس سے
کچھ نہ پوچھو اور کیا دیگا اسے رب کریم
رحمت حق سے ماما فرزندِ مہ پارہ بھی اب

مرتبہ کیا دیا اس کو خدائے پاک نے
کیا کہوں کیا کیا دیا اس کو خدائے پاک نے
کیا مے دینا دیا اس کو خدائے پاک نے
وہ خم صہبا دیا اس کو خدائے پاک نے
کم نہ ہوا تانا دیا اس کو خدائے پاک نے
ویدہ بینا دیا اس کو خدائے پاک نے
ذہن بھی کیا دیا اس کو خدائے پاک نے
درو دل کتنا دیا اس کو خدائے پاک نے
حسن مینا تھا دیا اس کو خدائے پاک نے
وہ کُخِ زیبا دیا اس کو خدائے پاک نے
کچھ نہ پوچھو کیا دیا اس کو خدائے پاک نے
آنکھ کا تار دیا اس کو خدائے پاک نے

نام ہوگا اور روشن میرے آقا کا ریاض

چاند سا بیٹا دیا اس کو خدائے پاک نے

اُترے بھی آسمان سے مینائے آفتاب
 آئے بھی بن کے سانگرے زرنگار چاند
 گلگوں شفق ہو ساتھ گلابی لئے ہوئے
 خود مہر ہو سرخم ابر بہار چاند
 آغوش جس کے واسطے موج مئے نشاط
 آئے ہیں دیکھنے وہ نیا بادہ خوار چاند
 گہوارہ جس کے واسطے کشتی ہال کی
 وہ چاند جس کو گود میں لے بار بار چاند
 کھیلے گا کل یہ چاند شب کو اٹھا کے ہاتھ
 اٹھیں گی انگلیاں کہ ہیں بچپن کا یاد چاند
 دیکھا تھا ایسا کاہے کو منہ چاند نے کبھی
 کس کس ادا سے چاند کو کرتا ہی پیار چاند
 دستِ شمع سے نہ بہت اس کو گدگدائے
 ناوان ہو یہ چاند وہ ہی ہوشیار چاند
 منہ پر مہی ہو دونوں کے اقمارِ مرقع شوق
 یہ اس کو دیکھتا ہے اسے بار بار چاند
 تلوں سے اکھٹل کے بنا بدر ماہِ نو
 ہے چودھویں کا چاند لگے اس کو پیار چاند
 لے چاند اتو بھی ساتھ تھا چھلے کے غسل میں
 نکھری ہو چاندنی یہ غضب کا نکھار چاند
 شوق ادا نہ رہا تو دیکھے ذرا کوئی
 کرتا شفق ہی نگہ زرنگار چاند
 ایسے ہوں جشن روز مبارک حضور کو
 دیکھے بہار روزِ نئی گلزار چاند
 پائے یہ والدین کے سانس میں غرض
 جو دیکھے چاند چاند وہ ہو عید کا ریا سن
 پائے یہ نور کی اس چاند کے لئے
 ہر سال دیکھے عید کے یہ بار بار چاند
 تاریخ ہے یہ نور کی اس چاند کے لئے
 مہر وے رشک ماہ کے صد ہزار چاند

منہ دیکھ کر یہ میں نے کہا بہر سال جشن

ہے اچھے اچھے چاند سے منہ پر نشا چاند

تقریبِ مہم نمبری

آفتابِ فلک ہے پر زرتاج عرش پر طرۃ آسمان پر تاج
 جستجو ہے اسے کسی کی ضرور صبح سے کھارہا ہے چکر تاج
 کچھ اسے ہے تلاشِ موقع کی پھر رہا ہے جو اوپر اوپر تاج
 نہیں یہ تو شعلِ مہر نہیں ڈالتا ہے نگاہ سب پر تاج
 بھانتا کچھ ہے دور دور سے یہ نہیں آتا قریب جھٹک کر تاج
 چاہتا ہے یہ زیبِ سر ہونا اسی کوشش میں ہے برابر تاج
 شکل ہے تاج کی یہ تاج نہیں نہ پھرے بن کے مہر انور تاج
 کہو جائے بھی اب تو شام ہوئی آگیا ماہِ ستا سب بن کر تاج
 نہیں گرد اس کے انجمِ اختر ہے لئے ساتھ لعل و گوہر تاج
 تارے کیا کیا ابھر کے آتے ہیں شوق یہ ہے بنے ہر اختر تاج
 لے فلک رتبہ حضرتِ سحلی سایہ اللہ کا ہو سر پر تاج
 تہ پا ہو ہمیشہ پر زرتخت زیبِ سر ہو ہمیشہ پر زرتاج
 ذرہ خاک پا بھی تو یہ نہیں بنتے ہیں مہر و ماہ و اختر تاج
 خاکِ در تک یہ جھٹکے آئیں تو سو کو دے ایک ذرہ در تاج
 یوں سوارِ آج آسمان کو ملے ہو بردِ فلک میں گھر گھر تاج
 تیرے در پر رہوں سراغِ کندہ میرے سر کو ہو تیری ٹھوکر تاج
 لطفِ تیرا میرے لئے خلعت سایہ تیرا ہو میرے سر پر تاج

بہترین نشانی ہمارا محمد علی محمد خان بہادر علی مدد متقا

یہ کیسی بزم ہی کیسی خوشی کیسی مست ہے
 یہ کیسی حسن آرائش نے پیدا کی نئی صورت
 یہ بزم آرائیاں کیسی چمن پیرائیاں کیسی
 یہ ہے دو دو چراغ بزم یا ہے عور کا گیسو
 پر پرواز ہر برگ گل تر نے کئے پیدا
 یہ وہ انجمن چھایا ہوا رنگ چمن جس پر
 یہ ہے وہ انجمن ہر بات ہی میں سلیقے کی
 یہ ہے وہ انجمن جو آئے یہ کہتا ہوا جائے
 یہاں تک بڑھ گیا دور دور باد و عشرت
 یہ کیسی انجمن ہو کیسے کیسے لوگ آئے ہیں
 تری صد تمے ساقی اٹھ بول چلے ساغر
 مزا ہو موج مے چنوائے تنکے بزم ساقی میں
 دم طاؤس مینا ہو عمامہ آج داعظ کا
 بھرے ہیں کہیں ایسے غم نے کھانا نہیں ساقی
 زبان موج دیتی ہے دعا سرکار عالی کو
 صدائے قلقل مینا یہ بولنے کر دشمن
 مبارک ہو مے سرکار کو یہ جشن جشیدی
 یہ کیسا جشن ہے کیسا یہ ہے دربار شاہانہ
 یہ کیسا عالم ہے ہر ذرہ بنا ہے آئینہ خانہ
 جہاں پروانہ بلبل ہو جہان بلبل ہو پروانہ
 یہ شمع نور ہے یا حور ادا جس کی ہرستانہ
 یہ کلیاں ہیں کہ پر باں میں چمن ہی مار چنانہ
 چمن بھی وہ کہ بھولے جس میں بلبل غم کا فسانہ
 ادب آموزیاں کرتی ہی ہاکی و ہونے مستانہ
 رہے لاکھوں برس ساقی ترا آیا دین خانہ
 بنالی شیخ وزا ہد نے بھی اپنی وضع زندانہ
 کوئی ایسا نہیں ہو جو نہ ہو مہمان کا شانہ
 بہار آئی گھٹا چھائی کھلے درہائے مین خانہ
 پری شیشے کی زاہد کو بنائے آج دیوانہ
 جو آئے بزم عشرت میں دکھائی قصص خانہ
 یہ لگے ابر کے ہیں میکشویا ظرف مین خانہ
 لب ساغر یہ کہتا ہے مبارک جشن شاہانہ
 پری شیشے کی کہتی ہر عدد و ہولے دیوانہ
 مبارک ہو مے سرکار کو یہ جشن شاہانہ

رعایا کو کیساں ہیں دونوں عزیز یہ ہے دونوں پر فضلِ رب غفور
 شک کی سنی گنتی میں نے ریاض یہ آواز جائے گی نزدیک و دور
 کھلا شترہ اور بارہ کافرق کمی پانچ کی میں نے پائی ضرور
 اضافہ اسی کا ہے تارِ سخن میں
 سلامی کی تو ہیں مبارک کث حضور

قطرہ تہنیتِ خطِ راجہ محمد علی محمد خان درم قبالہ اے خواجہ آباد

[میری جرات دیکھئے کہ آفتاب کو آئینہ دکھانے اور دریا کے
 سامنے قطراتِ ابرو و لوٹے شاہوار کی حقیقت بیان کرنے کی کوشش
 کر رہا ہوں یعنی میں چاہتا ہوں کہ حضرت مریدِ ریاض کے اشعار شاہوار
 رکبشِ سحر و اعجاز کی توصیف کروں۔

آج اردو کی دنیا بے شاعری میں جتنے قصروں و ایوان ہیں وہ اس
 آفتابِ کمال کی جلوہ آرائی سے مستغنی نہیں ہو سکتے آج ادب کی کوئی
 برہمن نہیں ایسی نہیں جو اس جگہ گاتے ہوئے فانوسِ روشن کی محتاج نہ ہو
 آج جذبات و انشاء کا کوئی باغ ایسا نہیں جس میں اس بہارِ روح پرور کی
 حاجت نہ ہو اسی طرح ملک کا ہر شخص ادب و انشاء کا ہر شیدائی شعر
 و شاعری کا ہر دلدادہ سائن الملک حضرت مریدِ ریاض کی حبشِ بوست
 و قلم کے اعجاز کا معترف ہے۔

مجھے یہ کہنے میں کچھ سچی پس و پیش نہیں ہے کہ صہبائے مینا کی
 متولے تو بہت ہیں لیکن اس پیاؤ کش بلا نوشِ مست و مرشارِ حذبت کا
 کوئی ہمنشینِ ساقی کی نگاہیں منجانے میں اُسی طرف جاتی ہیں جو پیچھے
 پہلے جھومتا ہے جس کا اعتراف ایک موقع پر خود حضرت ریاض کی

سر محمد علی محمد خان وہ بھی دن ہو کہ رکھیں سرتاج
 آئے اس طرح حکم شاہنشاہ کہ پہنائیں انھیں گورنرتاج
 فرق اقدس پر اپنے ہاتھوں سے رکھیں سر بار کورٹ بکرتاج
 ہوم ممبر ہوں پھر گورنر ہوں یوہیں پھر دے خدائے برتاج
 پیش کرتا ہوں مصرع تاریخ دیں صلہ محکو خلق کے سرتاج
 تھا مقدر ریا صن یہ پے سال
 رکن کونسل ہوں خلق کے سرتاج

تہنیت بارہ حکم ضرب سلامی وزرا

نوٹ: غلط طور پر یہ افواہ تھی کہ حضور گورنر کے لئے شرعاً ضرب
 توپ سلامی اور وزرا کے لئے ۱۲ اشک تجویز ہوئی۔ تاریخ کہنے پر
 معلوم ہوا وزرا کے لئے شک سلامی غلط۔ تاریخ صحیح خبر غلط
 تھی اس لئے بطور یادگار سلامی کے غیر کی طرح مندرجہ ذیل اشعار
 ضائع نہیں کئے گئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آئندہ کسی زمانے میں
 ایسا موقع آئے

ادب سے ہے سرکارِ صبا خرمیں سلامی کی توپوں نے پھونکا ہے صور
 ہوئے زندہ ہم سے بھی اب مردہ دل ہوا روح افزا طرب کا و فور
 رعایا کے سرتاج یوہیں تھے آپ بنے آج بھی رکن کونسل حضور
 جو ہزار کلسنسی ہیں وہ آپ ہیں کہ یک جاں دو قالب میں دونوں حضور

ان آنکھوں نے بہت سی نظیں اس موقع پر دیکھی ہیں لیکن
 اثر و حقیقت کو لایعجب تو اس قطعے کے برعکس شاید ہی کوئی نظر ٹھہر سکے
 اس سعادۂ بزرگوار و نصرتِ تانہ بخشہ خدا کے بخشندہ
 خدا کرے حضرت سرِ یاضِ قدر و قیمت کے ساتھ جولانی طبع کا
 جو ہر دکھانے کے لئے عرصے تک دنیا میں اپنے مروج کے زیرِ سایہ
 عاطفت رہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت ریاض کی بڑی بڑی
 ریاستوں کو تنہا ہی گروہِ اعلیٰ حضرت سرِ مہاراجہ صاحب بہادر کی
 آستانے کی جبینِ سائی کے فخر کو ترک کرنا نہیں چاہتے اور سرِ مہاراجہ
 صاحب بہادر کی مددِ سرائی کو ماحولِ زندگی تصور کرتے ہیں۔
 حکیم بہار ایڈیٹر "مشرق" گورکھپور۔ ۲۰ جولائی ۱۹۲۲ء [

آج کیوں روشن ستارے قمتے ہیں عرش کے
 آج کیوں جوش کو اکب میں ہے جوشِ انبساط
 وے گیا سولطف وقتِ قصص دورِ پیشواز
 دیکھ کر یہ رنگ ساقی بھی اٹھا سا غریب
 میکدے سے شوق کو تر آسماں پر لے چلا
 رہنے دے نقش و نگارِ قصہ حیرت کا بیان
 دور ایسے کیا ہیں یہ انگوشتِ شاخِ تاک پر
 آئے تھے سمجھانے کچھ زندانِ میکش کو بناب
 خوف تھا چادر نہ اترے سرِ محفل میں کہیں
 مروج مئی نے پیو والوں کی بلا میں بڑھ کے لیں
 جگہ گامِ اٹھی ہو کیسی نیلیوں گردوں کی چھت
 وجد میں آئے فرشتے مشتری ناچی وہ گت
 کہکشان جس میں جنی تھی گھو گھر و چکی بہت
 اور ہی کچھ ہو گئی اب ہم سہو والوں کی مت
 جو نتیجہ ہو بری ہوتی ہے میو ششی کی لت
 جا بھی لے دوا عظیمیاں سو ہر شب کی گڑھت
 عرش کے ہم تارے توڑیں اور وہ بھی ان گنت
 سرے ناصح کے گری دستار کھائی وہ چیت
 میکدے والے دعا کرنے لگے رو چلے پت
 جامِ ساقی نے کیا دستِ کرم سے مرحت

زبان سے نکلے

ہے تر یا ضی اک جانِ مستِ غلام نہ پئے اور جھومتا جائے
 آج تفریق میں جو مست کن اور ہوشِ رُبارنگ پیدا ہو گیا ہے وہ
 اسی "مناظرہ" کی لڑائی ہوئی نگاہ اور جذبات کی موجوں سے بھری ہوئی
 طبیعت کا نتیجہ ہے افسوس ہے کہ جھکو حضرت تر یا ضی کی شاعری پر
 تفصیلی بحث کرنا نہیں ہے ورنہ خدا جانے مبالغے سے دور بیجا مدح
 و تائید سے علیحدہ صرف حقیقت کے اظہار میں قلم کتنی جولانیاں کھلاتا
 اس وقت جس قطعہ تاریخ پر میں اظہارِ خیال کر رہا ہوں اس کو پیشِ نظر
 کر لیجئے "توضیب" استعارات، تشبیہات، تلمیحات، تحلیل و محاکات
 و دیگر اصنافِ شاعری کے پہلوؤں کا غیر خالی لہلہاتا ہوا بلغِ نظر آئے گا
 حضرت تر یا ضی کا یہ بے بدل کمال ہے کہ اس قطعے میں لازوال عظمت
 پیدا کر دی ہے۔ اگر بیانِ حقیقت منظور ہوا ہے تو شعروں کے ذریعے
 متحرک تصویر کھینچ دی ہے اور اگر مدوح کے تعریف کی باری آگئی جو تو
 شان و شوکت کا ایک طلسم باندھ دیا ہے۔ قطعہ کیا ہے کرشمہ ہائے لطیف سخن کا
 طلسم کدہ ہے یا بولتی تصویروں کا ایک مرقعِ دلکش ہے۔

دیکھا گیا ہے کہ اشیاء کی عزت کسی نسبت کی وجہ سے بلند ہو کر
 آسمان پر پہنچ جاتی ہے اگر یہ صحیح ہے اور بالکل صحیح ہے تو سرِ اجڑا
 بہادر وانی مجبوراً باد کے ایسے گوہر شناس "قدردانِ مسلم و فن کی
 ہمت افزائی کا انتساب اس قطعے میں چار چاند لگا دے گا۔

حضرت تر یا ضی نے اس قطعے میں جو کچھ کہا ہے وہ عام طور پر
 شاعرانہ حسنِ طلب سے بہت بلند ایک چیز ہے جس کا نام "اقرارِ حقیقت"
 ہے پس اسی سے سمجھ لیجئے کہ حضرت تر یا ضی کا قطعہ تاریخ ایسے
 بالکمال مدوح کی نسبت کی وجہ سے کہاں سے کہاں پہنچ گیا اور خود
 حضرت مدوح کی شان اس اندازِ بیان میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔

بھول بیٹھے مفلسی میں ہم مے و مشوق کو
 ایک دن زناہ کی دعوت کر کے پھپھاتا پڑا
 سوئیاں کچھ میں نکل جانے میں یں آنکھوں کو کاش
 جان کر مردہ مجھے مجھ سے کوئی ملتا نہیں
 شکر ہے ورنہ وظائف میں سر موئی ہو خوب
 یہ وظائف ہیں وظیفے کی ترقی کے لئے
 چھوٹے بچے دیں دعا تھم جائے گھر گرتا ہوا
 پاؤں لٹکائی ہوئی ہوں قبر میں پروا نہیں
 مست ہوں پی کر پیالہ ساقی کو شرکا میں
 دور جامِ سلسبیل و کوثر و تسنیم ہے
 چاہتا ہوں اہل فن سے میں سخن کی داد آج
 آسمان پر غل ہو جا کا طالع خفتہ مرا
 یہ ہے ناممکن نہ چمکے اب مری تقدیر بھی
 ہے بجا بالیدہ ہوا عزاز پر اپنے خطاب
 نام نے سرکار کے اس کو لگائے چار چاند
 زر سے دامن جو بھری فتنے کو کرو آفتاب
 ابر نیساں ہو سوا دستِ کرم سرکار کا
 شوق عصیان کے عوض دل میں ہو خوفِ محبت
 وقت پر کرنا پڑی بے مانگی سے معذرت
 میں یہ زبیدہ نگاہیں اب بھی نہ محبت
 میری گھر آتا نہیں کوئی بہ رسمِ تعزیت
 شکر ہے گھر بیٹھے ہوتا ہے وظیفہ مرصت
 کچھ وظیفہ اب بڑھے ای شاہِ عالی مرتبت
 ہاں ذرا میری طرف اٹھ جائے دستِ مکرمت
 کیسی دنیا فکریں جن جائے میری آخرت
 جوشِ زنِ ہرے کے ہر قطریں میں بحرِ معرفت
 اب زبان پر رات دن ہر حمد و نعت و منقبت
 واقعی میرے لئے ہی یہ خراجِ سلطنت
 کم سے کم ہو شورِ تحسین اس قدر اڑ جائے حیت
 کے سہی، ایس، آئی ہوئے سرکارِ عالی منزلت
 آسمان پر اس کو لے جائے غرور و تکنت
 چار حرفوں کی نہ تھی کچھ ورنہ قدرِ منزلت
 یہ مے سرکار کے خاکِ قدم کی ہے صفت
 سب لکیریں ہاتھ کی ہیں جوئی جو دو مکرمت

مصرعِ تینج یہ ہے بہر القاب حضور

کے سہی، ایس، آئی لقب سرِ اچھ کیوں تبت

آسمان سے بادہ گل رنگ لائی ہے بہار
 ہم بخل مینا سوسیکیش ہو رہی ہیں عید ہے
 پھول ہو ٹھہرا ہوئے لندن کی ہو کوثر کی ہو
 ہے خوشی رتبہ بڑا سرکار سے سرکار کا
 لے مے آقا اتنے سب غاشیہ بردار ہیں
 آئینہ بردار تیرے سطوت و جاہ و جلال
 لیں بلائیں مہر و مہر گردوں ہلا گردان ہے
 از کف پائے تو باشد مہر و گردوں استیز
 بٹلر ریڈنگ کے بازو کی قوت تو ہے آج
 تاخن تدبیر سو سلجھائیں کیا کیا گتھیاں
 عہد میں تیرے نظر آتے ہیں کسی کا میاب
 پست میرا بخت بدن کر مری فکر بلند
 اس کی پر کیا ہوں میں طالب صبیحہ کا داد کا
 گھر بھی رہنے کو نہیں سرکار کے در کے سوا
 دھونڈھنی سو اب لخت میں بھی مجھ ملتا نہیں
 اور بھی الفاظ اب ایسی مجھے ملتے نہیں
 زک کہاں کسی میں دامن میں نہ بگل بھی نہیں
 ذات بتی کیا کہوں میں ہرات بھی برشاکی
 عمر آخر میں ہو دو بھر پرورش اولاد کی
 ابر سے شکر ابر بھی آج کا شانے کی چھت
 آئیں واعظ کے فرشتے تو بھی بچا لگت
 کوئی بھی ہو اس خوشی میں آج سب کی ہر چھت
 کے سہی ایس آئی ہوئے آقا و علی منزلت
 مال و دولت ہو کہ ہوں اقبال و عز و مرتبت
 لے فریدوں فرسکندر رتبہ دار منزلت
 اختر افشاں کو کب افشاں اور خاک درت
 لعل افشاں باد سنگ آستان در گہت
 تیرے سر پر سایہ نگن آج تاج سلطنت
 ہو گئے آسان مشکل کا رہا ہے ملکیت
 صیغہ ہائے انتظام و صیغہ ہائے معدلت
 ہو نہیں سکتی او مجھ سے کوئی ادنیٰ صفت
 منفعل ہوں جانتا ہوں اپنی قدر منزلت
 اور ہی زینگیں میرے شخن کی ملکیت
 میری قسمت ہو احمد و دم لفظ منفعت
 دیکھ ڈالے چھان ڈالے میں نے جتنے ٹھگنٹ
 اس گرانی نے مٹا دی تھی جو کچھ بھی قدرت
 ابر باران بن گیا ہر جھک کے میری گھر کی چھت
 ہو کے تعلیم کو پونکر کس طرح ہو تربیت

تقریب غسل صحت مبارک اور محمود آباد علی گڑھ

مہاراجہ سردار نریندر بہادر مبارک ہو یہ غسل صحت مبارک
 یہی ہر طرف سے صدا آ رہی ہے صحت ہوابتاقیامت مبارک
 ہمیشہ ترقی کرے شادمانی فراوانی عیش و عشرت مبارک
 وقار و جلال و شہم روز افزوں زر و مال و اقبال دولت مبارک
 بڑی چیز ہے تندرستی کی نعمت نعمت خداوند نعمت مبارک
 مرا صبح سال کہتا ہے مجھ سے ریاض رنج تجھ کو بھی خلعت مبارک
 خدا ہو کر آقا پر آقا سے کہدوں مجھے اپنے آقا کی خدمت مبارک

جناب آج یہ دن خدانے دکھایا

جناب آج یہ غسل صحت مبارک

۲۶ ۶ ۱۹

قطعہ تاریخ تہنیت میری ایزد کیٹیو کو نسل ملک آگرہ و دودھ چننا

اوی بی ای شیخ حبیب اللہ صاحب دارالمہام یاسین علیہ السلام و اقبائے

حرف بالشرح مبارک اور علی گڑھ

بلا مقابلہ کو نسل کے ہو گئے مہر مجال کیا تھی جو بنتا کوئی جواب حبیب
 اسی شراب کا یار ان انجمن میں ہو دور کہ رداستی و وفا ہے شراب و ناب حبیب

تاریخ تہنیت

ممبری کونسل آف اسٹیٹ وٹھسراہندہ راجہ محمد علی محمد خان بہادر

والی محمود آباد کے سنی ایس آئی بالقابا علی اللہ مقامہ

کونسل آف اسٹیٹ کے ممبر مہاراجہ ہوئے اور بھی اب ممبری کی ملک میں وقت ہوئی
 نبض جو پہچانتے ہیں ملک کی بچیں تھے آپ کی شرکت سے ان کو کس قدر راحت ہوئی
 آپ کا کونسل میں آنا اقتضائے وقت تھا آپ کے آنے سے حاصل قوم کو عزت ہوئی
 آپ کے دورِ گزشتہ کا دلوں پر نقش ہے دورِ حاضر کو میسر بھری دولت ہوئی
 ایسی شخصیت حکومت کو بھی جس پر اعتماد اسی وقعت اعتبار قوم کو وقعت ہوئی
 عہدِ والائیں وہ آخر وقت سن لیں کان بھی اختیارات و حقوق ملک کو وسعت ہوئی
 دے یہ مشورہ انتخابِ نو مٹا کر اختلاف اب میں ہندوستان کی آسماں فوج ہوئی
 یہ بھی نظارہ دکھائے آنکھ سے دور جدید مٹ گئی تفریق قوم ایسی بہم الفت ہوئی
 قوم پر شرکت سے اپنی آپ نے احساں کیا قوم کو راحت ہوئی گو آپ کو رحمت ہوئی
 ہوں گے آسان آپ کے آنے سے واجب شوار کام آپ کو یہ بڑی اللہ کی رحمت ہوئی
 آپ سابل گیا ایران کونسل کو رفیق جو نہ تھی پہلے وہ حاصل اطمینانیت ہوئی

مصرع تاریخ برجستہ کہائیں نے ریاض

کونسل آف اسٹیٹ کی اب آپ زینت ہوئی

مجھے ہر شوق کہ تیری ہی باتھ سے پہنچے یہ جان تو پئے نذر امام لیتا جا
 نہیں ہوں ساتھ تو میرا خیال پر ساتھ سوسین علیہ السلام لیتا جا
 بنا کے لڑا سے صبح وطن تھے صدقے حضور میں مری غربت کی شام لیتا جا
 علی کے نام کی ہوتی ہیں شکلیں آساں قدم قدم پر انھیں کا تو نام لیتا جا
 ازل کے روز کو پایا جو جس نے حسن قبول وہ پیش کرنے کو اپنا کلام لیتا جا
 نیم فکرنے تیری کھلاؤں میں چھول حضور پرورد عالی مقام لیتا جا
 بلند عرش بریں تک ہے غلغلہ جن کا مرا ثی اپنے وہ اپنے سلام لیتا جا
 ضرور روضہ اقدس سے آئگی آواز یہ بے بہا ترے ہوتی ہیں دام لیتا جا
 صلہ ہے مع شہیدان کر بلا کا یہی یہاں کی صحت و عمرو دام لیتا جا
 پیئیں جو لاکھ تو ہو گا کبھی نہ یہ خالی جو آگیا ہے تو کوثر کا جام لیتا جا
 مبارک ایسے آقا ہو یہ سفر تجھ کو غلام کا دم رخصت سلام لیتا جا

ریاض باقہ اٹھائے ہر آساں کی طرف

دعاے بندہ شاہ انام لیتا جا

رباعی بسند سلام و پیام

فارسی صبح ہے رخ سپ و زن و شیر و نادار کہ دید رباعی مندرجہ ذیل میں باعتبار تشنگی
 دو خانے شمشیر کا ثبوت دیا گیا ہے۔

رباعی

وہ دھوپ کہ سبزہ لب جو خشک ہوا وہ لو کہ نہال آرزو خشک ہوا
 پیاسی رہی تیغ بھی برنگِ شبیر ہر وار پر اعدا کا لہو خشک ہوا

چمن نے نظر آئیں گے ہر روشِ اسی
 بنے گا کوئی نہ غارِ رہِ صوابِ حبیب
 انھیں کے سرِ ہر کوئل کے کام کا سہرا
 بڑا مزا ہو بڑھا پائے شبابِ حبیب
 عجیب رنگِ طبیعت ہو آپ نے پایا
 عجیب چیز زمانے میں مہتابِ حبیب
 رہیں ہمیشہ مہاراجہ کے حبیبِ جناب
 رہیں حبیبِ مہاراجہ کے جنابِ حبیب
 حبیبِ قوم ہوں پائیں حبیبِ ملکِ خطاب
 اب او بی ای کے سوا اور ہو خطابِ حبیب
 نگاہِ لطف و کرم میرے کارساز رہے
 نہ اپنی آنکھ سے دیکھوں کبھی عتابِ حبیب
 یہ فرض میں کبھی پاؤں جوابِ تلخ اگر
 مرا شراب کا فے تلخی جوابِ حبیب
 ہمیشہ میرے لئے بارشِ سحابِ کرم
 ہمیشہ میرے لئے لطفِ حبابِ حبیب
 ہمیشہ غاشیہ بردارِ عز و جاہ و جلال
 ہمیشہ دولت و اقبال ہمارے حبیب

کہا ریاض نے کیا خوب انتخاب کا سال

بلا مقابلہ کیا خوب انتخابِ حبیب

۲۹ ۶ ۱۹

(مسلم سندرجہ ذیل مطبوعہ بغداد و کثیر منہاراجہ بہادر اعلیٰ ائمہ نظامہ نے کر بلائی معاشے میں تقسیم فرمایا)

غلام کا پیام

آقا کے ذریعے سے

امام ہر دوسرا کو سلام لیتا جا
 پیام برترے صدقے پیام لیتا جا
 تو التجائے دلِ تشنہ کام لیتا جا
 ملے جواب مے لالہ فام لیتا جا
 مجھے بھی تھوڑی سی دلچاسپی سی تھی
 دل شکستہ کا ٹوٹا سا جام لیتا جا

نام مقبول ہے حسین کے ساتھ قوم کے ہیں یہی علم بردار
 دل میں ان کے ہوا اپنے ملک کا درد قوموں کا اتحاد ان کا شعار
 کعبہ دل میں ہے بتوں کی جگہ ان کے سبجے میں رشتہ زناں
 خالی ہندو ہو زلف کا فر ہو دونوں پر جان و دل ہی بیثار
 سخت کا فر یہ حق پرستی میں حق ہی نکلے گا منہ سے برسر دار
 ایک ہیں سب نگاہ میں ان کی گہر و ترساؤ کا فرو ویندار
 سب میں اعضائے یکہ گر باہم در و مندی اگر ہو سب کا شعار
 امتحان کتنے ایک رشتہ جاں رشتہ سبجو ایک دانے ہزار
 نیک دل ہو ہر ایک نیک روش دور از کبر و نخوت و پندار
 گاندھی آزاد شوکت و حریت چاہتا ہے کہ حق ہو ان کا شعار
 ذریا ہو نہ زور ہو نہ فریب سیدھی رفتار سچی ہو گفتار
 امتحان پہلے میل جول کا ہو نہ رہے انتخاب میں تکرار
 نہیں یاروں کے دل میں چوراگر کیوں بناتے ہیں سہل کو دشوار
 اس میں راز نہاں جو ہو کوئی کاش چپکے سے اُس کا ہوا ظہار
 غیر شوکت نہ غیر حسرت ہیں ایک ہیں سب مہاجر و انصار
 کچھ کہے کوئی یوں نہ ہونگے کبھی ظفر اپنی شکست پر تیار
 ہو تحفظ پے کثیر و قلیل صاف دستور پہلے ہو تیار
 رنگ بدلے نہ دھوپ چھاؤں کی طرح ابھی اقرار تھا ابھی انکار
 راستی موجب رضائے خداست بند اب ہر طرف ہے راہ فرار

نظم متعلق اخبارِ برہم

پلسلہ ابستگانِ بہا بہا محمود ابا و علی مدد متقا

| | |
|--------------------------------|------------------------------|
| دھوم ہے برہم بدایوں کی | ہے ابھی تو یہ ہفتہ وار اخبار |
| منظرِ لطف سرسبزِ الدین | پے برہم ہوئی ہے وجہ وقار |
| نگہ لائے پودِ سیدہ گل | دیکھیں منزلِ اندھاں بھی بہار |
| قدرواں اس کے فانی بھوپال | قدرواں رام پور کی سرکار |
| باغِ گھر کا ہے باغیاں گھر کا | ہوں زمیندار یا تعلقہ دار |
| دیکھ لو پیار کی نگاہوں سے | کہ سنبھل جائے یہ دل بیمار |
| خضرِ رہ کاش کوئی پیدا ہو | وقت نازک ہے مرحلہ دشوار |
| قدردانوں سے ہے امید ہی | سہل فرمائیں عقدہ دشوار |
| جلد روزانہ ہو دعا ہے یہی | بلکہ ہر روز یہ چھپے دو بار |
| شفقِ صبح بن کے نکلے صبح | شفقِ شام شام کا اخبار |
| شام کو یہ بنائے شام وصال | صبح کو یہ بنائے صبح بہار |
| اس کے ایجنٹ ہوں بہار فروش | بنے خود اس کی گلفروش بہار |
| اب بھی کوزے میں بند ہے دریا | ہر ورق اب بھی ہے ارم بکنار |
| اشکِ غنیمت ہو سرخیاں ہیں لکھی | حرف ہر ایک زخمِ دامن دار |
| خود ایڈیٹر میں خود ہی مالک ہیں | قاضی جرنلٹ سحر نگار |

اثر انداز ہو نہیں سکتے نہ لنگونی ڈھڑو دستار
 باتیں قاضی کی ہیں خدا لگتی جن سے ممکن نہیں کبھی انکار
 اپنی ڈھلی ہوا پنا اپنا راک ہے بجا انتخاب پر اصرار
 ہے بہت ہم کو قلقِ لبِ مینا ہم کو واعظ سے کچھ نہیں سرکار
 فکرِ پینے کی فکرِ پینے کی اب اسی پر ہے زندگی کا مدار
 بہکی باتیں ریاض اب نہ کرو عمر آخر ہے نشے کا ہے اُتار
 رند تم اور رسمِ قاضی سے یہ نہ ہوں گے کبھی تمہارے یار
 تم تو اپنے قدح کی خیر مناؤ کہ ملیں روزِ بوتلیں دو چار
 خود پیو دوستوں کو پلو اؤ جو پئے گا وہ ہو گا شکر گزار
 مناقب و محشر و عزیز و ریاض ایک ہی میکدے کے ہیں میخوار
 ابرِ میخانہ رحمتِ باری ساقی میکدہ مری سرکار
 وہ سلامت رہیں ہزار برس ہر برس کے ہوں دن بچا پس ہزار
 صبح پر صدقے روزِ شامِ اودھ شام پر روزِ صبح عیدِ نثار

تاریخ انتقالِ امجد علی احمد خان بہادر اور خورشید بہادر

اعلیٰ اللہ مقاولی یاسٹ

چھوٹے راجہ نے دیا داغِ جوانی پر ریاض جب بہار آنے کے دن آئے بزمِ گزناں
 ہائے بھلگی نہ انجاک سے وہ چاندی شکل چاند سو بار نکلتا ہی جو ہوتا ہے نہاں

دُورِ قاضی ہے آردن تو گئے
 آج کچے گھڑے کی پی ہے کیا
 وقت سے پہلے نقد کچھ کم دو
 کبھی راضی نہ ہوں گے یو قاضی
 رہن مے ہوں تو ساتھ دونوں ہوں
 بنیں دونوں گریہ کی چادر
 مل کے بکتی ہے خوب یاد رہے
 متحد ہوں یہ کون سُنتا ہے
 سخی فرما کے وہ بھی دیکھ چکی
 ایسے دیوانوں کا یہی ہے علاج
 جھنڈیاں ہیں کہ برجھیاں بلم
 نہ ملے کچھ ہمیں یہ بے منظور
 فرق محمود اور شوکت میں
 گوشتِ ناخن سے ہوتا ہے جدا
 ٹہنی کی آڑ بھی نہیں باقی
 پانی لائٹھی سے کب ہوا ہے جدا
 نیشِ کڑوم نہیں ہیں ٹینٹلٹ
 دور رس ہے نظر تو فکر بلند
 مانیں گاندھی کی مہنتی و قاضی
 راضی آسے بہت ہی دور از کار
 ہے یہ قاضی ہمیشہ کا میخوار
 کبھی اچھے نہیں ہیں تیرا دھار
 گاندھی ٹوپی اُدھرا دھرتار
 نہ وہ ٹوپی بچے نہ یہ دستار
 دونوں ساتھ اُتریں گی سر بازار
 مل کے دیگی مزا یہ چیخ پکار
 رہے گی انتخاب پر تکرار
 نہیں ملتے تو کیا کرے رکار
 رہیں آپس میں برسرِ پیکار
 اسلحہ بھی تو کر لے تیار
 اپنے مذہب سے ہم کو ہے رکار
 دلوں میں کس نے بودے میخوار
 دل جگر کا، جگر کا دل ہے شکار
 اُف رے صیادِ پُرفن وغیار
 اسے فریبِ نظریہ ہے دشوار
 قوم پر جان و دل سی ہیں یہ نثار
 رائے صائب فریس، تجربہ کار
 بے سبب قوم سے نہیں اصرار

خدش دل سے اہل کی مٹ نہیں سکتی قیامت تک
 اولے شکر کی توفیق دی سرکار کو حق نے
 اٹھایا داغ ماں کا باپ کا بھائی کا سینہ پر
 بہا کر اشک سحر موتیوں سے آستیں بھری
 اٹھا جب رو دل تو سینہ کو بی کی مجلس میں
 عجب کیا آستیں ابر شفق گوں کا بنے ٹکڑا
 دکھایا صبر اٹھو بی ہمیشہ راجہ صاحب نے
 یہ عروہ حادثہ ٹکڑے کئے جس نے کلیجے کے
 ٹٹے گنج زر جس نے اُسی ہاتھوں سے مٹی دی
 پکار اٹھی زمین قبر میں ٹکڑا ہوں جنت کا
 بلائیں بڑھ کے لے لیں جو رکے گیسو فرسز کی
 ہوئی موج ہولے خلد صدقے لوٹ سبزی پر
 لٹانے پھول اٹھلاتی سرمد فن بہا رانی
 قصور خلد و طوبے سلسبیل چشمنہ کوثر
 کف پاہر و مستحے گوشہ گوشہ ہو گیا روشن
 ہزاروں آسمان نور میں فرق کی سوئیاں
 غم سبط نبی کا داغ چمکا تو بے فن میں
 ہوئی طوبی انشیمن روح کے پرواز کرتی ہی
 رہے اللہ کا سایہ مے سرکار کے سر پر
 یہ کیوں کی کہاں کی ریس کو جی میں کیا آیا
 لیا صبر سکوں سے کام غم کو ضبط فرمایا
 کیا نذر غم مولا سر مرثا گاہ اشک آیا
 گہرا بی بڑھی حدی تو بھر دامن بھی بھیلایا
 بڑھا جب جوش غم تو کر بلا کا ذکر فرمایا
 عجب کیا انجمن دلوں کا دامن رنگ لگایا
 جب آیا شکر بن کر نالہ دل ہنٹھ پر آیا
 نہ تھا ممکن کہ صبر آجائے لیکن صبر فرمایا
 پلے تھے گو دین جس کی اُتے ہاتھوں سے کھنایا
 اگا اُگتے ہی سبزہ بن کے دلف جور لہرایا
 جب اتراتا ہوا جھونکا ہولے خلد کا آیا
 زمیں پر بچھ کے سبزہ نخل طوبی کا بناسایا
 ادھر برسائے موتی مہوم کر ابر کرم آیا
 اُترتے ہی کھد میں کچھ عجب عالم نظر آیا
 زمیں کے اختر قسمت کو ہر ذرتی نے چمکایا
 یہ عالم دیکھ کر نیلوفر چرخ اور چکرایا
 چراغ نور اتر کر عرش کی قندیل سے آیا
 کینیز فاطمہ زہرا نے کیسا مرتبہ پایا
 طبیعت کو غم سبط نبی نے خوب بھلایا

کوئی سرکار سے پوچھے کہ وہ کیوں میں خلوش
 نہ تڑپا ہے نہ فریاد نہ آہ میں نہ فغاں
 دیکھنے والوں کا منہ دیکھ کے رھ جاتے ہیں
 وہ سکت ہر نہ وہ طاقت ہر نہ وہ تاجاں
 بھائی کے واسطے ہر قوت بازو بھائی
 راجہ صاحب تو سمجھتے تھے انھیں روم رواں
 ترور بازو تھے نہ ہونا تھا جد بھائی سے
 ڈھونڈھنے جائیں تھے ابقت بازو کو کہاں
 گھر میں پھر نہ بڑھانا تھی محبت ان کو
 گو دیر ان کے الگ رہتے جو مرنا تھا خواں
 صبر کیا نہ رہا صبر کا دیسے والا
 واقعہ سخت ہر دے صبر خداوند تھاں

دستِ ماتم سے صدایہ ہے تاریخِ آئی
 جانِ گل ہے المِ مرگِ علی احمد خاں

۲۳ ۵۴ ۱۳

تاریخ انتقالِ جنابِ لہ مجتہدِ سرِ امجد علی محمد خاں بہار

بالشفا والی یاست علیہ محمود آباد و دھام اقبال

بھلا یا تھا غمِ مرگِ پدر ماں کی محبت نے
 جد اسرکار کے سر سے ہوا اب ان کا بھی سایا
 ابھی آسمان نے کیوں میں سر پر اٹھائی ہے
 ستم تو دھچکا تھا اب بھپس نے کیوں ستم لایا
 ہزاروں پرورش پاتے تھے دستِ جوکران کے
 یہ ایسا حادثہ ہے جس نے اک عالم کو تڑپایا
 قناتِ بیوگاں نالے یتیموں کے غریبوں کے
 اصل نے اپنی دامن کو کہلا کر مٹ نہیں لکھایا
 وہی نالے اصل کے دل میں ناکِ بن کے آبے
 تو دل کے گہرے گہرے غم بولے ہم نے بھرا لایا
 یہ وہ غم ہے جس سے ناسور جس سے موت کے بل میں
 یہ وہ غم ہے اصل کا بھی کلیہ جائزہ اب آیا

غم زدہ ہے تمام سیتا پور میر صاحب کو کیا کوئی سمجھائے
 متاثر ہوئے ہمارا راجہ کتنے محضوں حضور خود نظر آئے
 ایسے اُستاد زادے کا مرنے تربیتِ ظلِ عاطفت میں جویاں
 پاس بیٹھے کے ساتھ لیلِ بی قابلیت نے چار چاند لگائے
 کیا قیامت ہے ایسے چاند کا داغ چاند سینے سے اس کی کیوں لگائے
 کیوں نہ افسوس ہو ریاست کو کام کے جب ہوئے تو کام نہ آئے
 لارہا تھا شگونے نخلِ مراد ہم سمجھتے تھے دن بہار کے آئے
 ہونہ اہلِ چین کو کچھ بھی عجب آگ ابر بہار اگر برساے
 سیرِ گلشن میں احتیاط یہ تھی کبھی نرگس ادھر نہ آنکھ اٹھائے
 دمِ گل گشتِ اہتمام یہ تھا آتشِ گل جو بجھ کر کے آئینہ نہ آئے
 کہتا تھا سایہ ہمارا راجہ گھنے پتوں سے چین کو دھوپ آئے
 نہ دکھائے اثر تمازتِ مہر رنگِ ہاتھ نہ دھوپ سے سونلائے
 کم ہے جتنا اثر ہو آقا پر یوں الہی کسی کو موت نہ آئے
 ایک دانے نے زہریہ بویا کہ زمانے نے اشکِ تلخ نہیائے
 رونے والوں میں ایک ہم بھی ہیں بیٹھے ہیں دل پر اپنی داغ اٹھائے
 مٹ گئی اب بہارِ باغِ سخن رونقِ بزمِ شعر کون بڑھائے
 آج آزاد ہیں نہ ہاتھ ہیں جا کے کس کو کوئی کلام سنائے
 داغِ آزاد ہو گیا تازہ ساتھ ہاتھ کے یاد وہ بھی آئے
 مجھ سے کتنا تھا لطفِ ہاتھ کو مجھ سے تھی کس قدر عقیدت ہائے

ریاض اس حادثے کی یہی تاریخ تم کہہ دو
سہرا قدس سے اب دامنِ مادر کا اٹھا سایا

۱۳ ۷ ۳۹

غمِ ہاتف

تاریخ انتقالِ حبیبِ احمد حسین تھا بی۔ ایل ایل بی م سسٹنٹ

ریاست عالیہ محمود آباد برادرِ اودھ میر مظفر حسین مرجع نامور وکیل ستار

| | |
|---------------------------------|-----------------------------------|
| کھا گئی تم کو آہ کس کی نظر | سید احمد حسین ہاتف ہائے |
| تم میں تھے سب خصائلِ سادات | یاد کے ساتھ کیوں نہ رونا آئے |
| نیک دل نیک طبع نیک نہاد | کس طرح دل سے کوئی تم کو بھلائے |
| دردِ دل پر ہزار پہرے ہوں | نہیں ممکن تمہاری یاد نہ آئے |
| قبر کو ہم لگائیں آنکھوں سے | آنکھ کی پتلی قبر تم کو بنائے |
| اپنے پیارے چچا کی جان تھے تم | ریح سے کیوں نہ جان لب پر آئے |
| کیوں نہ جان ان کی کشمکش میں پڑے | جان تو جائے اور جان نہ جائے |
| اب مظفر حسین ہی وہ نہیں | کیا ہوئی وہ شگفتہ صحبت ہائے |
| شکل آنکھوں کیوں نہیں مٹتی | دل سے بڑھ کر تم آنکھ میں بوسھائے |
| دن نہ تھے یہ تمہارے مرنے کے | دن یہ دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے |
| بچیوں کو بلکتے دیکھے کون | بی بی آنکھوں کی کیوں نہ خون بہائے |

درو اسلام خونچکاں دل میں
 دل کی گہرائیاں وہ کیا ہوں گی
 کیوں نہ دل کو جہانِ درو کہوں
 قوم کے واسطے سراپا درد
 ہائے وہ آنکھ اشک سے لبریز
 دل وہ دل بہرِ چشم باعثِ فخر
 ہائے وہ شیدہ رضا جوئی
 جس کا سایہ ہو تیرگی میں نور
 خاکساری میں وہ عروج وہ اوج
 کھل کے داد و دہش میں عالم طے
 ہاتھ کی ہاتھ کو نہ کچھ ہو خبر
 موجِ آبِ گہرا اٹھے جس سے
 وہ تہِ برجِ فہم سے باہر
 وہ سیاست ملے نہ جس کی مثال
 کہئے قوتِ انھیں حکومت کی
 تھے سراپا وہ لطف و مہر و کرم
 عجب انسان باعتبارِ شرف
 فقاریہ ادنیٰ سا فیضِ مہم
 ہمہ واں ایسے دیکھے ان کو اگر
 اثرات اس کے رنگِ رخ سے عیاں
 جن میں ہواک جہاں کا دہنہاں
 اس قدر ہو جویم درو جہاں
 ہمہ تن ملک کے لئے رگِ جاں
 موج در موج جیسے بھر رواں
 جس کا حصہ ہو صبر و ضبطِ فغاں
 ہائے وہ غمکے عجز بے پایاں
 جس کے پر تو سے کفر ہوا یماں
 لیں قدم طرہ ہائے تلج کیاں
 اور پوشیدہ دستِ رزقِ سماں
 دسترس تک وہ دستگیرِ جہاں
 ہاتھ کی ہر لکیر جوئے رواں
 وہ فراست کہ عقل ہو حیراں
 وہ ذہانت نہ پہنچے وہم و گماں
 کہئے پہلک کی ان کو روحِ رواں
 حصہ اُن کا تھا لطفِ بے پایاں
 یا فرشتہ بصورتِ انسان
 کہ نہ تھا ان سا شاعرِ مہمہ واں
 تہ کرے زانوے ادب سہماں

مضطرب تھے چھپے مراد یوان یہ تقاضہ نہ دیر ہونے پائے
 سہرے دیکھے تو ہنس کے بول اٹھے کوئی کچھ کہہ کے خاک رنگ جائے
 رتبہ دان ریاض قد شمس اس طرح ہائے آنکھ سو چھپ جائے
 فاتحہ پڑھ کے بار بار کہوں ہاتھ اللہ مغفرت فرمائے
 خوب مصرع یہ ہے پئے تاریخ
 گل ہوا اب چراغِ بزم اے وائے

۱۲ ۵۰ ۴۶

تاریخ وصالِ عالی جناب میرزا محمد علی خان درالقاہ علیہ السلام
 بنی

یہ عالی جناب خان محمد امیر محمد خان درالقاہ والی محمود آباد (ادو)

عاشقِ صادق نبی و علی اے محمد علی محمد خان
 آپ کی ذات رازِ قدرت تھی آپ کی ذات میں تھے رازِ نہاں
 ہے یہ قدرت کی کارِ فرمائی وہ پس پردہ آج بھی ہے عیاں
 منظرِ ذاتِ حق ہوں جس کے صفائے کیوں رہیگا حجاب میں وہ نہاں
 چھپنے پر بھی ہے دیدہ و دل میں کیا ہوئیں کابیاں جو شری ہو عیاں
 چشمِ تربت میں جلوہ رنگیں سرِ تربت بہارِ باغِ جتناں
 جان دی عشرہ محرم میں کھلے رستہ رازِ ہائے نہاں
 عشق کے واسطے ہوں مایہ ناز ایسے اب عاشقِ امام کہاں

نہیں ہے کچھ ریاض پر موقوف
 ایک عالم کے ہے یہ ور و زباں
 شگنیں جو امیدیں باقی تھیں
 رہ گئے دل کے دل میں رہاں
 لکھنؤ ہائے لکھنؤ نہ رہا
 اب وہ صحبت کہاں وہ لطف کہاں
 قدر افزائی ہنس نہ رہی
 نہ رہا کوئی با کمال انسان
 وضع داری اٹھی زمانے سے
 وضع داری کا نام ہے نہ نشان
 جو دو بخشش کا سلسلہ نہ رہا
 اب کہاں کوئی حاتم دوراں
 بیکسوں کا ہی چارہ ساز اب کون
 اب غریبوں کا دل نوا کہاں
 اک جہاں مبتلائے ماتم ہے
 قوم کیا اک جہاں ہے گریہ کنّاں
 وہ ریمسا نہ شان ہی نہ رہی
 اب نہیں کوئی شان کے شایاں
 مروج ویدہ دستِ مرگاں سے
 کریں ماتم یہ ضبطِ آہ و فغاں
 اپنے ہاتھوں سے اپنا ماتم ہے
 دل کے غم میں جگر ہے نوہ کنّاں
 انقلابوں کے دیکھنے والو
 یوں بھی دیکھا تھا انقلاب جہاں
 ایک زمانہ مرقعِ غم ہے
 کیا ہوا تھا جو سب کی روح رواں
 کون ہے جو کرے سیجائی
 جاں کی طرح اب پر آلی فغاں
 کیا کہوں آہ اپنے دل سے میں
 دل ہے خود آج خانہ ویراں
 آہ، جیسے کسی میں جان نہیں
 جس کو دیکھو وہ ہے تن جہاں
 خاک ہوں گے شگفتگی کا سبب
 دامنِ دل میں غنچہ پیکاں
 مضمل ہیں دل و دماغ و جگر
 اب وہ بالیدگی روح کہاں
 یادِ ایامِ لطفِ شعر و سخن
 اب وہ ساحر کہاں ریاض کہاں

مرثیہ پڑھنے میں خود اپنی نظیر اور کہنے میں بے عدیل جہاں
 نازشس خاندان میر انیس قابل رشک ان کی شستہ زباں
 نور افزائے دیدہ عارف نورا فرائے دیدہ عرفاں
 صاحب علم ان کے رتبہ شناس فن کے نقاد ان کے مرتبہ اں
 کم ہے تعریف کیجئے جتنی ان ری تاثیر مدح شاہناں
 لاکلام آپ کا کلام نفیس ایسے اب صاحب کلام کہاں
 آفریں نا خدا سے خلق خدا حبذا بندہ شہ مرداں
 کیسے سکے جے تھے عالم میں اک خدائی تھی تاج فرماں
 کشتی قوم کے محافظ تھے ملک کا تھا سفینہ ان سرداں
 قبر پر نور کا دُور ہے آج ذرہ ذرہ ہے نیتِ تاباں
 سایہ گستر ہے دامنِ زہرا کہہ رہی ہے یہ پائی داماں
 ہر طرف عشرہ محرم ہے ایک عالم ہے آج نوہ کنّاں
 بعد رحلت بھی زندہ جاوید چھپ کے زیرِ زمیں بھی جلوہ عیاں
 پائے جو زندگانی جاوید زندگی اس کی موت پر قبراں
 نسبتاً خلد کر بلا کی زمیں نہبتا گورِ چشمِ حورِ جاناں
 زربا قدرداں مرا نہ رہا لے ریاض آج میں ہوں لوفِ ظلاں
 عمر رفتہ کو کون واپس لائے اپنے آقا کو پاؤں آج کہاں
 کون آقا ریاض کے حامی اور جس پر ریاض تھا مازاں
 زندگی تھی ریاض کی جس سے بعد اس کے ریاض ہی بیجاں

و شگیر آپ کے رسول خدا سایہ افکن رہیں ہمارائی
 جن کا سایہ ہے رحمتِ نیراں وہ ہمارائی صاحبہ ذی جاہ
 وہ ہمارائی صاحبہ ذی شاہ جن کا ثانی نہیں زمانے میں
 جن کے اوصاف بحد و پایاں ساتھ دیں آپ کا صدوی سال
 آپ کے بھائی مثل روحِ رواں کفِ پاؤں میں رفعت و اجلال
 کفِ پاؤں میں جاہ و شوکتِ مشاں جان ہیں آپ ایک زمانے کے
 آپ ہیں اک جہاں کے روحِ رواں ثاقب و محشر و عزیز و ریاض
 اور کہتے ہیں بستہ و اماں چھپ گیا ہے جو چشمِ ظاہر سے
 ہیں اسی کے یہ جلو ہائے عیاں زندہ نامِ نکو کے ساتھ مدام
 ہیں محمد علی محمد خاں کہوں ہجری میں کیا سنین وصال
 نہیں کھلتے مے لب اور وہاں کچھ شگافیدہ کچھ تراشیدہ
 پہلے سے ہے مری قلم کی زباں ہاں مگر وہ ہے واقفِ اسرار
 ہاتھ غیب کھولے اپنی زباں بڑھ کے روح القدس نے مجھ سے کہا
 ہے یہ فیض مدیح شاہِ زماں کہیں ہوتی ہو ایسی بھی تاریخ
 کہ جہاں میں ہے سب کے روزِ باں سر تربت بہ صنعتِ منقوٹا
 بنے یہ شعر شمع نور افشاں

دھوم ہے دھومِ ظلم میں آئے
 سر محمد علی محمد خان

آسماں دور ہے زمیں ہے سخت قرب سے بدلے خاک بعد مکان
 کس طرح جاؤں کس طرح پہنچوں ہیں بہت دور عیسیٰ دوراں
 دے خدا صبر سب کو آپ کے ساتھ اے محمد امیر احمد خان
 اے فلک مرتبت فلک شوکت اے خداے حوادث و طوفاں
 میرے راجہ! امیر ابن امیر میرے راجہ! وحید و فخر جہاں
 میرے آقا کی ہو بہو تصویر میرے آقا کی جس سر شان میں
 آپ پر آج مرتبت صدقے آپ پر آج شوکتیں سراپاں
 آپ کے خلق پر خدا عالم اور ایثار پر نثار جہاں
 اخترِ بخت اونچ پر دن رات اور اقبالِ نسیرِ تماہاں
 ناتوانوں کی آپ قوت ہیں ناتوانوں کی آپ تاب و توان
 کشتی قوم کو ہے بادِ مراد ایک ادنیٰ سی جنبشِ داماں
 دے خدا زور دست و بازو میں بار کشتی ہے آج کو و گراں
 میں ہوں اب اور حلقہ گرداب بحرِ غم اور شدتِ طوفاں
 بنے لنگر جو پائے استقلال ابھی ہو جائیں مشکلیں آسان
 میرا ماں خدا ہے خود اُن کا جو توکل پر اپنے ہیں شاداں
 آپ کی ذات پر مدار اُن کا آپ کی ذات پر وہ ہیں نازاں
 آپ کی ذات پر جہاں کو ناز آپ کی ذات افتخارِ جہاں
 روز افزوں ہو آپ کا اقبال روز افزوں ہو دولتِ ایماں
 نورایماں کی طرح عمر بڑھے دے بزرگی خدا بہ عمرِ جواں

روشنی پھیلی ہوئی ہے ہر طرف مٹ گئی ظلمت زبے انوارِ سحر
 عرش کے تارے تلے تلج کے چاند سورج و امن زرتاؤ سحر
 دامنِ دولت سے وابستہ تخی خلق رشکِ امن تھے کفِ ربارِ سحر
 ورتک اگر گھر کوئی جاتا نہیں ہے عجب حاجت روا دربارِ سحر
 کیا مری تاریخ کیا میں وریاض قدر دانی جو کرے سرکارِ سحر
 پیشکش یہ مصرعِ تاریخ ہے سحر میں اعجاز ہیں اشعارِ سحر
 دوستوں کو مبارک وریاض چھپ گیا دیوانِ گوہرِ بارِ سحر
 دشمنوں کے آنکھ میں کانٹے چھپے کی جو سیرِ گلشنِ افکارِ سحر

بن کے نکلے فار الف اشعار کے

سحر میں اعجاز ہیں اشعارِ سحر

۲۰ ۵۵ ۱۳

ایضاً

طبع کا سحر کے دیوان نے پہنا ہوا لباس دخترِ زکی نہیں جلوہ گری شیشے میں
 میں نے جربہ کہا مصرعِ تاریخِ ریاض دیکھ لو سحر اتاری ہے پر شیشے میں
 ۲۰ ۵۵ ۱۳

(غزل نہیں ملی صرف ایک شعر منقبت ملا جو خاص طور پر حضور سحر میں بھیجا گیا تھا)

بند اگر بندہ در پر در تو بہر ہو جائے

توڑ ڈالیں ابھی مثلِ درِ خیبر حیدر

قطرہ تاریخ طبع دیوان تصنیف امیر الحرم نصیر الملت الدین

دی انزلی امیر الدولہ سعید الملک خان بہادر راجہ محمد امیر خان

ممتاز جنگ کے سہی آئی ایف سہی وی

اعلیٰ اللہ تعالیٰ محمد و آباء و اولادہ

| | |
|--------------------------------|------------------------------|
| سحر کا گلزار ہے گلزارِ سحر | سحر کا دیوان ہے باغِ طلسم |
| سطر زلفِ شاہدِ گفتارِ سحر | خالِ رخ بہ نکتہ حسنِ طبع سے |
| کس قدر میں سحر کارِ افکارِ سحر | شاعری ہے سحر کی یا ساحری |
| صفی صفی و امنِ دُور بارِ سحر | نقطہ نقطہ گو ہر شہ ہوا رہے |
| کیسی جدول کھینچ گئی دیوارِ سحر | نکتہ چینی کیا کرے گلاب کوئی |
| کرتی ہے ہر بات گویا کارِ سحر | سحر کی ہر بات ہے جادو بھری |
| بت بنے ہیں سن کے گفتارِ سحر | بات دہ کافرتوں میں اب کہاں |
| کچھ عجب سرکار ہے سرکارِ سحر | ساحری فنِ رچھو کائے ہیں ہاں |
| کچھ عجب دربار ہے دربارِ سحر | سینکڑوں کافر کے پتلے جمع ہیں |
| اس سے بلا طرہ دستارِ سحر | سب بالاسحر کی فکر بلند |
| کہئے اس کو تیغ جو ہر دارِ سحر | کٹ گئے دشمن طبیعت جب لڑی |
| برق ہے نعلِ سہم رہوارِ سحر | برق سے طبعِ رواں کی کیا مثال |

ایک آفت جوتے کوئل میں ہم جوتے گئے
 کیسینا دہل جو چلتے ہوں زیریں کو بھاڑ کر
 ایک حالت پر گزر جانے لگے دودھ بھر
 آگیا بھاری جو گاڑی کا گردن پر کبھی
 چھکڑے کی کوسویم نے کھینچے دلدل کے پینے
 کھانے پینے کا نہ کوئی وقت تھا آرام کا
 موسم گرما میں دن کی دھوپ کیسی سخت و تیز
 ہم اگر تھک کر کبھی بیٹھے تو منہ چلتا رہا
 غن ہو کھے دیکھ کر کھانے کو یہی خشک گھاس
 جیتے جی گویا بھرا جاتا تھا بھوسا کھال میں
 اپنی چربی سے جو نکلا ہو کھلی اس تیل کی
 دانہ بن جاتیں تو بن جاتیں بن کی پھنیاں
 آندھی آئے پانی برسیم کو چلنا رات دن
 ہاؤ وہ سو جے ہوئی پھولے ہوئی کا ندھو کا زخم
 بے سکت پانگ لاغرا تا تو ان زار و خیف
 رفتہ رفتہ دید یا طاقت نہ بھی بالکل جواب
 جان بچنے کے ذریعے جس قدر تھوڑے سے
 باندھ کر بیچ ہو کھلاؤ کون بڑھے بیل کو
 وقت نڈک عمر آخر جلن دودھ بھر حال غیر
 ہر طرف ہل چل گئے کیا ہو گئے وہ سب زار
 گوز میں پتھر کی بھی ہو سخت ایسے نوکدار
 ماں کے غصے کا دودھ آیا تھوڑے پرافے و نثار
 ہم نے گو میدان جیتے پھر بھی سمجھے اپنی ہار
 بوجھ ہم نے یوں اٹھایا جس طرح عصیان کا بار
 ٹھوکریں کھا کھا کے گرنا اور چلنا بار بار
 موسم سرما میں شب کی اوس کیسی ناگوار
 تھا ہماری زندگانی کا جگالی پر مدار
 جس کو پی کر غن پانی ہو وہ آب ناگوار
 سو کھے و نٹھل بھوک کی شدت میں کرنا ہزار
 وہ بھی قسمت کی جینے میں کبھی دو چار بار
 اس کا بدلہ بھی بھگتتا ہم کو تار و ز شمار
 ساتھ دو تو اس طرح دی گردش لیل و نہار
 بوجھ بھاری سخت منزل اونچی نیچی رہ گزار
 بھوکے پیاسے زخم خور وہ سینہ ریش و لنگار
 بیٹھ کر اٹھنا ہوا مشکل ہمیں انجام کار
 رحم کے قابل نہیں اب بھی ہمارا حال زار
 کون پالے ہم کو اس حالت میں مادی پروردگار
 سر پاب قصات پہنچے کے چھوڑا آن بدار

بیل کی سرگزشت

[بیل کی سرگزشت جناب نواب خان بہادر سرسبز الدین احمد
بالقابہ دیوان دتیل کے اسم گرامی سے معنون ہو کر مدد و س کی تصویر کے
ساتھ کافی تعداد میں بخطِ علی دو واضح کتابی تقطیع پر شائع ہو چکی ہے۔
اب ترتیب دیوان کے موافق ذیل میں درج ہے۔ اور اسی کے ساتھ
کی دو نظمیں جن کا تعلق قاضی صاحب و عزیزان قاضی صاحب سے ہے
افسوس ایسی زیادہ نظمیں محفوظ نہ رہ سکیں۔]

| | |
|--|---|
| بیل بن کر گس مصیبت میں پھنسے ہم بڑباں | سرگزشت اپنی بیاں کس کی کریں ہم جان بڑ |
| دودھ میں ماں کے ہوڈ ہر قوم کے بھائی شریک | بھائی بن کر بھی نہ سمجھے کہیں ہم شیر خوار |
| رکھ کے بھوہم کو اپنا پیٹ سب بھرتے رہے | کہہ کر ماما دھو کے دیتے تھے اسی بھی بار بار |
| اس کو آتی تھی محبت منہ ہمارا دیکھ کر | چاٹتی تھی پیار کی طرح وہ الفت شعار |
| دودھ اترے ماں کا دودھ منہ ہم نے مارا اس لئے | ورنہ یہ منہ تھا ہمارا دودھ کرتے زہر مار |
| ہاں بندھے رہتے تھے غصے کے پاس ماں کے پاؤں سے | منہ کے بدلے ہاں کھلی رہتی تھی چشم انتظار |
| دور تھا منہ کو ہمارے غصے بھی طرف شیر بھی | ظرف کی باہر نہ جانے پاتی لیکن کوئی دھار |
| ساتھ ماں کے جب چلو منہ پر چڑھی جالی ضرور | اب ترس آتا ہے کس کو لاکھ ہون ہم مقرر |
| بعض کو آیا ترن بھی کچھ تو آیا اس طرح | پی چکے تھے دودھ ماں کا لحم و آن کو تھاننا |
| پھر بھی دونوں ایک تھی بید و بگی ہمدرد بھی | کام لیے میں میں بید رویاں سب کا شمار |
| انکھ پر سب کے چڑھے جب کچھ نکالے ہاتھ پاؤں | سینگ بھی آنے نہ پائی جو گونظروں میں غار |
| نوجوانی رنگ بھی لائی تو کس آفت کا رنگ | کیا کہیں اپنی خزاں ہم کیا کہیں اپنی بہار |

جان کیسی؟ جان کوڑھ کر تعلق تھا ترا جانتی تھی تجھ کو دنیا دین و ایمان خلیل
 کون دیکھے؟ دیکھنے سے یاد آتا ہے کوئی غم نما ہے عیش افزا ساز و سامان خلیل
 ایسے غم میں خوب ہی مصرع کہا تاریخ کا مصرع تاریخ سخن کرہوں قمر بان خلیل

اس سے بہتر اور ہو سکتا نہیں سال وفات

گل ہوئی باد اہل سے شمع ایوان خلیل

۳۰ ۳۱ ۳۲

قطرہ تاریخ عطائے خطاب ابی۔ امی۔ جناب خان بہادر قاضی

خلیل الدین احمد صاحب وزیر سلطنت بجاورد اقبال

خوش عیاد و بجاورد حق بقدرارش رسید یافتہ قاضی خلیل الدین ابوبی ای خطا
 آن خلیل الدین کہ درد و رشن بجاورد رافرق آن خلیل الدین کہ از دانش وزارت کامیا
 آن خلیل الدین کہ در عقل و فراست بدعید آن خلیل الدین کہ در فکر و تدبیر لاجواب
 آن چنان روشن و مانع آن چنان روشن خیال گویا خود آفتاب آمد دلیل آفتاب
 قابلیت آن چنان برش حکومت معروف حسن خدمت آن چنان ممتاز گشت از خطا
 کار ہائے سخت آسان نمودن کار ہاوست در کشور کار تدبیرش ہمیشہ کامیا
 ذات والا در نظام کار ہا ضرب المثل فکر عالی پر فتن ہنگامہ ساز استبداد
 ایں قدر آسودگیہا ایں قدر امن و امان در و درماں شد بہ عہد او سکون و اضطراب
 عقد ہائے زلف و رولہا گرہ نگزاشتند حسن گیسو بتاں بردہ زولہا پیچ و تاب

بات کہتے کروٹے ہر عضو کے ٹکڑے جدا
 ریشے ریشے پر ہمارے دانت تھا ہر ایک کا
 قیمہ قیمہ کر دیا بیدار دیون جب جسم زار
 آدمی کیا چیل کو تو ٹوٹے ہم پر بے شمار
 حصے بخرے ہو گئے کچھ ہٹ گیا کچھ لٹ گیا
 گوشت اپنا نکلے ہوئی ہو گیا انجسام کار
 کھال باقی رہ گئی تھی اس کے نقارے منڈنگ
 شامت اعمال سوڑتی اب ہر اس پر بھی مار
 ایک ناکردہ گنہ کا حال یہ ہے اور یا عرض
 وہ بھی اک بے عقل بے بس بے زباں بے اختیار
 دیکھئے ہوتا ہے کیا ہم سو گنہ گاروں کا حشر
 دیکھئے پاتے ہیں کیا پاداش ہم سوزشت کار

تاریخ و فائلیہ قاضی خلیل الدین احمد وزیر ریاست بنڈیکھنڈم

رسمیں سوانح دہ

چھوڑ کر کاشانہ تربت میں گئی افسوس آج
 پاکدامن پاک باطن نیک طہیت نیک دل
 بانو عصمت مآب پاک دامان خلیل
 گھر کا گھر سے تھا اس پر ہی وہ قربان خلیل
 کیا خوشی تھی؟ کس خوشی میں غم پر بھینلا اور یاض
 دو دھبے بھی پیئے نہ پایا طفل نادان خلیل
 ہے لہو کی بوند جوش خندہ شادی کا اشک
 پھول دامن کا بنا ہے داغ دامان خلیل
 چشم تر کے حلقہ زیریں سو اب نسبت نہیں
 رنج و غم کی دست حسرت رات دن ہر سہ کو ب
 ہاتھ خنکشاں میں دست ماتم غم چکاں
 بجلیاں آ کر گنگناتی تھیں اس بل نہیں
 مرنے والی تھیں کوزیر خاک جاتے دیکھ کر
 تیرے جانے کا اثر دل پر جو ہو وہ کم ہے آج
 جانے تھے جانے والے تھے جان خلیل
 آتش گلنگی کیوں برقستان خلیل
 خاک میں کیا کیا ملے ہیں آج امان خلیل
 جانتے تھے جاننے والے تھے جان خلیل

نہ چشمِ لطفِ بہارِ اجہ صرف تم پر تھی
 گورنروں کی بھی تم پر وہی نگاہِ خلیل
 دیا حکومتِ انگلش نے تم کو "قیصرِ ہند"
 ملے خطاب بھی کیا بغیرِ جاہِ خلیل
 خطاب "خان بہادر" سے "ای بی او" کھلا
 کہاں میں تم سے حکومت کے خیر خواہ خلیل
 دعائیں خلق سے لیں تو صلیہ حکومت سے
 تمہارے دم سے کھلا تھا درِ رخاہ خلیل
 نہ تم ملو گے نہ تم سارے گا دنیاس
 چراغ لے کے جوڑھوئیں گے مہرِ ماہ خلیل
 چمن میں پھولوں نے ہنسنا تمہیں ہی کیا تھا
 تمہیں سو سیکھا ہی مینا نے قاہ قاہ خلیل
 نہ جانتے تھے ہنسا کرو میں رُلاؤ گے
 تمہارے بحرِ الم کی نہیں ہے تھاہ خلیل
 یہ دن ہر ایک کو افسوس پیش آتا ہے
 رہِ عدم میں ہی کیساں گداؤ شاہ خلیل
 خدا کے خوف کے دریا بہائے ہیں تم نے
 تمہارے اشکوں نے رکھے رنگِ ہر خلیل
 عدم کی بھی رہِ دشوار تم نے آساں کی
 جو کہ تھے نظر آئے وہ تم کو کاہ خلیل
 رہیں وہ عوروں کے جگمگ میں لالہ گل میں
 جہاں میں جا کے مرنے لڑیں یا لہ خلیل
 تمہاری فریاد میں نہیں گناہ خلیل
 تمہاری اشکوں نے دھوئی تمہارے عصیاں بھی

ریاضِ تنہی غمِ فرقت میں فکرِ سالِ وفات
 صدایہ کانوں میں آئی "خلیل آہ خلیل"

۱۳۵۶

قطبہ تاریخِ تقرر جناب قاضی امیر الدین احمد خلیفہ عالی جناب

خان بہادر اونی ای قاضی عزیز الدین احمد صاوریہ تیار سینیٹ

از خطابش ہر طرف بزم طرب جشن نشاط پر زے در گل جن در انجن جام شراب
از گل و بلبل ہزاراں خند ہا و نغمہ ہا در چین صد زمرہ صد خندہ گل را ہوا
نوجواں بے بادہ از جوش طرب پیروین ساعتی پیرانہ سالی یافت از عہد شباب
بر لب آمد سال تارخ پنج خطابش لے ریاض
یافت او بی ای خلیل الدین چہا زیبا خط

۱۹ ۶ ۲۷

تاریخ انتقال او بی ای خان بہادر قاضی خلیل الدین احمد مرحوم

وزیر یاست بجاو

تمہارے مرنے کو اب لطف زندگی نہ رہا نظر میں یاروں کے دنیا ہوئی سیاہ خلیل
رہا نہ بی بی سے بچوں سے لطف کچھ باقی ستم ہی بھائی سے بھی پھیر لی نگاہ خلیل
بہن کا پاس رہا کچھ نہ ان کے بچوں کا رہی کسی کی محبت نہ دل میں واہ خلیل
وہم اخیر بھی لکھو اے خط مجھے بھیجا یہ میرے ساتھ رہا وضع کا نہاہ خلیل
گئے جو دیکھنے واقف ریاض کو پوچھا بتاؤ کیوں نہ رہی پہلی سی دل کو چاہ خلیل
یہ چاک کے ساتھ مگر آہ آخری خط تھا اسی کے ساتھ ہی کی قطع رسم و راہ خلیل
ہمیشہ کام سے اپنے بلند نام رہے ہر ایک کام میں تھی تم کو دستگاہ خلیل
ہوئے جو عہدہ ڈپٹی کلکٹری سے الگ رہے وزیر بجاو و راجہ بجاہ خلیل
و یا خطاب ہمارا جو نے "عزیز الملک" جہاں رہے رہے مقبول بارگاہ خلیل

مستحق تھے خوب ہی ٹائٹ "ٹائٹ" کا ان کو خطا
 ہے اڑا تانا چڑھائے غم کے غم صبیحے کوئی
 تھی نگہ نشہ مری اللہ ری اس کا جذب شوق
 تھا جو دریا دل سے ساقی نے توڑی جبر غم
 میکرہ کس کا تھا ساقی کا ہوئی سب کو حلال
 ہاں اسی دن کے لئے "نواب" بننا تھا خطا
 شاہ ہوراعی تو پھر شاداں رعایا کیوں نہ ہوا
 اس خوشی پر آج دیتا میں جلے گھر گھر چراغ
 آسماں گویا زمیں تھی کہکشاں ہر رہگزر
 تاج دیتا کوئے سرے لگائے چار چاند
 سر عزیز الدین احمد نائب روشن دماغ
 ہر جگہ ہر سر میں بھی ستائش آپ کی
 آرون کیا ہیں معترف آپ کے شاہ دکن
 رنگ لائیگا ابھی تو اور نائٹ کا خطاب
 آج ہر ضرب ایشل عالی دماغی آپ کی
 وہ تدبر اہل جس کے خلق میں کمتر ہے

کیوں نہ اس انداز کی تاریخ میں لکھوں یا ض

بے سرو سامان تھا وہ قسمت کی میری سر ہے

قطبہ تاریخ غسلِ صحت نواب قاضی سر عزیز الدین احمد خان بہادر

بجائے عم نامہ خان بہاؤ دہلوی امی قاضی خلیل الدین پٹنہ پوری کلکتہ

وزیر بجاوڑ اسٹیم مرچنٹس ان سٹیل پور

| | |
|-------------------------------------|------------------------------------|
| بیتیرہ شام بجاوڑ ہلال نور فرود | ز عکس تاج مہاراجہ بدگشت ہلال |
| وزارت ارث زعم یافتہ امیر الدین | بہ شہر یار مبارک وزیر فرخ فال |
| ”عزیز الملک“ وگرا آمدہ ”عزیز الملک“ | بہ شہر یار فرود باد دولت و اقبال |
| فدائے راجہ وفاکیش خاندان خلیل | کہ نیست قدر وفار بہ ملک بیچ مثال |
| وظیفہ زوہار و وظیفہ خواراں را | غمے نہ ماند زمرگ پر پے اطفال |
| جزاں کسے نہ چنیں ستم بجاوڑ را | جزاؤ کسے نہ چنیں یار و یارے بخیاں |
| چنیں وزیر و چناں شہر یار ضرب مثل | بدور چرخ جہاں یافت از فرار مثال |
| ریاض سال وزارت مبارک و مسعود | حریف چوں نہ شود سرنگوں بر مصرع سال |
| وزیر ابن وزیر و امیر ابن امیر | وزیر راجہ بجاوڑ امیر خوش اقبال |

۱۹ ۶ ۲۷

تاریخ عطائے خطاب ”جناب خان بہاؤ دہلوی“ عزیز الدین احمد صاحب

دیوان ریاست بالٹھام قبائلی

سر ملندی سرفرازی اور بھی حاصل ہوئی سر محمد قاضی عزیز الدین احمد سر ملے

ہر دل عزیز آپ تھے سب ٹوٹ کر ملے ٹوٹے حسین و اکے بند نقاب کو
 شاہانہ دعوتیں وہ امیرانہ دعوتیں جنت میں جا کے دخل دیا اجتناب کو
 تقویٰ کا بھی لحاظ تھا صحت کا بھی لحاظ کیسی شراب؟ منہ نہ لگایا کباب کو
 حسرت نصیب دور سے مڑ دیکھتے رہے کھاتے کباب آپ نہ چھوتے شراب کو
 میں اور ریاض ساتھ نہ پیتا تھا پیٹے کیوں؟ قاضی پسند کرتے ہیں میری شراب کو
 موج سے سخن نے لگایا میں چار چاند اٹھ اٹھ کے آج ہر قدم آفتاب کو
 ہر طرح لطف اٹھاتے شراب و کباب کا سنتے وہ میری شعر نہ چھوتے شراب کو
 صحت خریدنے وہ گئے تھے خرید لائے بازار مصر سے لئے آئے شباب کو
 پیری میں اور ان سا جوان نخت کون ہے رہنا ہے ان کے ساتھ ہمیشہ شباب کو
 دتیا کا جشن جو بلی رہ جائے یا وگار اتنی ملے نہیں کبھی ترسوں شباب کو
 ہنر ہائیس کے واسطے آبِ بقا کا جام اتنے ہوں جشن جو بلی بھولیں حساب کو
 پی پی کے دیر ہوں مہاراج کو دعا پی پی کے دیر ہوں دعائیں جناب کو

ہوگی نہ رائیگاں یہ شراب سخن ریاض
 قاضی سے واسطہ ہے ہماری شراب کو

تاریخ تعمیر مسجد بنا کردہ ہر تاج و تیا

حارشاہ وزیرتہا نواب خان بہادر سرقاضی عزیز الدین احمد بانقا

کرم داتا کا دتیا پر ہمیشہ کہ ان داتا بنے مسجد کے بانی

دیوان دیتیا بند ملکھندیشا

| | |
|------------------------------|-------------------------------|
| سلامت سر عزیز الدین احمد | صد ہی سال ہو جینا مبارک |
| مبارک رات دن دور می عیش | چھلکتے سا غرہ ہبامبارک |
| خوشی ہے غسلِ صحت کی خوشی ہے | مبارک یہ شفا پانا مبارک |
| مبارک صحت دیوان دیتیا | مبارک لے مہاراجا مبارک |
| غریبوں کی دعائیں کام آئیں | غریبوں کا دعا دینا مبارک |
| وہ دیتیا جس کے ہیں نواب قاضی | وہ دیتیا کو انھیں دیتیا مبارک |
| عناول چھپائیں شاخِ گل پر | چمن کو ہوں گلِ رعنا مبارک |
| لبِ گل کہہ اٹھے قاضی مست | پکارے قلقل مینا مبارک |

ریاضِ آئیں مرت سے یہ کہتے

جناب اب غسلِ صحت کا مبارک

سر جو ش سخن

بخدمت عالی جناب خانِ دربار سر عزیز الدین احمد خب دیوانِ مبارک دیتیا

| | |
|---------------------------------|-------------------------------------|
| مغرب باز گشت مبارک جناب کو | بخشا خدا نے تازہ عروجِ آفتاب کو |
| رتبہ شناس اہل ولایت تھے کس قدر | سمجھا ہر ایک مرشدِ کامل جناب کو |
| مہاں بنا کے سب نے لئے آپ کے قدم | پہنچے جہاں ہر ایک نے چو مار کا ب کو |

میں منز میں لے کے یہ کہوں اس کی زبان کو جب صول ہو نصیب کسی خستہ جان کو

اس شب کی تاقیامت الہی سحر نہ ہو

ڈر ہے شریکِ جم نہ ہوں دشمنِ حزیں تاثیر میں بلا ہے مری آہ آتشیں

دل موم بن کے جاؤ گچھل یہ بھی کچھ نہیں آئے نہ فرق سنگِ ولی میں تری کہیں

نالے بھی کیجئے وہ کہ جن میں اثر نہ ہو

کس کا شہیدِ ناز چلا تشریفِ کام آج فردوسیوں کو ہے منے کوثرِ حرام آج

غلطان و جور کرتے ہیں سب اہتمام آج سنتے ہیں خلد میں ہر بہتِ محوم و دھام آج

بسل کا تیرے دہرے عزمِ سفر نہ ہو

میں وہ کہ میرے نالے کیلئے نکال لیں تو وہ کہ تیری باتیں نہیں سب تھی جان دیں

دونوں بلائے جان ہیں علاج اس کا کیا کریں رونے کو میری تیری او اول سے بزم میں

کوئی نہیں جو ہاتھوں سے تھامے جگر نہ ہو

جب دیکھتا بکلف ترا جانبِ عدو تصویرِ یاس پھرتی تھی آنکھوں کے روبرو

بہتا ہے چشم تر سے مرے خونِ آرزو افسوس اپنے جی کی بھلائے اُسی کو تو

جس دل کو تیری یاد میں اپنی خبر نہ ہو

مرجھا کے رہ نہ جاؤ کہیں تو مجھے بے ڈر نازک ہے دل ترا کہیں اس پر نہ ہوا اثر

برپا ہو حشر آئیں تلامطم میں بس دربر ساتوں فلک کے ٹکڑے اڑیں تو اڑیں مگر

فداؤ غیرِ دل میں ترے کارِ گرنہ ہو

آفتِ ہوا اضطراب تو بیتابیاں ستم آنکھیں بچھا رہا ہوں سرِ رہ قدم قدم

اہدم تو ہی بتا مرے سر کی تجھے قسم دل کو نہیں قرار جو پہلو میں ایک دم

یہ مسجد دور تک مشہور ہوگی دینے کے پہنچے گی کہانی
 مہاراجہ بہادر کا رہے نام خدا کا گھر رہے اُن کی نشانی
 وہ "سرگوبند سنگھ" دتیا کے والی عبادت اُن کی طرزِ حکمرانی
 پرستارِ رعایا صاحبِ تاج پرستارِ رعایا راجہ دھانی
 ریاضِ اس طرح ہوتا یخِ تعمیر بنو تم بھی شریکِ اجر بانی
 کہے اپنی زباں سے ہاتھِ غیب
 بنی کیا اچھی مسجد عرشِ ثانی

۱۲ ۵۱

خمرِ جنابِ نوابِ علی خاں خلدیہ
 حسیبِ آشیانِ ایسا خلدیہ

بمقامِ ام پور

ایسی ہی انتظار میں لذت اگر نہ ہو تو دو گھڑی فراق میں اپنی بسر نہ ہو
 جانا ہونا مہر کا تو آنا ادھر نہ ہو تا فرصت انتظار سے پھر عمر بھر نہ ہو
 قاصد وہ بھیجے جسے اپنی خبر نہ ہو
 اسے دل وہ بات کر کہ کسی کا ضرر نہ ہو الزام کا عتاب کا اس کے خطر نہ ہو
 یہ کیا کہ چشمِ مہر ادھر ہو ادھر نہ ہو کیوں کر کہوں ہاں لطف کبھی غیر پر نہ ہو
 ہو بھی تو گاہ گاہ مگر اس قدر نہ ہو

آرام ہو سکون ہو سارے جہان کو جنبش نہ ہو زمین کی طرح آسمان کو

یہ بھی ہے خوفِ وہِ نِ دلِ آزر دم کو کہیں فرق آئے اپنی بات میں تو بہ بھی کچھ نہیں
کچھ پاسِ وضعِ دوست تو کچھ پاسِ رنجِ کوئیں رکھا جو اُس نے سوگِ حدوکا تو ہمنشیں
اس ڈھب سے روئے کہ ہلک تک بھی تر نہ ہو

کرتا ہوں حال پر جو ذرا اُن کے طور میں پہلے سے دیکھتا نہیں اب اُن کے طور میں
کرتے ہیں وہ کرم تو سمجھتا ہوں جو رمیں وہ دیکھتے ہیں عیضے نگاہوں سے اور میں
ڈرتا ہوں کوئی فتنہ تو مدِ نظر نہ ہو

وزویدہ اک نظر موہکاوٹ کی آنکھ سے چوری چھپے کی بات ہو دل میں چھپی ہے
تکلیفِ دستِ دینج سے خوف اس لئے دشمن کہیں نہ رشاکِ شہاوتِ جان سے
یوں قتل ہوں کہ قتلِ مراشتہ نہ ہو

کھٹکے ہر ایک آنکھ میں وہ بڑھ کے خائے یہ کچھ نہیں کہ ہاتھ کسی کے نہ آسکے
مٹ جانے پر بھی چرخِ اُسویجِ و تاب سے گھل گھل کے غیر خواہشِ غمِ خود اگرے
تارِ نگاہ ہو مگر اس کی کمر نہ ہو

لذتِ نصیبِ موت کی ہو محکو کس طرح برائے میری حسرتِ دل کہہ دو کس طرح
سوائی اپنے عشق کی ہو بولو کس طرح شہرتِ تمہارے جو رستم کی ہو کس طرح
تشہیرِ میری لاشیں اگر در بدر نہ ہو

یہ تو مجال کیا ہے کہ الزام اُن کو دیں اتنا کہیں نہ یا ضلِ ہماری جو کچھ سنیں
کیا آگئی ہے آج یہ حضرت کے ذہن میں نوابِ روزِ حشرِ خدا سے شکایتیں
اتنا بھی کوئی عشقِ بتان میں ٹد نہ ہو

پٹا کہیں اُدھر سے مرانا مہ بر نہ ہو

بجا اُمید کی ہو کبھی تو اُسے سزا تڑپے تمام رات نہ پائے تراپتا
تو میرے ساتھ صرف تماشا ہو جا بجا کیا سیر ہو جو غیرِ وعدہ ہو وصل کا
ڈھونڈے وہ صبح تک تجھے تو اپنے گھر نہ ہو

آئے نظریں بڑھ کے وفا سے جفاے یار کم سمجھیں غمِ ہشوں سے ستمہائے بے شمار
مطلب کی ہے یہ بات بتا تو ہی غمگسار جو رو عتاب کیوں نہ سہیں ہم ہزار بار
لطف و کرم سے بھی جو اُسے در گزر نہ ہو

کر کے لگاؤ میں نظرِ جاں گداز سے آنسو بہا کے دیدہ جادو طراز سے
دکھلا کے اک اُنکھِ فتنہ ساز سے مجھ کو ہے یاد وصل میں ڈور کے ناز سے
کہنا ترا کہ ”دیکھ! کسی کو خبر نہ ہو“

محشر کو طرزِ نازِ ستم گر سمجھتے ہیں فتنوں کو اُس کے شوخیِ فلبر سمجھتے ہیں
کچھ اُس کو مجھ سے بیدلِ مضطر سمجھتے ہیں سب لوگ جس کو فتنہ محشر سمجھتے ہیں
مجھ کو یہ خوف ہے کہ وہی فتنہ گر نہ ہو

پھانسیں جگر میں اپنے چیمیں یوں تو بیشتر برسوں کھٹک سی دل میں بھی اپنی رہی مگر
میتابیوں میں اتنی ہی لذت کی کیا خبر ذوقِ تپش میں چین کہاں دل کو چارہ مگر
جب تک کہ سینے میں خلشِ بیشتر نہ ہو

جو رِ فلکِ جفاے زمانہ غمِ حبیب ان سب بلاؤں میں بھی رہی غمِ مشینِ عیب
بن جاؤ جان پر بھی تو یا بختِ یا نصیب یارب مرا شریکِ جو جس صدمے میں قریب

اس میں مزانہ ہو جو مری جان بر نہ ہو

سہانی سحرِ ہم نے دیکھی ہے سو بار رہے عمر بھر مجھ کو سیرِ چین زار
وہ کلیوں کا کھلنا وہ چڑیوں کی چہکار وہ سبزے کا دامن وہ شبنم گہر بار

ہوا سے ستم جھوٹا ہر شجر کا
پیسے کی بولی سے کھینچا جگر کا

بھرا لالہ و گل سے دامن کہاں رواں موج در موج دریائے زخار
گھسنی جھاڑیاں اور صحرائے پر خار بھری بستیاں اور خاموش بازار

ہوئی شمع ٹھنڈی ادھر جھللا کے
اُدھر لے چلے ہم کو جھونکے ہوا کے

کہیں میں نواسِ سنج مرغانِ گلشن کہیں ہیں بھرے اور خالی نشین
چلے جھونکے ٹھنڈی ہواؤں کے سن بن خراماں روشِ چر سینانِ لندن

ہنسی سے کلی کھلکھلاتی ہے کیا کیا
نسیمِ چین گدگداتی ہے کیا کیا

کہیں بتکدوں میں میں ناقوس بجتے کہیں مندروں میں ٹھنکتے ہیں گھنٹے
بھری مسجدوں میں عبادت کے چرے کلیسا میں پہنچے ہیں نغمہ ازاں کے

یہ غل ہے کہ کانوں کے پردے بھٹے ہیں
کلیساؤں و دیر و حرم کو بجتے ہیں

رواں ہوئے میخانہ رندانِ میخوار یہ ہے فکر پی آئیں ہم جامِ دو چار
غرض شیخ سے ہے نہ کچھ فکر و ستار لئے جاتی ہے مضطربِ عجلتِ کار

نہیں شوق میں پاؤں پڑتا زمیں پر

تضہین مصرع طرہ مشاعرہ احمد آبادیہ ماہ کانگریس

جس میں مصرع طرہ کی لغویت ثابت کی گئی ہے

ہو منجم کوئی وقعت کیا غلط گفتار کی خفتہ بختی کیوں جگہ لے طالع بیدار کی
پیشین گوئی اور اشاعتِ شمس و اخبار کی ایک اڑتی سی خبر ہے یہ سمندر پار کی
کوئی دن میں ڈوبتی ہے آبر و سرکار کی

خمریہ قطع غزل خود مشاعرہ احمد آباد کانگریس

کانگریس والوں سے کچھ آنکھیں ملا کر آئی شرم دشتِ زکوبے تکلف ساتھ لا کر آئی شرم
وہ جگہ پاکیزہ تھی بول اٹھا کر آئی شرم اے ریاضِ آئینہ شرم مرگئی ندھی کو جا کر آئی شرم
پھینک دی دریا میں جتنی تھی یہ سمندر پار کی

مسلسلہ

از قلم ۱۸۸۴ء

نہیں آج کھلتا یہ کیسی سحر ہے بسی بوئے گل سے ہر اک رہ گزر ہے
سماں پر کچھ ایسا کہ دل پر اثر ہے طلسمی کرشمہ سا پیشِ نظر ہے
نہیں آج پہلا سا ہے ڈھنگ کوئی
زمانے نے بدلانیہ رنگ کوئی

جو انا نہ دل میں آگئی ہے

خدا جانے کیسی ترنگ آگئی ہے

زمانے کا سب طور بدلا ہوا ہے چلی باغ میں اور ہی کچھ ہوا ہے

جدھر دیکھے اک شگوفہ کھلا ہے یہ دھو میں ہیں ہر سو قیامت پیا ہے

کبھی اس طرح رنگ لائی نہیں تھی

بہار ایسی گلشن میں آئی نہیں تھی

چمن زار میں آگ بھڑکی ہے ایسی لپٹ اٹھی گردوں کی گردوں کی اونچی

بہت دور پہنچی لپک ہر شر کی دھوئیں نے دہائی ہے طوبیٰ کی چوٹی

بہت ہے کشف اس کی جو تیرگی ہے

فلک پر شفق بن کے پھولی ہوئی ہے

گل افشان نہیں ہو چکا شاخ گل کی شرار اڑ رہے ہیں چمکتی ہے بجلی

نظر کو چکا چوند ہوتی ہے کیسی چمن دشت امین وہ برق ستی

جو چوٹی میں کوئی شگفتہ کلی ہے

وہ قندیل سرشِ معلیٰ بنی ہے

ہر اک خار کی آج صورت نئی ہے نزاکتِ رگ گل کی اس میں بھری ہے

زمین چمن میں عجب تازگی ہے جو پتی ہے وہ پھول کی پنکھڑی ہے

عروس چمن کی بنی لاڈلی آج

خزاں آئے تو جائے پھولی پھی آج

سحر کی سپیدی کی ہے اور صورت بیاض گلے حسین ہو ہے نسبت

اُٹے جاتے ہیں کاک بوتل کا بن کر
 کوئی خوابگہ میں پڑا سو رہا ہے جوانی کی نیندوں کا لیتا مزا ہے
 نہیں ہوش اس کا کہ تڑکا ہوا ہے خبر کیا ہو غفلت کا پروا پڑا ہے
 مزا خواب کا اور سرستیاں ہیں
 جوانی کی نیندیں ہیں انگریزائیاں ہیں
 کوئی نور کے تڑکے چپکے اٹھا ہے پریشان گیسو ہیں۔ جوڑا کھلا ہے
 وہ بھولا سا چہرہ کچھ اُترا ہوا ہے چھپا ہے ہوئے روئے زیبا چلا ہے
 یہ ڈر ہے ستائیں گے جھونکے ہوا کے
 کریں گے پریشان آنچل اُڑا کے
 سُہانا سماں صبح روشن کا دیکھا نکھرتا ہوا رنگ گلشن کا دیکھا
 ہے پھیلاؤ دریا کے دامن کا دیکھا تماشا کبھی دشتِ امین کا دیکھا
 زمانے کی رفتار دیکھی ہے ہم نے
 سحریوں تو سوا رہی دیکھی ہے ہم نے
 مگر آج کیا ہے کہ عالم نیا ہے زمانے میں چاروں طرف غل مچا ہے
 نہ آیا سمجھ میں تماشا یہ کیا ہے تحیر فزا کچھ عجب ماجرا ہے
 بدلتا زمانہ کبھی یوں نہیں تھا
 سنو رتا کبھی پیر گردوں نہیں تھا
 نمایاں جوانی کی چہرے سے سُرخ غلط ہے جو کہتے ہیں رنگِ لی ہو ڈالھی
 نشان بھی نہیں نام کو ریش کیسی سنا ہے کسی رند نے نوجوانی تھی

پہر دن چڑھے تک جو سوئے تھے غافل کہاں میناب اُن کو بچپن ہر دل
 اُٹھے ہیں کہ بے ان کے سوئی ہے محفل کسی طرح اب یہ بھی ہو جائیں شامل
 کہاں وقت باقی کہ بن بٹھن کے نکلیں
 وہ بن بن کے متوالے جو بن کے نکلیں ۔

کلیسا سے پیر کلیسا چلا ہے وہ شیخِ حرم ہے جو تھکے عصا ہے
 بزرگانِ نیچر سے اک آ رہا ہے وہ بوڑھا سارا ہب بڑی دیر کا ہے
 کہاں کے صنم خانے کیسے شوالے
 پوجاری نکل کر چلے مندروں سے

کھلا نور کے تڑکے درمیکدے کا نظر آیا پیر مغاں گام فرسا
 بھلا ذکرِ ندانِ میکیش کا ہے کیا؟ پر اباندہ کر غول کا غول نکلا

نہ ساغر کی خواہش نہ فکرِ صبو حی
 چلیں کس طرح ٹکڑیاں میکشوں کی

خاماں خاماں حسین جا رہے ہیں وہ جھڑٹ کئے ناز میں جا رہے ہیں
 وہ اٹھلائے کچھ مہر میں جا رہے ہیں وہ شرما تے پردہ نشیں جا رہے ہیں
 قیامت ہیں آفت ہیں انداز اُن کے
 اُٹھائے نہ دشمن کبھی ناز اُن کے

تقاضا یہ بے تابی شوق کا ہے جو اس طرح اُن کا قدم اٹھ رہا ہے
 پھر اس پر بھی نخوت بھری ہوا ہے زخود رنگی بھی ستیتر بنا ہے
 یہ ایسے نہیں ہیں کہ بے تاب جائیں

کہوں آئینہ تو ہو پیداکدورت کہوں دامنِ حور تو آئے شامت

اندھیرا نہ ہوتا تھا کافور ایسا

جھا جھم برستنا نہ تھا نور ایسا

وہ پختے میں سورج کا صورت دکھانا وہ شراب کے گھونگھٹ کا رخ سواٹھانا

دکنا وہ کندن سا چہرہ سُہانا وہ رنگین بادل میں پھر منہ چھپانا

درخشندہ چہرہ ہے سب کی نظر ہے

شعاعوں کی جھرمٹ میں ابھی نظر ہے

نہ دیکھی تھی ایسی کبھی صبحِ روشن عروسِ مہین پر نہ ایسا تھا جو بن

جدھر دیکھو میں ڈھیر گلہائے روشن نہیں ایسے گلہائے انجم کے خرمن

نگاہوں میں چھپایا سماں نور کا ہے

زمین نور کی آسماں نور کا ہے

نہیں خاک چھینٹوں سے شبنم کے ترے کہ چھڑکاؤں میں صرناں آب گہرے

صفائی میں آئینہ ہر رہ گزر رہے جو صورت ادھر ہے وہ صورت ادھر ہے

اُڑی گرد بھی کچھ تو گھگھو نہ بن کر

بہارِ رخِ نازنینِ دلبر

جسے دیکھئے ہے وہ محو تماشا جدھر دیکھئے ایک ہنگامہ پیدا

وہ لمپل پڑی ہے کہ محشر ہے برپا زمانہ ہوا ہے زخود رفت گویا

کچھ اس طرح غلِ زیرِ فِلاک اٹھا

پریشان ہر آسودہ خاک اٹھا

کیوں نہ ہو سب کو عجب واقعہ دہلی سے کیوں نہ ہو رنج و تعب واقعہ دہلی سے

خلق انگشت بلب واقعہ دہلی سے دل میں وصلے ہو سب واقعہ دہلی سے

کسی کم بخت نے کیوں ہم کو شکوہ چھوڑا

چمن عیش میں کیوں غم کا سشہ گر نہ چھوڑا

ہائے کیا وقت تھا کیا دھوم تھی کیا دریا ہار و انگٹے تھے بن کر بھیتاں کی بہا

خود بہار آئی تھی بھولوں کے پہنکے انھیں ہا ہار چھوٹے سات تھے کہ ہم ہوں گے شا

نقیں رواں باغ مستر سے غنمی کی نہیں

اور نہروں میں غنمی کی وہ خوشی کی نہیں

اہل اسلام تھے بھولے ہوئے ایراں کا غم اہل اسلام تھے بھولے ہوئے سلطان کا غم

اہل اسلام تھے بھولے ہوئے ملتان کا غم رفیوں کا نام تھا کسی عباس کا غم

عقی اسی رنگ میں ڈوبی ہوئی آگ قوم ہنود

ایک تھے تھے مسلمان دیکھو دیکھو

نظر آتا تھا ہر اک بندہ عالم سے آراء نہ تھو کوئی ہشتاد و تیراں یہ فریاد

شاہاں ملک تھا ہر قوم تھی اس ملک کی تلو جس کی امید تھی وہ بھی برائی تھی مراد

ہر طرف بزمِ برہنہ تھا سے عیش کا دور

اور رہتے تھے جاناؤں کے ساغر کوئی اور

صوبے صوبے نے مراعات پائی حراج حکم عیش سے بیکار کو حاصل تھا سراج

ترزاں شکر سی ہر ایک سبھا اور سہاں سایہ ابر کہیم بن کے رہا سایہ تاج

شاہ کے لطف سے مہر بی بی صد مقام

خرامِ ادا پر کبھی حرفِ لائیں

جدھر دیکھئے شورِ دیوانگی ہے جدھر دیکھئے دھوم سی اک مچی ہے
جدھر دیکھئے بزمِ عشرتِ رچی ہے جدھر دیکھئے خلقِ اُڈی پڑی ہے
ادھر غول کوئی اُدھر کوئی صاف ہے

ہجومِ تماشا نیاں ہر طرف ہے

زمانے کی ہر بات گویا نئی ہے نئی ہے صدی اور نیا سال بھی ہے
فلک کی بھی صورت تو بدلتی ہوئی ہے بڑھاپے میں اس کو جوانی ملی ہے
لئے سوجوانی شفق کی پھبن ہے

کہے کون اس کو کہ چرخِ کہن ہے

قیامت کو تقویض ہے اہتمام آج حسینوں کو ہے خدمتِ انتظام آج
خدا جانے کیسی یہ دھوم دھام آج جو کرنا پڑا نازنینوں کو کام آج
وہ بیٹھے تو یہ اٹھ کے کچھ رنگ دکھلائیں

قیامت جو تھک جائے یہ ہاتھ بٹوائیں

مبارک زمانے کی نیرنگیوں کو مبارک فلک کی ستم رانیوں کو
مبارک بتوں کی جفا کاریوں کو مبارک شرارت بھری شوخیوں کو

حسینوں کا کچھ چھیڑنا رنگ لایا

کہ خوابیدہ فتنے نے پھر سر اٹھایا

دربارِ وہلی کے جلوسِ بکرم کا واقعہ

ساتھ ہم باز کے ممکن نہیں ہم راز نہ ہوں

پردہ پوشی کے لئے اور بھی دم ساز نہ ہوں

قوم و مذہب ہو کوئی غم میں ہو شرکت سب کی

نائب شاہ ہو کیاں ہے محبت سب کی

لاکھ شے عرقِ شہم بھی پیشانی سے

داغ جانے کا نہیں ملک کی پیشانی سے

خیر آباد کا دربارِ نمائش

اے زہے عہدِ شہِ عالی ہم عالم پناہ

اے خوشا عہدِ شہِ انجم سپہِ خورشید جاہ

امن دنیا مٹ نہیں سکتا یہ جب تک عہد ہے

کیا مبارک ہے زمانہ، کیا مبارک عہد ہے

ہار ٹونگ برکرم ہیں ویرائے ہند میں

رہنمائے ہند میں حاجت روائے ہند میں

گتھیاں کھولی ہیں کیا کیا ناخنِ تدبیر سے

عقدہ مشکل کئے واناخنِ تدبیر سے

سلطنت کے صوبے صوبے میں کیوں کیا حکم

سلطنت کے چپے چپے میں نگہبانِ پاسبان

کیا تو انین و ضوابط میں ہیں سب جکڑی ہوئے

حق تھا وہی کسی کو بھی نہیں جانے کلام

کون سا قلعہ تھا زیر نگینِ دہلی کس کے سر تاج نہ تھے تخت نشین وہی

آسمان کس کے لئے تھی زمینِ دہلی چرخ سے آج بھی ٹکرائی جبین وہی

آج سے پہلے بھی تو راج کے دربار ہوئے

ہوتے کلکتے کے دو تاج کے دربار ہوئے

قیصری کیوں ہو کر بار بار یہاں بات تھی کیا کیسے دربار کہ جن کا ہے ابھی تک چرچا

ہوئے شاہانہ مراسم اسی دہلی میں ادا اس کے آگے کبھی پوچھا نہ گیا کلکتا

تھی ہمیشہ سے اسے سطوتِ شاہی حاصل

اب بھی دہلی کو ہوئی نسبتِ شاہی حاصل

ہند کی قوموں کو یکساں ہو محبت اسے ہند کے لوگوں کو یکساں ہو عقیدت اسے

کوئی ایسا نہیں جس کو نہ ہو الفت اسے اپنی ہو ملکیت ہند نے عزت اسے

ہم ہو بنگال سے منسوب یہ کیا ممکن ہے

ریش کلکتے کو دہلی سے ہونا ممکن ہے

یہ سبب بھی نہیں تو کیا سببِ مشقِ بنم فیل پر ناسبِ قیصر کے گرا بام سے ہم

چتر بردار گرا زخم سے ہو کر بے دم ناسبِ شہ کے نہیں زخم بھی تعدو میں کم

اُف رے سفاک شقی تو نے عجب وار کیا

ایک ہی دار میں عالم کو دل افکار کیا

ہو کسی قوم سے خوشخوار اسی ملک کا ہے کی جفا جس نے ستم گار اسی ملک کا ہے

کی خطا جس نے خطا کار اسی ملک کا ہے اس کے ظاہر میں سب آثار اسی ملک کا ہے

وانہ واند رات کو چنتا ہو دست بہکشاں ڈھیر پیداوار کے ہیں خرمن انجم کہاں

فرش سونے کا بچھا جاتی ہے شب کو چاندنی

کھیت کرنے رات کو آتی ہو دیکھو چاندنی

کیسے کیسے فیضِ برش سونے وار الشفا بے دوا جاتے ہی صحت جنہیں ہو کیسی دوا

ہر دوا وہ تیز اثر کئے جسے معجز نہا پھر اثر کیسا کہ جو دے قم باؤنی کی صدا

موت باقی رہ گئی تھی صرف دشمن کے لئے

ملک سے وہ بھی گئی اب فوجِ جرمن کے لئے

شوقِ تعلیم اور بھی اب بڑھ گیا حد سے سوا ساتھ ہی پھیلا ہے چرچا کس طرح سنیں کا

مال و زر تعلیم پر کرنے لگیں قومیں فدا پُر اثر کس کی صدا تھی قریہ قریہ جاگ اٹھا

اے بنارس وہ ترا دربارِ یونیورسٹی

شعلہ زن ہے گرمیٰ بازِ اریو نیورسٹی

جنگ میں یرنگ ہے تو جنگ کی ہستی ہو کیا دشمنانِ ملک نے دنیا ابھی دیکھی ہو کیا

برق بن کر تیغ چلے گی ابھی چلے گی ہو کیا چشمِ خیرہ کہ بٹھٹگی تیغ یہ بجلی ہو کیا

چھٹیڑیہ بہرِ ترقی ہمت افزا ہو گئی

جنگِ جرمن اور سونے میں سہاگا ہو گئی

حرفِ صنعت کا پھیلا او بھی رک بوا کارخانے ہر طرف کھلنے لگے ابے شہا

کیسے کیسے کارفرما رات دن مصروف کا واقعات دہرے سب ہو گئے ہیں ہوشیا

ہوں نے انگارے دشمن کو جلانے کے لئے

ہاتھ اٹھ جاتے ہیں تارے توڑ لانے کے لئے

کیسے آئین و ضوابط میں ہیں سب جکڑ ہوئے

سایہ گستر ہیں او دھڑ میں مٹن عالی جناب وہ خردمندانہ تدبیریں نہیں جن کا جواب
عہد میں ان کے سکوں تعبیر خواب انقلاب فتنے کوئے زلف کے گیسو کا حسن پہنچ قباب

شستہ رفتہ بے تکلف کس قدر اردو زبان

موتیوں سے بھر دے دامن ہو کر جب درفشان

انگلش افسر جتنے ہیں مجبور اوصاف ہیں سیرت علیہ طبیعت نیک دل کے صاف ہیں

ہجرن میں استی و دراز گراف و لاف ہیں شہر ہے مشہور یہ سب قاف ہی سچ قاف ہیں

دیکھ لیں سب دیکھ لیں اب سب کو آنکھیں کھول کر

دیکھ لیں اب دیکھ لیں سب سب کو آنکھیں کھول کر

ہیں یہی شکلین جنہوں نے شکل لی ملک کی ان کے قدیوں سے ہوئی تیر ترقی ملک کی

کہیں وہ تدبیریں ہوئی تقدیر سیدی ملک کی بن کے تار اخیست کا ہر چیز چکی ملک کی

راحتیں کیا کیا ہوئیں حاصل ہیں اس عہد میں

نہتیں کیا کیا ہوئیں حاصل ہیں اس عہد میں

عدل کا ہیں ہر جگہ میں و خواہوں کے لئے کیسے کیسے عدل گستر محدث کے واسطے

منصفانہ فیصلے ہیں عادلانہ فیصلے روز سننے عدل کے انصاف کے قصے نئے

تذکرے نوشیرواں کے قصہ پارینہ ہیں

فیصلے نوشیرواں کے قصہ پارینہ ہیں

ہر طرف بہر زراعت سینکڑوں نہریں ہیں دی زمین کو ایسی قوت خوشہ پیریں آسمان

قوم کے نام کی اسلام کی عزت رکھے منع فیض انھیں تار و ز قیامت رکھے

منع قوم میں ہو بزم مسرت ہر روز

طلباء کے بندھے دستا فضیلت ہر روز

مسدس

تقریب افتتاح شریف گنج از بہت ک شریف سی ایم

حکومت شہر دارائی سی ایس ڈپٹی کمشنر بیتا پور

پیش کردہ منشی ظہیر احمد زیری محسٹریٹ و ممبر میونسپلٹی

خلف نواب بشیر احمد صاحب رئیس خیر آباد

و خوش پیش آف کاٹ

یہ دیرانہ کیسا چمن زار ہے آج رگ گل سے بڑھ کر ہر اک غراب ہے آج

ہر اک شلخ گل دست زد دار ہے آج یہاں مصر کا گرم بازار ہے آج

مسرت کی دوڑی ہے لہر آج کیسی

ہے دیرانے میں کہہ بہر آج کیسی

پر سنا نہ کیوں ہر دو کاں ہو رہی ہے پری شیشے کی گلفشاں ہو رہی ہے

ہر اک راہ کیوں کہکشاں ہو رہی ہے زمیں آج کیوں آسماں ہو رہی ہے

نیا ڈھنگ بھی ہے نیا طور بھی ہے

نیا رنگ بھی ہے نیا دور بھی ہے

پچھت رہی میں جو گھر و غم کالے بول آج کل شل کہاں میں بازوئے دشمن بھی ہو شل آج کل
 رنگ لیاں میں جان جس میں تل آج کل میلے ٹھیلے رات دن جنگل میں شگل آج کل
 خوش رعایا شاہ کی پامال دشمن شاہ کے
 وب سلامت رات دن میلے نائش گاہ کے

جلد و تار بندی سدر نیاز یہ خیر آباد

صدقے اس بزم کے کیا بزم و اللہ اللہ نور ایسا کہیں ملتی نہیں ظلمت کو پناہ
 روشن اس سورہ دنیا کے سوا دین کی راہ چشم حق میں کے لئے اس کی ضیا نور گاہ
 نام کس شخص کا ہے نقش و نگین محفل
 آج یہ کون ہوا صدر نشین محفل

میں عجب بادہ عجب رنگ عجب متوالے ہے غضب نہ غضب کبھی غضب متوالے
 بھولنے کے نہیں دستور ادب متوالے بادہ علم کے میں بزم میں سب متوالے
 دیکھنے والے یہ سب جلوہ گر طور کے ہیں
 فرش ہے نور کا سب فرش نشین نور کے ہیں

گو زمانے نے مٹائے بہت اسباب کمال گو زمانے میں نہیں پہلے ہی اصحاب کمال
 واصلتی رہتی ہو مگر کچھ بھی مے ناب کمال فیض بخش آج بھی ہو صورت ارباب کمال
 قوم میں ڈالنے کو جان یہ دم باقی ہیں
 رہبر نئی کے لئے کچھ نقش قدم باقی ہیں

جو ہیں موجود انہیں اللہ سلامت رکھے قوم میں تا ابد اس علم کی دولت رکھے

مدد اس کو دلوائیں سرکار سے آپ

یہ سکرٹری اور ممبر بھی اچھے چیرمین ڈپٹی کمشنر بھی اچھے

کمشنر بھی اچھے گورنر بھی اچھے جو دیں ہم کو وہ صاحب نے بھی اچھے

یہ سچ ہے کہ دیگی نہ سرکار لاکھوں

جو لیں آپ تو دستِ زردار لاکھوں

نہ تھا کچھ بھی کل آج کیا کچھ یہاں ہے لئے ساتھ بازار گنج نہاں ہے

مٹی یہ وہ دولت کہ دل شادماں ہے ہوئی دور پستی زمیں آسماں ہے

زمیں آسماں ہو جو سب ایک دل ہوں

مدد پر مگر حاکم نیک دل ہوں

بہت کچھ ہوا یہ بھی جو کچھ ہوا ہے مگر دور ابھی منزل ارتقا ہے

بڑھے گا قدم کچھ جو آگے بڑھا ہے کرک شک ساناؤ کا خدا ہے

نہ تیرا ک سوچیں تھپیڑے ہیں کیا کیا

ہوئے پارہمت سے بیڑے ہیں کیا کیا

بنا پارک ایسا کہ دل شاد جس سے کرک شک کے نام کی یاد جس سے

بنے نغمہ بلبل کی فریاد جس سے رہیں دور گلچیں و صیاد جس سے

نہ دنیا کی فکریں نہ دنیا کے غم ہوں

سرِ شلخ گل ہوں۔ عناد دل ہوں ہم ہوں

الہی دعائیں اثراب دکھائیں الہی اثراب دکھائیں دعائیں

وہ پھل پھول لائیں جو پودے لگائیں جو پودے لگے ہیں وہ پھل پھول لائیں

سرت کے نعموں کی بڑھ جائے آج ترنم سرائی کریں نامے دئے آج
جے بزم خسرو ہے بزم کے آج ریاض اقتلہ شریف گنج ہے آج

یہ ساعت مبارک زمانہ مبارک

کرک شک صاحب کا نام مبارک

یہی تو شریف کے ہیں نعم البدل ہاں ہماری ترقی کے ہر طرح خواہاں
اچھی قوم کے آپ دونوں ہیں ارکان کئے ہیں ترقی کے سب جس نے میدان

شیرف سے شرف جس کو آغاز کا ہے

یہ موقع کرک شک پرناز کا ہے

رہے گا ہمیشہ کرک شک کا نام نہ جائیگی دل سے کبھی یادِ اکرام

شیرف کو حضور اب یہ پہنچائیں پیغام دلاتے ہیں یادِ آپ کی یہ درو بام

ہر اک آپ کے نام سے شاد دل میں

رہے گی مدام آپ کی یاد دل میں

بڑھائیں حضور اب تجارت کو اس کی سنبھالیں توجہ سے حرفت کو اس کی

ذرا تقویت دے دیں صنعت کو اس کی ذرائع بڑھائیں گے دولت کو اس کی

رواں اس طرف لطف کی نہر ہو جائے

یہ اجڑا ہوا شہر بھر شہر ہو جائے

توجہ جو فرماں روا کی ادھر ہو صفائی سے آئینہ ہر رہ گزر ہو

شیرف گنج گنجینہ سیم در ہو ابھی معدنِ غسل و کانِ گہر ہو

مدد لیں ہر اک دستِ زردار سے آپ

تیز سے تیز ہو یا ملکی سے ملکی آئے نہ کہے شیخ برا اچھی سے چھی آئے
 نشہ الفت کا ہوس میں وہ برا بھلا آئے جو نہ پتیا ہو کہہ ہم بھی گئے پی آئے
 توبہ کا لاکھ تقاضا ہو کہ شیشہ ٹوٹے
 ٹوٹے سو بار بھری بزم میں توبہ ٹوٹے

لطف صحبت ہو نہ ہندو نہ مسلمان کوئی لطف دعوت ہو نہ ہندو نہ مسلمان کوئی
 کیا سرت ہو نہ ہندو نہ مسلمان کوئی جام صحبت ہو نہ ہندو نہ مسلمان کوئی
 رنگ پر روزیو نہی محفل احباب رہے
 دور میں روزیو نہی جام مئے ناب رہے

طرف صومعہ جائیں کہ سو دیر آئیں دل احباب میں بن کر نہ کبھی غیر آئیں
 فرشِ ہوا نکھیں ہیں وہ جو پے سیر آئیں خیر آباد شرف پھر بھی مع الخیر آئیں

اے شرف گنج شرف ہو تجھے حاصل ہو شرف

تو ہمیشہ رہے ہو نہی گل مقصود بہ گفت

پارک آباد رہے اور کرک شک دل شاو نام سے جن کے ہو منسوب ہو ان کی یاد

باغ کا ان کے رہے سر ہمیشہ آزاد خیر آباد کا ہر باغ ہو باغ بغداد

کیوں ہر اک جنس وفا کا نہ خریدار رہے

یارب آباد شرف گنج کا بازار رہے

تراۓ خلافت

یہ لہرائے سائے میں عرش ہیں کے

ہمیں حاکم خلق پرور سلامت
گرک شک ڈپٹی کمشنر سلامت

تقریب دعوت حکام منجانب خان دروئی سید ان خان
مینول روخیر آبیش کر موئی ظہیر انیری مجسٹریٹ مینول روخیر آبیش

حکمران صدر سے باجاہ چشم آئے ہیں نرک شک شرف خروجم آئے ہیں
آئے شرف گنج شرف نیک شیم آئے ہیں تیری قسمت تیرے بانی کے قدم آئے ہیں
ہے تیری سالگرہ دن یہ تیرے یاد رہیں
تو جو آباد تو مہمان ترے شاد رہیں

افتتاحی تری تقریب کو گزرا اک سال پارک اس طرح بنا آج ہیں سرسبز نہال
مصر سے بڑھ کے ہر بازار تر لال مال چکی تقدیر تری بدر بنا بڑھ کے ہلال
تجھ کو اللہ نے چکی ہوئی قسمت دی ہے

کہ چہیر میں نے حکام کو دعوت دی ہے
جام پر جام چلے بزم میں بوتل آئے اُس کی رحمت کے اُنڈتے ہوئے بادل آئے
شجر خشک جو ہو اس میں بھی کوئل آئے آج بے موسم گل پھول کھلین پھل آئے
میزباں سکرٹیری جوش ہے ارمانوں کا
جام صحت پییں سب شوق سے ہمانوں کا

تکلم وہ عصمت کا یارب تکلم تکلم وہ آفت کا یارب تکلم
تکلم قیامت کا یارب تکلم وہ وقت مسرت کا یارب تکلم

تکلم سے بڑھ کر تبسم کسی کا
تبسم سے بڑھ کر تکلم کسی کا

اثر خیز زمی اثر خیز گرمی وہ گل ریز زمی شر ریز گرمی
یہ کرزن نے کی کیوں کرا نگیز گرمی ہے اس طرح ایک انگریز گرمی
نہ سمجھے گئے واپس آنے کے قابل

رہے اب نہ وہ منہ دکھانے کے قابل

سلامت روی بختی یہ برطانیہ کی سنا جس نے جمہوریت کو دعا دی
چلیں شوخیاں کچھ نہ موج ہوا کی بگڑنے میں بھی زلف پچاں بنا کی

مٹیں دشمنوں کی جو عیاریاں تھیں

یہ عیاریاں سب غلط کاریاں تھیں

بری طرح کرزن نے غصہ اُٹارا بٹے وہ ہوئے اور سا حصف آرا

پڑھے جن کو شیشے میں کس نے اُٹارا قیامت کا عصمت نے میدان مارا

ہرن چو کڑی بھول کر زدیں آئے

کہ سب جنگ جو امن کی حدیں آئے

یہ فرزانگی اہل برطانیہ کی جو تیور بڑی دیکھے صورت بدل دی

اثر خیز آواز بختی ہند کی بھی اُدھر ہو رہے تھے بہت تلخ نصری

پند آئی لاسیں کی پھر سیر سب کو

خلافت کے جھنڈے نے پورے جلوس کے ساتھ شہر میں گشت کیا اور
تھام روسائے خیر آباد ہمراہ تھے۔ نشان کے ساتھ ذیل کا تراز خلافت
ہر قدم پر خاص اثر رکھتا تھا

مبارک سیادت کا جھنڈا مبارک مبارک امامت کا جھنڈا مبارک
مبارک امارت کا جھنڈا مبارک مبارک خلافت کا جھنڈا مبارک
یہ گاڑا گیاد دل پر اعدائے دیں کے
یہ لہرائے سائے میں عرش بریں کے

نشان سیادت نشانی ہے کس کی نشان امامت نشانی ہے کس کی
نشان امارت نشانی ہے کس کی نشان خلافت نشانی ہے کس کی
یہ بادل نہیں ہیں جو سایہ کئے ہیں
فرشتوں نے پر اپنے پھیلا دئے ہیں

ہلال آج چمکا وہ بالائے پرچم صلیب اس کے آگے بنی دست باقم
صلیب اس کے آگے ہوئی اس طرح خم عدو کے لئے طوق گردن کہیں ہم
نیا طوق پڑتے ہی کیسا جمکا سر
ہوا آج نیچا بڑے بول کا سر

تبسم وہ عصمت کا یارب تبسم تبسم وہ آفت کا یارب تبسم
تبسم قیامت کا یارب تبسم بنا وہ مشرت کا یارب تبسم

یہ کیوں خندہ زن ہے ہلال آج سب پر
مزے کی نئی مسکراہٹ ہے لب پر

نہ ہوگا اگر یہ تو گاڑھی چھنے گی

بنائے نہ پھر بات ہرگز بنے گی

مخالف کروڑوں مسلمان ہوں گے ہزاروں کو مرنے کے ارمان ہوں گے

نہ بدلیں گے وہ جن میں ایمان ہوں گے ہستی پر اپنی لئے جان ہوں گے

یہ جتنے ہیں سب ہیں اسی ایک گھر کے

ملے گا انھیں کیا تہ تیغ کر کے

نبی کی وصیت پر ایمان اُن کے خطا ہوں گے ڈر سے نہ اوسان اُن کے

نہیں گے کسی کی نہ کچھ کان اُن کے شہادت ملے ہمیں یہ ارمان اُن کے

گوارا کریں گے نہ ایمان دینا

گوارا کریں گے یہ سب جان دینا

عراق و حجاز و فلسطین و شام آج ہیں محکوم اغیار ان کے ہیں سرتاج

نہ پاس زباں ہو نہ کچھ بات کی لاج ہمیں بھی نہیں بھی ملے کیوں نہ سوراخ

پریشان کرنا پریشان ہونا

مناسب ہے کچھ تو پیشیان ہونا

چلے گا نہ اب کام غیاریوں سے نہ غدار مکہ کی غداریوں سے

نہ ذر پاشیوں سے نہ ذر باریوں سے حذر چاہئے ہے ریا کاریوں سے

عراق و عرب کی بھی ہو داغزاری

ذرا ان میں موصل کی ہو چوٹ بھاری

ہے عاجز جہاں حکم برداریوں سے بچائے خدا ایسی بہاریوں سے

منا پڑی جان کی خیر سب کو

بہت ناپے کو دے فرانس اور آٹلی وہ انگورہ کا تار آخر کی دھکی
 بظاہر تلام میں قلعی سب کی کشتی کئی بار ڈوبی کئی بار اُچھلی
 مگر پو بیڑا لگا یا خدا نے

سمجھ سے لیا کام برطانیہ نے

کہیں کیا بھری بزم سے کیونکر اُٹھے مزے اُٹھنے کے بزم سے باہر اُٹھے
 جھکے سو ڈرزا نوٹھے وہ جو سر اُٹھے دروتے ہی جب توبہ منہ کر اُٹھے
 لئے امن ہمراہ سب گھر کو آئے

یہ سچ ہے بچی جان تو لا کھوں پائے

لا کر بہم ہاتھ اُٹھے ہاتھ ملتے نہ دیکھے کچھ ارمان دل کے نکلتے
 بچے ٹھو کروں ہی بہت چلتے چلتے نہ بچتے نہ گھسی کے چراغ آج جلتے
 بنے داغ لاسین میں باغ دل کے

چراغان لاسین تھے داغ دل کے

ہوئی صلح ٹرکی مگر فاسحانہ ادا فاسحانہ اثر فاسحانہ
 قدم تھے سر رہ گزر فاسحانہ چلے جس طرف تھی نظر فاسحانہ

مہینوں جیسی خوب برطانیہ سے

بگڑ کر جی خوب برطانیہ سے

نئی دشمنی دوستی ہے پُرانی جیسی ایک نے ایک کی بات مانی
 عرب سے بھی اُٹھے کہیں حکمرانی اب آزادیوں میں کئے زندگانی

نہ جو عہد نامے کی اب پانکالی کہ ہے امن کی اس نے بنیاد والی
 سلامت کمال اور فوج کمالی سلامت بلال اور تیغ ہلالی
 سلامت رہے یہ نشان خلافت
 بڑھے اسے ریاض اور شان خلافت

پارہ نظم در مظالم شہد وغیرہ

پڑے سرِ حشر کے دن قاتل عثمان نکلا
 اولیت کا شرف حضرت صدیق کو ہے
 تہذ اصولت فاروق ریاست آئیں
 بعد فاروق کے ترتیب خلافت کے لئے
 ہوئی تکمیل خلافت جو نبوت کی طرح
 نہیں ممکن جو لکھے کوئی یدِ اللہ کے وصف
 عظمت اس نام مبارک کی نہیں دلیں
 جتنے سوری ہیں وہ ہیں نامِ علی کی تفسیر
 لب پر آیا کبھی بوبکر کبھی نامِ عمر
 چار چاند ایسے خلافت کے زمانے کو لگے
 نور تھا چار طرف رونے زمیں پر پھیلا
 چرخ پر تارے ابھرتے جو سورج بیٹھا
 وسعت ارض میں اسلام نے جھنڈی کا شہ
 آج بھی خون سے نرم صفحہ قرآن نکلا
 عارف ایسا نہ کوئی صاحبِ یقین نکلا
 کہ جہاں دور خلافت کا شنا خواں نکلا
 آپ سا کوئی نہ اسے جامعِ قرآن نکلا
 یا علی مرتبہ یہ آپ کے شایاں نکلا
 دست و بازوئے نبی قوتِ ایماں نکلا
 جس کو دیکھا وہ غلامِ شہِ مرداں نکلا
 وہی قرآن وہی معنی قرآن نکلا
 منذ سے حیدر کبھی نکلا کبھی عثمان نکلا
 یدِ بیضا بھی چراغِ تہذیب امان نکلا
 کہ چھپا چاند تو خورشیدِ درخشاں نکلا
 شام ہونے بھی نہ پائی سرتاہاں نکلا
 بن کے پرچم شفقِ سرخ کا داماں نکلا

لے گا نہ کچھ بھی دل آزار یوں سے پشیمانی اچھی خطا کاریوں سے

نجات اب ہو بیماری جا بگسل سے

ملا دھتھ اب دل بھی مل جائے دل سے

رہے دوستی اب عرب سے عجم سے ذرا لیجئے کام چشم کرم سے

کیجئے ہوئے پیپ کتنے الم سے نہ بن بن کے شمشیر اب کھینچئے ہم سے

مسلمان دنیا کے داؤد وفا دیں

مسلمان دنیا کے دل سے دعا دیں

رہو یوں دلوں میں کہ ہو جان جیسے رہو اس طرح ہم ہیں انسان جیسے

ہیں آپس میں ہندو مسلمان جیسے بنیں ترک یوں دوست افغان جیسے

تشدد ہو جس میں نہ وہ سلطنت ہو

ہر اک ملک میں فیض جمہوریت ہو

اب آجائے کرزن کو بھی مسکرا نا سکھائے تبسم انھیں بھی زما نا

مٹے روز کا اب یہ رونا رو لا نا مبارک انھیں اپنی خفت مٹا نا

ہلال اب نہ شکوہ کبھی لائے لب پر

جب آئے الہی منہ سی آئے لب پر

ہلال آج کس سے گلے مل رہا ہے عصمت کا نازک گریباں بنا ہے

یہ جوشِ طرب میں ایسے کیا ہوا ہے گریباں کی صورت گلے سے لگا ہے

جگہ اس کی ہے یوں ہی سینے پر ان کے

گرائے لہو یہ پسینے پر ان کے

گنبدِ روضہ اطہر پر آثار سے گولے چرخ پر خوف سے فرشتہ بھی لرزاں نکلا

۴

چونک اٹھے عدم آباد کے رہنے والے
گنبدِ بنبر کو مسجد کے بھی پہنچا نقصان
دامنِ ابر میں چھپ چھپ گئی کجی ڈر کر
میکسم توپ کو گردش تھی حرم کے اندر
تذرتوشن ہوئے مشہد کے ہدایا کیا
لئے دامن میں چلا گو ہر بیکت کوئی
کھل کے بازارِ تجارت کی دکانیں لٹیں
روس کے ظلم و شرم آئی نہ کچھ یورپ کو
غل ہے مشہد میں مرا کو میں ٹریوٹی میں
ہے یہی حال تو اب جلد سے کی دنیا
لے شہنشاہِ جہاں و شہِ انگینڈا کی حاج

قبر سے رستم و مستان بھی ہر اسان نکلا
درود یوار کا اللہ نگہباز نکلا
منہ سے توپوں کو وہ دود شرافتاش نکلا
گوشے گوشے سے ہر اک شخص ہر اسان نکلا
گنج زر گنج گہر بے حد و پایاں نکلا
لئے دامن میں کوئی لعل بدخشاں نکلا
لے لیا جس کے یہاں جوہر دماں نکلا
ہاں بیرٹمین مگر سر بگریبان نکلا
کام یاروں کا بقدر لب و دنداں نکلا
علم سبز لیے روم کا سلطان نکلا
حیف اگر تیری رعایا کا نزار ماں نکلا

۵

لاکھوں دالینڈر آئیں گے نظر دشمن کو
جلد مل جائی فنِ جنگ کی تعلیم ہمیں
جاتے جاتے سوارِ ایران نظر آجائے گا
اپنی سرحد سے ہر اک ترکے سے گا فوراً
ماریہ ناز ہمیں ہوگی ہماری قوت

گھر سے ایک ایک اگر ہونے کو قربان نکلا
شور ہو ہند بھی تیرا عربستان نکلا
ہم سے بھی چار قدم آگے ہر افغان نکلا
شور بج جائیگا وہ شیرِ نیستان نکلا
ہمت افزا جو شہنشاہ کا فرماں نکلا

ابتدا جس کی یہ تھی آج ہوا اس کا یہ حال
 ہر فریخ آج مرا کو میں ہلا کو بن کر
 فوج اٹلی نے اٹاری ہو ٹریوپی میں
 کچھ جزیرے لئے بدعہد نے دھوکے دی کر
 یہ سمجھ کر کہ سندریں ہے ٹرکی کمزور
 اس کی تائید میں ہیں اور بھی کتنے ایسے
 سگ اٹلی سو رہا بڑھ کے کہیں روس کا خرس
 روزِ عاشور کیا مجتہدِ عصر کا خوں
 کس طرح روس نے تبریز میں آفت ڈھالی

پاک دامانوں کی کم بختی کی پردہ دری
 یہ سمجھ کر کہ کسی گوشے میں مل جائے امان
 اوڑھنے کو نہ بچھانے کوڑ میں کیا گھریں
 منہ طرب دل کی طرح گھر سے بونکلا کوئی
 نردا کوئی نہ برق کوئی پردہ نہ حجاب
 چہرے پر اشک مصیبت و جو دامنِ فحشا
 نقدِ جاں بھی نہ بچا شہر میں وہ لوٹ مچی
 تارِ یوٹرنے بہت رنگ بدل کر بھیجے

چاک دماں تو کوئی چاک گریباں نکلا
 گھر سے عریاں کوئی نکلا کوئی نالاں نکلا
 دامنِ نشت ہر اک خانہ ویراں نکلا
 اپنے گیسو کی طرح کوئی پریشاں نکلا
 گھر سے ہر پردہ نشینِ سحر و سماں نکلا
 دل پر زخم لئے زخم کا دوا ماں نکلا
 روس ہر طرح عدوئے روساں نکلا
 آسماں بھینڈے طاووس میں پنہاں نکلا

کیا جلد ہوئے ہیں ایک دہین
 کمزور کی ہر طرح حمایت
 بیجا و بیجا ہر اک شکایت
 ہر بات ان اتحادیوں کی
 معشوق کا عہدہ وعدے ان کے
 کھل کھیلے ہیں حلقے حلقے اُس کے
 پیچیدگی و دروغ بانی
 کیوں صلح کا رنگ خونچکاں ہے
 اس صلح کی اب تو کامیابی
 کیا امن و امان کو ہے ترقی
 اُٹھتے ہیں شر و دھوئیں کے بدلے
 یوں مرد بنی ہے قوم اپنی
 اُٹار یہ ہیں ترقیوں کے
 کہتے ہیں کچھ اور اس کے تور
 کیا ابر میں کچھ ہلال کی شکل
 طاقت نہیں بازوؤں میں پھر بھی
 بجلی کی چمک خیرہ ہے آنکھ
 غنیمت شفقِ فلک بھی جھک کر
 اقوام کی لیگ تھی جو آسان
 ترکی نیلام ہو گئی ہے
 اب لیگ کا کام ہو گئی ہے
 گویا دشنام ہو گئی ہے
 الفت کا پیام ہو گئی ہے
 کیا طرزِ کلام ہو گئی ہے
 کاکل اب و ام ہو گئی ہے
 کچھ حسنِ کلام ہو گئی ہے
 جب جنگ تمام ہو گئی ہے
 بوسہ بہ پیام ہو گئی ہے
 کیا جنگ تمام ہو گئی ہے
 تیز آتش خام ہو گئی ہے
 لونڈی سے غلام ہو گئی ہے
 اب رحمتِ عام ہو گئی ہے
 ترکی جو تمام ہو گئی ہے
 خنجر بہ نیام ہو گئی ہے
 بیرونِ نیام ہو گئی ہے
 عریاں جو حاسم ہو گئی ہے
 اب آتشِ بام ہو گئی ہے
 دشوار سا کام ہو گئی ہے

ہائے وہ وقت کہ جب تختِ روس سے سب کہیں خوب مسلمانوں کا ارماں نکلا
 وقتِ تقسیم کہے فوج یہ خوش ہو ہو کر لوٹ کا مال تو مشہد سے فراوان نکلا
 ہم کہیں خاص یہ اسلام ہے بڑشِ دولت سب کہیں دل سے شہنشاہِ مسلمان نکلا
 سایہِ جارج میں وہ دن بھی کہیں آؤ ریاض
 ہم کہیں آج مسلمانوں کا ارماں نکلا

عالمِ آشوب

دنیا تیرِ دام ہو گئی ہے یہ پختہ بھی خام ہو گئی ہے
 کس کی ہوئی ہے یہ خام پارہ ہر چند کہ رام ہو گئی ہے
 لے گا ابھی کروٹیں زمانہ رات آگئی شام ہو گئی ہے
 کچے پڑے پختہ کار کیا کیا؟ قوت ہی تمام ہو گئی ہے
 ہے صلح کچھ امن خیرِ عالم اب جنگ تمام ہو گئی ہے
 سایہ ہے خدا کا سایہ لیگ رحمت یہ عام ہو گئی ہے
 آزاد حکومتِ مقامی ہر قوم کے نام ہو گئی ہے
 یہ شرط بھی ہم ہوں حکم بردار بے قید و دام ہو گئی ہے
 مشکل کاموں کی سربراہی سرکار کے نام ہو گئی ہے
 ٹھیکے میں خدا کے ہی خدائی حالت یہ عام ہو گئی ہے
 یونان کی رات دن جھل کود مینڈھک کو زکام ہو گئی ہے
 ظالم کی حکومت و امارت مظلوم کے نام ہو گئی ہے

سبھی ہوئی گفتگو طرزی
 معنی ہوں سخن کے اختیاری
 سناہیں فسانہ بے رنگیں
 بے حس تصویر میں پڑی جان
 فریاد کا کاٹ دیکھنا ہے
 رکتی نہیں رو کے آہ کی تیغ
 ہوگی وہ عدو کی صبح اُمید
 کہتے ہیں کہ سنی و سن و جارج
 کچھ فہم اگر ہو تو وزارت
 سمجھے ہوئے تھے جسے وہ ریش
 اترے گی نہ خلق سے کسی کے
 کہتے کو نہ ہو کہا نہ ہم سے
 خود بھی وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا
 بے وجہ بھی حال پر توجہ
 کچھ بولوں تو کہتے ہیں کہ چپ چپ
 مکہ مسجد میں شورِ ناقوس
 پرے پرے میں دور کی بات
 پڑتی ہے دکن کے شہلے پرٹاپ
 اونچے اونچوں کی بھوٹ کی بات
 دلکش پیغام ہو گئی ہے
 اب بات یہ عام ہو گئی ہے
 کیا بات تمام ہو گئی ہے
 مصروفِ خرام ہو گئی ہے
 صمصام و حسام ہو گئی ہے
 بیروں زنیام ہو گئی ہے
 جس صبح کی شام ہو گئی ہے
 بے نیلِ مرام ہو گئی ہے
 اب عقل کا کام ہو گئی ہے
 وردِ تہِ جام ہو گئی ہے
 پکی ہوئی خام ہو گئی ہے
 جھٹ بھی تمام ہو گئی ہے
 پامالِ خدام ہو گئی ہے
 حکام کا کام ہو گئی ہے
 چپ شکنیہ کلام ہو گئی ہے
 آوازِ امام ہو گئی ہے
 پیغامِ سلام ہو گئی ہے
 ڈھیلی جو لگام ہو گئی ہے
 اب طشتِ زبام ہو گئی ہے

چھایا ہے نہ رہاں اندھیرا
 کیا حالتِ شام ہو گئی ہے
 پر بیچ ہے زلفِ بالشو یک
 کابل کا لام ہو گئی ہے
 اب آنکھ ہے سوئے بامِ دنیا
 گل ریزہ سر زمینِ ایران
 چشموں میں تیل کے لگی آگ
 کیا ڈر کا مقام ہو گئی ہے
 آنکھوں میں نہیں ہے خوابِ شیریں
 لوشعلِ شام ہو گئی ہے
 موصول کیا پھول کی چھڑی تھا
 کیوں نیندِ حرام ہو گئی ہے
 برت اب خطِ جام ہو گئی ہے
 موصول کے کنوئیں کی اوکھلی بھی
 اب شہد کا جام ہو گئی ہے
 سرواں و در و سر خریدن
 پونجی ہی تمام ہو گئی ہے
 الکی ہو کہ ہو کڑی کوئی چوٹ
 کچھ شغلِ دوام ہو گئی ہے
 اس دودھ کے نہر کی روانی
 فرساد کا کام ہو گئی ہے
 اس صلح میں جنگِ زرگری بھی
 نازک سا کام ہو گئی ہے
 حاصل ہے کہیں طلّائے خالص
 چاندی کہیں خام ہو گئی ہے
 اب بامِ حرم کے بزم کی ہر بات
 شورِ سرِ بام ہو گئی ہے
 بزمِ جھوٹ سہی قدم تو پہنچے
 شہرت یہ تمام ہو گئی ہے
 قولِ فیصل سے سرزمینِ وہ
 حیرت کا مقام ہو گئی ہے
 گھر کے بھیدی نے کہہ دیا حال
 تصدیقِ کلام ہو گئی ہے
 غدارِ حجاز کو تو گلا لی
 صاحبِ کاسلام ہو گئی ہے
 اب بھی ہوئی گفتگوئے کابل
 سنجیدہ کلام ہو گئی ہے

ہو گئی کبھی صبح شام کی بھی جب صبح کی شام ہو گئی ہے
 آثار ہیں صبح کے نمایاں
 اب رات تمام ہو گئی ہے

ساقی نامہ

از

فتنہ ۱۸۸۲ء

| | |
|-----------------------------|-------------------------------|
| ساقی! مجھے ایک جام دینا | بھر کر مئے لالہ فام دینا |
| رنگت کا نکھاریہ کرے کام | یا قوت کا ایک ڈال ہو جام |
| دھانی چوڑی کا عکس پڑ جائے | تحریر زمرہ میں نظر آئے |
| رنگ اور لگائے آگ بڑھ کر | منہدی لگے ہاتھوں میں ہوساؤ |
| مستانہ ادا نہ آس توڑے | لغزش نہ کہیں گلاس توڑے |
| جھلے سے ابھی نکل کے آئے | شیشے سے پری نکل کے آئے |
| سورنگ سے بن سنور کے نکلے | نکلے نکلے نکھر کے نکلے |
| ہو قص فزائے صحن ساعز | ہو موج کا ہاتھ بھی کمر پر |
| نظارہ کے ساتھ سب ہوں بہوش | ہر نیم نشیں زخود فراموش |
| محفل میں وہ رنگ آج چھا جائے | بے ساز دے مجھے مزا آئے |
| لغزش نہ مری زبان میں ہو | اُجھاؤ نہ کچھ بیان میں ہو |
| لو منتظرو! ذرا سنبھل جاؤ | آنکھوں میں ہو نیند ہوش میں آؤ |

دیکھو کس وقت با وفادار و ست
 کیا قبر ہے وقت پر قیامت
 دنیا دنیا رہی نہ افسوس!
 پھیلے اثرِ عدم تعاون
 دکھ درو میں شرکتِ بہم اب
 باہر ہوگی نہ قوم افغاں
 ہندو ہوئے ترک ترک ہندو
 تحریکِ سودیشی و خموشی
 ٹھہرا ہو کہ پھول گھڑی کی ہو
 کہنے کو گھر کی کو ٹھہری بھی
 تو مو کا تو بچھاؤ اوڑھو
 دو دن کی ہے چاندنی مبارک!
 حقی کام کی شے وفا ہماری
 کچھ ہو ہمیں کام ہے وفا سے
 ہاں اخوت و فافے کام کی چیز
 جاری ہے سی پھر بھی ہر چند
 ہیں شیر و شراب آگ پانی
 سایہ میں وہ رکھے اپنے آزاد
 ہے دور بہت دعا سے تاثیر
 سر کا رنظام ہوگئی ہے
 معشوقِ خدام ہوگئی ہے
 عبرت کا مقام ہوگئی ہے
 تحریک یہ عام ہوگئی ہے
 دور سے وجام ہوگئی ہے
 ترکی بھی رام ہوگئی ہے
 اب پھوٹ حرام ہوگئی ہے
 مقبول انام ہوگئی ہے
 باہر کی خدام ہوگئی ہے
 روٹی کا گدا ام ہوگئی ہے
 اب رائے یہ عام ہوگئی ہے
 یہ کہنے کو شام ہوگئی ہے
 وہ تو بدنام ہوگئی ہے
 مانا بدنام ہوگئی ہے
 ضد سے ناکام ہوگئی ہے
 کوشش ناکام ہوگئی ہے
 صورت یہ عام ہوگئی ہے
 جو زلف کہ دام ہوگئی ہے
 وہ عرش مقام ہوگئی ہے

کیا سہل ہے جو نقاب اٹھے؟ شرمیلے ہیں کیوں؟ حجاب اٹھتے
 کیونکر کہیں زباں سے "اُف اُف"
 آجائیں تو شوخی ادا سے
 یہ دن ہیں بہارِ زندگانی
 گلچیں کہیں دسترس نہ پائے
 کس نادان بھولے بھلے
 جب اتنی سمجھ نہ ہو کہا کیا؟
 دشوار نہیں ہے ہاتھ آنا
 چٹخارے نئے زبان کے ہیں
 ہو جاتی ہیں آرزوئیں بیباک
 ہر وقت ہجوم دلوں کا
 بھا جاتی ہے سیرگشتوں کی
 خودداری حسنِ محو انداز
 زلفوں کا سنوارنا وہ دن بھر
 عادت وہ گھڑی گھڑی کا بننا
 پھر ویدہ دلیریاں اک آفت
 اچھا نہیں شام کا نکلنا
 وہ ہے جو زرا سنبھال لے جائے
 بنتا ہے شوق جی کا جنجال
 شرمیلے ہیں کیوں؟ حجاب اٹھتے
 ہم بزم میں آئیں بے تکلف
 کیا آنکھ ملائیں گے حیا سے
 بچپن کچھ ہے تو کچھ جوانی
 ڈرتے ہیں بہار اُلٹ نہ جائے
 جو چاہے وہ راہ پر لگالے
 تو فتنہ طراز مٹی ادا کیا؟
 بچپن کی سمجھ کا کیا ٹھکانا
 آفت ہے کہ دن اٹھان کے ہیں
 اس عمر میں سو جھٹا نہیں خاک
 ہر وقت ہجوم وصلوں کا
 پروا نہیں رہتی رہزنیوں کی
 رست منے تبختر و ناز
 ہر وقت نگاہ آئینے پر
 ہر روز نئی نئی تمنا
 بیباکی آرزو قیامت
 اچھا نہیں نام کا نکلنا
 جو دل کہے اُس کو مال لے جائے
 کیا قہر بھرا ہے یس سال

| | |
|-------------------------------|-------------------------------------|
| مبارک میکشوں کو رخصت ہوش | چلا وہ ساقی وعدہ فراہوش |
| نگاہِ نازِ شرمائی ہوئی ہے | ہماری یاد کچھ آئی ہوئی ہے |
| چھلکتے جامِ یازک سے گل ہیں | خالی ہاتھ میں چیلوں کے گل ہیں |
| کھائی پرگراں ہے رنگِ ساغر | نہ موج سے بنے یہ بھی پک کر |
| ہر اک میکش کو یہ دھوکا ہوا ہے | مے گل رنگ سے ساغر بھرا ہے |
| لبِ خاموش میں طرزِ تکلم | نہاں گھونگھٹ میں موجوں کے قہقہے |
| اُبھرتی موج کیا دیکھی نہیں ہے | چھلکتے جام سے گیا پی نہیں ہے |
| بہاریں ہم نے لوٹی ہیں جن میں | اُٹھے بیٹھے نہیں کس انجن میں |
| سبوتے اچھوتے ہیں لہڑھائے | سنبھل کر جب اُٹھو کوثر کی لائے |
| جورنگت دور سے ہم دیکھنے پائیں | بھری ساغر تو ہم آنکھوں میں پی جائیں |

| | |
|-------------------------------|------------------------------|
| نہ وہ محشر فروش شوخی ناز | نہ وہ ہنگامہ ہائے فتنہ پرداز |
| نہ کسی کی وہ چمپنی رنگت | نہ کسی کی وہ چلبلی صورت |
| نہ وہ نازک کمر کا بل کھانا | نہ وہ لغزش نہ وہ سنبھل جانا |
| نہ چھریا بدن نہ بھرے بال | نہ وہ کافر کی لڑکھڑائی چال |
| نہ وہ آئینل کا ڈالنا ہر بار | نہ ڈوپٹا سنبھالنا ہر بار |
| نہ وہ شوخی نہ ہونٹ پر وہ ہنسی | نہ بلا خیز چوتھیں تیکھی |
| نہ وہ جوشِ شباب کی ان بن | نہ اداؤں میں اب وہ چنچل پن |
| نہ وہ نغمہ نہ جانفزا آواز | نہ معنی نہ کوئی نغمہ ساز |

نہ کچھ ہو ہستی معشوقِ نوحیز بھری ہوستی معشوقِ نوحیز
 ارے ساقی! وہ تیرے جام کی ہو ارے ساقی! وہ میرے کام کی ہو
 کسی سے بھی نہ اُس نے بات کی ہو دلہن گویا وہ پہلی رات کی ہو
 رہی ہو سایہ پیرِ میناں میں پٹی ہو سایہ پیرِ میناں میں
 حسیں ہو نازیں ہو نوجواں ہو چراغِ خانہ پیرِ میناں ہو
 وہ نازک کچھ نزاکت کی نہ ہو حد جو گل سی شکل ہو لوٹا سا ہو قد
 قدم آنکھوں سے ہر سانولگائے جو دیکھے سر و مینا سر چھکائے
 بدن میں ہو لباسِ ارغوانی پھٹی پڑتی ہو اس پر نوجوانی
 پری اڑ کر بنے طاؤس تن کر وہ چلنے میں تے طاؤس بن کر
 بنے ہر مہج سے چوٹی کا موبان کہے ہر ایک ہے چوٹی کا موبان
 ہوا دامن اگر چھو لے لڑے وہ اداے ست سے جھک جھک پڑے وہ
 اسے خلوت میں پا کر دل میں کھلیں نگاہوں سے اٹھا کر دل میں کھلیں
 کرشموں میں بھری ہو دلربائی مزاد جیسے کوئی کھیلی کھائی
 مرے گھر آنے والی جانے والی ارے ساقی وہی مینا جانے والی
 اُسی کو تو مرے قابو میں دیدے مرے دل کو مرے پہلو میں دیدے
 کہیں پیرِ میناں کے خانہ و اماں الہی خانہ احساں ہو آباد

مبارک تجھ کو لے فتنے نیا سال

مبارک تجھ کو لے فتنے نیا ال

ہم لاکھ نہ چاہیں وہ کریں ساز سو طرح کے لوگ ہیں نظر باز

ساقی نامہ

| | |
|--------------------------------|-------------------------------|
| خمروشی کا سبب ہم جانتے ہیں | تبسم کی ادا پہ چانتے ہیں |
| کلائی کے پکے کا یقیں ہے | بھرا ساغر چھلکتا کیوں نہیں ہے |
| شرارت ہے یہ سبافسوگری ہے | نگاریں جام میں تلچھٹ بھری ہے |
| صدارت میں فشانوش کی ہے | ہیں پرواہ نہیں سر جوش کی ہے |
| چمن زار آنکھ میں اپنی نظر آئے | حنائی ہاتھ سے تلچھٹ ملے جائے |
| ہوس کرنے میں کچھ جھنجھٹ بہت ہے | مزاوی جائے تو تلچھٹ بہت ہے |
| دعا یہ ہے اثر اتنا خداوے | مے گفتار کی تلچھٹ مزاوے |

ساقی نامہ

از

فتمہ جنوری ۱۹۰۷ء

| | |
|--------------------------------|-------------------------------|
| نیا دن ہے اری ساقی نیا سال | پُرانا بادہ کش ہوں مے نیا مال |
| اچھوتی مے اچھوتے جام کی ہو | اری سن سال کچھ ہو کام کی ہو |
| وہ کھل کر پاس میری سو میں آئے | پرانی بھی لباس نو میں آئے |
| جو خواہش ہو تو خواہش ہی اسی کی | کہ وہ جھوٹی نہ ہو ساقی کسی کی |
| نہ کوئی داغ ہو دامن پر اس کے | نقدق جام ہو جو بن پر اس کے |

انجمن کا نور سے ہے آغاز
 خدمتِ بزمِ مجہکوا باعثِ ناز
 اس کو پہنچے گی کیا کوئی محفل
 نور کے جامِ نور کی محفل
 ہر طرف ہے نویدِ خستِ ہوش
 نورِ محفل ہے حسنِ جلوہ فروش
 دلِ عاشق کے داغِ روشن ہیں
 نئے کیسے چراغِ روشن میں
 شمعِ افسر و زنا لہ دل میں
 آتشیں آہیں شمعِ محفل میں
 آگے اٹھتا ہے آنکھ سے پردہ
 نظر آتا ہے حسنِ بے پردہ
 آگے اس بزم میں شریک ہوں سب
 اس کی شرکتِ نہات کا ہے سبب

کو اچلا ہنس کی چال

فوٹو یہ نظم پچیس تیس سال ہوے ایک زمانہ جلسے کے متعلق کہی گئی تھی اب
 تعلیم بھی ترقی کر گئی اور بے پردگی بھی

ع

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

انگلیش محذرات کو بڑھتا ہے اختلاط
 کھل کھیلنے کو ہے نگہِ شرکیں کہاں
 یہ حسن یہ خیال یہ پاکیزہ صحبتیں
 اس طرح کے ندیم کہاں ہمیشیں کہاں
 وہ باتیں نرم نرم وہ آواز کی مٹھاس
 سننے کو ملتے یوں سخن و لہجہ کہاں
 ان کے قدم کے فیض نے رنگیں بنا دیا
 تھی سرخ سرخ لالہ گل ہوز میں کہاں
 رہتے غمِ ہم پہنچے ہوئے زنجیر و طوق میں
 دیکھی تھی ہم نے وضعِ ادا آفریں کہاں
 تھیں بلبلیاں جو کان میں بکلیوں کے ساتھ
 ہم اس طرح بنے تھو کہ بھی خوشیہیں کہاں

نویذ بزم پاک

نانپاسے کی گیارھویں سیف میں بن زمانہ راجہ جنگ دھرم فرماؤں

| | |
|----------------------------|---------------------------|
| تشنہ لب ہوں پلاسے ساقی | مئے کوثر کے جام لا ساقی |
| اثر بادہ مے کے نام میں ہو | گردش چشم حور جام میں ہو |
| موج اٹھ کر نگاہ حور بنے | چشم موسیٰ میں برق طرب بنے |
| مردہ زندہ مرلیض اچھا ہو | لب سا غلب سیما ہو |
| لب تک آتے ہی ہر دعا قبول | خط سا غودے عمر خضر کا طول |
| پائے خم پر سب عقیدت ہو | سب کو دست سب سے سمیت ہو |
| ہو ہر اک آج دالہ مرشد کا | طرف مے ہو پیالہ مرشد کا |
| طور تک یا حصہ تک پہنچیں | نشے کے پتنگ دور تک پہنچیں |
| نشے میں اونچے اور جائیں آج | پاکپازوں کو آج ہو معراج |
| ساقی خوش جمال کی محفل | حال بن جائے قال کی محفل |
| لطف دی جائے قلقل مینا | وجد میں لائے قلقل مینا |
| جگر ارباب ذوق کا شوق ہو | بزم میں وہ صدائے ہوق ہو |
| کہ و مر کو یہاں شغف جس سے | نمان پارے کو ہے شرف جس سے |
| جس کا مشتاق ایک عالم ہے | محفل پاک و غوث اعظم ہے |
| بزم سے لطف خاص راج کو ہے | شرف اختصاص راج کو ہے |

جان پیر نہ دیدہ از ما گریستن
 قمر است در فراق تو ہر جا گریستن
 این است بس دوکار مراد غم فراق
 بے نہ صحت من دیوانگی من
 صبح است ہم سیاہ چشم پید ما
 غم آنچنان فرو و اجل ناگہان تو
 رفتی و بعد فاختہ باز آمدی بجز
 بہر عبور تا بہ سہ آب قمر دور
 در حباب و لطف غسل و بہم بافتن آب
 آسائ نہ بود دست گرفتن بدوستان
 روز ہجوم خلق و ہم بے خبر نہ تو
 باید مرا بہ یاد تو اسے نہ نشین آب
 صد جوئے آب روز رواں از دو دیدہ باد
 کارن از دو دیدہ بہ پایاں نمی رسد
 الطاف در مزار چہاں یافتی قرار
 چشم گلے نہ چید ز باغ شباب تو
 چشم چو قطرہ خوں بد ہد آرزو گنم
 باید ترا بہ فضل گل اسے ابرو بہار
 لرزد شرار آتش دوزخ ز موج اشک
 چوں موج جو پیدن و دریا گریستن
 حشر است بر مزار تو تنہا گریستن
 نگریستن بہ سوئے فلک یا گریستن
 تنہا تبسمے کہ تنہا گریستن
 بے نور گشت دیدہ ز شبہا گریستن
 خواہند مردمان ہمہ با ما گریستن
 اسے و اگر گریستن بہ تو اسے و اگر گریستن
 از مرگ بر تو خندہ و از ما گریستن
 چشم آشنائے بود کسے با گریستن
 دشوار ہم نہ بود بہ غوغا گریستن
 تقدیر بود بہر تو مارا گریستن
 دریا گریستن لب دریا گریستن
 دار و سکون گریستن از نا گریستن
 خواہم زور داز ہمہ اعضا گریستن
 جان پیر نہ دیدہ از ما گریستن
 آغاز کرد خون تمنا گریستن
 از بلبلاں پئے گل رعنا گریستن
 بر ما گریستن بہ سر ما گریستن
 مارا نصیب باد خدا یا گریستن

گھر بیٹھے ہم کو ملے ہیں تہذیب کے سبق
تھکیں یہ سب ہی ہیں جو ہیں فخر کا سبب
تعلیم جب نہیں ہے تو صحبت کا لطف کیا
گلشن میں ہم ہزار بلند اشیاں یہی
ہم اور ہیں وہ اور سپید و سیاہ کا فرق
ہم چاہتے تو ہیں کہ کریں لامکاں کی سیر
طرز معاشرت بھی جدا ہے زباں بھی غیر
سایہ کہاں کا ڈالتے ہیں لکھنؤ پر آپ
بھرے دیوں ہو امن کہ اٹھ جائیں پاؤں بھی
کہار و سبزہ زار میں آزادیاں انھیں
یہ بھی جو ہو نصیب تو تاریک راہ ہے
چھپا گیا لباس کی رنگینوں کا حال
یوں وضع و تصرف کا اظہار ہاں ہائے
کل ہو گا ذکر حسن کا صورت کا رنگ کا
جس پر تہیں ہے ناز و دنیا و دیں ہر اور
جس پر تہیں ہے ناز و دنیا و دیں کہاں

وہ نکلیں اُن سے پہلے نکل جاؤ ہم یا ض
آنکھوں میں آتی ہے نگہ واپس کہاں

بہتعالیٰ نختِ جگرِ لطافِ حسینؐ

مبارک ہو یہ جشنِ ڈائمنڈ جلی
 یہ حاصل ہوئی بات شاہوں میں کس کو
 وہ دن ہو کہ ہے آج جنگل میں منگل
 رعایا کو کس درجہ آزادیاں ہیں
 عیس کر تیں کسی ہندوستان کو
 دے ہند کو حاکم عدل گستر
 بڑے چین سورات دن کٹ رہیں
 مبارک یہ جلی مبارک یہ جلسہ
 رہے ہند کی بادشاہت سلامت
 الہی یہ دور حکومت سلامت
 مبارک مبارک سلامت سلامت

ریاض اپنی سرکار کو دو دعائیں

کر و جشنِ دنِ بات حضرت سلامت

ڈپنٹری حکیم برہم اور سرزمینِ شٹن

ہزار آرزو کے فیض قدم سے
 گور کھپور ہے رشک گلشن
 پھولے پھول مسرت کے ہیں
 گلشن گلشن 'خرمن' خرمن
 سایہ و امن 'ابر کرم' ہے سایہ و امن
 ابر کرم ہے سایہ و امن
 آپ جو چاہیں فصل خزاں میں
 نکھرے رنگ بہار گلشن
 برق کے شعلے گل کی رگین میں
 آتش گل ہو آتش گلشن
 ڈپنٹری برہم کی نہیں ہے
 فرش زمین پھولوں کا و امن
 دھوم مچی ہے آئے آئے!
 ہزار آرزو سرزمینِ شٹن

خواہم بجائے خاک شوم آب شکل ایک خواہم برکے توبہ تبتا گریستن
 از ضبط اشک قائمہ دل میرود ز دست غب استایں گریستن از نا گریستن
 اورفت و یاد او نہ رود از دلم ریاض
 باد انصیب زیستنم با گریستن

بقریب شش ہشتاد سالہ

۱۴ مئی ۱۸۹۶ء

عمر میں قیصرہ کے اور نیا سال ٹھے یا خدا عمر بڑھے دولت و اقبال بڑھے
 رشتہ سالگرہ میں بڑھے ہر سال گرہ عمر ہر سال بڑھے عمر میں ہر سال بڑھے
 ملک بڑھتے ہی تجارت کی کھلیں گی راہیں نئے بازار بڑھیں روز نیا مال بڑھے
 راہ آہن ہو الگ پڑنے کے پاؤں کوئی ہر طرف ریلوے کا جال بچھے جال بڑھے
 ہر طرف ہند میں انگلینڈ میں سونا اچھلے سکڈ زر سے بھی تعداد میں محال بڑھے
 چہرہ پر نور ترا عہد ہے مشہور ترا حسن صورت کی طرح نیکی اعمال بڑھے
 قیصرہ کے لئے ہر دم یہ دعائیں ہیں کیا تھیں
 کہ تری عمر بڑھے دولت و اقبال بڑھے

تاریخ

و کھور یہ قیصرہ کا جشن و اہم مذہبی پارک

۱۸۹۶ء

جب آئیں گھر دلوں میں بنائیں حضور بھی ہر چند ہے دلوں میں جگہ دیر لے کی
 سمجھ رہے ہو امیں معلق یہ کچھ نہیں تاعش اب نہ جاؤ صد ابائے ہائے کی
 شیر و فکریوں حاکم و محکوم اور بھی دونوں جگہ نکالیں پیالی ہر چائے کی
 بٹکر کو ہم عزیز ہوں بٹکر ہمیں عزیز
 کچھ دودھ دو تو لات بھی اچھی ہے گائے کی

تبصرہ

رسالہ مساوات

مصنفہ قاضی مقبول حسین صاحب ٹٹ سہارن پور مدیر اعزازی "شرق"

| | |
|----------------------------------|----------------------------------|
| مساوات مقبول مقبول عالم | خیالات مقبول مقبول عالم |
| زمانے میں کیوں ہونہ مقبول ہر بات | پسندیدہ بنجیدہ معقول ہر بات |
| سراپا خلوص و سراپا صداقت | جدا جو نہ مذہب سے ہو وہ سیاست |
| لئے ساتھ اپنے وہ دنیا و دین کو | کہ ہے جان دینا جہاں آفریں کو |
| مودت کا ہے ولولہ ان کے دل میں | کہ ہے درد ہر قوم کا ان کے دل میں |
| یہ خواہش بجا لائیں ہم ایسی خدمت | کہ ہو ملک کی غیر ملکوں میں عزت |
| رہیں ملک میں متحد ہو کے قومیں | بہیں ایک ہو کر ترقی کی رومیں |
| نہ عالم کے اقوام میں تفرق ہو | نہ اقوام اسلام میں تفرق ہو |
| نہ قلت کو کثرت سے شکوہ ہو کوئی | نہ کثرت کو قلت سے شکوہ ہو کوئی |

شہ کے نائب آئے کیا ضلوع لائے ہیں فیض شاد و ذوالسن

آپ ہمیشہ شاد و خرم

ناشا و آپ کا ہر ایک دشمن

قطرہ

قیصرہ اک نگاہ لطف ادھر جان بھی نذر دل بھی ایماں بھی

تیری تصویر کی پرستش ہے بت پرستوں میں میں مسلمان بھی

قطرہ

کہہ دو کہ نعمہ سنج گلستانِ خجک اٹھے نکھرا ہوا ہے رنگ بہار سخن کچھ آج

صدقے میں قیصرہ کے ہیں سب پیرِ نوجواں! دینے لگا شگوفے نئے یہ چمن کچھ آج

قطرہ

مطبوعہ نقاد

مارچ ۱۹۱۴ء

وہ پارٹی کا لطف وہ دعوت کی دھوم مدام رونق وہ کانپور میں مہمان سرائے کی

جلسہ بنا ہے شرکتِ سحر سے بزم کے بڑھ کر بے جام جم سے پیالی بھی چلے کی

بٹلر کا بھی شمار ہے یارانِ حق میں آج اب ہاتھ ہاتھ ہے نہ صدا وادائی کی

رجسٹریس آگے دیکھ لیں یہ انقلاب بھی بدلی ہے قہقہے سے صدا ہائے ہائے کی

ہیں یہاں ہیں گویا کہیں گی رو میاں
 جو کچھ جاگہ دنگی پہلے چشم ابرو پر
 میاں سایہ بنے ہوں تھپاندی نہیں کی
 یہی چھائی رنگی محضوں میں ات ہوں ہو
 نگشت چمن میں پاؤں ٹھجائیں کہیں کج
 پئے تعلیم گھر سے کسی میں پاؤں نکلیں گے
 درون پردہ یہ کیا تھیں برون پردہ کیا ہوگا
 من انداز قدت رانی شناسم ہو جگہ کوئی
 نامش حسن خواں کی ہو شوق خود نمائی ہے
 نظر آئیں گے ذرہ خاک کے جب کو کب اختر
 مطیع حکم ہوں گے ان کے شوہر کی طرح کتنے
 سبک ہو کر نکلا ہوں میں ان مونگی دوان مونگی
 کوئی جب یہاں ہوگا یہ اسکی میزبان مونگی
 کبھی خود میزبان ہوگی کبھی خود یہاں مونگی
 نصیب دوستاں ہوگی نصیب دشمنان مونگی
 ہوا میں بھر کے سایان کی نازک سایاں مونگی
 قیامت ڈھائیں گی باہر نکل کر جب جوان مونگی
 نہاں تھیں تو نہاں تھیں کھیل کھیل کر عیاں مونگی
 اٹھینگی انگلیاں کھل کھیلنے پر یہ جہاں مونگی
 نمایاں داغ بن کر ان کی اب گل کاریاں مونگی
 ترقی پر ہے جلوہ گورامیں کہکشاں مونگی
 کرے گا حکم برداری ہر اک یہ حکم اس مونگی

واقعہ

نقاب رخ اسی امید نے یورپ میں الٹی تھی
 مزے پر دگی کا ہو گیا معلوم طفلان میں
 بڑے کا دخت رزکو منہ لگا کر فوج کا افسر
 ہوا بدست کیوں شہ سے اجازت خواہ لوگوں کا
 جھکا وہ عاجزی کو بعد شہ سوڈیا بھی
 عتاب آمیز اولے شہ نے سب پرخت اثر ڈالا
 شریا مشعل راہ امان اللہ خان مونگی
 خبر کیا تھی ہر دربار بے عنوانیاں مونگی
 دم تقریر سرزد اس بے عنوانیاں مونگی
 یہ میں تہذیب کی باتیں عزیز استاں مونگی
 سمجھتا تھا نظر انداز یہ بے باکیاں مونگی
 وہ کچھ بھی ہو جو باتیں ہو چکیں سرزد بیاں مونگی

جو ہمدردیاں ہوں رواداریاں ہوں نہ یہ ذلتیں ہوں نہ پر خواریاں ہوں
 یہ تاریکیاں ملک سے جلد جائیں بنیں چاند سورج کے ہم بے شمایں
 عقائد میں ہو فرق کیا کام اس سے یہ سچ ہے کہ بالائے اسلام اس سے
 نہیں ممکن اس طرح ہر گز پنپنا الگ اپنی دفلی الگ راگ اپنا
 خدا کے لئے اب قصب مٹا کر مسلمان ہندو بنیں شیر و شکر
 نہیں کچھ بھی دونوں کا رُک رُک کے ملنا عجب چیز دنیا میں ہو جھک کے ملنا
 ترقی کی کھل جائیں ہر سمت راہیں کریں تیرگی دور روشن شاعیں
 مساوات مقبول دیکھو تو کیا ہے مساوات اک مشعل رہنا ہے
 مساوات کا نکتہ نکلتا یہ چمکے لگیں چار چاند اس کو اتن لپکے
 مساوات ہے جام قاضی ہے ساقی رہے مدتوں ساقی و جام باقی
 مساوات میں نے کیسی بھری ہے کہ شرمندہ شیشے کی جس سے پری ہے
 مساوات کی مے جو ہر سو بہیگی تعصب کی آگ اس سے بجھ کر ہیگی

ہنیں ہوش رندوں کو کیسی پلائی

ریاض آج قاضی نے ایسی پلائی

نظم

موسوم بہ عقیدتِ ثریا

ہر اک محفل میں اب پہلو پہلو سیماں مگی حجاب اٹھ جائیگا ہر کام میں یہ درمیاں مگی

رونق افروز بنم ہے آج
 ہوگی نہ کبھی شریف گروی
 دل میں شریف کے آگئی لہر
 شاہی جوگی تباہی آئی
 برسوں کے بعد اب پھر یوں
 شاہی میں کمال کو یہ پہنچا
 ایسی اڑی ہر طرف یہاں خاک
 ہمایہ مقام سب میں آباد
 وہ علم و فضل ہے کہاں اب
 ارباب سخن متاعِ ناز آہ
 اب خلد میں ہیں جناب کوثر
 کامل ہر فن میں لوگ کیسے
 کیا کہتی ہے آج اس کی افتاد
 آخر یہ ہوا منزل اس کو
 حالت ہوئی ناگوار اس کی
 دُربار نہ پھر گھٹائیں آئیں
 آنسو کچھ پونچھے ٹامسن نے
 پیدا ہوئی فصلِ کال کے بعد
 دس دن کے لئے بہار آئی
 شریف سا شریف سایہ تاج
 اس طرح گئی شریف گروی
 یہ شہر بنا شریفوں کا گھر
 اُسے شریف تو شاہی آئی
 او جھل ہوئے آنکھ سے بری دن
 پھر حد زوال کو یہ پہنچا
 پہنچی بالائے آسماں خاک
 ان سب کا عروج اس کی افتاد
 ہمراہ امامِ وحی گئے سب
 شوخی و نوازش و نیاز آہ
 پیتے ہیں وہیں شراب کوثر
 تھے اجڑے وطن میں لوگ کیسے
 سرکارِ لقب تھا خیر آباد
 غارِ دامن ہوئے گل اس کو
 جا کر نہ پھری بہار اس کی
 گل ریز نہ پھر ہوا میں آئیں
 موتی یوں پردے ٹامسن نے
 ٹھہری میلے کی سال کے بعد
 گل ریز و شکوفہ کار آئی

نہ آیا آبرو پر حرف، لیکن پھر بھی تو آیا
 کہیں کیا ہم زمانے کی ہوا کچھ اور کہتی تھی
 بہ طرز آزمائش میں سن و شو عقد سو پہلے
 وہ دن بھی آئیگا پوری ہوا زادی کو خواہش
 نہ سرمہ آنکھ میں ہو گا نہ لب پر اپن کی سُرخی
 نہیں رہے گا یہ فرضی تعلق بھی زن و شو کا
 جدائی اختیاری ہوگی باہم عقد ہونے پر
 نہیں گئی کچھ کش ہو کر نہ دنیا میں یہ ناکارہ
 ترقی کے لئے بے پردگی ہی لازمی ٹھہرے
 بڑھائیں گی بہت تعلیم پا کر آبرو اپنی
 مثل سچ ہی نہیں جو تین ابراہنگلیاں پانچوں
 یہ نکلیں گی ہمیشہ نورایاں بن کے پردہ سے
 مگر خیرہ نگاہ شوق بد میں ہو نہیں سکتی
 جہاں پردگی ہوگی یہی گستاخیاں ہوئیں گی
 بنیافیشن نئی سچ و سچ غضب پانیاں ہوئیں گی
 نئی باتیں نئی جدت تھی آزاویاں ہوئیں گی
 وہ دن بھی آئیگا یہ جدتیں رانج یہاں ہوئیں گی
 حنا ہوگی نہ ہاتھوں میں نہ دہلی چوڑیاں ہوئیں گی
 ہیں پھر رفتہ رفتہ دور سب پابندیاں ہوئیں گی
 اڑیگی قید مذہب ہر طرح آزاویاں ہوئیں گی
 نہ بچے ہوں گے اب ان کنیز بچوں کی ان ہوئیں گی
 یہ ہو تو دامن عفت کی اڑتی دھجیاں ہوئیں گی
 بہت با عفت و عصمت بھی ان بیسیاں ہوئیں گی
 وطن کی آبرو بھی پاک دامن بیسیاں ہوئیں گی
 حجاب ابر حشمت نمایاں بجلیاں ہوئیں گی
 قصور ہی میں حسن عشق کی خوش فعلیاں ہوئیں گی

بڑھاپے میں ریاض افشا نہ کر رازِ سیکاری
 مجھے ڈر ہے تقدس کو تے رسوایاں ہوئیں گی

نظم

ہنگام

سنگ بنیاد شریف گنج خیر آباد

ہاں مینو نیلپٹی سے تھی کچھ آس وہ کیا کرے جب نہ ہو نکا پاس
 کیوں کر کسے صرف گن کے توڑے کیا ننگی نہائے کیا پنچوڑے
 آنکھیں شہ کسی سے جھپکیں اس کی روشن رہیں لالٹینیں اس کی
 منہ اور اندھیرے کا ہو کا لا تھوڑا بھی بہت ہے یہ اُجالا
 شرکوں کے لئے کہاں سوز راکے اتنا بھی نہیں جو پل وہ بنوائے
 تعمیر کا پھر بھی ڈھنگ ڈالا اپنے لئے راستہ نکالا
 یہ ہوگی ناب کسی کی محتاج شریف ساملا ہے اس کو مترج
 شریف کا یہ گنج، گنج زر ہو شریف کا سب کے دل میں گھر ہو
 پیدا کرے لعل سنگ بنیاد ہو اور سے اور خیر آباد
 ہوتے رہیں روز میلے اس میں میلوں کے رہیں جھیلے اس میں
 ہو گنج مراد یہ نیا گنج ہو باعث فیض یا خدا گنج

رقعہ

بقریہ بن عبد الحمید الخاضع جنت محمد کریم خالص محبوب موم وکیل
 و رئیس گو کہ پوز طرف عبد الحمید محبوب موم برادر کلا

ہم سے آنکھیں ذرا ملا ساقی ہاتھ تولا او صر ذرا ساقی
 دے رہے ہیں مزاحنائی ہاتھ چوم لیں ہم ذرا حسائی ہاتھ
 یہ نگاہیں بری طرح ہیں گڑی یہ لکیریں بنیں تحصیل کی

چلتے ہوئے رتھ پہل وہ دس من
 گھوڑ دوڑ کے ساتھ کھیل کیا کیا؟
 زوروں میں بھری وہ پلٹن تل
 میدان مویشیوں سے معمور
 پھیلاؤ خستیاں راجگان کا
 خیمے تھے بنے مکاں زمین پر
 یوں جمع دکانوں پر خریدار
 پرویں کرے چرخ پرستائش
 میلے کی نہ تھی زمین گویا
 وہ بزم برود و رقص ہاں ہاں
 تائیں راتوں کی وہ گلو سوز
 ہر خیمے میں ساز سے ہم آواز
 پالے ہوئے سانپ کالے کالے
 ہوں یاد سے ان کے آج و لگیر
 دل رہ گئے گیسوؤں میں پھنس کے
 بھولا ہوا سا ہے رات کا خواب
 باقی ہے ابھی نشان سا کچھ
 جنے کے لئے نہ تھا کوئی رنگ
 دن بیٹھیں گے کیا یہ آسرا تھا
 میلے کی چہل پہل وہ دس دن
 جاؤ جدھر اک نیا تماشا
 وہ جوڑ وہ کشتیاں وہ دنگل
 ہاتھی گھوڑوں کے باغ مشہور
 شک ڈوریوں پر ہو کہکشاں کا
 اترے تھے یا آسماں زمین پر
 ہو مہر کا جیسے گرم بازار
 ہر شے لئے خیمہ نہائش
 معشوقوں کی تھی جبین گویا
 آنکھوں میں ہو وہ شب چراغاں
 منگل جنگل میں رات دن روز
 سوجھوہ فروش شاہد ناز
 بل سبے کریں وہ زلفوں والے
 لب پر ہے مرے یہ مطلع تیر
 مرجھا گئے پھول رات بس کے
 بے کیف سا نقشہ مئے ناب
 دو دن کی تھی چاندنی نہ تھا کچھ
 دو دن کے لئے تھا ماضی رنگ
 وہ رنگ بھی رخ سے جا چکا تھا

رقعہ

نویں مقدس سید سعید برادر زاوہ سید نیاز احمد نیاز نشتر نیکٹر
پولیس مقام مراد آباد حسب فرمائش نیاز

عرض ہے خدمت عالی میں بصد بخیر و نیک
کیجئے بندہ نوازی زہد و لطف و کرم
شامِ غربت میں مزا صبحِ وطن کا آئے
عشرت افزا ہو مے واسطے ہر شام و صبح
نہ ہے مجھ کو گلابِ سرو سامانی کا
ورود یوار پکاریں یہ خوشی کا گھر ہے
انجم کا کشتاں گھر کی زمیں پر صدقے
اور ہی رنگِ ہر آب اور ہی سماں ہی آج
کیا کہوں میں ورود یوار کا کیا عالم ہے
شمع گل ہو بھی تو پھولے شجر گل ہو کر
جہم کے رہ جائیں نگاہیں یہ ہو گھر کی صورت
خود بنے آئینہ و آئینہ گر ہر ذرہ
نذر ساغر خطِ ساغر کی طرح تارِ نظر
ہو جو گلگیر تو محفل میں ہو تڑپیں کے لئے
شمع کے سائے میں شاخیں نہ نکالے بلبل
ملتمس بندہ در ہے برادب بندہ نواز
باعثِ فخر مجھے ہو نگہ لطف و کرم
جس طرف جائے نظر لطف چمن کا آئے
روزِ غربت ہو مرا عیدِ وطن سے بڑھ کر
سرو سامان ہو عشرت کی فراوانی کا
طرب و عیش کہیں بڑھ کے ہمارا گھر ہے
جیسے افشاں حسینوں کی جبین پر صدقے
خود بہار آئے مرا گھر بھی گلستاں ہی آج
نئی صورت ہی نیا رنگ نیا عالم ہے
خاک پروانہ اڑے صبح کو بلبل ہو کر
گرد اٹھے بھی تو اٹھے گردِ نظر کی صورت
آئینہ خانہ کرے پیشِ نظر ہر ذرہ
بزمِ پیراستہ بزمِ کے دجھ سے بڑھ کر
شمع کا پھول رہی دامنِ گلچیں کے لئے
نخل گل سایہ ہی شاخ میں ہوں غنچہ گل

جلد تو جام لے، متعیلی پر
 وقت کم ہے ہمیں ہر کام بہت
 میکشو آؤ کام بٹ جائے
 کم نہیں کام ہے یہ شادی کا
 لطف دکھلائے بزم آرائی
 دخترِ زور اگلے مل جائے
 اور کچھ ہو اب انجن کی بہار
 مئے تسنیم لائے خلد سے حور
 ہاتھ میں جام جیسے دل میں سرور
 اور طور مئے نشاط ہے آج
 ہر طرف عیش و کامرانی ہے
 اسی دن کے لئے دعائیں تھیں
 کیا کہوں آپ سے خوشی کیا ہے
 آرزو ہے کہ آپ بھی آئیں
 فرشِ رہ میرے دیدہ و دل میں
 پردہ چشم فرشِ محفل میں
 آنکھوں کو ٹوٹے مظفر پور
 شہر سے جائے گی برات ضرور

مدعا یہ ہے مدعا ہو حصول

عرض عبد الحمید خاں ہو قبول

چمن در چمن غنچہ در انجمن بہ نوسے کہ باشد گل اندر چمن
سرخا خبا گل ہجوم آورند زہر گوشت بلبل ہجوم آورند

نویدِ شرکت

عقدِ لوی رک اللہ صاحبِ طرفِ موعی سبحان اللہ صاحب
عظیمِ مخلص رئیسِ اعظم گورکھپور

| | |
|------------------------------|-------------------------------|
| اللہ کی پہلے حمد ادا ہو | سجدے میں قلم کار جھکا ہو |
| یوں نعت میں وہ زبان کھولے | سب کچھ کہے منہ سے کچھ نہ بولے |
| پھر کام لے دل کے دعا سے | یوں عرض کرے وہ التجا سے |
| فرمائیے شرکتِ مسرت | ہو جائیں ادا رسومِ رخصت |
| کافی جو نہ ہو بیانِ خامہ | میں خود بنوں ہنرِ بانِ خامہ |
| یہ انجمنِ نشاط کیا ہے | میں کیا ہوں مری بساط کیا ہے |
| ارمان یہ ہے جنابِ آئیں | خوشیاں سبھی ہمرکابِ آئیں |
| گو شرم سے آبِ آب ہوں میں | نقشِ قدمِ جناب ہوں میں |
| میں خاک ہوں زیرِ پا فتادہ | ظاہر میں ادب سے ایستادہ |
| فرصت ہی نہیں ہوسانس کیا لوں | نازک ہے یہ وقت اور میں ہوں |
| ہوں دل سے جو صرف التجا آج | رسمِ رخصت بھی ہوا آج |
| آنکھوں میں ہو انقلابِ ہر وقت | بے نقشِ فنا حبابِ ہر وقت |

پھیلینج سے کی طرح جو ہیں مٹی و عشت کی
 آئے نغمے کی صدا عکس اگر لب کھولے
 جو نہ ہو وہ ہو مجھے فیض قدم سے حاصل
 دور میں مجھ سے بہت سبب کی ارباب وطن
 وقت ہی بندہ نوازی کا یہی بندہ نواز
 عقدِ فرزند سے ہو مجھ کو سترت حاصل
 ماہِ ذی الحجہ کی بستم کو مبارک ہو خوشی
 بزم کیسی ہے ترتیب تکلف کیسا؟
 آپ فرمائے شرکت تو ہو عزت حاصل
 ابرِ رحمت کی طرح اہل کرم آئیں گے
 سر دینا بنے تو پہنہ مینا مری
 بزم میں آئینہ بزم کا طوطی ہوئے
 ہو خوشی آپ کے الطاف و کرم سے حاصل
 میں ہوں غربت میں وطن ہی نہ وہ اجاہِ وطن
 وقت ہی مہر جہاں تاب بنے فزہ نواز
 رسم ہو جائے ادا تو ہو فراغت حاصل
 سعد تار تخیل ہے عقدِ سعید احمد کی
 سادہ سادہ سی ہے تقریب تکلف کیسا؟
 محفل عقد کو ہو رونق و زینت حاصل
 فرش رہ دیدہ و دل میں کہ قدم آئیں گے

گر قدم رنجنہ کنی جانب کا شاد ما
 رشک فردوس شود از قدمت خاں ما

تمہید رقعہ

نوعید حسبِ مائش محمد حسین جو محلہ و پوٹو کو کھپو

بہار آمدہ بزم رنگیں کنند
 گل و لالہ را صرف تزیین کنند
 عنادل پر پرواز ہر چار سو
 پروبال از رنگ و امواج و جو
 گل و بلبل و خندہ و نغمہا
 نوا با طرب ریز و عشت فزا

کیوں سحر میاں اسے نہ مائیں
 چلتی ہوئی پائیں دو زبا نہیں
 حصہ اس کا ہے سحر اثر بات
 کانٹے کی تلی ہوئی ہے ہر بات
 منقارِ عناوِل اس کے قرباں
 ہو جانِ فدا اول اس کے قرباں
 کہتا ہی نہیں یہ بے اثر بات
 کیوں ہو نہ قبول اس کی ہر بات
 جو کچھ کہتا ہے سجدہ کر کے
 چپ بھی رہتا ہے سجدہ کر کے
 ڈرتا ہے کہیں نہ حرف آئے
 سر جائے مگر نہ بات جائے
 منظور ہے کچھ گزارشِ حال
 منظور ہے کچھ گزارشِ حال
 کام آئے مرے یہ بے زبانی
 حاصل مجھ کو ہو شادمانی
 فرزند کے عقد کی ہے تقریب
 ہو گی بزمِ طرب کی ترتیب
 معشوق احمد ہے نام اس کا
 پائے انجام کام اس کا
 احباب کو ہو خوشی مبارک
 دن بھی تاریخ بھی مبارک
 دعوتِ شنبے کے روز ہو گی
 تاریخ یہی ہے جلسے کی بھی
 دھوکا نہ ہو سال عیسوی ہے
 چونتیسویں ماہ حال کی ہے
 دن سے بڑھ کر یہ رات ہو گی
 پچیسویں کو براست ہو گی
 فرمائیے آپ شرکتِ بزم
 شکر سے بڑھ گی عزتِ بزم
 یہ بزم ہر آنجن سے بڑھ جائے
 اتنا تو ہو ہر چین سے بڑھ جائے
 قربان ہو بزم پر چین زار
 وہ رنگ کہ ہو بہار کو غار
 دیوانہ ہو جو سوچیں جائے
 دامن بہار فرش بن جائے
 گلگیر ہو آنجن میں بلبل
 منقار میں لے وہ شمع کا گل

یہ سچ ہے کہ جان ہو تو سب کچھ لیکن ایمان ہے تو سب کچھ
 حاصل مرے دل کا مدعا ہو پتلی کا نور خاک پا ہو
 بادہ چھلکے ایاغ میں آج آجائے بہار بلغ میں آج
 بے بادہ ہے سرور آجائے اللہ کا دل میں نور آجائے
 پھیلی ہو روشنی اسی کی ہر بات یہاں ہو طور ہی کی
 ہر بات ہو ارغنون خدا ساز پتے پتے سے آئے آواز
 میرے احباب کو مبارک بارک کا عقد ہو مبارک
 چھائی ہوئی ہر طرف خوشی ہو دن دوئی ہو رات چو گئی ہو
 بیگانہ بیگانہ یار ہوں غیر دنیا کی خیر وین کی خیر
 تقریبیں یہیں بہت خوشی کی رہ جائے نہ میری جی میں جی کی

میں کون ہوں؟ آہ! خادم ملک
 سبحان اللہ خادم ملک

نوید

تقریب عقید معشوق احمد خلف حشمت علی صنام عزم پشتر حیل لکھنؤ
 شاخ قلم آج رنگ لائے سوکھی سی ہی شاخ گل کھلائے
 میدان قلم بنے چمن زار اس باغ کا گل فشاں ہو ہر خار
 گل کیسے لٹائے وہ زر گل شرماے جو گل فشاں ہو ہلہل
 ہے نعت رسول حمد کے ساتھ میدان رہا یہ خامے کے ہاتھ

بہ تعقیر ختم قرآن مجید اے چو دھری شرف الزماں صاحب شریف لا

خلف چو دھری شفیق الزماں صاحب تعلقہ دار

اے شرف تاج شرف ہوتے سر پہرا طرہ دستا فضیلت کا ہو پر زور پہرا
ختم قرآن کی ہو تقریب مبارک تجھ کو بنے اللہ کا سایا ترے سر پہرا
خاص نسبت ہو ترے دھری کو تیرے رخ سے رخ جو مصحف ہے تو مصحف کا ہر قطر پہرا
نہ ملا لاکھ ملائی رہی مشرکانِ دراز صفِ شرکان سے ہمیشہ رہا باہر پہرا
چاند سے چہرے کی لینا ہیں بلا میں اس کو سن کے آئی ہے شعلہء مہ نور پہرا
تار و امان قیامت کے ہو صرف اس میں جب کہیں جا کے بنا قد کے برابر پہرا
پیار کی آنکھ سے دیکھے جو کوئی سہرے کو آنکھ میں پا کے جگہ دل میں کر دیکھ پہرا
نظر بد سے نہ دیکھے کوئی سہرے کی طرف حلق پر پھیرے سو ہاتھ سے خنجر پہرا
نگہ ناز کسی کی ہے کہ مشرکانِ دراز ان سے ہر نوک پلک میں کہیں ٹھک پہرا
کیوں قیامت لیا بوسہ دامن جھک کر ڈرے بدلے نہ کہیں غصے میں تیرا پہرا
پھول کے گہنے سج سج و سج ہزار لی اسکی کیوں شاترکے سر بزم معطر پہرا
کوئی دیکھے تو خوشی پھولے سلاتے نہیں چل کیا مرستہ کہ ہے جامی سے باہر پہرا

گر کے اٹھتا ہو کبھی اٹھ کے یہ گرتا ہو ریاض

مستے میکدہ چشم سے پی کر پہرا

سہرا

آئیں نئے رنگ روئے گل پر گلگونہ ہو دو و شمع اٹھ کر
 فرمائیں کرم تو چمکے تقدیر آئیں جو قدم تو چمکے تقدیر
 نسبت مجھ کو جناب سے ہے صنوبر سے میں آفتاب سے ہے
 برائے یہ مدعا ہے حشمت
 منظور ہوا التجا ہے حشمت

نوید

بقرب ختنہ غشی فضل احمد بہ مع دیگر برادران بنیر حافظ نظام احمد حوم
 خیر آبادی

دنیا ہے نوید کامرانی دنیا ہے نوید شادمانی
 دکھلا اپنی تراوش لے کلک احباب گزاریش لے کلک
 ہے قصد کہ ہم کی ہو ترتیب بچوں کے ختنے کی ہے تقریب
 صحت ہوئی غسل صحت اسے صحت و جہ مسرت اسے
 ہے آپے التماس شرکت شرکت سے بڑھائیں آپ عزت
 دعوت ہو قبول تو خوشی ہو ذالحمہ کی پہلی دوسری کو

راقم ممنون لطف بے حد
 عاصی حافظ نظام احمد

سہرا

ہر لڑی سی لڑی آنکھ بھری محفل کی بن گیا آ کے سر زرم تماش سہرا
 چاہتا ہے قد نوشہ کے برابر اترے مجھے ڈر ہے ز قیامت کری برپا سہرا
 نازک اس سہری کے گیسو گلِ مضمون میں ریاض
 پیارے نوشہ کو مبارک ہو یہ پیارا سہرا

سہرا

تقریب عقد نو محمد تقی خاصا خلیفہ بنو ابی قمر علی خاصا صاحب دار
 رئیس شیش محفل لکھنؤ تعلقہ خیر آباد

ضیا بار رخ پر ہے زرتار سہرا مبارک ہو لے میری سرکار سہرا
 تر اسر چڑھانا مبارک ہو اس کو قدم چومے جھک جھک کے ہر بار سہرا
 حسینوں کے گیسو کی لے کو درازی بنا آج خود زلفِ خمدار سہرا
 عبث رشک ہے زلفِ پر خم کو اس سے کہ اک رات کا ہے گنہگار سہرا
 ذرا لے کے آغوش میں چوم لے منہ تجھے اس ادا سے کری پیار سہرا
 لئے مت آنکھوں کے جھک جھک کے بوسے رہا میکدی میں بھی ہشیار سہرا

رہے تاج اقبال سر پر ہمیشہ
 یہ نوشاہ کو ہو سزاوار سہرا

سہرا

حسبِ دانشِ جنابِ میرزا قاسم حسین صاحبِ لاشِ ڈسٹرکٹ پرنٹنگ پریس

لے اڑا گیسوؤں کی بوسہرا رہ گئے دیکھ کے گیسوہرا
 آئینہ خانہ ہے گھرِ نوشہ کا کہ ہے چھایا ہوا ہر سوہرا
 نگہِ شرم نہ بنتا ہر تار نہ لٹکتا سہرا زانو سہرا
 چڑھ گئی تیوری جو اٹھا رخ سے کھینچ گیا صورتِ ابرو سہرا
 آج پھولوں میں تلے گا نوشہ بن کے آیا ہے ترازو سہرا
 سہرے کا قوتِ بازو گیسو زلف کا قوتِ بازو سہرا
 نگہِ مست ہے اس کا ہر تار پی گیا ہے کئی چلو سہرا
 چوم لوں ہاتھ ترے مہینِ صبا گوند کر لائی ہے کیا تو سہرا

دھوم ہے کیوں مے سہری کی تیاض

ہے نہ اعجاز نہ جادو سہرا

سہرا

بہترین جمیل احمد خان خلیفہ عظیم اللہ خان صاحب رئیس خیر آباد

رہ گیا بزم میں منہ دیکھ کے کیسا سہرا بن گئی شوق سے جب زلفِ حلیمہ سہرا
 نہ بنے آج نقابِ رخِ زیبا سہرا ہم کو دکھلا دے ذرا چاند سا چہرہ سہرا
 شکر اللہ کا نوشاہ بنے آج جمیل شکر اللہ کا ماں باپ نے دیکھا سہرا
 زلفِ سبھی لگی بیٹی نہیں رکھتا ظالم کوئی دیکھے تو ذرا شوخ ہے کتنا سہرا

تیرے سہری کی نزاکت کی کروں کیا تہنیت
تیری شرمیلی نگاہیں ہیں کہ تیرا سہرا
سہری دیکھنے والوں کی ٹری میں لگیں
بن گیا ہی بھری محفل میں تماشا سہرا
کھینچ لے کئی خوش میں اپنی تہہ کو
ہو رہا ہے اسی ڈر سے تہہ و بالا سہرا
ہالہ پکارا کہ "مری آنکھ کا نور"
کہکشاں بولی "مری آنکھ کا تارا سہرا"

اے سعید آج مبارک تمہیں نوشہ بننا
سب عزیزوں کو مبارک ہو تمہارا سہرا

سہرا

پیر عقیقہ منشی فضل احمد صاحب جعفی خلیفہ امام احمد روم بن جانی نظام احمد روم
رئیس خیر آباد

باندھنا تجھ کو مبارک ہو مری جاں سہرا
فضل احمد تے صدقے تری قرباں سہرا
چاہتی تھی کہ بنے زلف پریشاں سہرا
چھا گیا سر سے تری تاسیر و اماں سہرا
مصحف رخ کا بنے کے ہو نگہیاں سہرا
کیا شرف ہو کہ بنا حافظ قرآن سہرا
ناپنے کے لئے ہزار سوز مرگان دراز
کوئی سو بار تو آیا سر مرثاں سہرا
پھول سہری کے بھی میں پھول سا چہرہ بھی ہے
کثرت گل سی ہو خود آج گلستاں سہرا
ہے یہ شب بھر کے لئے وہ ہمیشہ کے لئے
چاہتا ہو کہ بنے زلف پریشاں سہرا
اس کی لڑیوں سی ہو جوں کا تماطم پیدا
بزم میں بھر مسرت کا ہو طوفاں سہرا
تیرے بہر عدوت مار نہیں سہری کے
دل دشمن ہیں اتار کرے پیکاں سہرا
پیارے ماں پر نہ جواں باپ نہ داوی دادا
گل بداناں ہو کہ ہے داغ بداماں سہرا

بقریب سعید احمد برادرِ خود خلفِ فیاض اہلِ دینِ محرم

حسبِ دانش سید نیاز احمد پسرِ پیرِ پیرِ مقامِ مراد آباد

| | |
|--|------------------------------------|
| زلف کو کہہ دے اڑ کر بنے رُخ پر سہرا | لگی رکھنے کا نہیں ہال برہر سہرا |
| بانگپن میں تے سہری کو گھٹا ہر سہرا | سہرا بندھنے کا رہا آن حقیر سہرا |
| حسن سہری کا بڑھا تیری جوانی کی طرح | صدقے سہری کے بنا حسن کا زیور سہرا |
| میں نے ڈور کو جو تپا تو قیامت کم تھی | بڑھ گیا اس سے تری قد کے برابر سہرا |
| تیری کھولے جو کھلے عقدہ تو کھول دی بلبل! | دل گرہ میں یہ لئے ہی کہ گل تر سہرا |
| شفقِ شام یہ کہتی ہوئی آئی تھی ابھی | کہکشاں لائی ہماروں کا بنا کر سہرا |
| وہ ادائیں کہ جھپک جائیں نکلیں | بانگپن میں مژدہ یار سے بڑھ کر سہرا |

مرے سہری کی وہ بندش و نزاکت ہر یا ص
مُنہ اویکھتے ہیں کس کے سنخور سہرا

سہرا

بقریب سعید مولوی سعید صاحبِ ادب و خورشیدِ خان مولوی حمید رضا

نہیں عظم گو کہ پو

| | |
|-------------------------------------|---------------------------------------|
| پیارا پیارا ترا چہرہ ترا پیارا سہرا | چاند سا منہ ہی تو سورج کی کرن کا سہرا |
| بن گیا خوب نقابِ رُخِ زیبا سہرا | نگہ شوق سے کس کس کی نہ اُبھھا سہرا |
| موجِ بوی گل ترے جو بلائیں اس کی | کہہ سکے کون ہکا اترے نہ اتنا سہرا |

ساتھ لایا ہو دکھانے تجھے کس شوق کی آج
نہ صبا پھیر کہ ات اس کی ہر دن اس کا ہے
موج جو سطح سے اٹھے وہ ہو سہری کی لڑی
وہ مہر ہو تو یہ چودھویں کا چاند ہو آج
قاف کی پریوں میں شیش کی پری بھی ہوگی
زندگی خضر کی دو گاتجھے اے فضل جلیل
نئی دنیا نئے ارماں نئے سماں سہرا
مطمن ہوا نہ کبھی ہوگا پریشاں سہرا
اے خضر آ کے بنے چشمہ حیاں سہرا
دیکھتا ہر مے نوشہ کا گریباں سہرا
میری نوشہ کے لئے لائی ہیں پیمیاں سہرا
کہ مے تار نفس کا ہر مری جاں سہرا

مے سہری میں نہیں ہیں مے مضمون ریاض
لئے دامن میں ہے کچھ لعل بدخشاں سہرا

ایضاً

کیوں نہ ہو سب میں شمع رو سہرا
رنگ گلہائے آرزو ہر تار
مت ہے بوسے اپنے غنچوں کی
رات سہری کی ہنس کے کہتی ہے
رنگ میں فرق ہو میں دونوں ایک
گندھی کتنی ہیں منہ بندھی کلیاں
اٹھ رہے گانہ کوئی عقدہ زلف
پھول نازک ہیں میری دل سے سوا
تار ہر ایک موتیوں کی لڑی
چھا گیا بن کے رنگ و بو سہرا
رنگ گلہائے آرزو سہرا
ہے چڑھائے خم و سب سہرا
کرے دامن میں کیوں بوسہرا
مشک بو زلف زلف بو سہرا
ہنسیں دیتا ہے اُن کی بوسہرا
کھل کے کہہ دیگا موہ بوسہرا
چپکے سے بھی صبا نہ چھو سہرا
ابر نیساں کی آبرو سہرا

دواغ داماں میں نہیں پھول گندھیرا میں
 دل پرواغ لئے ہے سرواماں سہرا
 اس خوشی میں نہ مجھے یاد دلا بہر خدا
 دیکھنے دی مجھے اویویدہ گریاں سہرا
 اس کی جی سے بھر آئے مرید کے ناموں
 تار سے اپنے بناورد کا دماں سہرا
 ایک سسم ہوں بسوا عمر مو اقبال بڑھے
 مے اللہ نکالے مے ارملں مہرا
 دشمن تیرہوروں جانے اُجالا گھر کا
 تا ابدیوں ہی رہے شمع شبستاں سہرا
 بڑھ کے سب سہروں کو سہرا یہ کہا میں نے یاقین
 سوزباں سے ہر مرا آج ثنا خواں سہرا

سہرا

تقریب عقد مرثیہ جلیل بی۔ ا۔ خلف جناب مفتی عبد الجلیل صاحب
 رئیس گورکھپور

لے اڑانگ بہار چنستاں سہرا
 آتش گل سے بنا شعلہ بداماں سہرا
 کج ادا زلف ہی سیدھا مسلمان کج
 سخت کافر سے پھنسا صاحب کیاں سہرا
 اوپر اٹھے نپک شرم سے سہرا جو اٹھے
 مردم چشم کو ہے پنجہ مرگاں سہرا
 لوٹے نظارہ تری جلویٰ یہ کہن ہی نہیں
 دولت حسن کا ہے آج نگہباں سہرا
 اپنے انداز وادائے بھی دی زلف دراز
 کیونچے زلف کا شرمندہ احساں سہرا
 آتش گل کی پٹ ہو شفق سُرخ نہیں
 رنگِ رخ سے نظر آتا ہو گلستاں سہرا
 شرط بھائی کہ مل جل کے رہیں گے باہم
 باندھ لے زلف گرہ گیر سی پیاں سہرا
 نہ بنے قوس قزح پھولوں کی بھی نوشاہ
 بن گیا ہو شفق سُرخ کا داماں سہرا

رشک سے لگے چھائی چہرہ پر خود بنی زلفِ عنبریں سہرا
 گیسوؤں کی ہوئی ہر کچھ ان بن کیوں چڑھائے ہی آستیں سہرا
 آگے کالے کے کیا جلے گا چراغ نہ ہو گیسوئے خشمگین سہرا
 سہری کی رات ہے ہٹائے کون رُخ سے ہٹتا ہے اب کہیں سہرا
 دونوں ہو جائیں اب رفیقِ طریق زلف رکھے نہ بغضِ کیں سہرا
 فرق معلوم ہو نہ آپس میں یوں ہے زلف کے قرین سہرا
 حسن میں کوئی کس سے کس کو بڑھائے زلف بھی ہے حسین حسین سہرا
 سہرے کی ہے بنی تلی ہر بات زلف سے بڑھ کے ہے کہیں سہرا
 زلف و رُخ سو نہا ہے جاتا ہے ہے لئے ساتھ کفر و دین سہرا
 ہو مبارک تمہیں حمید و مجید باز دھنے آئی عوریں سہرا
 رتبہ سہرے کالے رفیق بڑھا چو متا ہے تری جبیں سہرا
 حسن سے تیرے حسن پایا ہے تیرے فرم کا خوشہ چیں سہرا
 کبھی بنتا ہے عرش کا دامن کبھی اس بت کی ہر جبیں سہرا

کیوں نہ خوش ہوں ریاضِ مجھ سے عزیز
 کیف آور ہے دل نشیں سہرا

سہرا

حسبِ دانش اختر سبز و آری میرٹھ

آسماں سے آئی ہر فنِ شہر کی پھول جھاکے تارے آسماں کے بن گئے سہری کے پھول

زلف سے شوق سہرا کہتا ہے میں بنوں زلف اور تو سہرا
 ہر گھڑی ہے نگاہ شوق سے چھیڑ رخ کے بدلے ہے رو برو سہرا
 لن ترانی سے بھلیاں نہ گرائے نہ کرے گرم گفتگو سہرا
 لگی لپٹی نہ رکھے گا اے زلف! سونائے گا دو بدو سہرا
 سجدے کرتا ہر پائے نوشہ پر عرق رخ بھی ہے با وضو سہرا
 رنگ دے جائے آج محفل میں گائیں معشوق خوش گلو سہرا
 بزم نوش میں آئے جو چاہے نہیں دشمن کا بھی عدو سہرا
 سب اسے جانتے ہیں دامنِ عفو ابر رحمت ہے نیک خو سہرا
 خل حق ایک ایک فضلِ جلیل نیک دل نوشہ نیک خو سہرا

سہرا کہنے ریاض بیٹھے ہیں

کہہ چکے بے خم و سب سہرا

سہرا

حسبِ ماناش ملکِ اجمی صاحبِ تسری برائے برادرِ خود

۱۹ء

عشوہ زانِ حسن آفریں سہرا کس قدر ہے ترا حسیں سہرا
 بڑھ کے تارِ نظر تو گھٹ کر ہے مرثہ چشم ز گسیں سہرا
 حسنِ نوشہ کو چار چاند لگائے آنکھ سے چوم لیں حسیں سہرا
 مستِ اداؤں ہی جھومنا اس کا ہے پئے آبِ آتشیں سہرا

گل بدامن لے زیاصل آئی بہار
اس کے دامن سے چنے سہری کے پھول

قطعہ تاریخ

فرزندِ حضرت شاہِ واجد علی صاحبِ رئیس گورکھپوتوئی امام باڑہ مفت شاہی

| | |
|--------------------------------|------------------------------|
| شاہ واجد علی کو حق نے دیا | نقش آرائے بوریائے شہی |
| ہو مبارک نجمہ پئے فرزند | ہو مبارک یہ خرمی یہ خوشی |
| پھول آتے ہی پھل ملا کیا | واہ رے فیضِ سنت نبوی |
| اس میں جو شک کرے وہ کافر ہے | رہ اسلام میں نہیں ہے کجی |
| ہے یہی مسک رسولِ خدا | ہے یہی جادہ علی ولی |
| جس نے مژدہ سادہ شاد ہوا | گھڑیں کیا شہر میں خوشی بھیلی |
| ہوئی طالع افق سے صبحِ اُمید | رنگ لائی دُعاے نیم شبی |
| مہر کی طرح ہو ضیا گسٹرا | مہتاباں کی پائے جلوہ گری |
| شہر کیا دور دور ہے مشہور | شاہ واجد علی کی نیک دلی |
| شکر اللہ کا ہزار ہزار | تختی جو دل کی مراد بر آئی |
| آنکھ کا نور ہے یہ دل کا سرور | یا خدا عمر ہو سوا اس کی |
| نام روشن علی کا روشن ہو | رہے محفل میں روشنی اس کی |
| کام ہوں زیبِ صفحہ تاریخ | سب کے لب پر ہو نام تاریخی |
| سہی یہی فکر اگر تو کہہ دریا حق | صاحبِ بخت بختیار علی |

گر گئی نظروں سے افشاں گیسو شربنگ کی
ایسے اور نشتر سے رخ پر کھلے سہری کے پھول
دی خدا نے سر بندی تجھ کو مقبول الرحیم
اللہ اللہ عشق کے تارے بنے سہری کے پھول
رنگ ان کا سا زبوان کی سی پھولوں کو نصیب
رنگ بو پر کیوں تراشیں سہری کے پھول
نام کس کا لب پر آیا وقت ایجاب قبول
سُن کے بقیہ جہان سلیم ہنسے سہری کے پھول
چھائی تھی وہ گیسووں پر چھا گئی اس پر بھی یہ
زلف کی افشاں ہو بھی اچھے ہی سہری کے پھول

گلفشانی دیکھنا شاخِ قلم کی لے ریاض
شاخِ گل شرمائی ایسے کھلے سہری کے پھول

سہرا

مشرعہ عبدالبنی ابو نصر صفا

حسبِ عافور چشم سید میر احمد اشیم
حسبِ عافور چشم سید میر احمد اشیم
رنگِ رخ بن کر بنے سہری کے پھول
لے ابو نصر آپ کے سہرے کے پھول
کہکشاں بن جائے سہرے کی لڑی
ٹوٹ کر تارے بنے سہرے کے پھول
کس کے عارض بن گئے رشکِ چین
کس کے چہری پر کھلے سہرے کے پھول
کیوں نہ اترائے زمینِ بلخ آج
آسمان پر اڑ چلے سہرے کے پھول
پوچھے نوشتر کے گلِ عارض سے کون
ہیں یہ کس بو میں بے سہرے کے پھول
چشمِ نوشتر پاس ہے ساغرِ کف
نشتے میں ہیں بے پئے سہری کے پھول
میکدے سے پھول ملتی ہے انہیں
پیتے ہیں نوشتر سے سہرے کے پھول
ہے وعاول سے نہ مرجھائیں کبھی
لے ابو نصر آپ کے سہرے کے پھول

حسب ما نش قبلہ ولایت احمد صاحب شہید مرحوم

بمٹھا خدانے بیٹا مسٹر چرڈسن کو اس کی خوشی برآں کو سچند ہو مبارک
 ماہ فلک نے بڑھ کر تاریخ پشمنائی مسٹر چرڈسن کو فرزند ہو مبارک
 (۳۶)

تاریخ

تولد فرزند محسن الملک رائے جی پرکاش لال صاحب ہوا در یوان ٹچ مرادون
 اختر قوم جس سے چکے گا وہ جس طفل غور دے ہے یہی
 نخل امید کا یہی ہے پھول شمشاد آرزو ہے یہی
 ۱۸ ۶ ۹۵

تاریخ رحلت

شاہ محمد فضل اللہ صاحب آبادی مرحوم

دار فنا سے خلد گئے شاہ محمد فضل اللہ
 ان کے غم میں رونی خلق کھینچی سب نے دل سے آہ
 آگے پیچھے سب میں رواں ہمیشہ یہی ہے سب کو راہ
 خاک میں ملنا سب کو ہے چاہے گدا ہو چاہے شاہ
 موت کا ان کی سال ریاض کہہ دو تم با حال تباہ

غالی کل تک تھی یہ زمیں

آج ہے مرقد فضل اللہ
 ۳۹ ۳۸ ۳۷

تاریخ عطا خطاب عالیجناب جدوت نرائن صاحبہا و بالینا

والی راج پڈرونہ ضلع گورکھپور

واہ ری سامان عشرت اہری سامان پیش
کیا مبارک وقت ہے کیا مبارک عہد ہے
ایسی تقریہوں میں شیریں کام ہو کیونکہ نطق
اہل حاجت کو ملازماہل زر کو عز و جاہ
سلسلہ جاتا ہوا بقدرو مراتب کا کہاں
نازہ قسمت پر اپنی آج گورکھپور کو
ہو مبارک ای پڈرونہ کو یہ اعزاز خاص
یہ خوشی وہ ہر مٹایا جائی نام اس قحط کا
اُسے میں ہم پیش کرنے کو در اشعار آج
رائے صاحب ہاتھ اٹھا کر لگے دل کو دھوا
آگیا تاریخ کا اس وقت جھکو کچھ خیال
اور پھر تاریخ بھی ایسی کہ جو ہولاجوا

سوچتے ہی طبع موزوں نے یہ برجستہ کہا

رائے صاحب کو ملا کیا خوب راجہ کا خطا

۱۸ ۶ ۹۶

قطعہ تاریخ

تولد فرزند مشرے۔ ڈبلورچرٹون صاحبہا در پرنسٹن ڈیپسٹن لک

نظرے چھپ گئے امجد حسین آہ
 نگاہ چشم حسرت شمع ہے آج
 کہے گی کیا یہ حالِ خلوتِ قبر
 کہ دور از لطفِ خلوت شمع ہے آج
 دل بیتاب کو کیا دے گی تسکین
 شرارِ داغِ فرقت شمع ہے آج
 نہیں گردے سرِ یاغِ اب کئی اس کے
 سبق آموز عبرت شمع ہے آج
 چراغِ کبجِ خلوت نورِ ایماں
 ضیا افزائے تربت شمع ہے آج
 فروغِ نورِ ایماں ہے ترِ قبر
 سرِ بالینِ تربت شمع ہے آج
 یہ پانی دے گی شعلِ گلِ اُگیں تو
 لئے اشکِ محبت شمع ہے آج
 گل اترائیں نہ موجِ بو پر اتنا
 گلوں کو موجِ نکبت شمع ہے آج
 یہ دو دُشمن سایہ ہے اسی کا
 لئے ساتھ ابرِ رحمت شمع ہے آج
 غرض یہ ہے کہ پڑھ لیں سالِ جلالت
 قریبِ لوحِ تربت شمع ہے آج

جھکائے سراپل یہ کہتی آئی

لحد پر عرِ جنت شمع ہے آج

تاریخ وفات

کنیزِ فاطمہ دخترِ منشی حافظ نظام احمد مرحوم تخلص اندازِ مرثیہ آباد
 خدا کا نورِ ممتی وہ چاند سی شکل چھپی وہ خاکِ مدفن میں عجیب ہے
 ریاضِ افسوس وہ گھر میں نہیں ہے وہی گھر ہے وہی سامان سب ہے

سر مدفن لکھو یہ سالِ تاریخ

کنیزِ فاطمہ تربت میں اب ہے

تاریخ وفات

قصرِ نیاز احمد صاحبِ ٹنڈنٹ پولس بھوپال برادرِ خور و ریاض
 گئی قبر میں آج دُختِ نیاز گئے اٹھ کر اُس سے قیامت ملے
 قیامت ہے یا رب جو الٰہی کی موت بُرے وقت یہ داغِ فرقت ملے
 یہ ہے چاند پر ڈالنا خاک کا ارے خاک میں ایسی صورت ملے
 کُلتی ہے انگاروں پر اس کی یاد دعا ہے یہی اس کو جنت ملے
 لحد میں چھپی چاندی شکل ہائے کلیجے میں رکھ لوں جو تربت ملے
 بلا سے جو ہوں زندہ و فن لے یا قیامت مجھے دیکھنے کو وہ صورت ملے
 مروت کی پتلی ذرا آنکھ کھول ! کہ شاید نشانِ مروت ملے
 تری نیند ہو یا ترا خواب ہو مجھے بھی ترا خوابِ غفلت ملے
 رہے اجڑے گھر کی تجھے یاد کچھ لحد میں تجھے گھر کی راحت ملے
 ہر اک گوشے میں جس کے فردوس ہو کشادہ بہت تجھ کو تربت ملے
 دمِ نزع جب یہ دعائیں نے دی اذیت سے تجھ کو راحت ملے
 لگا کر گئے داغِ بر دل اہل یہ بولی تجھے قصرِ جنت ملے

تاریخ رحلت

خان بہادر سید محمد حسین جو مریلوئی اسپیکر جنرل پولس یاست بھوپال

قطعہ تاریخ

وفاتِ مرحومہ نے ماسٹر اسٹیشن ماسٹر اسٹیشن خیر آباد
 آتی ہے ہر طرف سے آواز ہے بی بی بی سراج خاتون
 ہے فکر کہ سال فوت لکھتوں جنت کو گئی سراج خاتون
 ذرا کچھ کی پہلی کو دم صبح دنیا سے چلی سراج خاتون
 اب کیوں ہے زمین قبریتاب
 کہہ دو، آئی سراج خاتون
 ۱۳ ۷۷ ۱۳۶

قطعہ تاریخ

جنابِ حافظ خوالدین مرحوم

یوں گئے دنیا سے خوالدین آہ بیٹے ہم سے کچھ نہ تھا ان کو لگاؤ
 آنکھوں کو ماہِ ذوالحجہ کی ماہی یہ ہوا حکمِ خدا "جنت کو آؤ"
 حافظِ قرآن تھے حق آگاہ تھے عارفِ کامل تھے حق سے تھا لگاؤ
 گوشہٴ جنت بنی ہے جائے دفن ہر گھڑی رہتا ہے لوگوں کا جماؤ
 غیب سے آتی ہے ہر دم یہ ندا آئے ہو تو "فاتحے کو ہاتھ اٹھاؤ"
 ثبتِ تربت پر ہوتا ریخائے ریاض
 قبرِ خوالدین کی ہے آؤ آؤ

تاریخ وفات

دختر سید حمید احمد ولد سید فیاض احمد از مرحوم برادر غور و ریاض
لی مٹی میں جواں ہو کے یہیں ہے یہیں خاکِ جمیدہ خاتون

لکھ دو تاریخ سر قبر ریاض

مدفن پاک جمیدہ خاتون

۱۳۰۰ ۲۲

حسبِ بانشی محمد احمد صاحبِ حبیب مرحوم بابو پور محمود آباد ضلع سیتاپور

تاریخ وفات

جناب عباس حسین خاص صاحبِ تعلقہ دار بابو پور

ہے باعثِ صد ہزار افسوس! عباس حسین خاں کی رحلت

آتے ہیں یاد اُن کے اوصاف ایسوں کی موت ہے قیامت

با وضعِ خلیق صاحبِ جو و ذی مرتبت و بلند ہمت

مُرجھائے کبھی نہ سایہ قبر لے سائے میں اس کو ابر رحمت

جنت کی ہوا ریاض آئے ہو گوشہ قبر باغِ جنت

تعمیرِ مزار چاہتی ہے بالینِ مزار سالِ رحلت

تو دستِ الم سے اب پئے سال

لکھ دے مرحوم کی ہے تربت

حرف آتا ہے خوشی پر تری لے سنگ قبر
کہہ دے 'ہاں تربت ہو بانوے' عبید اللہ کی

۲۴ ص ۱۳

تاریخ وفات

اہلیہ خود

زوبہ مرحومہ ریاض

۳۱ ص ۱۳

قطعہ تاریخ

انتقالِ منشی احمد علی مرحوم مقام مانی ضلع جنوبی

| | |
|--------------------------------|------------------------------|
| کون حامد علی کو سمجھائے | خاک بر سرِ کس مصیبت میں |
| جاں گسل غم ہے آہ بھائی کا | آج احمد علی ہیں تربت میں |
| اُن کو دشمن سو بھی ورین نہ تھا | کوئی ثانی نہ تھا مروت میں |
| اُب اب وہ اُن کے خصالِ عادت | خیر ہی خیر تھی طبیعت میں |
| تھے سراپا وہ شکلِ صدق و صفا | پاک بازی تھی ان کی طینت میں |
| جھک کے ملنا شعار تھا اُن کا | کس قدر عجز تھا طبیعت میں |
| سب سے برتاؤ تھا شریفانہ | نام نکلا ہوا شرافت میں |
| پست دیکھنا نہ عرصہ اُن کا | اُن کی گنتی تھی اہلِ ہمت میں |
| غم سے ہے آج خاندانِ تباہ | دے خدا صبر میں مصیبت میں |

قطرہ تاریخ وفات

افتخار الشعر اعتبار الملک سید افتخار حسین تخلص مضطر خیر لوی

روئیں کیا سہل و کوش کی طرح مضطر کو ایک دن سب کو پہنچنا ہے اسی منزل پر
کبھی شہرت نہیں مٹنے کی اہل لاکھ ملے حاصل عمر خدا کیجئے اس حاصل پر
زود گو فکر رسا، نغمہ نیاں رنگیں طبع رنگ کی طرح وہ چھائی ہو ہر محفل پر
ہے وہ نور کی آواز گکے پر قابو بھلیاں آپ گراتے تھے ہمیشہ دل پر
چاند کے ہلے کو تو حلقہ تربت سمجھے ڈال دی موت عبث خاک مہر کامل پر
سال بھلت کہوں کیا خاک نہیں موشن مایوس فکر تاریخ ہو کیا جب نہیں قابو دل پر

خواب میں سہل مرحوم سے پوچھی تاریخ
آگیا "مضطر مرحوم" لب سہل پر

تاریخ وفات

ایلیہ جناب محمد عبید اللہ خاں صاحب برادر لوی انعام اللہ خاں صاحب شہید
کشمیری اگر وہ بفراش سید نیاز احمد کو تو ال اگر وہ

گو دھن ہے منہ سے لیکن کچھ یہ کہی ہی نہیں
بے زباں تربت ہے بانوئے عبید اللہ کی

دختر میرزا محمد حسن صاحب دار لکھنوی ڈپٹی کلکٹر گورکھپور

یا الہی ایہ ماجرا کیا ہے؟ کیوں محمد حسن کی آنکھ سے تر
میرزا صاحب اور یوں بچپن کیا ہوا؟ کیا گزر گئی دل پر
گئی داوی کے پاس پوتی بھی دیگئی ہائے تازہ زخم جگر
حیف یوں ہو سپرد خاک ریاض نازوں کی غمتی مہ جہیں دختر
قبر میں ہے قمر جہاں بیگم اور ماں باپ غم سے خاک بسر
ڈوبنا چاند کو تھا ڈوبا چاند ڈالی خاک ایسے چاند پر کیونکر
کہہ رہا ہے پکارے سنگ لوح سب نے دل کو بنا لیا پتھر
فکر مجھ کو غمتی میں کہوں تاریخ ثبت ہو سال سنگ تربت پر

بڑھ کے خط شمع نے یہ کہا

سر تربت ہو کندہ داغ قمر

۱۳۵۴ھ

تاریخ وفات

حبہ الماش شیخ محمد صاحب جم مجسٹریٹ مٹوناٹ بھجن گورکھپور

ریاض ایما جناب شیخ کا ہے کہوں تاریخ بہر لوح تربت
وحید الدین حیدر ہیں یہاں دفن ریاض اُن کو ملے جنت کی راحت
اکائی کے عدد کم کر کے کہہ دو

وحید الدین حیدر کی ہے تربت

لغزش نہ ہو اس راہ میں کہہ دو یہ تو کی سے ثابت قدمی چاہے تسلیم و رضا میں
 اسحق نہ مہدی نہ فراست نہ سعید آج کس درجہ اداسی ہو ہر اک سمت فضا میں
 افراغ نے افسوس میں تازہ دیا داغ اچھے گئے خود چھوڑ گئے ہم کو بلا میں
 ارمان ہے نیند آئے اسی طرح ہمیں بھی
 یوں چین سے سوتے ہیں وہ جنت کی ہوا میں

۱۳ ۵ ۴۶

میں نے جو کہا دیکھ لوں کیا قبر میں گزری پیدا ہوئی جنبش سی لبِ بادِ صبا میں
 بولی یہ لحد یہ درِ فردوس یہ افراغ
 سوتے ہیں یہیں چین سے جنت کی ہوا میں

۱۳ ۵ ۴۶

تاریخ وفات

والدہ میرزا محمد حسن صاحب در لکھنوی ڈپٹی کلکٹر گورکھپور
 دے محمد حسن کو صبرِ خدا رحم اس کا بنے سکوں کا سبب
 میرزا صاحب اور ماں کا داغ کم ہے جتنا ہو اُن کو رنج و تعب
 سرِ تربت ریاض لکھ پئے سال
 مادرِ مہرباں میں غلہ میں اب

۱۳ ۵ ۴۵

تاریخ وفات

۶

کس قدر سخت ہے صیاد اجل
کہ اُترتی ہی نہیں اس کی کمان

۷

بھرتی ہے شکل تری آنکھ میں کیوں؟
مرنے والے ابو نہیں تجھ میں جاں

۸

کیا سنوں دور سے باتیں تیری
شورِ ماتم سے بھرے ہیں مے کان

۹

تیری چپ کا یہ اثر ہے مجھ پر
بندھے تیری طرح میری زباں

۱۰

مرنے والے ایہ ہوا کیا؟ ستجھ کو
جانتے تھے تجھے سب اپنی جان

۱۱

ہم سمجھتے ہیں فرشتہ تجھ کو
کبھی مرنے کا نہ ہوتا تھا گماں

۱۲

قطرہ تاریخ

وفاتِ جنابِ مولوی شاہ محمد عثمان حرمِ کبیل و رئیسِ حجِ پنور والدِ بزرگوارِ جناب

ڈاکٹر شاہ سر محمد سلیمان صاحب بہادر

چیفِ جج ہائی کورٹِ الہ آباد

اٹھ گیا کون جہاں سے یارب !

بتلا رنج میں ہے ایک جہاں

۲

میں ہوں اس طرح نہیں ہوں گویا !

نہ لہو دل میں نہ ہے جسم میں جاں

۳

ہاں رواں اشک ہیں یوں آپ سے آپ

جوشِ شیل کا ہوتا ہے گماں

۴

پہلے ہی ڈوب چکا رنج سے دل

اب ڈوبنے کا ہے کس کے ساماں

۵

آئے اُن آنکھوں کے آگے آئے

بیٹھے بھٹلائے اٹھا یا طوفان

جو پورا اس سے کوا ہے سنان

۱۹

ہے ٹپکتا درو دیوار سے غم
رو کے کہتا ہے یہ ایک ایک مکان

۲۰

خاک پر وہ نہیں وہ ہیں تر خاک
خلد میں اب ہیں محمد عثمان

۲۱

مرنے کو تو ہمیں بھی مرنے ہے
کم ہیں اس عہد میں تجھ سے انسان

۲۲

باہم بے ہم تھی ذات تری
شہر میں سب سے جدا تھی تری شان

۲۳

شرع کے ساتھ طریقت کا لہا ظا
جس طرح دیکھئے، کامل ایمان

۲۴

نظم اردو میں اگر مومن و میسر
فارسی نظم میں خسرو کی زباں

تو نہیں ہے تو نہیں ہے کچھ بھی
کیوں ترے اب نہیں کھلتی ہے زباں

۱۳

نظر آئے تری صورت کیونکر؟
کچھ نہیں کھول کے بیٹھوں قرآن

۱۴

مری آنکھوں میں رہے صورت نور
ہے یہی دین یہی ہے ایماں

۱۵

تو ہی بن جا مری تسکیں کا سبب
تیرے اے طفل تسلی قرباں

۱۶

آئی آواز ”نہ تو خاک اُڑا“
آئی آواز کہ ”تو خاک نہ چھان“

۱۷

زود خلوت ہے نہ وہ صحبت ہے
ظفر آباد پڑا ہے دیراں

۱۸

ہے سخنور نہ کہیں بزم سخن

بات جس کی تھی گئی ساتھ اس کے
دیکھتے اپنے سلیمان کی شان!

۳۲

اور جیتے ابھی دو چار برس
رہ گیا دل میں یہ سب کے ارماں

۳۳

دم بخود غم میں ہے کس طرح ریاض
چغستان سخن ہے سناں

۳۴

بزم سے رنگ اڑا شمع سے نور
جسم نازک سے جدا جب ہوئی جاں

۳۵

بولی بو "گل" سے نکل کر پئے سال
گئے جنت میں محمد عثمان

۱۳۸ ھ ۱۳

قطرہ تاج

وفات اہلستانی حاجی مولوی سید جان اللہ خان صاحب رئیس عظم گورکھپور

مطبوعہ "مشرق"

۲۱ جون ۱۳۸۵ء محرم

۲۵

رنگ تھا شعرو سُن کا کچھ اور
فضل میں علم میں تھی کچھ ہی شان

۲۶

تجہ کو حاصل تھا وکالت میں فروغ
سبھی تقریر تری شستہ زبان

۲۷

جرح وہ جرح اثرِ حاکم پر
بحث وہ بحث عدالتِ حیراں

۲۸

عجز کے ساتھ تھی خود داری بھی
شان والوں میں ہمیشہ نئی شان

۲۹

ناخنِ طبع سے جب کام لیا
ہو گئے عقدہ مشکل آسان

۳۰

دیکھتے اوجِ سلیمان کچھ اور
دیکھتے اپنے سلیمان کی شان

۳۱

دست میں اک جہاں ہر وقت میں آسمان ہے ہم پایہ سلیمان گروں اس میں مہماں
 ہر گنگروہ اس کا بامِ فلک سے اونچا قصر وسیع کسریٰ بالائے طاق ایوان
 آئینے سے مصفا ہر خشت و سنگ لباس کا
 کیا ہی بنا ہے زیبا قصر ابوالحسن خاں

۲۰ ۵ ۱۳

مبارکباد و عقدہ دختر جناب انیس احمد صنا

لو دہن آج بنی دختِ انیس احمد اس سرت میں جو گھر آج دہن پر صدقے
 صدقے ہو کر بھی تسلی نہیں ہوتی دل کے صدقے پھر بار و گر آج دہن پر صدقے
 اے حضور آرزوئیں آج برائیں دل کی کیجئے کا سُر آج دہن پر صدقے
 اے حضور آج تمنائیں ہوئی ہیں چری کیجئے نعل و گھر آج دہن پر صدقے
 کون رو کے انھیں نسبت ہے رخ و گیسوے روز و شب شام و سحر آج دہن پر صدقے
 آگے ساعاتِ سوا کے بلائیں ہوں خدا عیش کے آٹھ پہر آج دہن پر صدقے
 بے اثر بس دعاؤں کے نہ ہے بخت بلند ہو دعاؤں کا اثر آج دہن پر صدقے

میں نے جیتے کہا مصرعِ تارِ پنج زیاں
 انجم و شمس و قمر آج دہن پر صدقے

قطعہ تاریخ

عقدہ و غسل منشی فضل احمد مع برادرِ غور و اقشام احمد علیہم خلیفہ ماحد صنا
 ابن منشی حافظ نظام احمد صنام عزم رشید آباد

سوئے جنت گئیں زیب النساء آج لحد میں آ کے نکلی حسرتِ خلد
 زمینِ قبر کتنی دل کشا ہے فضا میں جس کی ہے کیفیتِ خلد
 سر تربت تبسم ہر کلی کا لئے ہے انبساطِ فرحتِ خلد
 ہوائیں چل رہی ہیں عطر آگیں لحد کے پھولوں میں ہو نکہتِ خلد
 نظر کے سامنے ہے باغِ فردوس نظر کے سامنے ہے صورتِ خلد
 اُتر آئی ہے جنتِ آسماں سے الہی بلغم میں ہے صحبتِ خلد
 کھلانا کام آیا بیکسوں کا فراواں ہر طرف ہو نعمتِ خلد
 مبارک ہو مبارک جامِ تسنیم مبارک ہو مبارک دعوتِ خلد
 مبارک ہو مبارک دید حق کی مبارک ہو مبارک لذتِ خلد
 مبارک ہو مبارک عیشِ جاوید مبارک ہو مبارک عشرتِ خلد
 مبارک رنگ و بوئے مونجِ بادہ مبارک شہد و شیر و شربتِ خلد
 مبارک خدمتِ حورانِ جنت مبارک جادو وانیِ راحتِ خلد
 ریاضِ اللہ کی رحمت کے صدقے کہ دی کنجِ لحد کو وسعتِ خلد

کہا رضواں نے کی جب فکرِ تاریخ

ہو میں زیب النساء بے نیتِ خلد

۱۳۷ ۷۶ ۱۳۷

قطعہ تاریخ

تعمیرِ مکانِ ابوالحسن صاحبِ خلد و شاعرِ چٹا

بلقیس منزل تری شاید یا سماں سے یا قاف سے اڑا کر لائی ہیں اس کو پریاں

قطعه تاریخ

باغ حکیم عزیز احمد صاحب خوش حکیم مولوی احمد علی صاحب خیر آبادی
 مبارک ہو عزیز احمد کو یہ باغ پھلین پھولیں ریاض اس کے سب اشجار
 کہوں تاریخ فرمائش تھی مجھ سے کہا میں نے زہے باغ پُر اشجار
 ۱۹۶۲۹

قطعه تاریخ

منہاج کرونہ امیر حسن صاحب آفتاب حسن صاحب تعلقہ دار بابو پور
 حرب مائش محمد احمد صاحب نمبرہ ممدوح

امیر اول حسن آخریہ اسم اش زہمت بانی این سجدہ گشت
 دوم از آفتاب وار حسن اسم بہ اقبال آفتاب عز و جہ شد
 وعائے عمر و دولت راز مسجد خوشا تا عرش اعظم شاہ رہ شد
 ز جو و بذل ہر کس "مرحبا" گفت ز خلق و لطف ہر سو واہ وہ شد
 زہے مسجد ہمہ از نور معمور کہ باروب اش شعلہ بہر و مہ شد
 ریاض از فکر رستم بہر تاریخ ز عرش آمدند افضل الہ شد

برائے سجدہ خم شد خود میر عرش
 کہ سال اش عرش رفت سجدہ گشت

بچوں کے غسل کی خوشی ہے محفل ہے رچی مچی ہر صومیں
 انضالِ خدا سے فضلِ احمد بوڑھی ہوں سبان کے پاؤں چومیں
 عمریں بڑھیں ان کے بھائیوں کی سب بڑھ جائیں آبرو میں
 باندھیں مہراجنابِ انداز سہرے روشن جبینیں چومیں
 یہ پھول بہار اپنی دکھلائیں فرق آئے کبھی رنگ و بومیں
 ہر شعرِ ریاض با اثر ہو کاٹنا سا چھنے دلِ عدومیں

نقشے کی دعائیہ ہے تاریخ

پھول آئیں شاخِ آرزومیں

۲۹ ۵ ۱۳

قطعہ تاریخ

باغِ سید نبی حیدر صاحبِ صفی پور

پھول پھل لائے یہ تہارا باغ پھلے تم کو یہ اسے نبی حیدر
 پھول نازک گلابیاں مے کی ہر شہر جامِ بادہ کوثر
 بھری رگ رگ میں ریشمیں لذتِ جبرئیل سے احر
 کیفِ آور ہمیشہ موسمِ گل رات دن فیضِ ساقی کوثر
 کیوں نہ بدست آ کے زاہد ہو کہ ہوا بھی فضا ہے کیفِ آور
 خوش ہو کر یہاں ریاض کی روح دستِ ساقی ہو تلخ، گل ساغر

کبھی ہم نے دعائیہ تاریخ

کہ؛ پھلے باغِ اے نبی حیدر

۲۵ ۵ ۱۳

ہے ریاض افتتاح کی تاریخ

اب شفا خانہ امید کھلا

۱۳ ۷ ۴۶

قطبہ تاریخ

تعمیر سماع خانہ روضہ مبارک حضرت محمد اسلم شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ
بناکر وہ

جناب حاجی غلام محمد خان صاحب حافظہ تخلص رئیس و ادون ضلع علیگڑہ

| | |
|---------------------------------------|-------------------------------------|
| بے ساز و فزاس میں من رات بیٹھے رہے | و نجس کس قدر ہے دل کش سماع خانہ |
| پیدا تر تم اس میں پیدا اتکلم اس میں | موج ہوا کے لب پر ہر دم نیا ترانہ |
| جلوس دکھار ہا ہے کیا روضہ مبارک | نغمے سنار ہا ہے کیسے سمل غنائہ |
| اللہ جب دکھائے انسان کیوں نہ دیکھے | گنبد سنار ہا ہے کچھ طور کا فسانہ |
| ہے عرش طور کس کا؟ پھیلا جو نور کس کا؟ | کس کی تجلیوں سے روشن چراغ خانہ |
| وزروں میں کچھ ہے ہیں گردش خزاں و سحر | جلوس کی برق تابلی اُن پر ہے تازیانہ |
| بندہ بنا کے اس نے بندے کو کیا بنایا؟ | کس کی سمجھ میں آئی قدرت کا کارخانہ |
| وہ بارہویں کی محفل وہ افتتاح کا دن | بزم سماع خانہ وہ نعتیہ ترانہ |
| پی کر پیالہ دیکھے محفل میں فیض مرشد | رندانہ مستیوں میں اندازِ صوفیانہ |
| میں جمع مست کیا کیا؟ مست کیا کیا؟ | کیسی انجمن ہے؟ کیا یہ شامیانہ |
| کس رنگ میں رنگیں؟ کیسی یہ پڑیں؟ | دل کھینچتی ہے سب کے یہ وضع میکشانہ |
| ہے شامیانہ رحمت سجدوں میں اہل طلعت | کیسی خدا سے غفلت؟ ہے بخود ہی بہانہ |

ایضاً

بنی مسجد یہ بابوپور میں خوب جہاں جاؤ وہاں مذکور یہ ہے
 بنیں دنیا و دین بانی کے یارب تری رحمت سے کیا کچھ دور یہ ہے
 امیر و ہم سن اسم گرامی جواب اس کا نہیں مشہور یہ ہے
 ہے روشن نام مثل آفتاب آج جو پھیلا ہے اسی کا نور یہ ہے
 خدا کا کیوں نہ ہو مسجد میں دیدار زیاض اب جلوہ گاہ طور یہ ہے
 یہی تعمیر مسجد کی ہے تاریخ
 خدا کے نور سے مہمور یہ ہے

قطعہ تاریخ

تعمیر شفا خانہ حکیم امیر اللہ خاں صاحب گوالیار اسٹیٹ
 حسب راجش نمبرہ مدوح خلف حضرت مضطر مہم

مرحبا حکیم امیر اللہ ! نام زندہ کیا بقا خاں کا
 ان کا شاہی لقب تھا خاں صنا اور اعزاز بھی تھا اس کے سوا
 ہے یہ ثابت خطاب شاہی سے خواجہ پر فخر کرتے تھے حکما
 مہاراجہ جیا جی لائے تھے حکم اکبر سے ساتھ بہرہ ووا
 اُن کو ملتا علی قاری سے خاندانی بہت تعلق تھا
 نہیں مٹنے کا اب زمانے سے نام ملتا و نام خواجہ بقا
 سب کی شہرت کو چار چاند لگے آپ نے نام روشن اور کیا

قطرہ تاریخ

تعمیرِ دروازہ مکانِ خود
آ کے سب بادۂ تنیم پیں
کھل گیا بابِ ریاضِ فردوس

۲

بے اکائی کے ہے تاریخِ ریاض
واہوا بابِ ریاضِ فردوس

۱۳ ۵۰

تاریخ انتقالِ زوجہ ثانیہ خود

جانِ ریاضِ مرد

۱۳ ۹

تاریخِ عطاءِ خطابِ خان بہادر مولوی حمید اللہ صاحب

زیرِ اسپشل مجسٹریٹ گورکھپور

ریاضِ سعدِ مبارک ہے جون کا آغاز بہت ہی سعدی یہ سال سعد ہو یہ ماہ
خوشی ہے دوسری کی شب کو تار پڑا خطابِ خان بہادر ہے حمید اللہ
ہمیشہ نام رہا آپ کا نمود کے ساتھ معرفت آپ کے کاموں کے حاکم ذیجاہ

دن میں جھلکے باؤ شب میں جھلکے ہے
 رنگ سے صبحی رنگ سے شبانہ
 ہو جائیں کان کر یہ ہے وہ سماع خانہ
 سجادگی نے بخشی کیا ہر دولت شہانہ
 حافظ کی ہر ادا میں اک شان الہانہ
 ہے سجدہ گاہ حافظ مرشد کا آستانہ
 مجھ پر ہے لطف پیہم جو کچھ کہوں وہ حکم
 فیض محمد اسلم ہے بحر بیکرانہ
 مجذوب اور سالک یہ دو بختے دل کے مالک
 بنشا انھیں نے مجھ کو یہ رنگ عاشقانہ
 مجھ کو نہ دیکھو! دیکھو! دیکھا ہے میں نے جن کو
 یہ میری ان ترانی ادنیٰ مرا ترانہ
 دیوانگی میں پہلی باتیں ریاض کی ہیں
 مضمون شاعرانہ مفہوم شاعرانہ
 سزا پارہی ہے کیا کیا یاد و وسیم و کوثر
 پھرتا ہے آنکھ میں اب گزرا ہوا زمانہ
 اے شوخی طبیعت! یہ ہے مری حقیقت
 کوئی نہیں تو میں ہوں اب شاعر یگانہ
 تاریخ کہتے کہتے کیا کیا میں کہہ گیا ہوں
 سمجھو جنوں اس کو یا اس کا شاخانہ
 اب مجھ کو فکر یہ ہی تاریخ ہو تو ایسی
 کچھ روز یاد رکھے مجھ کو بھی یہ زمانہ
 یوں کے تخرجے کی صنعت پکارا ٹھٹی
 دلکش حسیں بھی بے حد اچھا سماع خانہ

۱۳۵۴۸

باتف ریاض بولابے تخرجے کے تاریخ

کہہ جانفر ہے اچھا دلکش سماع خانہ

۱۳۵۴۸

ایکے اٹھ کے جگہ سے یہ سنایا مصرع

ایڈوکیٹ ہوئے واہ ذکی صاحب خوب

۱۹ ۶ ۲۸

قطبہ تاریخ

عطاء خطاب خان بہادر سید احمد حسین صاحب رضوی و انس چیمبرمین پبلشرز

لکھنؤ

سید عالی نسب نامہ و سید احمد حسین

یافتہ او ذی ہم خان بہادر خطاب

۲

سال یہ تعداد ۱۱۹ کم کن و گو بہر سال

صاحب جاہ و شتم خان بہادر خطاب

۱۹ ۶ ۲۸

قطبہ تاریخ

عطاء خطاب خان بہادر سید اراز الحسن خان صاحب چیمبرمین

خیر آباد

سید اراز الحسن جب سے ہوئے ہیں صدر بورڈ خدمتوں سے ان کی بے مینوسپلی فیضیاب

وہ خطاب خان بہادر سید ہو کر اب سر بلند درجہ خانی تھائی خاندانی انتساب

حسن خدمت کا صلہ مدوح کو اچھا ملا شہر میں سب کو پسند آیا یہ موزوں انتخاب

غلر تھی مجھ کو کہوں تاریخ میں بھی لے لیا حق چاہتا تھا میں نہ ہوتا تاریخ کا میری جواب

تدبر و خرد و دانش و اصابت رائے یہ جتہ آپ کا ہر فیصلے میں اس کے گواہ
 کوئی ہو آپ ہر اک درد مند کے ہمدرد کوئی غریب ہو ہر وقت ہے کرم کی نگاہ
 ہمیشہ وضع میں داخل خیال خود داری خلاف وضع ہر اک بات جانتی ہیں گناہ
 جو دیکھے خوش ہوا مارت میں سادگی ایسی وہ چال ٹھال کہ پامال عیب میں کی نگاہ
 ہیں اونچے اتنے کہ پہنچے نہ آپ تک کوئی ہیں گہری اتنے کہ کلتی نہیں ہو آپ کی تھناہ
 ہر ایک ست مشرت کی موج دوڑ گئی خبر خطاب کی آئی جو تار پر ناگاہ
 شراب ناب طرب کے چھلکتے جام چلے اٹھی جو موج بنی وہ کسی کی مست نگاہ
 چمن میں پھول کھلے انجمن میں جام چلے جھکا فلک سے سیہ زلف بن کے ابر سیاہ
 مئے طرب کے برستے ہی بہ چلے دریا کہیں نہ جن کے کنارے کہیں نہ جن کی تھناہ
 گلی گلی ہو رواں کیسی آج کشتی نئے نہ کوئی بزم بھی ہے نہ کوئی خلوت گاہ
 یمن کے مجھ سے صراحی کے قہقہے کیسے؟ یہ نکلے وہ میں مچا کیوں ہو؟ شور و قہقارہ

زبان موج سے کہتی چلی یہ جو ہے شراب

خوشی ہے خان بہادر محمدیوں کے حمید اللہ

۱۹ ۶ ۲۴

قطعہ تاریخ

ایڈوکیٹ خان بہادر محمد ذکی خاں صاحب بی۔ ایل۔ ایل۔ بی

گورکھپور

ایڈوکیٹ ہو خان بہادر صد شکر اپنے اوصاف سے عالم میں فکی ہیں محبوب
 شمع جمع تھے محفل میں کہ تاریخ کہیں دیکھنا تھا پئے سال ان کو بیاں کا اسکو

شعلہ اس کا جو اٹھا وہ بن گیا قندیلِ عشق
 دلکش اندازِ سخنِ محسنِ بیاں یوسفِ وش
 مصر والے دیکھیں اگر گرمی بازارِ حمد
 رہنما راہِ سخن میں آپ کے نقشِ قدم
 بھر کے پیر و مگر سب سے جدا رفتارِ حمد
 کو روہ ہر روشنی پھیلی ہوئی ہے شہرِ شہر
 چٹکیاں لپیتی ہے کیا کیا شوخی گشتارِ حمد
 کس ہوا میں ہے زمینِ شعرِ ہوا رِ حمد
 سب کے دل میں چھب گیا ہی وادئی پر خارِ حمد
 ایک کانٹے میں تلے میں سب گل گلزارِ حمد
 ایک رنگے بومیں حسن میں ہر ایک سی موزونیت
 ابر گوہر بار میں اشعار دریا بارِ حمد
 جو ہری دیکھیں ذرا آ کر ڈر شہوارِ حمد
 اترے شیشے میں پری بن کر بلند افکارِ حمد
 ڈھل گئے ہیں نور کے سانچے میں اشعارِ حمد
 میں نے برجستہ کہا مصرعے تاریخِ طبع
 سال اشاعت کا جو ہو مطلوب تو کہہ دو ریاض

کیا ڈھلے ہیں نور کے سانچے میں سب اشعارِ حمد

قطعہ تاریخ

طبع دیوان جناب سید عباس حسین صاحبِ فصاحت لکھنوی
 خلف جناب امانت مرحوم لکھنوی شاگرد جناب
 لطافت مرحوم براور خود

مصرعِ آخر سے گر کر حرفِ آخر بول اٹھا
کہد و احرار از احسنِ خاں کو مبارک ہو خطاب

۱۵ ۶ ۲۶

قطعہ تاریخ

طبع دیوانِ منشی اصغر حسین صاحبِ ضمیر گورکھپوری

اشعارِ صغیر اچھے اندازِ بیاں اچھا اللہ کرے دیواں ہو طبعِ مکر بھی
صفحہ نہیں ساغر ہے سطر نہیں مومیں میں جامِ مے کوثر بھی جامِ مے احر بھی
اوراق ہیں دیواں کے گلزار میں جادو کے گلشن کے بھی غنچے ہیں گردوں کے ہر خبر بھی
ہیں رنگ بھر دیا کیا، الفت کے موقع میں عاشق ہو وفا پیشہ معشوقِ سنگر بھی
سورنگ بیاں اس میں سورنگِ انزاس میں اعجاز بھی جادو بھی شیشہ بھی ہر حقیر بھی
اچھا نہیں بلغ اس تفتیحِ دماغ اس موجِ مے گلگوں بھی رنگِ مے احر بھی
دشمنوں میں نہاں دشنے خنجر میں نہاں خنجر چھتے ہو دشنے بھی چلتے ہو خنجر بھی
ہر شعر میں ایسے ہیں وہ مصرعِ جربستہ بے تیر و پیکاں بھی ہے تیغِ دوپکر بھی

تاریخ ہے دیواں کی تعریفِ دیواں کی

چھتا ہوا پیکاں ہے چھتا ہوا نشتر بھی

۱۹ ۶ ۱۱

قطعہ تاریخ

طبع دیوانِ جنابِ حمد بلگرامی

مَدِّحُ الحمد! آج دیواں حمد کا شایع ہوا ہر فرشتے کی زباں پر آج ہیں اشعارِ حمد

طبع آفاق نے وہ پھول کھلائے کہ بنے صفحے دامن گزار
 جس طرف دیکھو جمع خرمن گل جس طرف دیکھو پھولوں کے انبار
 گندھے سطروں میں گل مضمون کہ بنائیں حسین گلے کا بار
 کیوں نہ دوں لے ریاض و سخن میری آنکھوں میں ہرچین کی بہار
 کیوں نہ بچھپیں فکر سال میں ہوں پنکیان لے جو شوخی گفتار

روز افزوں اشاعت دیواں

سال تاریخ اشاعت اشعار

۱۳۲۷ء

قطعہ تاریخ

طبع دیوان جناب سیف شاہجہاں پوری شاگرد رشید
 جناب جمال لکھنوی

چمپ گیا کس لطف سے دیوان جناب سیف کا ہو مبارک پھول چنا سیف کے گلزار سے
 اصطفیٰ آقا کی عقیدت رنگ لائی کس طرح ورنہ یہ امید کس کو تھی خراج یار سے
 شان استغنا بغایت دشمن نام و نمود کیا تعلق طبع بے پروا کو ان افکار سے
 ہم کو بھی ہونا پڑا منت گزار اصطفیٰ سیف نے مائثری سے بھی بڑی تکرار سے
 دیکھنے کی چیز ہے حسن کلام حسن طبع بجلیاں دل پر گریں گی سیف کے اشعار سے
 آب انگور آتش تر جنبش لب سے بنا آگ پانی میں لگا دی گری گفتار سے
 سیف کا ہر مصرع جربہ ہے لڑتا ہوا یار کی ترچھی نظر سے ابر و خمدار سے
 دلف کے دل میں گرمہ بندش ہر اس کی خاصا کھل کے ہوتی ہی ہمیشہ طرہ طرار سے

مجموعہ کلام فصاحت چھپایہ خوب لعل نگہ سیرِ بزم کے کہیں آئے تاب میں
 حروف نے لی جگہ ورقِ آفتاب پر پتھر نے لعل انگل کے جڑوا آفتاب میں
 لو اور چار چاند لگے آفتاب میں بجلی ہر اک کرن ہے حجابِ سحاب میں
 پھینکی پڑی ہر چاندنی کیوں آج اس فکر کیا داغِ رنگ ہر جگہ رہتا ہے تاب میں
 نقطے بنے ہر تاروں کی آنکھوں میں تیلیں سطرین ہیں کہکشاں نگہ انتخاب میں
 رنگینی کلام کے ترانہ جان جائے منہدی میں ہو رنگِ یہ خونِ ناب میں
 پیدا کیا ہے رنگ مے خطِ جام سے ڈوبا ہر ایک شعر ہے میری شراب میں
 وہ مئے سوا جو تیز مئے پر تگیز سے وہ کیفِ جوی کے دہن کے لعاب میں
 وہ مئے وصال کا جو ہر جسے کہیں وہ مئے پیانے ہیں جسے ہم شباب میں
 کیسا ہے یہ کلام یہ کس کا کلام ہے؟ ہر شعر دوسرے سے سوا انتخاب میں
 فرمائش جناب فصاحت ہو اور یاقین تاریخِ طبع پیش کروں کیا جناب میں
 کیا شاہد کلام کا نکھرا ہوا ہے رنگ شوخی نہ شوق میں نہ رنگِ شباب میں

مصرع کہا یہ میں نے جو پہنا لباسِ طبع
 مستحقِ ناز میں ہے بھرا کیا شباب میں

قطبہ تباریح

دیوانِ آفاق بنا رہی

خوب آفاق کا چھپا دیوان خوب آفاق کے چھپے اشعار
 شہرِ آفاق آج فیضِ جلیل باغِ عالم ہر جیسے فیضِ بہار

قطعہ تاینج

طبع دیوانِ منشی شیا مہندر لال صاحب برق وکیل سیتاپور
 دیوان برق طبع ہوا آب و تاب سے جو شعر برق کا ہے وہ کرتا ہی کار برق
 تاینج طبع بھی ہے دیوان کے ساتھ تلک یہ میری یادگار ہے وہ یادگار برق
 چمکا رہی ہیں برق کو اشعار برق کے اشعار میں جو برق کے تاب و شرار برق
 جیسے چمن میں آتش گل ہو بہار گل ہر شعلہ و شرار سے گویا بہار برق
 مٹھی میں ہے لئے ہوئی گویا بہار باغ دیوان کا نقطہ نقطہ دل و اغدار برق
 دیوان کے صفحے صفحے میں ہیں کلیان مہی دیوان کا حرف حرف دل بقیار برق
 برق و شرار میں مصحح جربہ برق کے یہ ہے تراوش قلم شعلہ بار برق
 سب پوچھتے ہیں کیا کہیں دیوان برق گلازار برق اسے کہیں یا لالہ زار برق

کم کر کے نصف ہاں کے عدد تم کہو ریاض
 ہاں شعلہ راز برق ہے ہاں شعلہ زار برق

قطعہ تاینج

طبع دیوانِ نواب غلام حسین صاحب رئیس گنیش گنج ضلع سہی
 تخلص قمر

چھپا کس من سے دیوان قمر کا کھلے ہر صفحے پر گلہائے اختر
 اتارے کہکشاں نگر سے تارے قمر پر یوں کئے موتی پنچھاور

اس کی اسی چکیاں جن کو حسین میں بقول
 کس قدر تاثیر میں ڈوبا ہوا اللہ کا کلام
 وہ روانی طبع میں عاجز مری طبع ہوا
 بڑھ کے میری درد کو بھی سیف کھل کی چھین
 رند بھی اوصوفی بھی ایکس ہنگامے فدا
 مست پہنا ہے پئے ہر وقت بارہو حال میں
 بخودی میں پاؤں جانے سے کسی ہشت نہیں
 آپ سے باہر نہ ہوا ظرف والوں کی طرح
 مشتکے بھی نہ ہو کر ہیں پاک سی کا نشان
 سیف کا دیواں چھپا کیا ہوا زان کے کھل گئے
 طبع دیواں کی کہی تاریخ میں نے بھی تھن
 میں بھی جیتی ہوئی جھیزیں نگاہ دار سے
 ان کی باتیں بڑھ کے آن کر ان اشارے سے
 جوش دل میں بڑھ کے میری شہم پر پابند سے
 چوٹ دل کی بڑھ کے میری زخم و انداز سے
 جام سے پر ہیز نفرت جب دوتار سے
 دور رہنا منیجوں سے صحبت میںخوار سے
 باتیں خود داری کی کیسی ہیں خود دار سے
 سیف کو کچھ آج پہنچا کسی ہشیار سے
 بجھ کے بھی مہر و دل اور ہی انوار سے
 دے اٹھا کاغذ بھی شعلہ گرمی گرفتار سے
 کم نہیں میرا بھی مصرع سیف جو ہر دار سے

سیف کے آگے جھکانا ہی پڑا اعدا کو سر

سیف کے جو ہر کھلے ہیں سیف کے اشارے

۱۳ ۲۵

دیگر

شر تو کہتے نہیں ہیں آگ کے ساتے ہیں سیف

سیف کے اشارے جتنے ہیں شر اس سیف ہیں

طبع دیواں کی کہی تاریخ میں نے بھی تھن

لو جو دیواں کے ورق ہیں شعلہ زار سیف ہیں

۱۳ ۲۵

اٹھی ساقی کے دل میں گدگدی کچھ اٹھایا جامِ گلگوں اس نے ہنس کر
 حنائی دستِ ساقی جامِ برکف مے لب پر لبِ گلزنگِ ساغر
 مے ساقی کے لب پر ہے تبسم
 مے لب پر ہے جامِ آتشِ تر

۱۳۵۴۵

دیگر

یہی مادہ تاریخِ زمین بدل کر

خوب دیواں قمر کا طبع ہوا عالم افروز ہے شعاعِ قمر
 کہکشاں سطر سطر دیواں کی نقطہ نقطہ ہے ضوفشاں اختر
 طبعی نور ہر ورق ہے ریاض لالہ زارِ شفق ہے جو بن پر
 یہ شگوفے کھلائے اس کے ہیں گل ترہوں کہ ہوں گلِ اختر
 ہر زمیں شعر کی فلکِ رفعت ہر زمیں آسمان سے بڑھ کر
 تارے عرشِ بریں کے توڑے ہیں باندھے مضمون ایسے چن چن کر
 اس طرح مے پھیلکتی جام میں ہے جس طرح ہوتسم میں نورِ قمر

چاند کی ٹھنڈی روشنی اس میں

اس کی تاریخِ جامِ آتشِ تر

۱۳۵۴۵

قمر کے نقش پا کا فیض یہ ہے زمین شعر پہنچی آسماں پر
 شفق پھولی، کھلا لالے کا تختہ مئے گلگوں کے چھلکے جام ساغر
 پیارا صفحہ سطر میں موج بادہ شگوفہ خود ورق برگ گل تر
 بغل میں اس شگوفے کے خمین لاکھ کھلے یہ تو کھلے فردوس کا در
 ٹھکانا کیا، شگوفہ کاریوں کا رگ گل جب بنی ہوتا رِسطر
 گلوں کے رنگ کی پر تاب سرخی لگا جدول میں یوں رخاب کا پر
 بڑھی چھپنے سے اس کی قدر و قیمت بنا چھاپے کا پتھر لعلِ احمر
 پری شیشے کی صفحے کا ہر اک حرف فدا جدول پر اس کے خطِ ساغر
 فدا سطروں پر اس کی گیسو کو حور فدا سطروں پر اس کی موج کوثر
 ہر اک مصرع بنگاہ مست ساقی رگ جاں میں چھوئے لاکھ نشتر
 لئے ہر شعر میں جوشِ معانی اُبلتے خم چھلکتے جام و ساغر
 فروغِ بزم سے رنگین ساقی طرب زانہ کیف افزا، نشہ آور
 اسی کی نئے کاس بھرتے ہیں پانی سبوتا، صراحتی، جام ساغر
 اسی کے آج پرچے میکشوں میں بیاں اس کا لب پہ پیرنیاں پر
 یہی رنگِ خدائی دستِ ساقی یہی گلگوں زخاں رولبر
 یہی ہے جامِ جم بزمِ مغناں میں اسی کا جلوہ نے کی ہر دکاں پر
 اسی کا دور ہے بزمِ سخن میں مزے لیتا ہے کیا کیا ہر سخنور
 ریاض اس کی صفت میں ترزاں آج اسی کے شعریں اس کی زباں پر
 یہی ہے فکر دیواں کی ہوتا رنج نظر ہے سوائے ساقی سوائے ساغر

رباعیا

زمانہ

سرمد

۱

دنیا کے لئے ضرور ہے کچھ تنگ و تنگ
ہو گئے نہ کبھی بغیر اس کے ممتاز
نہ ہب کی قید میں ہیں لاکھوں جھگڑے
روزہ رکھتے گھٹے پڑی آ کے نماز

۲

چلتا نہیں گھر میں کیوں تمہارا لشکا
دل میں ہے یہ عورتوں سے کیا کھشکا
انگلش تعلیم سے وہ کیوں ہیں محروم؟
چلتی گاڑی میں یہ روڑا اٹکا؟

۳

قطعہ تاریخ

دیوان حسین خاں صاحب اختر برہان پوری شاگرد مولوی

محمد عثمان صاحب آغہ رستواہ برہانپور

بنا اختر کا دیوان پھولوں کا بار سلیقے سے گندھے گلہائے اختر

زمین شعر پہنچی آسماں پر تارے بن گئے گلہائے اختر

کہا کس نے یہ وقت فکر تاریخ کہو کیسے ہے گلہائے اختر

ریاض آئی لب اختر سے آواز

کہو! اچھے کھلے گلہائے اختر

میں حرفِ غلط ہوں اس میں باطل کیا ہے؟
 بگھٹتے مجھ سے جو کوئی حاصل کیا ہے؟
 کچھ بھی نہیں عکسِ بالمقابل میرا
 میں کچھ نہیں تو مرا مقابل کیا ہے؟

۱۳

تعلیٰ

منتقار جو کھولتا ہے طوطی میرا
 ہر بات کو تو لتا ہے طوطی میرا
 ہو بلبلِ سدرہ کیا سخنِ سنجِ ریاض
 اس میں بھی تو بولتا ہے طوطی میرا

۱۴

بن کر مشتاق اہلِ محفل آئے
 کس شوقِ سحرے کے دامنِ دل آئے
 اللہ رے ریاضِ انگفشانِ میری
 چُنے کے لئے پھولِ عنادِ دل آئے

۱۵

محفل میں جو آئے بن کے بسمل آئے
 ہر آنکھ میں آج خوں چکاں دل آئے
 روئیں یہ لہو کہ کچھ تو آنسو کچھ جاوے

ہٹنے پر پھول کے ہنسی آتی ہے

۹

راہِ عدم

افسوس! رو لحد تھی تاریک بہت
سمجھے جسے دور تھی وہ نزدیک بہت
کہتے گئے یہ عدم کے جانے والے!
تاریک بہت ہے راہِ باریک بہت

۱۰

راہِ صراط

چاہا کہ چھپٹ جائیں یہی بہتر ہے
پھر سوچے کہ ہٹ جائیں یہی بہتر ہے
بچ جائیں صراط سے یہ اعمال کہاں؟
ہم شرم سے کٹ جائیں یہی بہتر ہے

۱۱

عجمن

کہنا نہیں چاہئے کڑی بات ریاض
پھر ایسوں کو جن کی بن پڑی بات ریاض
تم! اور زبانِ طعن کھولو! اُن پر
چھوٹا منہ اور ہے بڑی بات ریاض

وامن وہ بھرے گل معانی سوزِ یاقین
اس نظم کا نکتہ چیں بھی گلچیں ہو جائے

۲۰

آگے مرے رنگِ غیرِ فقی ہو جائے
لعل اُگلے جو سنگِ سینہ شق ہو جائے
میں وہ ہوں مرے کلامِ رنگیں سوزِ یاقین
وامان شفق ابھی ورق ہو جائے

۲۱

موزوں جو کئے ہیں شاہِ دیں کے اوصفا
بندش ہے چست اور مضوں ہیں ضفا
ہر شعرِ بلند کا یہ رتبہ ہے رِیاقین
چوٹی میں طور کے پڑا ہے موبنا

۲۲

کرتابے سُوے اوج اشارِ امبر
کیا چرخ کی آنکھ کا ہے تارِ امبر
مدحِ شہِ دیں نے سرِ بلندِ دی دی ہے
ہنسیا یُ عرش ہے ہمارا امبر

۲۳

میلی نہ کروں نظر جو مجھ کو زردی

اتنا تو ہو رنگ پر یہ محفل آئے

۱۶

ہاں ! لطف وہ نظم دل نشیں سے آئے
دل وجد میں شورِ آفریں سے آئے
مداحِ امام ہوں عجب کیا ہے ؛ ریاض !
تحسین کی صدا عرش بریں سے آئے

۱۷

جو نظم ہے میری داؤد فن لیتی ہے
ہر شعر کا لطف انجمن لیتی ہے
مزدیگتے ہیں طیور گلشن میرا
بوسے سرے تحسین سُخن لیتی ہے

۱۸

بالا ہے جو قدیوں سے مسکن میرا
بڑھ کر فردوس سے ہے گلشن میرا
اے بلبلِ سدرہ ! تجھ کو معلوم نہیں
تجھ سے بھی بلند ہے نشیمن میرا

۱۹

وہ رنگِ سُخن ہو بزم رنگیں ہو جائے
بلبل کی فغاں بھی شورِ تحسین ہو جائے

کم گرمی کر بلا ذرا تو ہوتی
 چھائی ہوئی ہر طرف گھٹا تو ہوتی
 پیاسوں کے لئے : تھا اگر آبِ فرات
 ساحل سے ذرا خشک ہوا تو ہوتی

غمِ شاہدین

احباب کا ذکر کیا : دور وے ہیں
 سب بہرِ امامِ نیک خور وے ہیں
 روشن ہے یہ صاف لعلِ احمر سے ریاض
 اس رنج میں پتھر بھی لہور وے ہیں

خطاب بہ شخصِ خاص

اب کہتہ کلام و اہل فن کچھ بھی نہیں
 پیش جو لکیرِ عین کچھ بھی نہیں
 یہ کام تو استخاں فروشِ سی ہے ریاض
 ڈوبے ہوئے سورج کی کرن کچھ بھی نہیں

بظریہ دیگر

اک اشکِ الم نہ دوں جو سوگو ہر دیں
 لے بزمِ عزا کے رونے والو! واللہ!
 یہ اشک وہ ہیں ابھی جو دامن بھردیں

۲۴

دامنِ غمِ شہ میں میں بھگوانے کے لئے
 رونا ہے یہ داغِ جرم دھونے کے لئے
 باعث ہے نجات کا جو آنسو نکلیں
 اللہ جو آنکھ دے تو رونے کے لئے

۲۵

گر مٹی کر بلا

تھے جدتِ مہر سے یہ افلاک سیاہ
 جیسے کسی ماتمی کی پوشاک سیاہ
 تپتی تھتی زمین کر بلا کی ایسی
 سایہ بھی گرے تو جل کے ہونٹاک سیاہ

۲۶

کب گر مٹی کر بلا سہی جاتی تھی
 سائے کے بھی آگ سی لگی جاتی تھی
 سورج کرنوں سے ہٹا کبابِ سنج بنا
 دھوپ اپنی ہی آگ میں جلی جاتی تھی

سحرِ عید

میخانے میں ہر وقت ہے یوں تو اتر عید
 اُنتیسویں^{۲۵} کی شب کو ملے گی خبرِ عید
 کوثر کی ہو تو کیا؟ یہ مہِ صوم ہے ساقی!
 پینے کے نہیں رند کبھی تاسِ سحرِ عید

۳۴

ضعفِ پیری و صوم

ان ہاتھوں سے روزِ جامِ صہبا ٹوٹا
 ان ہاتھوں سے بار بار مینا ٹوٹا
 شرماے خدامے بڑھاپے کو ریاض
 یہ ضعف ہے ایک بھی نہ روزِ اٹوٹا

۳۵

شامِ افطارِ رمضان

سانچے میں ڈھلی نور کے شامِ رمضان
 شامِ رمضان میں سحرِ عید نہاں ہے
 بتا "مئے گلرنگ" ہے ہر طرف میں "پانی"
 ہو کوئی بھی ہر گھر میں سحی مئے کی دکان ہے

۳۶

ہلالِ رمضان

نازک مہِ نو کچھ خطِ ساغرِ ساعیاں ہے
ساقی ہمیں تیرے لبِ تعلیں کا گماں ہے
پینے کو مہِ صوم میں راتوں کو ملے گی
موجِ مئےِ گھرنگ۔ ہلالِ رمضان ہے

۳۱

مہِ صوم کی تعریف

روزے نہیں ہیں سخت، یہ سب باتیں ہیں
ہاں لطفِ فزائش کی ملاقاتیں ہیں
یاروں میں مہِ صوم کی تعریف یہ ہے
دنِ ہجر کے کچھ وصل کی کچھ راتیں ہیں

۳۲

لذتِ افطار

کیا پوچھتے ہو، صوم میں کیا ہوتا ہے؟
مسجد میں مزا گھر سے سوا ہوتا ہے
وہ لذتِ افطار! وہ کیفِ افطار!
میخانے کا ہر گھر میں مزا ہوتا ہے

۳۳

ہر ذرہ سرِ شام ہے ناہید سے بڑھکر
پینے کا پلانے کا مزاج ہم سے نہ پوچھو!
شامِ رمضان ہے سحرِ عید سے بڑھکر

۴۰

کان میں آئی ہلالِ رمضان کی آواز
تیس دن کو گئی اب پیرِ مغاں کی آواز
کوئی نسبت ہی نہیں قاتلِ مینا سے یا ض
ہائے روزے میں وہ مغربِ اذال کی آواز

۴۱

دل کے گرمانے کو ہے آتشِ تزلزلتِ صوم
لے کے آئی ہے خدا داد اثرِ لذتِ صوم
جیسے ہونشہ مے سے کوئی از خود رنہ
مخور کھنتی ہے ہیں چار پہر لذتِ صوم

۴۲

صوم میں لوٹتے ہیں روزِ تلمذ کے مزے
بڑھ کے نعمت سے ہیں اللہ کی رحمت کے مزے
وقتِ افطار پہنچ جاتے ہیں مسجد میں یا ض
گھر میں اللہ کے آجاتے ہیں عوت کے مزے

۴۳

”تشنگیِ صوم

روزہ رکھ کر بلا کے دن کاٹے ہیں
مے سے دامن بچا کے دن کاٹے ہیں
مینخانے میں، ہم تشنہ لبوں نے ساقی!
سینے سے سبوغا کے دن کاٹے ہیں

۳۷

یہ وقت وہ ہے کہ خمِ سبو پر پی لیں
پاجائیں تو جھک کے حوض کوثر پی لیں
خم کی ترے خیر اکہڑے اکی پر میناں!
روزہ رکھا ہے سانس بھر کر پی لیں

۳۸

روزِ عید

کل تک کوئی تھا نہ مے کا قطر اگھر میں
پانی سے کھلا، کھلا جو روزِ اگھر میں
ساقی کی نگاہِ لطف تھی جو عید کے دن
بہتے نظر آئے مے کے دریا گھر میں

۳۹

ہر ذرہ دم صبح ہے خورشید سے بڑھ کر

وصفت

لقنت خان بہادر جمشید علی خاں صاحب
رئیس باغیت ضلع میرٹھ
حب فرمائش
جناب عارف پشتر مندرم
۱

بزم جمشید ہے بے مثل کہ چرخِ نغم
بزم جمشید کے ہر جام سے کم چرخِ کاغذ
بزم جمشید کی مینا بھی میں عیسیٰ آواز
بزم جمشید کی قلقل بھی ہر اعجاز میں "قم"

۲

مے جمشید ہوا کون ہے ہاتم سے بڑھ کر
جام جمشید تو ہے چرخ کے خم سے بڑھ کر
لب جمشید کی ہر بات ہے اعجازِ ریاض
لب جمشید کی ہر بات ہے "قم" سے بڑھ کر

۳

باغیت منزلِ غور شید مقامِ غور شید
اس سے ظاہر ہے جو ہر فعتِ بامِ غور شید
اے جوتشہ وہن وہ ہو کر سیراب

رندِ ناکام کو کچھ نشہ سا ہو جاتا ہے
 ہاں یونہی نام کو کچھ نشہ سا ہو جاتا ہے
 صدقے اے لذتِ افطار پس تو بہ بھی
 بے پے شام کو کچھ نشہ سا ہو جاتا ہے

۴۴

میخانے میں کیسا ہے نمایاں اثرِ عید
 بن کر مہِ نو آئی ہے دینے خبرِ عید
 انٹھی ہے یہ کہتے ہوئے موجِ آتشِ ترکی
 انتیسویں کو شام ہی سے ہے سحرِ عید

۴۵

روزِ اللہ کے رحمت ہیں مسلمان ہم ہیں
 بے کج جن کے لئے نعمت ہے وہ انساں ہم ہیں
 گھر میں افطار کو گو کچھ نہیں مسجد تو ہے
 گھر ہے اللہ کا، اللہ کے مہاں ہم ہیں

دونوں تھو شوم خشر میں قاتل کے آتھی
 کس طرح میری خون سے رنگ بنا ملا
 ہم کو کوی غیر سے پھرے اپنا سامنے لئے
 ہم کو نہ تو ملانہ ترا نقش پا ملا
 ایسے نندیدے آئینہ دل ہوا اور وہ
 خوب آرسی کے بدلے انہیں آئینا ملا
 تو بہ شکست تو بہ بھی دونوں تھو ساتھ ساتھ
 اس طرح لطف میں میری حد سے سوا ملا
 آنے میں لوگ ٹکٹے جانے میں لوگ ٹوک
 ہم جب گئے ہمیں درمیان خانہ ملا
 بیتاب بندہ مقابل جو میں بیوں مگر
 جب خضر آئے تب مجھے آب بقا ملا
 جیسے کسی نے پی ہی نہیں وہ حرام شے
 ہر نند میکدے میں ہمیں پارسا ملا

یہ یاد تو رہے کہ ملے ہیں ریاض سے

او آنے والے ہاتھ تو ہم سے ذرا ملا

[یہ ناکمل نزل خیر آباد کے ایک قوال سے دستیاب ہے]

شور تھا بوتل اٹھے مینا اٹھے ساغر اٹھے
 اتنی ساتی نے پلا دی رند تو بہ کر اٹھے
 بزم محشر سے غلام ساتی کو تر اٹھے
 آولے یاران مینخانہ ذرا ساغر اٹھے
 کچھ ہمارے کان پہونکی اس طرح ناؤں نے
 بتکدہ سے جب اٹھے تو بن کے ہم تھر اٹھے
 کیا ہماری جان لینے کو کوئی بات اٹھی
 وہ اٹھے دشمن اٹھے چھپرائی ٹھیں اٹھے
 اٹھتے ہیں طوف حرم کو ہم بھی یزاد ہٹھر
 دور آ رہے یہ ساغر کا ابھی پیکر اٹھے
 جاتے جاتے عرصہ گاہ حشر تک جو حال ہو
 اٹھتے اٹھتے قبر سے سوختہ محشر اٹھے

تا ابد یونہی رہے دور میں جامِ خورشید

۴

آج مشہور جہاں ہے مے جشید کا نام
آج مشہور جہاں ہے مے جشید کا جام
باغیت میں مئے گلگوں کی ہیں نہر جاری
جائے کوئی بھی نہ پیاسا یہ ہے جشید کا کام



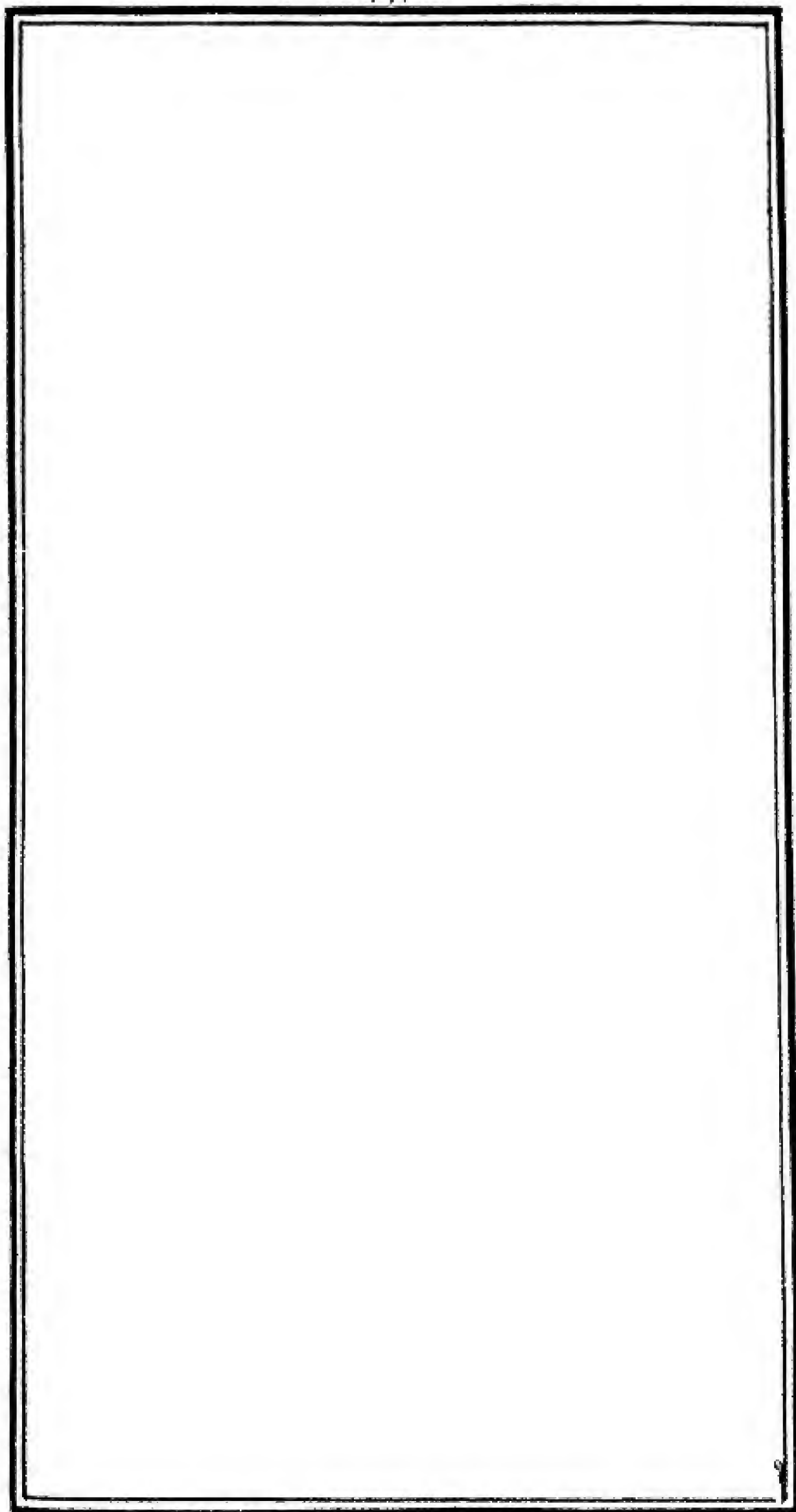
[یہ غزل تبلیض شدہ دیوان کے حاشیہ پر لکھی ہوئی تھی
جلد بندی میں کٹ گئی بعد کو اصل سودے سے نکل گئی]

| | |
|--|-------------------------------------|
| زاہد شکستہ گوشہ مسجد میں کیا ملا | مجھ کو پڑا ہوا دل بے دعا ملا |
| اوجھم مست تیرے اشاری ہو گیا ملا | ساغر ملا شراب ملی میکدا ملا |
| بھٹکے ہوؤں کو عشق بتان رہنا ملا | کافر بتوں کی وجہ سے ہم کو خدا ملا |
| دل سو یہ پوچھے کوئی تجھے اس سو کیا ملا | کہنوت مجھے ٹوٹ کے دشمن سو جا ملا |
| ڈر ہے نہ آسماں کو لے بیٹھے اپنے ساتھ | اٹھکر مرا غبار یہ کیوں اس سو جا ملا |
| تو بہ جو کر لی پیرِ مغان تیرے ہاتھ پر | پانی میں بھی شراب کا ہم کو مزا ملا |
| نیرنگیوں میں جلوے کے تھے پے پے حجاب | چھپکر کبھی ملا وہ کبھی بر ملا ملا |
| دیر و حرم میں میٹھ کے دنِ اشتیاق کی | ناقوس سو کبھی نہ ہمارا گلا ملا |

غلط نامہ

حصہ اول

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|------|-----|-------------|--------------|------|-----|----------|-------------|
| ۳۳ | ۱۲ | کعبہ دل مری | کعبہ دل میری | ۳۷ | ۸ | ہمک ہاے | ہمک گیا ہاے |
| ۳۳ | ۱۸ | حاکے | جاے | ۳۷ | ۱۵ | وہ ہے | وہ ہے وہ |
| ۶ | ۱۹ | سختا پڑا | سُختا پڑا | ۳۷ | ۱۷ | گور | قبر |
| ۷ | ۱۵ | تھقی | اور | ۳۸ | ۸ | عہد بنان | عہد بتان |
| ۸ | ۴ | پ | پر | ۳۸ | ۱۲ | بھی | ہی |
| ۱۲ | ۳ | بڑا | بڑا | ۴۱ | ۱۷ | کلبا | کلیجا |
| ۱۹ | ۲ | ساما | سامیا | ۴۲ | ۱۲ | دباتا | دبانا |
| ۲۴ | ۴ | ہزار | ہرنار | ۴۲ | ۱۴ | کس | اس |
| ۲۵ | ۸ | اسید ہو کہ | اشتہ ہے جو | ۴۲ | ۱۷ | توڑ آیا | تو آیا |
| ۲۶ | ۱۸ | گر | گو | ۵۲ | ۹ | کعب | کعبے |
| ۲۷ | ۱۴ | نہ اس | یہ اس | ۵۵ | ۷ | ممبر | منبر |
| ۳۷ | ۳ | پ | یہ | ۵۷ | ۲ | شوق | شوٹ |



| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|------|-----|----------|-------------|------|-----|-----------|-----------|
| ۱۱۱ | ۷ | نعلین | لعلین | ۱۴۲ | ۱۹ | کوئی | کوئے |
| ۱۱۲ | ۶ | دیکھنے | دیکھتے | ۱۴۵ | ۲ | اس کی | ان کی |
| ۱۱۶ | ۴ | پوچھو | پوچھو | ۱۴۹ | ۲ | خوس | خوش |
| ۱۲۳ | ۱۲ | ختم ہے | ختم ہے | ۱۵۰ | ۳ | خضابوش | دہ خضابوش |
| ۱۲۶ | ۲ | منقل | مقتل | ۱۵۴ | ۲ | فقر | فقہ |
| ۱۲۷ | ۱۱ | آنی | آئی | ۱۵۷ | ۱۱ | ک | کو |
| ۱۲۹ | ۲ | آزرد | آبرو | ۱۵۹ | ۱ | سرخ | شوخی |
| ۱۲۹ | ۹ | خوب رو | خورد | ۱۶۴ | ۱۰ | بھگولی | بھگولے |
| ۱۳۰ | ۶ | گم گشتگی | گم گشتگی | ۱۶۸ | ۶ | شگفتگی | شگفتگی |
| ۱۳۳ | ۴ | آسماں | آسمان | ۱۶۸ | ۱۴ | ہو چلی | ہو چلے |
| ۱۳۳ | ۱۵ | بلاے | بالاے | ۱۷۰ | ۱۸ | تھاتے | تھالے |
| ۱۳۴ | ۱۰ | پھیپے | پھیپے پھیپے | ۱۷۶ | ۴ | سورکے ہیں | سورکے میں |
| ۱۳۴ | ۱۴ | جاتا | جانا | ۱۷۶ | ۹ | ریاض | ریاض |
| ۱۳۷ | ۱۲ | دکھائیگی | دکھائیگی | ۱۷۸ | ۱۳ | مزے | مرے |
| ۱۳۸ | ۱۷ | گوہوں | دہوں | ۱۸۰ | ۱۳ | سو | ہو |
| ۱۴۰ | ۳ | شعرو | شع و گل | ۱۸۳ | ۶ | آرام | آرام |
| ۱۴۱ | ۳ | بال | بال | ۱۸۳ | ۱۹ | کچھ بن | میں |
| ۱۴۱ | ۱۸ | بھی | سہی | ۱۸۵ | ۶ | سونپتے | سونپتے |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|------|-----|-----------|------------|------|-----|----------|--------------|
| ۵۸ | ۱۶ | دست بازوے | دست و بازو | ۹۰ | ۱۳ | دیکھئے | دیکھتے |
| ۶۱ | ۹ | شوق | شوخ | ۹۱ | ۱۰ | جھک رہتے | جھک کے دھرتے |
| ۶۴ | ۹ | بننے | بنے | ۹۲ | ۱۳ | چاندی | چاند |
| ۶۵ | ۴ | جس نے | یہ بھی | ۹۵ | ۶ | جھلٹا | جھلٹا |
| ۶۵ | ۱۵ | درمان | دربان | ۹۵ | ۱۸ | ہو متنفس | ہوا متفق |
| ۶۶ | ۱۲ | ممبر | منبر | ۹۸ | ۹ | بمجھے | سمجھتے |
| ۶۸ | ۱۴ | بننے | بنے | ۹۸ | ۱۲ | گاہ | نگاہ |
| ۶۹ | ۳ | پہننا | پہنا | ۹۹ | ۱۹ | کھاتیں | گھاتیں |
| ۶۹ | ۱۲ | اٹھائیں | اٹھائیں | ۱۰۱ | ۱ | دہ | میں |
| ۶۹ | ۱۶ | چھپ | چھپ | ۱۰۱ | ۱۴ | آپ آب | آپ آب |
| ۷۰ | ۱۲ | یٹ | بُت | ۱۰۲ | ۹ | گزار قفس | گزار قفس |
| ۷۰ | ۱۶ | تیری | تیرے | ۱۰۳ | ۱۳ | باع | باغ |
| ۷۵ | ۱۵ | چھپکاتے | جھپکاتے | ۱۰۳ | ۱۳ | جاتی ہے | جاتے ہی |
| ۷۶ | ۱۴ | مے خانہ | مے خانے | ۱۰۴ | ۱ | سجی | سبھی |
| ۷۹ | ۱۹ | بہان | میہان | ۱۰۴ | ۸ | جان | شان |
| ۸۲ | ۹ | کو | کا | ۱۰۶ | ۳ | دو لونکو | دو لونکو |
| ۹۰ | ۳ | کہیں | سین | ۱۰۶ | ۴ | پڑ مردہ | پڑ مردہ |
| ۹۰ | ۱۲ | ک | تو | ۱۱۱ | ۶ | بھی | بھی |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|------|-----|---------------|---------------|------|-----|---------------|---------------|
| ۲۹۱ | ۶ | لوٹتے | لوٹتے | ۲۹۱ | ۶ | لوٹتے | لوٹتے |
| ۲۹۲ | ۱۱ | میں | میں | ۲۹۲ | ۱۱ | میں | میں |
| ۲۹۶ | ۱۸ | مرا | مرا | ۲۹۶ | ۱۸ | مرا | مرا |
| ۲۹۸ | ۹ | کہا | کہا | ۲۹۸ | ۹ | کہا | کہا |
| ۲۹۹ | ۷ | اٹھائی | اٹھائی | ۲۹۹ | ۷ | اٹھائی | اٹھائی |
| ۳۰۰ | ۳ | مجھے | مجھے | ۳۰۰ | ۳ | مجھے | مجھے |
| ۳۰۱ | ۳ | مناے | مناے | ۳۰۱ | ۳ | مناے | مناے |
| ۳۰۲ | ۱ | چلتی ہیں | چلتی ہیں | ۳۰۲ | ۱ | چلتی ہیں | چلتی ہیں |
| ۳۰۲ | ۱۲ | چلتے چلتے | چلتے چلتے | ۳۰۲ | ۱۲ | چلتے چلتے | چلتے چلتے |
| ۳۰۴ | ۱۰ | باقی نہیں آتی | باقی نہیں آتی | ۳۰۴ | ۱۰ | باقی نہیں آتی | باقی نہیں آتی |
| ۳۰۹ | ۱ | ڈرہ | ڈرہ | ۳۰۹ | ۱ | ڈرہ | ڈرہ |
| ۳۱۲ | ۱۶ | کٹوے گی | کٹوے گی | ۳۱۲ | ۱۶ | کٹوے گی | کٹوے گی |
| ۳۲۲ | ۱۵ | کا | کا | ۳۲۲ | ۱۵ | کا | کا |
| ۳۲۲ | ۱۹ | گیسوں والو | گیسوں والو | ۳۲۲ | ۱۹ | گیسوں والو | گیسوں والو |
| ۳۲۷ | ۵ | ایک | ایک | ۳۲۷ | ۵ | ایک | ایک |
| ۳۲۸ | ۱۹ | بہاں | بہاں | ۳۲۸ | ۱۹ | بہاں | بہاں |
| ۳۲۹ | ۱۵ | گرک | گرک | ۳۲۹ | ۱۵ | گرک | گرک |
| ۳۳۰ | ۲ | سرپ | سرپ | ۳۳۰ | ۲ | سرپ | سرپ |
| ۳۳۴ | ۶ | لب سے بھی | لب سے بھی | ۳۳۴ | ۶ | لب سے بھی | لب سے بھی |
| ۲۴۴ | ۱۷ | میں | میں | ۲۴۴ | ۱۷ | میں | میں |
| ۲۴۸ | ۱ | کے | کے | ۲۴۸ | ۱ | کے | کے |
| ۲۵۲ | ۱۷ | اک | اک | ۲۵۲ | ۱۷ | اک | اک |
| ۲۵۵ | ۴ | ہیں | ہیں | ۲۵۵ | ۴ | ہیں | ہیں |
| ۲۵۵ | ۶ | نہیں | نہیں | ۲۵۵ | ۶ | نہیں | نہیں |
| ۲۵۸ | ۴ | نمید | نمید | ۲۵۸ | ۴ | نمید | نمید |
| ۲۶۱ | ۱۰ | نبیض | نبیض | ۲۶۱ | ۱۰ | نبیض | نبیض |
| ۲۶۲ | ۸ | لوٹتا | لوٹتا | ۲۶۲ | ۸ | لوٹتا | لوٹتا |
| ۲۶۴ | ۸ | مضامیر | مضامیر | ۲۶۴ | ۸ | مضامیر | مضامیر |
| ۲۶۷ | ۱۹ | میں | میں | ۲۶۷ | ۱۹ | میں | میں |
| ۲۷۱ | ۱۵ | ہوائیں | ہوائیں | ۲۷۱ | ۱۵ | ہوائیں | ہوائیں |
| ۲۷۲ | ۷ | میخانے کا ڈر | میخانے کا ڈر | ۲۷۲ | ۷ | میخانے کا ڈر | میخانے کا ڈر |
| ۲۷۳ | ۴ | ہو کے | ہو کے | ۲۷۳ | ۴ | ہو کے | ہو کے |
| ۲۷۴ | ۶ | وہ چیز | وہ چیز | ۲۷۴ | ۶ | وہ چیز | وہ چیز |
| ۲۷۵ | ۱۸ | زار | زار | ۲۷۵ | ۱۸ | زار | زار |
| ۲۸۱ | ۹ | عضو | عضو | ۲۸۱ | ۹ | عضو | عضو |
| ۲۸۴ | ۱۳ | آبِ رواں | آبِ رواں | ۲۸۴ | ۱۳ | آبِ رواں | آبِ رواں |
| ۲۸۷ | ۵ | گیسوے | گیسوے | ۲۸۷ | ۵ | گیسوے | گیسوے |
| ۲۹۱ | ۱ | بڑے | بڑے | ۲۹۱ | ۱ | بڑے | بڑے |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|------|-----|-------------|-------------|------|-----|--------------|---------------------|
| ۱۸۶ | ۶ | بہت | بہت مست | ۲۰۸ | ۱۹ | جائے | جاتے |
| ۱۸۶ | ۱۹ | شوح | شوخ | ۲۱۰ | ۴ | پارسا | پارسا |
| ۱۸۷ | ۱۸ | گلا | گلہ | ۲۱۳ | ۱۰ | وامان نازنین | وامان نازمیں |
| ۱۸۸ | ۱۰ | سبزہ تربت | سبزہ تربت | ۲۱۴ | ۷ | رزق کی ہے | رزق کی ہے یہ رزق کی |
| ۱۹۲ | ۱۰ | جھلکے | چھلکے | ۲۱۵ | ۹ | رہے | رہے ہیں |
| ۱۹۲ | ۱۹ | واعدے | وعدے | ۲۲۰ | ۱۴ | پائیں کے | پائیں گے |
| ۱۹۳ | ۷ | ٹپس | : | ۲۲۲ | ۴ | شیشے میں | شیشے کی |
| ۱۹۹ | ۱۶ | بھانے | بھاتے | ۲۲۳ | ۴ | سوں بی | سوں سے بھی |
| ۲۰۰ | ۷ | بتلے | پتلے | ۲۳۳ | ۱۹ | اتے | آتے |
| ۲۰۲ | ۱ | پہچان نے | پہچاننے | ۲۲۵ | ۵ | ذرا قاتل کو | قاتل کو ذرا |
| ۲۰۳ | ۱۳ | اب | سب | ۲۲۷ | ۳ | اکر | آکر |
| ۲۰۴ | ۶ | جھلکاری میں | چھلکاری میں | ۲۲۹ | ۱۳ | فرستوں | فرشتوں |
| ۲۰۵ | ۱۴ | جوا ہے ہیں | جوا ہے ہیں | ۲۳۳ | ۲ | پردہ در | پردہ در |
| ۲۰۵ | ۵ | کب | کب | ۲۳۳ | ۳ | مجاز | مجاز |
| ۲۰۷ | ۳ | بہت | بت | ۲۳۳ | ۶ | سنگ | رنگ |
| ۲۰۷ | ۴ | نجلد نشین | جگد نشین | ۲۴۱ | ۹ | بھی حشر | بھی ہے حشر |
| ۲۰۸ | ۳ | حاتے | جاتے | ۲۴۳ | ۱۲ | دیکھتا | دیکھنا |
| ۲۰۸ | ۶ | ڈر | ڈر | ۲۴۳ | ۱۴ | سوے | سو |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|------|-----|------------|-------------|---|-----|-----|------|
| ۴۶۸ | ۶ | نظر دوستاں | نظر بردوتاں | ۴۶۶ | ۲ | ع | ع |
| ۴۷۱ | ۱ | عجب | عجب | ۴۷۶ | ۱۸ | سو | سو |
| ۴۷۵ | ۱۰ | میں | ۲۲ | <p>نوٹ: ۴۷۳، ۴۷۵ پر (۱۱) اشعار مکرر آگئے ہیں۔</p> | | | |

حصہ دوم

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|------|-----|---------|-----------|------|-----|------------|-----------------|
| ۴۸۵ | ۶ | تو | x | ۵۱۲ | ۵ | بادہ باد | بادا باد |
| ۴۹۲ | ۱۰ | پُر آذر | پُر از زر | ۵۱۶ | ۱۴ | دل کی ضرور | دل کی کوئی ضرور |
| ۴۹۳ | ۱۸ | ۱۳۱۰ھ | ۱۳۱۸ھ | ۵۲۱ | ۱۹ | رخ آتے | رخ پر آتے |
| ۴۹۵ | ۱۳ | ہو | ہوں | ۵۲۶ | ۵ | چشم | حشم |
| ۴۹۹ | ۲ | یہ | ۲ | ۵۳۶ | ۹ | بٹلر ٹینگ | بٹلر و ٹینگ |
| ۵۰۱ | ۴ | بیاں | گماں | ۵۳۶ | ۱۳ | قدر منزلت | قدر و منزلت |
| ۵۰۴ | ۱۴ | خدا | فدا | ۵۳۶ | ۱۸ | ذات | رات |
| ۵۰۸ | ۲ | پڑھایا | پڑھایا | ۵۳۷ | ۱۵ | . | ۶۱۹۲۲ |
| ۵۰۹ | ۱۱ | اِردامن | اِرنیساں | ۵۳۹ | ۱۹ | کہ راستی | کہ راستی |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|------|-----|------------|------------|------|-----|------------|--------------|
| ۳۳۵ | ۵ | چھوڑ | چھوڑ | ۴۰۵ | ۱ | کی | ؟ |
| ۳۳۶ | ۷ | نے | بے | ۴۰۵ | ۱۴ | بنکيا | بنکلا |
| ۳۴۱ | ۹ | نیا رونا | نیا رونا | ۴۰۹ | ۱۰ | لیٹے اٹھل | لیٹے اٹھل |
| ۳۴۱ | ۱۹ | ورماندہ | ورماندہ | ۴۰۹ | ۱۶ | مٹھل | مٹھل |
| ۳۴۹ | ۱۶ | کادوان | کادوان | ۴۱۵ | ۱۳ | ای | است میری |
| ۳۵۷ | ۱۹ | بکھتے | بکھتے | ۴۱۷ | ۳ | پردہ ہزار | پردے ہزار |
| ۳۶۶ | ۶ | ترقیوں میں | ترقیوں میں | ۴۲۰ | ۴ | پھیلتے | ؟ |
| ۳۶۶ | ۱۶ | اٹھائے | اٹھائے | ۴۲۱ | ۱۰ | نکالت | نکالت |
| ۳۶۸ | ۳ | مرے | مرے | ۴۲۹ | ۱۹ | اداب | آداب |
| ۳۷۳ | ۳ | کھٹا | گھٹا | ۴۳۰ | ۳ | آتا | آنا |
| ۳۷۳ | ۱۲ | نے | نہ | ۴۳۲ | ۱۵ | امروز فردا | امروز و فردا |
| ۳۷۳ | ۱۵ | مرا | مزا | ۴۳۳ | ۱۷ | ثرت | ثرت |
| ۳۷۷ | ۱۱ | نغمہ | نغمہ | ۴۴۱ | ۱۴ | خرینہ | خرینہ |
| ۳۸۳ | ۱ | ہوا | پروا | ۴۴۸ | ۱۱ | آگ تھی | تھی آگ |
| ۳۹۲ | ۶ | نگو | نگہ | ۴۴۸ | ۱۵ | سن | یسن |
| ۳۹۶ | ۱۰ | تاوں | تکوون | ۴۴۸ | ۱۶ | پڑھے | پڑھے گا |
| ۳۹۸ | ۷ | ہو | ہوں | ۴۵۰ | ۱۳ | پردہ | پردہ |
| ۳۹۹ | ۱ | ورماں | دربان | ۴۶۰ | ۱۸ | کے | کے |

نسی

| صفحہ | سطر | فصل | صفحہ | سطر | فصل | صفحہ |
|------|-----|-----------|------|-----|------|-------|
| ۵۴۴ | ۳ | تیرا دھار | ۶۱۰ | ۹ | ن | میں |
| ۵۵۵ | ۷ | ایک | ۶۱۴ | ۸ | چمک | چمک |
| ۵۵۹ | ۳ | دودھ بھر | ۶۱۸ | ۶ | ہیں | یرہنی |
| ۵۶۰ | ۳ | ہٹ گیا | ۶۲۶ | ۱۵ | ہی | x |
| ۵۶۰ | ۴ | اب ہے | ۶۴۱ | ۳ | x | ۱۳۲۳ |
| ۵۶۷ | ۱۰ | شباب | ۶۴۴ | ۱۷ | ۱۳ | سندھ |
| ۵۶۸ | ۸ | ۱۲۵۱ | ۶۴۸ | ۱۳ | م | ۲ |
| ۵۷۰ | ۲ | بجا | ۶۴۹ | ۱۱ | ۱۳۲۷ | ۱۳۳۷ |
| ۵۷۶ | ۴ | پھٹتے ہیں | ۶۵۹ | ۱۶ | . | سندھ |
| ۶۰۰ | ۱۸ | گھالی | ۶۶۴ | ۱۴ | . | ؟ |
| ۶۰۴ | ۷ | گیا | ۶۶۵ | ۱۱ | ۱۳۷۹ | سندھ |
| ۶۰۷ | ۱۸ | ال | | | | مال |

غلط ہے اگر سمجھ لیا جائے کہ قبلاً مرحوم کا تمام کلام تدوین میں آگیا۔ کئی ایک غزلیں اور نظمیں میرے ذہن میں گھوم رہی ہیں جو انہوں نے مجھ کو سنائیں اور ان مجموعوں میں نظر نہیں آتی ہیں۔

جراؤ قدیم میں اگر تھچان بنان کی جائے اُن کے وسیع دائرہ احباب میں اگر خط و کتابت کی جائے ملک اور ملک کے اہل ذوق اگر توجہ فرمائیں ایک تیسرا چوتھا مجموعہ بھی مدون ہو سکتا ہے۔

ان کی "ثر" ان کی نظم سے بھی بلند پایہ سمجھی جاتی ہے۔ دیکھیں اس کی نوبت کب آئے اور یہ سعادت کس کو نصیب ہو۔ ۱۲

۸ اپریل ۱۹۳۷ء

کیفیت ترتیب حصہ دوم

از

جناب سید امیر احمد صاحب ایشیم

قبلہ و کعبہ حضرت ریاض مرحوم قوم کے ”سان الملک“ تھے تو میری بزرگ خاندان اس ”مجموعہ کلام“ کو ترتیب و تہذیب میں لاکریں روحانی فرحت محسوس کرتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے اس نے مجھ سے وہ خدمت لی جو میرے لئے باعثِ فخر ہے اور جس کو بجالا کر میں بقدرِ دسترس ایک حد تک اپنے فرائضِ منصبی سے بکدوش ہوا۔ اس حقیقت کا واضح کر دینا ضروری ہے جن غیر منظم کاغذات سے اس مجموعہ میں مدد ملی گئی زیادہ تر ان کی شان کی تحریر یہ تھی کہ دیدہ زیب نظر فریب ہونے میں کلام نہیں مگر چلیبی نہیں کھلتی نہیں۔

بہتیرے الفاظ مصرع کے مصرع سلسلے کے اشعار حذف ہیں اصل مجموعہ کا تلف ہو جانا وہ نقصان ہے جس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔

جس کے لئے آخری کوشش یہی ہو سکتی تھی کہ اپنے فکر و قیاس ”کو دخل دیا جائے“ مجبوراً ”خدا پر بھروسہ کر گئے“ میں نے ذہن و دماغ سے کام لیا جس کا ”ذمہ دار“ اصولاً مجھ ہی کو ہونا چاہئے۔

”اعلا“ میں ”عینائی طرز“ اختیار کی گئی یہی ”قبلہ مرحوم“ کا ”مذہب“ ہے اور اسی پر اکثریت کے ساتھ مجتہدین و مصلحین ادب و انشاء کا اتفاق ہے۔

پڑھتا۔ اب یہ کیفیت ہے کہ کئی روز سے الناظر آیا ہوا رکھا ہے اس میں مرحوم کی آخری غزل طبع ہوئی ہے کہی مرتبہ پڑھنا چاہا مگر نہ پڑھ سکا۔ صرف مقطع پر اکتفا کی۔

نشہ سے جواں بنتے ہیں پیری میں ریاض
وقت ہے تو بہ کریں اب قبر کا سامان کریں

کثیر الاحباب بہت لوگ ہوتے ہیں مگر حضرت ریاض کا وصف خاص یہ تھا کہ ہر شرب ہر طریق ہر حیثیت کے لوگ ان کے احباب میں داخل تھے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ بچے جوان بوڑھے سب ان سے یکساں بے تکلف رہا کرتے تھے حضرت مرحوم دس برس کی عمر میں اپنے والد (سید طفیل احمد مرحوم) کے ہمراہ گورکھپور آئے اور چالیس برس سے زیادہ مستقلاً گورکھپور میں رہے۔ میرے والد چچا ناموں ان کے ساتھ کے کھیلے ہوئے ہیں اور وہ عمر میں ان سب سے بڑے تھے مگر اپنے والد کے دوسرے ہم نشینوں کے سامنے مجھے جس ادب و لحاظ کی ضرورت تھی حضرت ریاض کے لئے اس کی ضرورت نہ تھی۔ ان سے ایک عجیب عقیدت و ارادت ہو گئی تھی۔ کچھ نثر بھی لکھ کر دکھایا کرتا تھا۔ ان کے اشعار عطرِ فتنہ میں چھپتے تو اسے محفوظ رکھتا بچپن ہی میں ان کے بہت سے اشعار یاد ہو گئے تھے۔ عمر زیادہ ہوئی تو طبعاً ان کے دیوان کے دیکھنے کا خیال پیدا ہوا مگر دیوان تھا کہاں کہ دیکھتا دل میں یہ دلولہ پیدا ہوا کہ بھینپا چاہئے۔ مجھے واقعاً معلوم نہیں کہ نجد سے پہلے ان کے دیوان کے طبع کے لئے کن کن لوگوں نے تحریکیں کیں مگر قیاساً یہ سمجھتا ہوں کہ اس قسم کی تحریکیں ضرور ہوئی ہوں گی اور حضرت مرحوم نے اپنی وسیع الاخلاقی سے تا حد پذیرائی کسی کو مایوس نہ کیا ہو گا مگر میرے دیکھتے دیکھتے متعدد اصحاب دیوان کی صورت

داستان دیوان ریاض

۱۱

تمذ حسین

۴۔ اگست شنبہ کا دن تھا میں ممبئی چل چکے کے بعد دفتر سے مکان آیا صحن میں چھوٹی میز پر کچھ خطوط رکھے ہوئے تھے۔ پہلا کارڈ اٹھایا۔ مولانا عبد الماجد صاحب دریا بادی کا مکتوب تھا:

”مکرم۔ السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ۔

لیجئے آپ کے اور میرے ممدوح حضرت ریاض خیر آبادی بھی چل بے.....“

بس اسی قدر پڑھا۔ مونڈھے کی تکیہ سے سرگرا کر کچھ دیر سناٹے میں پڑا رہا نماز کا وقت آگیا تو اٹھتے اٹھتے بقیہ کارڈ پڑھا۔ مسجد کو گیا۔ نماز ادا کی فاتحہ پڑھی واپس آیا۔ ایک خیال تھا کہ دل و دماغ پر مسلط ہو گیا تھا۔ مولانا نے اپنے گرامی نام میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ ”آپ ان پر کچھ لکھئے ضرور“ میں نے جواباً عرض کر دیا کہ ”میں تو بہت کچھ لکھنا چاہتا تھا مگر اس کا لطف جب تھا کہ وہ ہوتے اور دیکھتے۔ اب تو کچھ لکھنے کو جی نہیں چاہتا۔“ چند روز بعد مولانا ظفر الملک کا والا نامہ صادر ہوا اور موصوف نے بھی اسی قسم کی خواہش کی اور پھر کمری رئیس احمد صاحب نے بھی ایسا ہی خیال ظاہر فرمایا۔ مجبوراً چند الفاظ دیوان کے متعلق لکھتا ہوں مگر دل پر ایک بار محسوس کرتا ہوں کسی رسالہ کسی اخبار میں حضرت مرحوم کی کوئی غزل طبع ہوتی تو سب سے پہلے اسی کو

عرض کر دیا کہ حضور کی زحمت فرمائی کی ضرورت ہی کیا ہے یہ معلوم ہو جائے کہ
کس قسم کے اشعار کا حذف کرنا مد نظر ہے میں خود اس قسم کے تمام اشعار کو خارج
کردوں مثلاً یہ شعر بتایا گیا ہے

کسی سے بھل میں سنتے ہی جان سوکھ گئی چلو ٹھو بھی ہماری زبان سوکھ گئی
حضرت ریاض تو سنتے ہی ستائے میں آگئے مگر سخن بروقی مراد باد شاہان
باید گفت اظہار اتفاق کر کے چلے آئے۔ مجھ سے فرمایا کہ شعر تو شائع ہو چکا بلکہ
زبان زد ہو چکا اب خارج کروں تو کیسے میں نے عرض کیا کہ اگر آپ خلج بھی
کرویں گے تو میں اس قسم کے تمام اشعار کو یکجا کر کے ایک ضمیمہ شائع کروں گا۔
ادھر حضرت مرحوم اس غلجان میں پڑے اُدھر مہاراجہ بہادر قومی معاملات اور پھر
سرکاری ملازمت میں منہمک ہو گئے۔ طبع دیوان کی طرف چنداں خیال نہیں رہا۔
سمجھ لیا گیا کہ رسیدہ ہو دہلائے ولے بنجیر گذشت۔

اب پھر گورکھپور کا نہر آیا۔ حضرت مرحوم کا خیال ہوا کہ ایک خاص اڈیشن
بھی ہو اور جو لوگ سچا پس روپے دیں اُن کے نام اُس میں طبع ہو جائیں اور
اس قسم کے تمام نسخوں پر حضرت مرحوم دستخط بھی فرمادیں۔ فہرست کھلی نام لکھے گئے
میں نے ٹٹو لکھے ارشاد ہوا کہ اتنا اور لکھ دو کہ غریب بالاکٹن کہ ارزانی ہنوز۔
یہ بھی لکھ دیا مگر کام کچھ آگے نہ بڑھا۔ اس مرتبہ سرگرم کارمولوی فاروق صاحب ایم۔
ایس۔ سی اور سید حبیب اللہ علی صاحب رئیس تھے یہ دونوں اصحاب کل مصارف اپنے
جیب سے ادا کرنے پر آمادہ تھے مگر دیوان اب بھی پردہ خفا سے عرصہ شہود نہیں
آیا۔ ایک طرف سے تقاضا اور دوسری طرف سے وعدہ ہوتا رہا تا آنکہ یہ معاملہ بھی

دیکھنے کی حسرت لئے ہوئے دنیا سے اٹھ گئے اور آخر خود حضرت مرحوم کا بھی یہی حال ہوا۔

مجھے سب سے پہلے ان کے دیوان کے طبع کا خیال ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوا۔ میں علیگڑھ میں پڑھتا تھا۔ امتحان دے کر مکان آیا تھا۔ حکیم برہم مرحوم کے وہاں مجلس شوریٰ منعقد ہوئی اور یہ رائے قرار پائی کہ سوا شخص اس لئے ہو جائیں جو پندرہ روپے فی جلد دینا منظور کریں تو طبع کا سامان ہو جائے۔ چند روز کے اندر بہت سے لوگوں نے نام لکھ دیے مگر یہ انتظام پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا کیونکہ اہم سوال روپیہ کا نہیں تھا بلکہ اہم سوال یہ تھا کہ حضرت مرحوم دیوان مرتب کر کے دیں۔ اسی اثناء میں کچھ حالات ایسے پیش آئے کہ کئی برس تک نہ حضرت مرحوم اس طرف توجہ کر سکے نہ ان کے احباب نے توجہ دلانا مناسب سمجھا۔ ۱۹۱۷ء میں پھر اس طرف خیال رجوع ہوا۔ مرحوم ہمارا بھوڑا دادا کو اصرار تھا کہ دیوان ندوح کی طرف سے ریاست کے مطبع میں طبع ہو۔ اہل گورکھپور اپنا حق جتاتے۔ تھے کہ ریاض کی شاعری کا نشو و نما گورکھپور میں ہوا دیوان گورکھپور میں چھپنا چاہئے کھنڈ کے تعلق سے خان بہادر سید احمد حسین صاحب کا قدم بھی درمیان میں آگیا تھا۔ ریاست محمود آباد میں طبع دیوان سے حضرت مرحوم خود گھبرائے ہوئے تھے۔ اول تو حضرت مرحوم کا خیال تھا کہ دیوان بہت ہی اعلیٰ درجے کا طبع ہو اور ریاست کے مطبع میں یہ ذرا دشوار تھا۔ دوسرے ہمارا بھوڑا دادا میں کچھ حذف و اسقاط بھی چاہتے تھے۔ ارشاد ہوا تھا کہ دیوان مجھے دیکھئے اس پر نظر کروں اور بعض اشعار کو خارج کر دوں حضرت مرحوم نے اپنی طبیعت خوش خلقی اور ہمدردی کو بھولی سے

واقعہ ہے میں جانتا ہوں اور بعض دیگر احباب بھی جانتے ہوں گے کہ مرحوم کی دلی تمنا یہ تھی کہ دیوان طبع لکھنؤ میں ہو مگر اشاعت گورکھپور ہی سے ہو اور گورکھپور کے اصحاب کی طرف سے ہو۔ آخر ۱۹۳۱ء میں خان بہادر مولوی محمد اسماعیل صاحب بیرٹھرائٹ لا اور مولوی رضوان اللہ صاحب بی۔ اے ایل ایل بی نے کمرہت بندی اور یہ تہیہ کر لیا کہ روپیہ ملتا تاخیر نقد جمع ہو جائے۔ ”حضرت ریاض“ کے دیوان کے لئے روپیہ کون نہ دیتا اور پھر ایسے دو اصحاب کی سرگرمی۔

غرض تائیس برس کی گفت و شنید اور وعدہ وعید کے بعد ۱۹۳۳ء میں یہ ہوا کہ حضرت مرحوم نے اوائل سنہ میں دیوان کا ابتدائی حصہ اوزئی تک بقیہ حصہ مرتب کر کے حوالے کر دیا۔ اگر میں یہ کہوں تو کچھ بیجا نہ ہو گا کہ جن لوگوں نے اس دیوان کے طبع کی فکر و کاوش میں ایک عمر گزار دی تھی ان کی جان میں جان آگئی۔

میں ۱۳ مئی کو گورکھپور پہنچا۔ حضرت مرحوم ۲۱ مئی کو تشریف لائے اور دس روز میرے ہی یہاں قیام فرما رہے ہیں ان دنوں اپنے ماموں (خان بہادر مولوی حمید اللہ صاحب) کی علالت کی وجہ سے پریشان تھا۔ سارا وقت ممدوح کے دہاں گزرتا۔ دن میں بارہ ایک بجے اور شب میں دس گیارہ بجے آتا۔ مرحوم سے جی بھرتے کا موقع نہ ملتا تھا مگر حضرت مرحوم کی موجودگی متحرک کے لئے کافی تھی۔ قدردانان ریاض دیوان کے مراحل طے کرتے رہے۔ منشی غلام حسن صاحب کتابت کے لئے تجویز ہوئے اور منشی دین محمد صاحب طباعت کے لئے حضرت مرحوم دیوان دورنگ میں چھپوانا چاہتے تھے، یعنی جدول سُرخ ہوا اور محض جدول نہ ہو بلکہ باریک انگوری ہل ہونو۔ طبع ہوا اور حضرت مرحوم نے پسند فرمالیا اور یہ طے ہو گیا کہ کام کا اجرا ہو جائے۔

ست ساڑ گیا اور اس میں کچھ وقت اس وجہ سے بھی لاحق ہوئی کہ حضرت مرحوم کا قیام خیر آباد میں رہا کرتا تھا اور طباعت کے کام کو دیکھنے کے لئے بار بار گورکھپور آنے کی ضرورت ہوتی۔ مرحوم کی جوانانہ ہمت اگرچہ سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو جاتی تھی مگر واقعاً عمر و صحت کے اعتبار سے اُن کا بار بار گورکھپور آنا دشوار تھا۔ ان کا رجحان اس طرف تھا کہ دیوان لکھنؤ میں طبع ہو کیونکہ خیر آباد سے لکھنؤ تک جانا قدرے آسان تھا۔ یہ خواہش بھی پوری ہو گئی۔ یاد سے تکلیف ہوتی ہے میں جب حیدر آباد سے گورکھپور جانا اور لکھنؤ میں قیام کا ارادہ ہوتا تو مرحوم کو مطلع کر دیتا۔ محض مجھ سے ملنے کے لئے خیر آباد سے لکھنؤ تک تشریف لاتے ۱۹۲۳ء یا ۱۹۲۴ء میں حیدر آباد سے لکھنؤ گیا اور مرحوم سب عادت اپنی شفقت بزرگانہ سے تشریف لائے تو خان بہادر سید احمد حسین صاحب رضوی کے وہاں گفتگو ہو کر یہ قدر پایا کہ خان بہادر اپنی ذمہ داری پر دیوان طبع کرائیں۔ خان بہادر نہ صرف اخراجات برداشت کرنے بلکہ اہتمام کے لئے بھی آمادہ تھے اور اپنے وسیع اثرات و تعلقات کی وجہ سے بہترین انتظام کر سکتے تھے۔ میں کامل اطمینان کے ساتھ لکھنؤ سے گورکھپور گیا مگر سال گزر گیا اور عملاً کچھ نہ ہوا۔ دوسرے سال پھر یہی صورت پیش آئی اور پھر یہی قرار دیا ہوئی مگر نتیجہ حسبِ بالا۔

آخر الامر قرعہ فال گورکھپور ہی کے نام نکلا۔ حق یہ ہے کہ مرحوم اگرچہ گورکھپور سے چلے گئے تھے مگر گورکھپور سے ان کے تعلقات بہ ستور قائم تھے اور ان کا دل گورکھپور ہی میں لگا رہتا تھا۔

وہ گھمیاں یاد آتی ہیں جوانی جن میں کھوئی؟ بڑی حسرت سے لب پر نام گورکھپور آتا ہے

ترسیم پاؤں ہے۔ ریاض فرماتے ہیں۔

لاشہ ہے میرا یا مئے رنگیں کی موج ہے تربت ہے میری یا کوئی بوتل شراب کی
ترسیم ہوئی۔

لاشہ ہے میرا یا کوئی بوتل ہے سو بھر تربت ہے میری یا کوئی بھٹی شراب کی
اس میں شبہ نہیں کہ تشبیہ میں ترقی ہو گئی ہے مگر اس طرح کی تزییوں سے سارا
دیوان مبدل ہو جاتا وہ ریاض کا کلام نہ رہتا حضرت مرحوم نے اس موقع پر بھی خلق
مروت سے کام لیا اور دیوان کو وقف اصلاح کر کے چلے گئے۔ مجھے سخت خلافت
ہوا میں نے یہ کہہ دیا کہ اس دیوان میں ترسیم نہیں ہوگی یہ ممکن ہے کہ تزییات کا ایک
ضمیمہ لگا دیا جائے مشکل یہ ہوئی کہ ترسیم نہ آج ختم ہوتی ہے اور نہ کل۔ مجھ سے اور
حضرت مرحوم سے برابر مراسلت رہی تین پہینے ہوئے کہ حضرت مرحوم نے پُر معنی
الفاظ میں یہ اظہار دی کہ مولوی صاحب نے جملہ قیود اٹھا دیئے اور دیوان فیضان اللہ
کے حوالہ کر دیا دیوان آجائے تو لکھنؤ جا کر کتابت کا انتظام کروں۔ کسی شاعر کے
کلام میں ترسیم کی جائے اور وہ ترک ترسیم کو ”قیود اٹھا دینے“ سے تعبیر کرے
یہ حضرت مرحوم ہی کا اخلاق تھا۔

لیکن تدبیر کند بندہ و تقدیر کندہ خندہ۔ مولوی رضوان اللہ صاحب کچھ وقت
میں گرفتار ہو گئے۔ دیوان کی روانگی میں تاخیر پتاخیر ہوتی گئی تا آنکہ خود حضرت
مرحوم پھل بے کاش مولوی بھان اللہ صاحب کے ذہن میں ترسیم کا خیال
نہ آیا ہوتا تو حضرت مرحوم کی زندگی میں دیوان اگر مکمل طبع ہو کر شائع نہ ہو جاتا تو
اس کا ایک معتد بہ حصہ ضرور چھپ گیا ہوتا۔ دل کا کچھ بارہ لکا ہو جاتا۔ طبع دیوان کی

دیباچہ دیوان کے لئے مرحوم کا اصرار اور سخت اصرار تھا کہ دیباچہ میں لکھوں مگر مجھے درود ہوں سے عذر تھا۔ اول تو مجھے اپنی خرابی صحت کی وجہ سے یہ اطمینان نہ تھا کہ میں وقت پر کام کو پورا کروں گا اور میں یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ میری وجہ سے ایک دن کی بھی تاخیر ہو۔ دوش میں اپنے طور پر ایک دوسری ہی تجویز قائم کر چکا تھا خیال یہ تھا کہ ایک 'ثمریات ثلثہ' ترکیب دوں جس کے اجزا ابو نواس حافظ اور ریاض ہوں میں ابو نواس اور حافظ کے نوٹ مرتب کر چکا تھا۔ صرف یہ تھا کہ حضرت مرحوم کا دیوان مدون ہو جائے تو اس میں سے اشعار کا انتخاب کروں چونکہ اس رسالہ میں ریاض کے ثمریات پر بحث لازمی تھی اس لئے میرا عذر یہ تھا کہ میں ایک ہی بحث کو دو جگہ نہیں لکھ سکتا۔ بہت رد و قدح کے بعد یہ قرار پایا کہ مولوی محمد فاروق صاحب ایم۔ ایس سی ذاتی حالات لکھیں مولوی سید محمد کمال حسین صاحب ایم۔ اے شاعری پر تبصرہ کریں اور جناب وصال بلگرامی صاحب اردو شعرا کے کلام سے حضرت ریاض کے کلام کا مقابلہ کریں۔ اور خرجون میں اس کامل وثوق کے ساتھ میں گورکھپور سے واپس ہوا کہ اب طبع دیوان کا سلسلہ جاری ہو جائے گا بلکہ یہاں تک انتظام کرتا آیا کہ جو اجزا طبع ہوتے جائیں وہ بلا تاخیر مجھے پہنچتے رہیں۔

لیکن قدرت کو ابھی کچھ اور تتم نظر پہنی کرنا تھی جناب مولوی سبحان احمد صاحب کی ذکاوت و فطانت پر ان کے تمام جاننے والے ایمان لائے ہوئے ہیں۔ آپ نے حضرت ریاض کے بعض اشعار میں کچھ ترمیمیں سوچیں یا زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ کو جو جمعیں۔ اسی زمانے میں چند ترمیمیں مجھے بھی سنائی گئیں۔ ان میں سے ایک

صدی کے اوائل تک گورکھپور میں کچھ خوش وقت اصحاب باقی تھے مولوی مجیب اللہ
 مرحوم (دکیل و وائس چیرمین مینوپل بورڈ) اور بابو موہن سنگھ آنہانی (سکرٹری مینوپل
 بورڈ) ہر نیم کی روح رواں تھے۔ مرحوم مولوی احسان اللہ عباسی (دکیل و مصنف
 تاریخ الاسلام وغیرہ) کی رائے روشن تمام مہات امور میں سرفہرہ کی طرح لازم تھی۔
 منشی چھوٹو لعل متونی (دکیل) اصحاب حل و عقد کے مسئلہ صدر تھے۔ تبریک کے لئے
 خان بہادر منشی محمد طلیل مرحوم و مغفور (چیرمین مینوپل بورڈ) کی برگزیدہ ہستی سائیکس
 مٹھی۔ مولوی سحان اللہ صاحب رئیس کا عنوان شباب تھا۔ ہر طرح کی مبادرت کے لئے
 ذاتِ موفور السرور کافی سے زیادہ تھی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مسٹر سید حبیب اللہ
 بیرسٹریٹ لاگورکھپور میں جاسٹ مجسٹریٹ اور مصلح قومی و ملکی کے لئے وقف تھے۔
 جہاں اتنے اصحابِ خبرت و اربابِ فکر جمع ہوں وہاں کسی اختراع و داعی کے برے
 کار آجانے میں کیا دیر لگتی ہے۔ رزولوشن پاس ہو گیا کہ ایک کمپنی قائم کی جائے اور
 ایک روزانہ اخبار نکالا جائے اور منشی سید ریاض احمد صاحب معتقد و موتمن ہوں۔ اگر
 معاملہ یہیں تک رہتا تو براغلب وجوہ خیریت سے گزر جاتا مگر زمانہ جدید کی مطابقت اور
 عاقبت اندیشی کی کسر رہ جاتی لہذا اقرار پایا کہ کمپنی کی رجسٹری کرا دی جائے۔ رجسٹری
 ہو گئی۔ کچھ روپیہ بھی جمع ہو گیا اور اخبار (مصلح کل) کا اجرا عمل میں آ گیا جس شخص نے
 پولیس کی ملازمت اس طرح کی ہو کہ کبھی وروی نہ پہنی ہو اور ریاض الاخبار کے بقایا
 کی وصولی کی بہترین تدبیر سمجھتا ہو کہ بقایا نہ وصول ہو گا تو اخبار میں نام شائع کر دیا جائیگا
 اُس پر جب چھبیس رجسٹروں کی خانہ پری کا بوجھ پڑ جائے گا تو انجام معلوم۔ ایک پٹنگ
 تھا اور حضرت ریاض تھے۔ اُسی پر لکھنا اُسی پر کھانا اور اُسی پر سو رہنا کسی شب میں

صورتیں جس طرح بنتی اور بگڑتی رہیں انھیں دیکھتے ہوئے ایک مرتبہ حکیم برہم روم نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ دیوان کاروپہ بھائی صاحب کی قسمت کا نہیں ہے یہ قول سچ ہو گیا۔ اسی توفیق اور لیت و عمل کے زمانے میں ایک مرتبہ حکیم صاحب مرحوم نے جمعہ جھاکریہ بھی فرمایا تھا کہ آپ کا اور بھائی صاحب کا کوئی کام بھی انجام کو نہیں پہنچے گا "میری حد تک تو یہ بالکل سچا ہے مگر بھائی صاحب کے معاملے میں اسی کی تشریح اس تمام بحث کی غرض و غایت ہے۔

ریاض الاخبار کے بندہ ہونے کے بعد حضرت مرحوم کے وسائل آمدنی بہت ہی محدود ہو گئے تھے۔ انھوں نے اپنی عمر کے آخری پچیس سال جس عسرت اور ساتھ ہی جس خود داری سے بسر کئے وہ انکی زندگی کا ایک ماہ الا امتیاز و اقتد ہے اور اس کی کیفیت ان کے سوانح حیات میں روشن ہوگی۔ غالب کے فاسی کلام کی طرح وہ اپنے دیوان کی نسبت یہ بھی نہیں سمجھتے تھے کہ مع ایں نے از قحط خریداری کھن خواہ شدن۔ ایک برس بھی پورا نہ ہوتا کہ ان کے دیوان کے دوسرے ایڈیشن کی نوبت آجاتی یہ صارفہ طبع کی کسی وقت بھی دشواری نہیں تھی۔

پھر کیوں نہ انہوں نے اب سے پچیس برس قبل اپنا دیوان چھپوا کر اپنی زندگی آرام سے گزاری؟

یہ حیرت شہر نفس کو ہوگی اور اس کا جواب یمن لفظوں میں دیا جاسکتا ہے۔ مگر ضرورت ہے کہ اسے ذرا تفصیل سے بیان کیا جائے۔

جب حضرت مرحوم کی سوانح عمری لکھی جائے گی تو واضح ہوگا کہ ان کی زندگی نے دو سخت پٹے کھائے۔ اُنیسویں صدی کے اوائل تک بیسویں

اور دروازہ کھول کر بکس گرا دیتے ہیں اور چلتی گاڑی پر سے کود جاتے ہیں۔
انٹرکلاس میں یہ واردات زیادہ ہوتی ہے۔ حضرت ریاض کا وہ بکس جس میں دیوان
تھا اسی طرح غائب ہوا۔ ایک مرتبہ خود میرا ایک بکس جس میں کاغذات تھے اسی طرح
جاتے جاتے بچ گیا۔ چور نے دروازہ کھول کر بکس کھینچا ہی تھا کہ ایک مسافر کی
اسکے کھل گئی اور اس کی آواز پر وہ شخص بکس کو چھوڑ کر ریل پر سے کود گیا۔ چالیس
برس سے زائد کے سرمائے تیا کے اس طرح اٹھ سے جاتے رہنے کا حضرت
ریاض پر کیا اثر پڑا ہو گا اس کا اندازہ دشوار ہے۔

جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ حضرت مرحوم اگرچہ سخت دلگیر تھے مگر کمر نہت باز بھی اور مختلف
ذرائع و وسائل سے از سر نو دیوان جمع کرنا شروع کیا مگر قدرت کو ابھی ایک نیکمیں
کھیلنا تھا اور یہ مرحوم کی زندگی میں دوسرا پلٹنا تھا۔

۱۹۰۹ء میں ایک ناکرہ گناہ کا الزام قتل میں ماخوذ ہونا حضرت مرحوم کا
پیروی مقدمہ میں دن کا رات اور رات کا دن کر دینا کچھ عجیب عالم تھا۔ میں
اُس وقت اور اس حالت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا جب مرحوم ایک نظم
لکھ کر لائے۔

موت آئے تو نہ معلوم ہو آنا اُس کا جان بے تو نہ معلوم ہو جانا اُس کا
دو شخصوں کو سزا ہو گئی۔ اپیل میں ایک کو رہائی ملی دوسرے کی سزا تغیر کے ساتھ
بکمال رہی۔ چند برس بعد اس کی بے قصوری بھی ثابت ہوئی اور اُسے بھی رہا کیا گیا۔
مگر اُس سے حضرت مرحوم کی زندگی میں ایک اہم تغیر واقع ہوا۔ حضرت مرحوم مذہب کے
بازند تو ہمیشہ سے تھے مگر ظاہر ایسا بنا رکھا تھا کہ لوگ انہیں صرف شاعرِ قال نہیں بلکہ

بستر پھیلا یا کسی شب میں یہ بھی نہیں بیمار ہوئے اور سخت بیمار ہوئے۔ ناچار اپنے بھائی سید نیاز احمد صاحب کے پاس فرخ آباد چلے گئے۔ گورکھپور سے یہ پہلی طولانی غیبت تھی۔ واپسی کے بعد پھر ان کی سابقہ حالت نے عود نہیں کیا۔ حکیم برہم مرحوم ۱۹۰۲ء میں گورکھپور آگئے تھے۔ صلح کل کے وہ اڈیٹر تھے فتنہ و عطر فتنہ حضرت ریاض نے انہیں دے دیا تھا اب ریاض الاخبار کی اڈیٹری بھی انہیں کے سپرد ہوئی۔ ریاض الاخبار کی پالیسی میں کیا تغیرات ہوئے صلح کل پر کیا گردش پیش آئی؟ ان امور کے بیان کا یہ موقع نہیں۔ حال یہ کہ ۱۹۰۸ء میں حضرت ریاض نے گورکھپور کو خیر باد کہہ کر لکھنؤ کو اپنا مستقر قرار دیا۔ ریاض الاخبار کو بھی وہیں لے گئے اور کچھ دنوں بعد بند کر دینا پڑا۔

کاش صلح کل جاری نہ ہوا ہوتا یا جاری ہوا تھا تو حضرت مرحوم اُس کی مالی و انتظامی ذمہ داری اپنے سر نہ لیتے اگر ذمہ داری ملی تھی تو کمپنی کی جسٹری نہ کراتے جس طرح ریاض الاخبار کا کام چلا رہے تھے اُسی طرح اس کا بھی کام چلاتے تو اُن کی پرسکون زندگی کا خاتمہ نہ ہوتا اور شاید ان کے آخر دم تک ریاض الاخبار گورکھپور سے جاری رہتا۔ ریاض الاخبار زمانہ کا ساتھ نہ دے سکتا مگر ریاض کے قدردان اسے اچھکوں سے لگاتے رہتے اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ حضرت ریاض گورکھپور سے ہجرت کرتے اور نہ اُن کا دیوان گم ہوتا۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت مرحوم جب اپنا سامان لے کر گورکھپور سے جا رہے تھے تو راستہ میں اُن کا ایک کبس چوری ہو گیا اور دیوان اُسی کبس میں تھا۔ منہ کا پورا اور گوندہ کے درمیان ایسا ہوتا رہتا ہے کہ چور چلتی گاڑی کی پٹری پر چڑھ آتے ہیں۔

ہو سکتا۔ لوگ طبع دیوان کے تقاضے کرتے تھے حضرت ریاض و عدس کرتے
 رہتے تھے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ (۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۷ء تک کی) تین برس کی گردش
 کے بعد جب انھیں ذرا سکون حاصل ہوا تو انھوں نے از سر نو دیوان جمع کرنا شروع
 کیا۔ ان کی کوئی غزل ایسی تو تھی نہیں جو کہیں نہ کہیں شائع نہ ہو چکی ہو مگر ان اخباروں
 اور رسالوں کا ملنا دشوار تھا۔ اسی سلسلہ میں انھوں نے بہت سی غزلیں ایسی
 بھی کہیں جو محض تکمیل دیوان کی ضرورت سے کہی گئی تھیں ۱۹۲۲ء یا ۱۹۲۳ء
 تک انھیں اس معاملہ میں معذور سمجھا جاسکتا ہے مگر اس کے بعد جو تاخیر ہوئی وہ
 محض دو وجہوں سے ہوئی۔ اول یہ کہ وہ اپنے دیوان کو زائد از ضرورت مکمل
 بنانا چاہتے تھے دوسرے طباعت کے متعلق ان کے خیالات اس قدر بلند تھے کہ
 کسی مطبع کا ان سے عہدہ برآ ہونا ذرا دشوار تھا۔ ایک مرتبہ تو یہ خیال پیدا ہو گیا
 کہ دیوان جرمنی میں طبع ہونا چاہئے۔ اگر یہ دو خیالات حائل نہ ہوتے تو ان کا دیوان
 اب سے سات آٹھ برس قبل طبع ہو جاتا اور بعد کے اڈیشن میں اضافے ہوتے رہتے
 لیکن جو کچھ ہوا حضرت مرحوم کی عمر ان کی صحت ان کے آلام و افکار کو دیکھتے
 ہوئے ان کا مسلسل بیس برس تک دیوان کے اجزائے متفرقہ کے جمع کرنے
 ترتیب دینے اور کمیوں کے پورا کرنے میں منہمک رہنا ایک مافوق الطاق
 واقعہ ہے۔ ہزار آفریں ان کی ہمت پر اور صد ہزار آفریں ان کے ثبات
 و استقلال پر کہ انہوں نے اس کام کو انجام کو پہنچا دیا۔ وہ خود منتفع نہیں
 ہوئے مگر اردو ادب کو لایزال نفع پہنچا گئے۔ اگر خود مرحوم نے اس قدر تکلیف
 برداشت کر کے دیوان کو مرتب و مدون نہ کر دیا ہوتا تو ”ریاض کا کلام“ صرف ان

شاعر حال سمجھتے تھے۔

ہے ریاض اک جوان مست خرام نہ پئے اور جھو متا جائے
اب ہوا میں اڑتی ہوئی مونچھوں پر قصوا الشوارب کی قینچی چل گئی اور
مٹدی ہوئی ڈاڑھی پر عضوا اللہیہ کا حکم نافذ ہو گیا۔ ان کے چہرے پر جب اس گیارہ
سیہیں کی پرورش ہو رہی تھی کچھ دنوں مجھ سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا جب اس
نورانی شکل کے ساتھ تشریف لائے تو میں نے حیرت کے ساتھ اُن کی طرف دیکھا۔
دوسرے تیسرے روز غزل پہنچی ع بنائی رفزہ رفتہ ہم نے بھی صورت فرشتوں کی ان کی
شاعری پر بھی اس کا اثر پڑا۔ ایام جوانی میں فرمایا تھا کہ۔

شرا و ریاض میکشی سے لمبی داڑھی ہے ہاتھ بھر کی

مگر یہ صرف شاعری تھی داڑھی نہیں تھی لیکن آخر زمانے میں جب یہ ارشاد ہوا کہ۔
مے ریاض آپ بھی پتے ہیں بائیں سفید ہائے یہ نور کی شکل اور یہ کاروں میں
توڑیں سفید "نور کی شکل" نص شاعری نہیں رہی۔

غرض صحت حالت خیالات ہر اعتبار سے ۱۹۱۶ء کے ریاض ۱۹۲۰ء کے
ریاض نہیں رہے۔ اگر کچھ قدر مشترک تھا تو بس اتنا کہ ان کی مجلسی طبیعت اور
زندہ دلی میں فرق نہیں آیا اور شاعری کو انھوں نے خیر باد نہیں کہا۔

منشی امیر اللہ تسلیم کے حالات میں کسی موقع پر مجھی سید فضل الحسن مرست موہانی نے
لکھا تھا کہ منشی صاحب مرحوم نے ایک داستان نظم کی تھی وہ گم ہو گئی۔ آپ نے کمال
استقلال سے فرمایا کہ "خیر ایک پیسے روز کا تیل اور سہی ایک داستان میں تو بیگن ہے"
لیکن دیوان غزلیات جو مدت العمر کا سرمایہ ہو وہ پیسے روز کے تیل سے نہیں مہیا

آخرین حلد طبع دیوان

۱۰۱

جناب مولوی سید رفیع اللہ صاحب

بی۔ اے۔ ایم۔ ایل۔ ۱۰۱

بھلائے کہ مجھ ناپائیز کی سخی میرے محترم بزرگ جناب قاضی تلمذ حسین صاحب کی
کی مخلصانہ ہمدردی اور کاوش کی بدولت کامیاب ہوئی۔ محترمی حضرت ریاض مرحوم
کے کلام کی طباعت اور اشاعت کا مسئلہ غالباً میرے شعور سے پیشتر ان کے
احباب میں اکثر زیر غور رہا مگر باوجود جناب ہمارا جہ سر محمد علی محمد خاں بہادر مرحوم
(والے محمود آباد) ایسے مشفق اور والد محترم جناب سید مولوی محمد سبحان اللہ صاحب
ایسے دوست کے پے بہ پے اصرار کے صلے ہو سکا۔ حسن اتفاق سے
جولائی ۱۹۳۲ء میں گورکھپور میں آل انڈیا مشاعرہ منعقد ہوا جس میں
شرکت کی دعوت جناب ریاض صاحب مرحوم کو بھی دی گئی۔ یہ تو غالباً ان کے
تمام جاننے والوں کو معلوم ہو گا کہ وہ عرصہ سے مشاعرہ میں غزل پڑھنا ترک
کر چکے تھے۔ تاہم ان کا جو مضبوط تعلق گورکھپور و اہل گورکھپور کے ساتھ
رہا ہے اس کی وجہ سے ان کی شرکت گورکھپور کی بزمِ علم ادب میں ہمیشہ فوری
سمجھی گئی اور وہ بھی اپنی بزرگانہ شفقت سے ہمیشہ سرپرستی فرماتے رہے۔

چند غزلوں کا مجموعہ رہ جاتا جو تاجران کتب جمع کر کے رومی کا غزلیہ چھاپ دیتے۔
 مجھے توقع ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں اس وقت دیوان کا کام ہے۔
 اُن کے لئے یہ حادثہ جہاں کا ہوتا زیا نے کا کام دے گا اور دیوان جلد از جلد
 طبع ہو کر روشناس عالم ہوگا۔ انشاء اللہ القدر۔

ریاض صاحب مرحوم کی اہلیہ محترمہ اور ان کے خلف اکبر سید انجم نے پورے طور پر بقیہ حصہ دیوان کو مرتب کر کے شائع کرنے میں کمال امداد فرمائی۔ اس طویل عرصہ میں بہت سی دشواریاں پیش آتی رہیں لیکن خدا کا فضل ہے کہ وہ ہماری کوشش میں حائل نہ ہو سکیں۔ اس میں شک نہیں کہ دیوان کی طباعت و اشاعت میں کافی توقف ہوا جس کے متعلق میں ان جملہ اصحاب سے معافی کا خواستگار ہوں جو حضرت ریاض مرحوم کے کلام سے لطف اندوز ہونے سے اب تک محروم رہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ بھی ہوتی کہ گورکھپور میں طباعت کا خاطر خواہ انتظام ضرورت اور موقع کے مطابق نہ ہو سکا اور مجبوراً اس کام کی تمام تر ذمہ داری براہِ محترم جناب قاضی تلمذ حسین صاحب پر ڈالنی پڑی اور آج مجھے مسرت ہے کہ انہوں نے مجھے ایک بہت اہم فرض سے سبکدوشی کا موقع دیا میں ان تمام حضرات کا جنہوں نے مجھ کو اس سلسلہ میں مدد دی ہے اور بالخصوص جناب سید نیاز احمد صاحب اور جناب قاضی تلمذ حسین صاحب اور جناب محمد اسماعیل صاحب اور جناب حکیم عارف صاحب ایڈیٹر شاہکار کا بیحد شکر گزار ہوں کیونکہ اگر ان سب حضرات کی توجہ اور امداد شامل نہ ہوتی تو مجھ جیسے حقیر سے اس فرض کی ادائیگی غالباً ناممکن ہوتی۔

یکم جون ۱۹۳۵ء

چنانچہ مشاعرہ مذکور میں شرکت کی غرض سے تشریف لائے اس موقع پر ایک صحبت خصوصی میں جس میں اکثر ان کے مخلص احباب شریک تھے ان سے یہ درخواست کی گئی کہ وہ اپنے دیوان کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیدیں۔ انہوں نے نہایت خوشی سے اس کو منظور فرمایا اور اسی موقع پر یہ بھی طے ہوا کہ میں بہ مشورہ محترمی جناب خان بہادر محمد اسماعیل صاحب بیرسٹر دجو اس وقت ہائیکورٹ الہ آباد میں عہدہ تجزی پر فائز ہیں دیوان کی طباعت و اشاعت کا کام انجام دوں۔ چنانچہ اس تجویز کے سلسلہ میں دیوان کو جناب حاجی جڑبڑ شاہ صاحب سے مرتب اور صاف کرا کے جناب ریاض صاحب مرحوم نے ۳۰ جولائی ۱۹۳۲ء سے رفتہ رفتہ ایک ایک دو دو جزی بھیجنا شروع کیا اور یہ سلسلہ فروری ۱۹۳۳ء تک برابر جاری رہا۔ اس دوران میں غزلیات کا حصہ تو کلیتہً مکمل ہو کر میرے پاس آگیا مگر وہ حصہ جو دیگر اصناف شاعری سے متعلق تھا وہ مکمل تو ضرور ہو گیا مگر اس پر نظر ثانی کی ضرورت باقی رہی اور اسی غرض سے وہ حصہ خود انہیں کے پاس رہا۔ افسوس کہ وہ صاف شدہ حصہ مجھے ان کی حیات میں نہ مل سکا اور فلک کج رفتار نے قبل اس کے کہ محترمی موصوف ہماری کاوشوں کو کامیاب دیکھتے انہیں ہمارے ہاتھوں سے چھین لیا۔ اس سانحہ عظیم نے ہم سب کی ہمت پست کر دی لیکن ان کی یہ خواہش کہ دیوان ہمارے ہاتھوں سے شائع ہو سرگرمی قائم رکھنے کی باعث ہوئی۔ جہاں قدرت نے ریاض مرحوم کو ہم سے علیحدہ کیا وہاں ساتھ ہی ساتھ ان کے برادر عزیز محترمی سید نیاز احمد صاحب کو ہم میں پہنچا دیا جن کی مہربانی سے

